جلوہ، سنہ ۱۹۳۵ء

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو۔پی۔ لکھنؤ

ایڈیٹر
ٹلی پرساد پانڈے

باتصویر ماہوار رسالہ

جنوری ۱۹۴۵ء جلد ۷ نمبر ۱

پیامِ رُوح

(از جناب حامد اللہ افسر۔ میرٹھی)

آغاز ہوا ہے اُلفت کا اب دیکھیے کیا کیا ہونا ہے
یا ساری عمر کی راحت ہے یا ساری عمر کا رونا ہے

شاید تھا بیاضِ شب میں کہیں اکسیر کا نسخہ بھی کوئی
اے صُبح یہ تیری جھولی ہے یا دُنیا بھر کا سونا ہے

تم پھول سمجھنے ہو جن کو وہ میرے پیارے ساتھی ہیں
تم دُوب بتاتے ہو جس کو وہ میرا نرم بچھونا ہے

تدبیر کے ہاتھوں سے گویا تقدیر کا پردہ اُٹھتا ہے
یا کچھ بھی نہیں یا سب کچھ ہے یا مٹی ہے یا سونا ہے

ٹوٹے جو یہ بندِ حیات کہیں اس شور و شر سے نجات ملے
مانا کہ وہ دُنیا اے افسر صرف ایک لحد کا کونا ہے

لد ۷ نمبر ۱ | زراعت کا ماہوار رسالہ | جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

فہرست مضامین

برطانیہ کی قومی گھوڑسال

از جناب لالہ رام جانگسوال

عہد قدیم سے گھوڑا انسان کا محبوب جانور رہا ہے اس کے مالک اُسے بیحد عزیز رکھتے رہے ہیں۔ گھوڑا بھی اپنے آقا کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے۔ گھوڑا نہایت سمجھ دار، طاقتور اور تیز رفتار جانور ہے۔ اس لئے انسان نے آمد و رفت کے لئے اسی کو

گلنگھم (ڈورسیٹ) کی برطانی قومی گھوڑسال کا ایک منظر

اپنا خاص معاون بنایا ہے۔ بہت سے ملکوں میں تو اس سے ہل جوتنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس مشینی دور میں بہت سی دوسری سواریاں ایجاد ہو گئی ہیں جس کے باعث گھوڑے کا استعمال کم ہو گیا۔ جنگ میں بھی ان کا استعمال بہت کم ہو گیا ہے۔ ٹینک، موٹر لاری وغیرہ نے گھوڑوں کی جگہ لے لی ہے۔ پھر بھی گھوڑے کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ آج بھی وہ انسان کو اتنا ہی عزیز ہے۔

مغربی ممالک میں گھوڑ دوڑ کا بہت رواج ہے۔ مالدار آدمی عمدہ نسل کے گھوڑے پالتے ہیں جنہیں وہ گھوڑ دوڑوں میں شامل کرتے ہیں۔ برطانیہ میں گھوڑ دوڑوں کا بہت رواج ہے۔ ان

گھوڑ دوڑوں کے لئے گھوڑوں کو خاص طور پر ٹریننگ دی جا
ہے۔ اُن کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا پورا خیال رکھا جا
ہے۔ دُنیا میں بہت کم ایسے ملک ہیں جہاں گھوڑوں کی ترقی
حفاظت کے لئے کوئی قومی انتظام نہ ہو۔ برطانیہ میں بھی ایک قومی
گھوڑسال ہے جس میں سیکڑوں گھو
پالے جاتے ہیں۔

اس قومی گھوڑسال کی ابتدا
میں ہوئی تھی۔ کرنل جے۔ ہال واکر
بعد میں لارڈ ویورٹری ہو گئے نے
اپنے اعلیٰ نسل کے گھوڑے قوم کی نذ
کر دئے تھے۔ ان گھوڑوں کی قیمت
۰۰۰،۴۰ پونڈ کے قریب تھی۔ ان کی
اس نذر نے ہی برطانیہ کی قومی گھوڑسا
کی بنیاد ڈالی۔ اپنی ۲۸ سالہ زندگی
قومی گھوڑسال نے بہت سے گھو
لوگوں کے ہاتھ فروخت کئے۔
گھوڑوں نے گھوڑ دوڑ کے مید
میں بہت کامیابی حاصل کی ہے
متعدد گھوڑ دوڑوں میں کامیاب
ہونے کا فخر قومی گھوڑسال کے
گھوڑوں کو حاصل ہے۔

اب تک یہ قومی گھوڑسال
آئرلینڈ کے ٹولی نامی مقام
یہاں عمدہ نسل کے گھوڑے پیدا کئے جاتے تھے۔ لیکن یہ گھوڑسال وہاں سے ہٹا کر ڈورسیٹ کے گلنگھم مقام پر بنائی گئی ہے۔ یہ مقام پہلے مقام سے بھی موزوں ہے۔ گلنگھم ایک چونے کی پہاڑی کی واقع ہے اس لئے برطانیہ کا بہترین مقام ہے۔

یہاں پر سائنٹفک طریقے سے گھوڑوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ برطانیہ کا گھوڑوں کا فارم (گھوڑسال) دُنیا کے لئے ایک اہم اور کامیاب تجربہ ہے۔ گھوڑوں کی ترقی کے لئے ہر ملک میں اس قسم کی قومی گھوڑسال ہونی چاہیے۔

گلنگھم (ڈورسیٹ) کی گھوڑسال کے میدان میں گھوڑیاں اپنے بچھڑوں کے ساتھ چر رہی ہیں۔

گلنگھم (ڈورسیٹ) کے گھاس کے میدان میں ۱۹۲۲ء میں گھوڑدوڑوں میں اوّل آنے والی ایک گھوڑی کو چرایا جا رہا ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے زراعتی ترقی

از جناب ستیہ پرکاش ایم۔ اے۔ اسسٹنٹ رجسٹرار، کوآپریٹو سوسائٹیز۔ یو۔پی

کھیتی ہی ایک ایسا پیشہ ہے جس کے ذریعے ہم سب کی روزی [illegible] ہے۔ جو لوگ کھیتی نہیں کرتے ان کا پیٹ بھی کسان ہی بھرتے ہیں۔ کسانوں کی کمائی گھوم پھر کر دوسرے پیشے والوں تک [illegible] پہنچتی ہیں۔ کسان سب [illegible] کا بادشاہ [illegible] کہا گیا ہے مثل مشہور ہے۔ اُتم کھیتی [illegible] بان۔ نکھد چاکری بھیک ندان۔ لیکن [illegible] عمدہ [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] ان کی حالت خراب ہو گئی ہے۔ بہت سے کسان [illegible] کو کافی زمین ہے اور نہ اچھے بیل [illegible] ہونے کے لئے اچھے بیج [illegible] ہیں اور نہ آبپاشی کا اچھا انتظام کر سکتے ہیں۔ [illegible] کنوئیں گر گر کر خراب ہو رہے ہیں۔ تال تلیاں [illegible] جا رہی ہیں۔ پرتی زمین کہیں رہ نہیں گئی [illegible] اس لئے مویشیوں کو نہ کہیں کھڑے ہونے کی جگہ ملتی ہے نہ چرنے کے لئے گھاس [illegible]۔ گائے کو ہم [illegible] کہتے ہیں لیکن اس کی اس [illegible] حالت ہے۔

باہمی میل جول [illegible] بھگڑوں [illegible] دوسرے کی کھڑی فصل چرائی جاتی ہے۔ چوہے [illegible] اور جنگلی [illegible] فصلوں کو علیحدہ نقصان پہونچاتے ہیں۔ ان سب باتوں سے [illegible] گھر پھر کے ٹکڑے [illegible] کھیتی کی پیداوار اتنی کم ہوتی ہے کہ پیٹ [illegible] کھانا بھی نہیں نصیب ہوتا۔ پہلے ایک کماتا تھا دس کھاتے تھے اب گھر گھر یہ حال ہے کہ زمیندار کے لگان اور مہاجن کا بیج و سود [illegible] کے بعد اتنا نہیں بچتا کہ اگلی فصل تک گزر ہو جائے۔ اسی لئے بیشتر [illegible] کو ہر سال قرض لینا پڑتا ہے جو روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ [illegible] حکومت کا بس [illegible] دیا ہے کہ [illegible] مہاجن [illegible] نہیں کر سکتے۔

دنیا میں اور بھی بہت سے ملک ہیں جہاں کھیتی ہوتی ہے لیکن کسانوں [illegible] حالت ہمارے یہاں ہے ویسی شاید ہی کہیں اور ہو۔ دوسرے [illegible] کے کسان [illegible] دوگنی اور [illegible] فصل پیدا [illegible] سکتے [illegible] سچ پوچھئے تو ہماری کھیتی کا [illegible] گیا ہے۔

زمین کی جیسی خدمت کرنی چاہئے ویسی ہم نہیں کر رہے ہیں اسی [illegible] وہ ہم سے خوش نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسی کون سی تدبیر [illegible] کہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور ہم سب پیٹ بھر کر کھانے کو لگے۔ یہ بات سبھی [illegible] جانتے ہیں کہ اگر کھیت میں گہری جوتائی، گوبر کی خوب سڑی ہوئی کھاد دی جائے۔ عمدہ بیج ڈالا گیا ہو اور وقتاً فوقتاً سینچائی کی گئی ہو۔ کوئی ارضی یا سماوی آفت [illegible] آ جائے اور فصل کی اچھی طرح رکھوالی کی گئی ہو تو پیداوار ضرور اچھی ہوگی۔ ان سب باتوں کا انتظام کسان اپنے دو ایک کھیتوں میں تو کر لیتے ہیں اور ان میں دوسرے کھیتوں کے مقابلے میں پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے لیکن وہ اپنے سب کھیتوں میں [illegible] انتظام نہیں کر سکتے۔ کرنا چاہیں تو بھی نہیں کر سکتے کیونکہ جب ہمارے کھیت بکھرے ہوئے ہیں اور [illegible] کھیت دس جگہ ہیں ایک پورب میں ہے تو دوسرا پچھم میں، ایک گاؤں کے اس کونے پر ہے تو دوسرا اس کونے پر تو بتائیے کہ اگر سینچائی کا بندوبست کرنا چاہیں تو کہاں کہاں کنوئیں بنائیں۔ فصل کی رکھوالی کیسے کریں۔ سب کھیتوں کے لئے عمدہ بیج کہاں سے لائیں۔ مہاجن سے جیسا بیج سوائی یا ڈیوڑھے پر مل جاتا ہے وہی کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ سو میں مشکل سے بیس کسان ایسے ملیں گے جو گھر کا بیج بوتے ہیں، بقیہ سب کے یہاں تو کھانے ہی سے نہیں بچتا بیج کے [illegible] رکھیں۔

محکمہ زراعت نے کئی سال کی مسلسل محنت سے کچھ بیج ایسے دریافت کئے ہیں جن کے بونے سے پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور فصل پر [illegible] بادل اور خشکی کا اثر کم ہوتا ہے۔ یہ بیج سرکاری غلہ گوداموں سے کاشتکاروں کو سوائی پر تقسیم کر دئے جاتے ہیں لیکن یہ گودام اتنے کم ہیں کہ ان سے سو میں سے پانچ کاشتکاروں کا بھی پورا نہیں پڑ سکتا۔ گاؤں والے اگر چاہیں تو آپس میں مل کر غلہ گودام کھول سکتے ہیں۔ اکثر جگہ ایسے کوآپریٹو بیج گودام کھل چکے ہیں۔

سینچائی کا ہمارے یہاں یہ حال ہے کہ سو میں مشکل تیس بیگھہ سینچا جاتا ہے باقی سب خدا کے بھروسے پر چھوڑ دیا جاتا ہے اگر برس دئے تو فصل اچھی ہو جائیگی ورنہ کچھ بھی نہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک دوسرے کے کھیت ادل بدل کر کے اپنی کل زمین یکجا کر لی جائے اور اسمیں ایک کنواں بنا لیا جائے۔ پانچ سات گاؤں کے کسان مل کر ایک بیج گودام کھول لیں۔ عمدہ نسل کا ایک سانڈ منگا لیں تا کہ کھیتی کے لئے مضبوط بیل ملنے لگیں اور ان سب طریقوں سے اپنی کھیتی کو ترقی دیں۔ یہ کام ایک دو کسان کے بس کا نہیں۔ کیونکہ الگ یہ بوجھ کسی سے اٹھائے نہ اٹھے گا لیکن آپس کے میل جول سے سب کام بن سکتے ہیں۔ اگر کسی گاؤں کے کسان یہ چاہیں کہ ہم کھیتی سے دوگنی تگنی پیداوار لیں، اگر انکی یہ خواہش ہو کہ ہم اپنی حالت سدھار لیں تو انکو آپس میں مل کر کھیتی سدھار سوسائٹی بنا لینی چاہئے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کھیتی کی ترقی کے لئے چکبندی کا ہونا بہت ضروری ہے جب تک کھیتوں کی چکبندی نہ ہوگی زیادہ ترقی نہیں ہو سکتی۔

پنجاب میں اس کا بہت رواج ہے۔ وہاں ہزاروں دیہات میں چکبندی ہو چکی ہے اور برابر ہو رہی ہے۔ ہمارے یہاں بھی حکومت نے چکبندی کا ایک قانون بنا دیا ہے اور درخواست دینے پر سرکاری طور پر چکبندی ہو سکتی ہے۔ باہم میل جول سے بھی اگر ہم چاہیں تو اس کام کو بغیر خرچ کے کر سکتے ہیں۔ سہارن پور اور بجنور کے ضلعوں میں تقریباً ڈیڑھ سو دیہات کے کسانوں نے اپنے یہاں چکبندی کر لی ہے۔ کچھ دن ہوئے کہ مجھے ایک ایسے گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں کے کسان اتنے خوش تھے کہ ایک نے کہا: "گاندھی بابا تو سرکار سے سوراج مانگتے ہی رہ گئے لیکن ہم سب کو سوراج مل گیا۔ گاؤں سے نکلتے ہی ہم اپنے چک میں پہونچ جاتے ہیں۔ نہ ہمیں کسی کے کھیت میں ہو کر جانا پڑتا ہے نہ کسی کے مویشی ہمارے کھیت سے ہو کر نکلتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا بچہ سب کھیتوں کی رکھوالی کر لیتا ہے۔ ہم لوگ اپنے مویشی اپنے کھیت پر رکھتے ہیں۔ مینڈھوں کے جھگڑے قطعی بند ہو گئے ہیں۔ مقدمے بازی کم ہو گئی ہے اور کھیتوں کی پیداوار بڑھنے لگی ہے۔ کئی نے تو کنوئیں بنوا لئے ہیں اور باقی سب اس کی فکر میں ہیں۔"

یہ کام اس طریقے سے ہوا ہے۔ پہلے گاؤں کے سب کسانوں نے مل کر ایک سوسائیٹی بنائی۔ آپس میں سے پانچ پنچ چن لئے اور ان کے سپرد چکبندی کا کام کر دیا۔ انھوں نے پٹواری سے نقشہ کھتونی وغیرہ کی نقل لیکر ہر کاشتکار کو اس طریقے سے زمین دی کہ جتنے بیگھ اس کے پاس اچھی اور خراب زمین پہلے بکھری ہوئی تھی، وہ سب یکجا دیدی گئی تھی جہاں پہلے اس کے پاس دس پندرہ کھیت تھے اب ایک یا دو بنا دئے گئے ہیں۔

دوسرا کام سینچائی کے انتظام کا ہے۔ ہمارے یہاں زیادہ تر کنوؤں سے سینچائی ہوتی ہے لیکن ان کی ہر جگہ کمی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سینچائی کے وقت پور باندھنے میں ہر جگہ جھگڑے اور فساد کیوں ہوتے۔ زبردست اپنے کھیت سینچ لیتے ہیں اور کمزور دیکھتے رہتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ کنواں بنانے میں بہت روپئے صرف ہوتے ہیں جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ غریب دو چار سو روپئے اکٹھا کہاں سے پائے جو اس کام کے لئے ہمت کرے۔ جس کا کاروبار چھوٹا ہے اور کوئی پردیس کمانے والا نہیں اس کے لئے اتنی بڑی رقم جمع کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کنواں بن جانے پر دو ہی تین فصلوں کی پیداوار سے کل لاگت وصول ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فرض کیجئے اگر کنوئیں سے تیس بیگھ آراضی بھی سینچی جائے تو جہاں پہلے بغیر سینچائی کے سات من فی بیگھ غلہ پیدا ہوا تھا وہاں سینچائی کے بعد کم از کم دس من فی بیگھ غلہ پیدا ہوگا۔ اس طرح ایک ہی فصل سے ۹۰ من غلہ میں دو ڈھائی سو روپئے کا فائدہ ہو جائیگا۔

جب ایک جگہ کنواں بن جاتا ہے تو اس سے سینچائی تو کئی کاشتکار کر سکتے ہیں۔ پھر آخر اس میں کیا ہرج ہے کہ وہ سب مل کر ایک آبپاشی کی سوسائٹی بنا لیں۔ جس کا جتنا کھیت اس کنوئیں پر پڑے وہ اسی حساب سے اس کا خرچ دے۔ فرض کیجئے کہ کنواں تین سو روپئے میں تیار ہوا اور اس سے اگر تیس بیگھ آراضی کی آبپاشی ہو تو یہ مطلب ہوا کہ دس روپیہ فی بیگھ سینچائی کا خرچ آیا۔ وہاں اگر کسی کا دو بیگھ کھیت ہے تو وہ بیس روپیہ دیدے اور جس کا تین بیگھ کھیت ہے وہ تیس روپیہ دے۔ نصف بیگھ آراضی والے سے پانچ ہی روپیہ لیا جائے۔ اگر سب لوگ اپنے اپنے حصہ کا کل خرچ شروع میں نہیں دے سکتے تو جو کمی پڑے وہ ضلع کے کوآپریٹو بینک سے قرض لے سکتے ہیں۔ ایسے بینک ہمارے صوبے میں ہر ضلع میں کھلے ہیں اور وہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کو آٹھ آنے یا دس آنے فی صدی شرح سود پر قرض دیتے ہیں۔ یہ قرض پانچ سات سال میں ہلکی ہلکی قسطوں میں ادا ہو جاتا ہے۔ ضلع مرادآباد میں ہم نے کئی ایسی آبپاشی کی سوسائٹیاں دیکھی ہیں جنھوں نے بہت سے کنوئیں تیار کر لئے ہیں۔ بنگال میں آبپاشی کی تقریباً ایک ہزار سوسائیٹیاں ہیں جو تالابوں کو ٹھیک کرتی ہیں، ان کی صفائی کا انتظام کرتی ہیں اور سب کو باری باری سینچنے کے لئے پانی دیتی ہیں۔ ان کا کام کنوئیں یا تالاب بنانا، ان کی مرمت کا خیال رکھنا اور آبپاشی کے متعلق ہونے والے آپس کے جھگڑے کو طے کرنا ہے۔

جس طرح کنوؤں کا انتظام ہوتا ہے اسی طرح بیج گودام کا انتظام کیا جاتا ہے۔ فصلوں کی حفاظت کا انتظام کانٹے دار تار یا دیگر قسم کی باڑ گاؤں کے چاروں طرف لگا کر کیا جاتا ہے۔ ہم آپس میں مل کر مشترکہ کھیتی کر سکتے ہیں جس میں سب کھیت ایک ساتھ کر دئے جاتے ہیں اور سب مل جل کر کھیتی کرتے ہیں۔ اس طرح خرچ کم اور پیداوار زیادہ ہوتی ہے جو آپس میں حساب سے تقسیم کر لی جاتی ہے۔ کھیتی کے قیمتی آلات بھی مثلاً کولھو، کڑاھاؤ، رہٹ وغیرہ مل کر منگانے میں کفایت ہوتی ہے۔

ہمارا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ آپس میں کوآپریٹو سوسائیٹی بنا کر ہمارے کسان بھائی کس طرح اپنی کھیتی کا سدھار اور ترقی کر سکتے ہیں۔ جو لوگ ایسی سوسائیٹیاں بنانا چاہیں انھیں اپنے ضلع کے محکمہ امداد باہمی کے انسپکٹر سے مل کر یا خط و کتابت کرکے معقول امداد حاصل کرنی چاہئے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں میں وصولی بڑھانے کے طریقے

از جناب مرزا محمد ہادی انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز یو۔پی

اس مضمون کا مطلب یہ ہے کہ کیا تدابیر اختیار کی جائیں جن سے سوسائٹیوں میں زیادہ سے زیادہ وصولی ہو اور کم سے کم بقایا رہے۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ جو بقایا پڑ گیا ہے وہ وصول ہو جائے بلکہ آئندہ کے لئے پیش بندیاں نکالنا بھی اس مضمون کا مطلب ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان زیادہ تر مجبوری ہی کی وجہ سے نادہندہ ہوا کرتا ہے اور ایسا کم ہوتا ہے کہ قرضہ ادا کرنے کی طاقت اس میں ہو اور پھر بھی وہ روپیہ مار لینے کی کوشش کرے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ادائیگی کو ٹال دینا چاہتے ہوں مگر کچھ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو جلد روپیہ واپس کرنے کی فکر میں رہتے ہوں۔ اگر ادائیگی کی ... ہوگی تو وصولی بھی ہو سکے گی اور اگر قابلیت ... ادائیگی ہوگی۔ لہذا سب سے ضروری بات جو قابل لحاظ ہے ... کہ ممبر کو قریب قریب ہر قرضہ ایسے ہی کام کے لئے دیا جائے ... کہ اس کی آمدنی بڑھے۔ اگر غیر مفید کام کے لئے قرضہ دیا گیا اور وہ روپیہ لوٹ کر قرضہ لینے والے کے پاس نہ آیا تب پھر اگر ادائیگی دیر میں ہو یا ادائیگی نہ ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ... کی وجہ سے دو ضامنوں کو ذمہ دار کیا جاتا ہے کہ وہ اس بات کو دیکھیں کہ قرضہ نہ غیر ضروری اور غیر مفید کام کے لئے تو نہیں لیا جا رہا ہے اور ضرورت سے ... زیادہ تو نہیں لیا جا رہا ہے جس قدر کہ اس کام کے لئے کم سے کم درکار ہے۔ قرضہ دلانے کے بعد اس کے صحیح مصرف کی تحقیقات بھی ... کر دی گئی ہے مگر افسوس ہے کہ عام طور پر ان ضروری باتوں پر کافی توجہ نہیں کی جاتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا قرضہ ممبر کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور بعد کو جب بقایا کی وجہ سے سوسائٹی کو توڑ دیا جاتا ہے تو مشترکہ ذمہ داری سے لوگ تباہ ہو جاتے ہیں اور آس پاس گرد و نواح کے لوگ بینک کو برا کہنے لگتے ہیں۔ ... تحریک کو بدنامی سے بچانا ہے تو ضروری ہے کہ مقررہ اصول اور قواعد پر کام کیا جائے۔ یعنی صرف معتبر اور اچھے لوگ ممبر بنائے جائیں۔ قرضہ اسی وقت دیا جائے جبکہ بغیر قرضہ کے کام نہ چل سکے۔ قرضہ کم سے کم رقم میں دلایا جائے اور کسی حالت میں قرضہ لینے والے کی طاقت سے باہر ... نہ دیا جائے وغیرہ۔

یہ تو مختصر الفاظ میں آئندہ کے لئے پیش بندیاں تھیں مگر ہمیں تو موجودہ قرضہ کی وصولی کو بڑھانے کی تدابیر پر بھی غور کرنا ہے۔ قبل اس کے کہ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جائے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ... اور ہر موقع پر ایسا ہی ... کام نہیں آسکتا۔ اگر نزلہ گرمی کی وجہ سے ہے تو سرد دوا دینا ہوگی اور اگر سردی کی وجہ سے ہے تو گرم۔ جیسا موقع اور جیسا مریض ہو ویسا ہی علاج کرنا چاہئے۔ ہاں ایک دوا ایسی ہے جو ہر وقت اور ہر حالت میں ضرور دینا چاہئے۔ مرض خواہ شروع ہو رہا ہو یا آخری حالت میں ہو۔ خواہ مریض کو اپنے مرض کا ابھی احساس ہی پیدا نہ ہوا ہو اور خواہ مرض اس قدر شدید ہو گیا ہو کہ مریض کا حال آخر ہو مگر یہ دوا دینا ضروری ہے اور اس دوا کا نام "تقاضہ" ہے۔ اٹھتے تقاضہ بیٹھتے تقاضہ۔ دن میں تقاضہ رات میں تقاضہ جتنی مرتبہ ملاقات ہو اتنے مرتبہ تقاضہ۔ ضامنان کے ذریعے تقاضہ۔ پنچایت کے ذریعہ تقاضہ اور سپروائزر کے ذریعہ تقاضہ دن ... وقت ہر وقت تقاضہ۔ مجھے ایک سپروائزر یاد ہیں جو بہراون ضلع ہردوئی ایسے خراب حلقہ میں صرف تقاضہ ہی کی بدولت وصولی میں بہت کامیاب ثابت ہوئے۔ وہ راستہ گلی۔ ہاٹ بازار تقاضہ ہی کیا کرتے تھے۔ ان کو اس سے مطلب نہیں کہ جو ممبر ان کو راستہ میں ملا ہے اس پر کچھ قرضہ بھی ہے یا نہیں۔ بس دیکھا نہیں اور ہاتھ بڑھا دیا کہ لاؤ کچھ ادا کرتے ہو۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ جس سے انھوں نے تقاضہ کیا وہ کسی سوسائٹی کا ممبر ہی نہ نکلا مگر اس گمان پر کہ شاید یہ کسی سوسائٹی کا ... ہے اس سے تقاضہ کر دیا گیا۔

غرضیکہ تقاضہ کا نسخہ۔ قرضہ دینے کے وقت سے کیا بلکہ قرضہ دینے کے پہلے ہی سے شروع کر دینا چاہئے۔ جب ممبر درخواست لکھائے اور قرضہ کی منظوری کے ساتھ اقساط مقرر ہوں اسی وقت سے قرضہ لینے والے سے مقررہ اقساط کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا تقاضہ کر دینا چاہئے۔ جب قرضہ ہاتھ میں دیا جائے تب پھر تقاضہ کیا جائے کہ اس رقم میں سے اس قدر رقم مع سود کے فلاں مہینہ تک ادا کرنی ہوگی۔ ورنہ وعدہ خلافی ہونے پر دوسرا قرضہ ملنا مشکل ہو جائے گا۔ جب سوسائٹی میں جایا جائے تو کوشش یہی ہونی چاہئے کہ ہر ممبر سے ملاقات ہو اور اس سے تقاضہ ہو اس کے لئے رات کا قیام بہت ضروری ہے کیونکہ جو ممبر دن کے وقت بازار وغیرہ چلے جاتے ہیں وہ رات کو ضرور مل جاتے ہیں۔ نام کرنے کے لئے کھڑے کھڑے جانے اور ایک دو ممبروں کو صورت دکھا کر واپس چلے آنے سے یہ منشا پورا نہیں ہو سکتا۔ فہرست مطالبہ جلد سے جلد بنا کر سرپنچ

کے حوالہ کر دینا چاہئے اور اُسی کے مطابق ہر مرتبہ ہر ممبر سے تقاضہ کرنا چاہئے۔ تقاضہ کے لئے اچھی یادداشت ہونا بہت ضروری ہے۔ ممبر کی صورت دیکھی نہیں اور جھٹ سے اُس کو یاد دلایا کہ ایسا ایسا وعدہ ہے اُس میں فرق نہ ہو۔ ایسے تقاضوں کو مختلف طریقوں سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ کبھی ہنسی، دل لگی کے طریقہ سے کبھی آنکھیں دکھلا کر اور کبھی دھمکی دیکر۔

وصولی میں بغیر پنچایت کی مدد کے کامیابی ہونا بہت مشکل ہے لہذا پنچایت کے لوگ اور خاص طور سے سرپنچ اور خزانچی ایسے ہوں کہ جو مستعد اعلیٰ با اثر ہوں اور اپنے فرائض کو دلچسپی کے ساتھ ادا کریں۔ اگر پنچایت خود بقایادار ہے یا اپنے فرائض کو انجام دینے میں تساہل کرتی ہے تب تو وصولی کا کام بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسی پنچایت صرف اُنھیں جماعتوں میں ہوگی جہاں کہ ممبران عام طور سے بقایادار ہونگے۔ ایسی سوسائٹیوں میں سپروائزر کو جیسا موقع محل یا جیسی مصلحت ہو ویسا عمل کرنا چاہئے۔ اگر بقایا ناداری کی وجہ سے ہو تو آمدنی بڑھانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ اگر پس و پیش کی وجہ سے ہو کہ ادا کرنے کے بعد پھر نیا قرضہ نہیں ملے گا تو ایک دو بیباق ممبروں کو نیا قرضہ دلوا کر اس شک کو دور کرانا ضروری ہے۔ اگر زیادہ ممبران ادا کر چکے ہوں اور صرف ایک ہی دو ممبر بقایا ڈال رہے ہیں تو کل ممبروں کی درخواست قرضہ روک لینے سے ان بقایاداروں پر زور پڑے گا اور اُن کو بیباق شدہ ممبر مجبور کریں گے کہ اپنا بقایا صاف کریں۔ بعض موقعوں پر محض ضامنوں کا نیا قرضہ روک دینے سے بقایا وصول ہو گیا ہے۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ردولی کی ایک سوسائٹی میں ایک ممبر کو پنچایت نے محض اس وجہ سے قرضہ دینے سے انکار کر دیا کہ وہ ایک غیر ادا شدہ قرضہ کا ضامن تھا۔

یہ معلوم ہوتے ہی وہ ضامن اُس اصل قرضہ لینے والے سے کشتم کشتا کرنے لگا اور اس کو زمین پر گرا کر اُسکے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور اُس وقت تک اُس کو دبائے رہا جب تک کہ اُس بقایادار کے گھر سے روپیہ آ گیا۔

غرضکہ جیسا موقع محل ہو ویسا عمل کرنا چاہئے اور گو بادی النظر میں یہ ترکیبیں ناروا اور نازیبا معلوم ہوتی ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ سب بقایادار ممبر ہی کے حق میں مفید ہیں بعض بعض صورتوں میں معمولی رعایت کر دینے سے خاطر خواہ کامیابی ہو جاتی ہے مثلاً اگر سوسائٹی میں گنجائش ہے تو کمزور ممبر کی قسطیں کر دیجائیں اور آئندہ کا سود اس شرط پر بند کر دیا جائے کہ مقررہ اقساط کی ادائیگی پابندی سے ہوگی ورنہ سود پھر شروع سے کھول دیا جائے گا۔ اگر کوئی فاضل جمع ہو تو اُسے بھی آخر میں مجرا کر دینے کا طے کرایا جا سکتا ہے۔ کہیں تاوانی سود لگا کر دعویٰ کر دینے کی محض دھمکی ہی سے وصولی ہو جاتی ہے۔

جب اس قسم کی کل ترکیبیں بیکار ثابت ہوں اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تب پھر بدرجہ مجبوری آخری تدبیر دعویٰ کرنے کی اختیار کرنی چاہئے ورنہ آسانی کے ساتھ دعویٰ کر دینے سے فائدہ کے بجائے نقصان ہو جاتا ہے اور ممبروں پر برا اثر پڑتا ہے۔

انڈے سے بچے نکلوانا اور چوزوں کی پرورش

مسٹر ایم قمر...

اکثر پوچھا جاتا ہے کہ کون سا موسم انڈے بٹھانے کے لئے مناسب ہوتا ہے اور انڈے بٹھاتے وقت کون سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہییں۔ چوزے نکالنے کے بعد اُن کو کیا غذا دینی چاہئے اور اُنکی پرورش و نگرانی کن اصولوں پر کی جائے کہ چوزے کامیابی کے ساتھ بڑے ہو کر انڈے دینے لگیں ان تمام باتوں پر ہم تفصیل کے ساتھ ضروری ہدایات لکھتے ہیں جو پڑھنے والوں کے لئے یقیناً مفید ثابت ہونگی۔

سب سے اچھے انڈے حاصل کرنا

انڈے ہمیشہ ایسی جگہوں سے منگائے جائیں جہاں نسل بڑھانے کے اصولوں پر پوری احتیاط برتی جاتی ہو اور اس بات کا بھروسہ ہو کہ وہاں سے انڈے خالص نسل کے مل سکیں گے۔ ایسی جگہوں سے انڈے منگانے میں قیمت کچھ زیادہ ضرور دینی ہوتی ہے لیکن انڈوں کی عمدگی کے لحاظ سے قیمت کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ اگر انڈوں میں خرابی ہوئی تو تمام محنت جو انڈوں کو بٹھانے اور چوزوں کی پرورش میں کی جائے گی وہ بالکل بیکار جائے گی۔ اس لئے انڈے ہمیشہ مرغی خانوں سے ہی منگائے جائیں جو اپنی ایمانداری کے لئے مشہور ہوں اور وہاں کے انڈوں کی تازگی اور دیگر خصوصیات پر پورا بھروسہ ہو۔ ریل سے آئے ہوئے انڈوں کے اندر کے اجزا ہل جاتے ہیں جس کے باعث عام طور پر بچے پیدا نہیں ہوتے اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ ریل سے آئے ہوئے انڈوں کو ایک بکس میں جس میں تقریباً تین انچ چوکر بھری ہوئی ہو۔ نوک کے بل کھڑا کر دیا جائے۔ ان انڈوں کو مرغی

بیچے بٹھانے سے پہلے کم از کم بارہ گھنٹے تک اسی حالت میں رہنے دیں تاکہ اندر کے اجزا اپنی اپنی جگہ پر آ جائیں۔

بچے نکلوانے کے لئے سب سے اچھا موسم

سردی اور گرمی کی زیادتی سے عام طور پر چوزے مر جایا کرتے ہیں اس لئے پہاڑی مقامات پر جہاں سردی زیادہ پڑتی ہے گرمی کے موسم میں یعنی مارچ سے جون تک انڈے بٹھانا مناسب ہے لیکن میدانی اضلاع میں جہاں گرمی بہت زیادہ پڑتی ہے اکتوبر سے اپریل تک بچے کامیابی سے نکلوائے جا سکتے ہیں۔ اگر موسم کی سختی سے بچانے کی مناسب احتیاط کر لی جائے تو انڈے ہر موسم میں بٹھائے جا سکتے ہیں۔

کڑک مرغی کی پہچان

۱۔ مرغی کے سینے سے کچھ پروں کا گر جانا کڑک ہونے کی پہلی علامت ہے یہ پر ان جگہوں میں ملیں گے جہاں مرغی بیٹھ کر انڈے دیتی ہے۔

۲۔ انڈے دینے کے بعد کڑک مرغی فوراً اپنی جگہ سے نہیں ہٹ جاتی بلکہ دیر تک اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہے۔

۳۔ اگر کڑک مرغی پکڑی جائے تو اکثر کڑکڑاتی ہے پروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے کھڑا کر لیتی ہے اور اپنے پاس کسی کو آتے ہوئے دیکھ کر غصہ ظاہر کرتی ہے۔

۴۔ انڈے سامنے دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہے اور انھیں اس طرح اپنی چونچ سے اپنے پروں کے نیچے گھما لیتی ہے کہ انڈے ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔

۵۔ وہ اپنے انڈوں کو ہرگز خراب نہ ہونے دیگی۔

کڑک مرغی کے لئے ضروری احتیاط

۱۔ انڈے بٹھانے کے لئے وہ مرغی زیادہ موزوں ہوتی ہے جس میں کڑک کی زیادہ علامتیں پائی جاتی ہیں۔

۲۔ ایشیائی نسلیں مثلاً برہما اور کوچین وغیرہ کڑک تو ہوتی ہیں مگر ان کا انڈوں پر بٹھانا قابل اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ وہ اکثر انڈوں کو توڑ دیا کرتی ہیں۔

۳۔ بٹھانے کے لئے دیسی مرغیاں زیادہ اچھی ہوتی ہیں ان میں اکثر بہت چھوٹے قد کی ہوتی ہیں اسلئے وہ ایک ساتھ کافی انڈے لیکر نہیں بیٹھ سکتیں

۴۔ پر والی اور موٹی مرغی کا انتخاب بہت ضروری ہے جسکی ٹانگیں زیادہ لمبی نہ ہوں اور جو اپنے پروں کے نیچے انڈے لیکر اطمینان سے بیٹھ جایا کرے۔ بدمزاج مرغی اکثر انڈے توڑ ڈالتی ہے اور چوزوں کی اچھی طرح حفاظت نہیں کرتی۔

۵۔ اسکے پروں میں جوں چوسنے والے کیڑے نہ ہوں اور نہ اسکے پیروں پر کھپرے لگے ہوں کیونکہ اس سے نہ صرف مرغی پریشان رہیگی بلکہ اس سے انڈوں کے خراب ہو جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور جب بچے نکل آتے ہیں تو جوئیں اور چچڑیاں وغیرہ چڑھ جاتی ہیں اور اکثر چوزے مر جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ انڈے بٹھانے سے پہلے پروں میں راکھ، تمباکو کی پتی اور گندھک کا سفوف مل دیا جائے۔

۶۔ بیٹھوریں انڈے بٹھانے کے لئے مناسب نہیں ہوتیں اس لئے ایسی پرانی مرغی کا انتخاب زیادہ اچھا ہے جو ایک دوبار انڈے لیکر بیٹھ چکی ہو۔

انڈے بٹھاتے وقت ضروری احتیاطیں

۱۔ قیمتی انڈے بٹھانے سے پہلے کچھ معمولی انڈوں کو بٹھا کر دیکھ لیا جائے کہ مرغی درمیان سے بھاگتی تو نہیں۔

۲۔ انڈے ہمیشہ شام کے وقت بٹھائے جائیں۔

۳۔ انڈوں کی تعداد مرغی کے موٹے ہونے پر منحصر ہے۔ ولایتی نسل کی مرغیوں کے انڈے سات سے گیارہ تک آسانی سے بٹھائے جا سکتے ہیں۔ انڈوں کی تعداد طاق ہونا اس لئے ضروری ہے کہ انڈے دائرے کی شکل میں آ جائیں اور مرغی آسانی سے اپنے پروں کے نیچے رکھ سکے۔

۴۔ بٹھانے والے انڈے صاف ستھرے، سڈول اور مضبوط چھلکے کے ہوں۔ اگر کوئی انڈا میلا ہو تو ٹھنڈے پانی سے ہرگز نہ دھونا چاہئے بلکہ کسی کپڑے سے ہلکے ہاتھوں سے رگڑ کر صاف کر لینا چاہئے۔

گھونسلے کی بناوٹ ۔ مٹی کی ناند میں راکھ یا مٹی معمولی طور پر گیلی کر کے نصف حصہ بھر دیا جائے اور درمیان میں اس طرح دبا دیا جائے جہاں سردی کے علاوہ لوگوں کی آمد و رفت زیادہ نہ رہے۔ اس طرح مرغی اطمینان سے بیٹھی رہیگی۔ ناند کے اوپر کوئی ڈلیا ڈھک دیں تاکہ مرغی بلی یا اور دوسرے تکلیف پہونچانے والے جانوروں سے بچ سکے۔

کڑک مرغی کی غذا ۔ مرغی کو انڈوں پر بٹھانے سے پہلے ثابت دانا مثلاً باجرہ، مکا اور گیہوں وغیرہ دیا جائے۔ جب وہ کھا پی کر پوری طرح آسودہ ہو جائے تو اسے انڈوں پر بٹھا دیا جائے انڈے بٹھانے سے ۲۴ سے ۳۶ گھنٹے تک مرغی کو ہرگز نہ چھوڑا جائے اسکے بعد اگر وہ خود کھانے پینے کے لئے انڈوں پر سے نہیں اٹھتی تو اسے مقررہ وقت پر الگ کر دیا جائے۔ مرغی کو پکڑ کر اٹھاتے وقت ٹانگوں کو انڈوں سے الگ کر دیں تاکہ انڈے ٹوٹ نہ سکیں۔ سیپی اور کوئلہ مرغی کے پاس ہمیشہ موجود رہے۔ دانہ کھلانے کی جگہ ایک گڑھا کھودنا بھی ضروری ہے۔ اس میں راکھ بھر دی جائے اور ہو سکے تو اس میں تمباکو کی

نیاں اور گندھک پیس کر ملا دیں تاکہ مرغی لوٹ کر جسم کو صاف کر سکے۔
جب بچے نکلنے کے قریب ہوں تو ان کا ملانا ضروری نہیں کیونکہ ممکن ہے
بیروں میں یہ اجزا شامل ہو کر چوزوں کی آنکھوں وغیرہ کو نقصان پہنچائیں
نی ہمیشہ مرغی کے پاس موجود رہے اور ایسی جگہ رکھا جائے جہاں سورج
گرمی نہ پہونچے۔ دانے پانی اور پاخانے کے لئے مرغی کو پہلے ہفتہ میں
س منٹ تک کے لئے اور جب بچے نکلنے کے قریب ہوں اُس وقت تقریباً
آدھ گھنٹے تک الگ رہنے دیا جا سکتا ہے لیکن سردی کے جھونکے سے
بچانے کے لئے مرغی کی غیر حاضری میں روئی یا فلالین سے انڈوں کو
چھپا لینا ضروری ہے۔

انڈوں سے بچے نکلتے وقت کیا احتیاط لازمی ہے؟

۱۔ جب بچے نکلنے کے قریب ہوں تو بہتر ہے کہ مرغی کو اچھی طرح کھلا پلا دیا جائے تاکہ وہ اطمینان سے بیٹھی رہے اور بھوک پیاس کی تکلیف کی وجہ سے بچوں کی پیدائش سے غافل نہ رہے۔

۲۔ گھڑی گھڑی مرغی کو اُٹھا کر بچوں کو نہ دیکھا جائے کیونکہ چوزوں کو ہوا لگنے اور انڈوں کے خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

۳۔ چند بار مرغی کو اُٹھا کر یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جن انڈوں سے بچے نکل آئے ہوں اُن کا خول کسی اور انڈے یا چوزے پر چڑھ گیا ہو۔ ایسی حالت میں بہت احتیاط کے ساتھ آہستہ سے اُن کو الگ کر دیا جائے۔

۴۔ شروع میں کھٹکے ہوئے انڈوں کو توڑ کر بچوں کے نکالنے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے لیکن اگر کوئی بچہ دیر تک انڈے کے اندر پھنسا ہوا ہو تو آہستہ سے بچے کا سر باہر نکال لیا جائے لیکن اس کا خیال رہے کہ خون کا کوئی قطرہ باہر نہ آنے پائے۔

۵۔ کبھی کبھی انڈے کا چھلکا سخت ہونے کی وجہ سے بچے اُسے آسانی سے نہیں توڑ سکتے۔ اسلئے اگر ایسا معلوم ہو تو سر کے یا نیم گرم پانی میں کپڑا بھگو کر رکھ دیا جائے۔ اس سے چھلکا نرم ہو جائیگا۔

چوزوں کی غذا۔ پہلے ۳۶ گھنٹوں تک کوئی غذا نہ دی جائے۔ جب چوزوں کو نکلے ہوئے ۲۴ گھنٹے ہو جائیں تو انھیں ایک ایسے بکس میں رکھ دیا جائے جس میں سورج کی کرنوں کے ساتھ ہی کچھ سائے کا بھی انتظام ہو تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق آ جا سکیں۔ جب گھاس یا زمین خشک ہو تو چوزوں کو ماں کے ساتھ کچھ دیر کے لئے کھلا چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اِدھر اُدھر گھوم کر کیڑے مکوڑے کھا سکیں اور ورزش بھی ہو جائے۔ بچوں کے پاس ہر وقت صاف پانی موجود رہنا چاہئے برتن تانبے چینی یا مٹی کا اتنا بڑا ہو کہ اُن کی تعداد کو دیکھتے ہوئے کافی پانی آ سکے۔ برتن اتنا گہرا بھی نہ ہو کہ بچے اُس میں ڈوب سکیں کیونکہ اُن کی عادت پانی کے برتن میں کھڑے ہونے کی ہوتی ہے۔ احتیاط کے لئے اینٹ یا کنکر کا چوکور ٹکڑا پانی کے برتن میں رکھ دیا جائے۔ یہ اتنا اونچا بھی نہ ہو کہ اگر بچے اس کے اوپر کھڑے ہو کر پانی پینا چاہیں تو ان کی چونچ پانی تک نہ پہونچے اور نہ اتنا نیچا ہو کر پانی کے اندر ڈوبا رہے۔ تازہ پانی ہمیشہ سایہ دار جگہوں میں بچوں کے پاس اس لئے موجود رہے کہ اگر دیر تک پانی نہ رہا اور چوزے پیاسے رہے تو وہ ایک بار میں بہت سا پانی پی جاتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے۔

۳۶ سے ۴۸ گھنٹے تک سوا صاف پانی اور بالو کے اور کچھ نہ دینا چاہئے۔ سیپی کے مہین ٹکڑے اور لکڑی کے کوئلے کے ٹکڑے ایک برتن میں ہمیشہ موجود رہیں۔ اس مدت کے بعد ہر دو گھنٹے کے بعد ایک ہفتہ تک چوکر دیا جائے یا مہین گیہوں، مکئی اور چاول کے ٹکڑے، سیپی اور کوئلہ ملا کر دئے جائیں۔ ہفتہ یا دس روز کے بعد باجرہ ملایا جا سکتا ہے۔ سبزی بھی اس مدت کے بعد دی جائے۔

مندرجہ ذیل طریقے سے بنایا ہوا مرکب ایک ہفتہ کے بعد دیا جا سکتا ہے۔

گیہوں کا آٹا چار حصے، ایک ہفتہ سے ایک ماہ تک ناپ کر ایک حصہ مرکب ۴ حصہ چوکر ملا کر دیا جائے۔

باجرہ کا آٹا ۴ حصہ، ایک ماہ سے دو ماہ تک ناپ کر ایک حصہ مرکب اور تین حصہ چوکر ملا کر دیا جائے۔

مکئی کا آٹا ایک حصہ، دو ماہ سے تین ماہ تک ناپ کر ایک حصہ مرکب اور دو حصہ چوکر ملا کر دیا جائے۔

معدنی اجزا سے بنا ہوا مرکب تین فیصدی، تین ماہ سے پانچ ماہ تک ناپ کر ایک حصہ مرکب ایک حصہ چوکر ملا کر دیا جائے۔

معدنی اجزا سے بنا ہوا مرکب تین حصہ پسی ہوئی جلی ہڈی کی راکھ ایک حصہ سیپی یا پتھر کا مہین سفوف اور ایک حصہ نمک ملا کر تیار کیا جائے۔

غذا کی مقدار چوزوں کی عمر اور تعداد کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔ نہ تو اتنی زیادہ دی جائے کہ چوزے ہضم نہ کر سکیں اور نہ کم ہو کہ بھوک کی زیادتی سے پریشان رہیں۔

مٹی کا چراغ

از مسٹر لشیتو کمار رائے۔

[قدیم پاٹلی پتر کے کھنڈروں کے گرد گھومتے وقت مجھے یہ چراغ ملا تھا۔ دیکھنے میں وہ موجودہ دیوں جیسا ہی دیا تھا۔ صرف ایک طویل عرصے ایک جگہ رکھے رہنے کے باعث وہ کمزور ہوگیا تھا۔ چراغ کے ایک کونے میں سیاہ داغ تھا۔ چراغ کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ اُس نے ایک دن تاریخ کے ایک حصہ کو سیاہ کر دیا تھا اور اسی کی ہلکی لَو میں ایک سلطنت جل کر خاک ہوگئی۔

آثار قدیمہ کے محققین نے اسے شاید بیکار چیز سمجھ کر پھینک دیا تھا۔ اسے عجائب گھر میں رکھنے کی کسی نے ضرورت محسوس نہ کی۔ میں نے اسے گھر لاکر شام کے وقت گھی اور شہد ملا کر جلا دیا۔ نہ معلوم کتنے دنوں کے بعد پھر جل کر اس چراغ نے تاریخ کے اس سیاہ ورق کو منور کر دیا۔

مورخ اس سے واقف نہیں لیکن میرے لوح دل پر وہ آج بھی کلنک کی سیاہی سے تحریر ہے۔ اس کے بارے میں کوئی دھات یا پتھر کا کتبہ نہیں نہ دوسرا کوئی ثبوت ہے۔ چراغ جلا کر جب میں کمرے میں بیٹھا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ حال اس چراغ کی روشنی سے ڈر کر چھپ گیا۔ پاٹلی پتر زمانۂ قدیم کے دارالسلطنت میں تبدیل ہوگیا اور میرے دماغ میں جو یاد خواب کی طرح دھندلی ہو چکی تھی وہ اب واضح ہو کر میرے پیش نظر تھی۔ کتنے ہی واقعات کتنی ہی باتیں اس چراغ کی روشنی میں صاف صاف نظر آنے لگیں۔ میرے سامنے سے حال غائب ہوگیا۔ صرف ماضی کی باتیں۔ میرے پہلے جنم کی باتیں۔ سامنے تھیں۔ میں اُسی چراغ کی روشنی میں یہ کہانی لکھ رہا ہوں]۔

آج سے سولہ سو سال پہلے کی بات ہے۔ ایک معمولی راجہ گھٹوت کچ گپت کے لڑکے چندر گپت، پتھوی بنس میں شادی کر کے سسرال کی مدد سے پاٹلی پتر کے راجہ بن گئے لیکن در اصل حکومت پتھوی راج کماری کمار دیوی ہی کرتی تھی۔ اُن کے سامنے چندر گپت کی کچھ نہ چلتی تھی۔ در اصل حکومت کے کاموں میں چندر گپت کا کچھ بھی دخل نہ رہا تھا۔ چندر گپت بہادر تھے۔ اُن کی خود داری کو صدمہ پہونچا۔ لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ طاقتور سسرال کی طرف دیکھ کر اُنہیں خاموش رہنا پڑا آخر کار وہ قمار بازی اور شراب نوشی میں ہی دن گزارنے لگے۔

رعایا کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ امن کی زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ تخت پر کون ہے اور حکومت کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے یہ دیکھنے کی کسی کو ضرورت ہی کیا تھی۔

کنو بنس کا خاتمہ ہونے کے بعد برسوں تک سلطنت میں جنگ ہوتی رہتی تھی۔ لوگ جنگ سے پریشان ہو گئے تھے۔ مگدھ کی وسیع سلطنت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی تھی اور ان ریاستوں کے چھوٹے چھوٹے راجہ آپس میں اتنا زیادہ لڑتے جھگڑتے تھے کہ لوگ پریشان ہو اٹھے تھے۔ اس وقت چندر گپت نے پاٹلی پتر اور اس کے آس پاس کی کل ریاستوں پر قبضہ کر کے وہاں امن قائم کیا۔ رعایا بہت عرصہ کے بعد امن پا کر خوش ہوگئی۔

کمار دیوی اپنے لڑکے سمندر گپت کو گود میں لے کر محل کے اندر سے حکومت کرنے لگیں۔

اُسی زمانہ کی بات ہے کہ چندر گپت نے شکار کھیلنے جانے کا قصد کیا۔ جنگل میں خیمے گڑ گئے۔ ایسا معلوم ہونے لگا گویا جنگل میں سرخ رنگ کے پھول کھلے ہوں۔ لاؤ لشکر اور رقاصاؤں و مغنیوں نے اُس ویران جنگل کو رشک فردوس بنا دیا تھا۔

اپنے اُمراء و وزراء کے ساتھ مہاراجہ چندر گپت آ پہنچے۔ دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد مہاراجہ صرف چار دوستوں کو لیکر شکار کو نکلے۔ چاروں ساتھیوں کی عمر چندر گپت کی سی تھی۔ چاروں انھیں کی طرح شرابی، قمار باز اور کمزور کیریکٹر کے تھے۔ مہاراجہ کے عیش و عشرت میں اُن کی معاونت کرکے اُنھیں خوش رکھنا ہی اُنکا کام تھا۔

شکار کی تلاش میں گھومتے گھومتے یہ دستہ دریا کے کنارے پہونچا۔ مہاراجہ چندر گپت نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ دیکھا کہ ندی کے کچھار پر ایک نوجوان عورت پڑی ہے۔ اُس کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ زیور شاید ڈاکوؤں نے چھین لئے۔ اس کا ثبوت اُس اعضاء پر موجود تھا۔ مہاراجہ تیزی سے اُس عورت کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ اُس نوجوان عورت کو اُنھوں نے بغور دیکھا۔ ایسا بے مثل حُسن اُنھوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ عمر سولہ یا سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ جسم شباب کے نشے میں چور تھا۔ حُسن کو یوں بے حجاب بلکہ عُریاں چندر گپت نے شاید کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ اس کے دیکھنے میں محو ہوگئے۔ اُن کی رگوں میں بجلی سی دوڑ گئی۔ جھک کر اُنھوں نے اس کے دل کی دھڑکن سُنی۔ ابھی وہ زندہ ہے۔ شاید دیر سے بیہوش ہے۔ یہ سوچکر اُنھیں مسرت ہوئی۔ چندر گپت کے ساتھی بھی اشتیاق آمیز نگاہوں سے اُس حُسن بے مثال کا نظارہ کر رہے تھے۔ اچانک چندر گپت نے اُن کی طرف دیکھ کر پوچھا "یہ دوشیزہ کس کی ہے؟"

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا "یہی کیوں، سبھی دولت اور عورتیں مہاراج چندر گپت کی ہیں۔"

اس جواب سے خوش ہوکر چندر گپت نے دوسرے دوست سے پوچھا "یہ عورت کس کی ہے؟"

"مہاراج ادھیراج چندر گپت کی۔" دوسرے نے کہا۔

خوش ہوکر چندر گپت نے تیسرے کی طرف دیکھا لیکن اس سے مہاراج کو وہ جواب نہ ملا جس کی اُنھیں توقع تھی۔ اس نے سر جھکا کر کہا۔ "ایسی عورت شریمان مگدھیشور کے لائق نہیں۔ اسے مہاراج مجھے دیدیں۔" ذرا دیر اُس کی طرف دیکھتے رہے پھر ہنس کر مہاراجہ بولے۔ "احمق، تو سورگ کے حسین تحفے کو لیکر کیا کریگا؟ یہ میری ہے۔" اور پھر اپنا دوشالہ دیکر اُنھوں نے اُس کے جسم کو ڈھک دیا۔

لیکن چندر گپت کا وہ دوست مایوس نہیں ہوا۔ عورت پر للچائی نظر ڈالکر وہ بولا: "لیکن مہاراج! مہارانی سُنیں گی تو......"

"کماری دیوی؟ ارے بیوقوف، مہارانی میری ملکہ نہیں ہے۔ میں اُس کا مالک ہوں۔ یہ راج میرا ہے۔ راج کا مالک میں ہوں۔ یہ عورت بھی میری ہے۔ دوستو، مہادیوی کو سلام کرو۔" مجبور ہوکر سب لوگوں کو سلام کرنا پڑا۔

عورت کو گود میں اُٹھا کر مہاراجہ گھوڑے پر چڑھ کر آگے بڑھے۔ چاروں دوست بھی اُن کے پیچھے پیچھے چلے۔ کیمپ میں عورت کو ہوش آیا۔ اُس نے دریافت کرنے پر بتایا، "میرا نام سوم دتا ہے۔ میں شراوستی کے ایک سیٹھ کی لڑکی ہوں۔ پتا کے ساتھ چمپا نگر جا رہی تھی۔ راہ میں پتا کو مار کر ڈاکو مجھے اُٹھا لائے۔"

اُس کی جوانی اور حُسن سے متاثر ہوکر ڈاکوؤں کا سردار اُسے اپنی بیوی بنا لینا چاہتا تھا لیکن دوسرے ڈاکوؤں نے اعتراض کیا۔ آپس میں لڑتے وقت ایک نے دوسرے کا پیچھا کیا۔ پیچھا کرتے وقت ڈاکوؤں میں سے ایک نے اُس کے زیورات اور کپڑے چھین لئے تاکہ وہ بھاگ نہ جائے۔ اسکے بعد اُس پر مہاراج کی نظر پڑی۔

سوم دتا محل میں دوسری رانیوں کی طرح رہنے لگی۔

کماری دیوی نے سب کچھ سنا لیکن نفرت کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک راجہ کے لئے یہ کام کچھ حیرت انگیز نہیں تھا۔ کماری دیوی ملک پر بدستور حکومت کرتی رہیں۔ مہاراجہ سوم دتا کے دامِ محبت میں گرفتار ہوکر سلطنت کی طرف سے اور بھی غافل ہوگئے۔ اس طرح چھ ماہ گذر گئے۔

ایک دن دوپہر کے وقت پشکرن کے راجہ چندر ورما کی کثیر افواج نے ریاست مگدھ پر حملہ کرکے بغیر کسی جنگ و جدل کے قبضہ کر لیا۔

مگدھ پر قبضہ کر لینے پر بھی چندر ورما مگدھ کی راجدھانی پر قبضہ نہ کر سکے۔ پاٹلی پُتر نے اپنے دسوں دروازوں کو بند کرکے اپنے کو محفوظ کر لیا۔

مہاراجہ چندر گپت اُس وقت سوم دتا کے پاس تھے۔ یہ خبر سُنتے ہی ان کی خودداری کو پھر صدمہ پہونچا اور وہ اُچھل کر کھڑے ہوگئے۔ پھر پیغامبر سے پوچھا "میرا فرض؟" پھر دفعتاً اُنھیں کماری دیوی کا خیال آیا۔ وہ پھر بیٹھ گئے۔ لبوں پر طنزیہ تبسم نمودار ہوا۔ بولے "حملہ کیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اب کماری دیوی کیوں نہیں سنبھالتیں؟ اُنھیں سے کہو۔ حکومت کرنا جتنا آسان ہے ملک کی حفاظت کرنا اُتنا نہیں ہے۔" یہ کہہ کر وہ سوم دتا کے ساتھ عشق و محبت کی باتیں کرنے میں مصروف ہوگئے۔

پیغامبر وہاں سے مایوس ہوکر کماری دیوی کے پاس پہونچا۔ اُس وقت کماری دیوی اپنے بچّے کو نصیحت کر رہی تھیں "بیٹا یہ بات

کبھی نہ بھولنا کہ تم کس ونش کے ہو۔ تمہاری سلطنت ضرور اس پاٹلی پتر تک ہی محدود نہ رہیگی۔ تمہاری سلطنت ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلے گی۔ تمہاری شان تمام ہندوستان میں بے مثال ہوگی بیٹا! تم دنیا میں کسی کے آگے نہ جھکوگے بلکہ لوگ تمہارے قدموں کے نیچے رہیں گے۔ یہ کبھی نہ بھولنا کہ تم کو اشوک، چندر وغیرہ راجاؤں سے کہیں زیادہ عزّت و شوکت حاصل کرنی ہے۔"

سمندر گپت بچہ ہونے پر نہایت سنجیدگی سے سب کچھ سُن رہا تھا۔ اسی وقت وہاں خادمہ آگئی اُس نے مہارانی کو سارا حال سنا دیا۔ سنتے ہی کمار دیوی دنگ رہ گئیں۔ ایک بار شوہر یاد آیا۔ سوچا کہ آریہ پُتر کہاں ہیں، اُن سے کہیں۔ لیکن پھر سوچا، کہ آریہ پُتر وہاں کے سوا اور کہاں ہونگے۔ کیا فائدہ اُنھیں خبر دینے سے؟ مگر اپنے جذبات چھپاتے ہوئے خادمہ سے بولیں "فوراً وزیر اعظم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ مہارانی یاد فرماتی ہیں۔ پھاٹک بند کروا دو میں جنگ کروں گی میرے جیتے جی پاٹلی پتر پر کسی غیر کا قبضہ نہیں ہو سکتا۔"

مہارانی کے حکم سے پہلے ہی شہر کا صدر دروازہ وزیر اعظم اور سپہ سالار نے بند کرا لیا تھا۔ چاروں طرف بلند دیواریں تھیں۔ اُس دیوار پر محافظ پہرے دے رہے تھے۔ اُنکے ہاتھوں میں ڈھال اور تلوار تھی۔ جسم پر فولادی بکتر تھا۔ اُس دیوار کے بعد گہری کھائی تھی جس میں بھوکے درندے گھوم رہے تھے۔

قلعہ کے اندر سے دشمن پر اچھے تیر انداز زہریلے تیر برسا رہے تھے۔ دشمن بہت کوشش کرنے پر بھی قلعہ میں داخل نہ ہو سکا مجبور ہوکر چندر ورما نے ایک ترکیب سوچی۔ اُنھوں نے اپنی فوج سے قلعہ کا اچھی طرح محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف سے گھیرنے کے بعد دریا میں کشتیاں ڈال دی گئیں تاکہ قلعہ سے کوئی آجا نہ سکے۔

چندر ورما کا مقصد سمجھنے میں کمار دیوی کو دیر نہ لگی وہ وزیر اعظم سے بولیں "دُشٹ چندر ورما ہم کو بھوکوں مارنا چاہتا ہے۔ ایشور کی مرضی۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟"

"اسکے مقابلے کے لئے جلد ہی کوئی تدبیر سوچنی چاہئے ورنہ ہماری مصیبتوں کی کوئی حد نہ ہوگی۔"

"میں سب سمجھتی ہوں لیکن کیا کروں؟ اچھا کیا چھپا کر رسد منگوانے کا کوئی راستہ نہیں ہے؟"

"ہے تو ضرور۔ مگر ہم لوگوں کو معلوم نہیں۔ ندی میں بھی دشمن کی فوجیں کشتیوں پر گھوم رہی ہیں۔"

"پھر تو بہت مصیبت ہے کیا کیا جائے؟" "ایک تدبیر ہے۔"

اسکے بعد گھنٹوں بات چیت ہوتی رہی۔ آخر کار کمار دیوی خود چھت پر چڑھیں اور ایک کبوتر کے پیر میں خط باندھ کر اُسے اُڑا دیا۔

ایک ہفتہ اور گزر گیا۔ اب قلعہ میں چیزیں نایاب ہوگئیں۔ رعایا میں بے اطمینانی پھیلنے لگی۔

ایک ہفتہ اور گزر گیا۔ پھاگن ختم ہوکر چیت آگیا۔

ایک بات مجھے پہلے ہی کہہ دینی چاہئے تھی۔ میں ہی وہ بدنصیب ہوں جسکے مُنہ کا نوالہ اُس دن ویران جنگل میں چندر گپت نے چھین لیا تھا۔ سوم دتّا کے حُسن و شباب کو دیکھ کر میں ہی دیوانہ ہوگیا تھا۔ میرا نام اُس وقت ایشان ورما تھا۔ گھٹوتکچ گپت سے میرے پتا کم طاقتور اور امیر تھے۔ پتا بے شمار دولت چھوڑ گئے تھے۔ اُنکی موت کے بعد میں نے اُنھیں کی دولت کو بیجا طور پر صرف کرنا اور چندر گپت کے گناہوں میں حصّہ لینا اپنا اولین فرض بنا لیا تھا۔

نفس کا غلام تو میں پہلے ہی سے تھا۔ اب سوم دتّا کو دیکھنے کے بعد میں اُسکے لئے دیوانہ ہوگیا۔ جب چندر گپت نے سوم دتّا کو اپنے محل میں رکھ لیا تو میرے دل کو زبردست صدمہ پہونچا۔ میں نے سوچا کہ آخر چندر گپت مجھ سے کس بات میں برتر ہے؟ شکل و صورت صحت، سماج میں اکثر الی سب باتوں میں اُس سے میں کسی طرح کمتر نہیں۔ اپنی قسمت سے وہ آج سلطنت کا مالک ہے۔ آج اگر موقعہ ملے تو میں بھی تخت و تاج حاصل کر سکتا ہوں۔

اُس دن جن تین آدمیوں نے چندر گپت کو میری توہین کرتے دیکھا تھا وہ ہمیشہ میرے غصّہ کو سرد کرنے کے بجائے مجھے اور بھی مشتعل کرتے رہے۔ طنز و تشنیع سے ان لوگوں نے مجھ کو پریشان کر دیا۔ ایک دن کی بات ہے چندر گپت دربار شاہی میں نہیں آئے تھے دوسرے درباریوں کے ساتھ میں بھی بیٹھا تھا اچانک بدھ پال نے مجھے ایک نہایت معمولی ہیرا دیکر کہا "ایشان ورما، دیکھو تو یہ ہیرا کیسا ہے۔ کوشل کے ایک سیٹھ نے مہاراج کو نذر کیا ہے۔ مہاراج نے کہا ہے کہ اگر ہیرا اچھا ہو تو خود رکھیں گے لیکن اگر نقلی ہو تو تمہیں دیدیں گے۔"

یہ اشارہ سمجھ کر تمام درباری ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ محل کی خواصیں اور خادمائیں بھی مسکرانے لگیں۔ اور میں تو شرم وغیرہ سے گویا زمین میں گڑ گیا۔

رفتہ رفتہ میرے بارے میں شہر میں ایک ذلیل سا قصّہ مشہور ہوگیا۔ میں جہاں کہیں جاتا، لوگ مجھے دیکھ کر معنی خیز نگاہوں میں ایک دوسرے سے اشارے کرنے لگتے۔

دربار شاہی میں جانا میں نے چھوڑ دیا اب سماج میں بھی مُنہ دکھانا میرے لئے دُشوار ہوگیا۔

اپنے محل میں رہ کر میں اس بے عزّتی کا بدلہ لینے کی تدبیریں سوچنے لگا سوم دتّا کو کسی طرح حاصل کرکے اُس بے عزّتی سے نجات حاصل کرنا ہی میری زندگی کا اہم ترین مقصد بن گیا۔

جس وقت میرے دل کی یہ کیفیت تھی اُسی وقت چندر ورما نے بھی مگدھ پر حملہ کیا۔ فوج سپہ گری میں مگدھ بھر میں کوئی دوسرا شخص بھی

میرا ثانی تھا یا نہیں اس میں مجھے شبہہ تھا۔ وزیر اعظم ورودھ ورما نے مجھے بلا کر شہر کے مغربی دروازہ کی حفاظت پر مقرر کیا۔ میرے ماتحت پانچ سو سپاہی تھے۔

اماوس کی کالی رات تھی۔ میں شہر کی دیوار پر تنہا گھوم رہا تھا بسنت گزر گیا تھا لیکن اس کے اثرات ابھی فطرت پر موجود تھے۔ شہر خاموش اور تاریک تھا۔ پاٹلی پتر کے باشندے سو رہے تھے لیکن شہر کے محافظ جاگ کر اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔

مختلف جذبات میرے دل کو پریشان کر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر کس چیز کے لالچ میں میں شہر کی حفاظت کر رہا ہوں۔ اس کی حفاظت کرنے سے مجھے کیا فائدہ؟ بے عزتی کے باعث تنہا مکان میں منہ چھپا میں زندگی کے بقیہ دن گزار دیتا۔ مگر کیوں؟ راج دھانی کی آزادی کے لئے اگر میں کوشش کرتا رہوں تو کیا آزادی رہ جائیگی؟ شہر میں رسد کی کمی سے روزانہ سیکڑوں آدمی مر رہے ہیں۔ یوں کتنے دنوں کام چل سکتا ہے؟ جلد ہی پاٹلی پتر کو ہتھیار ڈالنا ہی پڑے گا۔ پھر اس طرح فضول محنت کرنے سے کیا فائدہ؟"

اور مجھے کیا فائدہ ہوگا اس شہر کی حفاظت کر کے جس کی راج دھانی ہے وہ خود تو سوم دتا کے ساتھ اپنی عشرت گاہ میں غافل پڑا ہے اور میں اسی سوم دتا کی وجہ سے اتنی بے عزتی اور بے غیرتی برداشت کر رہا ہوں۔ سوم دتا میرے دل کی ملکہ ہے۔ میں اُسے اپنی بنا کر رہوں گا ورنہ میری یہ زندگی بالکل بیکار ہے۔

میں ان خیالات میں اتنا محو تھا کہ جب محویت ختم ہوئی تو دیکھا کہ میں مغربی دروازے سے بہت دور چلا آیا تھا۔ جہاں پر میں آ پہنچا تھا وہ جگہ اتنی محفوظ تھی کہ وہاں پہرہ دار رکھنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔

وہاں مختلف قسم کی کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔ انھیں جھاڑیوں کے درمیان ایک چراغ نظر آیا۔ اُس چراغ کو ہلتے اور خاص طور سے آرتی کی طرح گردش کرتے دیکھ کر میرے دل میں شبہ پیدا ہوا۔ میں وہاں جا پہنچا۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی شخص خفیہ طور پر چراغ کے سہارے شہر کا پیغام باہر بھیج رہا ہے۔ غور سے دیکھا، کوئی جوان عورت تھی۔ میں نے پیچھے سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ عورت چونک کر میری طرف پلٹی۔ اُسی کے چراغ کی روشنی میں میں نے اُسے پہچانا وہ سوم دتا تھی۔ سوم دتا کی بڑی بڑی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں تھوڑی دیر کے لئے حیران رہ گیا سوچا کہ [illegible] تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ پھر اپنے ہواس مجتمع کر کے میں بول اُٹھا [illegible] تعجب ہے، مہادیوی سوم دتا! اس اندھیری رات میں یہاں [illegible] کر رہی ہیں؟"

میرے سینے پر ایک زور کی ضرب لگی۔ چراغ کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ ایک تیز خنجر زمین پر پڑا ہے۔ فولادی بکتر کو [illegible] پار نہ کر سکا تھا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے سوم دتا کو پکڑ لیا۔ چراغ ہاتھ سے گر کر بجھ گیا۔ میری خوابیدہ خواہشیں بیدار ہو گئیں اُس کے دل کی دھڑکن محسوس کرتے ہوئے میں نے کہا "سوم دتا! آج تم میرے قبضہ میں ہو۔"

اپنی ساری قوت صرف کر کے وہ مجھ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بیدم ہو گئی۔ میں سمجھا کہ [illegible] ہو گئی ہے لیکن وہ رو رہی تھی۔

تھوڑی دیر تک رونے کے بعد وہ بولی "تم کون ہو؟ مجھے جانے دو۔"

"میں ہوں چندر گپت کا دوست ایشان ورما۔ [illegible] کی محافظ فوج کا سپہ سالار۔"

میرے بازوؤں کے اندر سوم دتا کانپ اُٹھی۔ پھر غصہ ہو کر بولی "مجھے چھوڑ ورنہ راجہ سے کہہ کر تیرا سر اُڑا دوں گی"

"غدار عورت! میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔ راجہ کے حکم کس کا سر اُڑایا جاتا ہے یہ کل دربار میں معلوم ہو جائیگا۔ اتنی را[ت] کو محل سے نکل کر چراغ لیکر یہاں کیا کر رہی تھی؟" میں نے در[شت] لہجہ میں پوچھا۔

"میں نے باہر آنے سے پہلے ہی راجہ سے حکم لے لیا تھا۔" "راجہ کو برباد کرنے کے لئے؟ انھوں نے شاید یہ حکم [دیا] تھا کہ شہر کی خبریں چراغ کے ذریعہ دشمن تک پہونچا دیا کر[و]" یہ سن کر سوم دتا کانپ اٹھی۔ بولی "میں راجہ کے [حکم سے] سیوا آشرم میں مریضوں کی دیکھ بھال کرنے آیا کرتی ہوں۔"

"یہاں کون سا سیوا آشرم ہے۔ بودھوں کا یا اور کسی کا" [میں] نے ہنس کر پوچھا۔

"یہاں بھی کوئی زخمی ہے یا نہیں، یہ دیکھنے آئی تھی۔"

"اچھا تو یہ کل کمار دیوی کو سمجھانا۔ وہ چندر گپت نہیں ہیں۔ وہ فوراً
اند میں پہچان لیں گی۔"

کمار دیوی کا نام سن کر وہ اور بھی ڈر گئی اور بولی "تم جو کچھ مانگو
دوں گی لیکن مجھے جانے دو۔"

"میں جو چاہتا ہوں وہ ابھی سے لوں گا۔ تمہارے دینے کی پروا
نے ہو رہا۔

کیا چاہتے ہو؟" ڈری ہوئی ہرن کی طرح اُس نے سہم کر کہا۔
"تم کون ہو؟"

میرا جواب سن کر وہ پھر ایک بار کانپ اُٹھی۔ بولی "میں چندر ورما
جاسوسہ ہوں اور اُن کے کام سے یہاں آئی تھی۔ آج میں چندر گپت
ریاست کے خلاف دشمنوں کی مدد کر رہی ہوں۔ اس کی وجہ تم نہیں
سکتے۔ میں نے مہاراج کے علاوہ دوسرے مرد کا خواب میں بھی
نہیں کیا۔ پھر بھی مجھے آج اُنہیں کے خلاف کام کرنا پڑ رہا ہے۔
تی یا جانے دو۔ میں تمہیں کوئی بھی ریاست۔ کانچی، کونتل، گوڑ،
نگو گے وہ دے دوں گی۔"

"چندر ورما کے لئے یہ ذلیل کام کرتے ہوئے تمہیں شرم
کر آتی؟"

"کیا کروں؟ وہ میرے پتا ہیں۔"

"ہائیں؟ تمہارے پتا؟ تو تم پتا کے لئے پتی کو برباد کرتے
ہو" میں نے کہا۔

× × × × ×

دوسرے دن میں وزیر اعظم سے ملا تو مجھے معلوم ہوا کہ کھانے کی
ل تک دور ہو جائیگی اور کمار دیوی کے بھائی چندر ورما پر حملہ
کانے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ وزیر اعظم نے یہ باتیں کسی پر
ہر نہ کرنے کی مجھے سخت تاکید کر دی۔

دوسرے دن آدھی رات کو سوم دتا پھر اُسی جگہ آئی۔ میں وہاں
سے موجود تھا۔ میں نے پوچھا "تم نے کل دشمنوں کو کیا پیغام دیا
؟"

"یہی کہ شہر میں کھانے کو نہیں ہے۔"

"غلط۔ کل سے شہر میں کھانے پینے کے سامان کی کمی نہ رہیگی۔ کسی
نگ کے ذریعے سامان لایا جا رہا ہے۔ یہی نہیں، چندر ورما پر حملہ کرنے
لئے کمار دیوی کے بھائی اپنی فوجیں لیکر آ رہے ہیں۔"

"آہ! کل اگر یہ جانتی تو جان دے دیتی پھر بھی ....." اُس نے میری
مڑ کر کہا "میری مدد کرو گے؟"

"تمہارے لئے جو کچھ میرے امکان میں ہے سب کچھ کروں گا۔ وزیر اعظم
سے میں نے جو کچھ سنا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ راج دھانی میں
کسی خفیہ راستے سے کھانے کا سامان آیا ہے اور پچھوی سے کمار دیوی
کے بھائی چندر ورما پر حملہ کرنے کے لئے چل چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ
ہفتہ بھر میں وہ آ پہونچیں گے۔ پھر چندر ورما کے لئے قلعہ پر قبضہ کرنا ناممکن
ہو جائیگا۔ لیکن چندر ورما میری مدد کا کیا صلہ دیں گے؟"

"تم کیا انعام چاہتے ہو؟"

"مگدھ کا تخت۔ تم چراغ کے سہارے چندر ورما سے کہدو کہ غداری
کے سوا قلعہ پر قبضہ کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں اور ایک محافظ غداری
کرنے کے لئے تیار ہے لیکن اس کے عوض وہ مگدھ کا تخت مانگتا ہے۔"

میں بھی یہی چاہتی تھی۔ کمار دیوی کی شان مجھ سے نہیں دیکھی جاتی
تمہارے سہارے اُس کا غرور توڑ کر پتا جی سے مگدھ کا تخت مانگ
لوں گی۔" یہ کہہ کر وہ ہنس پڑی۔

سوم دتا نے چراغ کے سہارے چندر ورما کو کل حال
بتا دیا۔ پھر مجھ سے کہا "کل تمہیں جواب ملے گا۔" رات جا رہی
تھی۔ سوم دتا محل کی طرف چلی گئی۔ دوسرے دن رات زیادہ
اندھیری تھی۔ میں کھڑا تھا۔ سوم دتا میرے سامنے بیٹھی تھی۔ قلعے
کے باہر سے بانسری کی میٹھی تان سنائی دیتی تھی۔

میں نے پوچھا "کیا جواب ملا سوم دتا؟"

ایک لمبی سانس چھوڑ کر وہ بولی "جو تم نے جو انعام مانگا
تھا وہ تمہیں ملے گا۔ اماوس کی رات کو دو بجے میں اسی چراغ سے محل
میں آگ لگا دوں گی۔ جب آگ بھڑک اُٹھے تو تم شہر کا صدر دروازہ
کھول دینا۔ چندر ورما اپنی فوج لیکر شہر میں داخل ہونگے۔ لوگوں کی
توجہ محل کی آگ بجھانے کی طرف رہیگی اور چندر ورما پاٹلی پتر پر قبضہ
کر لیں گے۔"

"اماوس تو پرسوں ہی ہے۔"

"ہاں، دیر کرنے سے چندر ورما پر پچھوی فوج کا حملہ ہو سکتا
ہے۔"

اس کے بعد دم گھونٹ دینے والی خاموشی چھا گئی۔ میں نے گھبرا کر
پوچھا "کیا سوچ رہی ہو سوم دتا؟"

سوم دتا مدھم آواز میں بولی "سوچ رہی ہوں کہ اس حقیر چراغ
کی طاقت کتنی ہے۔ ایک سلطنت کو ختم کر سکتا ہے۔ گر جائے تو ٹکڑے
ٹکڑے ہو جائے۔ میں بھی اسی چراغ جیسی ہوں۔"

"تم مٹی کا چراغ نہیں۔ دل کا چراغ ہو۔ تمہارے حسن کی روشنی
سے مگدھ کی تاریکی دور ہو گی۔"

"ہاں میں شمشان کی روشنی ہوں۔" کہہ کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔
پھر بولی "اچھا، اب میں جاتی ہوں۔ پھر اماوس کی رات کو ملوں گی۔"

اماوس کی رات کو مہاراج چندرگپت سو رہے تھے۔ اچانک دھوئیں سے سارا کمرہ بھر گیا۔ آنکھیں بند کئے ہوئے انھوں نے پکارا "سوم دتّا!" جواب نہ ملا۔ آنکھ کھولکر دیکھا تو سوم دتّا نہیں تھی۔ وہ اُٹھ بیٹھے۔ لوگوں کا شور سُنائی دے رہا تھا اماوس کی رات آگ کی لپٹوں سے روشن ہو گئی تھی۔

شہر کے باشندے جاگ کر محل کی طرف دوڑے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ اچانک دور سے فوجی نعرے سنائی دئے۔ ساتھ ہی لوگ چلّا اُٹھے "شہر میں دشمن گھس آیا ہے۔ بھاگو، بھاگو" جو جدھر بھاگ سکا فوراً بھاگ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرنے لگا۔

کمار دیوی کے محل میں اُس وقت تک آگ نہیں لگی تھی۔ سوم دتّا وہاں پہنچی تو دیکھا کہ خادم، خادمائیں اپنی جان بچانے کو بھاگ گئے ہیں تنہا کمار دیوی اپنے بچے کے ساتھ سو رہی ہیں۔ انھیں جگا کر اُس نے کہا "محل میں آگ لگ گئی ہے۔"

"کون ہو تم؟" کمار دیوی نے پوچھا۔

"میں سوم دتّا ہوں" یہ سنتے ہی کمار دیوی اُٹھ بیٹھیں اور سخت لہجہ میں بولیں "میرے بچے کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہاں محل میں آگ کیسے لگی؟"

سوم دتّا متین لہجہ میں بولی "میں نے لگائی ہے۔"

کمار دیوی نے چلّا کر کہا "کلٹا! یہ میں جانتی تھی۔"

"دیوی غصہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب دیر نہ کیجئے جلد میرے ساتھ آئیے۔ دیر کرنے سے کام بگڑ جائیگا اور میں تمھیں بچا بھی نہ سکوں گی۔"

"کیا میں خود اپنی اور اپنے بچے کی حفاظت نہیں کر سکتی جو تمھاری مدد لوں؟"

"نہیں میرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ چندر رو رما شہر میں فوج لیکر داخل ہو گئے ہیں۔"

یہ سن کر کمار دیوی کا مُنہ غصہ سے سُرخ ہو گیا۔ وہ دانت پیس کر بولیں "راکشسی! تو نے راج کو چوپٹ کر دیا!"

"میں یہ بات مانتی ہوں مگر اب دیر کرنے سے اور بھی تباہی آ جائیگی دیکھیے اس محل تک آگ پہونچ گئی۔" یہ کہہ کر اُس نے سمندرگپت کو اپنی گود میں لے لیا اور بولی "میں اپنے سوامی کے بنس دھر کو بچانے کے لئے آئی ہوں۔ آپ نہ آنا چاہیں تو نہ آئیں میں چلی۔" اور وہ تیزی سے باہر کو چلی پیچھے پیچھے کمار دیوی پاگلوں کی طرح اُس کے ساتھ چلیں۔

اپنے محل میں پہونچکر سوم دتّا نے دیکھا کہ چندرگپت پلنگ پر بیٹھے ہیں۔ بچے کو انکی گود میں پھینک کر وہ تیر کمان لے آئی اور اُس کمرے کے چھت والے دھرم چکر کے بیچ والے سوراخ میں تیر مارنے کی کوشش کرنے لگی۔ اُدھر کمرے میں آگ کی گرمی ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آنے کی وجہ سے سوم دتّا کو اچھی طرح نظر بھی نہ آتا تھا۔ آخرکار وہ نشانہ لگانے میں کامیاب ہو گئی۔ کمرے کے پاس اب جو سُرنگ نظر آئی اُسی میں ہو کر کمار دیوی، راجہ اور راجکمار سے جانے کا اشارہ کرکے اُس نے چندرگپت کو پرنام کیا اور بولی "یہ راستہ آپکو ریاست کے باہر محفوظ جگہ تک پہونچا دیگا۔"

مہاراج نے پوچھا "سوم دتّا! تم ہمارے ساتھ نہ چلوگی؟"

"نہیں پریتم! میں تمھارے ساتھ جانے کے قابل نہیں۔ کیوں نہیں، یہ دیوی سُننا۔ چندر رو رما میرے پتا ہیں، یہ سمجھ کر اگر مجھے معاف کر سکو تو معاف کر دینا۔"

چندرگپت نے سنجیدہ لہجہ میں پکارا "سوم دتّا!"

"نہیں، نہیں۔ مجھے مت پکارو پریتم۔ سوم دتّا مرے گی۔ اگلے جنم میں تم پھر ملیگی۔" اب اُس نے سرنگ کا دروازہ بند کر دیا۔ چندرگپت کی پکار اُسی میں ٹکرا کرا آئی۔ سوم دتّا وہیں زمین پر گر کر رونے لگی۔

ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے چندر رو رما بھی دروازے سے شہر میں گھس آئے کسی لڑانا نہ پڑا کیونکہ محافظوں کو میں نے پہلے ہی ہٹا دیا تھا۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے پوچھا "تم دوار پال (محافظ) ہو؟"

میں نے جواب دیا "جی ہاں۔"

"اچھا، راج محل تک راہ بتا کرکے چلو۔"

میں نے اُنکے حکم کی تعمیل کی۔ راہ میں کوئی خلل انداز نہ ہوا سب لوگ ڈر کر بھاگ گئے۔ جلتا ہوا محل بھوتوں کا مکان معلوم ہوتا تھا چندر رو رما کو دیکھ کر سوم دتّا نے پرنام کیا اُس کا اور سنجیدہ چہرہ میں دیکھکر ڈر گیا۔ وہ بولی "پتا جی آپ کی خواہش پوری ہو گئی؟"

"ہاں بیٹی تمھیں اسکا انعام دونگا۔ ابھی یہ چندن ہار لو" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے گلے کا ہار اُتار کر سوم دتّا کو دیا۔ اُس نے ہار کو دور پھینک کر کہا "اسکی کوئی ضرورت نہیں۔"

"کیوں۔ چندرگپت کہاں ہے؟" وہ متعجب ہو کر بولے۔

"آپ جو کچھ سوچ رہے تھے وہ نہیں ہوا میں بیوہ نہیں ہوئی چندرگپت کو خفیہ راستہ میں نے یہاں سے نکال دیا۔"

"بیٹی! یہ تم نے کیوں کیا؟"

اب سوم دتّا انتہائی غضبناک ہو اُٹھی۔ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح چلّا کر بولی "یہاں سے وہ سب کچھ سن لیجئے تو تیئے مر کر بھی چین نہ ملتا۔ پتا جی، عورت کی سب سے قیمتی چیز عصمت کو میں کھو بیٹھی۔" اور اپنی انگاروں جیسی آنکھیں بھیر جھادیں۔

چندر رو رما نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے کھینچا سوم دتّا خوفناک قہقہہ لگا کر بولی اسکی آنکھیں نکلوا کر ایک اندھیری بدبودار کوٹھری میں بند کر دیجئے۔ کھانے کے لئے مرے ہوئے جانور کے گوشت کے سوا اور کچھ نہ دیجئے۔ وہیں سڑ کر جب یہ مریگا تو میری آتما کو شانتی ملے گی

چندر رو رما کا اشارہ پاتے ہی سپاہیوں نے مجھے باندھ لیا۔ اسکے بعد باپ کی طرف دیکھ کر نہایت سنجیدہ لہجہ میں وہ بولی "اب آپ باپ کا فرض ادا کیجئے۔"

"وہ کیا بیٹی؟"

"یہ جسم آپ ہی نے دیا تھا۔ اب آپ ہی اس کا خاتمہ کر دیجئے۔" چندر رو رما حیران ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ سوم دتّا پھر بولی "میرا من صاف ہے اور جسم ناپاک ہو گیا ہے۔ برباد کرکے مجھے نجات دلائیے۔"

چندر رو رما نے تلوار اُٹھائی۔ سوم دتّا ساکت کھڑی رہی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں آنکھیں کھولکر جب دیکھا تو سوم دتّا کا بیجان جسم میرے سامنے پڑا تھا۔

(مہاتما، کی ایک کہانی کی بنیاد پر)

زیادہ ترکاریاں پیدا کرو

یہ وہ تقریر ہے جسکو جناب ایس امام صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ہیڈکوارٹرس محکمہ زراعت یوپی لکھنؤ نے مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کیا

ایک بڑے ماہر کا قول ہے کہ پھول کی شادابی زمین کی زرخیزی کا ثبوت ہے
جس ملک میں زرخیز زمین پر پھول، پھل پیدا ہوتے ہیں اس ملک کے انسان
موٹے تازے تندرست اور فارغ البال ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا نظام بھی شاداب
ہے۔ زمین کی زرخیزی پیداوار کی فراوانی، انسان اور جانوروں کی
تندرستی لازم و ملزوم ہیں۔ اچھی زمین سے اچھے انسان پیدا ہوکر نیکی اور
خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اہل چین کا قول ہے کہ اگر زمین میں جوش یا
رس کم ہوگیا ہے تو وہاں کے انسانوں کی عقل بھی کم ہوجاتی ہے یہ بالکل صحیح ہے
جو زمین ہے کمزور کم عقل جاندار پیدا ہونا لازمی ہے۔ چین کے کاشتکار
زمین کی زرخیزی قائم رکھنے کے مسئلے کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں اور بے انتہا
محنت سے ہر بیکار چیز کو کھاد کی شکل میں دیکر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آجکل موسم سرما کی ترکاریاں بونے کا وقت ہے اور کاشتکاروں
باغ کے شائقین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ترکاریاں بونے سے پیشتر اپنی زمین
تک کھاد کے ذریعے ضروری رس پہنچا کر ترکاریاں پیدا کریں۔ اس وجہ سے
پیدا کی ہوئی ترکاریاں صرف شاداب اور خوبصورت ہی نہ ہوں گی۔ بلکہ کھانے
والوں کی تندرستی بڑھائینگی۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ترکاریاں تھوڑے
سے رقبے میں بہت بڑی مقدار میں اترتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک
ایکڑ زمین میں تین چار سو من آلو، چار پانچ سو من کرم کلہ، دو ڈھائی سو
من گوبھی، دو ڈھائی سو من گاجر، دو ڈھائی سو من مولی۔ اور سو ڈیڑھ
سو من ٹماٹر پیدا ہونا ایک معمولی سی بات ہے اس سیکڑوں من پیداوار
کا بوجھ اٹھانے کے لئے زمین میں کافی دم ہونا لازمی ہے۔ اگر دم نہیں
ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اجناس نہایت کمزور، بد ذائقہ اور کم مقدار میں
پیدا ہوتی ہیں جس سے صرف تجارتی نقصان نہیں ہوتا بلکہ کھانے والے
آدمیوں کی صحت پر خراب اثر ہوکر ان کی تمدنی اور معاشرتی حالت بھی
خراب ہوجاتی ہے۔

تجارتی پیمانے پر کام کرنے والے کاشتکاروں کو مشورہ و امداد
دینے کے لئے محکمہ زراعت کا عملہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں کام کر رہا ہے
ہم گھریلو باغوں میں ترکاریاں پھل اور پھول پیدا کرنے والے شائقین
سے مخاطب ہوکر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ کس طریقے سے اپنے چھوٹے
بڑے باغیچے میں خوبصورتی کے ساتھ ترکاریاں پیدا کریں۔ یہ ہم پہلے
بتلا چکے ہیں۔ کہ ترکاریاں بونے سے پہلے زمین کی حیثیت درست کرنا
نہایت ضروری ہے اور اسکا صرف یہ علاج ہے کہ ضرورت کے مطابق
کھاد زمین میں پہنچ جائے۔ اچھی گدھیلی زمین میں آلو بونے کے لئے
ضروری ہے کہ چھوٹی کیاریوں میں دو فیٹ کے فاصلے پر آلو بوئیے لیکن
اگر آپ کے پاس زمین زیادہ ہے تو ۱۶ × ۲۰ فٹ کے پاٹے بنائیے اور اس
میں آلو بوئیے۔ گوبھی اور کرم کلہ و بروسلس اسپراوٹ بھی دو فیٹ کے فاصلے
پر بہت اچھا ہوتا ہے۔ گانٹھ گوبھی کا فاصلہ ایک فٹ سے ڈیڑھ فٹ
تک حسب حیثیت زمین اور چقندر۔ گاجر پودے سے پود تک ۶ سے ۹ انچ تک
اچھی چلتی ہے۔ پارسلی کے لئے بھی پودے سے پود کے درمیان مناسب
فاصلہ ہونا ضروری ہے۔ پیاز کیلئے ۴ انچ کا فاصلہ مناسب سمجھا گیا ہے
لکھنؤ میں ترکاری کی نرسری سکندر باغ سے آپ کو مفت مل سکتی ہے
گاجر، چقندر اور شلجم کے بونے میں اگر زمین میں تھوڑی سی پتی کی کھاد
ڈالکر زمین تیار کیجائے تو جماؤ بہت بڑھیا ہوتا ہے ان بیجوں کو زمین کی
اوپری سطح پر بونا چاہئے اور جب تک کہ جماؤ نہ ہو ہزارے سے ہلکا ہلکا ایسا
پانی دیجئے کہ نمی قائم ہوجائے اور زیادہ پانی نہ ہونے پائے۔ اکثر اس
بات کی شکایت کیجاتی ہے کہ باغ میں فلاں فلاں جنس بوئی گئی اور
پیداوار اچھی نہ ہوئی اس ناکامیابی کا الزام کبھی تو بیج پر لگایا جاتا
ہے کبھی مالی پر اور کبھی کیڑے مکوڑے اور بیماریوں کی شکایت
سے تسکین حاصل کیجاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ کمزور زمین
میں بے ترتیبی سے جنس بوئی جاتی ہے اور پیداوار ہونے والی جنس
لاپرواہی کی شکار ہوتی ہے۔

پارسال ایک صاحب نے مجھ سے شکایت کی کہ انھوں نے
اپنے باغ کے ایک ٹکڑے میں بیس سیر آلو بویا اور پیداوار پندرہ سیر
آلو پائی فرماتے تھے کہ بیج خراب تھا لیکن جب میں نے جاکر وہ آلو کا
ٹکڑا دیکھا تو اصلیت یہ معلوم ہوئی کہ ان کی زمین بے انتہا بھوکھی
و پیاسی تھی اور انھوں نے جمنے سے پہلے کھیت میں بے انتہا پانی
دیدیا۔ ترکاریاں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اوّل درجہ کی گدھیلی
زمینوں پر بونی چاہئے اور اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ اس میں کھر تو اور
پیدا نہ ہونے پاوے۔ ہلکی اور جھانکر دار جڑوں والے پودوں کو
نہایت عمدہ طیار شدہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کے باغ کی
زمین میں ایسی کیفیت ہونی چاہئے کہ آپ کی ترکاریاں جنکی جڑیں طیار
غذا مانگتی ہیں بآسانی اپنا کھانا حاصل کرسکیں اور خوبصورتی سے بڑھ
سکیں۔

اہل چین بڑی خوشنما ترکاریاں پیدا کرتے ہیں اور ان کے
یہاں کثرت سے ترکاریوں کی قسمیں بھی ہوتی ہیں۔ بعض ترکاریاں
تو ان لوگوں کے یہاں نہایت خوش رنگ اور عجیب و غریب قدوقامت
کی ہوتی ہیں کہ جنکو دیکھکر طبیعت خوش ہوتی ہے۔ یہ لوگ ترکاریاں تو

ہل
میں کھاد پہنچانے کو اصول کاشت پر ترجیح دیتے ہیں - یہ بات کسی حد تک مبالغہ آمیز ہے - لیکن پھر بھی میں تو اسکو معنی خیز کہونگا - لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اصول کاشت بھی اتنی اہمیت رکھتے ہیں جتنا کہ زمین کے اندر کھاد کا پہنچانا - ٹماٹر کی مثال لے لیجئے - ٹماٹر کے کھیت میں اگر آپ کھاد زیادہ دیدیں اور ہر پودے کی اصول سے داشت نہ کریں تو فصل جنگلی ہو جائے گی - لیکن اگر اس کھیت کے ٹماٹر کے دس پودوں کو مضبوط سہارے کے ساتھ ایک تنے پر چلائیں تو صرف خوبصورت اور خوش ذائقہ پھل ہی نہیں پیدا ہوتے بلکہ ہر ایک پودے میں اس افراط سے پھل پیدا ہونگے کہ جو بے ترتیب بوئے ہوئے بیس پودوں میں بھی نہ ہوں گے - اگر ٹماٹر کا پھل اور پھول سورج کے رخ پر نہیں ہیں تو اس میں رنگ نہیں آسکتا ٹماٹر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ پھل پتیوں میں چھپا ہوا نہ رہے -

لیٹس کی کاشت میں بھی اکیلی کھاد کام نہیں کرتی اگر پودے سے پودے کا فاصلہ صحیح نہیں ہوتا تو اس کے پتیوں کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے - زمین میں طاقت پیدا کرنے کیلئے یوں تو بہت سی کھادیں ہیں - لیکن کیمیاوی کھادوں کے استعمال کیلئے وسیع تجربے کی ضرورت ہے اور ان کو عام طور پر کام میں نہ لانا چاہیے - عوام کو وہ کھاد استعمال کرنی چاہیے کہ جس کی کمی دبیشی سے فصل کو یکایک نقصان نہ پہنچے

کھادوں میں اول نمبر باغ کے استعمال کے لئے کمپوسٹ اور پتی کی کھاد دیا جانا چاہیے اسکے بعد گوبر کی کھاد بہت اہمیت رکھتی ہے اگر گوبر کی کھاد کافی مقدار میں میسر نہ آئے تو انڈی کی کھلی کا استعمال بھی ترکاریوں میں ذائقہ اور طاقت پیدا کرتا ہے - ہر باغیچہ میں پتی کی کھاد کے لئے کونے میں ایک گڈھا ضرور ہونا چاہئے اور اگر باغ بڑا ہے تو اس کے کھر پتوار سے کھاد بنانے کیلئے ایک کمپوسٹ کا گڈھا بھی نہایت ہی مفید ثابت ہوتا ہے - "بہتر کمپوسٹ بنانے کیلئے" مایا داس پراوس نہایت کامیاب ثابت ہوئا ہے - اس طریقہ سے کمپوسٹ کے گڈھے میں ہوا جانیکا انتظام رہتا ہے اور کمپوسٹ میں زیادہ نائٹروجن پیدا ہو جاتا ہے -

ترکاری کی بہترین پیداوار کے لئے منجمد کھاد مفید تو ہوتی ہے - لیکن اتنی موثر نہیں ہوتی جتنی کہ رقیق کھاد - اہل چین رقیق کھاد بنانے میں قدامت سے مہارت حاصل کر رہے ہیں اور اس کی بدولت ترکاریوں اور پھلوں کی زبردست فصلیں پیدا کرتے ہیں - رقیق کھاد کا استعمال اس ملک میں عام نہیں ہے لیکن اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو جن شہروں میں سیلج کا انتظام ہے وہاں رقیق کھاد کے موثر اثر ترکاری کی کاشت پر بہ آسانی دیکھ سکتے ہیں ہندوستان کے کاشتکار ابھی سیلج کے صحیح استعمال سے واقف نہیں ہیں یہ واقعہ ہے کہ رقیق کھاد فوری اثر رکھتی ہے -

ایک لطف کی بات اور سنئے کہ غسل خانہ کے پانی سے ترکاریوں کے پودے بہت گھبراتے ہیں لہذا اس پانی کو ترکاری کے چمن میں نہ استعمال کیجئے -

مولی، گاجر، شلجم، چقندر، آلو تو ایسی اجناس ہیں کہ جنکا بیج آپ بوتے ہیں اور گوبھی کرم کلہ، گانٹھ گوبھی بروسلس اسپراوٹ، لیٹس کیپ سی کم، مرچ، پیاز ایسی چیزیں ہیں کہ جنکی پہلے بیاوڑ (نرسری) طیار کیجاتی ہے، نرسری کے بونے کے لئے بھی زمین میں صحیح مقدار کھاد بہت ضروری ہے - اس کی کمی و بیشی پر بیجوں کے جمنے کا بہت کچھ دارومدار ہے -

کھاد کے بعد نرسری کا بیڈ کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے اگر صحیح قسم کا بیڈ نہ بنا تو جماؤ کھلک اور خراب ہوگا میں نرسری کی کیاریوں کو اپنے ہاتھ سے بنا کر مالی کو تبلانا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں - ان کیاریوں کو بنانے کے لئے خاص طریقہ پر ڈھال رکھنے کی ضرورت ہے اگر ڈھال صحیح ہے تو بیج کی تقسیم سطح زمین پر ٹھیک ہوگی اور روزمرہ کی آبپاشی کا صحیح نتیجہ نکلے گا - اور دھوپ کے نفع و نقصان کا پورا پورا فائدہ ہوگا - نرسری سے اٹھائے ہوئے پودوں کو دوبارہ زمین میں لگانا بھی احتیاط کا کام ہے اگر شفٹینگ صحیح ہوا ہے تو آپ کی ترکاریاں بڑا اچھا اٹھان لین گی - لیکن اگر بھونڈے طریقے سے بیاوڑ لگائی جائے گی تو فصل اچھی نہ ہوگی -

ترکاریاں بوئیے - اپنی اور اپنے بچوں کی تندرستی بنائیے - یہ بڑا پروپکار ہے آپ کے خریدنے سے بازار میں ترکاریاں اور ضرورت مند بھائیوں کو ملیں گی جن سے ان کو فائدہ ہوگا -

---

گنّے کے کیڑے

سید ابن علی صاحب بی۔ ایس سی (اے۔ جی) (ایگریکلچر) پبلسٹی آفیسر محکمۂ زراعت یو۔پی لکھنؤ

کیڑوں کے متعلق اب تک ہمارے کسان بھائی ایک انوکھی بات جانتے ہیں۔ معمولی سے معمولی اور زیادہ سے زیادہ نقصان پہونچانے والے کیڑوں کی نسبت وہی لوگ کچھ نہیں جانتے جنھیں ان کیڑوں سے بہت نقصان پہونچ جاتا ہے یوں تو سب دیکھتے ہیں کہ کیڑا انڈے دیتا ہے لیکن کسانوں کو کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیڑوں اور انڈوں سے ان سونڈیوں کو بھی کچھ تعلق ہے۔ جو تھوڑے ہی دنوں میں نکل کر پھیل جاتی ہیں اور فصل کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہیں۔ اس لئے لازم ضروری ہے کہ آج ہم آپ لوگوں کو پہلے وہ نقصانات بتلائیں جو نقصان پہونچانے والے کیڑوں سے ہوتے ہیں اور ان کے دور کرنے کے سہل سے سہل طریقے بتلائیں گے۔ اس بات پر ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ یہاں کے لئے وہی طریقے کارآمد ہو سکتے ہیں۔ جو نہایت آسان اور کم خرچ ہوں اور کھیتی کے معمولی مقامی رواج سے ملتے جلتے ہوں اور اُن کے لئے کسی قیمتی دواؤں یا آلوں کی ضرورت نہ پڑے ہمارے محکمۂ زراعت کا ایک سیکشن (انٹومولوجسٹ) اسی بات کے لئے قائم ہے جو کہ کھیتی پیشہ لوگوں کی مدد کرے۔ تاکہ وہ اپنی محنت کا پورا پھل پا سکیں۔ پھر بھی کسی مفید بات کے پھیلانے میں خاص دقتیں پیش آتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ کیڑوں کے دور کرنے میں کسان بھائیوں کی دلچسپی کا نہ ہونا دوسرے مل کر ایک ساتھ کام نہ کرنا۔ موجودہ عملہ سے جو کچھ ممکن ہے کیا جا رہا ہے۔ لیکن اُس حالت میں بہت زیادہ کام ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کام میں آپ سب بھائی مل کر دلچسپی کے ساتھ حصہ لیں اور ان کے روکنے کی آسان تدبیروں کے علم پھیلانے میں مدد دیں۔

اب ہم آپ کو گنّے کے کیڑوں کا حال بتائیں گے جن میں سب سے پہلے دیمک کا حال بتلا کر تب دوسرے کیڑوں کا حال بتاؤں گا۔

دیمک ۔ یہ کیڑے گنّے کی فصل کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ جیسے ہی گنّے کے ٹکڑے کھیت میں بوئے جاتے ہیں۔ ان کا حملہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ پہلے سروں کی طرف سے لگتے ہیں اور دھیرے دھیرے تمام ٹکڑے کو کھا جاتے ہیں۔ برسات کے دنوں میں یہ بالکل ضائع تو نہیں ہو جاتے البتہ ان کی کارروائی کچھ عرصہ کے لئے رُک جاتی ہے۔

دیمک اور دوسری بیماریوں سے بہت آسانی کے ساتھ بچایا جا سکتا ہے کیونکہ جب پودے میں دیمک لگ جاتی ہے وہ سوکھ جاتا ہے۔ اس سے فصل کو بچانے کی یہ ترکیب ہے کہ کھیت میں کچی کھاد نہ ڈالی جائے اور اچھی طرح سینچائی کی جائے۔ یہ سب سے اچھا ہوگا کہ کروڈ آئل کا مرکب سینچائی کے پانی میں پانچ سیر فی ایکڑ کے حساب سے بونے سے تین ہفتہ پہلے نیم کی کھلی ڈالنے سے دیمک کے حملوں کا خطرہ کم ہو جاتا ہے دیمک خشک کھیتوں میں زیادہ زور کرتی ہے اور کافی سینچ سے دب جاتی ہے اگر کافی محنت کرکے دیمک کی رانی کو مار ڈالئے اور دیمک کے گھروں کو کھود کر اس میں مٹی کا تیل چھڑک دیجئے تو سب سے بہتر ہوگا۔

پھدکنے والا کیڑا یا پائریلا ۔ یہ کیڑا پچھمی علاقے میں خاص کر گنّے کی فصل کو نقصان پہونچاتا ہے۔ اس کے لگ جانے سے گنّے کے رس میں شکر کا اوسط پرتہ ۱½ سے ۲ فی صدی تک کم ہو جاتا ہے۔ یہ کیڑے پودوں کا رس چوس کر اُسے بیکار کر دیتے ہیں۔ پائریلا کا رنگ بھورا ہوتا ہے اور اس کے چار بازو ہوتے ہیں۔ یہ کیڑا جون اور جولائی میں گنّے کی پتیوں پر اپنے انڈے دیتا ہے۔ لیکن جب پکنے کا وقت آتا ہے اور گنّوں کی پتیاں الگ ہونے لگتی ہیں تو کیڑے کی مادہ پتیوں اور پودے کی درمیانی جگہ میں انڈے دیتی ہے اس لئے اگست میں گنّے کی پتیاں الگ کرکے جلا دیجئے۔ ایسے گنّوں کو بیج کے کام میں کبھی نہ لائیے کیونکہ اُن کی آنکھیں سوکھ جاتی ہیں۔ اس کیڑے سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلے پہل جب یہ کیڑے کم ہوں تو اُن کو چھوٹے چھوٹے جال بنا کر پھنسا لیجئے پھر بعد میں کچل کر مار ڈالئے۔ یہ جال بانس کی ایک گول لکڑی میں کپڑا لگا کر تھیلے کی طرح بنا لیجئے۔ انکو ہاتھ سے پکڑ کر پتیوں کی سطح پر ایک طرف سے پھیرتے جائیے اس طریقہ سے جو کیڑے ان پر ہونگے جال میں پھنس جائینگے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کیڑے کے انڈوں کو جمع کرکے مٹی تیل اور پانی کے مرکب میں ڈال دیجئے۔

گنّا کے اگولہ میں سوراخ کرنے والا کیڑا۔ تتلی انڈے پتیوں پر دیتی ہے انڈے بھورے بالوں سے چھپے رہتے ہیں۔ سونڈیاں انڈوں سے نکل کر پتیوں پر خوب رینگتی ہیں اور پھر تنوں کے اوپری حصّوں میں سوراخ کرکے اندر چلی جاتی ہیں اور بیچ کے حصوں کو کھاتی ہوئی نیچے کو چلتی ہیں جس سے گنّوں کی بارڈھ بند ہوجاتی ہے۔ اس کے لئے ان کے انڈوں کو انگلیوں سے مل کر مار ڈالتے ہیں۔ تین مہینہ برابر ایسا کرنے سے کیڑے نہیں رہیں گے۔

گنّے کی سفید مکھی۔ یہ کیڑا نشیبی علاقوں اور پانی لگنے والے کھیتوں میں گنّے کی فصل کو کافی نقصان پہنچاتا ہے۔ پچھمی ضلعوں میں اس کو چینپا کہتے ہیں۔ جس کھیت میں یہ کیڑا لگ جاتا ہے اُس کا رنگ ہرے کے بجائے سُرخی مائل بھورا ہو جاتا ہے۔ یہ اگست اور ستمبر کے مہینہ میں تیزی سے بڑھتا ہے اور پتیوں کی نچلی سطح پر انڈے دیتا ہے۔ ان سے فصل کو بچانے کی ترکیب یہ ہے کہ جولائی اور اگست کے مہینوں میں کیڑوں سے کھائی ہوئی پتیوں کو الگ کرکے جلا دیجئے اور نشیبی علاقے میں گنّے کی فصل نہ لیجئے۔

گنّا کے تنے میں سوراخ کرنے والا کیڑا۔ تتلی پتیوں پر انڈے دیتی ہے۔ انڈوں سے چھوٹی سونڈیاں نکل کر آس پاس کے چھوٹے چھوٹے گنّوں میں اوپر یا بغل سے گھُس کر تنوں میں چلی جاتی ہیں اور اندر ہی اندر کھا کر سرے کی پتیوں کو خشک کر دیتی ہیں اس سے فصل کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ان سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ پتیوں پر سے انڈوں کو تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد انگلیوں سے مل کر مار ڈالئے ٹھونٹھوں کو کھود کر نکال دینا چاہئے۔ گرمی میں ٹھیک وقت پر سینچائی کیجئے۔

گنّے کی جڑ میں سوراخ کرنے والا کیڑا۔ تتلی گنّے کے تنے پر یا کبھی کبھی پتیوں پر انڈے دیتی ہے۔ سونڈیاں گنّے کی جڑ کے پاس تنے یا پُرانے ٹھونٹھوں میں رہتی ہیں۔ یہ جڑوں کو اوپر سے کھاتی جاتی ہیں اور فصل کو برباد کر دیتی ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان مارچ سے اکتوبر تک یا جب فصل چھوٹی ہوتی ہے ہوتا ہے۔ اس سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ کیڑا لگے ہوئے گنّے کو جڑ سے اُکھاڑ کر برباد کر دیجئے۔

غزل

از جناب سید محمد قاسم ذاکر زیدی فتحپوری، آرگنائزر۔ الٰہ آباد

پھر آج اس نگاہ کی شہ پا رہا ہے دل
آگے کچھ اپنی حد سے بڑھا جا رہا ہے دل

دُنیا سے بے نیاز ہوا جا رہا ہے دل
گُتھی حیاتِ عشق کی سُلجھا رہا ہے دل

پہلے تو دیکھنے کی ہوس سے نڈھال تھا
اب دیکھ دیکھ کر اُنھیں شرما رہا ہے دل

اُلفت کا قُطر ہے حدِ دُنیا و آخرت
مرکز پہ میرے مجکو لئے آ رہا ہے دل

ہے جس کی یاد میرے لئے وجہِ انتشار
مجکو اُسی فسانے سے بہلا رہا ہے دل

کیا بات ہے کہ بحرِ محبت ہے آج خشک
کل آنسوؤں کی شکل میں بہتا رہا ہے دل

ذاکر جو اُن کی ہے اپنی "حیاتِ عشق"
پھر بے دلی کو راز یہ بتلا رہا ہے دل

ترکاریوں کے عمدہ بیج

(از ڈی۔ این۔ سنگھ۔ ڈویژنل افسر ترکاریاں یو پی)

میں ابھی پچھلی تقریروں میں ترکاریوں کے باغیچوں کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ سوائے اس کے کہ اگلی فصل کیلئے آپکو اپنی ضرورت بھر کے بیج کیسے پیدا کرنا چاہیئے۔ آج رات میں اسی مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں

لڑائی سے پہلے اس ملک میں ترکاریوں کے بیج بہت زیادہ مقدار میں غیر ملکوں سے منگائے جاتے تھے اور اسوقت اچھی قسم کے بیج مناسب قیمت پر ملنے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی لیکن اب بیج حاصل کرنے کا مسئلہ بہت دشوار ہو گیا ہے کیونکہ اس ملک میں قابل اعتبار بیج کا اسٹاک اسوقت بالکل محدود ہے مگر ترکاریاں زیادہ پیدا کرنے کی تحریک کے پرچار کے نتیجہ میں بیجوں کی مانگ بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اپنی فصل کو کامیاب بنانے کیلئے آپ کو اپنی پسند کے اچھے قسم کے بیجوں کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اس کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے لئے بیج خود تیار کریں۔ اس طرح سے آپ بہت کافی خرچہ اور زحمت سے بچ جائیں گے اور اگلی فصل کی پیداوار بھی یقینی طور پر اچھی ہوگی۔

ہندوستانی ترکاریوں جیسے بھنڈی، کدو، تروئی اور وکی، وغیرہ اور پتی دار ترکاریاں جیسے ساگ کے بیج پیدا کرنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوتی اس سلسلہ میں آپ کو صرف اتنا خیال رکھنا چاہیئے کہ بیج اچھے اور اپنی پسند کے ان پھلوں سے لئے جائیں جو شروع فصل میں تندرست پودوں میں لگیں۔ ان بیجوں کو اگلی فصل کی بوائی کے زمانہ تک اسی ڈھنگ سے محفوظ رکھنا چاہیئے جو آپ کو پہلے بتایا جا چکا ہے۔ آخر فصل کے پھلوں میں عام طور پر کمزور اور ناقص بیج پیدا ہوتے ہیں اور اس لئے ترکاری بونے والوں میں جو یہ عام طریقہ رائج ہے کہ وہ صرف آخر فصل کے پھلوں کو بیج پکنے کی غرض سے چھوڑ دیتے ہیں بالکل غلط ہے۔ اس ملک میں ترکاریوں کی فصلوں کی خراب پیداوار ہونے کی یہ بھی ایک خاص وجہ ہے۔

جاڑوں کی ترکاریوں کے بیج پیدا کرنے کے لئے بہت دیکھ بھال اور تھوڑی بہت واقفیت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں اور اپنے مالی کے کام کی نگرانی کرنے کی تکلیف بھی گوارا کرتے ہیں تو آپ بہت سی ترکاریوں کے اچھے بیج پیدا کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اس ملک کے خاصکر میدانی علاقوں میں بندگوبھی یا گاجر کے بیج پیدا کرنا بہت دشوار ہے اور میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ انکے پیدا کرنے کی کوشش نہ کیجئے بلکہ اپنی ضرورت بھر کے بیج کسی معتبر کارخانہ سے لے لیجئے۔ طرح طرح کی ترکاریوں کے بیج پیدا کرنے کے ڈھنگ بھی الگ الگ ہیں اس لئے ترکاری کے بیج پیدا کرنے کا طریقہ بتانا ضروری ہے آج رات کو انہیں سے کچھ پر میں روشنی ڈالونگا۔ اور باقی کے متعلق میں اپنی دوسری تقریر میں بیان کرونگا۔

ٹماٹر۔ جن تندرست پودوں میں آپکے کام کے پھل لگے ہوں انکو چن لیجئے۔ اگر پھل زیادہ لگے ہوں تو ان میں سے کچھ کو توڑ دینا اچھا ہوگا تاکہ باقی پھل اچھی طرح بڑھ سکیں۔ پھلوں کو پودوں پر ہی اچھی طرح پکنے دینا چاہیئے اور پھر انھیں توڑ کر مٹی کی ناند میں کچلنا چاہیئے۔ چونکہ ٹماٹر میں پانی کافی ہوتا ہے اس لئے کچلے ہوئے گودے میں پانی ملانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دو دن تک اسے ایسے ہی ناند میں پڑا رہنے دینا چاہیئے اور اس دوران میں اسے کبھی کبھی چلا دینا چاہیئے دو دن کے بعد ناند میں کچھ پھین سا دکھائی دیگا اور بیج تہ میں جم جائیں گے۔ پھین اور پانی کو گرا کر اور بیجوں کو نکال کر ایک صاف برتن میں دھو ڈالنا چاہیئے پھر ان بیجوں کو کشتیوں میں پتلا پتلا پھیلا دینا چاہیئے اور انکے اچھی طرح سوکھ جانے پر انھیں کسی محفوظ جگہ پر رکھ دینا چاہیئے۔

سلاد۔ ایک دوسرے سے کافی دور دو یا تین تندرست پودے چن لیجئے اور ان میں پھول اور پھل لگنے دیجئے اس کے بیج (جو دراصل پھل ہی ہوتے ہیں) چھوٹے اور ہلکے ہوتے ہیں اور ان کے اوپر بالوں کے گچھے سے ہوتے ہیں۔ پکے بیج آسانی سے ہوا میں اڑ جاتے ہیں اور اس لئے یہ ضروری ہے کہ جیسے ہی پھل پکنے لگیں شاخوں کو کاٹ دیا جائے اور پھلوں کو پکنے دیا جائے اور پھر انکو باریک کپڑے یا چھوٹے سوراخ والے مچھر دانی کے کپڑے سے ڈھک کر سکھا لیا جائے۔

پیاز۔ اکتوبر میں اچھی اور بڑی اور سڈول پیاز کی گانٹھیں جنکا اوپر کا سرا پتلا ہو زرخیز اور اچھی تیار کی ہوئی بیج کی کیاری میں جما دینی چاہئیں۔

کیاریوں میں پیاز کی گانٹھیں جمانے سے پہلے انکے اوپر کا ایک تہائی حصہ تیز چاقو سے کاٹ دیجئے تاکہ ان کی آلیں مضبوط نکلیں ہر دو پودوں کے بیچ کا فاصلہ ایک فٹ اور دو کیاریوں کا درمیانی فاصلہ ڈیڑھ فٹ ہونا چاہیئے۔ کیاریوں کو سینچتے رہنا چاہیئے اور انکی نکائی گوڑائی کرتے رہنا چاہیئے۔ پیاز کی گانٹھیں اسوقت نکالی جانی چاہئیں جب وہ قریب قریب پک جائیں اور ان کی آلیں چھ انچ ہو جائیں جس سے انھیں ٹانگ کر سکھایا جا سکے۔

(۲)

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں اس بات پر زور دیا تھا کہ اگلی فصل میں بونے کے لئے بیج جتنے زیادہ ممکن ہوں آپ اپنے لئے خود پیدا کیجئے میں نے اس تقریر میں گرمی اور برسات کی ترکاریوں اور ٹماٹر،

سلاد اور پیاز کے بیجوں کے پیدا کرنے کے متعلق کچھ ترکیبیں بتائی تھیں آج رات بھی میں پھول گوبھی کے بیج پیدا کرنے کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔

مختلف زمانہ کی بوائی کے لحاظ سے پھول گوبھی کی بہت سی قسمیں ہیں جب تک بیج وقت پر نہ بوئے جائیں اور ان کی بیرٹھ بھی وقت پر نہ لگائی جائے گوبھی کے پودوں کی بڑھوار ٹھیک نہیں ہوگی انکی ٹکھڑیاں بہت چھوٹی نکلیں گی اور ان میں جلدی ہی چھوٹے چھوٹے انکوئے نکل آئیں گے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان پودوں کے پھول نہ کھانے کے قابل ہوں گے اور نہ بیج پیدا کرنے کے۔ اس کے علاوہ مختلف قسموں کے بیجوں کو جمع کرکے ڈبوں میں الگ الگ لیبل لگا کر رکھنا چاہئے تاکہ اگلی فصل کی بوائی کے وقت کوئی گڑبڑی نہ ہونے پائے۔

بیج پیدا کرنے والوں کا یہ تجربہ ہے کہ بیرٹھ کے ان پودوں میں جنکی ٹکھڑیاں بڑی اور اچھی ہوتی ہیں کھیت میں لگانے کے بعد پھول بہت اچھے لگتے ہیں۔ پھول گوبھی کے ایسے پودے جب پوری بڑھوار پر پہنچ جاتے ہیں تو ان کی جڑوں کو مٹی سمیت اکھاڑ کر خوب کھاد پڑے اور جتے ہوئے کھیت میں لگا دیا جاتا ہے۔ سینگ کا برادہ جو کھلونے اور کنگھے وغیرہ بنانے والوں سے آسانی سے مل سکتا ہے ان پودوں کے لئے بہت اچھی کھاد کا کام دیتا ہے اور اپنا اثر بہت جلد دکھاتا ہے اگر یہ نہ مل سکے تو قریب ۲۵ من فی ایکڑ کے حساب سے نیم کی کھلی ڈالی جا سکتی ہے اس سے بھی پودوں پر اچھا اثر پڑیگا۔ ایک صورت سے یہ کھاد زیادہ اچھی ہوتی ہے کیونکہ کھیت میں اس کا اثر اتنے عرصہ تک باقی رہتا ہے کہ زمین آلو کی اگلی فصل کے لئے بھی زرخیز رہتی ہے۔ یہ پتہ چلا ہے کہ فی ایکڑ اتنی ہی مقدار میں لونا مٹی ڈالنے سے بھی پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔

عام طور پر بیج پیدا کرنے والے بیج کے لئے بیرٹھ کو کیاریوں سے اکھاڑ کر دوسری جگہ نہیں لگاتے کیونکہ اس میں ان کو بہت زیادہ خرچہ کرنا پڑتا ہے اور ایک علیحدہ کھیت کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ وہ تندرست پودوں کو اتنے زور سے ہلا دیتے ہیں کہ ان کے باریک جڑیں ٹوٹ جاتی ہیں اور پھر ان کو وہیں بیج کے لئے بڑھنے دیتے ہیں۔

گو اس طریقہ میں بہت کفایت رہتی ہے اور پودے بھی اچھے پیدا ہوتے ہیں مگر بیرٹھ کے پودوں میں اس سے بڑے اور تندرست دانے پڑتے ہیں جن میں بیج موٹے پیدا ہوتے ہیں۔

آپ کو اپنے ترکاری کے باغیچہ کے لئے بہت تھوڑے سے بیج کی ضرورت ہوگی اور عام طور پر دو پودوں سے ہی آپ کو اپنی ضرورت سے زیادہ بیج مل جائیں گے۔ اس لئے آپ کو صلاح دی جاتی ہے کہ سب سے عمدہ بیج حاصل کرنے کے لئے آپ کو بیرٹھ لگانے کا ہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

بیرٹھ کے پودوں کو کھیت میں لگانے کے بعد فوراً ان کی سینچائی کر دینی چاہئے۔ اس کے بعد ضرورت کے مطابق سینچائی کرتے رہنا چاہئے ہر سینچائی کے بعد کھیت کی نکائی اور گوڑائی ضرور کرنی چاہئے۔

اگر موسم اچھا ہو تو عام طور پر بیج پیدا ہونے کے زمانہ تک کسی اور احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی البتہ اگر دانے پڑنے کے زمانے میں بدلی ہو اور ہوا میں نمی ہو تو ان پودوں کی آلوں کو ایک قسم کا چوسنے والا چھوٹا کیڑا جسے روکھ جون کہتے ہیں بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ کیڑا اس فصل کا سب سے بڑا دشمن ہے اور جب پودوں میں یہ زیادہ لگ جاتا ہے تو بیج کی پوری کی پوری فصل برباد ہو جاتی ہے۔ اس مصیبت سے بچنے کے لئے آپ کو پودوں پر صابن اور تمباکو کا گھول برابر چھڑکتے رہنا چاہئے۔

پھول گوبھی کے بیج پیدا کرنے کے عام اصولوں کے بتانے کے بعد میں آپ کو اس کی مختلف قسموں کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں

۱- کتکی - کیاریوں میں بیج جون کے شروع میں بونا چاہئے اور اس کی بیرٹھ جولائی میں ایسے کھیتوں میں لگانی چاہئے جنہیں پانی کے نکاس کا بہت اچھا انتظام ہو۔ اس بیرٹھ کو مینڈھول لگانا زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس صورت سے پانی کے رک جانے سے ان کو کافی نقصان پہنچنے کا بہت کم ڈر رہتا ہے ستمبر یا اکتوبر میں یہ فصل بازار کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ کچھ بیج پیدا کرنے والے جلدی پک جانے والے والوں کو الگ توڑ لیتے ہیں اور انھیں کواری بیج کے نام سے بیچتے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان بیجوں کی فصل دیر میں پکنے والے بیجوں کی فصل سے ایک یا دو ہفتے پہلے پیدا ہوتی ہے کواری اور کتکی کی بیج کی فصلیں میدانی علاقوں میں سب سے پہلے بازار میں آتی ہیں اور یہی دونوں شروع کی قسمیں کہلاتی ہیں۔

۲- آگھنی - کیاری میں بیج جولائی میں بویا جاتا ہے اور بیرٹھ اصل کھیت میں اگست میں لگائی جاتی ہے اس قسم کے لئے اسی دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے جو کتکی کے لئے بتائی گئی ہے فصل نومبر میں تیار ہو جاتی ہے۔ اگر بوائی ذرا دیر میں کی جائے تو فصل نومبر کے بعد تک جاری رہتی ہے اگھنی کا نمبر پھول گوبھی کی شروع کی قسموں میں دوسرا ہے

۳- ماگھی - کیاریوں میں بیج درمیان اگست میں بوئے جاتے ہیں اور بیرٹھ کھیت میں ستمبر کے تیسرے ہفتہ میں لگائی جاتی ہے۔ اس کی فصل دسمبر کے آخر تک رہتی ہے۔

۴- اکلیمیٹائزڈ انڈین اسنو بال - یہاں کی آب و ہوا کے موافق بنائے ہوئے بیجوں سے پیدا کی ہوئی پھول گوبھی جس کے پھول سفید گنبد کی شکل کے ہوتے ہیں) اسکی پیداوار بالکل اس ڈ

سے کی جاتی ہے جس طرح ماگھی کی - مگر اس کی فصل جنوری کے پہلے ہفتہ تک رہتی ہے - اس ملک کی آب وہوا کے موافق بنائی ہوئی سب قسموں میں جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ قسم سب سے آخر میں ختم ہوتی ہے۔ ایکسپیڈیٹا [illegible] انڈین اسنوبال کے پھول دوسری ایکسپیڈیٹا [illegible] اس ملک کی آب وہوا کے موافق بنائی ہوئی قسموں سے زیادہ سفید اور بڑے ہوتے ہیں، ماگھی اور انڈین اسنوبال بعد میں تیار ہونے والی قسمیں ہیں۔

تمام قسموں کے بیج جنکا میں نے ذکر کیا ہے بہت کامیابی کے ساتھ پیدا کئے جاسکتے ہیں اور آپ کو میں صلاح دیتا ہوں کہ آپ اپنے لئے ان قسموں کے بیج خود پیدا کیجئے اور بازار کے بیجوں پر بھروسہ نہ کیجئے جو زیادہ قیمتی ہونے کے علاوہ اکثر قابل اعتبار نہیں ہوتے۔

۵- سپر اسنوبال - اس قسم کے بیج غیر ملکوں سے بلکہ زیادہ تر [illegible] سے منگائے جاتے ہیں اس کے بیج اس وقت اگتے ہیں جب ان کی [illegible]

آخر اگست یا ستمبر کے شروع میں اصل کھیت میں لگا دی جائے۔ اسوقت اس قسم کی پیڑہ اُگانے کے لئے بہت زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے اور صرف تجربہ کار بیج پیدا کرنے والے ہی اس کی پیڑہ اُگا سکتے ہیں اکثر آلبین نکلنے کے لئے ان کی گھھڑیوں کو چاقو سے چیرنا پڑتا ہے۔ ان تمام احتیاطوں کے باوجود اس قسم کے بیج کی پیداوار بہت کم ہوتی ہے لیکن بعد کو جب یہ بیج بار بار بوئے جاتے ہیں تو ان کی پیداوار اچھی ہونے لگتی ہے اور انڈین اسنوبال قسم کی گوبھی پیدا کرنے لگتے ہیں میری رائے میں آپ کے لئے سپر اسنوبال سے بیج پیدا کرنے کی کوشش کرنا فائدہ مند نہیں ہے اس قسم کے بیج ۱۵ ستمبر کے بعد جبکہ موسم زیادہ گرم نہیں ہوتا کیاری میں بوئے جاتے ہیں۔ اس قسم کی گوبھی کی فصل [illegible] فروری تک رہتی ہے۔

[illegible] گڑ اور [illegible] بنانے کا طریقہ

[illegible]

ممالک متحدہ کے وہ اضلاع جہاں گنا [illegible]
دو حصوں میں تقسیم ہوسکتے ہیں۔

۱- وہ اضلاع جہاں کہ گنا یا ایکھ کا رقبہ بہت زیادہ ہے مثلاً روہیلکھنڈ ڈویژن گورکھپور اور میرٹھ۔

۲- وہ اضلاع جہاں ایکھ کا رقبہ بہت تھوڑا ہے اور [illegible] نہیں ہوتی جاتی ہے مثلاً جھانسی آگرہ [illegible] الہ آباد ڈویژن [illegible] کے آنے سے اس کی کاشت لکھنؤ [illegible] اور دیگر اضلاع میں [illegible] نہر کا پانی دستیاب ہے بڑھ رہی ہے [illegible] کی کاشت کی ترقی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ غیر ممالک مثلاً جاوا وغیرہ کی شکر پر گورنمنٹ نے ٹیکس لگایا ہے اس ٹیکس سے جو فی الحال صرف پندرہ سال کے لئے ہے [illegible] گنے کی کاشت ہی میں ترقی نہیں ہوئی ہے بلکہ [illegible] سے شکر بنانے کے کارخانے ہندوستان میں قائم ہوگئے ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ روہیلکھنڈ گورکھپور اور میرٹھ کے علاقہ میں جہاں ایکھ کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے شکر کا بڑا کارخانہ [illegible] کے ساتھ چلایا جاسکتا ہے اور وہاں کے لوگ اپنے کام کو فائدہ کے ساتھ جاری رکھ سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں میں [illegible] دو سال کے اندر شکر بنانیکے کارخانوں کی تعداد بیشتر سے دوگنی ہوگئی ہے ان علاقوں میں جہاں ایکھ کا رقبہ تھوڑا ہے اور جابجا پھیلا ہوا ہے بڑے کارخانے کا انتظام مشکل ہے۔ ایسے علاقوں میں یا تو دیسی طریقہ سے شکر بنا کر یا گڑ بنا کر فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے یا یوں کہئے

ان کارخانوں کی گنے کی فصل یا تو صرف انھیں دو طریقوں سے ختم کیجاسکتی ہے اور کوئی دوسرا طریقہ فصل کو ختم کرنیکا نہیں ہے اور چونکہ باوجود بڑے کارخانوں کے گنے کا بڑا بھاری رقبہ ایسا پھیلا ہوا رہیگا جو کارخانوں [illegible] ہوگا لہذا ان دو طریقوں کی ہر وقت ضرورت محسوس ہوگی اور بدیں وجہ گڑ بنانیکا کام جس کے لئے خیال ہے کہ کارخانوں کی وجہ سے جلد ہی ہندوستان سے نابود ہوجائیگا۔ وقت جاری رہیگا دوسرے دیہاتی لوگ جو گڑ کھانے کے اکثر عادی ہوتے ہیں اس کام کو بالکل چھوڑ دینا ہرگز پسند نہ کریں گے۔ سوئم جب گنے کی فصل ختم ہوجاتی ہے تو اکثر کارخانے گڑ خرید کرکے ہی اپنا کام جاری رکھتے ہیں ان تینوں وجوہات سے گڑ بنانے کا کام ہندوستان میں ہمیشہ رائج رہیگا۔ اس واسطے ضروری ہے کہ اس کے بنانے کے طریقہ میں اصلاح اور ترقی دینے کا خیال بھی قائم رہے اس مضمون کا منشا یہ ہے کہ گڑ بنانے کے مختلف طریقے بتلائے جاویں تاکہ لوگ اچھا گڑ بنا کر اس سے فائدہ اٹھا سکیں ممالک متحدہ میں حسب ذیل قسم کے گڑ بنتے ہیں۔

۱- گورکھپور اور مشرقی اضلاع میں جو گڑ بنتا ہے وہ عام طور پر شکر کے کارخانے خرید لیتے ہیں اور گنے کی فصل ختم ہوجانے پر اسی گڑ کو صاف کرکے شکر تیار کرتے رہتے ہیں۔ کئی ایک کارخانے صرف یہی کام یعنی گڑ سے شکر بنانے کا ہی کرتے ہیں مگر ان کی تعداد دن بدن کم [illegible] رہی ہے۔ یہ گڑ گورکھپور کی طرف دو طرح کا ہوتا ہے ایک

ہیں
سفید رنگ کا جس کو پھریا یا پکڑی کہتے ہیں اور دوسرا شیلا جسے سرخ بھی کہتے ہیں سفید گڑ رس کو احتیاط سے کڑاہوں میں ابال کر بنایا جاتا ہے۔ اور بھنڈی کے جڑ کا پانی یا چونے کا پانی ڈال کر رس کو ابالتے ہوئے صاف کرلیا جاتا ہے اور بعض اوقات صفائی کے لیئے دودھ بھی استعمال کیا جاتا ہے دوسرا شیلا گڑ بڑی لاپرواہی سے بنایا جاتا ہے اور چونکہ اچھی طرح صفائی نہیں کی جاتی لہٰذا اکثر میلا ہوتا ہے۔ ہر دو قسم کے گڑ بنانے کے لیئے رس کو ایک بڑی کڑاہی میں جسکا قطر (Diameter) تقریباً چار فٹ اور گہرائی ۶ انچ سے ۸ انچ تک ہوتی ہے ابالتے ہیں۔ ایک گھان کے لئے قریب چار من رس کڑاہی میں ڈالا جاتا ہے [illegible] ایکدن = ۲۴ گھنٹہ میں ایک کڑاہی سے سوا من سے ڈیڑھ سو من [illegible] جاتا ہے۔ سو من گنے سے دس من کے قریب گڑ نکلتا ہے۔ سرخ گڑ کا [illegible] کیونکہ یہ صاف نہیں کیا جاتا سفید گڑ کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہوتا ہے ایندھن کے واسطے صرف گنے کے سوکھے پتے اور کھوئی استعمال کئے جاتے ہیں۔ سفید گڑ چونکہ صاف ہوتا ہے اکثر کھانے کے کام میں آتا ہے اور سرخ کارخانوں میں شکر بنانے کے کام میں آتا ہے۔ ہر دو قسم کے گڑوں کی بھیلیاں بنائی جاتی ہیں اور ایک بھیلی ایک پاؤ سے آدھ سیر تک کی ہوتی ہے۔ رس عموماً تین بیلن والے چھوٹے کولھو سے نکالا جاتا ہے اور ایک دن = ۲۴ گھنٹہ میں قریب پندرہ من گنا پیرا جاتا ہے۔

۲۔ مظفر نگر میرٹھ اور مغربی اضلاع میں گڑ بنانیکا طریقہ۔ ان اضلاع میں اب دیسی اقسام کا گنا بہت کم بویا جاتا ہے زیادہ تر رقبہ ترقی دادہ کوئمبٹور کے مختلف اقسام کے گنوں کا ہے۔ مظفر نگر کے ضلع میں گنے کا رقبہ اب بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اس وجہ سے شکر بنانے کے کئی بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے ہیں اور زیادہ تر گنا انھیں کارخانوں کو فروخت کر دیا جاتا ہے مگر یہاں کی منڈی گڑ اور شکر کے لئے مشہور ہے اور پنجاب گجرات وغیرہ سے کافی مانگ رہتی ہے اسی وجہ سے یہاں اب بھی کافی مقدار میں اچھے اقسام کا گڑ وغیرہ بنایا جاتا ہے اور زیادہ تر کھانے کے کام میں آتا ہے۔ ان اضلاع میں عموماً تین بیلن والے کولھو استعمال کئے جاتے ہیں جس میں تقریباً ۶۲ سے ۶۵ فیصدی تک رس نکلتا ہے راجہ تابین کے کارخانہ کا سلطان اور دہلی کے دو ایک کارخانوں سے تین بیلن کے کولھو اور اچھے قسم کے کڑھاؤ کرایہ پر ملتے ہیں اور ان سے کام کیا جاتا ہے کہیں کہیں انجن سے چلنے والے کولھو بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ عام طور پر دو کڑھاؤ کی دیسی بھٹی پر کام کیا جاتا ہے اور ایک کڑھاؤ کی بھٹیاں بھی ضرور ہیں۔ مگر بہت کم۔ ایک دن رات یعنی ۲۴ گھنٹہ میں ۱۱ من سے ۱۲ من تک مال تیار ہو جاتا ہے اور باری باری سے سات یا آٹھ جوڑی بیل کام کرتے ہیں۔ یہاں گڑ کی بھیلی

عام طور پر ۲/۱ سیر کی بنائی جاتی ہے اور کافی سفیدی مائل گڑ بنایا جاتا ہے اس [illegible] صاف کرنے کے لئے بھنڈی کے [illegible] اور جز لعاب دار پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ بھنڈی نہ ملنے کی صورت میں بیل۔ فالسہ۔ دیولانڈی وغیرہ وغیرہ بھی استعمال کئے جاتے ہیں شکر بنانے والی [illegible] اور سوڈا، ہاشمی آجانے پر ڈوا [illegible] جس سے مال صاف ہو جاتا ہے۔ کڑھاؤ زیادہ تر ایک چادر کے تقریباً ۲/۱ انچ موٹے استعمال کئے جاتے ہیں مگر کہیں کہیں توے دار کڑھاؤ بھی استعمال کئے جاتے ہیں مگر رفتہ رفتہ رواج بہت کم ہوتا جاتا ہے۔ راب [illegible] رواج ان اضلاع میں بہ مقابلہ مشرقی اضلاع کے بہت کم [illegible] مقامات [illegible] سے مشہور [illegible] کھانڈ بنائی جاتی [illegible] تیار کی جاتی [illegible] ۹ سے ۱۲ فیصدی تک [illegible] کی اقسام کے بموجب ہوتا ہے یہاں کی منڈی میں کافی مانگ اس قسم کے مال کی رہتی ہے پیداوار فی ایکڑ ۶۰ سے ۸۰ من تک ہوتی ہے اور اچھی حالت میں ۱۰۰ من فی ایکڑ تک ہو جاتی ہے۔

۳۔ تیسرے قسم کا گڑ عموماً روہیلکھنڈ کے علاقہ میں اور خاص کر شاہجہاں پور بریلی کے شہروں میں کثرت سے بنایا جاتا ہے وہ شیرے سے بنتا ہے اور لونے کے نام سے مشہور ہے سنٹری فیوگل مشین میں راب ڈال کر شکر بنائی جاتی ہے اور شیرہ علیحدہ ہو جاتا ہے اس شیرے کو پکا کر گڑ بنایا جاتا ہے۔ جتنی ہی اس شیرہ میں شکر کی مقدار زیادہ ہوتی [illegible] ان علاقوں میں گڑ اچھا ہوتا ہے جہاں گنے کی کاشت نہیں ہوتی مثلاً راجپوتانہ وغیرہ روانہ کیا جاتا ہے سو من راب میں سے جو شیرہ نکلتا ہے اس کا عموماً ۲۵ من لونا بنتا ہے۔ شیرہ تین چھوٹی کڑھاہیوں میں ڈال [illegible] اور جب پک جاتا ہے تو مٹی کے چاکوں میں ٹھنڈا کرکے جما دیا جاتا ہے۔ معمولی طور پر صفائی کے لئے تھوڑا سا چونے کا پانی اکثر ڈال دیا جاتا ہے۔

گڑ بنانے میں چند باتوں کا خیال رکھنے سے ہی قیمت میں فرق پڑ جاتا ہے۔

[illegible] صفائی۔ گورکھپور اور الہ آباد میں بہت سستا گڑ بڑی لاپرواہی سے بنایا جاتا ہے [illegible] کے چلنے کا خاص خیال کیا جاتا ہے میل [illegible] اچھی طرح سے اتارا جاتا ہے بجائے اس کے سیرٹھ اور بجنور میں گڑ کا میل ابلنے [illegible] بہت اچھی طرح سے صاف کیا جاتا ہے ابلتے وقت تھوڑا سا چونا یا بھنڈی کی جڑ کا پانی ڈالنے سے میل بہت جلد اوپر آجاتا ہے اور آسانی سے صاف کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ اچھے برتن۔ موجودہ گڑ ابالنے کے کڑھاؤ سے بہت زیادہ بہتر کڑھاؤ بنائے جاسکتے ہیں کیونکہ موجودہ کڑھاؤ پتلی چادر کے ہوتے ہیں اور اکثر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جوڑ کر بنائے جاتے ہیں ان کڑھاؤں میں [illegible] شیار کی سے بھٹی کی جھونکا [illegible] اکثر گڑ جل جاتا ہے اور گڑ کے وزن میں [illegible] کمی

ہوں

ہو جاتی ہے علاوہ اسکے معمولی کڑھاؤ آسانی کے ساتھ صاف نہیں ہوسکتے اور نیز ان کی مرمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے اب گڑ بنانے کے لئے ایسے کڑھاؤ خریدے جاسکتے ہیں جو آدھ انچ ملائم اسپات کی چادر کے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور جنکا پیندا چپٹا ہوتا ہے ان کڑھاؤ میں بمقابلہ دیسی کڑھاؤ کے زیادہ اچھی طرح اور یکساں آنچ لگتی ہے اور زیادہ جلدی پکنے کے علاوہ گڑ کی بہتر قسم تیار ہوتی ہے اترا ضلع باندہ کے سرکاری فارم میں ایک ہی قسم کے اوکھ سے حسب ذیل نتیجے ظہور میں آئے

	دیسی کڑھاؤ	انگریزی کڑھاؤ
وقت جو ۳½ من رس پکانے میں لگا	۴ گھنٹہ ۲۴ منٹ	۳ گھنٹہ ۴۲ منٹ
قیمت فی من گڑ جو بازار میں ملی	۴ روپیہ سے ۵ روپیہ تک	۵ روپیہ سے ۶ روپیہ تک

یہ تجربہ ایک پرانا تجربہ ہے مگر تاہم دونوں قسم کے کڑھاؤں کا فرق اچھی طرح سے ظاہر کرتا ہے اور اس واسطے دکھلایا گیا ہے۔

۳۔ اچھے کولھو گڑ بنانے میں خراب کولھو کا استعمال ایک بڑی وجہ ہے نقصان دینے کی ہے ممالک متحدہ میں چند قسمیں اوکھ کی ایسی ہیں جن میں تین بیلن والے کولھو سے (جو بیل سے چلائے جاتے ہیں) ۶۰ سے ۶۲ فیصدی تک رس نکلتا ہے اور بعض وقت ۶۵ فیصدی تک بھی نکلتا ہے معمولی دیسی کولھوؤں میں عام طور سے ۴۵ - ۵۰ فیصدی رس کا پرتہ بیٹھتا ہے اور علاوہ اسکے ان دیسی کولھوؤں میں کافی مقدار گنا پیلنے میں اس قدر دیر لگتی ہے کہ اُبالنے کے وقت رس میں کھٹاس آجاتی ہے ایک ہی وقت میں تین بیلن والے کولھو سے ۵ فیصدی رس کی مقدار زیادہ نکلتی ہے لیکن اگر دو بیلن والے کولھو بھی اچھی طرح برابر کسے جاویں اور ٹھیک رکھے جاویں تو ان سے بھی بہت اچھا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ اگر بیلن حسب ضرورت نہ کسے جاویں گے تو رس کا پرتا بہت کم ہوگا اور بہت سا حصہ کھوئی میں چلا جائیگا بہت سے کارخانوں میں تین بیلن والے اچھے کولھو بنتے ہیں اور کانپور میں و نیز دیگر بڑے شہروں میں مل سکتے ہیں ان زمینداراں اور کاشتکاران کو جو پوری قیمت ادا کر کے ان کو خرید نہیں سکتے بہت سے کولھو صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر بہادر حلقہ سے کرایہ پر مل سکتے ہیں۔

۴۔ گنے کی اچھی قسمیں۔ گڑ کا پرتہ بھی اوکھ کی اچھی قسم بوکر بڑھانا ممکن ہے کیونکہ بعض اوکھ کی قسموں میں گڑ کا پرتہ خاص طور پر زیادہ ہوتا ہے دیسی قسمیں مثلاً ریوڑا اور سرسیٹھ کا پرتہ کوئمبٹور کی نئی قسموں کے مقابلہ میں بہت کم پڑتا ہے۔ نئی قسمیں جو اس صوبہ میں شاہجہاں پور سرکاری فارم پر پیدا ہوتی ہیں اور صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر حلقہ کی معرفت مختلف اضلاع میں کاشت کے واسطے تقسیم کیجاتی ہیں بہ نسبت دیسی اقسام کے کہیں بہتر ہیں اور زیادہ فائدہ مند ہیں۔ جب دیسی قسموں کی پیداوار ۲۵۰ سے ۳۵۰ من فی ایکڑ ہوتی ہے تو نئی قسموں کی پیداوار اسی حالت میں ۴۰۰ سے ۵۰۰ من فی ایکڑ تک ہوگی نئی قسموں کو اگر عمدہ کھاد اور وقت پر پانی دیا جائے تو اس سے بھی بہتر پیداوار ہوسکتی ہے گوبر اور انڈی کی کھلی کی کھاد گنے کیلئے بہترین کھاد مانی گئی ہے۔ آجکل زیادہ تر رائج قسمیں حسب ذیل ہیں۔ چونکہ ہر سال نئی قسمیں نکلتی رہتی ہیں لہذا حلقہ کے محکمہ زراعت کے افسر سے معلوم کرلینا بہتر ہوگا۔

کوئمبٹور ۲۱۳ و ۳۱۳ و ۳۱۲ و ۳۳۱ و ۲۹۰ و ۲۰۵ اور ۳۰۰

پونا میں آلو جمع کرنے کا کام

از جناب بی - این - ایل - پوتا

تعلقہ کھیر کے کچھ حصوں اور ضلع پونا کے سرور پیٹا میں گرمی کا درجہ حرارت ۱۰۵ ڈگری فارن ہائٹ کے قریب رہتا ہے۔ لیکن دوپہر کے بعد کہاں پہنچنے والی پچھوا ہوا کے باعث رات کی سردی (۴۲ ڈگری سے ۶۵ ڈگری فارن ہائٹ تک) ہوتی ہے۔ آلو کو محفوظ رکھنے کا رواج عام ہوگیا ہے جو کسان ان حصوں میں آلو محفوظ رکھتے ہیں وہ اس بات کا برابر خیال رکھتے ہیں کہ آلو عمدہ قسم کا ہو کیونکہ فصل کے دنوں میں آلو کے پودوں کی جتنی پرواہ کی جاتی ہے اتنے ہی وہ حفاظت سے رکھے جانے کے لائق ہوتے ہیں۔

جن کسانوں کو آلو محفوظ رکھنا ہوتا ہے وہ فصل کی سینچائی کا برابر خیال رکھتے ہیں۔ پہلے دو مہینے تو ۸ یا دس روز بعد پانی دینا چاہئے اور جب پودے پوری طرح بڑھ جائیں تو چھٹے روز پانی دیا جائے۔ اس طرح وقت پر سینچائی ہونے سے جب جڑ میں گانٹھیں بننے لگتی ہیں تو زمین پھٹنے نہیں پاتی زمین پھٹنے سے گانٹھیں دکھائی دینے لگتی ہیں اور ہری پڑ جاتی ہیں یہی نہیں اکثر دکھائی دینے والی گانٹھوں کی آنکھوں میں آلو کے کیڑے انڈے دیتے ہیں۔ کسانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ پانی کی کمی سے زمین کے اندر آلو کی گانٹھیں گرم ہوجاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ پائیدار نہیں ہوتیں کھودتے وقت بھی کافی احتیاط برتنی چاہئے۔ آلو پر مٹی کی ایک تہہ رہنی ضروری ہے۔ جب پتیاں زرد پڑکر گرنے لگیں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ فصل تیار ہوگئی۔ اگر اچھی طرح سوکھ جانے پر آلو نکالے جائیں تو آلو زیادہ دنوں تک نہیں ٹھہرتے اور جڑ پر سے سڑنے لگتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ جب زمین میں کچھ نمی رہے تبھی آلو کھود لینا چاہئے۔

آلو کو محفوظ رکھنے کا کام بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ آلو نکالے جانے کے بعد اس میں بیماری کے کیڑے انڈے دیتے ہیں اس لئے کھیت میں آلو کے ڈھیر کو کسی طرح ڈھکا رکھکر اس خطرے سے بچانا چاہئے۔

وظار کھنے کے پہلے آلو کو کھلا نہیں چھوڑنا چاہئے ورنہ ان میں گرمی پہونچ
ے گی۔

پونا میں آلو محفوظ رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ آلو جمع کرنے کے
ے کھیت کے پاس ہی درختوں کے سائے میں ایک ٹھنڈی جگہ
تش کی جاتی ہے۔ اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے
اس جگہ دھوپ نہ پہنچے۔ جہاں ایسی جگہ مل سکے وہاں درخت
نیچے چھپر ڈال لیا جاتا ہے۔ چھپر کی دیواریں زمین سے ایک سے
فیٹ تک کھلی رہتی ہیں تاکہ ہوا آسانی سے آجا سکے اس کے
درخت یا چھپر کے نیچے کی زمین میں ۴ سے ۵ فیٹ چوڑی کیاریاں
ائی جاتی ہیں۔ ان کیاریوں کی لمبائی جمع کئے جانے والے آلو
مقدار پر منحصر ہوتی ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کیاریو
چوڑائی پانچ فیٹ سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ زیادہ چوڑی کیاری
ں آلو جمع کرنے سے بیچ میں وہ جلد سڑنے لگتے ہیں۔ اس کیاری
ے چاروں طرف ۶ سے ۸ انچ گہری اور ایک سے ڈیڑھ فیٹ
ڑی نالی کھود لی جاتی ہے۔ اس میں جو مٹی نکلتی ہے اُسے دونوں
ناروں پر اس طرح رکھا جاتا ہے کہ مینڈ ۹ انچ اونچی ہو جائے
س کے بعد کیاری میں پانی بھر دیا جاتا ہے اور ایک یا دو دن
ے اسے اسی طرح رہنے دیا جاتا ہے جب زمین کافی خشک ہو
لی ہے اور مٹی آلو میں چپکنے کے قابل نہیں رہتی تو تازہ
ا ہو اور سوکھا آلو زمین پر بچھا دیا جاتا ہے۔ آلو کی یہ
ر فیٹ اونچی ہونی چاہئے۔ اس کے بعد اس پر نیم کی پتیوں
ی ایک پتلی تہ بچھا دی جاتی ہے پھر ۲" سے ۳" موٹی بھیگی
ھاس کی تہ سے اُسے ڈھک دیا جاتا ہے۔ گھاس کا نچلا سرا
ی کی نالی میں رہتا ہے۔ گھاس کی تہ لگانے میں بہت ہوشیاری
ی ضرورت ہوتی ہے اور اگر کام ٹھیک ٹھیک کیا جائے تو آلو کے
ڑے نیچے نہیں پہونچ پاتے اور آلو بھی ٹھنڈے رہتے ہیں
یس کئی تہیں پاس پاس بنائی جاسکتی ہیں کبھی کبھی آلو پر تھوڑی
یسی بھی چھڑک دی جاتی ہے جس کی وجہ سے چیونٹیاں اندر پہنچتی
اور آلو میں لگنے والے کیڑوں کو کھا جاتی ہیں۔

ڈھیر پر گھاس ڈھکنے کے بعد یہ خیال رکھنا چاہئے کہ
ندر کا درجہ حرارت حتی الامکان کم سے کم رہے۔ یہ کام پانی
ں نالیوں میں پانی بھر کر اور تیسرے چوتھے روز گھاس پر
نی چھڑک کر کیا جا سکتا ہے پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے
س لئے گرمی کم ہو جاتی ہے اور ڈھیر کے اندر کا درجہ حرارت
ھٹ جاتا ہے۔ نالی میں پانی جذب ہونے سے آلو کے نیچے
مین کی تہ نرم رہتی ہے جس سے آلو ٹھنڈا رہتا ہے۔ یہ
یکھا گیا ہے کہ اگر یہ کام اچھی طرح کیا جائے تو ڈھیر کے اندر کا

بسوری سنہ

درجہ حرارت ۸۵ ڈگری فارن ہائٹ سے زیادہ نہیں رہتا۔ اس طرح
رکھنے سے آلو میں نمی نہیں آنے پاتی اور وہ خشک رہتے ہیں۔ یہ
بھی خیال رکھنا چاہئے کہ پانی آلو کی ڈھیر میں کہیں جمع نہ ہوسکے
کیونکہ پانی کی نمی پہونچنے سے آلو جلد سڑنے لگتا ہے۔

جب تک آلو کو بیچنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس وقت
تک اس ڈھیر کو یوں ہی پڑا رہنے دیا جاتا ہے۔ لیکن بعض بعض
کسان درمیان میں کبھی کبھی ڈھیر کو کھول کر سڑے سوکھے اور
خراب آلو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ اس طرح رکھنے سے آلو
تین مہینے یا اور زیادہ دنوں تک محفوظ رہتے ہیں۔

اس طرح آلو بچا کر رکھنے کا تجربہ آلو کی فروخت کے لئے فروری
سے جون ۱۹۴۴ء تک کیا گیا۔ محکمہ دفاع کو آلو دینے کے لئے اس
اسکیم کا تجربہ محکمہ زراعت بمبئی کے آلو جمع اور حاصل کرنے والے (فوجی)
محکمہ کی طرف سے کیا گیا تھا۔ جمع کرنے کا کام زراعتی کالج پونا
اور پھل ریسرچ سنٹر کرکی میں کیا گیا۔ کل ملاکر ۶ × ۲۵ فیٹ
۲۰۰ کیاریاں درختوں کے سائے میں بنائی گئیں۔ ان میں کل ملاکر
۱۰۰ تھیلے یا ۲۰۰ من آلو تھا۔ فوج کے لئے خریدے ہوئے ۳۱۷۵۰
تھیلے آلو میں سے ۲۵۰۰۰ تھیلے جمع کئے گئے لیکن جمع کرنے کا وقت
زیادہ سے زیادہ دو ماہ تھا کیونکہ کل آلو ایک ہی بار میں نہیں
خریدے گئے اور ان گوداموں میں سے تقریباً ۱۵۰ تھیلے آلو
روز نکالے جاتے تھے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ خریدتے وقت آلو میں
کافی ہاتھ لگایا گیا اور دھوپ میں بھی کھلے پڑے رہے۔ ساتھ
ہی کھیت سے جمع کرنے کی جگہ پر پہنچنے کی مدت میں گرم بھی کافی ہوئے
لیکن نتیجہ کافی امید افزا تھا کیونکہ کل نقصان ۵٫۵ فیصدی
تھا کسی کسی ڈھیر میں تو ۸ سے ۱۰ فیصدی آلو خراب ہوگئے مگر
ایسے ڈھیر بہت کم تھے وہ قریب قریب وہی ڈھیر تھے جنہیں دن میں دھوپ لگتی تھی یہاں
یہ بتا دینا بھی اچھا ہوگا کہ تقریباً پانچ چھ ہزار بورے
جمع نہیں کئے گئے تھے بلکہ براہ راست فوج کے ہاتھ بیچ ڈالے
گئے تھے اگر یہ بھی ملا دیئے جائیں تو کل نقصان ۷ فیصدی تک
پہونچتا۔

آلو جمع کرنے میں پونا میں صرف کیڑوں کی وجہ سے خرابی
پیدا ہوتی ہے اس لئے کیڑے لگے ہوئے آلوؤں میں پٹرول کا
دھواں پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے لئے پونا زراعتی کالج میں
کنکریٹ کے چار کمرے بنے ہیں یہاں پر ۱۰۰۰ بورے آلوؤں میں
دھونی دینے کا انتظام مکمل ہو گیا ہے اس وقت پٹرول کی
۱۲ آنے فی گیلن قیمت کے حساب سے ایک ٹن آلو کو دھونی دینے
کا خرچ ۴ آنے پڑتا ہے۔

آلو جمع کرنے اور سپلائی (فوج کو) کرنے کی اسکیم کے

ہل فائدے تسلیم کر لئے گئے ہیں اور اسکو وسعت دے کر سال کے ۹ ½ ماہ تک ۔۔۔۔۳۰ بورے آلو ہر ماہ سپلائی کرنے کی اسکیم بنائی گئی ہے اس اسکیم کے ماتحت فروری سے جون ۱۹۴۴ء تک ۱۵۰۰۰ بورے آلو جمع کرنے کی توقع کی جاتی تھی اور اس کے نتیجے کا بےچینی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔

(انڈین فارمنگ)

گرام سدھار نمائش اور کانفرنس

شاکمبھری کا میلہ ضلع سہارنپور میں ایک مشہور میلہ ہوتا ہے اس میلے میں دور دور سے مرد و عورت دیوی جی کے درشنوں کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ گذشتہ سال دیگر سالوں کے مقابلے میں زیادہ لوگ جمع ہوتے میلے کی تاریخ ۳۰ ستمبر سے ۲ اکتوبر تھی۔ اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے اس ضلع کا گاؤں سدھار ایسوسی ایشن بھی اپنا پبلسٹی کیمپ لے جاتا رہا ہے اس سال اس اسکیم میں کچھ اور ترقی کی گئی اور میلے میں گاؤں سدھار نمائش کا انتظام کیا گیا۔ اس نمائش میں ضلع کے دیہات سے دستکاری اور کھیتی باڑی سے متعلق تمام اچھی اچھی چیزیں یکجا کی گئی تھیں تاکہ میلے میں آنے والے دیہاتی بھائی بہنیں اچھی طرح مستفید ہو سکیں۔ اس نمائش کے علاوہ یہاں گاؤں سدھار پنچایتوں کے پنچوں اور ممبروں کی ایک کانفرنس کی گئی جس میں گرام سدھار کے بارے میں لوگوں کو بہت سی مفید باتیں بتائی گئیں گرام سدھار کانفرنس کا پروگرام حسب ذیل تھا۔

۱۔ اکتوبر کو شام کو چار بجے جناب جے ڈی تنکل آئی سی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سہارنپور نے نمائش اور کانفرنس کا افتتاح فرمایا۔ ہمارے گرام سیوکوں نے کلکٹر صاحب کو گارڈ آف آنر دیا۔ اس کے بعد گرام سیوکوں نے ورزشوں کا مظاہرہ کیا اور انھیں گرام سیوکوں کی طرف سے بین باجے پر بھی مختلف مظاہرے کئے گئے کلکٹر صاحب ان مظاہروں سے بہت خوش ہوئے موصوف نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کو اس باجے کی ترقی کے لئے امداد دینے کا وعدہ فرمایا۔ غیر سرکاری اصحاب نے بھی گرام سیوکوں کو انعام دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بعد کلکٹر صاحب اور دیگر معززین نے نمائش کا معائنہ فرمایا اور کانفرنس کی کارروائی شروع کی گئی اور خان بہادر نظر حسین صاحب رئیس و چیرمین گاؤں سدھار ایسوسی ایشن سہارنپور نے کلکٹر صاحب اور دیگر معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے عوام کو گاؤں سدھار کی اسکیموں کے متعلق سمجھایا۔ اس کے بعد دیگر اصحاب نے نظموں اور تقریروں کے ذریعے حاضرین کو بتایا کہ کس طرح ہمارے دیہات ترقی کر سکتے ہیں آخر میں جناب کلکٹر صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ نے گاؤں سدھار کی ہر اسکیم کے متعلق مثلاً گرام سیوک دھرم گولا۔ دیہاتی پنچایتوں کی مدد اور کھیتی کی ترقی کے متعلق مفصل طور پر سمجھایا اور آخیر میں عوام سے اپیل کی کہ وہ گاؤں سدھار کی ان اسکیموں میں دلچسپی لیں اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ بعد ازاں کلکٹر صاحب نے نمائش کی بہترین اشیاء پر انعام تقسیم کئے اور کانفرنس کا اجلاس ختم کیا گیا۔

گاؤں سدھار کیمپ نے مندرجہ بالا پروگرام کے علاوہ عوام کی کچھ اور خدمات بھی کیں ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں کہ تقریباً ۲۳۰ بچوں کو جو مختلف مقامات پر بھٹکتے ہوئے ہمارے گرام سیوکوں کو ملے۔ ان کو انکے عزیزوں کے پاس پہنچایا گیا۔ چونکہ ایسے موقع پر ہمارا کیمپ دوا کے بکس بھی لے جاتا ہے اس لئے معمولی بیماریوں میں ان دواؤں کا استعمال بھی کیا گیا جس سے لوگوں کو کافی فائدہ پہنچا۔ پہاڑی جگہ ہونے کی وجہ سے یہاں پر بچھوؤں کی کثرت ہے جنکے کاٹنے سے لوگوں کو کافی پریشانی رہتی ہے ہمارے ایک سرکل آرگنائزر اسکا بہت اچھا علاج کرتے ہیں اس لئے عوام نے ان کی خدمات سے کافی فائدہ اٹھایا۔

۲ اکتوبر کو شام کے وقت کیمپ بند کر دیا گیا کیونکہ پوجا کے بعد یاتری واپس چلے جاتے ہیں۔

دُنیا کے اہم واقعات

از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

امریکہ میں مسٹر روزبیلٹ کے بعد صدر منتخب ہو جانے کے باعث وہاں کے سیاسی حالات بدستور سابق ہیں۔ مسٹر کارڈل ہل وہاں کے وزیر خارجہ تھے لیکن خرابی صحت کی بنا پر اُنھیں اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا اور اب اُن کی جگہ دوسرے جو وزیر خارجہ مقرر ہوئے ہیں اُنھوں نے اعلان تو کیا ہے کہ وہ اپنے پیشرو کی پالیسی پر عمل کریں گے لیکن یونان میں برطانی کارروائی کی سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ فلپائنس میں ایک امریکی صاحب نے یونان کی امریکی سیاست برطانی سیاست سے بہت بدتر کہا ہے۔ ان باتوں سے یونان کے معاملہ میں ان دونوں ممالک میں اختلاف پیدا ہو رہا ہے۔ حالانکہ برطانیہ کا بیان ہے کہ اُس نے یونان میں جو کارروائی کی ہے وہ امریکہ اور روس کی رائے لے کر کی ہے۔ بات یہ ہے کہ وہاں کے بہت سے محبان وطن جرمنی سے لڑنے میں برطانیہ کی مدد کرتے تھے۔ جب برطانیہ کی فتح ہوئی تو ان لوگوں نے شاہ یونان کو تخت دینے کے بجائے اپنے یہاں جمہوری حکومت قائم کرنی چاہی۔ مسٹر چرچل کا بیان ہے کہ وہ لوگ وطن پرستی کے پردے میں جرمنی سے ملے ہوئے ہیں۔ یہ شبہہ ممکن ہے امریکہ کو نہ ہو۔ برطانیہ کی مزدور پارٹی نے بھی اس معاملہ میں مسٹر چرچل کے خلاف اظہار ناراضگی کیا ہے۔ اب وہاں ایک ایجنٹ مقرر کیا گیا ہے۔ اس تقرر کو شاہ یونان پہلے نامنظور کرتے تھے لیکن اب انھوں نے منظور کر لیا ہے۔

فرانس کا بیشتر حصہ جرمنی کے قبضہ سے آزاد کیا جا چکا ہے۔ اُس نے روس سے سمجھوتہ بھی کر لیا ہے۔ مغربی جرمنی اور بلجیم میں جرمنوں سے برطانیہ اور امریکہ کی جنگ جاری ہے۔ فرنچ میجنو لائن پر جرمنی کا قبضہ ہو چکا ہے لیکن اس کے ذریعے برطانی اور امریکی حملے روکنے میں اُسے ناکامی ہو رہی ہے۔ اب یہ فوجیں جرمن سیگ فریڈ لائن پر بڑھ بڑھ کر

لفٹننٹ جنرل ایم۔ سی ڈیمپسے سی بی اڈی۔ ایس۔ او ایم سی۔
دوسری برطانی فوج کے کمانڈر

حملے کر رہی ہے۔ جرمنی بھی جان توڑ کر کو[illegible] کر رہا ہے۔ ادھر عام طور پر خیال کیا جا رہا ہے کہ ہٹلر کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اسکی جگہ ہملر

ہے۔ اگرچہ نام ہٹلر ہی کا چل رہا ہے۔ جرمنی سے جنگ کرنے کی وجہ سے روس ہنگری پر بھی حملہ کر رہا ہے اور اس ملک کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ بھی کر چکا ہے۔ اُس کے دارالحکومت بوڈاپسٹ کو روس نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اُس کے قبضہ میں آنے کی توقع کی جا رہی ہے۔ اپنی کثیر فوجیں اس محاذ پر چھوڑ کر روس اب آگے بڑھ کر آسٹریا پر حملہ کرنے جا رہا ہے۔ اُسکے پایۂ تخت

راکیٹ فائرنگ سورڈ فش ہوائی جہاز
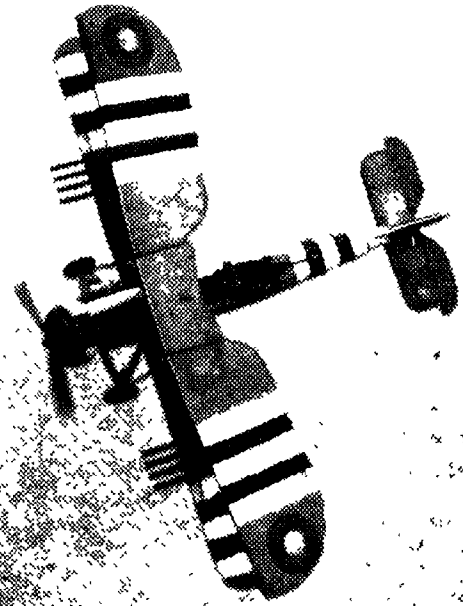
ویانا پر روس نے حملہ کر بھی دیا ہے۔ جرمنی نے اُس کی حفاظت کے تمام انتظام کر رکھے ہیں۔ دیکھئے اس محاذ پر کیا ہوتا ہے۔ اتحادی کمانڈر جلد فتح کی امید دلا رہے ہیں۔ اُدھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حالانکہ جرمنی بہت کچھ کمزور ہو گیا ہے پھر بھی خاص جرمنی پر حملہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی پوری کوششوں سے مقابلہ کر رہا ہے۔ اِدھر اُس نے مدافعانہ جنگ کرنے کے بجائے وہ امریکی فوجوں پر خوفناک حملے بھی کرنے لگا ہے۔ پہلے یہ خیال تھا کہ آنے والی گرمی کے شروع میں اس کو شکست ہو جائے گی لیکن اب مسٹر چرچل وزیر اعظم کا بیان ہے کہ جنگ شائد آنے والی گرمی کے آخر تک طول کھینچ جائے۔ اُدھر امریکہ میں جنگ کے اس سے بھی زیادہ عرصہ تک جاری رہنے کا خیال کیا جا رہا ہے۔ روس نے فنلینڈ کے راستے سے آگے بڑھ کر جرمنی کے مقبوضہ ملک ناروے پر بھی حملہ کیا تھا لیکن اُس کا کوئی نتیجہ نہ معلوم ہوا۔ اُدھر مشرقی پرشیا پر بھی حملہ ہوا تھا جسے جرمنی نے روک دیا ہے۔ اُدھر کوئی خاص نتیجہ نہیں برآمد ہوا۔ رومانیہ اور بلغاریہ روس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ ادھر یونان کے ساتھ برطانیہ نے جو برتاؤ کیا ہے اُس سے کافی ہلچل مچی ہوئی ہے۔ اُمید ہے کہ معاملہ جلد طے ہو جائے گا۔ اٹلی میں بھی جرمن برطانیہ اور امریکہ سے بہت سخت جنگ کر رہے ہیں۔ اِدھر اتحادی فوجوں نے جرمنی سے فانزا نامی مقام چھین لیا ہے۔ دریائے پو کے ساحل تک بڑھنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ مغربی جرمنی میں امریکی اور برطانی فوجیں بہت زوردار حملے کر رہی ہیں۔ شروع میں انھیں بہت کچھ کامیابی حاصل ہوئی لیکن دس پندرہ روز سے جنگ کا زور کچھ کم ہو گیا کہا جاتا ہے کہ جرمنی نے اپنی طاقت پھر سے سنبھال لی ہے۔ اُس کی شکست تو یقینی ہے لیکن ایسا کب ہوگا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ ۱۹۴۵ء کے اندر اندر جرمنی کے خاتمہ کی امید کی جا سکتی ہے۔

اِدھر اتحادی ارکان ثلاثہ یعنی امریکہ، برطانیہ اور روس میں کچھ باتوں میں اختلاف پیدا ہو رہا ہے جسے دور کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں روس پولینڈ کا مشرقی حصہ کرزن لائن کے پہلے سے لینا چاہتا ہے۔ پولینڈ کی ایک حکومت لندن میں مقیم ہے اور دوسری روس نے پولینڈ ہی میں قائم کی ہے۔ یہ حکومت روس کی مرضی کے مطابق وہاں کام کر رہی ہے۔ اُدھر لندن میں مقیم پولش حکومت مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کے سمجھانے پر بھی پولینڈ کا کوئی حصہ روس کو نہیں دینا چاہتی۔ مسٹر چرچل نے صاف کہہ دیا ہے کہ اپنی یہ ضد نہ چھوڑنے سے ممکن ہے کہ یہ پولش حکومت کوئی کچھ

اختیار نہ حاصل کرسکے اور روس کی بنائی ہوئی حکومت ہی پورے طور پر قابض ہو جائے۔ یہ رائے بہت سے انگریزوں کو بھی ناپسند ہے۔ ادھر امریکہ پولینڈ کے ساتھ انصاف کرنے کا اعلان کر رہا ہے۔ دیکھئے کہ اسکا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ ابی سینیا میں بھی برطانیہ کے خلاف کوئی شکایت سنائی دے رہی ہے ایران سے پٹرول کے معاملہ میں روس سے کشیدگی ہے اور برطانیہ و امریکہ بھی ایران سے ناخوش ہیں۔ اس معاملہ میں قدرے اتفاق نظر آتا ہے۔ یہ بھی ایک ٹیڑھا سوال ہے جس کا حل کرنا اتحادیوں کے لئے ضروری ہے جمہوریہ چین کے صدر مارشل چیانگ کائی شیک ہیں۔ ان میں اور امریکی کمانڈر میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا جس کے باعث اُسے وہاں سے ہٹا دیا گیا ادھر چیانگ کائی شیک نے بھی صدارت سے استعفا دیکر فوجی انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں چین کے شمالی حصہ میں کمیونسٹوں کا زیادہ اثر ہے جن کے

دوسرے ٹیکٹیکل ایرفورس کے بمبار جرمن نشانے پر بم برسا رہے ہیں۔
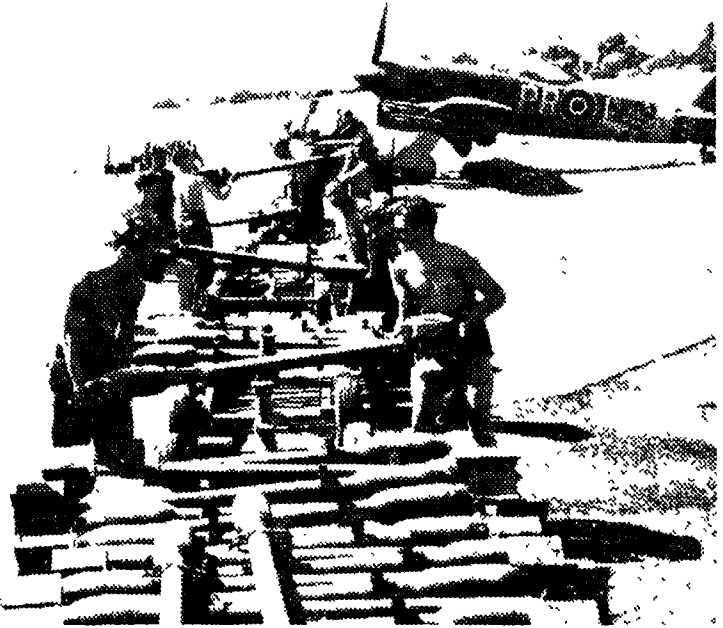
راکٹ بردار ٹائی فون بمباری کر رہے ہیں

لیڈر، دو چینی برادران ہیں وہ روس سے بھی کچھ میل جول کرسکتے ہیں۔ ادھر جاپان نے جنوبی چین کو بہت دبایا تھا جس کے باعث اس کے ہتھیار ڈال دینے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ چین کی یہ شکست ہندوستان کے لئے بھی نقصان دہ ہو سکتی تھی یہ امر باعث مسرت ہے کہ ادھر جاپانی فوج چینیوں نے پیچھے ڈھکیل دیا ہے اور اب چین اوپر کا یہ اندیشہ دور ہو گیا ہے۔ کیمونسٹوں سے بھی میل کرنے کی کوشش ہو رہی تھی جواب ناکام رہی۔ اگر یہ کوشش کامیاب ہو جاتی تو اچھا ہوتا۔ دو ایک بار یہ بھی سنائی دیا ہے جرمنی سے جنگ ختم ہونے پر روس بھی چین میں دخل اندازی کرنا چاہتا ہے۔ یہ بھی ایک اہم پیچیدہ سوال ہے لیکن بہرحال یہ دور کی بات ہے فلپائنس میں امریکنوں نے جزیرہ لیٹے فتح کر لیا اب جزیرہ منڈارو پر ان کا حملہ ہو رہا ہے۔ مجمع الجزائر پر امریکہ کا قبضہ تھا۔ اس نے فلپائن کو ۱۹۴۶ء میں آزاد کر دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اسی درمیان میں ۱۹۴۲ء میں جاپان اس پر قبضہ کر لیا۔ اب امریکہ اُسے پھر فتح کر رہا ہے اس نے وعدہ کیا ہے ۱۹۴۶ء کا بھی انتظار نہ کیا جائے گا اگر وہ اور پہلے جیت گیا تو فوراً فلپائنس کو آزاد کر دے گا۔ اسی لئے وہاں لوگ دل و جان سے امریکہ کی مدد کر رہے ہیں

ادھر امریکہ کی بحری اور ہوائی فوج نے جاپان کو کافی نقصان پہنچایا ہے اور اب بھی خاص جاپان پر بمباری ہو رہی ہے۔ ادھر شمالی برما کے ایک بڑے حصے پر برطانیہ نے پھر سے قبضہ کر لیا ہے

اور دریائے ... ن پر ایک بڑا پل بھی بنا لیا ہے آگے بڑھنے کی کوشش جاری ہے ... یہی حملے کا انتظام ہو رہا ہے۔

ہندوستان میں ہز ایکسیلینسی وائسرائے نے کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا مطالبہ ٹھیک نہیں ہے اور ہندوستانیوں کو برطانیہ کے وعدوں پر اعتبار کر کے جنگی کوششوں میں مدد دینی چاہئے بعد میں درجہ نوآبادیات ضرور عطا کر دیا جائیگا۔ انھوں نے کہا کہ اگر اس معاملہ میں برطانیہ کی نیت نیک نہ ہوتی تو میں خود یہ عہد قبول نہ کرتا۔ اگرچہ ان کے لہجہ میں صداقت کا شائبہ پایا جاتا ہے لیکن کوئی معین وعدہ نہ ہونے اور ماضی میں اس قسم کے وعدوں کا ٹالنے کی پالیسی کی وجہ سے ہندوستانیوں کو یقین نہیں آتا تاہم کچھ لوگوں کو ان کی باتوں پر اعتبار ہے اور وہ حکومت کی ہر قسم کی امداد کر رہے ہیں۔

لفٹننٹ جنرل سر اولیور لیز جنوبی مشرقی ایشیائی اتحادی بری فوج کے کمانڈر۔

اناج کو بارش سے بچانے کی ترکیب

... کرت اکھیاس ... ت ... کھیان
... ی ... ت جات ... ل ... انسان

ناظرین! ہم کئی سالوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بارش کے موسم ... اور اکثر جب چیت کی فصل کٹنے کو تیار ہوتی ہے بارشیں ہوتی ہیں۔ ... کھلیان میں ... پانی ... بیچارے ... کسان کی تمام امیدوں پر پانی ... افسوس ملتا رہ جاتا ہے ... کہ جس سے وہ اس آفت ... کسان اور ... کے چھپروں تک تو کچھ ... ڈھیر بھی نہیں بنا سکتا۔ گذشتہ کئی سال کے تجربوں سے ... ہوا ہے کہ اگر حسب ذیل طریقہ پر فصل کے گٹھوں کا ڈھیر ... جاوے تو اناج کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ محض تھوڑے ... کو نقصان پہنچے گا۔

طریقہ:- پولے یا گٹھے چھوٹے یا بڑے جیسا کہ رواج ہو اس طرح باندھے جائیں کہ بالیاں ایک طرف کو ہوں پھر ایک چھوٹے یا بڑے حلقہ میں جیسی کہ ... ہو کھڑا گٹھا کھڑا کھڑا پانی اوپر کو کر کے رکھا جاوے۔ ان کے اوپر ایک تہ گٹھوں کی پڑی ہوئی اس طرح رکھی جاوے کہ بالیاں اندر کی طرف ہوں۔ اس کے اوپر دوسری تہ بھی اسی طرح رکھی جائے لیکن وہ کنارے سے قریب ایک بالشت چھوڑ کر اور پھر ہر ایک تہ پہلی تہ سے ایک بالشت چھوڑ کر رکھی جاوے تاکہ آخیر کو ڈھیر ایک گول مندر کی شکل کا بنجاوے۔ سب سے اوپر چوٹی پر ایک بڑی ناند ... رکھا جاوے تاکہ ہوا سے نہ ہٹے اور بیچ میں پانی بھی نہ جا سکے۔ اس ڈھیر کے چاروں طرف ایک چھوٹی سی مینڈ بنا دینی چاہیے تاکہ باہر کا پانی ڈھیر کے اندر نہ جا سکے اس طرح کا ڈھیر عرصہ تک رہ سکتا ہے اور پانی سے اناج بچ سکتا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ مفید المزارعین)

گیہوں کی بیماریاں

(از جناب گنگا دھر اندرہ کر)

گیہوں کی کاشت کرنے والے کسان اکثر گیہوں کی بیماریوں سے پریشان پائے گئے ہیں ان کی ساری کی کرائی محنت بیکار ہو جاتی ہے گیہوں میں دو بیماریاں زیادہ تر ہوتی ہیں ان بیماریوں کی علامتیں حسب ذیل ہیں۔ (۱) اس سے گیہوں کے پودے کا نیچے کا حصہ سڑ جاتا ہے اور انکوے کم نکلتے ہیں (۲) بہت سی بالوں میں دانے جمنے ہی نہیں پاتے (۳) جہاں دانے لگتے بھی ہیں وہ جگہ کالی ہو جاتی ہے اور بعد میں دانے بھی کالے پڑ جاتے ہیں۔ فٹ راٹ کی بیماری کسی بھی حالت میں فصل کو تباہ کر دیتی ہے لیکن جب پودے چھوٹے ہوتے ہیں تو زیادہ نقصان نہیں پہونچتا۔

عموماً بارش ہونے کے بعد ہی گیہوں کی بوائی شروع ہوتی ہے لیکن جس سال بارش کم ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی اس سال بھی کسان گیہوں بوتے ہیں گیہوں کے انکوے جمنے کے لئے ہوا میں ٹھنڈک آنی ضروری ہے بارش کی کمی کے باعث اگر وہ نہ آئی تو بہت سے پودے چھوٹی حالت میں ہی مر جاتے ہیں اور دوسری بیماریوں سے بھی فصل برباد ہو جاتی ہے۔

وقت گذر جانے کے بعد گیہوں دیر میں بونے سے گیروا (Rust) بیماری ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے دیر میں بیج بونے پر فصل دیر میں تیار ہوتی ہے اور بال آتے وقت اسے گیروا کی بیماری ہو جاتی ہے لیکن اس طرح ہونے والی گیروا بیماری کے مقابلہ میں فٹ راٹ سے زیادہ نقصان ہونے کا احتمال رہتا ہے۔

اس لئے گیہوں بونے کا وقت ٹھیک ہونا چاہئے بارش کی حالت دیکھکر یہ وقت مقرر کیا جا سکتا ہے۔ بوائی بہت دیر میں کرنی بھی ٹھیک نہیں۔ بارش ہونے کے بعد زمین آہستہ آہستہ خشک ہوتی جاتی ہے اس معاملہ میں ہر کھیت کے لئے اس کے پچھلے تجربہ دیکھکر ہی وقت مقرر کرنا چاہئے۔ فٹ راٹ سے بچنے کے لئے گیہوں کی بوائی کا وقت جتنا ہی آگے بڑھایا جائیگا اتنا ہی اچھا ہے۔

ابھی ہم نے بتایا ہے کہ گیہوں میں گیروا (Rust) کی بیماری ہو جاتی ہے یہ بیماری بھی تین قسم کی ہوتی ہے (۱) کھوڑ گیروا (۲) پتے والا گیروا اور (۳) پتیوں کا گیروا

(۱) کھوڑ گیروا۔ یہ بیماری ہر قسم کے گیہوں میں پائی جاتی ہے۔ جہاں یہ بیماری شروع ہوتی ہے اس جگہ لال یا سیاہ رنگ کے پھوڑے ہونے لگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ لال پھوڑے بھی سیاہ ہو جاتے ہیں اس بیماری کی وجہ سے گیہوں کا دانہ سکڑ کر چھوٹا ہو جاتا ہے اور بھی کم ہو جاتی ہے۔

(۲) پتے والا گیروا۔ پتوں کے بالائی حصہ پر یہ دکھائی دیتا ہے اس سے گیہوں کی بال اور دانے برباد ہو جاتے ہیں اس کے پھوڑے کھوڑ گیروے سے چھوٹے اور ایک دوسرے سے چپکے ہوئے ہیں۔ پتیوں کا ہرا ہرا رنگ آہستہ آہستہ پھیکا پڑ جاتا ہے کا گیہوں کی طرح زرد ہوتا ہے کچھ دنوں بعد بیمار پتوں .... پر پھیکے سیاہ رنگ کی لائنیں نظر آنے لگتی ہیں اور آخیر میں ان کا رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

(۳) پتیوں کا گیروا۔ اس بیماری کا نام ”اورینج رسٹ“ بھی ہے اس بیماری کے پھوڑے چھوٹے اور ان کا رنگ گہرا ہے یہ پھوڑے پتوں پر بکھرے رہتے ہیں اور اس کے بالائی پر ہی ہوتے ہیں۔

ان تینوں قسم کے گیروؤں کی دوا ہو سکتی ہے لیکن اگر کر ان دانوں کو دبا کر پھوڑوں کو نقصان سے بچائے تو یہ بہت ایسی بڑی بیماری پر کوئی بھی بیرونی علاج کام نہیں دیتا۔ [illegible] جنوری کے بادل اور بالوں میں دانے بھرنے کے پہلے اور [illegible] وقت کھاد کا پانی نکھارنے کی بد انتظامی وغیرہ کی وجہ سے ان میں اضافہ ہوتا ہے [illegible] روکنے کے لئے حسب ذیل تدابیر [illegible] کی وجہ سے فصل برباد ہونے کا امکان کم رہتا ہے۔

(۱) ایسی گیلی اور سایہ دار زمین پر گیہوں کی کھیتی نہ کرنی چاہئے جہاں سے پانی اچھی طرح نہیں نکالا جا سکتا۔

(۲) بیج ایسے ہی گیہوں کا بونا چاہئے جس پر کسی بیماری کا اثر نہ ہو۔

(۳) بیماری کی وجہ سے سکڑا ہوا بیج نہیں بونا چاہئے

(۴) زمین فاسفیٹ ملی ہوئی کھاد ڈال کر تیار کرنی چا[ہئے]

(۵) پوٹاشیم کھار اور امونیم سلفیٹ کے پانی کی سینچائی سے پتے والے گیروے کا اثر کم ہوتا ہے۔

ان [illegible] بیماری اور [illegible] [illegible] والوں [illegible] تعداد [illegible] [illegible] وقت [illegible] تیار ہوئے [illegible] یہ بیماری ہوتی ہے اس [illegible]

ں کا سبز رنگ جلد خراب ہوتا ہے اور وہ وقت سے پہلے سوکھ کر
ر پڑ جاتی ہیں
اسکی تدبیر عام کسان جو قدیم طریقوں سے کرتے ہیں نہیں کرسکتے
۔ بیماری کے کیڑوں سے بھری گھاس اور کوڑا اوپر اوپر ہل چلانے
وپر ہی کی سطح میں گڑا رہتا ہے وہ کیڑے بڑھتے بھی بہت تیزی سے
ہیں پودوں پر پھول رہتے وقت یا اس کے بعد اگر ہوا سرد ہو جائے تو
یہ بیماری بڑھ جاتی ہے اس لئے پہلی فصل کا سب کوڑا ہل چلاتے وقت
باہر کر دینا چاہئے فصلوں میں ادل بدل کرنا اور اچھے بیجوں کا استعمال کرنا
ہی اس کا واحد علاج ہے ہوشیار رہنے پر فصل کو زیادہ نقصان نہ پہونچیگا۔

ٹیپیواوکا کی کاشت

(از جناب دتونا تھ ریساد سنگھ)

ٹیپیواوکا کا نام اس صوبہ میں بہت کم کسانوں کو معلوم ہے۔ اسکی
ت اور فوائد سے کسان ابھی ناواقف ہیں یوں تو یہ جنوبی ہندمیں
بار کے علاقہ میں بہت دنوں سے پیدا کیا جا رہا ہے پھر بھی ہمارے
بے کے لئے ابھی یہ چند سال تک یہ ایک نئی قند کی ذات کی ترکاری
جائے گی۔ ہندوستان میں اسے سب سے پہلے سترہویں صدی
پرتگال والے لائے اس وقت سے مالابار میں اس کی کاشت
تی ہے۔ جنوبی ہند میں تو لوگ اس کی وجہ سے قحط کو بھول گئے
۔ ٹراونکور میں اس کی کاشت تقریباً ۵ لاکھ ایکڑ میں ہوتی ہے
، یوپی میں ٹیپیواوکا کی کاشت کی طرف قطعی توجہ نہیں کی گئی۔
، ماہرین کا بیان ہے کہ اس صوبہ میں بھی اس کی کاشت بہت
طرح ہو سکتی ہے۔ یوپی کی آب وہوا اور حالات ٹیپیواوکا کی کاشت
بت موافق ہیں۔ اگر کسان اس کی کاشت کرنے لگیں تو یہ انکے
یک مفید کوشش ہو سکتی ہے۔
ان باغیچوں میں جو نئے لگائے گئے ہیں اور جہاں درخت
سال میں تیار ہونے والے ہیں اسے پیدا کرکے اس زمین سے
قم وصول کی جاسکتی ہے جس سے برسوں میں بھی کچھ ملنے کی امید
ں۔ یہ ہیر پھیر کے لئے بھی پیدا کیا جاتا ہے۔ مثلاً تمباکو، ترکاری
، گنے کی کاشت کے پہلے بوتے ہیں۔
ٹیپواوکا کا پودا تقریباً چھ سات فیٹ اونچا ہوتا ہے۔ اسکی
ں ہتھیلی کی طرح بکھری رہتی ہیں اور اکثر ایک گچھے میں پانچ
پتیاں ہوتی ہیں۔ اس کی جڑیں لمبی اور موٹی ہوتی ہیں جو بھی
تو ۲ تین فیٹ لمبی اور تقریباً دو سے چار انچ تک موٹی ہوتی
۔ یہ پودہ ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے۔ لیکن یہ سالانہ فصل کی صورت
ہی پیدا کیا جاتا ہے۔ ٹیپواوکا دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو کڑوا
دوسرا میٹھا۔ کڑوا ٹیپواوکا کی ترکاری اور میٹھے ٹیپیواوکا کی
وٹ وغیرہ چیزیں بنتی ہیں۔ دونوں کے فائدے یکساں ہیں۔
اس کی جڑ کی یہ عجیب خاصیت ہے کہ یہ کھائی نہیں جاسکتی۔
اسکی جڑمیں پروسک ایسڈ پایا جاتا ہے جو بہت تیز زہر ہے اس لئے کچا
کھانا خطرہ سے خالی نہیں۔
اس کی کاشت کے لئے بہت زرخیز زمین کی ضرورت ہے۔
اگرچہ یہ کمزور زمین میں بھی ہوتا ہے لیکن پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔ یہ
بھی تمباکو کی طرح زمین کو کمزور کر دینے والی فصل ہے لہٰذا یہ عموماً خوب
کھاد پائے ہوئے کھیت میں ہی بویا جاتا ہے۔ اس کی کاشت کے
لئے وہ زمین بہت ہی نقصان دہ ہے جس میں پانی لگتا ہے۔ یہ ایسی
جگہ میں نہیں ہوتا اس کے لئے خوب ڈھلوان زمین ہونی چاہئے
جس میں پانی نہ رُکے ایسی جگہ میں اس کی پیداوار اچھی ہوتی ہے۔
اس کے بونے کے لئے زمین اچھی طرح جوت کر ہموار کرلی جاتی
ہے اور اس میں اس کے درختوں سے پانچ چھ انچ لمبے ٹکڑے
کاٹ لئے جاتے ہیں جو زمین میں کہیں کہیں کھڑے اور کہیں کہیں
پڑے گاڑ دیئے جاتے ہیں۔ چار پانچ فٹ کے فاصلے پر بنی ہوئی
کیاریوں میں اسے بویا جاتا ہے اس کے پودے ایک دوسرے
سے تین چار فیٹ کے فاصلے پر لگائے جاتے ہیں۔
بارش کے شروع میں یا اس سے کچھ پہلے اپریل میں اسکی
بوائی ہوتی ہے۔ پہلے بو دینے پر کچھ سینچنے کی ضرورت ہوتی ہے
لیکن جون میں ایک پانی کے بعد بو دینے سے پانی دینے کی ضرورت
نہیں ہوتی۔ ستمبر کے قریب یہ کھودنے کے قابل ہو جاتا ہے اُسے
کھود کر ربیع کی فصل پھر سے اس کھیت میں بوئی جاسکتی ہے۔
جاڑوں میں بونے میں اس میں کم کامیابی ہوتی ہے کیونکہ یہ
زیادہ سردی نہیں برداشت کر سکتا۔
اس کی کٹائی میں بھی خاص احتیاط رکھنی پڑتی ہے۔ اسکے
تیار ہونے کی پہچان اس کے پھول اور پھلوں سے نہیں ہوتی بلکہ
یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس کی جڑیں کافی موٹی ہوگئی ہیں یا نہیں۔
بہت دنوں تک کھیت میں پڑا رکھنے سے اس کی جڑیں سخت اور
لکڑی کی مانند ہو جاتی ہیں جو پھر کھانے کے قابل نہیں رہ جاتی اسلئے

تیار ہونے پر پہلے اس کے تنے کو زمین سے ۶ انچ چھوڑ کر کاٹ لیتے ہیں اور پھر زمین کو کھود ڈالتے ہیں اور اس کی جڑوں کو اکھاڑ لیتے ہیں ۔ کٹے ہوئے تنے کی ڈالوں کو احتیاط کے ساتھ سایہ میں رکھ دیتے ہیں ۔ یہی شاخیں کاٹ کاٹ کر اگلی فصل میں بوئی جاتی ہیں ۔

اس کی پیداوار ملایا وغیرہ ممالک میں بہت اچھی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہاں یہ ۱۴ ٹن فی ایکڑ تک پیدا ہوا ہے لیکن جنوبی ہند میں ۵ ٹن فی بیگھہ تک پیدا ہوتا ہے اوسطاً اس کی پیداوار تین ٹن فی بیگھہ ہوتی ہے ۔

ٹیپواوکا کا زیادہ استعمال ترکاری اور اسٹارچ بنانے میں ہو رہا ہے ٹیپواوکا کو استعمال میں لانے کے پہلے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیا جاتا ہے پھر اسے پانی میں اُبال ڈالتے ہیں ۔ ابالنے سے اسکا تیزابی حصہ پانی میں گھل کر نکل جاتا ہے اور ٹیپواوکا کھانے کے قابل ہو جاتا ہے ۔ اسے لوگ ٹکڑے کر کے خشک کر کے بھی رکھتے ہیں اور استعمال کرتے وقت ابال لیتے ہیں ۔ لیکن سب سے اچھا طریقہ اس کو اُبال کر ٹکڑے کر کے سکھا کر رکھنا ہے ۔ کیونکہ پھر جب چاہیں فوراً استعمال کر سکتے ہیں ۔

ہندوستان میں تقریباً چھ لاکھ ٹن اسٹارچ کی ضرورت پڑتی ہے جو ممالک غیر خصوصاً ممالک متحدہ امریکہ سے منگایا جاتا ہے اگرچہ ہندوستان میں بھی یہ پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا اسٹارچ نہیں بنایا جاتا ٹیپواوکا کی میٹھی ذات میں تقریباً ۳۰ سے ۴۰ فیصدی تک اسٹارچ پایا جاتا ہے جس میں سے مشین کے ذریعہ کارخانوں میں تقریباً ۲۵ ۔ ۳۰ فیصدی تک نکال لیا جا سکتا ہے اس میں سے اسٹارچ نکالنے کا طریقہ آلو اور شکر قند وغیرہ کے طریقوں کی طرح ہے ۔

یہ ہندوستان کے غریبوں کی خاص غذا بن گئی ہے دکھن میں چاول کی کمی اسی کے ذریعے پوری کی جاتی ہے ۔ اس کی مانگ دوسرے صوبوں میں بھی ہے ابالے اور سکھائے ہوئے ٹیپواوکا کے آٹے سے بسکٹ بنایا جاتا ہے ۔ آجکل اس کے اور بھی کئی استعمال ہو رہے ہیں مثلاً فلیک ٹیپواوکا اور پرل ٹیپواوکا وغیرہ اس پھل کے زہریلے مادے اور دیگر مادے اس سے مختلف صورتوں میں حاصل ہوتے ہیں ان کو بھی بخوبی استعمال میں لایا جا سکتا ہے ۔

صوبہ ممالک متحدہ میں کپاس کی ترقی دادہ قسمیں

(از مسٹر بی ایل سیٹھی ۔ ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی (ویلس) ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت مغربی حلقہ علیگڈھ)

صوبہ ممالک متحدہ میں زیادہ تر دیسی گھٹیا قسم کی کپاس جو بیوپار ۔ یوں میں بنگالس کے نام سے مشہور ہے پیدا ہوتی ہے اس کے پودے چوڑے اور پتلے پتوں والے ہوتے ہیں اور ان پر سفید اور پیلے پھول آتے ہیں ۔

سنہ ۱۹۰۱ء سے لیکر اب تک نباتاتی پیدائش کے کام کے ذریعہ اس جنس پر کام کرنے والوں کی مدد سے محکمہ زراعت نے کپاس کی چند ترقی یافتہ قسمیں نکالی ہیں یہ سب قسمیں اپنے اپنے وقت پر کاشت میں لائی گئیں اور آجکل سب سے عمدہ بالترتیب پر سو امریکن اور کانپور نمبر ۵۲ ہیں ۔ یہ دونوں قسمیں صوبہ ممالک متحدہ کے کپاس پیدا کرنے والے رقبہ میں خاص طور سے عمدہ اور زیادہ پیداوار دینے والی ثابت ہوئی ہیں ۔ یہی دونوں قسمیں آجکل محکمہ زراعت بڑھا رہا ہے ۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں کسانوں کو بیج دیا جا سکے ۔

ترقی یافتہ اقسام کی خوبیاں ۔ سی نمبر ۵۲۰ سنہ ۲۰-۱۹۱۹ء میں سہارنپور میں انتخاب کی گئی تھی ۔ ایک اگیتی قسم کی کپاس ہے اور اسکے پتے جڑے اور پھول سفید ہوتے ہیں ۔ بغیر سینچائی کی ہوئی اور آبپاشی کی ہوئی زمین میں اس کپاس کی اوسط پیداوار اچھی حالت میں تقریباً ۶ من ۱۹ سیر سے لیکر ۹ من ۳۰ سیر تک ہوتی ہے یہ پیداوار دونوں حالتوں میں دیسی سے ایک من فی ایکڑ زیادہ ہے اس میں روئی کا پرتہ تقریباً ۳۵،۵ فیصدی اور ریشہ کی لمبائی ۰۶ء انچ ہوتی ہے اور اس سے ۱۳ نمبر تک کے کاتے سوت کتتا ہے اس کپاس پر آٹھ آنہ سے ایک روپیہ فی من تک دیسی سے بڑھکر قیمت ملتی ہے اور گیارہ روپیہ سے لیکر بیس روپیہ فی ایکڑ کا فائدہ دیسی بونے والے کسان سے زیادہ ہوتا ہے ۔

سینچائی پر بوئی جانے والی کپاس ۔ وسط یا کم بارش والے ضلعوں میں اس کپاس کے بونیکا سب سے اچھا وقت مئی کے آخری ہفتے سے جون کے پہلے ہفتے تک ہے ۔ زیادہ بارش کی حالت میں جوتائی جون کے پہلے ہفتے میں ہو جانی چاہئے ۔ صوبہ ممالک متحدہ کی اگست اور ستمبر کی زائد بارش کے نقصان دہ اثر سے فصل بچ جاوے ۔ برسات کے بوئے جانے والے رقبہ میں تو بوائی بارش کے ہونے پر ہی ہوتی ہے ۔

کپاس کی فصل ۴ ماہ میں چنائی کے قابل ہو جاتی ہے اور کپاس اترنے لگتی ہے۔

[illegible] پرسو امریکن۔ ایران سے لائی ہوئی کپاسوں میں سے چھانٹ کر کے یوپی میں رواج دی گئی ہے یہ قسم [illegible] اور اچھی پیداوار دینے والی ہے اسکے پودے پر چوڑے تینلے پتے اور بڑے بڑے پھول [illegible] ہیں۔ بول بڑا [illegible] دار براوں سے لیکر [illegible] کا [illegible] ہوتا ہے اچھی حالتوں میں کپاس کی اوسط پیداوار فی ایکڑ تقریباً [illegible] ہوتی ہے جو کہ دیسی سے قریب ڈیڑھ [illegible] ایکڑ زیادہ ہے [illegible] روئی کا [illegible] فیصدی ۳۲ اور ریشہ کی لمبائی ۸۸ء۰ انچ ہوتی ہے [illegible] زیادہ سے زیادہ ۳۲ نمبر کے بانے کا سوت کاتتی ہے۔ [illegible] امریکن کپاس کی قیمت عموماً تقریباً دیسی سے دوگنی ملتی ہے اور اس طرح اس کی کاشت میں دیسی سے بہت زیادہ فائدہ کاشتکار کو ہوتا ہے۔ موجودہ فصل یعنی ۱۹۴۳-۴۴ء میں اس سے پینتیس [۳۵] روپیہ فی ایکڑ دیسی کپاس سے زیادہ ملا۔ اس بیشی کا سبب یہ ہے کہ موجودہ لڑائی کی وجہ سے لمبے ریشے والی کپاس کی مانگ بہت ہوئی ہے پرسو امریکن کی کاشت [illegible] کے ساتھ [illegible] ہے۔ اور اس کا سب سے [illegible] ہونے کا [illegible] پہلے ہفتے سے لیکر جون کے پہلے ہفتہ تک ہے۔ یہ فصل ۴ ماہ سے [illegible] زیادہ وقت میں چنائی کے قابل ہو جاتی ہے۔

سی نمبر ۵۲۰ اور پرسو امریکن کپاسوں کا مقابلہ اور اوصاف دیسی کے مقابلے میں جانچنے کے لیے چار سال مغربی یوپی کے ۶ مختلف کھیتوں کے چھ مقامات پر تجربے کیے گئے کل ۲۴ ٹکڑے تجربے کے بوئے گئے تھے جنکے نتیجوں سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ سی نمبر ۵۲۰ اور پرسو امریکن کپاسیں دیسی سے کہیں اچھی ہیں مندرجہ ذیل چھ مقامات پر یہ تجربے کئے گئے تھے گورمنٹ فارم راया (متھرا) کلائی (علی گڈھ) [illegible] پوری (آگرہ) بلند شہر۔ میرٹھ میں پوری گورمنٹ فارم [illegible] یہ تجارتی طور سے ۷ سال پرسو امریکن اور سی نمبر ۵۲۰ کے نتیجے جبکہ دونوں قسمیں اپنے اپنے سب سے موزوں وقت پر بوئی گئی۔ یہ دکھاتے ہیں کہ پرسو امریکن کی پیداوار سی نمبر ۵۲۰ کی پیداوار کو بھی قریب ۵۶ پونڈ کپاس فی ایکڑ کے حساب سے بڑھ گئی

زیادہ شہرت۔ کاشتکاروں میں یہ ترقی یافتہ کپاس کی قسمیں دن بدن شہرت پا رہی ہیں نمبر ۵۲۰ کا رقبہ معہ اس رقبے کے جو کاشتکاروں نے اپنے گھریلو بیج سے بویا ہے۔ قریب ۹۱۲۹ ایکڑ بویا گیا ہے۔ جسکا زیادہ تر حصہ ممالک متحدہ کے مغربی حصے میں ہے۔ بندیلکھنڈ روہیلکھنڈ اور شاردہ نہر کے رقبے میں بھی سی نمبر [illegible] کثرت سے بوئی جاتی ہے سرکار کی پالیسی اس وقت یہ ہے کہ چھوٹے ریشے کی کپاس کے بدلے لمبے ریشہ کی کپاس یا غلہ کی فصلیں بوئی جاویں۔ پرسو امریکن کا رقبہ جو پانچ سال پہلے یہاں برائے نام تھا اب بڑھکر قریب [illegible] ہزار ایکڑ ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کی کاشت صرف ان مقامات میں کیجاتی ہے جہاں کی سینچائی کا بندوبست ہو اس لئے اسکا ۹۰ فی صدی صوبہ ممالک متحدہ کے مغربی حصے میں ہی پیدا ہوتا ہے باقی دس فیصدی روہیلکھنڈ اور شاردہ نہر والے رقبے میں ہے۔

بیج بانٹنا اور خرید و فروخت۔ محکمہ زراعت ترقی یافتہ کپاس کی قسموں کے صاف اور خالص بیجوں کا اسٹاک اپنے یہاں رکھتا ہے۔ [illegible] کا خالص بیج ڈپٹی ڈائرکٹر صاحبان کے پاس بھیج دیا جاتا ہے جہاں [illegible] کے فارموں پر اس کو بغور [illegible] سے بو کر بڑھایا جاتا ہے۔ یہ بیج [illegible] بڑے پیمانے پر کاشتکاروں کو بونے کے لئے دے دیا جاتا ہے ان کو فصلوں میں سے دوسری قسم کی کپاس کے پودے اکھاڑ دیے جاتے ہیں تاکہ فصل خالص رہے [illegible] ان کھیتوں کی پیداوار اگلی فصل کے بیج کے لئے محکمہ خرید لیتا ہے۔

پرسو امریکن کی [illegible] اسکیم خرید پہلے پہل ۱۹۴۱-۴۲ء میں ممالک متحدہ میں شروع کی گئی ایک سرکاری سبھا بنائی گئی جس کا محکمہ زراعت کی مدد سے کپاس خریدنا تھا۔ ہاپوڑ میں ایک کواپریٹو دکان کھولی گئی۔ اور قریب چار ہزار من کپاس اس سال خریدی گئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۲-۴۳ء اور سبھائیں کھولی گئیں۔ اور ان کے ذریعے خرید کا انتظام اور اچھا کیا گیا اور اس سال بارہ ہزار من کپاس کی خرید کی گئی۔ ان سہولتوں سے کسانوں کو خوب فائدہ ہوا اور انھوں نے دیسی کے بجائے پرسو امریکن کو اور زیادہ اپنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ سال ۱۹۴۳-۴۴ء میں انھوں نے قریب سولہ ہزار من کپاس محکمہ زراعت اور کوآپریٹو سبھاؤں کے ہاتھ بیچکر مناسب فائدہ اٹھایا۔ اس کے علاوہ قریب تیس ہزار من بیوپاریوں کے ہاتھ فروخت کی پرسو امریکن کا نرخ تقریباً دیسی سے دوگنا رہا۔

اس کپاس کے بڑھانے اور خرید و فروخت کے انتظام کی ایک اسکیم جاری کی گئی ہے جسکے لئے کچھ روپیہ انڈین سنٹرل کاٹن کمیٹی نے اور کچھ گورنمنٹ یوپی نے منظور فرمایا۔ اس اسکیم کا مطلب یہ ہے کہ چار ساٹھ ہزار ایکڑ رقبہ دیسی کے بجائے پرسو امریکن سے بویا جائے۔ یہ علیگڈھ بلند شہر ایٹہ متھرا اور میرٹھ کے کچھ حصے میں چل رہی ہے۔ اس اسکیم کے پورا ہونے پر کپاس کاشتکاروں کو قریب پندرہ لاکھ روپیہ کا فائدہ ہوگا۔

پیاز کی کاشت

(از ٹھاکر رام شنکر سنگھ "کرشی وشارد" ویجیٹیبل انسپکٹر، لکھنؤ)

پیاز کا استعمال دنیا کے سبھی ممالک میں ہوتا ہے۔ ہندوستان میں لوگ اس کا استعمال زیادہ تر مصالحہ اور ترکاری کی صورت میں کرتے ہیں لیکن کوئی کوئی اس کو کچا ہی کھاتے ہیں۔

سائنٹفک نکتہ نظر سے دوسرے مفید کھانے والے اجزا کی طرح پیاز میں بھی ایسے مقوی اجزا کافی مقدار میں موجود ہیں جو ہمارے جسم کو توانا و تندرست رکھنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ آیوروید شاستر کے مطابق یہ گرم۔ ہاضم۔ ملذذ۔ بھاری اور عمدہ ہے۔

پیاز کی پیداوار کا پیدائشی مقام افریقہ کہا جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ اس کا رواج یہاں تک بڑھا کہ آج دنیا کے تمام مشہور زراعتی ممالک میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ خاصکر اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک سفید (سلور اسکین) دوسری لال جس کو "پٹنہ ورائٹی" کہتے ہیں۔

پیاز بونے کا وقت خاصکر اکتوبر سے لیکر نومبر تک ہوتا ہے لیکن پہاڑی ممالک میں اس کی بوائی مارچ سے لیکر آخر مئی تک کی جاتی ہے۔ یوں تو سبھی قسم کی زمین میں اس کی پیداوار ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے ہلکی دومٹ زمین خاص طور سے مفید ثابت ہوئی ہے۔ دیگر ترکاریوں کی بہ نسبت پیاز کو زیادہ کھاد پانس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ایک ایکڑ زمین میں ۲۵۰ ــ ۳۰۰ من گوبر کی کھاد دینی چاہئے۔ روں اور میونسپلٹی کی کھادوں کا مرکب اس کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔

کھاد ڈال کر پیاز کے لئے ۶ ــ ۷ مرتبہ کھیت کی جوتائی کرنا چاہئے اس کی پیداوار کے لئے گہری جوتائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسکے پودوں کے لئے ۵ ــ ۶ انچ گہرائی کافی ہوتی ہے۔

پیاز بونے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یوں ہی مقامی طریقہ سے ۳ ــ ۳½ سیر فی ایکڑ کے حساب سے بیج بو دیتے ہیں۔ ۷ ــ ۸ دن کے بعد بیج جمنا شروع ہو جاتا ہے۔ دس بارہ دن میں بخوبی جم جاتا ہے۔ اس کے بعد اس میں نرائی کرتے ہیں۔ دس بارہ پانی اور پانچ چھ نکائی کے بعد قریب ۳½ ــ ۴ مہینے میں اس کی فصل طیار ہو جاتی ہے اس قسم کی بوائی کو "ادرکھی بوائی" کہتے ہیں۔ اس میں گانٹھ چھوٹی ہوتی ہے اور معہ پتی کے استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن زیادہ وقت تک رکھ نہیں سکتے۔

دوسرا طریقہ بیاوڑ طیار کرکے پودھ لگانے کا ہے۔ بیاوڑ طیار کرنے میں خاص ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ نومبر کے مہینے میں ۲½ ــ ۳ سیر فی ایکڑ کے حساب سے پیاز کا بیج تین سو مربع گز زمین میں برابر برابر کی ہموار چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنا کر بو دینا چاہئے۔ بونے کے بعد اس پر باریک گوبر کی کھاد اور کنڈے کی راکھ ملا کر بہت ہلکی ہلکی صرف اتنی بچھانی چاہئے۔ کہ پیاز کا بیج ڈھک جاوے۔ اس کے بعد اس میں پانی دینا چاہئے آٹھ دس دن کے بعد جماؤ شروع ہو کر ۱۲ ــ ۱۳ دن میں پوری طور سے جم آتا ہے۔ اب اس میں پانی دیتے اور نکائی کرتے رہنا چاہئے۔ اکثر دو مہینے کے بعد ۶ ــ ۷ انچ اونچی بیاوڑ لگانے کے قابل طیار ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس کو اکھاڑ کر جس کھیت میں پیاز لگانا ہو ۶ ــ ۶ انچ کے فاصلے پر لگانا چاہئے۔ پودھ لگانے کے پہلے قریب دو دو انچ اس کی چوٹی کاٹ دیتے ہیں۔ تاکہ پودے کھیت میں نہ گریں۔ بیاوڑ لگانے کے بعد فوراً ہی اس میں پانی لگا دیتے ہیں۔ دوسرے پانی کے بعد اس میں نکائی شروع کرتے ہیں۔ اس طرح دس بارہ پانی دینے اور پانچ چھ نکائی کرنے کے بعد تقریباً ۴ مہینے میں فصل طیار ہو جاتی ہے۔ نکائی کرتے وقت اس کے پودوں کو جڑوں کے پاس تھوڑی تھوڑی مٹی بھی چڑھا دینی چاہئے جس سے گانٹھ اچھی اور بڑی بیٹھے۔ اس طرح سے طیار کیا ہوا پیاز زیادہ عرصہ تک رکھا جا سکتا ہے اور اس کی گانٹھ بھی بڑی ہوتی ہے

ان بوائیوں کے علاوہ پیاز کا نرا بھی لگاتے ہیں۔ کھیت کو اچھی طرح طیار کرکے اکتوبر کے مہینے میں ۱۵ ــ ۱۶ من فی ایکڑ کے حساب سے پیاز کی چھوٹی چھوٹی گانٹھیں ۶ ــ ۶ انچ کے فاصلے پر نصب کر دیتے ہیں۔ ۷ ــ ۸ دن کے بعد ان گانٹھوں میں سے کونپلے نکلنے لگتے ہیں اور دو ڈھائی مہینے کے بعد پیاز کھانے کے لائق طیار ہو جاتا ہے۔ اس میں ایک بوئی ہوئی گانٹھ سے جتنے کونپلے نکلتے ہیں۔ اتنی ہی گانٹھیں طیار ہو جاتی ہیں۔

اسی طریقے سے پیاز کا بیج بھی طیار کیا جاتا ہے۔ نرا لگائے ہوئے پودے یوں ہی کھیت میں چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ وقت وقت پر ان میں پانی دیکر گوڑائی کر دی جاتی ہے۔ یہ پودے بڑھتے رہتے ہیں۔ جنوری فروری کے مہینے میں ان نرا لگائے پودوں میں۔ گول۔ گچھے دار سفید پھول نکل آتے ہیں۔ وقت پاکر ان پھولوں کی چھوٹی چھوٹی ڈونڈیوں میں دو دو تین تین دانے پیدا ہو جاتے ہیں جو پکنے پر کالے رنگ کے ہوتے ہیں یہی پیاز کا بیج ہے۔ یہ اپریل میں طیار ہو جاتا ہے۔

پیاز کے پودوں میں خاصکر دو بیماریاں لگتی ہیں۔ ایک گیرا دوسری چینٹی گیرا میں پودھا اینٹھ جاتا ہے اور اس کی باڑھ بند ہو جاتی ہے۔ چینٹی میں پودوں پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں۔ اور بعد میں سوکھ جاتے ہیں۔ لونا چھڑک کر پانی دینے سے گیرا مرض بند ہو جاتا ہے چینٹی میں کھیت میں لکڑی کا برادہ اور پتی کی کھاد دینے سے پودے اکثر بچ جاتے ہیں۔

تندرستی کے مسئلہ پر سرسری نظر

از جناب جانکی شرن ورما

آج کل تندرستی کا مسئلہ بہت پیچیدہ سا ہو گیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہر شخص کو تندرستی کا پورا خیال ہونا چاہئے لیکن اس کے لئے بہت متفکر ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہر وقت اسی فکر میں مبتلا رہنا بھی ایک بیماری ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اس طرح متفکر رہتے ہیں وہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی بیمار اور دُبلے رہتے ہیں۔

آج کل کتنی باتوں پر زور دیا جا رہا ہے۔ اس کا ایک سبب ہے۔ قدرت سے اور اس کے عام قاعدوں سے ہم اتنی دور ہٹ گئے ہیں کہ اب معمولی باتوں پر زور دینا بھی ضروری ہو گیا ہے۔

ورزش ہی کے مسئلے کو لیجئے۔ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ ورزش کے بغیر کوئی کام ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ نہ جسمانی اعضا مضبوط ہونگے۔ نہ کھانا اچھی طرح ہضم ہوگا نہ جسم سے فاسد مادے اچھی طرح خارج ہونگے۔ نہ خون کا دوران اچھا ہوگا اور نہ اعصاب اس حالت میں رہیں گے کہ وہ تندرستی کی بخوبی حفاظت کر سکیں۔ یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ زمانۂ قدیم میں رہنے سہنے کے طریقے ہی ایسے تھے کہ اور کاموں کے کرنے میں کافی ورزش ہو جاتی تھی اور الگ سے ورزش کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ صبح اُٹھنا، پاخانہ وغیرہ کے لئے دور جانا، محنت کرنے کے بعد کھانا پانا ان سب باتوں سے کافی ورزش ہو جاتی تھی۔ لیکن اب تو زندگی ہی کچھ دوسرے قسم کی ہو گئی ہے۔ اگر الگ سے ورزش نہ کی جائے تو تندرستی ضرور گر جائے گی لیکن اس کے لئے کوئی پریشانی نہ ہونی چاہئے۔ معمولی طور پر اندازہ کر کے اگر صبح دو چار ورزشیں کر لی جائیں اور شام کو ٹہلا یا کھیلا جائے اور یہ عمل روزانہ جاری رہے تو تھوڑے ہی دنوں میں ترقی معلوم ہونے لگتی ہے شرط یہی ہے کہ ہر روز کسرت کی جائے خواہ وہ کیسی ہی اور کتنی ہی تھوڑی کیوں نہ ہو۔

دن رات برابر گہری سانس لینا، پھیپھڑوں کو ہوا سے بھرے ہوئے خون کی صفائی کے لئے آکسیجن سے لینا اور سانس چھوڑتے وقت اندرونی خرابیوں کو باہر نکال دینا بہت ضروری ہے۔ سادہ اور عام زندگی میں اس طرح کی گہری سانس خود بخود لی جاتی ہے مگر ان دنوں اُٹھنے بیٹھنے، سونے لیٹنے، کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے کچھ ایسے طریقے ہو گئے ہیں کہ الگ سے گہری سانس لینے کی ضرورت ہو گئی ہے۔ لیکن یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ کسی کھلی جگہ میں جہاں صاف ہوا ملتی ہو۔ سیدھے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اور نتھنوں کو کھول کر دھیرے دھیرے سانس لیجئے اور اس سے بھی آہستہ آہستہ سانس چھوڑئیے۔ بس اتنا ہی کیجئے۔ اس میں بھی شرط یہ ہے کہ ہوا سے سینہ خوب بھر جائے اور پھیل جائے۔ اگر اس طرح صبح، دوپہر اور شام کو پانچ پانچ گہری سانسیں لی جائیں (ایک بار میں پانچ سات منٹ سے زیادہ وقت نہ لگے گا) تو کچھ ہی مہینوں میں جسم کے سارے فعل درست ہو جائیں اور چہرہ چمک اُٹھے۔ گہری سانس کے بارے میں کئی طریقے بتائے جاتے ہیں ان میں سے کچھ پیچیدہ بھی ہیں لیکن جو طریقہ اوپر بیان کیا گیا اُسی سے پورا پورا فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ مشق جاری ضرور رہنی چاہئے۔ ٹہلتے وقت اس کی اچھی مشق ہو سکتی ہے۔ مثلاً آٹھ قدموں میں سانس کھینچئے اور اگلے آٹھ قدموں میں نکالئے۔ شروع میں بہت محنت کی بھی ضرورت نہیں کچھ ہی دنوں میں ایسی مشق ہو جاتی ہے کہ آپ خود بخود گہری سانس لے سکتے ہیں۔

کھانے کا مسئلہ ان دنوں بہت اُلجھن میں ڈالنے والا ہو گیا ہے کیا کھائیں اور کیا نہ کھائیں۔ اسی اُدھیڑ بُن میں لوگ لگے رہتے ہیں۔ دشواری اس لئے بڑھ گئی ہے کہ اچھا دودھ، دہی، گھی ملتا نہیں

اور دودھ، پھل، اناج، سبھی کھانے کی چیزیں مہنگی ہوگئی ہیں۔ پھر بھی اگر ۵ چھ گھنٹے کے وقفے کے بعد جو کچھ بھی ملے کھایا جائے ایسا اور اتنا کبھی نہ کھایا جائے کہ پیٹ تن جائے اور خوب چبا چبا کر کھایا جائے تو کھانے کا مسئلہ بہت کچھ حل ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ہر روز تھوڑا سا خالص دودھ اور کچھ پھل مل جائیں تو بہت اچھا ہے لیکن اگر یہ نہ ملے تو بھی کوئی فکر نہیں۔ مولی گاجر اور امرود کی سی سستی سبزیاں اور پھل تو مل ہی سکتے ہیں۔ ان کا استعمال ضرور کریں ہر روز تھوڑی سی ورزش اور کچھ گہری سانس لینے کی حالت میں جو کچھ بھی چبا چبا کر کھایا جائے گا وہ جسم کو تندرست بنائے گا۔

تندرستی بنانے کے تین اصول ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے تین تین حصے ہیں:۔

(۱) جسم کی حفاظت ۔ ضبط نفس، اچھی نیند اور چوٹ وغیرہ سے بچنے کا خیال۔ (۲) جو کچھ جسم کے اندر لینا چاہیئے اُسے ٹھیک سے لیں۔ گہری سانس کے ذریعے ہوا کافی مقدار میں لیکن ... سے الگ، اچھا پانی کافی مقدار میں لیکن زیادہ نہیں۔ اچھا لذیذ کھا... (۳) جو کچھ جسم سے خارج کرنا ہو اُسے روزانہ باقاعدہ اور اچھی طر... خارج کردیں۔ پاخانہ اور پیشاب، پسینہ، باہر آنے والی سانس... ساتھ اندرونی ابخرات۔ اس میں کسرت، نہانے اور گہر... سانس سے مدد ملتی ہے۔

باتیں اتنی ہی ہیں لیکن انھیں بغیر کسی اُلجھن اور پریشا... سے کریں۔

سب سے ضروری بات ہے ہر وقت خوش اور بے فکر رہ... مشکلات میں امید اور مسرت دور سی ہو جاتی ہے لیکن انھیں... جذبات پر قابو حاصل کر کے نہ جانے دیں۔ یہ بھی مشق ... بات ہے۔ جو خوش رہے گا وہ ضرور تندرست رہے گا۔

ہمیشہ کے لئے ساگ سبزی

(از مسٹر این۔ ڈی۔ باپٹ۔ بی۔ اے۔ جی۔)

ان دنوں جنگ کے باعث پیدا ہونے والے حالات کی وجہ سے ہر شخص کو اپنی زندگی کے گزارہ کے لئے ایک ایک چیز پیدا کرنے میں بہت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ فوجی سپاہی پیٹ کے بل پر چلتے ہیں اس لئے اُن کے لئے غلّہ پیدا کرنا جنگی مساعی کا ایک خاص جزو ہو گیا ہے جسکی خاص ذمہ داری کسان پر ہے۔ امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ نئی دہلی کی طرف سے جاری کی ہوئی پیداوار بڑھانے کی تحریک میں بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلّہ کی پیداوار کافی بڑھ گئی ہے لیکن غلّہ کا بہت بڑا حصہ حکومت خرید لیتی ہے۔ حکومت کی اس پالیسی کے باعث غلّہ کے بھاؤ حد سے زیادہ تیز ہو گئے ہیں۔ ہر قسم کا غلّہ بہت مہنگا ہو گیا ہے دالیں وغیرہ خریدنا جب متوسط طبقہ کے لئے ناممکن ہو گیا ہے وہاں غریبوں کا کیا ذکر؟

ایسے مشکل حالات میں عوام کی توجہ ساگ سبزی وغیرہ کی طرف مبذول ہونا قدرتی امر ہے۔ لیکن یہ مانگ پوری کرنے کے لئے ساگ سبزی کی پیداوار بھی تیزی کے ساتھ بڑھنی چاہیئے۔ تندرستی کے لحاظ سے ساگ سبزی کو ہمارے روز کی خوراک میں جگہ دینا نہایت ضروری ہے کیونکہ اُن میں زندگی کے لئے مفید معدنی اجزاء اور ہر قسم کے وٹامن کافی مقدار میں موجود رہتے ہیں۔ اسطرح ہم دیکھتے ہیں کہ ساگ سبزی کی پیداوار بڑھانے سے دو طرح کے فائدے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو حفظان صحت اور دوسرے مالی فائدہ۔

کھیتی کا انتظام اور موسم

(۱) چھ ایکڑ زمین کو دو دو ایکڑ کے تین حصوں میں تقسیم کر دیں۔

(۲) کھیت کو دو تین بار اچھی طرح جوت ڈالیں۔

(۳) زمین ایسی پسند کریں جو معمولی کالی نشیبی اور چکنی ہ... تاکہ فصل خوب پیدا ہو سکے۔

(۴) آرگنک کھاد کافی چاہیئے۔ ۲۰ چالیس ڈلیوں سے کام چل جائے گا۔ خشک پتّوں اور سڑے گوبر کی کھاد تیار کر... کا انتظام ہو۔

(۵) پانی کا انتظام اچھا ہو، میٹھا پانی ہو، کھارا نہ ہو۔

(۶) دو یا تین مزدور ہمیشہ کے لئے کھیت پر چاہئیں۔ خود مالک بھی دیکھ بھال کے لئے کھلیان میں ہی رہنے کا انتظ... کر لیں تاکہ کام میں کسی طرح کی گڑ بڑی نہ ہو۔

(۷) پوری فصل ایک ساتھ بونے کے بجائے ایک دو ہفتے کے وقفے سے بونی چاہیئے تاکہ فصل ایک ساتھ کاٹنی پڑے۔ ترکاریوں کی فصل کے ... خاص موسم ہوتے ہیں موسم کے مطابق مختلف ترکاریاں بونی چاہئیں۔

فصل بونے کا طریقہ

کل چھ ایکڑ زمین میں دو دو ایکڑ کے تین ٹکڑے بنا کر پہلے
، لہسن ، گھاس ، مکا ، کندرو وغیرہ ۔ دوسرے میں بغیر پانی
، ہونے والی فصل اور تیسرے حصہ میں ترکاریاں بونی چاہئیں
اساڑھ کے مہینے میں (جون میں) کھیت کے چاروں طرف
رے کنارے کچھ فاصلے پر بیل کے بیج بوئے جائیں ۔ اس سے
، کے لئے الگ الگ جگہ کی ضرورت ہوگی اور وہ کھیت کی
ڑیوں پر چڑھ کر پھیلیں گی ۔ خربوزہ ، کدو ، پرول ، لوکی ،
یلے ، تروی وغیرہ لگائیں ۔ گڑھے گہرے بنا کر اُن میں دو
، ٹوکرے کھاد ڈالیں اور ہمیشہ پانی دینے کا انتظام کریں ۔
، یا ڈیڑھ ماہ بعد ہڈی کی پاؤ آدھ پاؤ کھاد دینے سے بیلیں
ب بڑھتی ہیں ۔
ساتھ ہی اگر سیجن ، اگستی ، پپیتا وغیرہ کے بیج بھی بوئے
یں تو سبزی بھی ملے گی اور ان بے سایہ کے درختوں کی
ے ہوا کی بھی رکاوٹ ہوگی جس سے کھیتی کے کام میں
، قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی ۔

کندرو

کندرو کی فصل اساڑھ (جون) کے پہلے ہفتے میں بونی چاہیے
کے بیج لا کر کچھ زمین میں انھیں لگا دے ۔ جھونپڑی کا منڈب
، پودوں کو تین مہینے کے بعد کھاد دیتا رہے ۔ دو تین پاؤ کھلی کی
، دینے سے ہر ماہ پیڑ پھیلتے رہیں گے ۔ منڈب کے نیچے کی
ن ہمیشہ صاف ستھری رکھنی چاہیئے ۔ پودے دس دس فٹ
، فاصلے پر لگائے جائیں ۔ ہر درخت میں سال بھر میں ایک
روپئے کے پھل تو ضرور آتے ہیں ۔

پودوں کے لئے

پودے تیار کرنے کے لئے کچھ زمین الگ رکھی جائے جو
ور کنوئیں کے پاس کہیں ہو ۔ زمین جلا کر اور اچھی طرح
ت کر صاف ستھری بنالی جائے ۔ پھر اُس میں چھوٹی چھوٹی
ریاں بنائی جائیں ۔ نازک پودوں کے لئے ملائم کیاریوں
ضرورت ہے ۔ بیج سلسلے سے ایک قطار میں ڈال کر ڈھیر سے
، مٹی سے ڈھک دیں ۔ اُن کو بار بار پانی ملتا رہے ۔

بغیر پانی کی فصل

کسان اپنی ضرورت اور مقامی حالات کے مطابق اس قسم
کی فصل لیتا رہے ۔ بے پانی کی فصل درمیان میں لیتے رہنے
سے کھیت اچھا رہتا ہے ۔ اگر زمین ہمیشہ پانی سے تر رہے گی تو
وہ کچھ عرصہ کے بعد خراب ہو جائے گی ۔ اس لئے ہر دوسرے
سال بے پانی کی فصل لیتا رہے تاکہ دوسرا مال بھی پیدا ہو سکے ۔

گھاس

مکا اور اُس کے بعد برسیم سے ملنے والی گھاس جانوروں
کے لئے اچھی ہوتی ہے اُس سے سائیلیج بھی بن سکتی ہے اور باقی
بچی ہوئی مکا بیچی جا سکتی ہے ۔ برسیم گھاس اگر گایوں کو دی
جائے تو اُن کا دودھ بڑھتا ہے اور کتنی بھی گھاس دینے سے
کسی قسم کا نقصان نہیں ہو سکتا ۔

لوسرن یا لہسن گھاس

یہ گھاس ہمیشہ کے لئے مفید ہوتی ہے ۔ سال بھر میں دس
گیارہ بار کٹائی ہوگی جس میں تیس چالیس ہزار پونڈ ہری گھاس
پیدا ہوگی ۔ تین چار سال تک گھاس پیدا ہوتی رہیگی اور بیلوں
کے چارہ کا خرچ بچ جائے گا ۔ اگر یہ گھاس کوئی مویشی پندرہ پونڈ
سے زیادہ کھالے تو اُس کا پیٹ پھول جائے گا اور اس کے
مرنے تک کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا ۔ ٹانگوں کے گھوڑوں
کے لئے یہ گھاس بہت اچھی ہوتی ہے ۔

سبزیوں کا ادل بدل

دو ایکڑ زمین میں تین بار سبزیاں بونی چاہئیں ۔ سال
میں دو تین بار فصل نہایت آسانی کے ساتھ نکل سکتی ہے ۔
اُن کے ادل بدل کا انتظام اس طرح ہونا چاہیئے ۔
(۱) آلو ، شکرقند ، گاجر اور اس کے بعد ساگ سبزی ۔
(۲) بینگن ، ٹماٹر اور بعد میں ساگ ترکاری ۔
(۳) گوار ، مٹر ، ڈبلبین وغیرہ اور بعد میں گوبھی ٹماٹر
وغیرہ ۔

برسات میں گوار ، بھنڈی ، ڈبلبین ، ساگ ، ٹماٹر ، جاڑے
کے دنوں میں مرچ ، مٹر ، گوبھی ، پیاز ، آلو ، شکرقند ، دلیسی
ساگ ، لہسن ، ٹماٹر ، گاجر ، بربٹی اور گرمی کے دنوں میں
گھوئیاں (اروی) ادرک ، ساگ ، مرچ ، بینگن ، بھنڈی ،
گوار ، ڈبلبین ، ٹماٹر ۔ اس طرح موسم کے مطابق اور ہر ایک
جگہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے ساگ سبزی پیدا کرنے پر
معمولی کھیت میں بھی روزانہ ۴۰ سے ۵۰ سیر ترکاری آسانی
سے نکل سکتی ہے ۔

چند خاص باتیں

اس طرح ساگ سبزیاں لگانے پر انھیں کے درمیان یا نہر اور نالیوں کے کنارے جہاں بھی جگہ ہو، دھنیا، مولی، پیاز، لہسن، بھنڈی، گوار وغیرہ ڈال دینا چاہیئے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ فصل کے کام آسکتی ہے۔

اروی۔ اس کو ۱۵ مئی کے قریب بونا چاہیئے۔ تین بار زمین کھود کر دو ہفتہ میں پانچ پہلے مونگ پھلی کی کھلی دینی چاہیئے ہر ایک گڈھا ۵ چھ سیر کا نکلتا ہے۔ ایکڑ میں ۸۰۰ رطل بیج لگتا ہے جس سے پیداوار ۱۰ بارہ گنی ہوتی ہے۔ بازار میں اروئی تین آنے سیر کے حساب سے بکتی ہے۔ اس پر عموماً بہت کم بیماریاں اثر کرتی ہیں۔

ادرک۔ فی ایکڑ ایک ہزار پونڈ بیج لگتا ہے۔ اس کے لئے ملائم زمین تیار کرنی پڑتی ہے۔ بیچ بیچ میں گوار کی پھلیاں لگا دینے میں بھی کوئی ہرج نہیں۔ کھلی ایک ایکڑ میں ۸ پاٹلی چاہیئے۔ ستمبر میں زمین کو کھودنا چاہیئے۔ فصل دسمبر میں تیار ہوتی ہے پہلے اس کا بھاؤ چار چھ آنے فی سیر رہتا تھا۔

مرچ۔ بیج اچھے تیج پر ڈال دینا چاہیئے۔ جون کے پہلے ہفتے میں چھوٹے چھوٹے حصوں میں پودے لگا دینے سے انھیں کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ تمباکو کے پانی سے سینچنے پر پودوں کو چینٹی نہیں لگتی۔ گرمی کے موسم میں ہری مرچ بہت استعمال ہوتی ہے اس لئے دسمبر میں بیج ڈالکر فروری میں پودے جمانے چاہئیں۔

بھنڈی اور گوار۔ ان کا بیج گھنا بونا چاہیئے اور فصل الگ کر لینی چاہیئے۔ گوار کی پھلیاں توڑنے کے لئے زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے یہ کام ٹھیکے پر یا تقسیم کر دینے سے کفایت سے ہوتا ہے۔ بھنڈی کی فصل گرمیوں میں یا برسات میں لینے سے اس کو بیماری نہیں ہوتی۔

آلو۔ کھیت سینچ کر آرگنک کھاد خوب دینی چاہیئے زمین کو دو تین بار کھود ڈالیں۔ زمین کے اندر جڑ جمنے کا عمل پورا ہو جانے کے ۱۵ روز بعد بورڈو کے مرکب سے سینچنے سے آلو کی ساری بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ ہر ایکڑ کی پیداوار

۸-۱۰ گنی ہوتی ہے۔ سرد آب و ہوا کے ممالک میں اس کی پیداوار اچھی ہوتی ہے۔

ڈبلبین۔ جہاں پانی کی کثرت ہو وہاں اس کو نہ ... اس کا موسم آٹھ ماہ رہتا ہے۔ پھلیاں نکلنے پر فی ایکڑ ۵ پونڈ سوپر فاسفیٹ کھاد دینے سے یہ فصل خوب لہلہاتی ہے۔

پیاز۔ اس کا بیج پرکھ کر پسند کریں۔ یہ بہت مہنگا ہے۔ تازہ پیاز کا بیج بونے سے فصل خراب اور ردی ہوتی ہے۔ نالی کے کنارے بیج ڈال دینے سے پیاز کے لئے علیحدہ جگہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پیاز جیسے جیسے تیار ہوتی جائے ویسے ویسے زمین سے باہر نکال کر بازار بھیجے جائیں۔ فصل ایک ساتھ لینے کے لئے ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔

ساگ۔ کھیت کو صاف ستھرا بنا کر اسے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیں ۸ × ۶ فٹ کے ایک ایک حصہ میں چار پانچ ٹوکریاں کھاد ڈالیں۔ ساگ کے بیج بہت گھنے ... اور پتے نرم رہتے ہوئے ہی اسے کاٹ لیں۔

بیماریوں کے کیڑوں کا علاج

مرچ کے پودوں میں ہونے والی بیماری کے لئے چونا، گندھک کا مرکب یا بورڈو کا مرکب چھڑکیں۔ اگر وائرس ہو تو پودے کو اکھاڑ کر جلا دیں۔

گوبھی، کرم کلہ۔ ماوا پڑنے پر فش آئیل اور ریز سوپ پر لیڈ آرسینک کا مرکب۔

بینگن۔ وائرس ہو تو پودے کو اکھاڑ کر جلا دیں کیڑوں کو چن چن کر مار ڈالیں۔ پتیاں مروڑنے والی اِلی ہو تو اسے بھی پکڑ کر مار ڈالیں۔

پیاز۔ تھرپس کی بیماری پر مٹی کا تیل چھڑکیں

بیل دار سبزیوں پر لال رنگ کا کیڑا ہو تو مٹی کے تیل میں راکھ ملا کر بیل پر چھڑکیں۔

گوار۔ بھوری نامی بیماری پر گندھک کا سفوف کام دیتا ہے۔

آلو۔ اسکی بیماری کی دوا بورڈو کا مرکب ہے۔ آلو کو کاٹنے والی اِلی ہو تو زمین میں آرسینیٹ کا تیزاب ڈالیں۔

سرا

سرا خاص کر گھوڑے، گدھے، خچر اور اونٹوں کی ایک طرح کی
لک بیماری کو کہتے ہیں۔ جو گرمی کے موسم میں خاص کر برسات شروع
ہونے پر اور کچھ عرصہ برسات کے بعد تک پھیلا کرتی ہے۔ اس بیماری
کے کیڑے جانوروں کے خون میں پائے جاتے ہیں۔ ان کیڑوں کے
رہنے سے جانوروں کا خون بگڑ جاتا ہے۔ خون کے بگڑنے سے جانور
آہستہ آہستہ دُبلا ہو جاتا ہے اور آخر کار بہت کمزور ہو کر مر جاتا ہے،
یہ بیماری ایک جانور سے دوسرے جانور میں مکھیوں اور مچھروں کے
ذریعے پھیلتی ہے۔ یہ مکھیاں زیادہ تر گرمی اور برسات کے دنوں میں پائی
جاتی ہیں۔ جب یہ مکھیاں کسی بیمار جانور کو کاٹتی ہیں تو چوستے ہوئے خون
کے ساتھ اس بیماری کے کیڑے مکھی کے جسم میں چلے جاتے ہیں۔ جب
وہ مکھی پھر دوسرے جانور کو کاٹتی ہے تو یہ کیڑے مکھی کے جسم سے پھر
دوسرے جانور کے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں، اور یہ جانور بھی بیمار ہو جاتا
ہے۔ اسی طرح یہ بیماری ایک جانور سے دوسرے جانور میں پھیل جاتی ہے۔

اس بیماری سے بیمار ہونے والے جانور عام طور پر۔ یہ بیماری
گھوڑے، اونٹ، کتے، بیل، گائے، خچر، گدھے، بھینس اور ہاتھیوں
کو ہوتی ہے لیکن گھوڑے، خچر اور گدھوں کو یہ بیماری بہت ہی
جلدی اور آسانی سے ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری بکریوں کو نہیں ہوتی۔

بیمار جانوروں کی پہچان یا اس بیماری کی علامات

بیماری کے شروع میں جانور کو تھوڑا تھوڑا بخار رہتا ہے اس
بخار کی سب سے اچھی پہچان یہ ہے کہ بخار تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے۔ اور
بہت بڑھ کر پھر دو یا تین دن کے بعد کم ہو جاتا ہے۔ یعنی بخار بہت دنوں
ایک سا نہیں رہتا ہے۔ غور سے دیکھنے پر خاص کر آنکھ کے کونے میں
چھوٹے چھوٹے خونی رنگ کے نشان معلوم پڑتے ہیں جو سرسوں یا
جوار کے دانوں کے برابر ہوتے ہیں۔ بیماری جیسے جیسے بڑھتی ہے ویسے
ویسے جانور کا جسم پیلا ہوتا جاتا ہے اور کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔ ایسی
حالت میں تھوڑا بھی کام لینے سے جانور بہت تھک جاتا ہے اور دیکھنے میں
بھدا معلوم ہوتا ہے۔ جانور کا ہاضمہ (ہضم) برابر ٹھیک رہتا ہے لیکن اس پر
بھی اس کی تندرستی برابر خراب ہوتی جاتی ہے آہستہ آہستہ اس کے جسم
کے نیچے کا حصہ یعنی گلا، چھاتی، پیٹ کے نیچے اور پاؤں پھول جاتے
ہیں یہ بیماری گھوڑوں میں بہت ہی خطرناک ہے۔ اور اگر دوا وغیرہ نہ کی
جاوے تو جانور دو سے تین مہینے میں مر جاتا ہے۔

اونٹ میں اس بیماری کو لوگ تبرسا یا تین برسا یعنی پرانا بخار کہتے
ہیں یہ بیماری آہستہ آہستہ ہوتی ہے اور شروع میں شناخت کرنا بہت مشکل ہے
جانور بیمار تو بہت دنوں سے رہتا ہے۔ لیکن اس کی علامات بہت دنوں کے
بعد دکھائی پڑتی ہیں۔ بیمار جانور کچھ دیر کے لئے بھی ایک جگہ پر کھڑا نہیں رہ
سکتا ہے اس کے جسم کا رویاں بھدا اور جھبرا ہو جاتا ہے، آنکھ بہت ہی
خراب ہو جاتی ہے۔

بیمار جانور کا پیشاب کم ہو جاتا ہے اور پیشاب کا رنگ بھی بدل جاتا
ہے۔ بیماری بڑھ جانے پر دُبلاپن اور کمزوری بڑھتی جاتی ہے اور آخر کار
لقوہ یا فالج ہو جاتا ہے اس بیماری میں جانور زیادہ تعداد میں مر جاتے
ہیں سخت بیمار جانور تو کچھ ہی مہینے میں مر جاتے ہیں۔ لیکن معمولی بیماری
والے کچھ برسوں تک بچے رہتے ہیں۔

بیل، گائے اور بھینسوں میں برداشت کا مادہ ایک جیسا نہیں ہوتا
ہے بہت جلد بیمار ہونے والے جانوروں میں پہلے دماغ خراب ہو جاتا ہے
جانور کو سکتہ سا ہو جاتا ہے اور آنکھ کی ٹکٹکی بندھ جاتی ہے جانور وحشیوں
کی طرح ادھر ادھر دوڑتا پھرتا ہے اور آنکھ میں جالا یا سفیدی ہو جاتی ہے
جانور اتنی جلد مر جاتا ہے کہ علاج کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا ہے خوش قسمتی
سے کوئی کوئی جانور بغیر علاج کے بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔

غیر ملکی کتوں میں یہ بیماری پائی جاتی ہے اور اس بیماری سے بیمار

ہو کر بہت سے شکاری کتے مر چکے ہیں۔
ہاتھیوں میں یہ بیماری بہت دنوں تک چلتی رہتی ہے اور گھوڑوں کی طرح موت جلدی نہیں ہوتی۔

علاج

اس بیماری کے علاج میں (آرسنک) یعنی سنکھیا اور اُس سے بنی ہوئی دوائیاں ٹارٹر ائمیٹک اور ناگانول کام میں لائی جاتی ہیں لیکن سب سے زیادہ فائدہ ناگانول سے ہوا ہے اس دوا کے معلوم کرنے کے پہلے بیمار جانور قانوناً مار دئے جاتے تھے لیکن آج کل مارنے کے بجائے بیمار جانوروں کا علاج کیا جاتا ہے اس علاج کے لئے ۱۹۳۴ء سے اس ممالک، ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں جگہ جگہ ہسپتالوں میں سرا کا علاج جاری کر دیا گیا ہے جہاں پر ہزاروں جانوروں کا علاج کامیابی کے ساتھ کیا جا رہا ہے اسلئے اس بیماری کے پھیلنے پر پاس کے مویشی ہسپتال میں بیمار جانوروں کو فوراً ہی لیجانا چاہئے۔

مویشیوں کا انتظام

از جناب مہادیو پرساد سریواستو

ہندوستان ایک زراعت پیشہ ملک ہے اور اسی سلئے یہاں کی سب سے بڑی ضرورت کسانوں کی اصلاح کی ہے۔ کسان کی ترقی پر ہی ملک کی ترقی کا انحصار ہے۔ ہندوستان کی کھیتی میں سدھار کرنا ایک مشکل کام ہے کیونکہ یہاں کھیتوں کے چھوٹے چھوٹے قطعوں پر کھیتی ہوتی ہے۔ پہلی ضروری بات تو یہ ہے کہ کسان کے لئے آمدنی کا دروازہ کھول دینا چاہئے۔

عام طور پر لوگ کہا کرتے ہیں کہ مویشی زمیندار کے ہاتھ ہیں اگر بیلوں کو اچھی طرح کھلایا جائے اور اُن کی خوب دیکھ بھال کی جائے تو وہ معتبر دوست بن جاتے ہیں۔ وہ کسان کو اپنا کھیت جوتنے میں، بونے میں، سینچائی کرنے میں اور اپنی فصل اور اُگانے میں اور پیداوار کو بازار تک لے جانے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اگر اُن کی اچھی طرح دیکھ بھال نہ کی جائے تو وہ کام بھی ویسا ہی خراب اور کم کریں گے۔ ملک میں بیکار اور نکمے جانوروں کی کثرت کی وجہ یہی ہے کہ ہم اُن کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتے اور ہماری آمدنی بھی کم ہے۔

اپنے مویشیوں کو تندرست بناؤ

کسانوں کے پالتو جانور جن کو وہ اچھی طرح نہیں کھلاتے پلاتے اور گائے و سانڈ کھیتی کے کام میں نہیں آتے اس لئے وہ لوگ کام کرنے والے بیلوں کو خریدنے کے لئے اکثر قرض لیتے ہیں۔ کسان خرچ کم کرنے کی ترکیب یہی ہو سکتی ہے کہ اُس کے یہاں جانوروں کے جوتنے بچے پیدا ہوں اُن کی خوب دیکھ بھال کی جائے۔

مویشی نسل سے پیدا ہوتا ہے اور حالات کے مطابق بڑھتا ہے تندرستی اور پوری دیکھ بھال رکھنے سے بچھڑے میں اپنے ماں باپ کی خصوصیات پیدا ہونے لگتی ہیں۔ نسل کے بارے میں کسان عموماً یہ بھول جاتے ہیں کہ گائے بچھڑے کی نسل بنانے میں ایک بڑا حصہ لیتی ہے۔ گائے مقامی حالات کے مطابق نسل والی ہونی چاہئے۔ وہ کسی حالت میں بھی اوسط قد او قسم سے مختلف نہ ہونی چاہئے۔

عربی گھوڑا کئی صدیوں سے دُنیا کے بہترین گھوڑوں میں شمار ہوتا ہے۔ عرب میں جا کر آپ دیکھیں گے کہ اگر ایک بدو کے گھوڑے کا ایک عمدہ جوڑا ہے تو وہ اپنی گھوڑی یا گھوڑے کو کسی قیمت پر بھی فروخت نہ کریگا۔ ہاں اُس سے پیدا ہونے والے گھوڑوں کو آپ خرید سکتے ہیں۔

بیشتر کسانوں کی پالتو گائے دودھ، دہی، مکھن کی گھریلو ضروریات میں پوری کرکے اُن کی خدمت کرتی ہے اور دودھ وہ چیز ہے جس میں پروٹین کثیر مقدار میں ہوتا ہے۔ یہ پروٹین کسانوں کے گھر والوں کو اُنکی خوراک میں نہیں ملتا۔

گاؤں کی دولت

اگر آپ کے پاس ایک عمدہ گائے ہے تو آپ اُس سے ایک اچھا بیل کیسے پیدا کرینگے؟ ظاہر ہے کہ یہ آپکے بس کی بات نہیں ہے ہندوستان کا کوئی بھی کسان جسکے پاس پانچ ایکڑ زمین ہے ایک اور بیل نہیں رہ سکتا۔ اسکا بہترین حل یہی ہے کہ گاؤں بھر کے لوگ مل کر ایک سانڈ کا خرچ برداشت کریں اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کرینگے اور خیر خبر لیں گے ایک اچھا بیل گاؤں کی شان ہوتا ہے۔ موجودہ کوآپریٹو سوسائیٹیوں نے بہت سے ایسے سنٹر قائم کئے ہیں جہاں اچھی نسل پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ خراب سانڈوں کو رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اچھی نسل ہوگی تو بچے قدرتی طور پر اچھے ہونگے۔ کسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے مویشی کو آپریٹو سوسائیٹیوں کے ہسپتال میں لیجائیں وہاں کے ڈاکٹروں سے کیسٹریکشن کلیمپ نامی آلہ کے ذریعے اپنے مویشیوں کو جانچ کرائیں۔ اسکے بعد اچھے اچھے بیلوں سے کام لیں اور باقی کو ہٹا دیں۔

مویشیوں کی خوراک

ان کے کھانے میں پروٹین، پانی، کاربوہائیڈریٹ، چربی، وٹامن وغیرہ اچھی مقدار میں ہونے چاہئیں آج کل کھلانے کے جو جدید طریقے ہیں ان سے اچھی خوراک کم خرچ میں دی جا سکتی ہے۔ اپنے کھیتوں کی گھاس جھاڑ جھنکاڑ جو گرمیوں میں سوکھ جاتے ہیں اور اسکو پہلے ہی کاٹ کر سکھا لینا چاہئے۔ ایسی گھاس بالکل نہیں سوکھنے پاتی کچھ نمی رہ جانے کی وجہ سے یہ کچھ کچھ سڑ جاتی ہے اور مویشیوں کی مفید خوراک بن جاتی ہے۔ بارش میں بھیگا ہوا بھوسا، برسات کی سڑی ہوئی گھاس اور گھنا ہوا غلہ ان کے لئے نہ صرف بیکار بلکہ مضر بھی ہوتا ہے۔

کھانے میں کفایت

اکثر کسان یہ کرتے ہیں کہ اناج اور بنولہ آس پاس سے خرید لیتے ہیں وہ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ بازار میں کم داموں کی اور اتنی ہی طاقت بخش غذائیں مل سکتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو کم دام والی چیزیں کھلانی چاہئیں غلہ کو پیس کر پھٹک کر اور صاف کر کے کھلانا چاہئے تاکہ جانور غلہ کے وٹامن آسانی سے ہضم کر سکیں۔
کٹی کو ڈیڑھ ڈیڑھ انچ کے ٹکڑوں میں کاٹ کر کھلانا چاہئے مولی اور شلجم جیسی چیزوں کے صرف تازے پتے کھلانے چاہئیں۔
جانوروں کو ایسی چیزیں کھلانی چاہیں جن میں پروٹین اور کیلشیم زیادہ ہوں ہرا چارہ مثلاً مکا برابر ملتا رہنا چاہئے کیونکہ خشک چارے میں وٹامن اے نہیں ہوتا۔ انھیں دن بھر میں چار پانچ سیر ہرا چارہ ملنا چاہئے چونا فاسفورس ایسڈ اور نمک کی جو کمی ہے وہ ہرے چارے سوکھے بھوسے اور کھلی میں ملکر پوری ہو جاتی ہے۔

روزمرہ کی خوراک میں نمک کی مقدار

ان کے چارے میں قریب آدھ چھٹانک نمک ڈال دینا چاہئے۔ اتنی مقدار ایک دن کے لئے ہے سب کچھ چارہ ہوتے ہوئے بھی اگر ان کی ملاوٹ ٹھیک نہ کی جائے تو گائیں اچھا دودھ نہیں دیتیں وہی چارہ دینے پر ایک گائے ۱۵ سیر دوسری ۱۰ سیر اور تیسری صرف ایک سیر دودھ دیتی ہے اور ان کے دودھ کی مقداروں میں فرق ہونے کی یہی وجہ ہے کہ یا تو زیادہ کھا جاتی ہیں یا ان کی خوراک میں وٹامن کم ہوتے ہیں

بیماریوں کی روک تھام

ہمارے ملک میں جانوروں کو پلیگ کی بیماری بہت ہوتی ہے اسی سے جانوروں کی موتیں زیادہ ہوتی ہیں اگر یہ چارہ نہ کھائیں یا ان کو خشکی ہو یا ان کے روزمرہ کے افعال میں کوئی تبدیلی نظر آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ انھیں ضرور کوئی نہ کوئی بیماری ہے اس کے لئے انھیں آرام اور جلد ہضم ہونے والی خوراک دینی چاہئے۔ اگر ان کو بخار ہو یا ایک دم سست پڑ جائیں یا ان کے بدن پر دو وڑے معلوم ہوں تو ان کو فوراً مویشیوں کے ہسپتال لے جانا چاہئے پرہیز یہ ہو کہ بیمار جانور دوسرے تندرست جانوروں سے علیحدہ کر دیا جائے۔

ملازمان سرکاری کو اطلاع

ان کی پھیلنے والی بیماریوں کی خبر گاؤں کے پٹواری یا پولیس کے چوکیدار کو دینی چاہئے تاکہ وہ مویشی ہسپتال میں جاکر اطلاع دیدے ان کا پاخانہ اور بچا ہوا کھانا اور تے وغیرہ سب جلا دینا چاہئے۔ اگر کوئی جانور کسی پھیلنے والی بیماری سے مر جائے تو اسے بہت گہرا گاڑ دینا چاہئے۔ زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ اسے جلا دیا جائے کھلے میدانوں میں تو کسی حالت میں بھی نہ چھوڑنا چاہئے۔
اکثر بیماریوں کا سبب یہ ہوتا ہے کہ آس پاس کے گاؤں سے یا میلے سے لائے ہوئے جانوروں کے ساتھ کوئی بیمار مویشی آ جاتا ہے اور وہی بیماری پھیلا دیتا ہے ایسے جانوروں کو تندرست جانوروں سے دور رکھکر علاج کرنا چاہئے۔

ان کی حفاظت

انکے ٹیکے لگوانے چاہئیں۔ ٹیکے سے بہت سی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں پیر اور منہ کی بیماریوں سے موت تو کم ہوتی ہے لیکن گایوں کا منہ سوکھ جاتا ہے اور بیل کافی دنوں کیلئے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں پیر کی بیماری کا یہ علاج ہے کہ ایک چھوٹا سا تالاب بنائیں اور اس میں دوا کا پانی ڈال کر اس میں جانور کو کھڑا کریں یہ عمل صبح اور شام دو وقت کریں۔
اگر مندرجہ بالا باتوں پر توجہ دیجائے تو کفایت بھی ہوتی ہے اور ساتھ ہی عمدہ نسل کے تندرست جانور بھی آپ پال سکتے ہیں۔

جانوروں کیلئے مقوّی بناپتیاں

از جناب این ۔ دی شارنگ پانی

آجکل اہیروں اور مویشی پالنے والے دیگر لوگوں کے سامنے مویشیوں کے لئے گھاس کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہوگیا ہے دودھ دینے والے اور کھیتی کے کام میں آنے والے جانوروں کی خاص خوراک گھاس ہی ہے ۔ یہ جس قدر جلد اور جتنی بھی آسانی سے حل ہو سکے گا اتنی ہی ان تجارتوں میں کامیابی کی اُمید رکھی جاسکتی ہے چوپایوں کے لئے ہری رسد اپنا پتی ہی سب سے زیادہ مقوی اچھی اور کم خرچ خوراک ہے ۔

پیڑ کی ہری پتی میں وٹامن ڈی رہنے کے باعث جانور اچھا دودھ دیتے ہیں ۔ تندرست رہتے ہیں اور ان میں بیماریوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت آجاتی ہے اس لئے جانور پالنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے مویشیوں کی ہر موسم اور ہر مہینے میں ہری پتیوں کے کھلانے کا انتظام کریں ۔ مغربی ممالک کی گائیں ہماری دیسی گایوں کے مقابلہ میں زیادہ تندرست ہوتی ہیں اور ان کی بہ نسبت بہت زیادہ دودھ دیتی ہیں ۔ اسکا سبب یہ ہے کہ انھیں سال بھر تک ہمیشہ ہری گھاس اور پتیاں کھانے کو ملتی ہیں ۔ وہاں کی آب و ہوا بھی سرد اور صحت بخش ہوتی ہے ۔

ہمارے ملک میں برسات کے موسم کے علاوہ دوسرے مہینوں میں جانوروں کو ہری گھاس بہت کم ملتی ہے ۔ اس سے موسم گرما میں جانور کمزور ہوکر دودھ کم دینے لگتے ہیں اور کام بھی کم کرتے ہیں ۔ یہ مسئلہ جنگلی جھاڑیوں کا سمجھداری سے استعمال کرنے سے حل کیا جاسکتا ہے ۔

جانور کس جھاڑ یا درخت کی پتی شوق سے کھاتے ہیں اور کونسی پتی انھیں تندرست رکھتی ہے ؟ مختلف بناسپتیوں کے خواص کیا ہیں ؟ آسانی سے اور بکفایت کونسی پتیاں مل سکتی ہیں وغیرہ باتیں معلوم ہونا بہت مفید ہے ۔ درخت یا بناسپتیاں بھی خود زندہ رہنے کے لئے اپنی ہی پتیوں سے ضروری ہوا اور زندگی بخش خوراک حاصل کرتی ہیں ۔ اس لئے ایک وقت میں صرف تین چوتھائی پتیاں ہی درخت سے علیحدہ کرنی چاہئیں اور ایک چوتھائی درخت پر ہی رہنے دینا چاہئیں ۔ دو تین ماہ میں نئی پتیاں آنے پر پھر سے چوتھائی پتیوں کا نکالنا ٹھیک ہوگا ۔ درخت کی نشو و نما میں رکاوٹ نہ ڈال کر درخت کی پتیوں سے جانوروں کا آسانی سے پیٹ بھرا جاسکتا ہے اور خرچ بھی برائے نام ہوتا ہے ۔

نظام قدرت

برسات کے بعد ہمیں قدرت سے بھی ہری گھاس کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن بناسپتیاں ہمیشہ ہری بھری رہتی ہیں شروع گرمی یعنی موسم بہار میں درختوں پر ہری پتیاں ان کی زینت میں اضافہ کرتی ہیں اور گرمی کے موسم میں پورا درخت ہرا بھرا ہو جاتا ہے یہ پتیاں جانوروں کے لئے میوے کی مانند ہیں ۔ کسی کسی درخت کی پتیوں کو جانور بڑے شوق سے کھایا کرتے ہیں ۔ جس درخت کی پتیاں انھوں نے نہ کھائی ہوں ان مفید پتیوں کے کھانے کے لئے بھی ان میں شوق پیدا کرنا چاہئے ۔

جانور کے کچھ مرغوب درختوں کے پتے اور پھل

پیپل ، وٹ ، گولر ، مہوا ، ارجن اور بھوکر کی پتیوں کو جانور نہایت شوق سے کھاتے ہیں ۔

پیپل

اس درخت کی پتیاں پھل یا شاخ توڑنے سے اس سے دودھ نکلتا ہے اس کے درخت بہت بڑے ہوتے ہیں ۔ اس میں پتیاں کثیر تعداد میں ہوتی ہیں اور اس کا سایہ بھی گھنا ہوتا ہے ۔ ان پتیوں کو جانور نہایت شوق سے کھاتے ہیں ۔ اگر انھیں اسکے پتے ہمیشہ کھلائے جائیں تو وہ تندرست و توانا اور زیادہ دودھ دیتے رہیں گے ۔

شہر دیہات ، جنگل اور دیگر خالی مقامات میں پیپل کے درخت لگانے سے جانوروں کی گھاس کا سوال بہت کچھ حل ہوسکتا ہے یہ پتے کھانے سے جانور کا دودھ زیادہ مقوی اور لذیذ ہوجاتا ہے پیپل کے چھوٹے چھوٹے پھل ہوتے ہیں جنھیں جانور بہت شوق سے کھاتے ہیں اس سے بھی دودھ بڑھتا ہے ۔ یہ درخت بہت جلد بڑھتا ہے پہلے دو ایک سال تک گرمیوں میں اسے پانی دینا پڑتا ہے عموماً دس سال میں یہ کافی بڑا ہو جاتا ہے ۔ یہ سو دو سو سال تک زندہ رہتا ہے ۔

گولر

اس کی پتیاں بھی جانور کھاتے ہیں ۔ بھینس تو انھیں بے حد شوق سے کھاتی ہے اس میں سال بھر میں چار پانچ بار پھل آتے ہیں ۔ پکے پھل جانوروں کے لئے ـ ت مفید ہوتے ہیں ۔ اس میں بھی چونکہ دودھ نکلتا ہے اس لئے اسکے پھل کھانے سے جانور کا دودھ بڑھتا ہے نیز مقوی اور لذیذ بھی ہوتا ہے ۔ یہ جھاڑ جلد بڑھتے ہیں

اور سو دو سو سال تک زندہ بھی رہتے ہیں گرم علاقوں میں انکی پتیاں اور پھل کھانے سے جانور کو دست اور بدہضمی کی بیماریاں نہیں ہوتیں

برگد

یہ بھی ایک بڑا درخت ہے جس کے پتے دوسرے جانوروں کی بہ نسبت بھینس زیادہ شوق سے کھایا کرتی ہے شوق پیدا کرنے سے دوسرے جانور بھی یہ پتے کھانے لگتے ہیں۔ اس کے بے شمار چھوٹے چھوٹے پھل ہوتے ہیں تو جانوروں کے لئے اچھی خوراک بن سکتے ہیں۔ یہ درخت خاص طور سے لگانے کی ضرورت نہیں لیکن خود بخود اگنے والے درختوں کو توڑنا بھی نامناسب ہے۔

مہوا

یہ بھی سو دو سو سال تک زندہ رہنے والا درخت ہے۔ اس کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ اس کی پتی بھی بھینس خاص طور سے کھاتی ہے۔ دوسرے جانور بھی کھا سکتے ہیں اس کے پھولوں کو بھی مہوا کہتے ہیں جو ایک طاقت بخش خوراک ہے بہت سے غریب آدمی اس لڑائی کے زمانے میں صرف مہوے کھا کر ہی زندگی گزار رہے ہیں مہوے کے پھول میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں اگر زیادہ محنت کی وجہ سے بیل کی چھاتی پھول گئی ہو یا اس میں کمزوری آگئی ہو۔ تو اجوائن ہلدی، پھٹکری اور مہوے کو چار دن تک پانی میں سڑا کردہ عرق اس بیل کو دیا جائے تو اسے آرام ہو جائے گا۔ اس درخت کے پھلوں کو مہوے کا کویا کہتے ہیں۔ پکنے پر وہ میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں۔ پرندے اس کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں مویشیوں کے لئے بھی یہ خوراک ان کا دودھ بڑھانے اسے گاڑھا اور لذیذ اور مقوی بنانے والی ہوتی ہے۔

ارجن

یہ درخت ندی نالے کے کنارے بڑھتے ہیں۔ یہ بڑے اور بہت عرصہ تک زندہ رہنے والے ہوتے ہیں بھینس اور دوسرے جانور اسکے پتے بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ گرمیوں میں اسمیں بہت پتے آتے ہیں اس کی چھال سکھا کر رکھئے۔ اسکا سفوف جانوروں کے زخموں پر اچھا کام کرتا ہے۔

ببول

اچھا گوند اور جلانے کی لکڑی دینے والا یہ مشہور درخت ہے۔ گرمیوں میں اس میں رسدار پھلیاں پھلتی ہیں یہ پھلیاں طاقت بخش ہوتی ہیں اور جانوروں کو بھوسے کی جگہ چارے کے طور پر استعمال کرائی جا سکتی ہیں۔ اس سے جانور زیادہ دودھ دیگا اور دودھ گاڑھا اور لذیذ ہو جائیگا۔ جانور کی تندرستی میں اضافہ ہوگا اور کمزور جانور برسات میں عام طور پر مر جاتے ہیں وہ بچ جائینگے ببول کی لکڑی کی مسواک اچھی بنتی ہے جس کے استعمال سے دانت مضبوط اور صاف رہتے ہیں

کڑوا نیم

یہ گرمیوں میں ٹھنڈی چھاؤں دینے والا درخت ہے گرمیوں میں جانور اس کی پتی کھایا کرتے ہیں۔ دوا کے لئے بھی یہ بہت مفید سمجھا جاتا ہے اگر اس کی پتی باقاعدہ جانور کو کھلائے جائے تو اسے گرمیوں میں ہونے والی بیماریاں نہ ہوں گی یہ پتی بیماری کی دشمن بھی ہے۔ اسکا پھل پیلا ہوتا ہے جسے نمبولی کہتے ہیں دودھ دینے والے جانوروں کی خوراک میں صبح شام پاؤ پاؤ بھر نیبولی دینے سے ان کا دودھ بھی بیماریوں کا دشمن بن جاتا ہے زہریلی چیزوں کا نیم بہترین تریاق ہے۔

کھوئی

اسکی پتی بیر کی طرح گول لیکن اس سے کچھ بڑی ہوتی ہے اس میں کانٹے بیر کے مقابلے میں کم ہوتے ہیں۔ پھل مثل آملے کے ہوتے ہیں جنھیں جانور بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ جنگل میں ان کے درخت خود بخود اگ آتے ہیں اس کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ رات کی تاریکی میں جنگل میں جاتے وقت اگر اس کی لکڑی سلگا لی جائے تو وہ مشعل کی طرح آہستہ آہستہ جل کر روشنی پیدا کرے گی۔ اس کے خشک ہرے پھل بھی جانور بہت شوق سے کھاتے ہیں ان میں دودھ نکلتا ہے اسکی پتی بھی جانور کھاتے ہیں۔ جنگلوں میں ان درختوں کو زیادہ پیدا کرنا بہت مفید ہے۔

آملہ

خون بڑھانے والی دواؤں میں آملہ اچھا سمجھا جاتا ہے اس میں کئی اور اوصاف ہوتے ہیں۔ وٹامنوں کے لحاظ سے ایک آملہ دو سنگتروں کے برابر ہے آملے کی جلانے کی لکڑی بھی اچھی ہوتی ہے اسکی پتی جانور کھا سکتے ہیں دودھ دینے والے جانوروں کو صبح شام اگر پانچ پانچ آٹھ چارے میں کھانے کے لئے دیئے جائیں تو ان کا ہاضمہ بڑھیگا اور انھیں کسی بیماری کا اندیشہ نہ رہے گا۔ آملے کی خوراک دیکر جو دودھ حاصل ہو وہ بچوں اور مریضوں کے لئے بہت اچھا ہوتا ہے یہ درخت زیادہ تعداد میں پیدا کرنا بہت مفید ہے۔ جنگل میں یہ خود بخود اگتا ہے۔

ریڈیو پروگرام

(وقت ۷½ بجے سے ۸½ بجے تک)

۱۶ر جنوری ۱۹۴۵ء بدیشیا۔ رام آسرے۔ اپنی بیتی جوا۔ (بات چیت) سورج پرکاش ادیب۔ دھام دھام شنکر بھولا ناتھ (بھجن) رادھا بائی۔ پالے سے نقصان (مکالمہ) رمی کاکا اور مرتضیٰ حسین پوربی گیت۔ رام آسرے۔ خبریں۔ کہراں۔ رام آسرے۔

۱۷ر جنوری ۴۵ء ہریا کے ہری رام راکھوار (بھجن) نوکھے اور منڈلی۔ بچوں کا جلسہ۔ کھیلتے کیوں نہیں، لکھمی گلنار (مکالمہ) رام اجاگر دوبے اور جھپیٹے پوربی گیت پنا بائی ہرک گیت۔ نوکھے معہ پارٹی۔ پورب کا حال (مکالمہ) پنچوں کی فرمائش۔ خبریں ہمرنی نوکھے معہ پارٹی۔

۱۸ر جنوری ۱۹۴۵ء کورس۔ پنچ منڈلی۔ بورا بسنت (خاص پروگرام) چندر بھوشن۔ خبریں۔ ہمرے پربھو نزدھن کے دھن رام۔ (بھجن) کاشی بائی راکھ کے استعمال (مکالمہ) شیتلا پرشاد اوستھی اور رمی کاکا بانسری پر دھن۔ ریڈیو آرٹسٹ۔ میں نہیں ماکھن کھایو۔ (بھجن) گیان ساگر۔

۱۹ر جنوری ۴۵ء۔ بنجر رام جی داس۔ مویشیوں کی دیکھ بھال دودھ کیسے بڑھے (بات چیت) دادرا۔ پنا بائی موسمی ترکاری (مکالمہ) سریش چندر اور ریلیٹو۔ رکھو پد تم کو میری لاج (بھجن) ایس۔ ایس دوڈس۔ خبریں نعت۔

۲۰ر جنوری ۴۵ء میرا کے بھجن۔ سروج کماری گھر گرہستی کپڑے رنگنا (بات چیت) سوشیلا شریواستو۔ گیت کانتی شریواستو۔ پاک پکوان دہی کی چیزیں (بات چیت) شیام دلاری۔ بہنو، تمہارا خط ملا۔ گیت سروج کماری خبریں۔

۲۱ر جنوری ۴۵ء۔ بھاگ۔ پنچ منڈلی۔ بچوں کا جلسہ۔ یہ بھی سیکھو۔ ایمانداری (مکالمہ) لکشمی نراین شری واستو اور ریلیٹو۔ اب تیرے نام سے بیزار ہوا جاتا ہوں (غزل) شکیل بائی۔ چور بازار سے ہوشیار (مکالمہ) میری تم راکھو لاج مراری (بھجن) مرتضیٰ حسین۔ گیت۔ نیویدیتا مترا۔ تمہارا خط ملا خبریں۔

۲۲ر جنوری ۴۵ء۔ کوی سمیلن۔ مندرجہ ذیل کوی بول کے حصہ لینے کی امید ہے۔ کیدار ناتھ نوتن، رام دت کلیش۔ لکشمی شنکر تشنک، برج کشور پانڈے برجنندن، شیو دلارے روتن۔

چندر بھوشن ترویدی۔ اس ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں۔

۲۳ر جنوری ۴۵ء کورس پنچ منڈلی۔ سیکھ لیجئے سڑک کے قاعدے (بات چیت) گنگا رتن پانڈے۔ گیت وی۔ این ڈے کموس بنا نا (مکالمہ) رام اجاگر دوبے اور ریلیٹو جھپیٹے کا ترانہ۔ خبریں فلمی گیت۔

۲۴ر جنوری ۴۵ء ہولی۔ رام جی داس۔ بچوں کا جلسہ۔ ہرن کہانی۔ جے۔ کے۔ جوشی۔ دادرا۔ ملکہ بائی۔ پورب کا حال (مکالمہ) پنچوں کی فرمائش۔ کورس محرم علی معہ پارٹی۔ خبریں بھجن۔

۲۵ر جنوری ۴۵ء ہولی جنگ بہادر۔ پھیری والے (خاص پروگرام) چندر بھوشن۔ انکھیاں ہری درشن کی پیاسی (بھجن) کرپا تیواری۔ بچت کا استعمال (مکالمہ) دادرا۔ شمیم بائی خبریں۔ گیت مرتضیٰ حسین۔

۲۶ر جنوری ۴۵ء راماین پاٹھ۔ پنچ منڈلی۔ مقوی خوراک (بات چیت) ہریش چندر ورما۔ نعت۔ محرم علی معہ پارٹی ترقی شدہ ہل (مکالمہ) دادرا۔ چھنن عقیل النساء۔ خبریں سارنگی پر دھن۔ ریڈیو آرٹسٹ۔

۲۷ر جنوری ۴۵ء بدھائی۔ ارمیلا دیوی بھارگو۔ بڑوں سے سیکھو۔ آٹے کا استعمال۔ تال۔ شانتی کماری۔ گیت۔ بہنو، تمہارا خط ملا ہولی۔ ارملا دیوی بھارگو۔ خبریں بہنوں کی فرمائش۔ بنی ارملا دیوی بھارگو۔

۲۸ر جنوری ۴۵ء دادرا مرتضیٰ حسین۔ بچوں کا جلسہ ان کے فائدے۔ پہاڑ۔ (بات چیت) اے۔ اے خلیل ٹھمری بے نظیر بائی۔ سن کی من میں رکھو (مکالمہ) رسول احمد ابودھ اور سریشچندر۔ خبریں گیت ریوا گھوش۔ تمہارا خط ملا۔ صورتیا کو بساری (بھجن) رام جی داس

۲۹ر جنوری ۴۵ء لالہ ہوا آئے میں۔ رسیا۔ راما نند سوامی پھولوں کی کاشت (مکالمہ) رام داس اور جھپیٹے یو۔ پی گیت اکبری بائی۔ اس ہفتے کا پروگرام۔ دادرا علی حسین معہ پارٹی۔ خبریں۔ چلا جاڑا (کویتا) بھوشن رے رگھوتیا (بھجن) راما نند سوامی۔

۳۰ر جنوری ۴۵ء حسرتیہ ل کی نکل جائیں (قوالی) پنچ منڈلی۔ ہمارے پرانے کوی۔ میرا (بات چیت) راجندر سنگھ چوہان۔ ہولی۔ کملا بائی مل جل کر کتائی (مکالمہ) رام بہاری رستم اور رمی کاکا۔ دادرا۔ عبدالحئی۔ خبریں۔ گیت۔

۳۱ر جنوری ۱۹۴۵ء دہار۔ فقیرے لال معہ پارٹی۔ بچوں کا جلسہ کھیلتے ہوں نہیں لگڑوں کوں (مکالمہ) رمّی کاکا اور بلبُو۔ دادرا اکبری بائی۔ پورب حال۔ لچاری فقیرے لال معہ پارٹی۔ بچوں کی فرمائش۔ خبریں۔ بیہرا۔ فقیرے لال معہ پارٹی۔

یکم فروری ۱۹۴۵ء۔ بدیشیا۔ رام جی داس۔ لال جھنڈی (خاص پروگرام) ہریشچندر گھر کی بناوٹ (مکالمہ) للت پرساد اگروال اور چھیدے۔ بت دادرا۔ ودیا بائی۔ خبریں۔ بھجن کرپا شنکر تیواری۔

۲ر فروری ۱۹۴۵ء آگسترا پر دھن۔ ریڈیو آرٹسٹ باغ بغیچہ بیگن کاشت (بات چیت) رام جی داس ڈھولک کا گیت تارا بائی۔ مرغی کی شیشیں (مکالمہ) رمّی کاکا اور بلبُو۔ بھجن۔ بی۔ جے۔ جوشی۔ خبریں۔ کھنجڑی گیت پنچ منڈلی۔

۳ر فروری ۱۹۴۵ء ہولی۔ وشویشوری دیوی معہ پارٹی۔ سوئی کے اندے۔ کپڑے کے کھلونے (بات چیت) عزیز بانو۔ گیت۔ کانتی ترپاٹھی۔ سنو تمہارا خط ملا۔ بہنوں کی فرمائش۔ مونڈن کا گیت۔ وشویشوری دیوی معہ پارٹی۔ خبریں۔ بنا۔ وشویشوری دیوی معہ پارٹی۔

۴ر فروری ۱۹۴۵ء۔ دھمار۔ پنچ منڈلی۔ چور بازار۔ خبردار! (مکالمہ) ہریچندر مشرا اور چھیدے۔ ڈھولک کا گیت۔ تارا بائی۔ تمہارا خط ملا۔ قوالی۔ بچوں کا جلسہ۔ ان کی رام کہانی۔ کاغذ (مکالمہ) بھائی بھائی بھائی بھائی۔ بھائی گیت۔ چھیدے۔ خبریں۔

۵ر فروری ۱۹۴۵ء گیت جنگ بہادر۔ باغ کا باغیچہ۔ خوشبودار پودے (مکالمہ) کے ایس۔ مشرا اور بلبُو۔ ٹھمری چھوٹی موتی بائی۔ اس ہفتے کا پروگرام۔ ستار پر دھن۔ ریڈیو آرٹسٹ۔ خبریں۔ بھجن۔ ڈی۔ ایم۔ جوشی۔ چرواہا (کوِتا) بھوشن۔

۶ر فروری ۱۹۴۵ء پوربی مرتضیٰ حسین۔ ہمارے پرانے کوی۔ بیکھان۔ پنڈت بھوانی بھیک ترپاٹھی۔ فلمی گیت۔ ٹماٹر کی کاشت (مکالمہ) ارجن لال اور چھیدے۔ بھجن شیلینی شیواڈے۔ خبریں۔ دادرا عبدالحئی۔

۷ر فروری ۱۹۴۵ء۔ پوربی۔ للّہ معہ پارٹی۔ پورب کا حال (مکالمہ) ٹھمری چھوٹی موتی بائی۔ بچوں کا جلسہ۔ چرخی والا (خاص پروگرام) ریڈلی۔ للّہ معہ پارٹی۔ بچوں کی فرمائش۔ لچاری للّہ معہ پارٹی۔

۸ر فروری ۱۹۴۵ء رامائن پاٹھ رام نرائن سینی معہ پارٹی۔ بچت کا استعمال (مکالمہ) جے۔ پی۔ مشرا اور چھیدے گیت۔ شیلینی۔ شیواڈے۔ پہیلیاں۔ سریشچندر آرتی۔ رام سینی معہ پارٹی۔ خبریں۔ کیرتن رام سینی معہ پارٹی۔

۹ر فروری ۱۹۴۵ء برہا سید حسن رضا۔ اپنی بیتی۔ اناڑی کی دوا (بات چیت) ٹھاکر سمیر بخش سنگھ۔ پوربی دادرا۔ نورجہاں زمین کی قسمیں۔ رمّی کاکا اور مرتضیٰ حسین کہروا۔ سید حسن رضا۔ خبریں بھجن۔

۱۰ر فروری ۱۹۴۵ء کویتری سمیلن۔ شانتی باجپئی کرشن بہن بھٹناگر دھونتی مشرا۔ دمینتی دیوی اور بسنت کماری کے آنے کی امید ہے۔ بہنو تمہارا خط ملا۔

۱۱ر فروری ۱۹۴۵ء کیرتن مولوی گنج رامائن سبھا۔ بچوں کا جلسہ انکے فائدے۔ سمندر (مکالمہ) ایس ایس۔ مشرا اور بلبُو۔ سنولی۔ شیومہا (بات چیت) بی کے مشرا۔ آرتی مولوی گنج رامائن سبھا۔ تمہارا خط ملا۔ دشں پان (کوِتا) بھوشن۔

۱۲ر فروری ۱۹۴۵ء قوالی۔ مقبول حسین معہ پارٹی۔ من کی من میں راکھو (مکالمہ) ایچ این۔ شکل اور چھیدے۔ اس ہفتے کا پروگرام نعت مقبول حسین معہ پارٹی۔ غزل بے نظیر بائی۔ باغ باغیچہ۔ دوادار کے پودے (مکالمہ) سدھاری لال اور سریشچندر۔ دادرا مقبول حسین معہ پارٹی خبریں۔

۱۳ر فروری ۱۹۴۵ء گوکل کے شیام۔ کورس۔ پنچ منڈلی سیکھ لیجئے۔ پہناوا۔ (بات چیت) فصیح احمد انصاری۔ پوربی منی بائی گلیوں کا سدھار (مکالمہ) رام آجاگر دوبے اور مرتضیٰ حسین نعت خبریں۔ بھجن۔ این۔ ایم۔ جوشی۔

۱۴ر فروری ۱۹۴۵ء ہولی رام جی داس۔ بچوں کا جلسہ بچوں کی باتیں (مکالمہ) سورج پرکاش سکسینہ۔ حیات محمد اور ضیاء الاسلام بھجن لکشمی بائی۔ پورب کا حال (مکالمہ) بچوں کی فرمائش (کورس) بچوں کی پارٹی۔ خبریں۔ دادرا حفیظ احمد خاں۔

۱۵ر فروری ۱۹۴۵ء گیت۔ سہراب اور رستم۔ ناٹک کیلاش نرائن رستگی۔ دادرا منا بائی۔ پیاز کی کاشت (مکالمہ) دھنی رام سنگھ اور چھیدے۔ خبریں۔

دیہات کی اصلاح

ہندوستان میں ۴۰ کروڑ میں تقریباً ۱۰ کروڑ آبادی ایسی ہے جسے پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں ان میں جو کام کرنے کے قابل ہیں ان کی آمدنی کا ذریعہ یا تو مزدوری ہے یا جو کچھ وہ اپنی محنت سے کھیتوں میں پیدا کر لیتے ہیں۔ مزدوری کرکے یا کھیتی کرکے وہ بہت محدود آمدنی کر سکتے ہیں۔ بہت تھوڑی سی زمین کا مالک کسان اور اسکا کنبہ ایک فصل والی زمین پر جتنی محنت کرتا ہے اتنی محنت اس کی کل محنت کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ عام طور پر اپنی محنت کا استعمال کرنے کیلئے اس کے پاس دوسرا راستہ ہی نہیں ہے جس کسان کے پاس زمین نہیں ہے اور جسے کھیتی کرنے کیلئے زمین نہیں ملتی اس کی حالت تو اور بھی بری ہے کیونکہ گاؤں میں اسے اپنی محنت کرنے کیلئے کام ملنا مشکل ہوجاتا ہے۔ صرف جس وقت کھیتوں میں زیادہ کام رہتا ہے اسی وقت اسکی محنت کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کھیتی کی پیداوار کو ایک جگہ سے دوسری لے جانے کے کام میں ہی وہ کچھ آمدنی کر لیتا ہے۔ اسکے بزرگ خانگی صنعت و حرفت کے ذریعے اپنی آمدنی بڑھا لیتے تھے لیکن سارا کاروبار سرمایہ داروں کی طرف سے شہر میں ہونے کی وجہ سے اب وہ ان صنعتوں سے بھی محروم ہو گیا ہے۔

اس قسم کے دیہاتی باشندے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کسان جنکے پاس کافی زمین نہیں ہے اور دوسرے وہ جنکے پاس جوتنے کے لئے زمین ہے ہی نہیں آبپاشی کی سہولت والے علاقوں میں بھی ان دونوں طبقوں کی حالت تقریباً یکساں ہے ہاں جہاں آبپاشی کی سہولت ہے وہاں مختلف فصلیں ہونے کے باعث کام کافی رہتا ہے اس لئے انھیں بھی کام ملجاتا ہے۔ لیکن جہاں صرف ایک ہی فصل ہوتی ہے اور کھیتی کے لئے موسمی ہواؤں کے اوپر قناعت کرنی پڑتی ہے وہاں کے دیہاتی باشندوں کو بہت مشکلوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کاشت کی زمینوں پر آبادی کے اضافہ کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ گاؤں میں کسان کے کھیت اتنے چھوٹے چھوٹے قطعوں میں تقسیم ہیں کہ ان سے زیادہ فائدہ اٹھانا ناممکن ہو گیا ہے۔ کمبختی یہ ہے کہ کھیتوں کی یہ تقسیم آگے بھی ہوتی جا رہی ہے اور کسانوں کی مصیبت بجائے گھٹنے کے بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

اتنی بڑی آبادی کی اس اقتصادی اور سماجی مشکلات کا مقابلہ کرنیکی کوئی صورت نہیں ہے لیکن اگر کوشش کیجائے تو یہ غریب کسان اپنی محنت کی زیادہ قیمت پاکر اپنی حالت کی اصلاح کر سکتے ہیں کھیتوں کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے روکا جائے ٹکڑے ٹکڑے کھیتوں میں کی چکبندی کیجائے آبپاشی کے ذرائع بڑھائیں زمین کو بٹنے چھٹنے سے بچانے کی تدابیر کیجائیں زمین کو بیکار پودوں کی باڑہ سے صاف کریں عمدہ قسم کے بیجوں کا استعمال کریں گائے بھینسوں کی دودھ دینے کی طاقت بڑھائیں کھادوں کا استعمال کریں اور خانگی صنعت و حرفت کا پرچار کریں یوں ہم اپنی دیہاتی آبادی کی بہت کچھ اصلاح کر سکتے ہیں کسانوں کو ایسی باتیں جاننے کی ضرورت ہے جنکی مدد سے وہ اپنی آپ مدد کر سکیں۔ انکی جہالت ہی انکی بہت سی تکالیف کا سبب ہے۔

محکمہ گرام سدھار نے دیہاتی باشندوں کی دشواریوں کو دور کرنے کی انتھک کوشش کی ہے لیکن عوام کی جہالت کے باعث اتنی کامیابی نہ ہوئی جتنی ہونی چاہئے تھی۔ پھر بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ دیہات کے باشندے گاؤں سدھار سنٹر والے دیہات کے کسانوں کو خوشحال دیکھکر خود اپنی اصلاح کرنیکی طرف متوجہ ہوئے ہیں انکی دیکھا دیکھی اب دیہات میں محکمہ گرام سدھار کے کام سے دلچسپی پیدا ہونے لگی ہے۔

دیہاتی اسکاؤٹوں کی ترقی کی رفتار

اکتوبر ۱۹۴۲ء میں دیہاتی اسکاؤٹوں کی بھرتی کی رفتار امید افزا رہی نیچے اسکاؤٹوں کی بھرتی اور ٹریننگ کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	ضلع	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی مقررہ تعداد	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی کل تعداد
۱	فیض آباد	۳۶۰۰	۸۳۳۷
۲	فرخ آباد	۱۵۰۰	۳۱۹۰
۳	مرزاپور	۲۷۰۰	۵۸۹۵
۴	کانپور	۱۵۰۰	۳۱۱۶
۵	ہردوئی	۱۵۰۰	۲۰۶۸۰
۶	اعظم گڑھ	۱۰۵۰۰	۲۱۵۳

بلیا	۱۹۵۰	۲۶۷۳
مین پوری	۱۵۰۰	۲۰۳۸
فتحپور	۱۵۰۰	۱۹۷۴
مراد آباد	۱۵۰۰	۱۹۱۸
ہمیرپور	۱۵۰۰	۱۸۵۷
الہ آباد	۳۱۵۰	۳۷۴۳
بلندشہر	۱۵۰۰	۱۶۷۱
مظفرنگر	۱۵۰۰	۱۲۶۹
بدایوں	۱۵۰۰	۱۶۲۸
جالون	۱۵۰۰	۱۶۲۲
سلطانپور	۲۲۵۰	۲۳۷۲
اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۶۵۰
گونڈا	۳۰۰۰	۳۱۱۰
آگرہ	۱۵۰۰	۱۵۲۲
ایٹہ	۱۵۰۰	۱۷۰۷
درجہ ب ۵۰ فیصدی سے زیادہ اور سو فیصدی سے کم		
بستی	۲۷۰۰	۲۶۵۵
بجنور	۱۵۰۰	۱۴۴۱
دہرادون	۱۵۰۰	۱۴۳۵
سہارنپور	۱۵۰۰	۱۴۱۱
جونپور	۳۰۰۰	۲۷۸۰
بریلی	۱۵۰۰	۱۱۳۰
پیلی بھیت	۱۵۰۰	۱۰۹۳
کھیری	۱۵۰۰	۱۳۸۱
بہرائچ	۱۵۰۰	۱۰۷۶
متھرا	۱۵۰۰	۱۰۷۹
گڈھوال	۳۰۰	۴۳۰
بارابنکی	۳۴۵۰	۲۳۸۱
غازی پور	۲۷۰۰	۱۸۵۲
نینی تال	۱۲۰۰	۷۶۸
بنارس	۴۰۵۰	۲۵۸۳
گورکھپور	۳۶۰۰	۲۲۵۹
پرتاب گڈھ	۲۵۵۰	۱۳۴۷
درجہ (ج) ۵۰ فیصدی سے کم		
علی گڈھ	۱۵۰۰	۷۴۶
الموڑہ	۱۵۰۰	۴۴۵
شاہجہانپور	۱۵۰۰	۶۱۴

۴۲	اناؤ	۱۵۰۰	۵۳۰
۴۳	جھانسی	۱۵۰۰	۴۷۹
۴۴	باندہ	۲۸۵۰	۸۵۹
۴۵	سیتاپور	۱۵۰۰	۳۸۴
۴۶	رائے بریلی	۲۴۰۰	۲۰۰
۴۷	لکھنؤ	۲۵۵۰	اعداد نہیں موصول ہوئے
۴۸	میرٹھ	۱۵۰۰	اعداد نہیں موصول ہوئے

دیہات کے باشندوں کیلئے آنکھوں کے علاج کا انتظام

دیہات کے غریب باشندوں کیلئے آنکھوں کے علاج کیلئے صوبہ بھر میں جگہ جگہ ہسپتالوں میں خاص انتظام کیا گیا ہے جہاں جاکر وہ اپنی آنکھوں کا علاج کرا سکتے ہیں۔ محکمہ گاؤں سدھار کے ملازمین سے اس سلسلے میں مفصل حالات معلوم ہو سکتے ہیں مقامی محکمہ گاؤں سدھار کے ملازمین غریب مریضوں کی ہر قسم کی امداد کرنیکا انتظام کرینگے آنکھ کے علاج کے مرکز جنکے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں

۱	علی گڈھ	آئی	ہسپتال	علی گڈھ
۲	خیرآباد	"	"	سیتاپور
۳	کلیان	"	"	کھتولی مظفرنگر
۴	جھنجھک	"	"	کانپور
۵	مشن	"	"	بڑھ پور فتحپور
۶	صدر		ہسپتال	الہ آباد
۷	"		"	گورکھپور
۸	"		"	لکھنؤ
۹	"		"	متھرا
۱۰	"		"	بریلی
۱۱	"		"	بنارس
۱۲	"		"	میرٹھ
۱۳	"		"	مظفرنگر
۱۴	"		"	گڈھوال
۱۵	"		"	فیض آباد
۱۶	"		"	بدایوں
۱۷	"		"	جونپور
۱۸	"		"	مرزاپور
۱۹	"		"	اور تلہر ڈسپنسری شاہجہانپور
۲۰	"		"	بجنور
۲۱	"		"	ہمیرپور
۲۲	"		"	فتح گڈھ
۲۳	"		"	اناؤ
۲۴	"		"	پرتاب گڈھ
۲۵	"		"	گونڈا

یہ لڑکا ہمیشہ کسی نہ کسی جانور کو
اپنی چھاتی سے لپٹائے رہتا ہے یا اُس سے
کھیلتا رہتا ہے!
آپ کو شکر کرنا چاہئیے کہ وہ
میل مٹّی کے خطرے سے محفوظ ہے
کوئی نہ کوئی پیارا جانور ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ بس جو جانور مل گیا اُسے چھاتی سے لپٹا لیا۔ یہ لڑکا جانوروں کے پیچھے دیوانہ ہے!
جب جانور مٹّی میں لوٹ پوٹ رہا ہو تو بھی اس کے پیار میں فرق نہیں آتا اور برابر اُٹھاتا دباتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ واقعی ایک شکر کی بات
ہے کہ یہ لائیف بوائے کے استعمال کی عادت رکھتا ہے ورنہ جو میل مٹّی اور جراثیم اس کو لگتے ہوں گے۔ اُن سے نہ معلوم کیا آفت برپا ہوتی لائیف
بوائے صابون کی بدولت میل اور مٹّی سے جو بچاؤ حاصل ہوتا ہے اُس کے نہ ہونے کی صورت میں بہتیری مائیں آٹھوں پہر فکر میں گھلتی رہتیں۔ یہ
تو ہم جانتے ہی ہیں کہ میل اور مٹّی میں جراثیم ہوتے ہیں وہ خطرناک جراثیم طرح طرح کی بیماریوں کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا باعث بن سکتے ہیں لیکن
اگر بچے ہمیشہ لائیف بوائے صابون کے ساتھ نہایا دھویا کریں تو پھر فکر اور اندیشہ کی کوئی بات نہیں۔ لائیف بوائے ایک جراثیم کش صابون ہے اس
میں صحت کی حفاظت کرنیوالا ایک خاص جزو ہے جس کی وجہ سے یہ دنیا بھر میں مشہور ہو چکا ہے ہندوستان میں اور کسی صابون سے یہ سلامتی حاصل نہیں ہو سکتی
LIFEBUOY
لائیف بوائے ایک اچھا
صابون ہی نہیں بلکہ ایک اچھی عادت ہے
اب موم کے کاغذ میں لپٹا ہُوا بکتا ہے
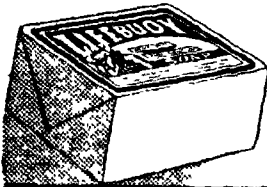
Regd. No. A 294.

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press Ltd., Allahabad.

ہل

جلد ۷ نمبر ۳ | باتصویر ماہوار رسالہ | مارچ سنہ ۱۹۳۵ع

فہرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو پی لکھنؤ

ایڈیٹر
للی پرساد پانڈے

باتصویر ماہوار رسالہ

مارچ ۱۹۴۵ء جلد ۷ نمبر ۳

ترغیب عمل

(سید محمد قاسم ذاکر زیدی فتح پوری)

اٹھے ہیں تو ہم بیٹھنے کا نام نہ لیں گے
منزل کے اِدھر راہ میں آرام نہ لیں گے

ٹھکراتے چلے جائیں گے صہبا و سبو کو
بھولے سے کبھی ہاتھ میں ہم جام نہ لیں گے

جب شکوۂ بیداد کا حاصل ہی نہیں کچھ
تلوار کا تلوار ہی سے کام نہ لیں گے

ان ہی کے سبب سے ہے بھنور میں مری کشتی
لیکن وہ کبھی سر پہ یہ الزام نہ لیں گے

دل گاتا ہے پہلو میں مساوات کے نغمے
ہم کیسے کہیں ہاتھ میں صمصام نہ لیں گے

اٹھے ہیں تو بڑھتے ہی چلے جائیں گے آگے
ہم ہٹنے کا اب پیچھے کبھی نام نہ لیں گے

ہم آپ بنائیں گے بہار اپنی خزاں کو
احسان ترا گردشِ ایام نہ لیں گے

ظلمت کدۂ دہر میں کر دیں گے اُجالا
اور نام ترا جاتی ہوئی شام نہ لیں گے

ذاکر کے ترانے ہیں کہ ہمت کے ہیں نغمے
گرتے ہوئے انسان کو کیا تھام نہ لیں گے

شیرہ کا چارہ

(از شری دین بندھو پاٹھک)

ہماری بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنکے فائدوں سے ناواقف ہونیکی وجہ سے ہم ان کو بیکار پھینک دیتے ہیں۔ اگرچہ دنیا میں کوئی چیز بھی بیکار نہیں ہوتی لیکن کسی چیز کا استعمال نہ ہونا ہی اسکا بیکار ہونا کہلاتا ہے ہم لوگوں کے گرد جہالت کی تاریکی سی چھائی ہے اگرچہ وہ آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے لیکن ابھی اسکے دور ہونے میں بہت وقت صرف ہوگا۔ ہمیں اب اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں ہی کے فائدے نہیں معلوم تو اور ہم کیا جان سکتے ہیں۔ سائنس کے ذریعہ اب چیزیں روشنی میں آرہی ہیں۔ ہمارے ملک میں دنیا کی پیداوار کا بیشتر حصہ گنا پیدا ہوتا ہے۔ ہم گنے کے اچھے حصے کو لے لیتے ہیں باقی کو یا تو کھیتوں میں پھینک دیتے ہیں جلا دیتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھانا ہمیں آج بھی نہیں آتا۔ اگر ہم گنے کے ہر حصہ کو استعمال میں لائیں تو ہمیں ایک نیا چارہ مل جائے جو ہمارے لئے بہت کار آمد ثابت ہو۔ ہم گنے کا رس نکال کر اسکے اچھے حصے کا گڑ، شکر اور چینی بنا لیتے ہیں اور شیرہ جیسے حصے کو پھینک دیتے ہیں لیکن یہ حصہ بھی ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

یہ شیرہ مویشیوں کے چارے کے لئے مفید ثابت ہو چکا ہے اسکے متعلق بہت سی تحقیقات ہو چکی ہیں۔ یورپ میں چینی کی ملوں سے پیدا کئے ہوئے شیرہ کا دو تہائی حصہ چوپایوں کے کھلانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے ملکوں میں بھی یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ میں ۹۰ کروڑ گیلن شیرہ ہر سال چوپایوں کے کھلانے کے کام آتا ہے۔ لیکن ہندوستان کی حالت اسکے بالکل برعکس ہے۔ یہاں پر جانوروں کی خوراک والی اس مفید چیز کا آج بھی مناسب استعمال نہیں ہو رہا ہے یہاں والوں کا شیرہ کے بارے میں بہت برا خیال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شیرہ میں [illegible] ہوتا ہے لیکن انھیں یہ نہیں معلوم کہ شیرہ میں سوکھی گھاس اور دوسرے چاروں کے مقابلہ میں چونے کی مقدار کم پائی جاتی ہے۔

اس شیرے سے چارے کا کام لینے کے لئے کافی چھان بین کی گئی ہے۔ کانپور میں امپیریل انسٹی ٹیوٹ آف شوگر ٹیکنالوجی میں شیرے سے مویشیوں کے لئے چارہ بنانے پر کافی تجربے کئے گئے ہیں یہ تجربہ مسلسل کئی سال تک کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں جانوروں کے چارے کیلئے چوکر اور شیرے ہی کو برابر مقدار میں ملا کر کھلانے کے لائق بنایا جا سکتا ہے یہ چارہ بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔ اس مرکب چارے کو سانڈ، بیل، دودھ دینے والی گائیں، بھینسیں اور گھوڑے نہایت شوق سے کھاتے ہیں۔ اس مرکب چارے سے دوسرے جانوروں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ کام کرنے والے بیلوں کو دیہات کے کسان جو چارہ دیتے ہیں اسکے مقابلے میں اس مرکب چارے کو کھلانے سے جانوروں کی تندرستی میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔ چنے کی بھوسی کو کسان جانوروں کے لئے بہت اچھی خوراک سمجھتے ہیں۔ اسکی طاقت اس مرکب چارے میں حاصل ہوتی ہے۔ اس سے بھوسی کی جگہ پر چوکر اور شیرے کی مہی ملا ہوا چارہ دینا اچھا ہوگا۔

آج کل چارے کی اتنی کمی ہو گئی ہے کہ اسکی تلافی کرنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ یہ کمی بڑے شہروں میں زیادہ ہے۔ اس لئے ایسے شہروں کے پاس اس مہی کے مرکب چارے کی کامیاب تجارت کی جا سکتی ہے اس تجارت سے نہ صرف چارے کی کمی پوری ہونے میں مدد ملے گی بلکہ ساتھ ہی ساتھ چینی کے کارخانوں کے پاس ایک نئی تجارت بھی ہونے لگے گی۔ شیرہ اور مہی ملا ہوا مرکب چارہ ایک نیم تجارتی اصول پر امپیریل انسٹی ٹیوٹ آف شوگر ٹیکنالوجی کانپور میں پیدا کیا گیا تھا۔ یہ چارہ سنہ ۴۴-۱۹۴۳ کے جاڑوں میں تیار ہوا تھا یہ تجارت نہایت آسان ہے۔ تھوڑی سی محنت اور ہوشیاری سے یہ تجارت زیادہ مفید بنائی جا سکتی ہے اور اسکا کئی طرح سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

مہی گنے کا رس نکال کر چھاننے کے بعد اس رس کے پھیلنے والے حصے کو باہر پھینک دیا جاتا ہے لیکن یہ حصہ جانوروں کے چارے کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ ۱۰۰ من گنے کے رس میں ۷ء۲ من مہی نکلتی ہے یہی مہی جانوروں کو کھلائی جا سکتی ہے۔

مہی کا سکھانا۔ یہ مہی دھوپ میں رکھکر خشک کی جا سکتی ہے سکھانے کے لئے اسے کئی بار الٹنا پلٹنا چاہئے۔ دھوپ میں سکھائی ہوئی مہی میں ۷ء۴ فیصدی تری رہتی ہے۔ سکھانے کا کام ایک ہی دن میں پورا کرنا چاہئے۔

عمدہ مہی۔ دھوپ کی سکھائی ہوئی مہی ہاتھ کی بنائی ہوئی مہی سے بہت اچھی ہوتی ہے یہ گرم شیرے کے ساتھ ملا کر اکٹھا کرکے رکھنی چاہئے۔ دوسری قسم کی مہی کو ردی اور نوکیلے گنوں کی کھونٹیوں چھلکوں سے بہت بچا کر رکھنا چاہئے۔ اگر جانور اسکو کھا جائینگے تو اسے ہضم کرنا ان کے لئے بہت مشکل ہوگا۔

چارے میں ملاوٹ۔ مہی کو ایک ہموار برتن میں چارے کے ساتھ ملایا گیا تھا۔ یہ کام تیل کے انجن سے لیا گیا۔ اس کے لئے بجلی کے موٹر کا استعمال زیادہ اچھا ہوتا لیکن اسوقت فیکٹری میں اس کام کے لئے کوئی موٹر نہ تھا۔

شیرے کی ایک مقررہ مقدار اس مرکب کرنے والے حصے میں ڈال کر کوئلہ کی آگ پر گرم کیا گیا ۔ اسکے بعد عمدہ اور سوکھی مہی ملاکر ۱ امنٹ سے پندرہ منٹ تک متھا گیا ۔ اس طرح دونوں قسم کی مہی ملادی گئی ۔ اس کو خریداروں کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا ۔ یہ مہی جو بیچی گئی اس کی روزانہ پیداوار ۳ من تھی اور لگاتار کام کرنے سے یہ ممکن تھا کہ روزانہ ۳۰ من مہی تیار کی جاسکتی تھی لیکن عمدہ مہی کی پیداوار اس بڑی مشین کے لئے ادھوری تھی ۔ اس وقت اس مشین سے ۱۲ من روزانہ کی تیاری کا اوسط پڑا تھا ۔

اس مہی کے چارے کی تجارت شروع جنوری میں کی گئی تھی ۔ جو آخیر فروری تک جاری رہی ۶۰۰ من چارہ والی مہی اس کے ذریعے تیار کی گئی تھی ۔ یہ تیار شدہ چارہ سوا روپیہ فی من کے حساب سے فروخت کیا گیا اس وقت بھوسے کا نرخ تین روپے فی من تھا ۔ بھوسے کے مقابلے میں اگرچہ یہ چارہ سستا نہ فروخت کیا جاتا تھا لیکن خاص مقصد اس چارہ کا کافی پرچار کرنا تھا تاکہ لوگ اپنی ضروریات کچھ حد تک اس سے بھی رفع کر سکیں اور عام لوگ اس چارے کے فائدے سے واقف ہوں یہ چارہ خریداروں کی ضروریات کے مقابلے میں بہت کم تیار ہوتا تھا ۔ یکہ والے ، گوالے ، ڈیریاں ، بھینسوں پالنے والے اور مویشیوں کے دیگر فارموں میں اس کی کافی کھپت تھی جو چارہ تیار ہوا اس کا کچھ حصہ کانپور کے میونسپل بورڈ نے خرید لیا تھا ۔ ہمارے ملک کے کسان یہ مہی مویشیوں کو کیوں نہ کھلاتے ، دیہات میں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ اب لوگ مویشیوں کو کھلانے لگے ہیں لیکن اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ چارے کا پرچار نہ صرف ... انوں میں ہو بلکہ چینی کی ملوں کے پاس مہی اور شیرے کے چارے بنانے کے کارخانے کھولے جائیں اس سے ملک میں ایک نئی تجارت شروع ہو جائے گی اور مویشیوں کو ایک طاقت بخش چارہ ملنے لگے گا موجودہ وقت میں چارے کی جو قلت ہے وہ بھی دور ہو جائیگی ۔ اسلئے ایسی تجارت کا پرچار اور شیرے اور مہی چارے کا استعمال بہت ضروری ہے ۔

گنّے کی کاشت

(از مسٹر وامن راؤ داستے ، بی ۔ ایس ۔ سی ۔ (زراعت)

اگرچہ ہندوستان میں شکر کے کارخانے اچھے ہیں تاہم جاوا اور کیوبا کی طرح یہاں گنّے کی پیداوار نہیں ہوتی ۔ گرد و نواح کے کسان اپنا گنّا کارخانوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں ۔

آب وہوا کی موافقت

دراصل گیہوں جوار اور گنّا ایک ہی درجہ کی فصلیں ہیں گنے کے لئے بھی جوار ہی کی سی آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے ۔ گرم آب وہوا میں پورا پانی رہنے پر گنے کی پیداوار اچھی ہوسکتی ہے ۔ اسی لئے خط استوا سے نیچے اوپر °۲۰ - °۲۲ عرض البلد کے درمیان کی زمین پر گنے کی پیداوار خاص مقدار میں دیکھی جاتی ہے ۔ اس خطے میں سخت گرمی رہتی ہے اور بارش بھی ہر سال ۵۰ انچ سے لے کر سوڈیڑھ سو انچ تک ہوا کرتی ہے ۔ گرمی میں تیز دھوپ اور جاڑوں میں بہت سردی جہاں رہتی ہے وہ خطّہ گنے کے لئے اگرچہ موزوں نہیں ہے تاہم مذکورہ بالا عرض البلد کی زمین پر ہندوستان میں اور دوسرے ممالک میں بھی گنے کی پیداوار اچھی ہوتی ہے ۔ خط استوا کے قریب والے جزیرے جاوا ، کیوبا ، ماریشس وغیرہ گنے کے لئے مشہور ہیں ۔ موافق آب وہوا ہونے سے وہاں لوگ نہ صرف گنے کے ٹکڑے بو کر گنے پیدا کرتے ہیں بلکہ گنے کی جڑوں سے بھی پیدا کرتے ہیں اور ۱۰ - ۱۲ فصلیں نقصان اٹھائے بغیر لگاتار لے سکتے ہیں ۔ دونوں طریقوں سے بوئے ہوئے گنوں کی فی ایکڑ پیداوار ہند کے گنے کی پیداوار سے بہت زیادہ ہوا کرتی ہے ۔ اسکا خاص سبب وہاں کی آب وہوا ہی ہے ۔ یو ۔ پی اور بہار میں آب وہوا ناموافق پر بھی گنے کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آب وہوا کے علاوہ جن ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان صوبوں میں آسانی سے پوری ہو جاتی ہیں

گنوں کی صوبہ وارانہ پیداوار

یو ۔ پی اور بہار کی آب وہوا اگر گنے کے موافق نہیں ہے تو بالکل خلاف بھی نہیں ہے ۔ اسکے علاوہ دیگر ضروری ذرائع بھی ان صوبوں میں آسانی سے حاصل ہو جاتے ہیں ۔ عام طور پر ہندوستان میں گنے کی کاشت کے لئے لگی ہوئی زمین کا ۵۵ فیصدی حصہ یوپی میں ، ۱۲ فی صدی پنجاب میں ، ۱۱ فیصدی بہار اور اڑیسہ میں ۸ فیصدی بنگال میں ، ۳ فیصدی مدراس اور ۳ فیصدی صوبہ بمبئی میں ہے ۔ بچا ہوا ۸ فیصدی حصہ بقیہ صوبوں میں ہے

آب وہوا کا گنے کی پیداوار پر اثر

آب وہوا کا پیداوار پر بہت اثر پڑتا ہے۔ گراف کی شکل میں
ر ایکڑ پیداوار دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پنجاب اور دہلی میں فی
ڑ پیداوار بہت کم ہے لیکن بمبئی اور مدراس میں سب سے زیادہ
ے یو پی اور بہار کی پیداوار درمیانی ہے۔ بمبئی اور مدراس کے علاقوں میں
کڑ ۳۵-۴۰ ٹن اور یو پی میں دس پندرہ ٹن گنا پیدا ہوتا ہے،
وا کیوبا جزائر میں فی ایکڑ ۵۰ سے ۰ ٹن تک گنا آسانی سے پیدا
تا ہے۔ یہ بات حرف بحرف صحیح ہے کہ وہاں کا گنا بہت موٹا
ہوتا ہے۔

پیداوار کے لئے موزوں زمین

مختلف قسم کی زمینوں میں گنا پیدا ہو سکتا ہے۔ تاہم ہلکی زمین
سے کچھ بھاری زمین اچھی ہوتی ہے یو پی میں دریاؤں کی باڑھ سے
نکلی ہوئی زمین اس کے لئے بہت موزوں ہے جنوب میں اتھلی
زمین سے لیکر آٹھ دس فٹ تک گہری کالی زمین پر گنا پیدا کیا جاتا
ہے۔ پانی جمع رہنے دینے سے گنے کی شکر پر اثر ہونے کے ساتھ ساتھ
سے دیگر بیماریوں کا بھی جلد شکار ہو جانا پڑتا ہے۔ اس لئے زمین
بھاری رہنے پر بھی پانی بہا دینے کی سہولت نہ ہونے سے گنے
نقصان پہونچنے کا احتمال رہتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ گنے
کے لئے وہی زمین عمدہ ہے۔ جو ۳ تین فٹ گہری ہو، درمیانی درجے
کی ہو اور جہاں سے پانی بہ جانے کی سہولت ہو۔ دیگر فصلوں
کے مقابلے میں گنے کو زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر غیر
ضروری پانی باہر نکال دینے کا انتظام نہ کیا گیا ہو تو چند ہی سال میں
زمین میں کھار بڑھنے کے باعث وہ دلدلی بن جاتی ہے اور دیگر فصلوں
کے لئے بیکار ہو جاتی ہے اس لئے گنے بونے کے پہلے زمین کو اچھی
طرح دیکھ لینا چاہیئے۔ اس بات کا خیال نہ کرنے کے باعث بمبئی کے
علاقہ کے محکمہ نیرا کینال کی کئی ایکڑ زمین بگڑ کر بیکار ہو گئی ہے۔

اسی طرح ایک اور اہم بات کی طرف کوئی توجہ نہیں کیجاتی
وہ ہے بونے والے گنے کا معائنہ کرنا خاص قسم کا گنا ہی خاص قسم
کی زمین میں اچھی طرح بویا گیا تو گنے کی فصل آسانی سے پندرہ بیس
فیصدی بڑھائی جاسکتی ہے۔ ہلکی زمین کو زیادہ پانی کی ضرورت
ہوتی ہے لیکن بھاری زمین کے لئے کم پانی سے کام چل سکتا ہے۔

زمین کی مشقت اور گنا لگانے کا طریقہ

مختلف صوبوں میں اپریل سے اکتوبر تک گنے لگائے جاتے ہیں
گنے کی عمر دس سے ۱۴ ماہ ہوتی ہے اسلئے اسی زمین میں ایک کے بعد دوسری
گنے ہی کی فصل نہیں لی جا سکتی۔ اور پھر گنے لگانے کا وقت بھی گزر جاتا ہے
اس لئے دوسرے سال زمین خالی چھوڑ دی جاتی ہے یا جلدی پیدا
ہونے والی کوئی دوسری فصل بوئی جاتی ہے پھر دوسرے جاڑے
میں گنا بوتے ہیں۔

لوہے کا ہل ہمیشہ مفید نہیں ہو سکتا

گنا لگانے کے دو ماہ پہلے ہل چلا کر زمین گوڑ لی جائے۔ بھاری
زمین کے لئے لوہے کا ہل اور ہلکی زمین کے لئے معمولی ہل استعمال کیا جائے
دیہاتی ہلوں سے زمین گہری نہیں کھودی جاسکتی۔ بدیشی ہل استعمال
کرنے پر زیادہ کھاد دینی پڑتی ہے۔ لیکن کچھ غیر ملکی ماہران کا بیان ہے
کہ دیہاتی ہلوں سے زمین جوتنے سے اسکی اچھے رہنے کی خوبی برقرار رہتی
ہے۔

گنے کے لئے اچھی گہری جوتائی ہونی چاہیے تاکہ وہ بھربھری بن
جائے۔ روہیلکھنڈ میں گنا لگانے کے پہلے زمین بار بار جوت کر بھربھری
کر لی جاتی ہے جس سے اس میں ہوا داخل ہوتی رہتی ہے اور کیڑے
مکوڑوں کے اپنا کام اچھی طرح کرنے کے باعث اسکی زرخیزی میں اضافہ
ہوتا ہے کئی سال سے وہاں کے کسان محنت کر رہے ہیں اور تھوڑی
ہی کھاد دے کر اچھی خاصی فصل پیدا کر لیتے ہیں یہ کہنے کی ضرورت
نہیں کہ ہل کی اتنی اہمیت نہیں جتنی زمین کے ساتھ کی جانے والی
محنت کی اہمیت ہے ہل کی ساخت کے مطابق تین چار بار ہل چلا کر
زمین تیار کی جاسکتی ہے جوتنے پر زمین کو لوہے کے سوہے یا کسی
دوسرے ذریعہ سے ہموار کرنا چاہیے زمین اگر ڈھالو ہو تو کچھ فاصلہ
چھوڑ کر بیچ بیچ میں آڑی قطار میں نالیاں کھود دی جائیں اس سے
پانی کے بہہ جانے میں سہولت ہوگی اور زمین کی معدنی خصوصیات بھی برقرار رہینگی
زمین سے پانی اگر بہہ نہ جاتا ہو تو ایک طرح کی کیاریاں بنا کر ان کے
بیچ بیچ سے دس پانچ فٹ چوڑے راستے چھوڑ دیئے جائیں۔ کیاریوں
کی زمین سے کچھ راستے نیچے بنا دیئے جائیں اور ان راستوں پر
گھاس بچھا دی جائے۔ خوب بارش ہونے پر پانی کے بہہ جانے
کے لئے ان راستوں کا نالی جیسا استعمال ہوگا۔ اور دوسرے
وقتوں میں وہ کھیت میں ایک طرف سے دوسری طرف آنے جانے
کے کام آئینگے۔ گھاس کی وجہ سے راستے کی مٹی بھی نہ بہنے پائے گی۔
اسی طرح پاس کی زمین سے بہکر آنے والے پانی کے ساتھ آئی
ہوئی مٹی بھی گھاس سے رُکے گی۔ گنے کے کھیت میں پانی بھرے
گڈھے نہ رہیں۔ کیونکہ دلدلی زمین میں گنا اچھی طرح نہیں اُگنے پاتا۔

قطاریں بنانا

ہل چلانے کے بعد زمین کچھ دنوں تک گرم رکھنی چاہیئے۔

پھر مٹی کے ڈھیلے پھوڑ کر زمین تیار کرنی چاہئے اور قطاریں، نالیاں اور
کیاریاں بنا لینی چاہئیں۔ عام طور سے اس ملک میں لگائے جانے والے
گنوں کی قطاروں میں تین فٹ کا فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ کیاریاں دس
فٹ ہموار رکھی جاتی ہیں۔ قطاریں پھاؤڑے سے یا دو پھل والے ہل
سے بنائی جا سکتی ہے۔ زمین اور گنوں کی ذات دیکھکر ۳ ۱/۲ سے ۴ ۱/۲
فٹ تک کے فاصلے سے قطاریں بنائی جاتی ہیں۔

بھاری اور ہلکی زمین

یو پی اور بہار میں (۱) ہموار اور (۲) نالیوں میں گنے لگانے
کے طریقے رائج ہیں۔ ہلکی زمین میں پہلے ہموار بوائی کرکے برسات کے
شروع میں زمین پھر گوڑی جاتی ہے۔ بھاری زمین میں نالیوں کے
طریقے سے گنے لگائے جاتے ہیں۔ نالیوں کی قطار میں ۴ فٹ کا فاصلہ
رہتا ہے۔ نالی دو فٹ چوڑی اور بیچ کا فاصلہ بھی دو فٹ رہتا ہے۔
نالی چھ انچ سے نو انچ تک گہری رہتی ہے۔ نالی کی سطح کی زمین گوڑ کر
اس میں برسات کے شروع میں ہی مٹی بھرنی چاہئے۔ ہلکا اور اونچا گنا
بالترتیب ہلکی اور بھاری زمین میں بونے کے لئے منتخب کرنا چاہئے۔
ہلکی زمین میں اگر اونچا گنا لگایا گیا تو اسکا بوجھ ہلکی زمین نہ برداشت
کر سکے گی اور گنا نیچے گر پڑے گا۔ گنے کے نیچے گرنے سے اسکی مٹھاس
کم ہو جائے گی اور دوسرے بھی نقصانات ہو سکتے ہیں۔ پنجاب میں ایک
فٹ کے فاصلے کے بجائے ۲ فٹ کے فاصلے پر لگائے جانے والے
گنے اچھے ثابت ہوئے ہیں

گنا لگانے کے طریقہ میں اصلاح کرنیکے فائدے

پرانے طریقے میں تبدیلی کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے اُس سے
کون سے فائدے ہوئے ہیں یہ بعد کی معلومات سے معلوم ہوتا ہے۔
(۱) دو قطاروں میں زیادہ فاصلہ رکھنے سے ایکڑ میں کم بیج لگتا
ہے اور روپئے کی بچت ہو جاتی ہے ۱۶ سے ۱۸ ہزار ٹکڑوں کا کام دس بارہ
ہزار ٹکڑوں سے نکل جاتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ روپئے
میں کم از کم چار آنے کی کفایت ہوتی ہے (۲) ایک دو ہاتھ کھرپا
چھوڑ دیں تو باقی سب مشقت ہل سے کی جا سکتی ہے اس سے مزدوری
میں بھی بچت ہو سکتی ہے (۳) کھدائی بجائے کدالی کے ہل سے
کیجا سکتی ہے (۴) اسکے علاوہ دوسرے کام بھی عمدہ طریقے سے اور
معمولی محنت سے کئے جا سکتے ہیں۔ پانی بھی آسانی سے دیا جا سکتا ہے۔
ان مختلف فائدوں کی وجہ سے اپنی سہولت کے مطابق مختلف مقامات
پر کسان اسی طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔
صوبہ بمبئی کے کاروار نامی ضلع میں تین چار فٹ کے فاصلے پر نو
دس انچ گہری نالیاں کھود کر ان میں گنوں کے خاص طور سے تیار
کئے ہوئے ٹکڑوں کو (مع اگلے حصہ کے) لگایا جاتا ہے۔ وہاں
آب و ہوا میں یہی طریقہ کامیاب ہوا ہے۔ تجربہ سے یہ ثابت
ہے کہ اگر زمین ہلکی ہو اور پانی بھی کم ہو تو یہی طریقہ مناسب
ہے۔ ہلکی زمین سے پانی جلد اڑ جاتا ہے۔ اسلئے کچھ لوگ گنا پاس پاس
لگاتے ہیں۔ گنے کے پتوں کے گھنے سایہ سے پانی کم اڑے گا،
خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ گنا پاس پاس لگا
پانی کی زیادہ ضرورت پڑے گی اور اگر کافی پانی نہ دیا جا سکے گا تو
بھی اچھا نہیں بڑھے گا۔ اسلئے ہلکی زمین میں بھی کافی فاصلہ چھوڑ
ہی گنا بونا چاہئے۔ یہ بھی خیال رہے کہ ہلکی زمین پاس پاس بوئے ہوئے
گنوں کا بوجھ نہیں برداشت کر سکتی نتیجہ یہ ہوگا کہ گنا گر پڑے گا اور
نقصان پہنچے گا۔
اگر اصلاح شدہ طریقے سے گنے کی بوائی کی جائے تو دیسی
کے مقابلے میں خرچ کم ہوگا اور پیداوار اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ
کی جا سکے گی۔ اس لئے کسان بھائی کو نئے طریقے سے ہی گنے کی
کرنی چاہئے۔

گنا لگانے کا مناسب وقت

اکتوبر سے اپریل تک مختلف صوبوں میں گنا بویا جاتا ہے
یو پی اور آسام میں اکتوبر میں گنا لگانا زیادہ مفید ثابت ہوا ہے
فروری سے اپریل تک لگائے جانے والے گنے کے مقابلے میں اکتوبر
میں لگائے جانے والے گنے میں شکر زیادہ ہوتی ہے اور وہ جلد
بڑھتا بھی ہے۔ پیداوار میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ صرف
پنجاب اور شمالی مغربی سرحدی صوبہ میں فروری مارچ کا وقت
ہی اچھا مانا گیا ہے۔ بمبئی کے کنال علاقہ میں اور میسور میں
نومبر سے فروری تک گنا لگانے کا وقت رہتا ہے۔ مدراس میں
جنوری اس کام کے لئے ٹھیک وقت ہے۔ سی۔ پی میں دسمبر سے
فروری تک موزوں وقت بتایا جاتا ہے اس میں بھی جنوری کے
پہلے ۱۵ روز زیادہ اچھے مانے جاتے ہیں۔
عام طور سے بوائی جلد ختم کر دینی چاہئے۔ اس سے پیداوار
اچھی ہوتی ہے۔ اور انکھوے بڑے ہو کر طاقتور ہو جاتے ہیں جس سے
ان کو نقصان دہ کیڑوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ دیر میں
بوائی کرنے سے یہ کیڑے بہت سے انکھوؤں کو برباد کر دیتے ہیں۔
جو گنا برسات کے پہلے کم از کم دو فٹ بڑا رہتا ہے وہ برسات
کے دنوں میں تیزی سے بڑھنے لگتا ہے۔ اسلئے بوائی سے جلد فرصت
حاصل کر لینا بہتر ہے۔ اگر بڑھنے کا وقت آنے تک انکھوے
اچھی طرح بڑھ گئے ہوں تو وہ نقصان دہ کیڑوں سے محفوظ
رہینگے اور جلد بڑھینگے۔ گنا عموماً ۱۲ تیرہ ماہ میں تیار ہوجاتا ہے

میں بوئے ہوئے گنے کو دس گیارہ مہینے ملتے ہیں بمبئی میں فی الحال ایک
ل چھوڑ کر گنا پیدا کیا جاتا ہے یہ جون جولائی میں بویا جاتا ہے اور ۱۷
رہ ماہ کے بعد یعنی اگلے اکتوبر نومبر میں تیار ہوتا ہے اس وقت اسکا
ڈ تیز رہا کرتا ہے اور دو برساتیں ملنے سے اسکی پیداوار اچھی ہوتی ہے
س لئے شکر کے کارخانوں کو اکتوبر سے اپریل تک کام ملتا ہے مختلف
نوں کے گنے کا میل کرکے اچھی ذات کا گنا بنالنے کا تجربہ کوئمبٹور میں
ں کیا جا رہا ہے ان تجربوں کا مقصد یہ ہے کہ شکر کے کارخانوں کو کم
کم ۸ دس ماہ کام ملا کرے ۔ اگر جون جولائی میں بارش خوب ہوئی
ان مہینوں میں بوئے جانے والے گنوں کے سڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے

گنوں کے بیج کا انتخاب

عموماً سبھی جگہ تین چار گانٹھوں کے گنے کے ٹکڑے بونے کے کام
س لائے جاتے ہیں ۔ ایک گنے میں ایسے سات آٹھ ٹکڑے نکلتے ہیں
گلے حصے کے ٹکڑے میں شکر کم ہوتی ہے اس لئے وہ جلدی اُگ
تا ہے اگر اگلے حصہ کے ٹکڑے ہی کو بویا جائے تو گنے تو زیادہ پیدا
وں گے لیکن ہمیں گنوں کے صرف نچلے حصے ہی کو نچوڑ کر اس کا
س استعمال میں لانا پڑے گا ۔ بوائی کے وقت گڑ کا کام شروع
کھنے والے کے لئے ہی یہ ٹھیک جم سکے گا دوسروں کے لئے یہ
ممکن ہے جاوا کیوبا جیسے جزیروں میں جہاں ۱۶ ماہ تک گنا بڑھتا
ہے، گنا بونے کے لیے ایک خاص قسم کا باغ بنایا جاتا ہے ۔ ہر ایک
ٹکڑا عام طور سے ایک فٹ لمبا تین گانٹھوں والا، اچھا بڑھا
ہوا دونوں سروں پر صفائی سے کٹا ہوا اور تندرست ہونا چاہیے
لٹے ہوئے حصے پر اگر ذرا بھی لال رنگ دکھائی دے تو اسے نہ
ونا چاہیے ۔ تجربوں نے بتایا ہے کہ گنوں پر گیروا بیماری زیادہ تر
وئے جانے والے ٹکڑوں کی طرف توجہ نہ کرنے کے باعث ہی پھیل
ا یا کرتی ہے ۔

ایک ایکڑ میں بونے کے لئے کتنے ٹکڑوں کی ضرورت ہوتی
ہے، یہ گنے کی ذات لگانے کے طریقے اور جس موسم میں بوائی
کی جاتی ہے اس پر منحصر ہے ۔ دیر میں بوائی کرنے سے آب وہوا
بھی کچھ ناموافق ہوتی ہے انکوے کم نکلتے ہیں اور بوائی کے لئے
ٹکڑے زیادہ لگتے ہیں ۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ کوئمبٹور
کے گنے کے ۱۲۰۰۰ ٹکڑے ایک ایکڑ کے لئے کافی ہوتے ہیں جبکہ
پنجاب کی طرف ۴۰۰۰۰ ٹکڑے فی ایکڑ آج بھی ضروری سمجھے جاتے
ہیں ۔ صوبہ مدراس میں بھی ۱۲ سے ۱۶ ہزار ٹکڑے کافی ہوتے
ہیں ۔ بونے کے لئے تیار کی ہوئی نالیوں میں پہلے پانی چھوڑ دینا
چاہیے ۔ پانی سے بھیگی ہوئی نالی کی مٹی میں بونے کے ٹکڑے
ایک قطار میں ایک ایک انچ اس طرح بونا چاہیے کہ ان کی
گانٹھیں بازو میں رہیں ۔ بھاری زمین میں سوکھی نالیوں کی تلی حسب
ضرورت کدالی سے کھود کر ٹکڑے بوتے ہیں اور پھر تھوڑا پانی دیتے
ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پیداوار ہوتی ہے اسکے علاوہ
اس سے ایک وقت کا پانی بھی بچ جاتا ہے ۔ بوائی کے وقت
کھاد دینے سے پیداوار اچھی ہوتی ہے ۔ اس کے لئے امونیم سلفیٹ
اور سڑائی ہوئی ڈھیپ کا استعمال کرتے ہیں ۔ اس کھاد کی وجہ
سے ہوا اور زمین کی حالت کچھ ناموافق رہی تو بھی پیداوار پر اسکا
اثر نہیں پڑتا ۔ امونیم سلفیٹ کا استعمال سوکھی زمین میں بوائی
کرنے کے طریقے میں نہیں کرنا چاہیے اسلئے کہ ٹکڑوں پر کی گانٹھوں
کو کھاد براہ راست ملنے سے اس حصہ کے جل جانے کا امکان رہتا ہے
کھاد دینے کے لئے نالی کی ۳ انچ زمین کھود کر بھربھری کرنی چاہیے
اور اس مٹی میں کھاد اچھی طرح ملا کر پانی دینا چاہیے اسکے بعد بوائی کرنی چاہیے بعض مقامات
پر دیمک کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے ایسے مقامات پر ٹکڑوں کو
کولتار کے پانی سے دھو کر دیکھ لینا چاہیے ۔ ایک گیلن پانی میں (مٹی
کے تیل کے پیپے میں ۴ گیلن پانی بھرا جاسکتا ہے) پتلے کولتار کی
آٹھ دس بوندیں ڈالکر وہ پانی اچھی طرح ابال لینا چاہیے ۔ اس
پانی میں صرف اتنے کولتار کی ضرورت ہے کہ پانی میں اسکی
بو آجائے ۔ کولتار غیر تحلیل پذیر حالت میں پانی کے اندر نہ رہنے
پائے اسکا بھی خیال رکھیں ۔ پانی ٹھنڈا ہونے پر اس میں
ٹکڑے صرف ڈبو کر فوراً باہر نکال کر اور پانی نتھار کر ویسے ہی
انھیں بو دینا چاہیے ۔ یہ طریقہ بہار میں رائج ہے ۔ بعض جگہ ٹکڑے
پانی میں ڈبو کر سکھا لیتے ہیں اور بعد میں بوتے ہیں اس لئے وہ
جلد اُگ آتے ہیں ۔

بوائی کے بعد کی نگرانی

بوائی کے بعد ہفتے بھر میں گانٹھوں میں سے کونپل پھوٹ نکلتی
ہے ۔ ٹکڑے اچھے ہوں تو ۱۵ بیس دن میں کونپلیں پھوٹ ہی نکلتی
ہیں ۔ اچھا گنا دو تین فٹ بڑھنے تک کھرپنے کا کام جاری رہنا
چاہیے ۔ اس سے زمین بھربھری رہتی ہے اور اس میں سے
کیڑے اپنا کام بغیر کسی روکاوٹ کے کرتے رہتے ہیں اور گنوں کی پرورش بخوبی ہوتی
رہتی ہے اسکے علاوہ اس سے پانی کی بھی بچت ہوتی اور گھاس بھی برباد ہو جاتی ہے۔
پانی دینے کے بعد کم از کم دو بار تو زمین گوڑی ہی جانی چاہیے
چوڑی قطاروں کے طریقے میں بیل کی مدد سے بھی کام ہو سکتے ہیں
ورنہ وہ مزدور لگا کر ہی کرنے پڑتے ہیں ۔ گھاس صاف کرنے
کے لئے گھاس نکالنے کا دیسی ہل اکولا ہو، پلینٹ جونیر ہو، کی
قسم کے کسی ہل کا استعمال کیا جاسکتا ہے ایک دو بار نرائی کرکے
کھیت صاف رکھیں اس سے پیداوار خوب بڑھتی ہے ۔

آبپاشی

زمین، بارش اور نہر کے پانی کی لاگت انھیں تینوں پر گنے کی آبپاشی کے لئے ضروری پانی کی مقدار منحصر رہتی ہے صوبہ مدراس کے موضع انکاپلی میں گنے کو صرف ۷ بار پانی دینا کافی ہو جاتا ہے۔ لیکن سی پی میں صرف برسات ہی میں بارش ہونے کی وجہ سے تقریباً ۳۰ بار پانی دینا پڑتا ہے۔

کیاریوں میں پانی ہلکا ہلکا دینا چاہئے تاکہ وہاں کی مٹی پانی کے ساتھ بہہ نہ جائے۔ گڈھوں کی جگہ پانی کم دینا چاہئے بمبئی کے نئے تجربوں کے مطابق پانی ہر دسویں دن دینا چاہئے۔ زیادہ پانی دینے سے گڑ کا رنگ اچھا ہوتا ہے اور گنا بھی تیزی سے بڑھتا ہے۔ اپریل اور مئی میں زمین کی قسم کے مطابق ۲۱ سے ۴۵ روز تک پانی دینا بالکل بند کر کے پھر اسکے بعد ہمیشہ کی طرح پانی دینا شروع کرے۔ اس طریقے سے پانی دینے سے نئی کونپل نکلتی رہتی ہے اور گنا بھی جلد بڑھنے لگتا ہے۔ گنے کو پانی کی سچی ضرورت بڑھنے کے لئے اور پھول آنے کے وقت پڑہی رہتی ہے گنا پکتے وقت پانی کم ہی لگتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی مذکورہ بالا قسم کی سینچائی مفید ہے۔

یوپی میں دو طریقوں سے بوائی کی جاتی ہے۔ اگر ہموار زمین پر لگائے ہوئے گنوں کو پانی ہر بار ذرا زیادہ اور کچھ زیادہ وقفہ سے دیا جائے تو بھی چل سکتا ہے۔ لیکن قطاروں یا نالیوں میں بوئے جانے والے گنوں کو ہر بار پانی تھوڑا تھوڑا اور کم وقفہ سے دیا جانا چاہئے۔ اس سے پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ معمولی زمین میں گرمی میں کم از کم ۲۰ روز کے وقفہ سے پانی دینا مفید ہوتا ہے۔ یوپی میں گرمی بہت سخت ہوتی ہے اسلئے بار بار پانی دیکر پیڑ تھوڑے بہت ہرے رکھنے پڑتے ہیں پھر بارش شروع ہوتے ہی وہ بڑھنے لگتے ہیں۔ گرمی میں بھی یہاں نہروں کی سہولت رہنے کے باعث پانی کی کمی نہیں رہا کرتی۔ بار بار پانی دینے کی کمی نہیں رہا کرتی بار بار پانی دینے کے باعث گنے میں روادار شکر کی مقدار بڑھتی ہے۔

پانی دینے کے ذریعے

مختلف صوبوں میں کنوؤں سے پانی نکالنے کے لئے مختلف ذرائع کام میں لائے جاتے ہیں۔ ایک دو ایکڑ کا باغ ہو تو معمولی موٹ سے کام نکل سکتا ہے پانچ ایکڑ تک رہٹ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ زمین ہو تو انجن پمپ کا استعمال کرنا ضروری ہے کہیں کہیں زیادہ زمین میں تین چار کنوئیں رہتے ہیں اور ہر ایک پر رہٹ لگا رہتا ہے۔

زیادہ ٹھنڈ سے فصل کا بچاؤ

سردی یا سرد ہوا سے گنوں کو بچانا ہو تو انکا اندیشہ ہوتے ہی پانی دینا چاہئے۔ برف گرتے پر بھی پانی دینے سے فصل کو بہت کچھ حفاظت ہو جائیگی۔ دھواں کرنے یا سرٹیاں سلگا کر گرمی پیدا کرنے کے مقابلے میں پانی دینے کا طریقہ زیادہ سہل اور مفید ہے۔ یہ بات مظفرپور کے تجربے سے معلوم ہوتی ہے۔

ضروری کھاد

مختلف کھادوں کا استعمال نائٹروجن پیدا کرنیکے لحاظ سے امونیم سلفیٹ مقابلے میں گوبر کی کھاد کم نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے گوبر کی کھاد میں امونیم سلفیٹ بالکل ست وہ زیادہ پہنچا سکتی ہے زمین کے زرخیز ہونیکی خوبی کو بڑھانا ہی گوبر کی کھاد کا کام ہے گوبر کی کھاد اور اس سے بنی ہوئی مصنوعی کھاد میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ زمین کو زرخیز بنانے والے مادّے پہنچانے کے لئے ہری گھاس کی کھاد سب سے اچھی ہوتی ہے۔ ہری کھاد بنانے کے لئے تن یا بورو کی گھاسیں بہتر تسلیم کی گئی ہیں۔ یہ جلد بڑھتی ہیں اس لئے دوسری نباتات کو بڑھنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ لیکن کسان اس زمین پر خریف کی پیداوار ان نباتات کی وجہ سے نہیں لے سکتے۔ گنے کے ساتھ ہیر پھیر سے اگر دوسری فصلیں بوئی گئیں اور انھیں اچھی کھاد دی گئی تو پھر گنے کو آرگینک کھاد دینے کی اتنی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

نائٹروجن کافی چاہئے۔ گنے کی اچھی طرح نشو نما کے لئے نائٹروجن کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ فاسفارک ایسڈ اور پوٹاش کی مقدار اگر کچھ کم رہے تو بھی کام چل سکے گا۔ اس لئے ہندوستان میں ہر جگہ معمولی کھاد کے ساتھ ساتھ نائٹروجن حاصل کرنے کے لئے کیمیاوی کھاد اور کھلی دی جاتی ہے اور زیادہ تر امونیم سلفیٹ کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کیمیاوی کھاد کا بھی کچھ حد تک استعمال کرنا مناسب ہوگا۔ معمولی کھاد کافی نہ ملی ہو تو اس کے عوض یا اسکے سستی نہ ملنے پر اسکا استعمال زیادہ مقدار میں کرنا ٹھیک نہیں۔ زیادہ کھاد ملنے پر پیداوار شائد کچھ بڑھ جائیگی لیکن گنا مضبوط اور رسدار نہ رہے گا۔ اسے کیڑے جلد لگتے ہیں اور گنا خراب ہو جاتا ہے۔ رس کے اندر کی دانہ دار شکر کی مقدار بھی کم ہو جانیکا امکان رہتا ہے۔ گڑ اچھا اور دانہ دار ہونے کے بجائے سیاہی مائل اور چکنا ہو جاتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو پہلے معمولی کھاد بھرپور دیکر کیمیاوی کھاد کا ۳۰ چالیس پونڈ نائٹروجن حاصل کرلینے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

امونیم سلفیٹ کے بدلے نئی فاس اس کھاد کو بھی حسب ضرورت استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن اس کھاد میں سے نائٹروجن کے برابر فاسفارک ایسڈ بھی مل جانے کے باعث جس جگہ پر فاسفارک ایسڈ کی کمی ہے وہیں پر اسکا استعمال کرنا اچھا ہے۔ اس قسم کی

میں

ل چھین پر کے گنے کے رس میں شکر کی مقدار بھی فاسفارک ایسڈ کی وجہ سے
رہ جاتا ہے کی جس زمین میں فاسفارک ایسڈ کی کمی نہیں اُس میں یہ کھاد
دُ دینے سے زیادہ فائدہ نہیں یعنی فاس کی بہ نسبت سوپر فاسفیٹ
سا دینے سے زیادہ فائدہ ہوگا - معمولی کھاد کا استعمال بوائی سے ۲ چار
نول ہ بعد، جس وقت کونپل آتی ہے، اس وقت کرنا اچھا ہے -
ساکیا مونگ پھلی کی کھلی - آج کل جنگ کی وجہ سے امونیم سلفیٹ یا دوسری
کم ^ میاوی کھاد ملنا بہت مشکل ہے اسلئے کھلی ہی کا استعمال کرنا چاہیے -
ان مونگ پھلی کی کھلی آج کل کچھ سستی بھی ملتی ہے معمولی کھادوں کے
مقابلہ میں اس میں نائٹروجن کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اس لئے
بی زیادہ مفید رہے گی -

کھاد کی مقدار - گنے کی پیداوار کے بڑھنے کا زیادہ تر انحصار بھر پور
سالانہ کھاد دینے پر ہی ہے دکھن میں عام طور پر بھاری ذات ہی کی کاشت
کئے جاتے رہتے ہیں اور بعض مقامات پر اتنی کھاد دی جاتی ہے کہ انکو ۳۰۰ سے
تا ہے ۶۰۰ پونڈ تک نائٹروجن ملے - زیادہ کھاد دینے کی بھی ایک حد ہوتی
ول ہے - اس کے مقابلہ میں زیادہ کھاد دینا پیداوار کی مقدار میں کمی
س از دیتا ہے -

کھنے د مہاراشٹر چیمبر آف کامرس نے ۳۶-۱۹۳۵ء میں گنے کی پیداوار کا
ممکن مقابلہ دارانہ مقابلہ کیا تھا - اس وقت دکھن کے کچھ کارخانوں نے ۸۰ سے
ہے گنے ٹن فی ایکڑ تک گنا پیدا کیا اور اس زیادہ پیداوار کے باوجود گنے کے
لمدا عا رس میں رہنے والی شکر کی مقدار کم نہ ہوئی سائنٹفک طریقے سے زمین
ہوا دلی معقول خدمت اور پانی کا انتظام، نرائی اور کھر پن وغیرہ ٹھیک
لئے ہوتے ہونے سے ہی اتنی زیادہ پیداوار ہوسکتی ہے صرف کھاد زیادہ دینے سے ہی
دونا چا کام نہیں چلتا - شمالی ہند میں گنے کی پیداوار آج بھی ۱۵ بیس ٹن فی
وسے چلہ ایکڑ سے زیادہ نہیں بڑھتی - اسکے لئے مذکورہ باتوں کے علاوہ آب
بایا کرتی ہوا کی ناموافقت بھی ذمہ دار ہے - اکتوبر نومبر میں سردی کا اثر گنے
کی باڑھ اور اسکے تیار ہونے پر خلاف پڑتا ہے - ایسی حالت میں
ہے یہ زیادہ کھاد دیا باڑھ میں زیادہ دیر کرتا ہے - تجربہ سے یہ معلوم ہوا
لی جاتی ہے کہ اس کے لئے اس اندازے کھاد دینی چاہئے کہ جنوب کی طرف
میں کچھ فی ایکڑ ۲۰۰ سے ۲۵۰ پونڈ اور شمال کی طرف فی ایکڑ ۱۰۰ سے ۱۲۰ پونڈ
ملکڑے نائٹروجن ملے - دکھن میں بوائی کے پہلے گوبر کی کھاد گھوڑے کی لید
کے گنے کی کھاد، بکریوں بھیڑوں کی مینگنیوں کی کھاد دیکر بعد میں کیاریاں
پنجاب باندھنے کے وقت ۲۰ پہلے ڈھیپ اور مچھلیوں کی کوٹ اتنی کھاد
ہیں دی جاتی ہے لیکن سبھی طرف گوبر کی کھاد کا ملنا ناممکن ہے اسلئے
ہیں ہری کھاد دینے کا طریقہ اچھا ہے - آج کل یہی طریقہ رائج ہو رہا
چاہئے ہے -
ایک ت

ہری کھاد - زمین کو ہل چلا کر اچھی بنا لینے کے بعد برسات
کے پہلے سن کا بیج اُس میں چھینٹ دیا جائے - ستمبر میں ہل چلا کر
ہری گھاسیں زمین میں گاڑی جائیں - اکتوبر نومبر تک اُنھیں
سڑنے دیا جائے - اس کے بعد زمین پر ہل چلایا جائے -
اس ہری گھاس سے عام طور سے سو سوا سو پونڈ نائٹروجن
ملتی ہے - ۵ سات ٹن ہری کھاد سے گوبر کی کھاد کے مقابلے
میں زیادہ آرگینک حصہ ملتا ہے مسٹر ہاورڈ کا تجربہ ہے کہ ہری کھاد
کو ۴ ٹن گوبر کی کھاد کے ساتھ ملاکر اگر استعمال میں لایا جائے
تو ہرا مال بھی زیادہ ملے گا اور بعد میں اس کے سڑنے میں
بھی مدد ملے گی - ہری کھاد سے نہ صرف دکھن میں بلکہ شمالی ہند
میں بھی فائدہ ہوتے دیکھا گیا ہے -

ڈھیپوں کی کھاد - گوبر کی کھاد اور ہری کھاد دونوں
سے ڈیڑھ گنی کارآمد ڈھیپوں کی کھاد ہوتی ہے - فی ایکڑ دس
من ڈھیپ (کرنجی تل، اینڈی وغیرہ کی) تیس پینتیس گاڑیاں
گوبر کی کھاد کے ساتھ استعمال میں لائی جائیں - لیکن یہ نہیں
کہا جا سکتا کہ وہ سب کے لئے یکساں طور پر مفید ہوگی - اس
لئے پہلے ہری کھاد یا گوبر کی کھاد دینے کے بجائے ۳ چار
بار تھوڑی تھوڑی کھاد دینی چاہئے بوائی کے چار ہفتے بعد
دس پونڈ امونیم سلفیٹ اور دس من ڈھیپ اور پھر سے
کھدائی کے وقت ۱۰۰ پونڈ امونیم سلفیٹ اور چار پانچ من
ڈھیپ دینی چاہئے - اس طرح گنے کو پہلے پانچ چھ ماہ میں ہی
کھاد دینے سے اس کی اچھی باڑھ ہوتی ہے - کھدائی کے
بعد زیادہ فائدہ دیکھنے میں نہیں آیا -

گنے کی زندگی میں دو اہم وقت - پہلا مئی اور جون جس
وقت اس میں کونپل نکلتی ہے اور دوسرا اگست اور ستمبر -
پہلے وقت اسے نائٹروجن آمیز کھاد دینی چاہئے - برسات
شروع ہونے پر ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ مٹی میں ہوا داخل
ہوتی رہے ورنہ زیادہ پانی سے گنے کو نقصان پہنچے گا ان
دونوں باڑھ کے مواقع پر اگر گنے پر خلاف اثر نہ پڑنے دیا
گیا تو گنا اچھا رسدار بنتا ہے -

راب کی کھاد

شکر کے کارخانوں میں جو فضول راب رہتی ہے اس
کا یوپی بہار یا مدراس میں کھاد کے کام میں استعمال کیا
جاتا ہے - الٰہ آباد کے ڈاکٹر دھر نے تجربوں سے یہ بات
ثابت کر دکھایا ہے کہ کھار ملی ہوئی زمین سدھارنے میں
راب کا اچھا استعمال کیا جا سکتا ہے زمین میں راب کے
سڑنے سے ترش اجزا پیدا ہوتے ہیں اور ان مادوں کی
وجہ سے زمین کے کھار بیکار بنتے ہیں - راب کی کھاد سے

زمین پر حسب ذیل اثرات نظر آتے ہیں ۔ (۱) بوائی کے دوماہ قبل زمین کو راب دینا چاہئے ۔ راب دینے کے بعد پانی دے کر اسے مٹی میں ملا دینے کے لئے زمین کی کھودائی کرنی چاہئے ۔ اس سے مٹی میں ہوا داخل ہوتی رہتی ہے (۲) بوائی کے وقت راب دینے سے بھی فائدہ معلوم ہوا ۔ (۳) سُرو ذات کے گنے میں دانے دار شکر کی مقدار راب کی کھاد سے بڑھتی ہے ۔ (۴) کھوڑوا ذات کے گنے میں دانے دار شکر کی مقدار کم ہوتی ہے لیکن اس کھاد سے پیداوار زیادہ ہوکر شکر کی کمی کی تلافی ہوجاتی ہے (۵) فی ایکڑ دس ٹن (۲۸۰ من) تک راب دینا اگرچہ مفید ہے تاہم ۹۰ من یا ۳¼ ٹن راب کافی ہے ۔

کانپور کے شکر کی اصلاح کے کارخانے کے مسٹر شری واستو اور مسٹر سین نے راب سے ایک قسم کا کھاد پوڈر تیار کرنے کا طریقہ تلاش کیا ہے اس کھاد میں نائٹروجن کی مقدار راب کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اور یہاں وہاں لانے لے جانے کے لحاظ سے بھی یہ سہل ہے ۔ اگر یہ کھاد شکر کے کارخانے والوں کی طرف سے تیار کی جائے تو گنا لگانے والوں کی ایک اہم ضرورت پوری ہو جائے گی ۔

گنے گوڑنا

بوائی کے بعد جب گنوں کی دو تین پوریں دکھائی دینے لگتی ہیں اور وہ کچھ اونچا ہو جاتا ہے تو اس وقت یعنی جون کے آخری ہفتہ میں یا جولائی کے وسط میں اس کے آس پاس کی مٹی کھود کر گنے کی جڑ کے پاس کے گہرے حصہ میں بھر دی جانی چاہئے ۔ اس سے گنوں کے چھوٹے پودوں کو سب طرف سے سہارا مل جاتا ہے کہیں کہیں یہ گوڑنے کا کام جب پودے بہت چھوٹے رہتے ہیں اس وقت یا بارش کی وجہ سے جب پودے کچھ اور بڑے ہوجاتے ہیں اس وقت کیا جاتا ہے ۔ اس طرح مٹی کا سہارا دینے سے گنے کیڑوں سے بھی محفوظ ہو جاتے ہیں ۔ دو قطاروں میں اگر ۲½ فٹ سے ۴ فٹ تک کا فاصلہ ہو تو ہل چلاکر بھی گوڑنے کا کام کیا جا سکتا ہے نہیں تو کدالی سے مٹی کھود کر یہ کام کرنا ہوتا ہے ۔ ہل چلانے سے یہ کام کم خرچ میں ہو جاتا ہے لیکن مزدوروں سے ہاتھ سے کرانے میں تین گنا یا چار گنا خرچ ہوتا ہے ۔

دینے سے زیادہ پانی دینے کی سہولت ہوتی ہے اس کے علاوہ چار پانچ ماہ پانی دی ہوئی زمین گوڑنے کی وجہ سے بھربھری ہوکر اس میں ہوا بھی داخل ہوتی ہے ۔ گنونکا اگرچہ اس کی ذات، زمین کی زرخیزی اور پانی پر منحصر ہے اگرچہ گوڑنے کا اور سہارا دینے کا کام عمدہ طریقے سے نہیں کیا گیا تو گنا نیچے گر پڑتا ہے ۔ یہ حالت خاص طور سے زرخیز اور زیادہ پیداوار دینے والی زمین پر لگائے جانے والے گنوں کی ہوا کرتی ہے ہلکی زمین کے اور سیدھے بڑھنے والے گنوں کو گوڑنے کی اتنی ضرورت نہیں رہا کرتی ۔ گوڑنے سے کہیں کہیں یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ گنوں میں دانہ دار شکر کی مقدار کم ہو جاتی ہے ۔ لیکن پیداوار زیادہ ہونے سے یہ کمی پوری ہو جاتی ہے ہلکی زمین میں کھودائی کی جائے یا نہ کی جائے اس سے پیداوار کی مقدار میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا ۔ مختلف قسم کی زمینوں میں تجربے کرکے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ دیکھکر ہی اسد ھار کا خیال کرنا چاہئے ۔ گوڑنے کی وجہ سے کیڑوں سے کتنی حفاظت ہوسکتی ہے یہ بات یہاں دئے ہوئے اعداد سے معلوم ہوتی ہے ۔

گنے کی ذات	۱۹۳۴ء گوڑائی نہ کرنے سے لگنے والے کیڑوں کی تعداد (فیصدی)	۱۹۳۵ء گوڑائی کی وجہ سے کیڑے کم پھر بھی کیڑوں کی تعداد (فیصدی)
پی او جے ۲۸۷۸	۵۵	۸
کوئمبٹور ۲۸۱	۴۸	۸
ای کے ۲۸	۳۸	۹
ایچ ایم ۳۲۰	۵	۰

زمین کی زرخیزی کو روک رکھنا

گوڑنے کے بعد برسات میں پانی بہنے کی طرف بھی زیادہ توجہ نہیں کرنی پڑتی ۔ اس کے لئے پہلے ہی ترکیب لکھی گئی ہے اس ترکیب کے مطابق بیچ میں راستہ رکھنا اگر ممکن نہ ہو تو زمین کے اتار پر ایک گہری نالی کھود کر اور اسے دونوں بازوؤں پر چھوٹی اتھلی نالیوں سے جوڑ کر کھیت کے دونوں بازوؤں کا پانی ان میں چھوڑ دیا جائے نالیاں بنانے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ پانی بجائے زور زور سے بہنے کے آہستہ آہستہ بہے ۔ اس سے زمین کی زرخیزی برقرار رہتی ہے ۔

بھاری ذات کے گنے کیلئے چند قابل توجہ باتیں

اگر بھاری ذات کا گنا اور زرخیز زمین رہے تو گنا اچھا اونچا

◆ گوڑنے سے ہونیوالے فائدے ۔ گنوں کی جڑوں کو سہارا ملنے سے گنوں میں ٹیڑھاپن نہیں آتا گنے کی بیکار جڑیں ٹوٹ کر نئی جڑیں پھوٹتی ہیں اور اسکے باعث اسکی لمبائی اور پھر پودبڑھنے میں مدد ملتی ہے نئی اور گہری نالیاں دونوں بازوں پر بنتا

...ل ... ہوتا ہے ایسی حالت میں جڑیں گنوں کا بوجھ نہیں سنبھال سکتیں اور وہ گر پڑتے ہیں اس سے ان کے اندر کی شکر کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور گڑ میں زیادہ چپکیلا پن آجاتا ہے۔ گرے ہوئے گنے کی گانٹھیں ٹوٹنے سے شکر اور گڑ کی مقدار بھی کم ہو جاتی ہے۔ ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے ہی گہری نالیوں میں بوائی کرنا گوڑنے پر گنوں کو کافی مٹی کا سہارا دینا ۳-۳ یا ۴-۴ گنوں کے سرے باندھ دینا وغیرہ طریقوں پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر پیداوار بہت زیادہ بھاری ہو یعنی گنے وزن دار ہوں تو ہر ایک مورے کو بانس کا سہارا دینے کی ضرورت پڑتی ہے اس طرح گنا گیارہ یا بارہ مہینوں میں تیار ہوتا ہے۔ زمین اور گنے کی ذات کے مطابق ایک دو ماہ کم یا زیادہ بھی لگ سکتے ہیں۔ گنا کاٹنے کے لائق ہوا یا نہیں یہ کٹائی سے پہلے جان لینا چاہئے۔

گنے کی کٹائی

گنا پکنے کے آثار (۱) گنے کے تنے پر انگلی سے ٹھونکنے پر اچھی آواز سنائی دینا۔ (۲) کوئمبٹور ذات کے گنے پر پھول آنا۔ (۳) گنے کو چیرنے سے دانہ دار شکر کے ذرے دکھائی دینا۔ (۴) پتوں کے سروں کا پیلا ہونا (۵) گنے کے رس میں اچھا میٹھا ذائقہ آنا (۶) جھکا جانے پر گنے کا گانٹھ سے ٹوٹنا وغیرہ۔

کٹائی کا وقت معین کرنے کے لئے آج کل سکروسیٹر سیکرومیٹر نامی آلہ استعمال کیا جاتا ہے اس آلہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ گنا اچھی طرح پکا ہے یا نہیں۔ کھیت کے پانچ چھ مقامات سے ایک یا دو دو گنے کاٹ کر انکا رس نکال لینا چاہئے۔ اس کے بعد مہین کپڑے سے چھان کر کسی چھوٹے گلاس سے ایک دو گلاس رس نکال کر اس کو بیچ کی ایک گلاس نما لمبی نلی میں دھیرے دھیرے بھر کر پھر اس میں یہ آلہ بھی چھوڑنا چاہئے۔ نلی اتنی لمبی ہو کہ آلہ رس میں تیرتا رہ سکے۔ گلاس نما نلی میں آلہ جم جانے کے بعد رس کی سطح کے برابر کے خط پر کے نمبر پڑھ لئے جائیں معمولی ذات کے لئے یہ نمبر ۱۸ یا ۲۰ ہو تو سمجھنا چاہئے کہ گنا پک گیا ہے۔ یہ نمبر گنے کی ذات اور مقامی آب وہوا پر منحصر رہتے ہیں۔ اس لئے ایک فصل میں ۳ چار مہینے یہ آلہ استعمال میں لا کر یہ دیکھ لینا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ نمبر کب آتا ہے۔ سی پی کی کوئمبٹور ذات کے گنے میں نومبر میں صرف ۱۴ نمبر ہی رہتے ہیں لیکن مارچ تک ۲۰ ہو جاتے ہیں اپریل میں ان میں تیزی سے لگاتار کمی ہونے لگتی ہے اسی لئے گڑ کا کام اس صوبہ میں جنوری سے مارچ تک ختم کر دینا پڑتا ہے۔ ضرورت کے مطابق ہی کٹائی کرنی چاہئے۔ گنا کاٹنے کے لائق ہو جانے پر اس کی کٹائی زمین کے پاس سے کرتے ہیں۔ پتے اور رس کے لحاظ سے غیر ضروری اگلا حصہ کاٹ کر اور باقی حصہ کے گٹھے باندھ کر انھیں پیرنے کے لئے بھیجنا چاہئے۔ عادت ہو جانے پر گنے کے اگلے حصے مویشیوں کی مرغوب غذا بن جاتے ہیں۔ جس وقت بہت محنت کی وجہ سے ہری گھاس کی انھیں ضرورت سہا کرتی ہے اس وقت ان کے لئے گنے کی یہ پتی کثیر مقدار میں مل سکتی ہے۔ عام طور سے گنا اتنا ہی کاٹا جائے جتنے کا رس اسی دن شام تک پیر کر گڑ بنانے کے لئے اوٹایا جا سکے۔ رس نکالے بغیر اگر گنا زیادہ عرصے تک پڑا رہا تو اس میں کی دانے دار شکر کی مقدار کم ہونے لگتی ہے گنوں کی کل پیداوار اور اپنی ضروریات کا خیال کر کے رس نکالنے اور اوٹانے کے کولھو اور بھٹی رکھنی چاہئے کیونکہ گڑ بنانے کا کام دو تین مہینے ختم کرنا پڑتا ہے۔

رس نکالنے کے لئے کولھو کا انتخاب

رس نکالنے کے لئے لکڑی یا لوہے کا کولھو استعمال میں لایا کرتے ہیں۔ ایک یا دو بیلوں سے چلنے والا کھڑی لاٹوں کا لوہے کا کولھو عام کسانوں کے لئے ٹھیک ہے گنوں کی پیداوار زیادہ ہی کولھو پسند کرنا چاہئے۔ تاہم لکڑی اور لوہے کے کولھوؤں میں سے لوہے کا کولھو ہی اچھا سمجھا جاتا ہے کیونکہ لکڑی کے کولھو سے ۵۰ فی صدی ہی رس نکالا جا سکتا ہے لیکن لوہے کے کولھو سے ۶۵ - ۶۸ فی صدی رس نکالا جاتا ہے۔ لکڑی کے کولھو سے رس کا کچھ حصہ تو ملتا ہی نہیں اس لئے زیادہ خرچ کر کے شروع سے ہی لوہے کے کولھو کا استعمال کرنا ٹھیک ہے۔ ہر ایک کاشتکار اگر کولھو نہ رکھ سکتا ہو تو دو چار کاشتکار مل کر امداد باہمی کے طریقے کے مطابق کولھو خرید لیں۔

جڑوں اور پینڈوں سے فصل

ایک بار گنا بونے پر اس کی بقیہ پینڈوں سے ۵ چھ تک گنوں کی فصل لی جا سکتی ہے۔ ہندوستان میں ابھی تک اس فصل نہیں پیدا کی گئی اور کچھ ماہران کی رائے میں یہ ٹھیک ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ابھی تک ہندوستان میں گنوں کی کاشت اور تجارت کو کوئی اہم درجہ نہیں حاصل ہوا۔ کافی کھاد والی میں تندرست یعنی جن پر کیڑوں کا کوئی اثر نہ ہو ان گنوں سے اس قسم کی فصل لینا ٹھیک ہے۔ کھاد پانی دینا، گوڑنا، نرائی کرنا وغیرہ اس وقت بھی پہلے جیسی ہی کریں۔ ایسا کرنے سے کی باقی پینڈوں سے بھی اچھی فصل پیدا کیجا سکتی ہے۔ جزیرہ کیوبا

تو باقی پینڑوں سے لگاتار دس بارہ فصلیں لی جاتی ہیں۔ لیکن اُنکی نگرانی بھی اچھی طرح کی جاتی ہے۔ یہ فصل نئے بوئے جانے والے گنّوں کی پیداوار سے جلد حاصل ہوتی ہے اور ان گنّوں میں دانہ دار شکر کا جزو بھی زیادہ رہتا ہے اسلئے شکر کے کارخانے والے اگر اس طرح کے گنّوں کی فصل پیدا کریں اور اُنھیں استعمال کریں تو وہ اپنا کارخانہ ہر سال کچھ زیادہ عرصہ تک کھلا رکھ سکیں گے۔ پنڈیا بیلائی ذاتوں کے مقابلے میں کوئمبٹور ذات کے گنّوں کی پینڑوں سے پیدا ہونیوالی فصل اچھی رہا کرتی ہے۔ نئے بوئے جانے والے گنّوں کی پیداوار کے مقابلہ میں باقی پینڑوں سے پیدا کی جانے والی گنّوں کی فصل میں سو ڈیڑھ سو من فی ایکڑ گنّا کم ملتا ہے۔ لیکن ہل چلانا، بونا اور زمین کے ساتھ محنت کرنے وغیرہ کا ۵۰ پچاس روپیہ فی ایکڑ خرچ چند سال کے لئے بچ جاتا ہے۔ فی الحال ماہرانِ زراعت کا بیان ہے کہ ہندوستان میں باقی پینڑوں سے صرف دو بار ہی فصل پیدا کی جائے۔ پینڑوں سے فصل پیدا کرتے وقت بھی ۲۰ گاڑی گوبر کی کھاد اور ۲۰ پچیس من فی ایکڑ کھلی کی کھاد ملا کر دو تین بار دیا کریں۔ نئے بوئے ہوئے گنّے کے بعد جب جڑوں سے فصل پیدا کی جاتی ہے تو گنّوں کی کٹائی زمین کے پاس سے کرنے کے بجائے جہاں تک ممکن ہو زمین کے اندر سے کی جائے۔ اس سے زمین کے اندر کی جڑوں میں جو گانٹھیں دبی رہتی ہیں وہ کھل جائینگی اور اُن سے اچھی فصل پیدا کی جاسکے گی

جڑوں سے فصل پیدا کرنی ہو تو کٹائی کے بعد کھیت سے سب کوڑا کرکٹ نکال کر اچھی طرح صفائی کریں ورنہ کوڑے میں چھپے ہوئے کیڑے نئے اور نازک روپوں پر حملہ کرکے اُن کا بڑھنا روک دیتے ہیں گنّوں کو اگر گیروا یا دوسری بیماری لگی تو اُسکی جڑوں سے فصل لینے کی کوشش نہ کریں۔

گنّے کے بعد ہیر پھیر سے لینے کی فصلیں

گنّے کے ساتھ ساتھ دوسری فصلیں بھی ہیر پھیر سے لیں یا نہیں یہ ایک اہم سوال ہے۔ کپاس، گیہوں، چنا وغیرہ بیچ بیچ میں لینا ٹھیک ہے لیکن گنّوں کے لئے زمین کھاد دیکر تیار کرنے کو اس حالت میں موقعہ نہیں مل پاتا۔ اسلئے جاڑے میں یا گرمیوں کے شروع کے کچھ دنوں میں ہی جو فصل تیار ہو سکے وہ بونا مناسب ہے۔ گنّے کی زمین گنّا کاٹنے کے بعد گرمیوں میں پرتی رکھیں اور برسات میں سن کا بیج بو کر ہری کھاد دینے کا انتظام کریں۔

سُدھار کیسے شروع ہو؟

ہمارے دیہات کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے۔ وہاں غریبی اور جہالت کا راج ہے۔ آپس کی پھوٹ مقدمہ بازی شادی غمی میں فضول اخراجات اور بُری رسموں کی وجہ سے وہاں کے لوگ تباہ ہیں۔ گندگی کی وجہ سے اُنکی تندرستی اچھی نہیں رہتی۔ ایک نہ ایک بیماری ہمیشہ لگی ہی رہتی ہے آج ہیضہ ہے تو کل پلیگ نے دھوم مچا رکھی ہے، کبھی چیچک ہے تو کبھی جاڑے بخار سے لوگ پریشان ہیں قرضہ کے بھاری بوجھ سے وہ روز بروز کس طرح دبے جا رہے ہیں یہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ زمانہ بالکل بدل گیا ہے اور دُنیا کا کاروبار بالکل نئے طریقے سے ہونے لگا ہے۔ اس وقت ہمیں آپس میں مل کر کام کرنے کی بیحد ضرورت ہے۔ کسانوں کی ضروریات اور تکالیف دور کرنے کی ترکیبیں بتلا کر یہ بات ذہن نشین کرانے کی کئی بار کوشش کی گئی کہ امداد باہمی یا سہیوگ کسی پارس پتھر سے کم نہیں جو ہر لوہے کو چھوتے ہی اُسے سونا بنا دیتا ہے۔ اُس میں کسانوں کی ہر بیماری کی دوا موجود ہے اور اسکو اپنانے سے کسانوں کی ہر دشواری اور ہر پریشانی دور ہو سکتی ہے یہ بتلایا گیا ہے کہ کس طرح تھوڑے ہی دنوں میں اسکی مدد لینے سے مہاجنوں سے چھٹی مل جاتی ہے اور کسان خود مہاجن بن جاتے ہیں۔ اُن خرابیوں کو دور کرنے کا علاج بھی بتلایا گیا ہے۔ جن کی وجہ سے کسان غریب ہیں۔ جیسے کھیتوں کے اِدھر اُدھر بکھرے ہونے کی وجہ سے کھیتوں کو کھاد ٹھیک نہیں ملتی۔ آبپاشی کا ٹھیک انتظام نہیں ہوتا، فصل کی حفاظت بھی نہیں ہو سکتی اور دوسرے کھیتوں میں ہو کر آنے جانے کی وجہ سے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اور اُنھیں کھیتوں کی چکبندی ہو جائے اور وہ ایک جگہ ہو جائیں تو یہ سب خرابیاں دور ہو جاتی ہیں اسی طرح آبپاشی کا انتظام ہو سکتا ہے عمدہ نسل کے سانڈ منگا کر رکھنے سے گاؤں کے مویشیوں کی نسل سدھر سکتی ہے، گیہوں، السی، گنّا، گڑ، گھی وغیرہ کو اکٹھا بیچنے کا انتظام بھی ہو سکتا ہے خواہ وہ فصل پر بیچا جائے یا اچھے بھاؤ کا انتظار کرکے کچھ دن بعد فروخت کیا جائے لیکن ان سب کے لئے آپس کے میل جول کی شرط ضروری ہے۔

یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ گاؤں والے ایسے چکر میں پھنسے ہیں کہ اُن کو اپنی حالت سدھارنے کا کوئی راستہ نہیں دکھائی دیتا اُنھیں ضرورت ہے ایسا راستہ دکھلانے والوں کی جو ہمت اور استقلال کے ساتھ اُنکو منظم کریں۔ اُنھیں بتلائیں کہ کس طرح منظم ہو

ری، جہالت او سماجی پستی کے سمند رسے پار ہو کر آرام اور چین کی
زندگی گزار سکتے ہیں جس کو گاؤں والوں سے محبت ہے، ہمدردی ہے اور جو
دور رہ کر ان میں اپنا کچھ وقت صرف کر کے انکی اصلاح کرنا چاہتا ہو
جن مصائب سے نجات دلا کر ان کی زندگی کو خوشحال بنانا چاہتا
کام آسکو چاہیے کہ وہ گاؤں میں کوآپریشن یا امداد باہمی کی تبلیغ اور
اشاعت کرنے سے پہلے اُن سب خرابیوں کا پتہ لینا چاہیئے جو
وہاں موجود ہوں اور پھر اسی کے مطابق پروگرام بنانا چاہیئے کہ
پہلے کیا کرنا ہے اور اسکے بعد کیا کرنا ہے۔ شروع میں ایسے ہی
کام لینے چاہیئیں جو آسان ہیں، جن میں گاؤں والوں کو زیادہ
محنت نہیں کرنی ہے۔ اُن میں خرچ بہت کم ہے اور فائدہ صاف
نظر آتا ہے۔ مندرجہ ذیل باتیں گاؤں کی ترقی کے لئے بہت ضروری
ہیں اور یہ ہر گاؤں میں کی جا سکتی ہیں۔ یہ ایسے کام ہیں جن کا شروع
کرنا اور چلانا دوسری باتوں کے مقابلے میں زیادہ سہل ہے۔

۱۔ بچت کرانا۔ مالی حالت کی ترقی کے واسطے بچت کرنا
بہت ضروری ہے۔ اسکے بغیر غریبی نہیں دور کی جا سکتی۔ جن لوگوں
کی آمدنی مستقل نہیں ہے۔ جن کو کبھی تو پیداوار بہت اچھی مل جاتی
ہے اور کبھی فصل بالکل خراب ہو جاتی ہے۔ ان کے لئے تو زیادہ
منافع کی فصلوں میں بچت کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ خراب سالوں
میں تکلیف نہ ہو۔ ہمارے یہاں تو زیادہ تر کسان ایسے ہیں جو آمدنی
زیادہ ہونے پر خوب جی کھول کر خرچ کرتے ہیں لیکن جب آمدنی
کم ہوتی ہے تو تنگی سے کام چلاتے ہیں لیکن جب فصل بہت ہی
خراب ہو جاتی ہے تو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔
بہت سے ایسے بھی ہیں جن کا خرچ عموماً آمدنی سے زیادہ رہا کرتا ہے
اسلئے ان کا قرض روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ ایسے بہت کم
ہیں جن کو کچھ پس انداز کرنے کی فکر رہتی ہے لیکن اُن کا رقم
جمع کرنے کا طریقہ اچھا نہیں ہے۔ یہ لوگ روپیہ یا تو زمین کا گڑ کر رکھتے
ہیں یا زیور بنوا لیتے ہیں یا دوسروں کو قرض دیدیتے ہیں۔ اُن میں زمین
میں گاڑنے اور زیور بنوانے میں تو رات دن حفاظت کی ضرورت
رہتی ہے۔ زیور کی شکل میں تو سرمایہ کی نصف ہی قیمت رہ جاتی
ہے اور جب دوسروں کو قرض دیا جاتا ہے تو اس میں اوّل تو روپے
کے ڈوبنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ دوسرے وہ ضرورت کے وقت ملتا
نہیں۔ اسلئے کسانوں سے باقاعدہ بچت کرانے اور پھر اسکو محفوظ
طریقے سے رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل کارروائی کرنی چاہیئے۔

گاؤں کے لوگوں کو پہلے الگ الگ اور پھر ان سب کو اکٹھا
کر کے اُنھیں بچت کی ضرورتیں اور فائدے سمجھائے جائیں۔ انھیں
بتلایا جائے کہ آئندہ کی ضرورتوں کے لئے موجودہ آمدنی میں سے
کچھ نہ کچھ بچا کر رکھنا ہر شخص کے لئے بہت ضروری ہے۔ چیونٹی
بھی برسات سے پہلے اپنی خوراک کا سامان اکٹھا کر لیتی ہے۔ مصیبت
کے دنوں میں قرض لیکر پھر خوشحالی کے دنوں میں ادا کرنے سے یہ
بہتر ہے کہ اچھی پیداوار کے وقت پہلے ہی کچھ رقم پس انداز کر لینی چاہیئے
جو تکلیف کے وقت کام آئے۔ ہر کسان فصل کے موقعہ پر آسانی سے
کچھ نہ کچھ پس انداز کر سکتا ہے۔ جب کھلیان سے لوہار، نائی، دھوبی وغیرہ
کو غلّہ دیا جاتا ہے، خیرات کی جاتی ہے، اُس وقت من دو من غلّہ
اپنے یا بیوی بچوں کے نام سے نکالا جا سکتا ہے۔ جہاں پچاس من
میں گزر ہوتا ہے وہاں پینتالیس من میں گزارہ ہونے میں کوئی خاص
تکلیف نہ ہوگی۔ یہ سمجھ لیا جائے کہ پیداوار ہی پانچ من کم ہوئی ہے۔
اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے کچھ دنوں میں اچھی خاصی رقم جمع کی جا سکتی
ہے۔ اگر یہ غلّہ اپنے ہی گھر میں جمع رہا تو اُس کے خرچ ہونے کا اندیشہ
ہے اسلئے پہلے تو ان لوگوں کو ہر فصل پر اپنی پیداوار کا سولھواں یا
بیسواں حصّہ جمع کرنے پر تیار کرنا چاہیے اور پھر فصل پر اس کے
وصول کرنے، فروخت کرنے یا حفاظت سے رکھ کر آپس میں ضرورت
پڑنے پر سوائی پر اُٹھانے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اگر اچھی قسم کا غلّہ
جمع کیا جاتا ہے تو اس سے گاؤں کے بیج کی ضرورت بھی رفع ہو سکتی ہے۔

اگر بچت نقدی کی شکل میں رہتی ہے تو یہ روپیہ پاس کے ڈاکخانے
کے سیونگ بینک میں جمع کیا جا سکتا ہے اور آپس میں جب کسی کو ضرورت
ہو تو وہاں سے منگا کر اُس کو مناسب شرح سود پر دیا جائے۔ اس میں
اس بات کا خیال رکھنا لازمی ہے کہ صرف دو چار آدمی ہی یہ کل روپیہ
اپنے استعمال میں نہ لے آئیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو گاؤں والوں کی زیادہ
سے زیادہ تعداد اس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ اسلئے کچھ ایسا منافع رکھنا
بہتر ہوگا کہ کسی کو اسکے جمع کئے ہوئے روپئے کے دوگنے سے زیادہ
نہ مل سکے اور یہ روپیہ ہر صورت سے فصل پر مع سود کے ادا ہو جائے
اس طرح جو سود ملے گا وہ اُن لوگوں کے حساب میں جنھوں نے روپیہ
جمع کیا ہے حصّہ رسدی کے طور پر جمع ہو جائیگا۔ اُنھیں میں سے
کسی پڑھے لکھے آدمی کو ہر ایک کا بچت کا حساب رکھنے کے لئے منتخب
کر لیا جائے۔ اگر گاؤں میں یا اس کے قریب کوئی قرض والی سوسائٹی
کام کر رہی ہے تو یہ بچت کا روپیہ اُس میں جمع کیا جا سکتا ہے اور ضرورت
کے وقت وہاں سے واپس مل سکتا ہے۔ جن لوگوں کو فصل کے علاوہ
دوسرے ذرایع سے بھی آمدنی ہوتی ہے اُن سے اور زیادہ بچت
کرانی چاہیئے۔ مثلاً جو لوگ گھی بنا کر بیچتے ہیں اُن سے آمدنی کا چوتھائی
یا آٹھواں حصّہ جمع کرایا جائے تاکہ نئی گائے یا بھینس خریدتے وقت
روپیہ کی دقت نہ ہو۔ جن کے یہاں باہر سے نوکری کا سلسلہ ہے
ان سے بھی اس طریقے سے بچت کرانی چاہیئے۔

۲۔ سماجی اخراجات۔ بچت کرانے سے اُس وقت تک
کوئی زیادہ اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا جب تک اُسی کے ساتھ ساتھ

اخراجات میں بھی معقول کمی نہ کی جائے۔ کسانوں کے سبھی اخراجات ایسے ہیں جن میں کمی کی جاسکتی ہے۔ شادی، غمی، برہمن بھوج، جنیو وغیرہ کے اخراجات ایسے ہیں جن میں یہ لوگ اکثر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور اسی لئے اُن کی حالت خراب ہوجاتی ہے۔ اکثر یہ فضول خرچی گاؤں والوں ہی کی وجہ سے کی جاتی ہے تاکہ اُن میں خرچ کرنے والے کی عزت ہو، وہ کنجوس نہ کہلائے اور لوگ اُسے حقیر نہ سمجھیں۔ کبھی کبھی مقابلے کے خیال سے بھی زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ سوچتے ہیں کہ اگر فلاں شخص سے بڑھ کر خرچ نہ کیا تو بات کیسے اونچی رہیگی۔ ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش ہوتی ہے۔ شرادھ برہمن بھوج وغیرہ میں جو خرچ کیا جاتا ہے، شادی و غمی میں قرض لیکر خوب دھوم دھام سے جو رسم ادا کی جاتی ہے وہ سب دھرم کا کام سمجھ کر اور ثواب یا پُن کمانے کی غرض سے ہوتا ہے۔ اگر ان کو معلوم ہوجائے کہ ہمارے شاستر اس سلسلے میں کیا کرتے ہیں تو وہ ہرگز اس قسم کی فضول خرچی نہ کریں اس بارے میں اُن لوگوں کو "شرادھ" کے پرچے سے شاستروں کی رائے بتلاکر سمجھایا جائے کہ اس قسم کے دکھاوے اور فضول خرچی سے نہ صرف اُنکی مالی حالت خراب ہوتی ہے بلکہ دھرم کی جگہ پاپ بھی ہوتا ہے۔ گاؤں کے رہنے والوں کی رائے جب تک ان باتوں کے خلاف نہ ہوگی جب تک یہ فضول خرچی بُری نظر سے نہ دیکھی جائیگی اس وقت تک اس کا بند ہونا مشکل ہے۔ اب جو خرچ میں کفایت کرنا بھی چاہتا ہے اُس کو بھی مجبوراً بڑھا کر خرچ کرنا پڑتا ہے چاہتے سب ہیں کہ خرچ میں کمی ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ کون رسم توڑے اور برادری کی بُرائی اپنے سر لے جو طریقے ذیل میں لکھے جاتے ہیں اُن پر عمل کرنے سے لوگوں کو اس کام کے لئے تیار کرنے میں ضرور کامیابی ہوگی۔

گاؤں کے سب لوگوں کو ان رسموں میں فضول خرچی کرنے کے نقصان سمجھا کر انکی ایک زندگی سدھار سوسائٹی بنائی جائے۔ تھوڑے سے آدمیوں سے اس میں کام نہیں چلتا۔ کم از کم گاؤں کے تین چوتھائی خاندان شروع سے ہی اس میں شامل ہونے چاہئیں۔ ان میں سے پانچ سات سمجھدار، نیک اور ہمدرد آدمیوں کی ایک پنچایت چُن لی جائے۔ ہر ممبر سے ایک اقرار نامے پر دستخط کرالیا جائے کہ جب کبھی اُن کے یہاں کوئی پیدائش، شادی، غمی، جنیو وغیرہ کا کام آپڑے تو وہ پنچایت سے صلاح لیکر کام کرے گا، اس کام میں خرچ کرنے کے لئے پنچایت نے جس قدر رقم خرچ منظور کیا ہے اُس سے زیادہ خرچ نہ کرے گا اور اگر کرتا ہے تو پنچایت اُسے جو سزا دیتی ہے اُسے وہ منظور کریگا پنچایت کا یہ کام ہوگا کہ جب کسی کے یہاں کوئی کام آپڑے تو اُس شخص کی حالت اور ضرورت کو دیکھ کر جس قدر کم ممکن ہو اسکے لئے خرچ کی حد مقرر کرلے اور پھر دیکھے کہ وہ شخص اس سے زیادہ تو خرچ کرتا۔ اگر کوئی شخص پنچایت کے فیصلہ کے خلاف چلتا ہے، حد سے زیادہ خرچ کر ڈالتا ہے تو پنچایت کو چاہئے کہ اُسے مناسب سزا دے۔ یہ سزا ایسی ہو کہ قصوروار اس سے متاثر ہو، یعنی وہ خطا قبول کرکے سب بھائیوں سے معافی مانگے اور کان پکڑے دوبارہ ایسا قصور ہو تو اُسکے کام میں کوئی شریک نہ ہو۔ بار بار قصور کرنے پر گاؤں والوں کو چاہئے کہ وہ اُسی سے روزمرہ کے تعلقات بھی توڑ دیں اور مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اگر شروع میں دو چار آدمیوں کے خلاف اس قسم کی کارروائی کی گئی تو بائیکاٹ کرنے کی سزا تک کی نوبت ہی نہ آئیگی اور سب کے لئے راستہ کھل جائیگا۔

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے اخراجات میں عورتوں ہی کی بات زیادہ چلتی ہے۔ ان کی مدد کے بغیر کامیابی کی اُمید کرنا فضول ہے۔ مرد کماتا ہے لیکن خرچ عورت ہی کرتی یا کراتی ہے۔ وہی گھر کی مالکہ ہے اسلئے مردوں کے مقابلے میں انکو سمجھانے کی زیادہ ضرورت ہے۔ جب تقریبات کی فضول خرچی کو کم کرنے کے لئے جلسہ کیا جائے تو گاؤں کی عورتوں کو بھی جمع کیا جائے اور مردوں سے الگ ایک طرف بٹھا دیا جائے اور پھر دونوں کو سمجھایا جائے۔ خراب رواجوں کو روکنے اور بچت کے معاملے میں بھی عورتوں کی ہمدردی اور امداد کی ضرورت ہے۔ بچپن کی شادی، ایسی شادی جس میں عورت اور مرد کی عمر میں بہت فرق ہو، ہل نہ چھونا، شراب، جوا وغیرہ بھی اس زندگی سدھار سوسائٹی کے ذریعے بند کرنا چاہئے۔

۳۔ مقدمہ بازی بند کرنا۔ گاؤں کے جھگڑے اگر گاؤں ہی میں طے ہوجایا کریں تو مقدمہ بازی سے پیدا ہونے والی تمام خرابیاں دور ہوسکتی ہیں۔ پہلے ایسا ہی ہوتا ہے اور اب وہی طریقہ پھر سے جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ گاؤں کے اور سب لوگوں کو جمع کرکے بتلایا جائے کہ اپنے جھگڑے عدالت میں لیجانے سے کس طرح اُن کا روپیہ برباد ہوتا ہے، وکیل، مختار، سپاہی، پیشکار اور دوسرے اہلکاروں کے سامنے گڑگڑانا پڑتا ہے۔ گھر کا کام کاج چھوڑ کر بار بار کچہری دوڑنا پڑتا ہے، گواہوں کی خوشامدیں کرنا پڑتی ہیں اور پھر بھی یہ اندیشہ رہتا ہے کہ خدا معلوم فیصلہ کس کے حق میں ہوجائے۔ اس خرچ اور پریشانی کے علاوہ عدالتی لڑائی میں دشمنی کی جو گرہ پڑجاتی ہے وہ دونوں طرف کے کھنچاؤ سے روز بروز مضبوط ہوتی جاتی ہے اور مقدمہ بازی کے سلسلے کو جاری رکھتی ہے۔

گاؤں ہی میں آپس کے جھگڑے طے کرلینے سے ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہونے پاتی۔ گاؤں کے پنچ اصل معاملے سے

...ہونے کی وجہ سے انصاف ہی کرتے ہیں کسی پر زیادتی نہیں
...پاتی اور نہ جھوٹے مقدمے چلنے پاتے ہیں۔ اس واسطے ان لوگوں
...بات پر راضی کیا جائے کہ وہ آپس کے جھگڑے گاؤں کی پنچایت
...طے کریں۔ عدالت میں اُس وقت تک مقدمہ نہ لیجائیں جبتک
...سے اس بات کی اجازت نہ مل جائے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے
...ایت اسکو سزا دیسکے۔ پنچایت کا کیا ہوا جرمانہ سرکاری طور پر
...کیا ہوسکتا ہے اور وہ پچاس روپیہ تک ہوسکتا ہے یا اس سے
...م زیادہ جیسا بھی وہاں کے لوگ اپنی سوسائٹی کے قاعدوں میں
...ال جھگڑے طے کرنے کے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر کرلینا
...جب کہ کسی مقررہ جگہ پر پنچ لوگ بیٹھیں۔ وہاں گاؤں
...دھار کرنے والے کو حاضرہ کرنا پنچوں کی مدد کرنی چاہیئے
...سی پڑھے لکھے پنچ سے مقدموں کی مختصر کارروائی اور فیصلہ
...ب انا چاہیئے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ پنچایت اُسی
...کامیاب ہوگی جب پنچ نہایت ایمانداری سے کام کرینگے
...کی جانب داری نہ کرینگے۔ ہندوؤں میں پنچ کو پرمیشور کہا
...ولے ہے۔ یعنی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ پنچ لوگ پرمیشور ہی کی طرح
...انصاف کرینگے۔ پنچوں ... ر وہ پنچایت کے وقار کا بہت
...یال رکھیں۔ اسی طرح انکی عزت میں بھی اضافہ ہوگا اور پنچایت
...اعتبار بڑھے گا۔

...ہم۔ گاؤں کی بہت سی آرام دینے والی چیزیں کسی ایک شخص
...ذمہ دار نہ ہونے کے باعث خراب حالت میں ہیں۔ اُن کو درست
ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ مثلاً گاؤں کی سڑکیں ... خراب
...حالت میں رہتی ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف گاؤں والوں کو تکلیف ہوتی
...بلکہ دوسرے گاؤں والے بھی جو اُس راستے سے گزرتے ہیں پریشان
...ہوتے ہیں۔ کہیں سڑک میں ایسے گڑھے ہو جاتے ہیں کہ گاڑیوں کا نکلنا
...مشکل ہوجاتا ہے ایسی حالت میں وہاں والوں کے لئے راہ گیروں کے
...منہ سے بد دعا نکلتی ہے۔ بہت جگہ تالاب پٹ گئے ہیں جس کے
...باعث نہ صرف آبپاشی میں کمی پڑتی ہے بلکہ گاؤں کے جانوروں کو
...پانی کی بھی دقت ہوتی ہے۔ اکثر دیہات میں کنوؤں کی صفائی نہیں
...ہوتی، جگت ٹوٹتی جاتی ہے، کنوئیں کے اندر کھنڈر ہوگئے ہیں، مندر
...بے مرمت پڑا ہے، دھرم شالے کی کڑیاں ٹوٹ رہی ہیں، آبادی میں
...جگہ گڑھے ہیں جن میں برسات کا پانی سڑ کر جاڑا بخار پھیلاتا ہے۔
...اسی طرح کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو سب کی لاپروائی کی وجہ سے
...خراب یا تکلیف دہ ہو رہی ہیں۔ گاؤں والے اس اُمید میں ہیں کہ
...کوئی دوسرا اُن کے لئے یہ سب ٹھیک کردے۔ اگر کنواں نہیں ہے
...زمیندار بنوادے، اسکول نہیں ہے تو سرکار قائم کردے، اگر
...مویشیوں کی نسل کو ترقی دینی ہے تو کوئی دوسرا اُنکو اچھے سانڈ

منگوا دے۔ غرض یہ کہ جو بھی کوئی کام اُن کی بھلائی یا ترقی کا ہوسکتا ہے وہ کوئی دوسرا ہی ان کے لئے کردے۔ وہ دوسروں کے آسرے پر بیٹھے ہیں اور دوسروں ہی کے سہارے کھڑے ہونا چاہتے ہیں۔ اوروں کو کیا غرض پڑی ہے جو اُنکے لئے خرچ کریں۔ جو لوگ ہمت کرکے اپنا کام خود کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اُنکے کام ہمیشہ پورے ہوئے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ "ہمتِ مرداں مددِ خدا"۔ لیکن جو دوسروں کے آسرے پر بیٹھے رہتے ہیں وہ ہمیشہ گھاٹے میں رہتے ہیں۔

دوسروں کو آرام پہنچانا ایک کارِ ثواب ہے جب کنواں، مندر بنوانا اور تالاب کھدوانا ثواب کے کام ہیں تو کیا ان کی مرمت کرانا ثواب کا کام نہیں ہے۔ جتنے کام اوپر بتلائے گئے ہیں، وہ سب ایسے ہیں جن سے نہ صرف اپنے کو بلکہ اپنے سب گاؤں والوں کو بھی آرام پہنچا ہے اور اُنکے ٹھیک کرنے میں کوئی زیادہ دقت بھی نہیں ہے۔ آپس کی محنت سے یہ سب کام آسانی سے ہوسکتے ہیں۔ اس میں بھی کوآپریشن یا امداد باہمی کا طریقہ بڑے کام کا ہے۔ گاؤں کی زندگی سدھار سوسائٹی اور ان کی پنچایت کے ذریعہ یہ کام آسانی سے ہوسکتا ہے۔ سوسائٹی کے کسی جلسے میں گاؤں والوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے اور سب کی رائے سے یہ طے کرلیا جائے کہ وہاں کا ہر ایک گھر گاؤں کے واسطے سال میں اپنی دو چار دن کی محنت دیدے جو اس وقت دینی ہوگی جب پنچایت طے کردے۔ پنچایت کو چاہیئے کہ جن دنوں کھیتی کے کام سے فرصت ہو اُس وقت یہ محنت مانگے۔ ایک دن سڑک کی محنت کا رکھا جائے، ایک دن کنوئیں کی صفائی کا ہو۔ ایک دن تالاب گہرا کرنے کا اور آبادی کے اندر گڑھے پاٹنے کا ہو۔ پنچایت یہ دیکھے کہ ہر گھر سے ایک ایک آدمی کام کے واسطے آتا ہے یا نہیں۔ جس گھر سے آدمی نہ آئے اُسے پنچایت سزا دے۔ کبھی کبھی علاوہ محنت کے کچھ خرچ کی بھی ضرورت پڑسکتی ہے۔ مثلاً کنوئیں کی مرمت میں اینٹ چونا چاہیئے۔ بیماری کے زمانہ میں دواؤں کی ضرورت ہے۔ کسی لاوارث کے لئے کفن کی ضرورت ہے، کسی اچھے فقیر یا سادھو سنیاسی کے لئے کھانے کی ضرورت ہے۔ یہ سب بھی دھرم کے کام ہیں اور گاؤں کے لوگ دان پن کرتے بھی ہیں لیکن اُن کا دان اکثر بیکار جاتا ہے کیونکہ وہ زیادہ تر مستحق آدمی کو نہیں ملتا۔ ہمارے یہاں لکھا ہے کہ جو خیرات مستحق آدمی کو نہیں دیجاتی اُس سے دھرم کے بجائے پاپ ہوتا ہے یہاں دوسرے گاؤں کے ہٹے کٹے خوشحال آدمی آکر بھیک مانگ لیجاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ہاتھی گھوڑے پر بھیک مانگنے والے آتے ہیں اور خوب دان پاتے ہیں۔ لیکن گاؤں کے غریب دکھیا بھوکوں مرتے ہیں ضرورت ہے کہ گاؤں کی خیرات کا جو روز دیجاتی ہے اور فصل کے موقعوں پر تو کھلے ہاتھوں دیجاتی ہے، ٹھیک انتظام کیا جائے تاکہ اس کا اچھا استعمال ہوسکے۔ اسلئے گاؤں والوں کو سمجھایا جائے کہ کس طرح اُن

کا دان پُن سب بیکار جاتا ہے اور کس طریقے سے اسکا بہتر استعمال ہوسکتا ہے اپنی کمائی کا کچھ حصہ دوسروں کی بھلائی پر خرچ کرنا بہت اچھا ہے اور اسکو جاری رکھنا چاہیئے۔ لوگ خیرات کریں اور خوب کریں۔ اسکے اکٹھا کرنے اور پھر سب کی رائے سے ٹھیک طور سے خرچ کرنے کے واسطے آٹھ دس نوجوانوں کی ایک ٹولی بنائی جائے جو لوگوں کو سمجھا کر یہ انتظام کرے کہ ہٹے کٹے مفت کے کھانیوالوں کو گاؤں سے ایک دانہ بھی نہ ملے۔ ہر گھر میں دو تین ہانڈیاں رکھوائی جائیں جن میں کھانا پکانے والی جب جنس نکالے تو ایک ایک مٹھی آٹا دال چاول ڈال دے۔ وہ ٹولی ہفتہ وار ان ہانڈیوں کی جنس کو اکٹھا کرے اور اُس سے گاؤں کے غریبوں اور محتاجوں کی پرورش ہو۔ کوئی واقعی اپاہج یا محتاج آنکلے تو اُسکو کھانا دیا جائے فقیر، سادھو، سنیاسی آجائے تو اُسکی خاطر داری میں خرچ ہو۔ جو بچ رہے اُسکو فروخت کرکے گاؤں کے استعمال کے لئے دوائیں منگائی جائیں۔ کنوؤں کی مرمت ہو یا اسی قسم کے اور سب کی بھلائی کے کاموں میں خرچ ہو۔ اسکے لئے فصل کے وقت بھی گاؤں کے نام پر تھوڑا تھوڑا غلہ ہر کسان سے وصول کیا جا سکتا ہے۔ جب کسی کے یہاں کوئی خوشی کی تقریب ہو اس وقت کچھ خیرات مل سکتی ہے یا جس کسی کو خاص طور سے خیرات کرنی ہے تو وہ گاؤں کے اس خیرات فنڈ میں دیسکتا ہے۔ زیادہ پونجی کا انتظام ہوجانے پر لڑکے لڑکیوں کے واسطے پڑھائی کا انتظام ہوسکتا ہے، کتاب گھر اور دواخانہ جاری ہوسکتا ہے اور اسی قسم کے گاؤں والوں کو آرام پہنچانیوالے دوسرے کام کئے جا سکتے ہیں۔

۵۔ تفریح کے سامان۔ گاؤں میں تفریح کا بھی کوئی سامان نہیں ہے۔ وہاں کی زندگی بے لطفی کی زندگی ہے جس کی وجہ سے بہت سے ہونہار لوگ گاؤں چھوڑ کر شہروں میں بستے جاتے ہیں۔ وہاں کی زندگی کو پر لطف اور پُر کیف بنانے کی ضرورت ہے۔ اسکے لئے گاؤں کے نوجوانوں کا ایک کلب بنایا جائے جس میں گانا بجانا ہوا کرے، کبھی کبھی ناٹک کھیلے جائیں۔ جس سے تفریح کے ساتھ ساتھ معلومات میں بھی اضافہ ہو اور ان کی توجہ اپنی برائیوں کی طرف مبذول ہو۔ اکھاڑے کا بھی انتظام کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی میدان ہے تو دوسرے کھیل بھی ہوسکتے ہیں۔ کبھی پڑوس کے دوسرے دیہات سے رسہ کشی، دوڑ، کبڈی وغیرہ کا مقابلہ کراکے دلچسپی بڑھائی جا سکتی ہے۔ گانے بجانے اور کھیل کود کے لئے جس سامان کی ضرورت پڑتی ہے وہ آپس میں چندہ کرکے منگانا چاہیئے اسکے لئے کلب کے ہر ممبر سے فصل کے موقعہ پر پانچ سیر غلہ اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ شروع میں ایسے ہی کھیل کھیلے جائیں جس میں کسی خاص سامان کی ضرورت نہ ہو گانے بجانے کے لئے شروع میں گاؤں ہی سے سامان مل سکتا ہے اور جب دلچسپی بڑھے چندہ کرکے منگایا جا سکتا ہے۔

کوآپریشن کے ذریعہ گاؤں کی حالت درست کرنے ا[ور گاؤں] والوں کی زندگی کو دلچسپ اور پُر مسرت بنانے کے جو جو [طریقے] یہاں بتلائے گئے ہیں اُن پر گاؤں والوں سے عمل کرانے [والوں کو] اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ گاؤں سدھار کرنے وا[لوں کو] اپنی توجہ خصوصیت کے ساتھ لوگوں کو سمجھانے پر دینی [چاہیئے] ہے تاکہ لوگ اپنی بُرائیوں کو سمجھ کر اُسکے بتلائے ہوئے [طریقوں] پر خود اپنی خوشی سے چلنے کے لئے تیار ہو جائیں یہ بات [اس] طرح اُنکو ذہن نشین ہو جائے کہ جس راستے پر اُنکو چلانے [کا کام] دیا جا رہا ہے اُس میں واقعی اُنکی بھلائی ہے اور وہ اُس [کو] دکھاوے کے لئے یا ڈر کر زبردستی نہیں چلائے جا رہے ہیں اپنا فائدہ دیکھکر اپنی بھلائی سمجھ کر خود اپنی مرضی سے اس [پر چل] رہے ہیں۔

جن پانچ باتوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ سب گاؤں کی ایک کوآپریٹو زندگی سدھار سوسائٹی بناکر اسکی معرفت سے کی جا سکتی ہیں۔ اسکے انتظام کے لئے پانچ سات سمجھدار اور بھلے آدمیوں کی پنچایت بنانی ہوگی جن کو سوسائٹی کے ممبر مل کر چنیں گے۔ پنچایت میں گاؤں کی ہر ایک برادری کا ایک پنچ ہونا چاہیئے۔ ان باتوں کو کرتے کرتے جب لوگوں میں یہ عادت پڑجائے اور وہ مل کر کام کرنا سیکھ جائیں اور اسکے فائدے کو دیکھ لیں تو آہستہ آہستہ گاؤں میں دوسرے کام بھی شروع کئے [جا سکتے] ہیں مثلاً قرضہ سوسائٹی کا کام، چکبندی کا کام، مال اکٹھا فروخت کرنے کا انتظام اور ایسے ہی دوسرے سب کام شروع کئے جا [سکتے] ہیں۔ سوسائٹی کی رجسٹری کرا لینے سے اُن کا کام ٹھیک سے چلتا [ہے] کیونکہ اس طرح محکمہ امداد باہمی کے افسروں سے ہر قسم کی صلاح [اور] مدد ملتی رہتی ہے۔ سرکاری طریقے سے حساب کتاب کی جانچ [پڑتال] ہوتی رہتی ہے اور دوسری رعائتیں بھی ملتی ہیں۔

رجسٹری کے لئے سوسائٹی میں کم از کم دس آدمی ہونے چاہئیں جو اٹھارہ سال سے زیادہ عمر کے ہوں۔ لیکن زندگی سدھار سوسائٹی میں اُسی وقت کامیابی ہوگی جب گاؤں کے قریب قریب سبھی گھر اُس میں شامل ہوں۔ دوسرے ان سوسائٹیوں کو اپنے قواعد وضوابط بھی مرتب کرنے پڑتے ہیں جن کے مطابق پھر اُنکو کام کرنا پڑتا ہے۔ محکمہ امداد باہمی نے ان میں سے بہت سی سوسائٹیوں کے مثلاً زندگی سدھار سوسائٹی قرضہ سوسائٹی وغیرہ کے نمونے کے قاعدے چھپا رکھے ہیں جو رجسٹرار صاحب کے دفتر (لکھنؤ) سے مفت مل سکتے ہیں اور ضرورت سے

...لق ان قاعدوں میں کمی بیشی بھی ہوسکتی ہے۔ رجسٹرار کی درخواست
...ارم بھی مقرر ہے وہ بھی لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔ اس معاملہ میں
...ے کوآپریٹو انسپکٹر سے ہر قسم کا مشورہ مل سکتا ہے۔
ہماری سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے
...نت کے بھروسے پر بیٹھے رہتے ہیں۔ حالت روز بروز خراب
...تی جاتی ہے اور ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ایک
...بی ترقی سے گاؤں کا بھلا نہیں ہوتا۔ اچھے دن اُسی وقت آئینگے
...ب گاؤں بھر کا بھلا ہوگا۔ اسکے لئے کوآپریٹو سوسائٹی سے بڑھ کر
...سرا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی
...ہلی کو چھوڑ کر اور کمر ہمت باندھ کر یہ عزم کرلیں کہ ہمیں اپنی حالت
سدھارنی ہے۔ کوآپریٹو سوسائٹی موجود ہے اور ہم اس کے ذریعے
نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ نہ اس میں خرچ کی ضرورت ہے اور نہ کسی
وکیل یا بیرسٹر سے مسودہ تیار کرانا ہے۔ محکمہ کے نہایت آسان قاعدے
موجود ہیں۔ گاؤں کے نیک اور سمجھدار آدمیوں کی پنچایت بناکر
کام شروع کردیتا ہے۔ اپنے سدھار کے لئے جو جو باتیں گاؤں
والے جلسہ میں طے کریں اُن پر پابند رہنا ہر ممبر کا فرض ہے۔ جو
لوگ اسکے خلاف کریں اُن پر پنچایت جرمانہ کرسکتی ہے۔ یہ جرمانہ
بطور بقایا مالگزاری کے ضلع کے کلکٹر صاحب کے ذریعے وصول
ہوسکتا ہے۔ دُنیا کے ہر ملک میں لوگ انھیں سوسائٹیوں کی مدد
سے خوب ترقی کررہے ہیں۔ ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی ہوگی اگر
ہم بھی اسکے ذریعے فائدہ نہ اُٹھائیں اور اپنی اصلاح نہ کریں۔

تنظیم کیوں؟

(از مسٹر جے۔ پی۔ مشر۔ ایم۔ اے۔ بی۔ کام)

دُنیا میں بھلا ایسا کون انسان ہوگا جسے آرام کی خواہش
...نہ ہو۔ اسکے لئے ہمارے شہر کے بھائی رات دن محنت کرتے ہیں
...دیس میں جاتے ہیں اور سنبھال سنبھال کر خرچ کرتے ہیں۔ یہ
...اب اسی لئے کہ پیٹ بھر کر اور اچھا کھانا ملے، پہننے کے لئے
...نا بھی مختلف قسم کے کافی کپڑے ملیں، رہنے کے لئے صاف ستھرا گھر
...ت میز اور سیر و تفریح کے تمام ذرائع موجود ہوں۔
...بلکہ دو لیکن ہمارے کسان بھائی دوسروں سے تگنی اور چوگنی
...تے ہیں محنت کرتے ہیں! دھوپ، سردی، لو اور پالا سب کچھ برداشت کرتے
...کل ہوں پھر بھی غریب کے غریب بنے رہتے ہیں اور تمام عمر دکھ ہی
...ں سے کم اُٹھاتے رہتے ہیں۔ انکی بھی یہی خواہش ہے کہ انھیں آرام
...محنت نہ ملے اور یہ اتنا ہی سکھ چاہتے ہیں کہ انھیں اور انکے گھر والوں
...کی کو پیٹ بھر کر روٹیاں ملیں، تن ڈھکنے کے لئے کپڑے ہوں، رہنے
...ذی، جاڑے کے لئے ایک چھوٹا اور مضبوط گھر ہو، تندرست رہیں، تھوڑی بہت
...ے مطابق تعلیم حاصل کریں اور عام طور پر عملی واقفیت حاصل ہو۔
...جگہ گرد کسان یہ تو ضرور چاہتے ہیں کہ انھیں اتنا سکھ ملے لیکن
...طرح کی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سکھ کے لئے جیسی کوشش
...اب یا کرنی چاہیئے ویسی نہیں کرتے۔ باپ دادا کے وقت سے جیسا
...ئی دو سو ہوتا آیا ہے ویسا ہی ہوتا جائے۔ بس اسی میں وہ اپنی خوبی
زمینداری اور بہادری سمجھتے ہیں۔ وہ وقت گزر گیا جب کسان کو اپنی اپنی
پڑی تھی اور اپنے پڑوسی کی مدد کے بغیر وہ کسی طرح اپنی زندگی
نہیں گزار سکتے تھے۔ اب ترقی کے زمانے اور وقت کو دیکھ کر
رہنے سہنے اور کام کے طریقے کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ جو کوئی
ایسا کرنے کو تیار نہیں ہے وہ یاد رکھے کہ وہ ترقی کی دوڑ میں
بہت پیچھے پڑا رہے گا۔ ایک دوہا ہے۔

لیک لیک بہتا چلے، لیکے چلے کپوت
لیک چھوڑ تینوں چلیں شاعر، سنگھ، سپوت

سکھی ہونے کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ کسان
آپس کی پھوٹ اور بیر مٹا دیں۔ رشک و حسد چھوڑ دیں اور یہ سمجھیں
کہ آپس میں سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی خدا کے بندے ہیں
اور سب کو ایک دوسرے کی مدد سے زندگی گزارنی ہے۔ دیہات
کو بھی صاف ستھرا رکھنا چاہیئے اور اپنے گاؤں سے محبت کرنی
چاہیئے۔ کیا یہ نہیں سُنا ہے کہ جب بھگوان رام چندر جی لنکا جیت کر
اجودھیا لوٹے اور انگد، ہنومان، جام ونت، نل نیل وغیرہ بندر
کو اپنی جنم بھومی دکھلانے لگے تو اُنھوں نے اُن سے کہا تھا۔

اودھ پوری ہم پوری سہاونی، اُتر دش سرجو بہہ پاونی
اتی پریہ موہے یہاں کے باسی، ہم دھامدا پوری سکھراسی

یعنی اجودھیا ہمیں سورگ لوک سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے اور یہاں کے باشندے ہمیں ہندوستان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔

بھلا بتلائیے کہ جب خود بھگوان کو اپنی جنم بھومی اور یہاں کے باشندوں سے اتنی محبت تھی تو ہم اُن کی تقلید کیوں نہ کریں اور آپس کے اختلافات کیوں نہ مٹا دیں۔

اس لئے سکھ کی جڑ سنگٹھن یعنی آپس کا میل ملاپ ہے اور یہی کامیابی کی کنجی ہے خواہ تھوڑے ہی آدمیوں کی تنظیم کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ سچا اور مستحکم ہے تو بڑے سے بڑا کام پورا ہو جائیگا یہ سب جانتے ہیں کہ پانڈؤں کی فوج کوروُں کی فوج سے بہت کم تھی۔ لیکن فتح پانڈوُں کو ہی ہوئی تھی۔ کیوں؟ اس لئے کہ پانڈوں کی فوج کی تنظیم سپاہیوں کی کمی ہوتے ہوئے بھی سچی اور مضبوط تھی اور وہ فتح کے لئے تھی۔

تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ کسی طرف فصل سینچنے کے لئے نہر سے پانی نہیں آتا۔ اگر کسان الگ الگ نہر کے افسر سے شکایت کریں تو کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا لیکن دس بیس کسان مل کر شکایت کریں تو شکایت کے جلد سُنے جانے اور کام پورا ہو جانے کا امکان رہتا ہے۔ اسی طرح گاؤں میں ہیضہ یا چیچک کا زور ہے یا جانوروں کی کھُر کی بیماری پھیل رہی ہے تو زیادہ سے زیادہ کسانوں کے منظم ہونے اور رکھنے سے دوا اور علاج کا انتظام ہونے میں کوئی دیر نہ لگے گی۔

جب ان چھوٹے چھوٹے کاموں میں تنظیم سے کامیابی ہو جاتی ہے تو بڑے بڑے کاموں میں بھی کامیابی ہوگی۔ تنظیم کرکے ایک سبھا یا سوسائٹی بنا لی جائے تو اُس کے ذریعہ زراعتی فارم یا بازار سے اچھے ہل اور بیج بکفایت مل سکتے ہیں۔ الگ الگ کسان کو نہ تو چیز ہی اچھی ملتی ہے اور نہ پیسے ہی کی کفایت ہوتی ہے جب دس یا ۲۰ کسان مل کر کافی مقدار میں چیزیں خریدتے ہیں تو مہیا کرنے والے اچھی سے اچھی چیز کم دام میں دینے کو تیار رہتے ہیں سبھی کسان چاہتے ہیں کہ جانوروں کی نسل اچھی ہو لیکن الگ الگ کس کے بوتے کی بات ہے کہ ایک ایک اچھا سانڈ رکھ سکے یہی کام تنظیم یا جماعت کے ذریعے آسانی سے ہو سکتا ہے۔ سوسائٹی محکمہ زراعت سے جانوروں کی نسل کشی کے لئے ایک سانڈ دینے کی درخواست دیگی جو تھوڑی سی رقم اس کام کے لئے ضروری ہوگی وہ ممبروں کے چندے اور سرکاری امداد سے مل جائے گی۔ اسی طرح کھیتی کے بڑے اور قیمتی اوزار جنھیں الگ الگ کسان نہیں خرید سکتے سوسائٹی میں خرید کر رکھے رہیں گے اور لوگ باری باری سے اُنھیں کرائے یا چندے پر لیتے رہیں گے۔

۳۔ ایسے طریقوں کے استعمال سے اور خصوصاً منظم ہوکر سوسائٹی کے ذریعے کام کرنے سے کھیتوں کی پیداوار بڑھے گی۔ لیکن محض پیداوار کے بڑھ جانے سے ہی کسانوں کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اُس کی فصل کو بازار میں اچھے دام ملیں۔ عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ کسانوں کو اپنے غلے کا پورا پورا دام نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو ان کو بازار کا ٹھیک ٹھیک بھاؤ نہیں معلوم رہتا اور دوسرے اُنھیں کئی قسم کی بازاری دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ معقول آڑھت اور دوسرے محصول دینے میں کوئی ہرج نہیں لیکن ڈنڈی مارنے، دلالی، بھرائی، اپنے داری، گوشالے کا چندہ، اسکول کا چندہ وغیرہ ایسے ناجائز ٹیکس بازار میں رائج ہیں کہ جس سے بیچارے کسان کو اپنے غلے کا پورا پورا دام نہیں ملتا۔ اِن سب سے بچنے کی دوا کسان کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہے باہمی تنظیم یا آپس کا میل جول۔ کسانوں کو اپنا غلہ بازار میں الگ الگ آڑھتیوں کے ہاتھ فروخت کرنے کے بجائے اُسے اپنی سوسائٹی یا بینک کے سپرد کرنا چاہئے۔ یا اگر بازار میں کوئی کوآپریٹو آڑھت ہے تو اُسی کے ہاتھ بیچ دیں۔ یہ آڑھت اُنھیں کی ہے اور اُنھیں کے فائدے کے لئے کھولی گئی ہے۔ کسان کو اپنی آڑھت میں غلہ بیچنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اُسے اپنے غلے کا اچھا دام مل جائے گا اور وہ ناجائز کاٹ پیٹ سے بھی بچ جائیگا۔ آج چار سال سے اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ کسان اپنا غلہ اپنی سوسائٹیوں کی معرفت اکٹھا بیچیں۔ اس کے لئے مختلف ضلعوں کے بازاروں میں کوآپریٹو آڑھتیں بھی کھول دی گئی ہیں۔ جن کسانوں نے ان آڑھتیوں کی معرفت غلہ فروخت کیا ہے اُنھیں خود ہی فائدہ کا تجربہ ہوا ہے اور اُنھیں پہلے کے مقابلے میں زیادہ دام ملے ہیں۔

منظم ہوکر کام کرنے کا یہی مقصد ہے کہ کسان کی آمدنی بڑھے لیکن صرف آمدنی بڑھ جانے سے کسان سکھی نہیں رہ سکتا۔ ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں کہ باپ دادا نے لڑکے کے لئے ہزاروں روپے چھوڑے لیکن لڑکے نے اُن کی موت کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں سب اُڑا ڈالے۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بڑھی ہوئی آمدنی مناسب استعمال یعنی ترقی اور رہن سہن کا معیار اونچا کرنے میں خرچ کرنا چاہئے۔ شادی غمی اور دوسری رسموں میں فضول خرچ نہ کرنی چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو اپنے کاموں کے لئے قرض نہ لیں اور سب لوگ مل کر اپنی جماعت میں طے کرلیں کہ اپنے کاموں میں فضول خرچ نہ کیا جائے گا اور جو کوئی اس کے خلاف کام کرے گا اُسے جماعت یا سوسائٹی سزا دے گی۔ اسی طرح جو چھوٹے موٹے باہمی جھگڑے ہوں اُنھیں عدالت تک لے جانے کے بجائے اپنی پنچایت کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور پنچ جو فیصلہ کریں اُسے قبول کرنا چاہئے سوسائٹی بچوں کی تعلیم کے لئے گاؤں میں اسکول کھولنے کا انتظام کرے گی اور

دں کے لئے شبینہ مدارس بھی کھولے گی۔ معمولی بیماریوں کے لئے
ورع میں دوا کا بکس بھی رہیگا اور کچھ دن کام کرنے کے بعد چھوٹا سا
اخانہ بھی کھل سکتا ہے اگر سوسائٹی میں کافی لوگ شریک ہوگئے ہیں
رکافی روپیہ بھی جمع ہوگیا ہے اسی طریقہ سے دیہات کے اور تمام کام
ہوسکتے ہیں جن کو لوگ پہاڑ سمجھتے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے دوسروں
نوا نتہ نکا کرتے ہیں۔

کسانوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ تنظیم یعنی آپس کا میل جول
مسئلہ اور کامیابی کی کنجی ہے۔ اسی کے سہارے وہ غریبی اور جہالت کو
دور کرکے اپنی اور اپنے پڑوسیوں کی مدد کرسکتے ہیں۔ کسانوں کو منظم کرنے
اور اپنی تنظیم کرکے کوآپریٹو سوسائٹی قائم کرنے کے لئے حکومت نے
محکمہ امداد باہمی قائم کر رکھا ہے اور ہر ضلع میں ایک انسپکٹر اور
اس کے نیچے ۵ سپروائزر تعینات ہیں۔ امید ہے کہ کسان بھائی
ان لوگوں کی مدد سے اپنے اپنے گاؤں میں سوسائٹی قائم کرنے کی
کوشش کریں گے۔

آپ کے باغ کی ترکاریاں

کاشی پھل (کدو) لمبی لوکی اور سیم کے اُن پودوں کو نکال دو جن
سے پھل لگنا بند ہوگیا ہو اور جو زرد پڑگئے ہوں لیکن جن میں ابھی تک پھل
رہے ہوں اُن میں خوب پانی دینا چاہیے۔

جاڑے کی ترکاریاں

جنوری میں بوے جانے والے چقندر اور گاجر کی کونپلوں کی
چھانٹ ہوشیاری سے کرو۔ اگر کسی جگہ پر پودے بہت گھنے ہوں تو چھوٹے
ہوتے پودوں کو ہوشیاری سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگا دو۔ بند گوبھی
پھول گوبھی، چقندر، بینگن، سیم، مٹر، گاجر، مولی، شلجم، پیاز، لہسن،
لوا سلاد اور دوسری ترکاریوں میں خوب پانی دینا چاہیے۔ لیکن ٹماٹر
میں زیادہ پانی دینا ٹھیک نہیں۔ دسمبر میں بند گوبھی اور گوبھی کے جو
پودے ہٹا کر دوسری جگہ لگائے گئے ہوں اُن پر مٹی چڑھانی چاہیے
بند گوبھی، مرچ، ٹماٹر اور پیاز وغیرہ کے جو پودے حال ہی میں دوسری
جگہ لگائے گئے ہیں اُن کی دیکھ بھال کی خاص طور پر سخت ضرورت ہوتی ہے
کے بیچ سے گھاس وغیرہ کو برابر نکالتے رہنا چاہئے۔ گوڑتے رہنا چاہیے
اور پانی دیتے رہنا چاہیے۔ کیڑوں سے پودوں کو بچانے کے لئے لکڑی
یا گوبر کی راکھ اُن پر چھڑکنی چاہیے۔ ساگ چنتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے
پودے کا صرف تنا ہی کھود لیا جائے اور زمین سے ایک یا ڈیڑھ انچ اونچا
تنا وہیں برقرار رہے۔ پودوں کے بیچ کی فالتو ہریالی کو نکال کر نرائی کرنی
چاہیے۔ زمین کو گوڑ کر جہاں بھی ضرورت ہو گڈھے وغیرہ بھر دے جائے
امونیا سلفیٹ کھاد چھڑک کر خوب پانی بھر دیں۔ فرنچ بیم کے پودے
اور ٹماٹر کے جو پودے کافی بڑھے ہوں انھیں لکڑی باندھ کر سہارا
دینا چاہیے۔

آخری جاڑے کی ترکاریاں

مارچ کے بعد آپ کے باغ میں جاڑے کی ترکاریاں پیدا نہ ہوسکیں
گی اس لئے انھیں ابھی زیادہ سے زیادہ مقدار میں پیدا کرنا چاہیے

نومبر دسمبر میں اکھاڑ کر دوسری جگہ لگائی جانے والی بند گوبھی کو کاٹتے
وقت نیچے کچھ پتوں سمیت ٹھونٹھی کو چھوڑ دیں۔ ٹھونٹھی کو تقریباً چوتھائی انچ
کی گہرائی تک چیر دینا چاہیے۔ اُس کی سینچائی کرتے رہیں اس سے تقریباً
۱۵ دن میں ہر ایک ٹھونٹھی میں کئی کلّے پھوٹ نکلیں گے۔

پیاز کے پودوں کو اکھاڑ کر چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں لگائیں
ہر ایک پودے میں تقریباً ۶ انچ کا فاصلہ رہے۔ اگر انھیں معقول طور
پر پانی دیا جائے اور فالتو پودے نہ پیدا ہونے دے جائیں تو یہ مئی کے
آخر تک پھل دینے لگیں گے۔

ابتدائی گرمی کی ترکاریاں

یہ مہینہ پیاز، گاجر، چقندر، فرنچ بیم، ارہر مٹر، بھنڈی،
مولی، پالک اور ہری مکا بونے کے لئے موزوں ہے۔ مکا کے دانے
۲ فٹ کے فاصلے کی قطاروں میں بوئے جاسکتے ہیں۔ ہر ایک پودے میں
ایک فٹ کا فاصلہ رکھنا چاہیے۔ شروع میں باقاعدہ سینچائی اور گوڑائی کیجئے
لیکن پودے ¾ فٹ اونچے ہو جائیں تو اُن پر اونچی مٹی چڑھا دینی چاہئے۔
جب زمین خشک ہو تو درختوں کے درمیان کی نالیوں میں خوب پانی دیں۔
ہر سینچائی کے بعد جیسے ہی مٹی ٹھیک ہو جائے گوڑائی کرنی چاہیے۔

گرمی کی ترکاریاں

جنوری میں بوئی جانے والی ترکاریوں کے بیچ میں کوئی خالی
جگہ پڑی ہو تو اُسے بھر دیں۔ دسمبر میں بوئی جانے والی ترکاریوں کی
گوڑائی۔ نرائی کرنی چاہیے اور پانی دینا چاہیے۔ ضرورت ہو تو انھیں
لکڑی کے سہارے کھڑا کریں۔ پودوں پر لکڑی یا گوبر کی راکھ چھڑکنی
چاہیے۔ لمبی لوکی، تروئی، جھنگنی، کریلا، کدو، کھیرا اور خربوزے
و تربوز کی نئی فصلیں بونی چاہئیں۔

مویشیوں کی لیور فلیوک ڈیزیز

یہ بیماری اس صوبہ کے تقریباً تمام اضلاع میں ہوتی ہے الموڑہ اور گڑھوال کے اضلاع میں حساب لگایا گیا تھا کہ ۸۰ فیصدی مویشی ہر سال صرف اس بیماری سے مرتے ہیں۔ اس مضمون کے ذریعے اس صوبے کے مویشیوں کے مالک کو اس بیماری کی خصوصیتیں اور اس کی روک تھام کی ترکیبیں بتلائی گئی ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بیماری سے بچاؤ کرنے کی تدبیریں کرنا بیماری کے علاج کرنے سے کہیں اچھا ہے۔

یہ بیماری ایک قسم کے کیڑوں سے ہوتی ہے جو پتی کی طرح چپٹے ۱ سے ۲ انچ لمبے ہوتے ہیں یہ کیڑے بیمار جانور کے کلیجے میں رہتے ہیں۔ ان کیڑوں کے انڈے بیمار مویشیوں کے جسم سے گوبر کے ساتھ زمین پر گرتے ہیں۔ جب یہ انڈے پانی میں پہونچتے ہیں تو پھوٹ جاتے ہیں اور ان میں سے چھوٹے چھوٹے کیڑے نکل آتے ہیں جو بہت مشکل سے نظر آتے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے تیرتے ہوئے گھونگھے یا گیگل کے جسم میں داخل ہوتے ہیں اور کچھ عرصہ تک وہیں رہ کر بڑھتے رہتے ہیں۔ گھونگھے کے جسم سے باہر نکل کر یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے پھر پانی میں تیرنے لگتے ہیں۔ پانی میں اُگی ہوئی گھاس پر جا لگتے ہیں۔ گھاس میں یہ کیڑے بہت دنوں تک رہتے ہیں۔ بس ایسے ہی پانی کے پینے یا گھاس کے کھانے سے یہ کیڑے مویشیوں کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور انکے کلیجے کی نالیوں میں جاکر دو تین ماہ میں پورے قد کے کیڑے بن جاتے ہیں۔ انکی زندگی کی یہی کہانی ہے۔ ان کیڑوں کے رہنے سے مویشیوں کا کلیجہ خراب ہو جاتا ہے۔

اس بیماری میں مبتلا ہونے والے جانور۔ یہ بیماری سب سے زیادہ بھیڑ، اس سے کم بھینس، گائے اور بیلوں میں اور ان سے بھی کم ہرن میں ہوتی ہے۔

اس بیماری کی علامتیں۔ شروع میں اس بیماری کی علامتیں بہت کم ظاہر ہوتی ہیں۔ جانور آہستہ آہستہ دُبلا ہوتا جاتا ہے اس کا ہاضمہ بگڑ جاتا ہے۔ کبھی دست آنے لگتے ہیں اور کبھی پیٹ پھول جاتا ہے۔ جانور کے روئیں بگڑ جاتے ہیں۔ عام طور سے جانور کھانا کم کر دیتا ہے اور کمزور ہوتا جاتا ہے آہستہ آہستہ گلے کے نیچے سوجن آجاتی ہے جو خود بخود کبھی اچھی ہو جاتی ہے اور کچھ دنوں کے بعد پھر پہلے کی سی سوجن آجاتی ہے بعض بعض جانور مٹی بھی چاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ آخرکار جانور ۲ سے ۴ ماہ میں دُبلا ہو کر مر جاتا ہے۔

اس بیماری کی روک تھام۔ اس سلسلے میں تین باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔

(الف) انڈے صرف پانی ہی میں پھوٹتے ہیں اور اُن میں سے بچے نکلتے ہیں۔

(ب) انڈوں سے نکلے ہوئے کیڑوں کو اگر گھونگھا نہ ملے تو کچھ عرصہ میں مر جاتے ہیں۔

(ج) مویشی صرف ایسے ہی پانی کے پینے سے یا ایسی ہی گھاس کے کھانے سے بیمار ہوتے ہیں جن میں چھوٹے چھوٹے کیڑے موجود ہوں۔

اس لئے اس بیماری سے مویشیوں کو بچانے کے لئے حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائیں:-

(۱) جب کسی جگہ یہ بیماری پھیل جائے تو نزدیک کے مویشیوں کے ڈاکٹر کو اس کی اطلاع دینی چاہئے جو سب بیمار مویشیوں کو یا اُن مویشیوں کو جن میں بیماری کا شک ہو، دوا دیں گے جس سے اس بیماری کے کیڑے مر جائیں گے اور جانور اچھے ہو جائیں گے۔

(۲) دلدل یا نیچی جگہ میں یا ندی کے کنارے جانوروں کو نہ چرنے دیں۔

(۳) صرف اونچی زمین پر جانوروں کو چرائیں۔

(۴) جانوروں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ہر روز گوبر ہٹا دیں اور گڑھے میں جمع کرتے جائیں تاکہ اس کی کھاد بن جائے گوبر کو کسی حالت میں بھی جانوروں کے رہنے کی جگہ پر بہت دیر تک ٹیرڑا رہنے دیں۔ کھاد کے گڑھے میں جو گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان کیڑوں کے انڈے مر جاتے ہیں۔

(۵) ہر ایک جانور کو روزانہ تھوڑا نمک (آدھ چھٹانک سے ایک چھٹانک تک) چارے میں ملا کر دیں۔ اس کے علاوہ نمک کے بڑے بڑے ڈلے جانوروں کے پاس رکھ دیں تاکہ وہ حسب خواہش اُسے چاٹ سکیں۔

(۶) گھونگھوں اور اس بیماری کے کیڑوں کو، جو پانی میں ہیں نیلے تھوتھے (توتیے) سے مارنا چاہئے۔ اس کے لئے ایک حصہ نیلے تھوتھے کو پچاس لاکھ سے لیکر ۲ کروڑ حصہ پانی میں ملانے سے ۴۸ گھنٹے اندر گھونگھے وغیرہ مر جاتے ہیں۔ یہ دوا اس حالت میں دوسرے آبی جانور یا مویشیوں کے لئے قطعی بے ضرر ہے۔ اس کام کے لئے توتیے کو تھیلوں میں بھر کر ندیوں کے سوتوں پر پانی میں لٹکا دیں۔ توتیے کی مقدار ندی کے سوتوں کے چھوٹے بڑے ہونے پر منحصر ہوگی اس طرح بیشتر گھونگھے کچھ ہی عرصے میں مر جائیں گے۔

(۷) ندی کے کنارے پانی کے گڑھے نہ بننے دیں اور انکا پانی یا انکے کنارے کی گھاس جانوروں کو نہ دیں۔ ندیوں اور تالابوں کے کنارے کی

اس پر پیڑوں کو مارنے کے لئے نیلے تھوتھے کا پانی چھڑکنا چاہئے۔ گھونگھے آہستہ آہستہ بہتے ہوئے پانی میں پائے جاتے ہیں۔ ندیوں کے کنارے بطخوں رکھنے سے گھونگھے کم ہوتے ہیں بعض مقامات پر لڑکے گھونگھے پکڑنے کے لئے مقرر کئے جا سکتے ہیں ان لوگوں کو گھونگھے کی گنتی یا وزن کے مطابق دے دیا جائے۔ ان گھونگھوں کو گڈھوں میں گاڑ کر مار ڈالیں۔

جانوروں کو چشموں اور تالوں کا پانی برسات میں (جولائی سے اکتوبر) تک نہ پینے دیں۔ اگر یہ درست جانوروں کا ندی کا پانی پینا بند کیا جا سکے تو یہ پانی جانوروں کو پلانے سے پہلے کم از کم دو روز تک حوض میں جو اس کام کے لئے خاص طور سے بنائے گئے ہوں، بھر رکھنا چاہئے۔

(۸) بیمار مویشیوں کے چرانے کا الگ انتظام کرنا چاہئے۔

(۹) اس بیماری سے مرے ہوئے مویشیوں کی لاش کو جلا دیں یا آبادی اور ندی نالوں سے کم از کم سو گز کے فاصلے پر گاڑ دیں۔

(۱۰) مویشیوں کے باندھنے کی جگہ صاف اور حسب ضرورت بڑی ہو کیونکہ تنگ اور سیلی کیچیلی جگہ پر باندھنے سے جانور بیمار ہو جاتے ہیں۔

(۱۱) مویشیوں کو ہمیشہ اچھا چارہ کھلا کر تندرست و توانا رکھیں۔

تندرستی کی بنیاد طاقت ہے

از جناب مہاویر پرشاد شریواستو

گذشتہ سو برسوں میں سائنس نے ہم کو سماجی ضروریات اور انسان کے بارے میں بہت سی نئی باتیں بتائی ہیں۔ اب ہم وہ باتیں جانتے ہیں جنھیں پہلے نہ جانتے تھے۔ ہم کو معلوم ہے کہ غذا، گھر، آرام اور تعلیم انکی خاص برورتیں کیا ہیں۔

ان میں سے کچھ کے بارے میں ہمیں زیادہ باتیں معلوم ہیں لیکن ہماری معلومات ایسی ہیں کہ عموماً ہمارے خیالات کسی ایک مسئلے پر بہت کم متفق ہوتے ہیں۔ پھر بھی ہم یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ہمارے پیر کے نیچے کی زمین پہلے کی بہ نسبت زیادہ مضبوط ہے اور ہم اس بات کی بھی تعریف کرنے لگے ہیں کہ مضبوط رقبہ تیزی کے ساتھ بڑھتا جائیگا۔ جیسے جیسے سائنس اور دیگر مفید علم ترقی کرتے جائیں گے ویسے ویسے اس دنیا کی نئی نئی نعمتیں ہمیں حاصل ہوتی جائیں گی۔

انسان کی ضروریات کے بارے میں یہ نئی سائنٹفک معلومات کیسی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خوراک کے بارے میں یہ علم سب سے بڑھکر بالکل حقیقی اور کم سے کم بحث طلب ہے لیکن سب سائنس داں اس مسئلہ پر متفق نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسانوں کی بھی فطرتیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔ لیکن چند محدود حدود کے اندر وہ اس بات کو جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ زندگی اور اچھی تندرستی کے لئے غذا کہاں تک ضروری ہے اور ماہران علم الارواح نے اپنی تحقیقات گاہوں میں جو کچھ معلوم کیا ہے وہ تمام سائنس دانوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ انھوں نے یہ بتایا ہے کہ برطانیہ میں جنگ سے چند سال پہلے تقریباً نصف آبادی کو غذا کی اس مقدار سے بھی کم میں گزارہ کرنا پڑا جو صحت کے لئے کم از کم ضروری ہے جنگ کی وجہ سے جو تجربے کئے گئے ہیں اُن سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جو لوگ ایسی غذا پاتے ہیں جس کی قسم اور مقدار پر کنٹرول رہتا ہے جو گندے اور خراب حالات میں بھی رہے ہیں دراصل وہ پہلے سے زیادہ تندرست ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ واقعی اُن کو دی جانے والی خوراک میں اُن چیزوں کی معقول مقدار ہو جو صحت بخش ہوتی ہیں۔

جنگ کے زمانہ میں عوام کی صحت پر جو اثر ہوا ہے اسے دیکھکر ہم کو یہ نہ بھول جانا چاہئے کہ جس معیار کی خوراک کی ضرورت ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ کم ملتی ہے بلکہ ناقص بھی ہوتی ہے اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ کچھ تو ہم جاہل ہیں اور کچھ غریب۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہمیں اس معیار کی خوراک ملنے لگے تو تندرستی پیدا اور زندگی کی اُمید میں بہت بڑی اصلاح ہو جائے۔

جب مندرجہ بالا بات ہمارے ملک پر صادق آتی ہے تو اُس فرق کا خیال کیجئے جو حقیقت اور مثالیت میں ہے اس حقیقت پر توجہ کیجئے جو افریقہ اور ایشیا میں موجود ہے ان بر اعظموں کی آبادی دُنیا کی ۶۰ فی صدی ہے مگر یہ اپنے غلوں کی سپلائی (معہ چاول کے) کا ۲۷ فی صدی پاتے ہیں اور گوشت کا ۹ فی صدی۔ دودھ کی فیصد مقدار تو اس سے بھی کم ہوگی۔

خوراک کے معیار کے بارے میں دو مشہور سائنس دانوں کی بات قابل غور ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اگر تمام بنی نوع انسان پر مختلف قسم کی آب و ہوا اور جغرافیائی سمتوں کا ایسا اثر پڑے جو زیادہ سے زیادہ صحت بخش ہو اور کسی نہ کسی طرح وہ ایسی خوراک حاصل کریں اور کھائیں جو مندرجہ بالا قسم کی ہو تو انسان کی تندرستی اتنی اچھی ہوگی جیسی اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

سہاگی

از مسٹر نشیتہ کمار رائے

متھرا کی بیڑی کی دوکان ہے۔ بیڑی کے علاوہ سگریٹ اور تمباکو بھی اُس کی دوکان میں ملتا ہے۔ دوکان سے جو کچھ آمدنی ہوتی ہے اُس سے متھرا اور اُس کی بیوی سُہاگی دونوں کسی نہ کسی طرح گزر کرہی لیتے ہیں۔ پھر بھی پیارے لال نے جب متھرا سے رہنے کے لئے تھوڑی جگہ مانگی تو متھرا نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ پیارے لال کی قابل رحم حالت پر متھرا کو بہت ترس آیا آجکل جنگ کی وجہ سے مکان یا کوٹھری ملنا دشوار ہے اور جو ملتی بھی ہے اُن کا کرایہ دینا پیارے لال جیسے غریب خوانچہ والے کی حیثیت سے باہر تھا۔ اول تو کھانے پہننے کا خرچ ہی چوگنا ہوگیا ہے اور اُسی کو پورا کرنا مشکل ہے پھر کرایہ کا مکان کہاں سے لیا جائے۔ پیارے لال کا سر چکرا اُٹھتا ہے۔ متھرا نے کہا کہ میرے مکان میں ایک کوٹھری خالی رہتی ہے جس میں مَیں دوکان رکھا کرتا ہوں۔ اُسی میں پیارے کے لئے جگہ ہو سکتی ہے۔

پیارے حیرت زدہ ہوکر بولا" لیکن بھائی، تم مجھے نہیں جانتے کہ میں کون ہوں، کیسا ہوں، ایسی حالت میں دوکان میں سونے کی جگہ دے رہے ہو۔ اگر میں چوری کرکے بھاگ جاؤں تو؟"

"یہ تم نہیں کروگے۔ میں آدمی پہچانتا ہوں۔ اور اگر ایسا کرو بھی تو میری قسمت تو نہیں لے جا سکوگے۔"

پیارے نے کوئی جواب نہ دیا۔

اُسی دن طے ہوگیا کہ پیارے متھرا کے مکان میں رہا اور کھایا کرے گا۔ کھانے کا خرچ اُسے دینا پڑے گا کیونکہ متھرا کی حالت پیارے کو کھلانے کے لائق نہ تھی۔ پیارے متھرا کے گھر میں رات بھر سوتا تھا، صبح تڑکے خوانچہ لے کر نکل جاتا تھا۔ دوپہر کو بارہ بجے کھانا کھانے کے لئے لوٹتا تھا کھانا کھاکر پھر جو نکلتا تو رات کے آٹھ نو بجے سے پہلے نہیں لوٹتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں پیارے سُہاگی سے اتنا مانوس ہوگیا کہ روزانہ گھر لوٹ کر پیارے پکارتا" بھابھی!" سُہاگی جہاں کہیں بھی رہتی، سب کام چھوڑکر آتی اور کہتی"کیا ہے بھیّا"

"بتاؤ تو کیا لایا ہوں تمہارے لئے؟"

"میں کیسے بتاؤں؟ جوتش تو میں جانتی نہیں۔" سہاگی اظہار تعجب کرتے ہوئے کہتی۔ اور پھر کچھ دیر خاموش رہ کر ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ پوچھتی" دال پٹی لائے ہوگے؟"

"اوہ! بھول گیا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ میں کوئی چیز بھول جا رہا ہوں۔ خیر، کل لادوں گا۔" پیارے کہتا۔ سہاگی نے آج کئی دن ہوئے بات ہی بات میں کہا تھا کہ مجھے دال پٹی اچھی لگتی ہے۔ اس کے بعد پیارے نے خود کہا" بنارسی لنگڑا آم ہے۔ کل متھرا بھائی کہہ رہے تھے کہ تم لنگڑا آم کھانا چاہتی ہو۔ لیکن آم مہنگے ہونے کی وجہ سے نہ خرید سکے تھے۔ اسی لئے آج زیادہ منافع ہوتے ہی میں نے ایک آم خرید لیا"۔ وہ ہنستا ہوا بولا۔ اس کے لہجہ سے مسرت اور اطمینان ظاہر ہوتا تھا۔ متھرا گھر ہی میں تھا۔ اُس کی باتیں سن کر وہ بھی خوش ہوکر بولا" پیارے کے رہتے ہوئے تم بھلا کوئی چیز منگاکر بھی نہ پاؤ" پیارے بلاوجہ شرما گیا بولا" میں کیا کرتا۔ بھابھی نے جو کہا تھا" اب کی بار سُہاگی نے ذرا سنجیدہ لہجہ میں کہا" بھیّا تمہارے مارے تو میں پریشان ہوں۔ میں نے کتنا منع کیا کہ خرچ سمجھ بوجھ کر کیا کرو۔"

"سمجھ بوجھ کر ہی تو خرچ کیا ہے میں نے۔"

"ہاں، بہت سمجھ کر کیا ہے، کیا کہنا! دن بھر دھوپ میں گھوم گھام کر جو کچھ نفع کمایا اُسے اس طرح فضول خرچ نہ کرتے تو کیا کام نہ چلتا؟"

"پیسہ تو خرچ کرنے کے لئے ہی ہے بھابھی!" اُس نے اپنے

متھرا نے کہا چوری کروں تو بھی تو میری قسمت تو نہیں لے جاؤ گے

کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن آئندہ کے لئے بھی تو کچھ بچانا چاہئے۔ آج تم تندرست ہو۔ ایشور نہ کرے، اگر کل کو بیمار پڑ گئے تو کہاں سے خرچ کرو گے۔ اور میں کون سی بڑی رانی یا نواب زادی ہوں کہ میرے مُنہ سے جو بات نکل جائے اُسے فوراً ہی پوری ہی ہو جانا چاہئے۔"

"آئندہ کی آئندہ دیکھی جائے گی۔ ہم جیسے لوگوں سے بیماری بھی ڈرتی ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ اور اگر کبھی بیمار پڑ بھی جاؤں تو قسمت میں جو کچھ لکھا ہے وہ تو پورا ہو کر ہی رہے گا۔ ابھی سے اس کی فکر کرنے کی کیا ضرورت؟"

تھوڑی دیر رُک کر وہ پھر بولا "اور بھابھی اگر میں مر بھی جاؤں تو کیا نقصان ہے؟ ہم جیسے بدنصیبوں کی موت کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لئے کوئی فکر کی جائے۔ نہ کوئی آگے نہ پیچھے۔ نہ گھر نہ......"

باقی سُہاگی طرف دیکھ کر وہ نہ کہہ سکا سُہاگی کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اور ہونٹ پھڑک رہے تھے۔ اُس کے چپ ہوتے ہی آنکھوں سے آنسو کی دو بوندیں ٹپک پڑیں۔ پیارے حیرت زدہ ہو کر وہیں کھڑا رہا۔ سہاگی وہاں سے چلی گئی۔ متھرا بولا "کھڑے کیا ہو پیارے اُسے تو جانتے ہو۔ للّی کے مر جانے پر اُس نے تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ رونا بند ہوا۔ تم تو اُس کے سگے بھائی سے بھی بڑھ کر ہو۔ بیچاری اکیلی رہا کرتی تھی جب سے تم آئے ہو تب سے تمہارے ساتھ بات چیت کر کے دل بہلا لیا کرتی ہے۔ مجھے تو دوکان سے فرصت ہی نہیں ملتی اور جب ملتی بھی ہے تو اتنا تھکا رہتا ہوں کہ اُسکے ساتھ بات چیت کرنے کی سکت نہیں رہتی۔

(۲)

دس بجنے میں زیادہ دیر نہ تھی متھرا کھانا کھا کر کھاٹ پر لیٹا تھا لیکن سہاگی بےچین تھی کیونکہ پیارے ابھی تک نہیں آیا تھا۔ یوں تو وہ آٹھ بجے تک آ جاتا تھا لیکن آج اتنی دیر کیوں ہو گئی؟ اُس کے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہو رہے تھے۔ وہ بےچین ہو کر جب متھرا سے پوچھتی تو متھرا ایک ہی جواب دیتا "خوانچے والا ٹھہرا۔ آج سودا زیادہ بک رہا ہوگا اس لئے لوٹنے میں دیر ہو رہی ہے۔ کھانا ڈھک کر اُسکے لئے رکھ دو اور تم کھا لو۔ فضول پریشان نہ ہو۔"

لیکن اس سے سہاگی کے دل کو تسکین نہ ہوئی۔ کبھی وہ سوچنے لگتی کہ ایشور کرے متھرا کا کہنا ہی ٹھیک ہو۔ لیکن پھر نہ جانے کیا سوچ کر وہ کانپ اُٹھتی۔ نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا وہ اپنے آپ کو ملامت کرتی۔ میں بھی کتنی بیوقوف ہوں، ایسی بُری بُری باتیں سوچتی ہوں۔ ایشور نہ کرے ایسا نہیں ہو سکتا۔

اسی وقت پیارے لال آیا۔ سہاگی نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کہو بھیا! اتنی دیر کیوں ہوئی؟ کیا بات ہے؟ میں تو گھبرا گئی تھی۔" اُس کی آواز میں ایک ایسا اطمینان اور بے فکری تھی جو کسی بڑی مصیبت سے نجات پانے پر ہوتی ہے۔

"گھبرانے کی تمہاری عادت ہے بھابھی۔ آج چار روپے کے قریب منافع ہوا ہے اسی لئے دیر ہو گئی۔ مگر تمہارے لئے بہت اچھی چیز لایا ہوں۔"

"کیا؟" سہاگی نے پوچھا۔

"یہ دیکھو!" یہ کہہ کر اُس نے جیب سے ایک خوبصورت آئینہ نکالا اور بولا "تمہارے پاس ایک ٹوٹا آئینہ ہے۔ میں بہت دنوں سے سوچ رہا تھا کہ تم کو ایک اچھا آئینہ لا دوں۔ آج موقعہ مل گیا۔"

"اسے رکھ دو۔ بہو کو دینا۔" ہنس کر سہاگی بولی۔

"بہو اس جنم میں نہ آئے گی۔ تمھیں لے لو۔ اگلے جنم میں بہو کو دوں گا۔ اسے تمھیں لے لو۔" یہ کہہ کر وہ ہنس پڑا۔ اُس کی بات سن کر اور ہنسی دیکھ کر سہاگی سچ مچ رنجیدہ ہو کر بولی "بھیا! ہر بات میں مذاق اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کیا تم شادی کرو گے ہی نہیں۔ زندگی بھر اسی طرح بیراگی سے رہو گے؟"

"بیاہ نہیں کروں گا بھابھی۔ مگر بیراگی کی سی زندگی بھلا میں نے کب گزاری ہے۔ میں تو پورا سنساری ہوں۔ بہو نہ رہنے سے کیا کوئی سنساری نہیں ہوتا؟"

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ دودھ کی پیاس مٹھے سے نہیں بجھتی۔ کہاں اپنی گرہستی اور کہاں دوسرے کی۔"

"دوسرے کی تو نہیں بھابھی یہ تو تمہاری گرہستی ہے۔" اُس نے سادگی سے جواب دیا۔ سہاگی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بھلا وہ جواب دیتی بھی تو کیا دیتی۔ اُس نے بات کو گھُما کر کہا "تم یہ نہیں چاہتے کہ اپنی عورت رہے۔ وقت بے وقت تمہاری سیوا کرے۔"

"بھوجی! وقت بے وقت کیا تم سیوا نہیں کرو گی؟"

"مگر لڑکے بچے وغیرہ۔ بنس کی حفاظت......"

"معاف کرو بھابھی۔ مجھے لڑکے بچے نہ چاہئیں۔ بنس کی میں پرواہ نہیں کرتا۔ مشکل سے اپنے ہی پیٹ کو بھر پاتا ہوں۔ اس پر لڑکے بچے اور [illegible] کا خرچ بھی....."

سہاگی روک کر بولی "بھیا خرچ چل ہی جائے گا۔ بہو گھر کی لکشمی ہوتی ہے۔ تم سے کم آمدنی والے کتنے ہی آدمی بال بچوں اور عورت کا خرچ چلا لیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے بنس کے لئے میں اتنا پریشان نہیں ہوں۔ مرنے کے بعد پنڈ پانے کے لئے اتنا بےچین نہیں ہوں کہ بچوں کی ایک فوج اس دنیا میں لا کر اُن کو اچھی تعلیم نہ دیکر جانوروں کی طرح زندگی گزارنے کے لئے مجبور کروں۔ یوں تو اکیلی میری ہی زندگی بیکار جائے گی لیکن میرے شادی کر لینے سے کتنی ہی اور جانوں کو بھی میری بیوقوفی کی سزا بھگتنی ہوگی۔"

"میں یہ سب نہیں سمجھتی۔ میں تو تمہاری شادی کر کے ہی رہوں گی۔"

"اچھا ابھی چلو کھانا تو کھا لیں بھوک کے مارے جان نکلی ہے۔"

سہاگی شرما کر رسوئی گھر کی طرف گئی۔ کھاتے وقت سہاگی نے پھر وہی بات شروع کی۔ بولی "بہو کے بغیر بھلا مرد کا کام چل سکتا۔ بھیا! تمھیں شادی کرنی ہی ہوگی۔"

"نہیں بھوجی۔ بہو کے بغیر کام چل تو رہا ہے۔ شاید بہو لانے سے ہی کام نہ چلے گا۔ اگر وہ روزانہ تم سے لڑائی کرنے لگی تو میں بڑی مشکل میں پڑ جاؤں گا۔"

"تب تو تم الگ بھی رہ سکتے ہو۔ مجھ سے نہ بنے تو بہو کو لیکر الگ ہو"

"مجھے ایسی بہو نہ چاہئے۔ تمھیں بہو کی خاطر چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ تمھیں اُس کے سامنے چھوٹا سمجھوں۔ مجھ سے یہ نہ ہوگا۔ اور شادی کرنے کی کون بڑی ضرورت ہی ہے۔"

"کیا سب لڑکیاں خراب ہی ہوتی ہیں۔ ہم لوگ خوب دیکھ کر ایسی لڑکی لے آئیں گے جو لڑائی جھگڑا نہ کرے گی۔" سہاگی بولی

(۳)

اُس دن تڑکے سے اُٹھ کر سہاگی نے پیارے لال سے کہا "بھیا آج ذرا جلدی آنا۔ میں پوجا کے لئے مندر جاؤں گی۔ اُس دن جب تمہارے آنے میں دیر ہو رہی تھی تو منّت مانی تھی۔"

"میں نہ آ سکوں گا۔ متھرا بھائی نہیں جا سکتے۔" پیارے نے بیدلی سے جواب دیا۔ کیونکہ الوپی کے مندر کے پاس سُکھرا جی کی بیٹی کے ساتھ سہاگی اُسکی شادی طے کر رہی تھی۔ یہ بات پیارے کو معلوم تھی۔ اُسکا چڑھنا دیکھ کر سہاگی ہنس پڑی اور کچھ بولی نہیں۔ وہ جانتی تھی کہ جب ایک بار میں نے الوپی کے مندر جانے کے لئے کہا ہے تو پیارے ضرور آئیگا۔ اسلئے نہیں کہ وہاں اُسکی شادی کی بات ہو رہی ہے بلکہ اسلئے کہ اُسکے نہ آنے سے سہاگی کو دُکھ ہوگا۔

سہاگی کا اندازہ صحیح تھا۔ قریب گیارہ سوا گیارہ بجے پیارے آ پہنچ

مگی تیار تھی۔ پیارے کے آتے ہی دونوں کھانے بیٹھ گئے کھانا کھا لینے کے بعد جب پیارے اُسی پوشاک میں سہاگی کے ساتھ چلا تو سہاگی کچھ پاس سی ہو کر تیز آواز میں بولی "کیوں بھیا! کپڑے نہ بدلو گے؟"
"کپڑے بدلنے کی کیا ضرورت ہے سسرال تو جا نہیں رہا ہوں۔"

یہ تمہارا مکان ہے پیارے نے پوچھا۔
چاہئے یہی ٹھیک ہے" اُس کی باتوں پر سہاگی کو ہنسی آگئی مگر اُسے روک کر وہ بولی
پڑا "دیکھو، تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔ اس طرح کے
یا لوا میرے بہن کر کوئی گھر کی عورتوں کے ساتھ باہر نہیں نکلتا۔ اس میں میری بھی
تو بے عزتی ہے۔

بے عزتی ہے، فلانا ہے، ڈھاکا ہے۔ اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ متھرا بھائی کو ساتھ لے لو۔ اُن کو تو ساتھ لیا نہیں۔ اب مجھے پریشان کر رہی ہو" یہ کہہ کر میلی دھوتی پر ایک صاف کرتا پہن کر اور مٹی لگے پیروں میں میلا جوتا پہن کر وہ سہاگی کے ساتھ نکل پڑا۔ سہاگی پیچھے پیچھے ہنستی ہوئی چلی اور بولی "اسی لئے تو بیاہ کرنے کو کہتی ہوں بھیا! بھو رہتی تو کیا تمھیں اس حال میں باہر نکلنے دیتی۔"

اس کا پیارے نے کوئی زبانی جواب تو نہ دیا لیکن اس کے قدم زمین پر اب فوجی قاعدے سے پڑنے لگے۔ سہاگی کی طرف سے مُنہ پھیر کر پیارے تیزی سے آگے بڑھا۔

"اس طرح چلنے سے تو مجھے تمہارے ساتھ دوڑنا پڑیگا بھیا۔"
سہاگی تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی بولی لیکن اس کا کوئی جواب نہ دیکر اُسنے اپنی رفتار اور بھی تیز کر دی۔

"تمہارے پیر پڑتی ہوں بھیا۔ راستے میں تماشہ نہ کرو۔ لوگ دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے۔ اچھا لو میں معافی مانگتی ہوں۔ اب کبھی شادی کرنے کو نہ کہوں گی۔"

نہا دھو کر اور پوجا کر کے جب سہاگی لوٹی تو راہ میں اچانک کھڑی ہو گئی "بہت تھک گئی ہوں بھیا۔ آؤ چلو سامنے والے مکان کے چبوترے پر بیٹھ کر تھوڑا سستا لیں۔" یہ کہہ کر وہ سامنے والے مکان کے چبوترے پر بیٹھ گئی۔ مجبور ہو کر پیارے کو بھی بیٹھنا پڑا۔ دونوں بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ کھل گیا اور اندر سے ایک عورت نکل آئی اور سہاگی کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہوئے بولی "سہاگی، تو کیسی ہوتی جا رہی ہے! میرے دروازے پر بھی پرائے کی طرح بیٹھی ہے۔ اندر نہیں آ سکتی تھی کیا؟" دونوں اندر چلی گئیں۔ پیارے سچ مچ تھک گیا تھا اس لئے وہیں لیٹ گیا۔ ایک ہاتھ آنکھوں پر اور دوسرے ہاتھ کا تکیہ بنا کر وہ لیٹا تھا۔ نیند آ رہی تھی کہ کسی کی آواز سن کر وہ چونک پڑا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ خواب دیکھ رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ آنکھیں مل کر پھر دیکھا۔ ایک پندرہ سولہ سالہ الھڑ دوشیزہ اُسکے پاس کھڑی کہہ رہی تھی: "لیجئے۔ شربت پی لیجئے۔ موسی نے بھیجا ہے۔ ابھی اُنھیں لوٹنے میں دیر ہو گی۔" یہ کہہ کر وہ جیسی آئی تھی ویسی ہی اچانک چلی گئی۔

پیارے لال سہاگی کی چالاکی سمجھ گیا لیکن خلاف معمول بھابھی کی اس حرکت پر اُسے غصہ نہ آیا بلکہ اُس حسین لڑکی کے خیال میں محو ہو گیا۔ اُس کا رنگ گورا تھا سیاہ بال پیٹھ تک پھیلے ہوئے تھے۔ جوانی آئی نہیں بلکہ آ رہی تھی لیکن اُس کی آمد کی رفتار بہت تیز تھی، آنکھیں بڑی بڑی نہ تھیں مگر اُن میں ایک ایسی کشش تھی، ایسی شوخی تھی کہ ایک بار دیکھنے کے بعد اُنھیں بھول جانا مشکل تھا۔

اُس لڑکی کے الفاظ ابھی تک اُس کے کانوں میں گونج رہے تھے کیسی میٹھی آواز تھی۔ چہرے پر شرم وحیا کی ادا کتنی دلفریب معلوم ہو رہی تھی۔ پیارے اب سہاگی کی باتوں پر چڑھنے کے بجائے اسکی عقل کی تعریف کر رہا تھا۔

اسی وقت وہ لڑکی پھر آئی اور اپنی شیریں آواز میں بولی "آپ نے ابھی تک شربت نہیں پیا۔ دھوپ بہت تیز ہے۔ شربت گرم ہو جائیگا۔"

پیارے نے اُسکی بات پر کوئی توجہ نہ دیکر بیساختہ پوچھا "تمھارا نام کیا ہے ؟"

"پچھیتی"۔ وہ بولی۔

"یہ تمھارا مکان ہے ؟" اور کوئی بات نہ ملنے پر پیارے نے سوال کیا

"ہاں"

"کون کون ہیں گھر میں ؟" بات کو آگے بڑھانے کے ارادے سے پیارے نے پوچھا۔ نہ جانے کیوں وہ پچھیتی کو اپنے سامنے ہی رکھنا چاہتا تھا۔

"ماں۔ بابو جی اور میری چھوٹی بہن رام کلی"

پیارے لال باتوں کا سلسلہ کچھ دیر اور جاری رکھنا چاہتا تھا لیکن یکایک اُس کی نظر دروازے کی طرف گئی جہاں اُسے سہاگی کا ہنستا ہوا چہرہ دکھائی دیا۔ اُسے دیکھ کر وہ گھبرا کر بولا "اچھا اب جاؤ اور بھابھی کو بھیج دو۔ کہہ دو کہ پیارے جا رہا ہے۔ اُسے ضروری کام ہے۔"

"چلو نا۔ میں تم کو کب روکتی ہوں۔ میں تو کب سے تیار کھڑی ہوں۔ لیکن تمھاری باتیں ہی نہیں ختم ہوتیں۔" یہ کہتی ہوئی سہاگی باہر آگئی۔ پیارے لال نے بگڑ کر کہا "پھر بھابھی ....." لیکن سہاگی کی ہنسی نے اُسے آگے کچھ نہ کہنے دیا۔ راہ میں چلتے چلتے سہاگی بولی "پچھیتی پسند آئی بھیا ؟"

"کیا فضول کی باتیں کر رہی ہو۔" پیارے نے چڑھنے کی کوشش کی مگر نہ چڑھ سکا۔ اُسے اپنی اس تبدیلی پر خود ہی حیرت ہوئی۔

ادھر کئی روز سے پیارے دیر میں لوٹا کرتا تھا۔ پوچھنے پر وہ کہہ دیا کرتا "آج کل بکری بہت بڑھ گئی ہے بھابھی۔"

اُس دن دوپہر کو سُکھرا جی آئی۔ باتوں ہی باتوں میں سہاگی سے بولی "سچ سچ تو نے تو بہت احسان کیا ہے سہاگی۔ میری پچھیتی کے لئے تو نے ایسا لڑکا تلاش کر دیا۔ میں تیرا احسان کبھی نہ بھولوں گی۔"

"اس میں احسان کی کیا بات۔ اور ابھی سے کیوں احسان مانتی ہو پہلے میں اُسکو راضی تو کر لوں۔"

"اب اور کیسے راضی ہوگا ؟ کیا شادی کے لئے ڈگی پیٹے گا۔ ابھی پرسوں بھی تو گیا تھا۔ دن بھر رہکر کھانا کھا کر آیا۔ کھانا کھلانے میں مجھے بہت پریشان ہونا پڑا۔ کہتا تھا بھابھی نے گھر میں پکایا ہوگا۔ خراب ہونے پر نا راض ہو جائیگی۔ میں نے کہا۔ میں اُسے سمجھا لوں گی بیٹا۔ تم تو کھاؤ۔" وہ بکتی جا رہی تھی لیکن سہاگی کے کانوں کو ایک لفظ بھی نہیں سنائی دے رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ابھی سے یہ مجھسے اتنا چھپانے لگا۔ مجھسے کہے بغیر پچھیتی کو دیکھنے دوڑ جاتا ہے۔ اسی نے اُس دن کھانا نہیں کھایا اور کہا کہ ایک دوست گھر کھا آیا ہوں۔ ایک دن اور جب سہاگی نے اُس سے پوچھا تھا کہ بھیا تمہارے دوست پہلے تو نہیں تھے تمھارے۔ تو اُس نے کہا تھا کہ پہلے دوست نہ ہوں تو کیا بعد میں دوستی نہیں ہو سکتی بھابھی ؟

اُفوہ ! اتنی تبدیلی ! شادی کے پہلے ہی یہ حال ہے تو شادی ہو جانے کے بعد تو نہ جانے کیا ہوگا۔ آخر مجھسے چھپایا کیوں ؟ کیا میں منع کر دیتی ؟ میں غیر ہو گئی اور سُکھرا جی اُسکی اپنی ہو گئی۔ آخر بیاہ طے تو میں ہی کرایا ہے۔ کیا دنیا کا یہی قاعدہ ہے۔ شاید مرد کی فطرت ہی ایسی ہے۔ سُکھرا جی کے گھر دن بھر گزار کر شام کو دیر تک خوانچہ لیکر گھومنے میں دیر ہوتی ہے اور مجھسے باتیں بناتا ہے۔

اپنے جذبات کو دل ہی دل میں دبا کر سُہاگی نے ہنسی ہنسی کیا مُنہ بنا لیا۔ اپنے خشک ہونٹھوں پر زبردستی تبسم پیدا کر کے وہ بولی "ہاں ہاں، ایک دن مجھسے کہہ رہا تھا میں نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ وہ کبھی کبھی تمھارے گھر ہو آیا کرے۔"

"اب بیری کر پاؤ پچھیتی کا بھاگ" پھر کچھ دیر خاموش رہ کر سُکھرا جی نے کہا "اچھا سہاگی۔ بیاہ کا سب انتظام ہو جانے پر اسی مہینے میں چار دن ہاتھ ایک کر کے میں بے فکر ہو جانا چاہتی ہوں۔ تیری کیا رائے ہے ؟" سُکھرا جی نے پوچھا

"اتنی جلدی کاہے کی ہے ؟" سہاگی نے کہا۔

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ پیارے ہی کہہ رہا تھا کہ اس مہینے کے بعد اُس کا جنم ماس پڑتا ہے اور اس کے بعد دو تین مہینے تک بیاہ کی لگن نہیں ہے۔" پھر ہنس کر بولی "تو جانتی ہی ہے۔ مجھسے شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

سُہاگی نے سب سمجھ لیا تھا اور سمجھ کر بھی وہ متعجب ہو رہی تھی۔ اتنا بے حیا۔ اتنا بے شرم ! اپنے بیاہ کی بات آپ ہی طے کر لی اور جلدی کے لئے تقاضے شروع کر دئے۔ مجھے دودھ کی مکھی کی طرح بالکل الگ کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ پیارے کی شادی کی خبر سُکھرا جی سے سن کر سہاگی کو افسوس ہی ہوا۔ اگر پیارے خود کہتا تو اسے کس قدر خوشی ہوتی۔ اُسے خاموش دیکھ کر سُکھرا جی بولی "کیا بات ہے سہاگی ؟ تو سوچ میں کیوں پڑ گئی۔ کیا اس مہینے بیاہ ہونا تجھے پسند نہیں ہے ؟"

"سچ بات تو مجھسے کہی نہیں جا رہی ہے سُکھرا جی۔" وہ بولی۔

اور سُکھرا جی نے اور بھی بے چین ہو کر کہا "کیا بات ہے سہاگی۔ جلد کہہ ڈال اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔"

"بات یہ ہے کہ اس سال بیاہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بیاہ کے لئے ہم نے

یارے بھیا کی جنم کنڈلی دکھلائی تھی۔ پنڈتوں نے کہا کہ اس سال پیارے
پا کے لئے بیاہ اچھا نہ ہوگا۔ وہ ابھی جانتا تک نہیں ہے۔ کیا کروں میں تو
ست چاہتی تھی۔"

اُس کی باتیں سُن کر سکھراجی کا چہرہ اُتر گیا۔ وہ مایوس ہو کر
یک ٹھنڈی سانس لیکر بولی "کیا کہوں یہ میرا۔ میرا نہیں چھپتی
ہ اور بھاگ ہے۔ نہیں تو بنا بنایا کھیل کیسے بگڑ جاتا۔"

(۴)

اُسی دن شام کو پیارے جب لوٹا تو بہت خوش نظر آتا تھا۔
جب سہاگی نے پوچھا "کیوں پیارے بھیا! آج بہت خوش نظر آتے ہو،
کیا معاملہ ہے؟ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ آج کل پیارے کیوں زیادہ
خوش رہا کرتا ہے پھر بھی اُس نے سوال کیا۔ پیارے نے ہنسکر جواب
دیا "واہ، خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟" اُس کے جواب کی کوئی تردید
کر کے سہاگی اُداس لہجہ میں بولی "آج چھپتی کی ماں آئی تھی۔" اُس نے
دیکھا کہ پیارے کا مُنہ شرم سے لال ہو گیا ہے لیکن ساتھ ہی مسرت
سے آنکھوں میں چمک بھی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ کہتی گئی۔ "وہ کہہ رہی
تھیں کہ اگر تمہارے ساتھ چھپتی کی شادی ہو جائے تو وہ اپنے کو
بہت بھاگوان سمجھیں گی۔ مگر میں راضی نہ ہو سکی۔" اس وقت چراغ
کی مدھم روشنی میں پیارے کا چہرہ صاف دکھائی نہیں دیا ورنہ
وہ اس کی سفیدی دیکھ کر ضرور حیرت زدہ رہ جاتی۔ وہ کہہ رہی
تھی۔ اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ میں نے رامیشور مہاراج کو تم
دونوں کی جنم پتری دکھلائی تھی۔ اُن کی رائے میں یہ بیاہ اشبھ
(نامبارک ہے) اس کے علاوہ تم بھی شادی کرنے کو تیار نہیں ہو اسلئے
کوئی ہرج بھی نہیں۔ میں تمہارے لئے کوئی اس سے اچھی لڑکی تلاش
کر دوں گی۔ دیکھنا اسی مہینے میں اپنی بھاوج کو تلاش کر لونگی۔"
"تم نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا بھابھی۔ میں شادی نہ کروں گا چاہے
کتنی ہی اچھی لڑکی ہو۔ تم نے کیا یہ سمجھ لیا ہے کہ میں شادی کے لئے
پاگل ہو رہا ہوں؟" پیارے نے مُردہ آواز میں کہا۔ ایسا معلوم
ہوتا تھا۔ گویا کسی نے بہت دور سے جواب دیا ہو۔

اس کے بعد جب دونوں کھانے بیٹھے تو سہاگی نے دیکھا کہ
پیارے سے کچھ بھی نہ کھایا گیا۔ وہ کچھ نہ بولی۔ اُس نے بھی بہت
کم کھایا اور اُس رات دونوں بھوکے رہے۔

دوسرے دن خلاف معمول بہت تڑکے اُٹھ کر پیارے خوانچہ لیکر
چلا گیا۔ دوپہر کو کھانے آیا۔ سہاگی بولی "بھیا فکر نہ کرو۔ تمہاری شادی
میں اسی مہینے چھپتی سے بھی اچھی لڑکی کے ساتھ کرا دوں گی۔"

پیارے نے کہا "بھابھی چھپتی کے غم میں گھر چھوڑ کر بھاگوں یا نہ
بھاگوں لیکن تمہارے شادی کے تقاضوں سے تو مجھے یہ گھر چھوڑنا ہی
پڑے گا۔"

"مجھ سے چھپانے کی کوشش نہ کرو۔"

"چھپانے کی کوشش میں کیوں کرنے لگا۔ میں تو صرف یہی کہہ رہا ہوں
کہ میرے دل میں جو خیالات خواب میں بھی نہ آتے اُن کا ذکر کر کے مجھے فضول
پریشان نہ کیا کرو۔"

"اچھا تمھیں میری قسم سچ بتاؤ کہ بیاہ کی بات ٹوٹ جانے پر تمہیں
دُکھ نہیں ہوا؟"

"سہاگی، چلم کی آگ بجھ گئی ہے۔ ذرا آگ تو دے جاؤ" متھرا نے پکارا
تو بے پر تھوڑی سی آگ لیکر سہاگی متھرا کے پاس چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ لوٹ کر آئی تو پیارے کھانا کھا چکا تھا۔
جب وہ لوٹے کے پانی سے ہاتھ مُنہ دھو رہا تھا تو اچانک اُسکی نظر سہاگی
کی پھٹی ہوئی دھوتی پر پڑی۔ اُسکی دھوتی کئی جگہ سے پھٹ گئی تھی اور
بہت سے پیوند لگے تھے۔ اُسے حیرت ہوئی کہ اس سے پہلے اُس نے سہاگی
کی دھوتی کی یہ تباہ حالت کیوں نہ دیکھی۔ اُس نے پوچھا "کیوں بھابھی کیا
اس دھوتی کے علاوہ دوسری دھوتی تمہارے پاس نہیں ہے؟"

"نہیں بھیا،" سہاگی نے ذرا جھجک کر جواب دیا۔

"متھرا بھیا نے نہیں لا دی؟"

"نہیں، اب کی دوکان سے اتنا منافعہ ہی نہیں ہوا" وہ کسی طرح
اس موضوع کو بدلنا چاہتی تھی۔

پیارے نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا۔ وہ اپنے آپ پر بہت ملامت
کر رہا تھا۔ تف ہے مجھ پر۔ میں اپنی شادی کی فکر میں اتنا دیوانہ تھا کہ
بھابھی کی پھٹی ہوئی دھوتی کو بھی نہ دیکھ سکا۔ متھرا بھائی اب کی دھوتی
نہ لا سکے تو بیچاری کو چیتھڑے پہننے پڑے۔

اس دن بھی پیارے کے لوٹنے میں دیر ہو رہی تھی۔ سہاگی کو طرح طرح
کے خیالات پریشان کرنے لگے۔ وہ سوچنے لگی کہ کل میں نے پیارے
کے دل کو جو صدمہ پہنچایا ہے اُس سے پریشان ہو کر وہ کہیں کچھ نہ کر بیٹھے
اُسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ میں بھی کس قدر بیرحم ہوں۔ میں نے کیوں
ناحق اس کی بیاہ کی بات توڑ دی۔ اس سے مجھے کیا فائدہ ہوا! میں
ہرج ہی کیا ہے اگر پیارے چھپتی کے ساتھ شادی کرے۔ کیا یہ ضروری ہے
کہ پیارے میرے ہی ساتھ رہے۔ اپنا گھر الگ نہ بسائے؟

اور سہاگی کے اندیشے فضول تھے۔ پیارے لوٹا تو اُسکے ہاتھ میں ایک
نئی دھوتی تھی۔ سہاگی کو دیکر بولا "لو بھابھی پہنو۔ تمہیں اپنی دھوتی پھٹی
دیکھ کر مجھ سے نہیں رہا جاتا۔"

سہاگی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

دوسرے دن سکھراجی کے پاس سہاگی نے پیغام بھیجا "شادی
کا انتظام کرو۔ اسی مہینے بیاہ ہوگا۔ دوسرے پنڈت نے بیاہ ہونا شبھ
بتایا ہے۔"

دو نیک شاہزادیاں

از محترمہ راج کماری اگروال

شہزادی الزبیتھ اور شہزادی مارگریٹ انگلستان کی قابل تقلید شہزادیاں ہیں چھریرا بدن نکھرا ہوا رنگ دونوں شہزادیاں حسن اور نزاکت کی حسین مورتیں ہیں۔ شہزادی الزبیتھ کی عمر ۱۷ سال ہے ان کی شکل ملک معظم سے بہت ملتی جلتی ہے چہرے پر وہی عزم و استقلال کی جھلک اور ویسی ہی نیلگوں آنکھیں۔ شہزادی مارگریٹ کو جنکی عمر ۱۲ سال ہے قدرت نے ملکہ معظمہ جیسا حسین گول چہرہ اور دلفریب مسکراہٹ عطا کی ہے۔

جنگ شروع ہونے کے بعد سے دونوں شہزادیوں نے اپنا زیادہ تر وقت دیہات میں گزارا ہے جہاں وہ باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کرتی رہی ہیں سرکاری کاموں سے فرصت ملنے پر ملک معظم اور ملکہ معظمہ ان سے ملنے جاتے ہیں کبھی کبھی شہزادیاں اپنے والدین کے ساتھ کچھ عرصہ ٹھہرنے کے لئے چلی جاتی ہیں۔

گھر پر شہزادیوں کی روزمرہ کی مشغولیت بہت سیدھی سادی ہے معزز گھرانے کی لڑکیوں کی مانند ہی ان کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے وہ تاریخ جغرافیہ، ڈراما، ادب، آرٹ کا مطالعہ کرتی ہیں۔ شہزادی الزبیتھ کامیاب مصورہ ہیں۔ انھوں نے اپنی بیشتر تصاویر بڑے دنوں کے تحفہ کے طور پر اپنے دوستوں کو نذر کی ہیں۔

دونوں شہزادیوں کو موسیقی سے بہت شوق ہے اور ان کی مشق کے لئے ملکہ معظمہ اکثر شاہی محل میں موسیقی کی محفلیں منعقد کرتی ہیں۔ شہزادیاں اکثر پیانو بجاتی ہیں یا دونوں ساتھ ملکر قدیم اور جدید ہر قسم کے گانے گاتی ہیں۔

شہزادی مارگریٹ ملک معظم سے باتیں کر رہی ہیں۔

فرصت کے وقت میں شہزادیاں

فرصت کے وقت شہزادیاں زیادہ تر باہر گذارتی ہیں

دونوں شہزادیاں گذشتہ کئی سال سے فرنچ زبان سیکھتی رہی ہیں۔ ملکہ معظمہ جو خود ایک ماہر زبان ہیں کبھی کبھی یہ اعلان فرما دیتی ہیں کہ جب ہم شہزادیوں کے ساتھ جائے پئیں گے تو صرف فرنچ زبان بولینگے۔

شہزادیوں کو ڈرامہ اور تقریروں سے بہت دلچسپی ہے۔ وہ سکیسپیر یا کسی دوسرے ڈرامہ نگار کے کرداروں کی ایکٹنگ کرنا بہت پسند کرتی ہیں، کچھ دنوں پہلے شہزادی الزبیتھ نے ایک خاموش ڈرامہ کھیلا تھا اور اس میں دونوں شہزادیوں نے خاص حصہ لیا تھا۔ ایک بار دونوں شہزادیوں نے ناچ اور گانے کی محفل منعقد کی جس میں دونوں شہزادیوں نے ساتھ ساتھ گانا گایا اور ناچ میں بھی حصہ لیا۔

شہزادی الزبیتھ

ملکہ معظمہ اس بات کا خاص خیال رکھتی ہیں کہ شہزادیاں مختلف طبقوں کی سہیلیوں سے ملتی رہیں تاکہ ان کے خیالات اور معلومات میں اضافہ ہو اور وہ یہ بھی جان جائیں کہ شاہی خاندان کے افراد کے علاوہ دوسرے لوگ اپنی زندگی کس طرح بسر کرتے ہیں۔ چھوٹے بڑے سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کا سبق شہزادیوں نے گرل گائیڈوں کے ساتھ کام کر کے حاصل کیا ہے۔ جنگ شروع ہونے کے بعد سے ملک کی دیگر خاتون رضاکاروں کی طرح شہزادیاں بھی خدمت قوم میں مستعدی سے حصہ لے رہی ہیں اور ملبہ صاف کرنے کے کام سے لیکر برطانی سپاہیوں اور ملاحوں کے لئے کپڑ بننے تک کے کام میں حصہ لے رہی ہیں۔

دونوں شہزادیوں کو کھلی ہوا میں رہنا بہت اچھا معلو ہے اسی لئے گھوڑے کی سواری سیکھنے میں انھیں بہت لطف حاصل ہوتا ہے گرمیوں میں تیرنا ان کا محبوب شغل ہے ملکہ معظمہ بھی تیراکی بہت پسند کرتے ہیں اور چند سال قبل انھوں اپنے دیہاتی مکان کے باغ میں ایک تالاب خاص طور سے تھا۔

شہزادیوں کا عام لباس بہت سادہ لیکن خوبصورت ہے۔ ان سماجی تقریبات میں جو شہزا کے لئے منعقد ہوتے ہیں، ملکہ معظ انھیں ہمیشہ اپنے ساتھ لے جاتی ہیں اتحادیوں کے استقبالیہ جلسوں، فو کے اعزاز میں دی جانے والی پارٹیو اور فوجی قواعد کے وقت شہزادیا عموماً موجود رہتی ہیں۔

شہزادی الزبیتھ اس عظیم المرتبت عہدے کے فرائض آہستہ آہستہ سیکھتی رہی ہیں جسپر ایک روز انھیں فائز ہے۔ ملک معظم نے حال ہی میں انھیں گرینیڈیر گارڈس کا آنریری کرنل مق کیا ہے۔ بچوں کی امداد کے لئے شہزاد الزبیتھ کے نام سے ایک یوم پرچم منا جاتا ہے اور بچوں کے ساتھ بیرحمانہ سلو روکنے کی قومی جماعت کی وہ صدر ہیں اگر انھیں پبلک جلسے میں تقریر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ گھبراتی نہیں۔ ریڈیو پر تو وہ کئی بار تقریر کر چکی ہیں۔ ان کی آواز بہت شیریں اور لہجہ دلکش ہے۔

قیام امن کے بعد شہزادی الزبیتھ اور شہزادی مارگریٹ جوانی کے لائق کام کرنے کے قابل ثابت ہوں گی۔ اپنے دیہاتی مکان کی پرسکون اور آزاد فضا میں دونوں شہزادیوں کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے اور وہ آہستہ آہستہ فطری اعتماد کے ساتھ منزل شباب میں داخل ہو رہی ہیں

ساگ ترکاریوں کی کاشت

از شری دیں سندھو پاٹھک

دنیا جیسے جیسے ترقی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے وہ قدرتی پیداوروں
عمال زیادہ کرنے لگی ہے۔ ڈاکٹروں نے انسان کی جسمانی اور دماغی طاقت
شش کرنے کے لئے بہت کوششیں کیں بڑی تلاش و تجسس
بعد انھوں نے دیکھا کہ انسان کے اعضاء قدرتی چیزوں کے
مال سے زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں)۔ انھوں نے ساگ سبزیوں
جسمانی اعضا اور دماغ کے لئے زیادہ طاقت بخش مادّے
۔اس سے انھوں نے بنی نوع انسان کے مہذب طبقے کو ہر ط
دں کے کھانے کی طرف زیادہ راغب کیا۔ اور آہستہ آہستہ
سبزیوں کو ایسی شکل دیدی کہ وہ انسان کی روزمرہ زندگی کی
بن گئیں۔ اب انسان سبزیوں کے استعمال کے بغیر آرام سے نہیں
سکتا۔ ان سبزیوں میں ہم دو طرح کی چیزیں دیکھتے ہیں۔ اول تو
دوسرے ترکاریاں۔ اناج بھی ہرا کھایا جا سکتا ہے لیکن ہم اس کا
استعمال نہیں کر سکے ہیں جتنا کہ ان دو چیزوں کا۔ ہو سکتا کہ سائنس
ترقی کرے کہ ہمیں ہرے غلے کھانے کے لئے تحریک کرنی پڑے
ہم ہرے غلے ہی استعمال کیا کریں۔ پھر بھی جتنی چیزوں کو ہمارے
نس دانوں نے صحت کے لئے مفید بتایا ہے ان کے لئے تو
یں سماج میں تحریک کرنی ہی چاہئے۔ اس سے ہماری توجہ
تی سبزیوں کی طرف زیادہ مبذول ہوئی ہے

ساگ ترکاریوں کا انسان کی روزمرہ زندگی میں جو اہمیت
مل ہے اس پر میں یہاں روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ ہوشیار
کسان اور بڑے بڑے ماہران علم زراعت کو ترکاریوں کے
کاشت کے متعلق کافی واقفیت ہوتی ہے لیکن پھر بھی اگر اس مضمون
کے ذریعے اس طبقے کو جو ترکاریوں کی کاشت کے متعلق مزید واقفیت
حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے کچھ بھی مدد مل سکی تو میں اپنی کوشش
کامیاب سمجھوں گا۔ پھلوں کے درختوں کی تیاری میں سال دو سال
غیر معمولی وقت لگتا ہے۔ یہ ساگ ترکاریاں جنکو ہم معمولی محنت
سے جلد ہی پیدا کر لیتے ہیں سبزیوں کا خاص جزو ہیں۔ اسلئے ہمیں
ترکاریوں کو زیادہ پیدا کرنے کی تحریک کرنی ضروری ہے اس
سے ہمارے کسانوں میں نہ صرف نئی زندگی پیدا ہو گی بلکہ ان
کو اس کی کاشت سے کافی فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس
کے علاوہ یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں معیار
زندگی اتنا پست ہو گیا ہے کہ انسان کی اوسط عمر ۴۰ سال
سے زیادہ نہیں ہوتی جبکہ دیگر مہذب ممالک میں یہ اوسط

۶۰ سال ہے اس کا خاص سبب یہی ہے کہ ہمارے ملک میں سبزیوں کا
استعمال کم ہوتا ہے۔ دیگر ممالک کے باشندے نہ صرف ہری ترکاریوں
کا بلکہ ہرے پھلوں کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان سبزیوں کا ہماری
زندگی سے گہرا تعلق ہے ہری ترکاریوں سے خون جتنی مقدار میں تیار
ہوتا ہے اتنا خشک غذاؤں سے نہیں ہوتا۔ یہ بات اگر کسانوں کو
سمجھا دی جائے تو وہ بہت جلد ترکاریوں کی کھیتی کی طرف متوجہ
ہو سکتے ہیں کیونکہ کسانوں کی روزمرہ کی خوراک صرف خشک
روٹیاں ہیں دودھ گھی کی تو پہلے ہی کمی تھی جنگ کی وجہ سے
تو دودھ اور گھی کی کمی اور زیادہ بڑھ گئی ہے کسانوں کی زندگی اس وقت
خواہ کتنی خوش حالی کیوں نہ بتلائی جائے لیکن صحت کے اعتبار سے
انکا گوشت و خون صرف ہڈیوں میں ہی رہ گیا ہے اس لئے ہری
ترکاریوں سے ان کے جسم میں کافی خون اور گوشت پیدا ہو سکتا ہے
ان کی مدد سے وہ سوکھی روٹیاں بھی خوش ہو کر کھا سکیں گے اور
ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ کہ وہ ترکاری کی بڑھتی ہوئی مانگ
کو پوری کر کے کافی مالی فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔

جسمانی اور دماغی صحت کے لئے ترکاریوں کا استعمال اتنا ہی
ضروری ہے جتنا غلّہ کے ساتھ دودھ اور پھلوں کا اس سے ہمیں
اناج اور دودھ اور پھلوں کے پیدا کرنے میں جتنی دلچسپی لینی
چاہئے اتنی ہی ترکاریوں کے پیدا کرنے میں بھی۔ چونکہ دودھ اور
پھلوں کی پیداوار میں خرچ زیادہ ہوتا ہے اور ترکاریوں میں
کم اس لئے ترکاریوں کی کاشت کرنا زیادہ ضروری اور سہل
ہے روزمرّہ کے استعمال کے لئے ترکاری کی اتنی زیادہ ضرورت
ہو گئی ہے کہ ہمیں ساگ سبزیوں کی کاشت کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے
ہمیں اگر دودھ گھی نہیں ملتا تو اس کی کمی ہم ترکاریوں سے پوری
کر سکتے ہیں۔ ترکاریاں ہماری زراعتی پیداوار کا خاص جزو بن
گئی ہیں۔ کاشتکاروں یا باغبانوں کو سال بھر میں ایک ہی کھیت
میں کئی فصلیں مل جاتی ہیں ان کی مانگ بھی اتنی بڑھ گئی ہے
کہ وہ فوراً بک جائینگی۔ اس سے صرف کاشتکاروں کو مالی فائدہ
ہو گا بلکہ ان کی تندرستی میں بھی اضافہ ہو گا۔ اس کے رو کھے
پھیکے کھانے کو لذیذ اور خوش ذائقہ بنانے کا سب سے
بڑا ذائقہ ترکاریاں ہیں۔ ترکاریاں ہمارے لئے اتنی ہی ضروری
ہیں جتنے دوسرے غلے اس لئے کسی بھی کنبے کے لئے اپنی روزانہ
خوراک میں ترکاریوں کی ضرورت پڑتی ہے ہمیں یہ بازاروں میں

قیمتاً مل سکتی ہیں جہاں دوسرے انھیں پیدا کرکے فروخت کرنے کے لئے لاتے ہیں لیکن اگر ہم تھوڑی بھی محنت کریں اور کچھ پیسے لگا دیں تو ہم اپنے گھر کے پاس روزانہ مفت ترکاریاں پاتے رہیں گے جنکی قیمت ہمارے لئے کچھ نہ ہوگی۔ صرف بیج اور کھاد کے لئے تھوڑی سی قیمت دینی پڑے گی۔ ایسی جگہ کو کچن گارڈن، یا باغ باورچی خانہ کہتے ہیں۔ ہم اس باغ سے نہ صرف خود ترکاریاں کھا سکتے ہیں بلکہ اپنے دوستوں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔

کسی بھی کھیت کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے :۔

(۱) آب وہوا (۲) زمین (۳) موزوں جگہ (۴) جوتائی (۵) زمین کے لئے کھاد (۶) سینچائی (۷) اچھے بیج اور بیج بونے کے طریقے (۸) نقصان رساں کیڑے اور فصلوں کی بیماریاں (۹) پیداوار بڑھانے کے لئے فصلوں کو ہیر پھیر کر بونا۔

مذکورہ بالا تفصیل سے کسی بھی شخص کو کھیتی کی باتیں معلوم ہوسکتی ہیں لیکن محض معلومات ہی کھیتی کے لئے کافی نہیں ہے۔ کھیتی کرتے وقت ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

آب و ہوا

قدرت کا سب سے اہم جزو آب وہوا ہے آب وہوا کے تحت گرمی سردی اور نمی سبھی چیزیں آجاتی ہیں۔ اسی کی بنیاد پر کسی بھی چیز کی ساخت، مضبوطی، کمزوری اور سردی برداشت کرنے کی طاقت پر منحصر ہے۔ اس حقیقت کی بنا پر ہم جان سکتے ہیں کہ کون سی چیز کس زمین میں پیدا ہوسکتی ہے اور کس میں نہیں آب وہوا یہ صاف بتلاتی ہے کہ کس چیز کو ہم کس زمین میں بوسکتے ہیں۔ لہذا ہم کو کسی بھی چیز کی کھیتی کرتے وقت یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کون سے بیج کس زمین میں پیدا ہوسکیں گے۔ مثال کے طور پر اگر ہم دھان کو ریتیلی زمین میں بودیں تو وہ کبھی نہیں پیدا ہوسکتا اور گیہوں کو پانی سے لبالب بھری مٹیار زمین میں بودیں تو گیہوں اگنے کے بجائے سڑ جائے گا اور اسکا بیج بھی برباد ہوجائیگا یہی حال ترکاریوں کا ہے پھول گوبھی کے پھول اگر پانی میں بھیگتے رہیں گے تو ان میں کیڑے پیدا ہوجائینگے اور سڑن پیدا ہوجائیگی۔ خربوزے کو مٹیار زمین میں بونے سے اول تو اس میں بیج سے انکوے ہی نہ اگینگے اور اگر اگینگے بھی تو بڑھیں گے نہیں اور سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ مٹیار زمین کو جب تک پانی سے خوب تر نہ رکھا جائیگا اس میں کچھ پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ آب وہوا کا اثر فصلوں پر کیسا پڑتا ہے اور فصلیں اپنے موافق آب وہوا کے بغیر کیسے بڑھ سکتی ہیں۔

جس طرح انسان کی زندگی کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کس قسم کی آب وہوا کی زندگی کو پسند کرتا ہے یعنی کس آب وہوا میں اس کی زندگی خوشگوار رہے گی اور وہ تندرست وصحت مند رہ کر کام کرے گا۔ اسی طرح ترکاریوں کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے کہ کس طرح کی مٹی، کس موسم اور کتنی سینچائی سے اچھی پیداوار ہوسکتی ہے۔ ترکاریوں کی پیداوار کے لئے بھی آب وہوا کا خیال رکھنا کاشتکار کے لئے بہت ضروری ہے۔

مندرجہ بالا باتوں سے ظاہر ہے کہ ترکاریوں کی آب وہوا کا تین باتوں پر انحصار ہے (۱) ترکاریوں کے لئے کیسی مٹی چاہیے کہ کون کون ترکاریاں کسی مٹی میں پیدا ہوتی ہیں (۲) کون سی ترکاری کس موسم میں ہوتی ہے یا کس کس موسم میں کون کون سی ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں یا ہوسکتی ہیں (۳) کس ترکاری کو سینچائی کی ضرورت ہے یا کس کو نہیں اگر کسی ترکاری کو پانی کی کم ضرورت ہے اور اس میں زیادہ پانی دیدیا جائے تو اسکی جڑیں سڑ جائینگی۔ اس سے ہمیں بجائے فائدے کے نقصان ہوگا اس لئے صاف ترکاریوں کی کاشت کرنے والوں کو ترکاریوں کے مطابق آب وہوا جاننے کے لئے مندرجہ بالا تینوں باتوں کا علم ہونا ضروری ہے۔ جس طرح ایک جغرافیہ داں کے لئے دنیا کے ممالک کی آب وہوا سے واقف ہونا ضروری ہے اسی طرح ترکاری پیدا کرنے والے کو ترکاری کے لئے مناسب آب وہوا سے واقف ہونا ضروری ہے۔

زمین

زمین ہی کسی فصل کی جان ہے۔ سمجھنا یہ ہے کہ آخر کیسی مٹی ہماری ترکاری کی فصلوں کے لئے مفید ہے پہلے یہ جان لینا کم اہم بات نہیں کہ مٹی کتنے قسم کی ہوتی ہے اور ہم مٹی کی پہچان کے ذریعے اپنی کھیتی کی پیداوار کیسے بڑھا سکتے ہیں۔ چار طرح کی مٹی ہماری کھیتی کے لئے مفید سمجھی گئی ہے۔ ریت چکنی مٹی (مٹیار) چونا اور کھلی مٹی۔ مٹی کی یہ چاروں شکلیں آپس میں مل کر نئی نئی مٹی بنایا کرتی ہیں۔ ریت اور چکنی مٹی کے لئے خاص طور سے زرخیز مٹی کہی جاتی ہے انھیں میں طرح طرح کی مٹیوں کے ملنے سے نئی نئی مٹیاں بنا کرتی ہیں یہ چاروں مٹیاں مختلف آمیزشوں سے آٹھ طرح کی صورت اختیار کرتی ہیں۔

ریتیلی زمین ۔ اس مٹی میں ۱۰ فیصدی چکنی مٹی اور ۵ فیصدی سے کم چونا ملا ہوتا ہے۔ اسکو ہلکی مٹی بھی کہتے ہیں کیونکہ تھوڑی ہی جوتائی کرنے سے اس میں اچھی پیداوار ہوتی ہے۔

(۲) گوبردار مٹی۔ اس مٹی میں ۱۰ فیصدی سے ۲۰ فیصدی تک چکنی مٹی اور ۵ فیصدی سے بھی کم چونا رہتا ہے۔

(۳) گوبردار ریتلی مٹی - اس زمین میں ۲۰ فیصدی سے ۳۰ فیصدی تک
مٹی اور ۵ فیصدی سے بھی کم چونا رہتا ہے -

(۴) زرخیز مٹی میں ۳۰ فیصدی سے ۵۰ فیصدی تک چکنی مٹی اور ۱۰
فیصدی سے بھی کم چونا ملا رہتا ہے عام طور سے اس مٹی میں ریت
چکنی مٹی برابر حصے میں رہتی ہے جس میں سڑی گلی چیزیں بھی ملی رہتی ہیں -
اس طرح کی مٹی ریت اور چکنی مٹی دونوں کے اچھے سے اچھے اوصاف رکھتی ہے

(۵) چکنی مٹی میں ۳۰ فیصدی سے ۵۰ فیصدی تک چکنی مٹی اور ۱۰
فیصدی سے بھی کم چونا رہتا ہے - اس زمین کو بھاری زمین یا مٹیار
کہتے ہیں کیونکہ اسکی جوتائی میں سخت محنت کرنی پڑتی ہے -

(۶) ایک طرح کی اور بھی زرخیز مٹی ہوتی ہے جسے انگریزی
میں مارل مٹی کہتے ہیں - اس میں ۵ فیصدی سے زیادہ اور ۲۰ فیصدی
سے کم چونا ملتا رہتا ہے -

(۷) کیلیسیس مٹی میں ۲۰ فیصدی تک چونا رہتا ہے -

(۸) پنسیل مٹی (humus soil) اس زمین میں ۵ فیصدی سے
زیادہ کھاد ملی مٹی رہتی ہے جو کہ جانوروں یا نباتات کے سڑے ہوئے
حصے سے بنتی ہے -

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ کس زمین میں کیسی
پیداوار ہوسکتی ہے مٹی کے چار اجزا ہیں جن میں کم یا زیادہ آمیزش
ہونے سے آٹھ طرح کی زمین بن جاتی ہے - جب ترکاریاں بونے کے
لئے ہم تیار ہوں تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ریتیلی مٹی میں یہ ترکاری ہوسکتی
ہے یا نہیں - اگر وہ ریتیلی مٹی کی پیداوار نہیں ہے تو ہمیں اس
مٹی کو بدل کر ایسی موزوں مٹی بنا لینی چاہئے جس میں ہم وہ ترکاری
پیدا کرسکیں سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ ہم مٹی بناویں کیسے - مندرجہ
بالا تفصیلات ہمیں صرف یہی بتلاتی ہیں کہ کون سی مٹی کس طرح بن
سکتی ہے (ریت، چونا، چکنی مٹی، کھاد وغیرہ کی آمیزش سے ہم ہر نئی
قسم کی مٹیاں تیار کرسکتے ہیں)

پودوں کے بڑھانے میں مٹی کیا کام کرتی ہے اسکو بھی مختصر
طور پر جان لینا ضروری ہے -

(الف) یہ پودوں کی خوراک کا کام کرتی ہے -

(ب) یہ پودوں کے بڑھنے کے لئے انکو اچھی طاقت عطا
کرتی ہے

(ج) یہ پودوں کے پیر کا کام کرتی ہے -

مٹی کے دو حصے ہیں - ایک تو وہ جو سطح پر ہے جس پر ہم بیج
بوتے اور اگاتے ہیں - دوسرا وہ حصہ جو زمین کی سطح کے نیچے ہے
اور جسکو ہم جوتائی کرکے پاتے ہیں - پہلا حصہ ہمارے بہت کام کا ہے
دوسرا اتنا تو نہیں لیکن ہم گہری جوتائی کرکے اُسے بھی زرخیز بنا سکتے
ہیں اس حصہ کی زرخیزی ہم لمبی جڑدار ترکاریاں بو کر ہی پا سکتے ہیں -

ابھی اور کارآمد زمین ترکاریونکے بڑھانیکے لئے ہمیشہ تیار نہیں رہتی - بہت
زیادہ مفید زمین بیشتر ترکاریوں (خصوصاً لمبی جڑ والی فصلوں کی کاشت کیلئے زیادہ تر
ترکی چاہتی ہے - ایسی مٹی مٹیار کی شکل کی نہیں بلکہ بھربھری یا ہلکی زمین میں رہتی ہے
جو مٹی کچھ سخت ہوتی ہے وہ بیج والی ترکاری کے کیلئے زیادہ مفید ہوتی ہے -
جہاں بھربھری مٹی نہیں مل سکتی یا نیچے کی مٹی بری ہے وہ بھی دیگر طریقوں سے
مفید اور کارآمد بنائی جاسکتی ہے - اوپر کی مٹی کو ہٹا کر اسکے نیچے کی مٹی اچھی طرح
۱۲ انچ سے ۱۵ انچ تک توڑی جاسکتی ہے یا گہری جوتائی کرکے زرخیز بنائی جاسکتی
ہے مٹیار یا چکنی مٹی بھی خوب کھود کر اسمیں چونا، بالو اور کھاد ملا کر لمبی جڑ والی
ترکاریوں کی کھیتی کے قابل بنائی جاسکتی ہے - اس مٹی میں ہری کھاد کا ملانا بہت
ضروری ہے -

کم از کم ۱½ فٹ تک گہری جوتائی ہونا ضروری ہے زمین میں بیج بونے
یا اس میں پودے روپنے کے پہلے ٹھیک وقت پر کھاد دینے اور دیگر کام کرنے سے زمین
کی افادیت برقرار رہتی ہے زمین کی گہری جوت اسکی اوپر کی مٹی پر منحصر رہتی ہے
کیونکہ نیچے کی مٹی جوتائی کرکے کسی وقت اوپر لائی جاسکتی ہے - اس سے مٹی
کی افادیت کے لئے اوپر کی مٹی کو دیکھنا اچھا ہے - نیچے کی مٹی تو اُسی کے ذریعے
گہری جوتائی اور کھاد کے ذریعے زرخیز بنائی جائیگی -

ساگ ترکاریوں کی کاشت کیلئے مٹی کی پہچان بہت ضروری ہے ورنہ
اگر کھیت میں پیداوار اچھی نہ ہوگی تو کاشتکار مایوس ہوکر ساگ سبزی کی کاشت
کر دے گا -

موزوں زمین

ساگ ترکاریوں کی کاشت کے لئے صرف زمین سے واقف ہوجانا کافی
نہیں زمین کی پہچان ہوجانے پر بھی کاشتکاروں کو ایسی زمین کھیتی کے لئے
منتخب کرنی چاہئے جس میں ترکاری کی کاشت میں کامیابی ہو اور کم خرچ میں
اچھی ساگ ترکاریاں پیدا کیجاسکیں - آخر زمین کیسی ہونی چاہئے اسکا رقبہ کیسا ہو
ساخت کیسی ہو؟ جس فصل کو کاشتکار پیدا کرنا چاہتا ہے اسکے مطابق مٹی ہو
ان سب باتوں پر کاشتکار کو ضرور دھیان دینا چاہئے -

ترکاریوں کی کاشت کے لئے نچلی زمین اچھی نہیں ہوتی کیونکہ ایسی
زمین کا یک بیک بھاری اور نرم ہوجاتی ہے اس سے فصل کے پودے ناگہانی بارش
کے پانی کی دھار سے گر کر سڑ جاتے ہیں اس لئے ایسا رقبہ چنا جائے جو اونچی
سطح کا ہو اور اسکی آبپاشی اچھی طرح ہوسکتی ہو (لیکن یہ بات سب جگہ کے لئے
عائد نہیں ہوتی یہ صرف انھیں جگہوں کے لئے کہا گیا ہے جو نشیب میں ہوں
اور جہاں زیادہ بارش ہوتی ہو) درختوں کے سایہ سے وہ زمین دور ہو
کیونکہ درختوں کے سایہ سے ترکاریوں کے پودوں پر دھوپ نہیں پڑتی دوسرے
یہ کہ ترکاریوں کی جڑیں درختوں کی خوراک کو کھینچ لیتی ہیں اس لئے ضروری
ہے کہ ترکاریوں کا رقبہ درختوں سے دور رہے - ایسی زمین جنوب
مشرق کی طرف ہونی چاہئے اور جس زمین پر کھیتی کرنی ہے وہ اگر
چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں سے گھری ہو تو بہت ہی اچھا ہے اس سے

کھیت کی حفاظت ہوتی ہے آبپاشی کا ذریعہ ہونا تو نہایت ضروری ہے۔ اگر آبپاشی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو ترکاریوں کی کاشت کے لئے وہ رقبہ اچھا نہیں۔ آبپاشی پر ہی ترکاریوں کی کاشت کا دارمدار ہے۔

زمین کے جس حصہ پر ترکاری کی کاشت کرنی ہے وہ چوکور ہونا چاہئے تاکہ اسے چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں تقسیم کیا جاسکے اور اس میں کیاریاں بنائی جاسکیں کیاریوں کی مینڈیں ایسی بنائی جائیں جو پتلی پگڈنڈی کا کام کرتی رہیں۔ پگڈنڈی سے ملی ہوئی پانی کی نالی ان کیاریوں کی سینچائی کا کام کرسکے۔ ایسی زمین جس میں ہمکو سینچائی میں آسانی ہو قدرتی جھاڑیوں وغیرہ سے محفوظ اور درختوں کے سایہ اور جڑوں سے دور رکھنی چاہئے تاکہ یہ چیزیں کچھ نقصان نہ پہنچاسکیں اس میں کونڑوں کے فاصلہ کے لئے کافی جگہ ہو۔ ہمکو حسب ضرورت ۱½ فٹ ۲ فٹ ۲½ فٹ یا ۳ فٹ کے فاصلے کی قطاروں میں پودے بونے کیلئے ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً ٹماٹر، بینگن وغیرہ اسی طرح حسب ضرورت فاصلہ پر ہمیں پانی کا راستہ بنانا چاہئے مثلاً چار چھ یا آٹھ فٹ کا فاصلہ کھیرے اور ٹینڈے وغیرہ کے لئے رکھنا چاہئے۔ مختصر یہ کہ ترکاری کی کاشت کے لئے موزوں زمین اس قسم کی زمین ہونی چاہئے۔

(۱) زمین نشیبی یا نچلی نہ ہو جس میں کہ پانی جم جاتا ہو اسلئے ترکاری کی کاشت کیلئے ایسی زمین منتخب کرنی چاہئے جو کچھ اونچی سطح کی ہو۔

(۲) آبپاشی کے ذرائع ہوں۔ کیونکہ ترکاریوں کی کاشت میں آبپاشی ہی خاص چیز ہے۔ آبپاشی کے بغیر مشکل سے ایک دو فصلیں ملسکتی ہیں اور بعد میں یہ بھی ناممکن ہوجاتی ہیں۔

(۳) ساگ ترکاریوں کی کاشت کا رقبہ کم از کم قدرتی طریقہ سے محفوظ ہو۔

(۴) درختوں کے سایہ سے وہ جگہ دور ہونی چاہئے۔

(۵) قطاروں میں بوئی جانے والی فصلوں کیلئے کھیت میں کافی جگہ ہونی چاہئے۔

(۶) پانی اتنی دور سے آتا ہو کہ کبھی کبھی آبپاشی کا کام دیجائے لیکن زیادہ پانی کا آنا نقصان دہ ہے۔

جوتائی

جوتائی کھیتی میں سب سے اہم کام ہے۔ اگر جوتائی نہ کیجائے تو فصلیں بمشکل اپنے بیج کی تعداد واپس کرنے کے قابل ہونگی۔ جوتائی سے ہم زمین کی طاقت کو بڑھا دیتے ہیں جس سے ہماری فصلوں کے پودوں کو بڑھنے کی طاقت ملتی ہے یہ تو فائدے کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جوتائی ہے کیا۔ ہم اپنے پھاوڑے کدالی یا دیگر آلات سے (اس میں ہل بھی شامل ہے) کھیت کو کھود دیتے ہیں اور اس کے اوپر کی مٹی نیچے اور نیچے کی مٹی اوپر کردیتے ہیں اسی کو جوتائی کہتے ہیں۔ یہ کام اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مٹی کو وقتاً فوقتاً تازہ ہوا اور روشنی ملتی رہے اگر تازہ ہوا اور روشنی نہ ملے گی تو اس مٹی کی طاقت کم ہوجائیگی اس سے ہماری فصلوں کو جنھیں ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں گہرا دھکا لگیگا اور ہمکو بجائے فائدے کے نقصان ہوتا رہیگا۔ اسے کھیتی کے بجائے ہم تقلیل پیداوار کہیں گے۔ اس لئے جوتائی کے بارے میں صرف یہ جان لینا کہ کھیتوں کو ہل سے یا پھاوڑے اور کدال سے جوت دیا جائے، کافی نہ ہوگا۔ بلکہ جوتائی میں کھیتوں کی نکائی گوڑائی بھی شامل ہے۔ اس لئے ہمیں نکائی و گوڑائی کے سامان اور اس کے طریقے سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔ جوتائی کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ (۱) جوتنے کا کام (۲) نکائی یا گوڑائی کا کام۔

(۱) جوتائی میں ہمیں ہل، پھاوڑے اور کدال کی ضرورت ہے اس میں ہمکو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اس سے ہمیں یا تو مدد جانوروں سے مدد لینی پڑتی ہے یا مشین سے۔ ہمارے ملک میں آج تک بیل اور بھینسے کام میں لائے جاتے ہیں۔ دوسرے ملکوں میں گھوڑے اونٹوں اور خچروں وغیرہ سے جوتائی کا کام لیا جاتا ہے۔ پھاوڑے یا کدالی سے اتنی جلد کھدائی یا جوتائی نہیں کی جاسکتی جتنی جلد ہل سے ہو سکتی ہے اسلئے جوتائی کیلئے سب سے موزوں چیز ہل ہے لیکن آجکل مشینوں سے بھی جوتائی کیجارہی ہے جوتائی کے لئے مندرجہ ذیل اوزار کام میں لائے جاتے ہیں۔

(۱) ہل (۲) کلٹی وبیڑ (۳) پھاوڑا اور (۴) گھاس یا پات [illegible] والا ہل وغیرہ۔ مذکورہ بالا آلات کو ہم جوتائی کے کام میں لاتے ہیں۔ نکائی کے لئے علیحدہ آلات ہیں

(۲) نکائی گوڑائی۔ اس کام کے لئے کھرپی اور دیانتدار یا کانٹے دار ہل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ ایسے آلات ہیں جن کا کام نکائی اور گوڑائی میں کم پڑتا ہے لیکن فصلوں کی تیاری کے بعد کام میں زیادہ پڑتا ہے مثلاً ہنسیا، قینچی وغیرہ۔ یہ تو اوزاروں کی بات ہوئی جب ہم کھیتوں کی کیاریوں میں بیج یا بیہن روپ دیتے ہیں تو کبھی کبھی کھیتوں کی کیاریوں میں چارے کی کثرت ہوجاتی ہے جو ہماری فصلوں کے پودوں کو زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ چارے یا فصلوں کے پودوں کو بڑھنے نہیں دیتے۔ وہ پودوں کی خوراک خود کھا لیتے ہیں۔ اس وقت ہم ہل یا کلٹی وبیڑ یا کدال یا پھاوڑوں سے اس چارے یا گھاس کو باہر کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے کیونکہ بڑے اوزاروں سے پودوں کے کٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے ایسی حالت میں چھوٹے اوزار ہی نکائی گوڑائی کے کام کے لئے موزوں ثابت ہوتے ہیں کھرپی اس کام کے لئے بہت مفید اوزار ہے۔

نکائی کر دینے سے مٹی بھر بھری ہو جاتی ہے جس سے پودوں کی جڑیں
سانی سے پھیلتی اور پودوں کے بڑھانے میں معاون ہوتی ہیں اس لئے
کائی کا کام قریب قریب جوتائی میں آجاتا ہے نکائی کا کام ساگ ترکاریوں
کھیتی میں کرنا پڑتا ہے اس سے ہمیں نکائی سے مفصل بیان کی ضرورت
نہیں لیکن جب ضرورت ترکاریوں کی کھیتی میں بھی نکائی کو نکائی کرنی ہی
پڑتی ہے اسلئے گوڑائی کے اوزاروں سے واقف ہوجانا اور انھیں اپنے
پاس رکھنا بہت ضروری ہے۔

نکائی کے اوزار (۱) کھرپی (۲) کانٹے دار ہل (۳) دیگر
جو مشین والے کارکن یا کلٹی۔

جوتائی کیوں کرنی چاہئے۔ جوتائی ہماری مٹی کو ہوا و روشنی دیکر
ہمیشہ زرخیز بنائے رکھتی ہے لیکن اسکے علاوہ جوتائی سے ہمارے اور
بہت سے مقصد پورے ہوجاتے ہیں۔ مثلاً

(۱) پودوں کے قد بڑھانے میں بیجوں کو اگانے کے لئے مٹی
کی حالت کی اصلاح۔

(۲) مٹی کی کیمیاوی اور قدرتی طاقت میں جلد ہی اضافہ کرنا جو
پودے کی پیداوار کے لئے مفید ہے

(۳) زمین کی نمی کو بچانے میں جوتائی بہت مدد دیتی ہے یہ نمی
ہوا میں اڑنے سے بچاتی ہے

(۴) غیر ضروری یا بیکار چارے اور گھاس پھوس کی باڑھ کو
روکتی ہے۔

(۵) نقصان دہ کیڑوں اور دیگر ضرر رساں جانوروں کو سطح
پر لاکے اٹھا نکال کے برباد کرتی ہے۔

(۶) اوپر کی مٹی کو نیچے کرتی اور کھاد و فصلوں کی بچی ہوئی
ڈنٹھلوں وغیرہ کو زمین کے اندر کرکے اس کی زرخیزی بڑھادیتی ہے۔

اب تک جوتائی کی دو شکلیں کام کرتی ہیں۔ جوتنا اور نکائی
ایک تیسری شکل اور ہے۔ زمین کی نمی قائم رکھنے کے لئے نئے قسم کے
اوزاروں کا استعمال کرنا پڑتا ہے یہ اوزار ہل اور کھرپی وغیرہ سے
بالکل مختلف ہوتے ہیں ان کا کام نہ صرف نمی کو قائم رکھنا ہے بلکہ ان
کے ذریعے اور بھی کام ہوجاتا ہے۔ آخر کار ان اوزاروں کا کیا نام ہے
اور ان سے دوسرا کیا کام لیا جاسکتا ہے۔

نمی قائم رکھنے والے اوزار رولر ہینگا یا پٹو ہیں ان سے ہم
کھیت کے بڑے ڈھیلوں کو توڑ کر چھوٹے چھوٹے کر دیتے ہیں ہمیں
یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ بڑے ڈھیلوں سے کیا نقصان ہے اور
چھوٹے ڈھیلوں سے کیا فائدے ہیں۔ یہ بھی ہماری جوتائی کا ایک
اہم حصہ ہے۔ اگر بڑے ڈھیلوں سے ہمارا کھیت بھرا رہیگا تو کھیت
کی تری جلدی اڑ جائیگی۔ اس کے برعکس چھوٹے ذروں والی
مٹی اس تری کو باہر اڑنے سے روکتی ہے کیونکہ ایسی مٹی زیادہ
جگہ نہیں گھیرتی اور نہ اس میں بڑے شگاف ہی پڑتے ہیں جن میں
ہوکر نمی اڑ سکتی ہے۔

نکائی تو کھرپی سے بھی ہوسکتی ہے لیکن اگر کانٹے دار ہل سے
نکائی کی جائے تو نہ صرف وقت کی بچت ہوگی بلکہ ساتھ ہی پودوں
میں دی ہوئی کھاد اور سینچائی کی نمی زمین کے اندر جاکر پودوں
کی خوراک میں اضافہ کریگی اس لئے نکائی کا کام جوتائی سے کم
مفید نہیں۔ تازہ ہوا اور روشنی سے بھری مٹی بھی اچھی کھاد کا کام
کرتی ہے اس سے نکائی کر دینے پر اوپر کی مٹی پودوں کی جڑوں
کے لئے کھاد کا کام کریگی لہذا یہ ضروری ہے کہ جوتنے کا کام اچھی
طرح سمجھ لیا جائے۔ اسی کے اوپر فصلوں کی اچھی پیداوار کا انحصار
ہے ساگ ترکاریوں کی اچھی فصل پانے کے لئے اچھی جوتائی کرنی
چاہئے۔

کھاد

کھیتوں کی جوتائی کرنے سے پیداوار اچھی ہوتی رہتی ہے
لیکن جب زمین کی قوت پیداوار کم ہوجاتی ہے تو ہم کھیتی سے اکتا
جاتے ہیں کیونکہ پھر ہمیں نقصان ہونے لگتا ہے۔ جس امید اور
مستعدی سے ہم کام شروع کرتے ہیں وہ مایوسی میں بدل جاتی
ہے پھر ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے کہ ہمارے کھیتوں کی
پیداوار میں کوئی فرق نہ آئے ہماری پیداوار ویسی ہی رہے
اور ہم تھوڑی ہی محنت سے اپنی فصل پیدا کر سکیں۔

برسوں کی تحقیقات نے ہمیں کھاد کی اہمیت بتادی ہے
آجکل تو کھاد کے بغیر کھیتی کا کام ادھورا سمجھا جاتا ہے یا یوں کہئے
کہ بغیر کھاد کے جان بوجھ کر نقصان اٹھانا ہے۔ کھادوں کا استعمال
خواہ غلہ کی فصلوں میں کم کیا جائے لیکن ساگ ترکاریوں کی کھیتی
میں کھاد بہت مفید ثابت ہوئی ہے اس لئے انھیں کھاد سے محروم
رکھنے کے معنی ہیں کھیتی کو برباد کرنا۔ کھیتی کی ضروریات میں کھاد
کو اس قدر اہم سمجھنا چاہئے جتنا انسانوں کے لئے دودھ اور
گھی کو اہمیت حاصل ہے۔ اگر ہم گھی دودھ نہیں کھاتے تو
ہماری ہڈیاں اور پٹھے بالکل دبلے اور کمزور ہوجائینگے۔ اس لئے
زمین کی قوت پیداوار قائم رکھنے کے لئے ہمیں کھاد کا استعمال
بہت ضروری ہے اس مفید چیز سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو حماقت
ہے۔

ہندوستان میں گوبر جیسی طاقتور کھاد کی بہت ناقدری ہورہی ہے
لوگ اسکے اپلے بناکر اسکا ناجائز استعمال کر رہے ہیں لیکن اب اسکی
سخت مخالفت ہورہی ہے اور کسانوں کو کھاد کی اہمیت سمجھائی
جارہی ہے۔ مندرجہ ذیل کھادیں ہماری ساگ سبزیوں کی کاشت

کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔

(۱) ترکاریوں کے بڑھنے کے لئے فارم یارڈ کھاد بہت زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے اس سے پودے تیزی سے بڑھتے ہیں لیکن اس کھاد کا استعمال مقدار سے زیادہ نہ کرنا چاہئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مقدار سے زیادہ کھاد دینے سے فائدے کے بجائے نقصان ہونے کا امکان ہے اس سے اس کھاد کو ایک لسوا زمین میں یعنی تقریباً ...امربع فٹ زمین میں ۵ سیر سے زیادہ نہ چھوڑنا چاہئے۔

(۲) پتیوں کی سڑائی ہوئی کھاد بھی ترکاریوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ یہ کھاد سڑا کر بنتی ہے اسکا استعمال امیر غریب سب کر سکتے ہیں کیونکہ یہ سب سے سستی چیز ہے اسکا استعمال خصوصیت کے ساتھ کیاریوں کے لئے ابتدا ہے ان پتیوں کو وقت پر (بارش کے زمانہ میں) سڑا کر زرخیز کھاد بنا لینا چاہئے۔ اس کھاد کو کب استعمال کرنا چاہئے۔ یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ جب کھیت تیار ہو جائے تو مٹی میں اچھی طرح اس کھاد کو ڈال کر ملا دینا چاہئے۔ کچھ لوگوں کا تجربہ ہے کہ جب ترکاری کی فصل کاٹ لی جائے تو اسکی کھونٹیوں کے اوپر ہی اس کھاد کو ڈال دینا چاہئے لیکن یہ خیال رکھا جائے کہ کھاد ڈالنے کا وقت پہلی بارش کے بالکل قریب کا ہو۔ جب پانی برس جائے تو اس کھیت میں کھاد کو ملا دیں کھاد دو طرح ملائی جا سکتی ہے (۱) جوتائی کرکے (۲) کھودائی کرکے۔ ترکاری کی کاشت کرنے والے کو جو طریقہ آسان معلوم ہو اسی پر عمل کرنا چاہئے

(۳) ہری کھاد۔ یہ کھاد آزمودہ ہے۔ ہری کھاد کیسے تیار ہوتی ہے؟ اس کی خاص تفصیل تو بعد میں معلوم ہو جائیگی لیکن اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس کھاد کو بنانے کے لئے ہرے پودے کو جوت کر مٹی میں ملا دیتے ہیں یا بار بار کی جوتائی سے پودے سڑ کر مٹی میں مل جاتے ہیں، یہی سڑی ہوئی پتیاں اور ڈنٹھل ہماری ہری کھاد کا کام کرتے ہیں۔ ہری کھاد کی جوتائی کے بعد چونا چھڑک دینے سے اچھا نتیجہ برآمد ہوا ہے۔

ہری کھاد بنانے کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے۔ ترکاریوں کے چھلوں اور جڑوں کو لیکر باقی تنے پتی وغیرہ کو پھر سے کھیتوں میں پھینک دیا جائے اس کے اوپر جوتائی کرکے اسکو اسی مٹی میں ملا دینے سے بھی کھاد تیار ہو سکتی ہے۔

(۴) پیشاب کی کھاد بھی ترکاریوں کے لئے مفید ہے لیکن دوسری کھادوں کی مدد کے بغیر یہ کھاد ترکاریوں کی نمائش کے لئے زیادہ مفید نہیں ثابت ہوئی۔ پھر بھی کاشتکار اپنی ترکاری کی کاشت کو زرخیز بنانے کے لئے کسی بھی کھاد کا استعمال کر سکتا ہے۔

(۵) دیگر کیمیادی کھادیں۔ آج کل سائنس کی مدد سے کیمیادی کھادوں کی متعدد اقسام ایجاد ہو چکی ہیں کھیتی کی فصلوں کے مطابق روزانہ نئی نئی کھادیں بنتی رہتی ہیں۔ کس فصل کو کن مادوں کی ضرورت ہے۔ اس کا علم ہونا ضروری ہے اس علم کی بنا پر ہر قسم کی مٹی سے ہونے والی فصلوں کے لئے طرح طرح کی کیمیادی کھادیں ایجاد ہو رہی ہیں مثلاً نائٹروجن تا ایسڈ اور پوٹاش وغیرہ۔

کھادوں اور زرخیزی بڑھانیوالی چیزوں کے کچھ بیان

کھادوں کا ذکر تو اوپر آچکا ہے لیکن ان کھادوں کی بخوبی اہمیت سمجھے بغیر ترکاری کی کاشت کرنے والوں کا کام ادھورا ہی رہتا ہے۔ اس لئے کھادوں اور ساگ سبزی کی پیداوار بڑھانے والی کیمیادی چیزوں کا کچھ خاص بیان اچھا ہوگا اس سے دو فائدے ہوں گے (۱) ساگ ترکاریوں کے سلسلے میں کھادوں کے فوائد کا علم (۲) کھادوں کو ہم کس طرح بنا کر ان کو استعمال میں لا سکتے ہیں۔ اسکا طریقہ۔

پودوں کی خوراک مٹی ہے لیکن وہ مٹی صرف ریت یا مٹی جیسی سخت یا نکمی نہ ہو۔ کیونکہ جس طرح انسان اور حیوان اچھی خوراک سے تندرست و توانا رہتے ہیں اسی طرح ہماری ساگ ترکاریوں کے تندرست رکھنے کے لئے بھی اچھی مٹی کی ضرورت پڑتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ مٹی کس طرح تیار ہوتی ہے۔ اچھی مٹی کی تیاری کے معنی ہی ہیں کھاد سے بھری زمین۔ اس سے کھیتوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے کھادوں کا بنانا سیکھیں کھادوں کے بنانے میں زیادہ روپیوں کی تو ضرورت پڑتی نہیں، ہاں تھوڑی محنت کی ضرورت پڑتی ہے وہ محنت بھی بہت کم ہے۔ اپنے کاموں سے فرصت کے وقت ہم کھادیں بنا کر اپنے کھیتوں میں ڈالکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

معمولی فصلوں کی قدرتی خوراک میں دس قسم کی چیزیں شامل رہتی ہیں ان چیزوں کا علم نہایت ضروری ہے۔ چیزوں کے نام انگریزی میں حسب ذیل ہے۔

(۱) آکسیجن (۲) نائٹروجن (۳) کاربن (۴) ہائڈروجن (۵) سلفر (۶) فاسفورس (۷) پوٹاشیم (۸) کیلشیم (۹) میگنیشیم (۱۰) آئرن یا لوہا۔

یہ چیزیں زمین اور ہوا سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان میں ایک کے بغیر بھی پودے بڑھ نہ سکیں گے۔ یہ چیزیں ایک دوسرے کی امداد پر منحصر رہتی ہیں ایک دوسرے کی مدد سے بنتی ہیں مندرجہ بالا چیزوں میں صرف تین چیزوں کو چھوڑ کر باقی سب ہر قسم کی

سانی، مٹی اور ہوا میں ملتی ہیں وہ تین چیزیں ہیں۔ (۱) نائٹروجن (۲) پوٹاشیم اور (۳) فاسفورس یہ چیزیں کم یا زیادہ مقدار میں رہتی ہیں لیکن ان کے بغیر پودے کی باڑھ اتنی تیز نہیں ہوتی جتنی کہ ان کی موجودگی میں۔ اسلئے ان چیزوں کا ساگ سبزی والی کھیتی کی زمین میں رہنا نہایت ضروری ہے۔ مندرجہ بالا چیزوں کی بنا پر کھاد کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں (۱) معمولی قسم کی کھادیں (۲) خاص یا کیمیاوی کھادیں۔

(۱) معمولی کھادیں

معمولی کھادیں پودے کی زندگی کے لئے مفید چیزیں نائٹروجن فاسفورس اور پوٹاش دیتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ویسی ہی حالت میں پڑی رہتی ہیں یعنی وہ گلتیں نہیں۔ لیکن پودوں پر ان کا استعمال کر لینے کے پہلے ہی ان کا ساگ ترکاری والے کھیتوں کی مٹی میں گھل مل جانا ضروری ہے کیونکہ ان چیزوں کے ملنے پر ہی مٹی کی قوت پیداوار بڑھ جاتی ہے تبھی فصل کی پیداوار بھی بڑھ سکتی ہے اوپر انکا اختصار کے ساتھ ذکر آچکا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ہری کھاد (۲) کمپوسٹ (۳) فارم یارڈ مینور (فضلے کی کھاد) (۴) کھلی (۵) گندے پانی اور کیچڑ وغیرہ کی کھاد (۶) انسانی فضلے کی کھاد اور (۷) پیشاب کی کھاد۔

ہری کھاد

یہ کھاد کیا ہے؟ کھڑی اور ہری فصلوں کو جوت کر مٹی میں ملا دیں۔ اسکو جوتنے سے فصل کے سارے اجزا فوراً ہی مٹی میں مل جاتے ہیں اور آنے والی فصلوں کیلئے امرت کا کام دیتے ہیں اس فصل سے آب و ہوا کے ذریعہ نائٹروجن حاصل ہوتی ہے جو کہ جوتائی کر دینے پر زمین کے اندر سما جاتی ہے۔ یہی نائٹروجن ہم دوسری فصل بو کر اسکی پیداوار بڑھانے میں استعمال کر لیتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نائٹروجن کا کام فصل کے پودوں کو بڑھانا ہے۔ اس ہری کھاد کے فوائد معمولی کھادوں میں سب سے زیادہ ہیں۔ ہری کھاد کے لئے سنئی ڈھینچا، نیل، اُرد اور مونگ کے پودے مفید ہیں لیکن پہلے تین سنئی ڈھینچا اور نیل ہری کھاد کے لئے خاص طور سے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہل، اکتوبر ۱۹۴۲ء

(۱) ہری کھادوں کے مادے جو کہ پودوں کے بڑھنے کے لئے بہت اہم ہیں، زمین میں اچھی طرح گھل مل جاتے ہیں۔ ایسا کام صرف مشینوں ہی سے ہو سکتا ہے۔ لیکن ہری کھاد یہ کام خود بخود کر دیتی ہے۔

(۲) مٹی کی زرخیزی بڑھ جاتی ہے۔

(۳) پودوں کے بڑھنے کی طاقت کو بڑھانے میں بہت مدد دیتی ہے

(۴) ہری چیزیں سڑنے کے بعد استعمال ہونے پر ایسڈ کو بڑھاتی ہیں اور دوسری چیزوں کو ملانے کا کام کرتی ہیں۔ اسطرح پودے کی خوراک کے لئے زیادہ سے زیادہ مادے مل جاتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہری کھاد ہماری ساگ سبزی کی پیداوار بڑھانے میں کتنی مدد کرتی ہے اس کھاد سے ساگ سبزیوں کے بڑھنے والے اجزا کو خاص فائدہ پہنچتا ہے۔

کمپوسٹ

کمپوسٹ کی کھاد بہت سستی اور سہل ہے اسکو بنانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی کوئی بھی آدمی اگر کوڑا کرکٹ اکٹھا کرکے یہ کمپوسٹ کھاد تیار کریں تو سال میں کتنی ہی گاڑیاں کھاد تیار کر سکتا ہے۔

کمپوسٹ کھاد جس آسانی سے پیدا کی جا سکتی ہے اس آسانی سے دوسری کھادیں نہیں بن سکتیں۔ دیہات والوں کے لئے تو یہ کھاد مفت کی چیز ہے۔ ہم لوگوں کو اس کارآمد چیز کے لئے کچھ محنت بھی کرنی پڑے تو کیا ہرج ہے ان کو چاہئے کہ کوڑے کرکٹ کو ہر موسم میں بیکار نہ پھینک دیں اگر کوڑے سے اچھی رقم پیدا کرنی چاہتے ہوں تو ضروری ہے کہ کوڑے کرکٹ کو اکٹھا کرکے اس سے فائدہ اٹھائیں اس سے ان کے کھیتوں کی پیداوار دوگنی تگنی ہو جائیگی۔ ایسی مفید چیز کو ہم کس طرح پا سکتے ہیں یہ ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے تاکہ ہم اس کھاد کو بغیر کسی قیمت کے حاصل کر سکیں۔ کمپوسٹ کی کھاد پیدا کرنے کے حسب ذیل ذرائع ہیں۔

(۱) اگر ہم کو زیادہ کوڑا کرکٹ نہیں ملتا تو ہم ۳ × ۸ × ۱۴ مربع فٹ کا ایک گڈھا برسات کے پہلے کھود لیں۔ اس گڈھے میں ہم برسات شروع ہونے سے پہلے کوڑا کرکٹ ڈالکر بھر دیں پانی برسنے پر ہر پندرھویں دن اس گڈھے کے ڈھیر کو اُلٹتے پلٹتے رہیں تاکہ کوڑا کرکٹ سڑ کر کھاد کی شکل اختیار کرے الٹتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ آسمان میں بادل ضرور ہوں ورنہ ڈھیر کی نمی بھاپ بنکر اڑ جائیگی اور یہ نمی ہی کھاد کی جان ہے۔ اسکا خیال رکھا جائے کہ کوڑا ابھی سڑ جائے اور کھاد کے اجزا بھی نہ اڑنے پائیں۔ کمپوسٹ کی کھاد ۳ ½ مہینے میں بنجاتی ہے لیکن کچھ لوگوں نے اپنے تجربے سے بتایا ہے کہ ۳ مہینے میں یہ ٹھیک ہو سکتی ہے کوڑے کے ڈھیر پر اگر سنئی چھینٹ کر اگا لی جائے اور اسی کے ساتھ جوت دی جائے تو کمپوسٹ کے اجزا کی زرخیزی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

(۲) اگر ہمیں زیادہ کوڑا کرکٹ ملتا ہو (پت جھڑ کے دنوں میں ہم گری ہوئی پتیوں کو بٹور کر اکٹھا کر لیں یا کھلیانوں کے بچے ہوئے کوڑے کو اکٹھا کرکے ایک بڑا ڈھیر کمپوسٹ کے لئے بنا سکتے ہیں) تو اسکو ہم لمبے ڈھیر کی شکل میں جمع کریں تاکہ پھیرا لٹنے میں سہولت ہو کیونکہ تھوڑا تھوڑا الٹنا اچھا ہوگا۔

(۳) کمپوسٹ کا گڈھا چھوٹا بھی ہو سکتا ہے ایک چھوٹے گڈھے میں بھی کوڑا کرکٹ اکٹھا کرکے کھاد بنائی جا سکتی ہے لیکن الٹنے کی سہولت ضرور ہونی چاہئے۔

گرمیوں میں کمپوسٹ کی کھاد جلد نہیں تیار ہو سکتی کیونکہ اس کو پانی میں سڑتے رہنا چاہئے۔ لیکن گرمی میں پانی کی بہت کمی ہوتی ہے پھر بھی کنوئیں یا تالاب کے پانی سے اس کوڑے کے ڈھیر کو تر کیا جا سکتا ہے۔ اس سے کمپوسٹ کھاد ہر موسم میں کچھ کم یا زیادہ محنت کرنے سے تیار کی جا سکتی ہے۔

کمپوسٹ کی کھاد گوبر کی کھاد سے کم طاقتور نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی تو یہ گوبر کی کھاد سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔

فارم یارڈ

یہ کھاد کمپوسٹ ہی کی طرح بنائی جاتی ہے۔ یہ چڑیوں وغیرہ کی بیٹ اور چوپایوں کے پیشاب پاخانے سے تیار کی جاتی ہے۔ اس کھاد کی طاقت گوبر کی کھاد سے کم نہیں ہوتی۔ ان طریقوں سے یہ کھاد تیار کی جا سکتی ہے:-

(۱) پرندوں کے پاخانے (۲) بھیڑ بکریوں کی مینگنی اور سور کے پاخانے (۳) گھوڑوں کی لید اور (۵) دوسرے جانوروں کے پاخانے سے۔

اس کھاد کے بنانے کے لئے ایک گڑھا کھود کر اُس میں ہر طرح کا پاخانہ ڈالدیا جائے۔ جب پاخانہ ڈالا جائے تو کچھ مٹی بھی ڈالتے رہیں۔ پاخانہ جب سڑ جائیگا تو وہ مٹی کے عمدہ کھاد بن جائیگا۔ کھاد کو بارش کے آخری دنوں میں ڈال دینا چاہئے۔

اس کھاد کے تیار ہونے کی پہچان بھی سمجھ لیجئے۔ بغیر تیاری کو سمجھے ہوئے ہم اس کا استعمال کرنے لگیں تو حماقت ہے۔

(۱) جب گہرا بھورا رنگ ہو جائے۔

(۲) کسی طرح کی گرمی کی مقدار کم ہو ورنہ نقصان ہوگا۔ پاخانہ بالکل سڑا ہوا ہو۔

(۳) کھاد معمولی نمی لئے ہوئے ہو۔ نہ تو زیادہ خشک ہو اور نہ نم۔

کھلی

ترکاریوں کی کھاد میں کھلی بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔ اس کھاد سے ترکاریوں میں نائٹروجن خاص طور سے بڑھ جاتا ہے اور جب نائٹروجن بڑھ جائیگا تو ترکاریوں کی بہت ترقی ہوگی۔ یہ بڑھے ہوئے پودے ہمیں کافی فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ان پودوں کو کھلی کی کھاد کس طرح دینی چاہئے کتنی تعداد میں دینا مفید ہوگا، اس کا خاص علم ہونا چاہئے۔

کھلی کتنے قسم کی ہوتی ہے؟ اُن کا کیسا اثر پڑتا ہے؟ ان باتوں کی بھی واقفیت ہونی چاہئے۔

حسب ذیل کھلیاں خاص مفید ہیں:-

(۱) سرسوں کی کھلی (۲) رینڈی کی کھلی (۳) مونگ پھلی کی کھلی۔
(۴) پھلوں کے بیج کی کھلی (۵) السی کی کھلی۔ (۶) کپاس کے بیج کی کھلی۔

کھلیوں کی کھاد کی خاص تفصیل "ہل" کی نومبر ۴۲ء کی اشاعت صفحہ ۵۰۷ تا ۵۱۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

گندے پانی اور کیچڑ کی کھاد

گندے پانی کو ہم کس طرح مفید بنائیں؟ یہ ایک ایسا سوال جس کو سن کر ہم کو ہنسی آ جائے گی۔ اگرچہ یہ سوال قابل غور ہے۔ جو پانی ہمارے باورچی خانے، غسل خانے، نابدان اور مویشیوں کے... سے بچا ہوا ہوتا ہے اُسے ہم پھینک دیتے ہیں۔ یہ بہت غلط طریقہ ہے۔ ایک اچھی کھاد کا انتہائی غلط استعمال ہے۔ ہم اس کو یا تو نالیوں کے براہ راست اپنے کھیتوں میں پہونچائیں یا یہ ممکن نہ ہو اور زیادہ خرچ کرنا پڑے تو ہم اس گندے پانی کو ایک گڑھے میں نالی کے ذریعہ گرا کر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالتے جائیں۔ اس طرح وہ گندہ پانی اچھی کھاد کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ شہروں اور قصبوں میں یہ کھاد زیادہ مقدار میں تیار ہو سکتی ہے۔ صنعت و حرفت والے شہروں میں اس کی کھاد سے بڑے بڑے فارم تیار کئے جا سکتے ہیں جن پر ساگ ترکاری کی ہر موسم میں کاشت ہو سکتی ہے۔ شہروں اور قصبوں کی نالیوں کا پیشاب اور سڑا گلا پانی بہہ کر فارموں تک پہونچایا جا سکتا ہے۔ گندے پانی کا استعمال نہ کرنے سے ہمارا بہت نقصان ہوتا ہے۔

(۱) گندے پانی سے بیماریاں پھیلنے کا بہت اندیشہ رہیگا جن کی وجہ سے سیکڑوں جانیں جا سکتی ہیں اور زر بھی برباد ہوگا۔

(۲) گندے پانی کے برباد نہ ہونے سے کچھ جگہ گھری رہیگی جس سے ہم کو نقصان ہی ہوگا۔

(۳) گندے پانی جیسی چیز سے ہم فائدے کے بجائے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس سے تو ہر ایک ساگ ترکاری کی کاشت والے کے دو فائدے ساتھ ہو سکتے ہیں۔ یعنی ایک تو ساگ ترکاری کے پودوں کو کھاد ملے دوسرے یہ کہ سینچائی بھی ساتھ ہی ساتھ ہو جائے گی۔

فضلے کی کھاد

اگرچہ یہ کھاد گندے پانی کے ساتھ بنائی جا سکتی ہے لیکن دیگر ممالک میں اس کھاد کو آسان طریقے سے حاصل کرنے کے کئی ذرائع ہیں جیسے کسان سڑک کے کنارے عارضی پاخانے بنا دیتے ہیں جن میں سڑک پر چلنے والوں کو رفع حاجت میں بھی سہولت ہوتی ہے اور اس پاخانے سے کسان اپنی فصل کے لئے عمدہ کھاد بنا لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں اس کا رواج بہت کم ہے۔ اب شہر اور قصبوں کے کچھ میلوں میں اس کا انتظام کیا جانے لگا ہے لیکن گاؤں کے لوگ اپنے گاؤں کے نزدیک کھلے میدانوں میں پاخانہ پھرتے ہیں جس کو یا تو دیہات کے سور وغیرہ کھا جاتے ہیں یا جو سوکھ جاتا ہے۔ یہ بہت برا رواج ہے۔ اگر دیہات میں ا

کے بنانے کے لئے تحریک کی جائے تو ہندوستان کے سات لاکھ دیہات
کی آبادی اٹھائیس کروڑ سے کم نہ ہوگی ہر سال اس سے دو [illegible]
مناربوں روپے کی کھاد تیار ہو سکتی ہے۔ وہی کھاد اپنی زمین میں ڈال کر
ہندوستان کی پیداوار میں زبردست اضافہ کیا جا سکتا ہے جبکہ ہندوستان
[illegible] سال نہیں تو ہر بیسویں سال قحط کا خطرہ برقرار رہتا ہے۔ اس
کھاد کی مدد سے دور کر سکتے ہیں۔ یہ کھاد ہماری فصلوں کے لئے گوبر
کی کھاد سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ کاشتکاروں کو چاہیئے کہ اپنی فصلوں کے
لئے ایسی سستی کھادوں کو آسانی سے تیار کر لیا کریں۔ اس کھاد میں ایک
کھاد کے اندر نائٹروجن رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ان کے [illegible]
کھاد کی قیمت گوبر کی کھاد سے دوگنی مفید ہے۔ ساگ سبزی [illegible]
ہے کہ وہ ملک میں اس کھاد کے بنانے کے لئے [illegible] بنا کر
زمیں کھاد بنا لیا کریں اور اپنی پیداوار بڑھائیں۔

پیشاب کی کھاد

اس کھاد کو بھی ہم گندے پانی اور [illegible] کی کھاد [illegible] یہ کھاد
بھی بنائی جا سکتی ہے۔ اس کھاد کو [illegible]
انسان پیشاب کی کھاد کو اچھی کھاد [illegible]
آئی۔ اے۔ سی۔ پی کے سرکاری فا[illegible] اس بات کو [illegible]
ثابت کر دیا ہے کہ ایک جوڑ بیلوں سے [illegible]
کے گوبر کی کھاد کی مانند ہی مفید ہوتی [illegible] ملک کے [illegible]
کے اُپلے بنا کر جلا ڈالتے ہیں۔ اگر ہم اپنے جانوروں کے پیشاب سے ہی
کھاد بنا کر استعمال کریں تو ہمیں گوبر کی کھاد سے کم [illegible] کھاد [illegible]
ملک کی کھاد معیار پانچ گنا بڑھ جائے گا۔ اس کھاد میں نائٹروجن [illegible]
ہوتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ جو چارہ مویشی کھاتے ہیں [illegible]
گوبر اور پیشاب کی شکل میں باہر نکال دیتے ہیں۔ اس پیشاب [illegible]
۵۰ فی صدی نائٹروجن رہتا ہے۔ اس نائٹروجن کو ہم [illegible]
براہ راست اپنے کھیت میں لا سکتے ہیں۔

نائٹروجن سے پودے کافی بڑھتے ہیں اسلئے اس پیشاب کی کھاد
ہماری ساگ سبزی کی کھیتی کافی لہلہاتی ہوئی دکھائی دیتی ساگ
سبزیوں کے کاشتکاروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے مویشیوں کے پیشاب
بیکار نہ جانے دیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی کھادیں جنکی اہمیت بہت زیادہ
ہم مفت میں حاصل کر سکتے ہیں ان کو یا تو ہم سستی اور [illegible]
نہیں بناتے یا ہم کو شوق ہی نہیں ہے لیکن ساگ ترکاریوں کے
کاشتکاروں کی اگر ایسی ہی طبیعت ہے تو پھر اُن کا کھیتی کرنا بیکار ہے
کبھی اس میں کامیاب نہ ہوں گے۔ اُن کو ساگ ترکاریوں کی فصل
[illegible] کرنے کے لئے مندرجہ ذیل باتیں نوٹ رکھنی چاہئیں۔ ان سے
انہیں مفت میں عمدہ کھاد مل جائے گی۔

(۱) اپنے مویشی خانے کی روزانہ صفائی کریں اور گوبر کھاد کے
لئے الگ رکھیں۔ گوبر کے چھوٹے چھوٹے ذرّے گھاس پات اور
کوڑے کرکٹ کو کمپوسٹ کے لئے اور پیشاب کی کھاد کے لئے یا تو مٹی
کی پتلی تہ بچھائیں یا سیمنٹ کا پختہ فرش بنوا کر ایسا انتظام کریں کہ
پیشاب ایک گڈھے میں جمع ہو جائے۔

(۲) سنئی اور دوسری کھادیں بنانے کے لئے ہی پودے
لگایا کریں۔

(۳) اپنی پیداوار میں تلہن کو فروخت کرنے کے بجائے اُس کا تیل
خود نکلوائیں اور اس کی کھلی کو کھاد کے طور پر کام میں لائیں۔

(۴) کاشتکاروں کو ان بے پیسے کی کھادوں کے حاصل کرنے کی طرف
سے [illegible] بے پروائی نہ برتنی چاہئے۔

(۲) کیمیاوی کھادیں

خاص اور مصنوعی کھادیں پودوں کو سخت ضرورت کے وقت
دی [illegible] یہ کھادیں کیا اہمیت رکھتی ہیں اس کا سمجھنا بہت ضروری
ہے [illegible] ترکاریوں کے پودوں کو [illegible] سے بڑھانا چاہئے۔ اُنکی باڑھ
[illegible] معلوم ہوتی ہیں اس کا خیال کیا جائے۔ جب پودے
نہ بڑھتے ہوں تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ آخر سینچائی کی کمی ہے یا دوسری
چیز کی۔ دوسری چیز ہے نائٹروجن جو ایک ایسا مادہ ہے جس سے پودے
کی باڑھ کو مدد ملتی ہے۔ ہمیں پودوں کے لئے نائٹروجن کا استعمال کرنا
چاہئے۔

نائٹروجن کی کھادیں

اس کھاد کا استعمال ہم کیوں کرتے ہیں اس کے بارے میں کچھ باتیں
تو مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہو جاتی ہیں لیکن خاص باتیں جو ہمیں اسکے
استعمال کے لئے جاننی چاہئیں وہ یہ ہیں:-

کسی کسی زمین میں اچھی پیداوار نہیں ہوتی۔ خصوصاً ترکاری کی کھیتی
جس میں پودوں کی صورت بگڑ جاتی ہے اور وہ زرد پڑ جاتے ہیں۔
اسکی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ اس زمین میں بڑھنے والی طاقت زائل ہو گئی ہے
اگر نائٹروجن اس زمین میں ہوتا تو ایسی حالت نہ ہوتی اسلئے ہمیں کمزور
زمین میں نائٹروجن کی کھاد استعمال کرنی چاہئے جس سے کہ ہماری
فصل کی پیداوار میں فرق نہ آئے۔ اس طرح نائٹروجن کی کھاد پودوں
کو حسب ذیل فائدے پہونچاتی ہے۔

(۱) پودوں میں پتیوں کی پیداوار یا ہریالی کے بڑھانے میں بہت مفید ہے۔

(۲) اُن پودوں کے بڑھنے میں بھی وہی فائدہ ہوتا جو پتیوں کے بڑھنے
میں ہوتا ہے۔ ساگ ترکاری کی پتی والی فصلوں کو یہ نائٹروجن بہت فائدہ

پہونچاتی ہے۔ مثلاً بندگوبھی، ساگ (ساگ والے پودے) تمباکو اور پتی دار دیگر فصلیں۔ ان کھادوں میں نائٹریٹ سوڈا، نائٹریٹ آف پوٹاشش سلفیٹ آف امونیا وغیرہ ہیں۔

دوسری قسم کی فاسفیٹک کھادیں ہیں جو کیمیاوی طریقے سے بنی ہیں یہ نائٹروجن والی کھادوں سے مختلف اثر رکھتی ہیں۔ یہ کھاد باڑھ کو روک دیتی ہے لیکن پودوں میں پھول، پھل اور بیج جلد پیدا کرتی ہے۔ ان کھادوں سے حسب ذیل فائدے ہوتے ہیں۔ ان کو مدنظر رکھکر کھاد کا استعمال کرنا چاہئے۔

(۱) چھوٹی بیہن کو بڑھانے میں بہت مدد ملتی ہے۔
(۲) دھان کے تنے کو بڑھانے میں بہت مفید ہے۔
(۳) فصلوں کی جڑوں اور پھلوں کو بنانے میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔
(۴) پودوں میں پھول اور پھل پیدا کرنے میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔
(۵) فصلوں کو جلد پکاتی ہے۔

فاسفورس کھاد کو ہم کیسے بنائیں؟ اس کے بنانے کے طریقے کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ کھاد ہڈیوں سے بنتی ہے۔ چونے میں بھی اس کا جزو رہتا ہے اس میں (۱) ہڈیوں کے سفوف اور (۲) سوپر فاسفیٹ آف لائم اور (۳) پیشاب پاخانہ ہے۔

اسکے علاوہ کیمیاوی کھادمیں پوٹاشیم کی کھاد ہے۔ پوٹاشیم کی کھاد فصل کو ہر وقت فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ بڑھی ہوئی فصل میں پوٹاشیم کا استعمال کرنے سے اس میں بیماریوں کا خطرہ کم رہتا ہے۔ اس کھاد سے پتیوں، پھلوں کے رس، جڑوں کے بڑھاؤ اور پھول پھل کی ترقی ہوتی ہے پوٹاشیم کھاد کا جس قدر استعمال کیا جائے اتنی ہی وہ فصلوں کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ لیکن مقدار سے زیادہ استعمال سے بجائے فائدے کے نقصان ہو جائیگا اس لئے ساگ ترکاریوں کی کاشت کرنے والوں یا دیگر کاشتکاروں کو چاہئے کہ وہ اپنے پاس کے کسی زراعتی محکمے کے ملازم سے اس کا طریقۂ استعمال سمجھ لیں۔

چونا

ہماری فصلوں کی پیداوار کس طرح بڑھائی جائے اس غرض سے سب چیزوں کا علم ضروری ہے۔ اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی زمین کی بھوک کو سمجھ سکیں۔ یہی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم زمین کو محفوظ بھی رکھ سکیں۔ ہمیں اپنی زمین کو زرخیز رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو جن اجزا کی کمی ہو وہ ہم پہونچاتے رہیں۔ چونا زمین کا ایک ایسا جزو ہے جسکے بغیر ہماری فصل کو گہرا دھکا لگ سکتا ہے۔ اس سے ہماری زمین کو حسب ذیل فائدے ہوتے ہیں:-

(۱) یہ فصلوں کو پکانے کا کام کرتا ہے۔
(۲) بیماریوں سے فصل کو بچاتا ہے۔
(۳) نقصان پہونچانے والے کیڑوں کو مارتا ہے۔

اس مفید کھاد کے استعمال میں اگر لاپروائی دکھائی گئی تو ہماری کو بہت نقصان پہونچے گا۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ ہم تیسرے چوتھے اپنے کھیتوں میں چونا دیتے جائیں تاکہ کھیت کو چونے کا جزو ملتا رہے اور وہ فصلوں کو بیماریوں سے بچاتا رہے۔

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ کھاد کے متعلق واقفیت ہماری فصلوں کو زرخیز بنانے کے لئے بہت مفید ہے اس لئے کھاد کے بارے میں اچھی طرح سب جان لینا چاہئے۔

کھاد دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) قدرتی (۲) تجارتی فصل یا کوڑا کرکٹ اور کمپوسٹ کھادیں قدرتی کہی جاتی ہیں۔ یہ کھادیں زمین کی نمی کو کھینچنے کے بجائے اُن میں نمی برقرار رہنے دیتی ہیں۔ یہ رکھنا چاہئے کہ پاخانے کی کھاد یا کمپوسٹ کھاد بیج بونے یا فصل کے لگانے سے کچھ عرصہ پہلے کھیتوں میں ڈالنی چاہئے۔ لیکن کیمیاوی کھادوں کو ایک یا دو ہفتہ بونے کے پہلے تک نہ دیں۔ پودے بڑھنے کے وقت ان کھادوں کو دینا ضروری ہے۔

ساگ ترکاری کی فصلوں میں سب ترکاریوں کو ایک ہی قسم کی زمین کی نہیں ضرورت ہوتی ہے کچھ ترکاریوں کی فصلیں زیادہ خوراک چاہتی ہیں اور کچھ کم۔ جڑ والی فصلیں مثلاً مولی، شلجم، چقندر اور آلو کو کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ فصلیں خوراک کو ہضم کرنے کی اتنی ضرورت رکھتی ہیں کہ بغیر عمدہ پیداوار نہیں دے سکتیں۔

آلو کو پوٹاش کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری فصلوں کو فاسفیٹک اور پوٹاش کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ان فصلوں کو زیادہ نائٹروجن کھاد کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ پھلی دار فصلیں ہوا سے نائٹروجن لے لیتی ہیں۔ ہر ایک فصل کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے کس فصل کو کون سی کھاد دینی چاہئے اور ہم کون سی خریدیں یہ ایک اہم سوال ہے۔ نیز کب کیسے اور کتنی مقدار میں کھادیں دینے کی واقفیت ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ کھاد خریدتے وقت ضرور معلوم رہنا چاہئے یہ باتیں کھاد بیچنے والے سے دریافت کرلیں بیچنے والے کو معلوم رہتا ہے۔ مثلاً نس فوس اور سلفیٹ آف امونیا اچھی کھاد ہے اور بیشتر ترکاریوں کے لئے مفید ثابت ہو آلو کے لئے ایک بیگھہ میں ۲۰ سیر سلفیٹ آف امونیا کی کھاد سرسوں کی کھلی یا رینڈی کی کھلی میں ملاکر کھیت میں چھوڑ کر زمین میں ملا دینے سے فائدہ ہوا ہے۔ آلو کے انکوے نکلتے ہی اسمیں سینچائی کر دینی چاہئے۔ جب بھی سینچائی کی ضرورت

زمین کو سینچ دیں۔ بند گوبھی، پھول گوبھی اور دیگر ساگ ترکاریوں کو
نوس یا سلفیٹ آف امونیا کی کھاد دو بار دینی چاہیئے۔ ان کھاد
مقدار ۲۰ سیر فی بیگھہ ہونی چاہیئے۔ اس کا خیال رکھا جائے کہ کھاد
بار زمین میں پودے لگانے کے پہلے اور دوسری بار دو ہفتے
بعد دی جائے۔ دوسری بار کھاد کی مقدار ایک بیگھہ میں ایک
دوتی ہونی چاہیئے۔ اسی طرح مولی، شلجم، چقندر میں بھی نسی فوس کھاد
فی بیگھہ کے حساب سے دینے سے فائدہ ہوا ہے۔ پیاز کی فصل
بھی نسی فوس یا سلفیٹ آف امونیا کی کھاد ۵۰ سیر فی بیگھہ
سے فائدہ ہوا ہے۔ لیکن کھاد دینے کا وقت یاد رکھنا چاہیئے
زمین میں پیاز کی پنیری لگانے کے ٹھیک پہلے دینا بہت مفید ثابت
ہوا ہے۔

سینچائی

ساگ ترکاریوں کی کھیتی کا سب سے بڑا جزو جس طرح زمین
اور جوتائی ہے اسی طرح سینچائی بھی کافی اہم چیز ہے۔
ایک فصل اچھی پیداوار کب دے سکتی ہے؟ کب اس سے ہم
اور معقول قیمت پا سکیں گے؟ جب ہم یہ بھی خیال
رکھیں گے تو کھاد اور جوتائی کر دینے سے صرف کام نہ نکلے گا
کہ جب پودے مرجھا جاتے ہیں، پھلتے پھولتے نہیں۔ بڑھنے کی
طاقت ختم ہو جاتی ہے تو نہ تو کھاد ہی اُن پودوں کو بڑھا سکیگی
اور نہ جوتائی ہی سے کوئی خاص فائدہ ہونے کا امکان ہے۔ ایسی
حالت میں ہم اُن پودوں کو کون سی خوراک دیں کہ کھاد نہ ہوتے
ہوئے بھی وہ بڑھ سکیں اور اُن میں نئی زندگی پیدا ہو جائے
اور اُن کی پیداوار کئی گنا بڑھ جائے۔ یہ اُمیدیں اُس وقت
پوری نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ہم پودوں میں سینچائی
کے پانی نہیں پہونچاتے۔ اس لئے جس طرح کھیتوں کو جوتائی
کھاد اور موافق آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُسی طرح
ہمارے ان کے پودوں کو پانی کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ پودے
پانی کی تری کے ذریعے مٹی کی طاقت اور کھادوں کے حیات
بخش اجزا کو کھینچا کرتے ہیں۔ اسی پانی دینے کے کام کو سینچائی
یا آبپاشی کہتے ہیں۔ کھیتوں میں پودہ اُگنے کے بعد اور پہلے
(دونوں حالتوں میں) سینچائی کی جاتی ہے۔ جب کھیت میں تری
نہیں رہتی تو کھیت کو جوتنے کے پہلے سینچائی کرکے مٹی نرم کر لی
جاتی ہے اور مٹی میں پیدا کرنے کی طاقت پیدا کر دی جاتی ہے۔
پودوں کے اُگنے کے بعد سینچائی کرنے سے پودوں میں
نئی زندگی، بڑھنے کی طاقت، وٹامن (حیاتین) کی مقدار
بڑھ جاتی ہے اس لئے ترکاریوں کی کامیاب کاشت کے لئے
یہ ضروری ہے کہ اُس میں آبپاشی کا معقول انتظام ہو۔

پانی کی ضرورت زمین، فصل، مقامی بارش، جوتائی
کی مقدار اور کھاد کی ضرورت پر منحصر ہوتی ہے۔ سینچائی کافی کرنی
چاہیئے لیکن زمین کی ضرورت کا خیال رکھنا بھی لازمی ہے۔
مثلاً ریتیلی زمین میں پانی کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ اگر پانی زیادہ
دیا جائے گا تو کھیتی سڑ جائے گی۔ اسی طرح خربوزے اور ککڑی
کو پانی کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے کیونکہ یہ گرمی کے موسم کی
فصلیں ہیں۔ لیکن اس کا کھیت پانی میں ڈبو کر نہیں رکھا
جا سکتا۔

سینچائی کرنے کے لئے ایک قاعدہ یاد رکھنا چاہیئے وہ
یہ کہ گرمی کے دنوں میں ایسی سینچائی کی جائے کہ ۲۴ گھنٹے کے
بعد وہ زمین کھرپی یا دوسری چیزوں سے کھودنے کے لائق
ہو جائے۔ اسی طرح جاڑے میں ۴۸ گھنٹے میں ہر ایک سینچائی
کے بعد زمین کا اوپر کا حصہ ڈھیلا پڑ کر نرم ہو جائے تاکہ اُس کا
غیر زرخیز حصہ دور ہو کر پودے کے پیدا کرنے میں معاون ہو۔
آبپاشی کا یہی مقصد ہے۔

بیماریاں اور نقصان رساں کیڑے

پودوں کے بڑھنے اور پھولنے پھلنے میں زمین، جوتائی،
آب و ہوا، کھاد اور سینچائی جتنی مدد کرتی ہے اُتنا ہی کیڑے
مکوڑے حملہ کرکے پودوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ ویسے تو کچھ
ایسی بیماریاں ہیں جو خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں اور کچھ تو ایسے
کیڑوں کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کیڑے ترکاریوں کی بربادی
کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ پودوں کے ہر ایک حصہ پر ہمیشہ حملہ
کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ہم پودوں کی دیکھ بھال
نہیں کرتے تو یہ کیڑے ہماری فصل کو چوپٹ کر دیتے ہیں جس
سے ہمیں ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ یہ کیڑے ہمارے پودوں
کی جڑوں، تنوں، پتیوں، پنکھڑیوں اور بیج پر حملہ کرنے
سے نہیں باز آتے۔ جڑوں پر زمین کے مختلف قسم کے کیڑوں
کے حملے ہوتے ہیں۔ وہ کیڑے جڑوں کو دو طرح نقصان
پہونچاتے ہیں ایک تو اندر اندر سوراخ کرکے، دوسرے
جڑوں کے اوپر حملہ کرکے۔ اس طرح یہ کیڑے جب جڑوں
میں زخم کر دیتے ہیں تو پودوں کا بڑھنا رُک جاتا ہے اور
پودے مرجھا کر خشک ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح تنے کے کیڑے بھی تنے کو کئی طرح نقصان پہنچاتے
کچھ تو تنے کو اندر سے چھید کر کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ کچھ اوپر سے تنے کو چوس
چوس کر برباد کر دیتے ہیں۔ پتیوں کے کیڑے بھی پتیوں کا رس چوس

آنھیں برباد کر دیتے ہیں کچھ کیڑے مثلاً گبریلا وغیرہ بیہن کو بہت نقصان پہونچاتے ہیں۔ وہ بیج کی پتیوں کو کاٹ دیتے ہیں جس سے پودہ مُرجھا کر سوکھ جاتا ہے۔ پنکھڑیوں کو بھی بہت نقصان وہ کیڑے برباد کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے اُن میں بیج نہیں پک پاتا اور وہ ٹھونٹھ کھڑی رہ جاتی ہیں۔ یہ کیڑے ہماری فصلوں کے دشمن ہیں۔ ان کی دیکھ بھال کرنا ہمارے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کھیتی کے لئے دوسرے کام۔ ان کیڑوں کے بارے میں کچھ ضروری باتیں یاد رکھنی چاہئیں تاکہ ان کے حملے کے وقت ہم اپنے ساگ سبزی کے کھیتوں کو محفوظ رکھ سکیں۔

(۱) کھیت کی گھاس پات کو اچھی جوتائی سے اس طرح ہٹا دیا جائے کہ کیڑوں کے کھانے کے لائق پودے نہ رہیں کیونکہ ان پودوں میں بھی کیڑے پرورش پاتے ہیں۔

(۲) ایسی قسم کی فصل بوئی جائے جو کیڑوں کے حملہ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو اور کیڑوں کے نقصان پہونچانے پر بھی فصل پر کوئی اثر نہ پڑے۔

(۳) پرانی فصلوں کے پودوں کو کٹائی کے بعد کھیت میں کھڑا نہ رہنے دیں کیونکہ یہ پودے دوسری آنے والی فصل کے کیڑے پیدا کرتی ہیں۔

(۴) گھورے یا کھاد یا دوسرے گلتے سڑتے ساگ سبزی کے کھیتوں سے دور بنائے جائیں۔

(۵) کسی کھیت میں ایک ہی فصل نہ بوئیں۔ فصلوں کے ہیر پھیر سے کیڑوں کا حملہ اتنا زوردار نہیں ہوتا جتنا لگاتار ایک فصل بونے سے۔

(۶) کیڑوں کے پیدا ہو جانے پر شروع میں ہی اُنکی نگرانی کرکے اُنکو ہاتھ سے پکڑ کے یا کسی اور طریقے سے اُنکو برباد کر دینا چاہئے۔

(۷) گرمی میں کھیتوں کی جوتائی کر دینے سے کھیت کے کیڑے مکوڑوں کے انڈے بچے سورج کی تیز گرمی سے مر جائینگے اور اس سے کم خطرہ رہیگا۔

(۸) کھیت میں بیمار پودے نہ آنے پائیں اگر آئیں تو فوراً نکائی گڑائی سے نکال دیں۔

(۹) اچھے اور تندرست بیج ہوں جن پر کیڑوں کا حملہ نہ ہو۔

(۱۰) کھیت کی فصل اس طرح بوئی جائے جس میں کیڑوں کے پیدا ہونے پر بھی زیادہ نقصان نہ ہو۔

بیماریاں عموماً کیڑوں کے حملے سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کیڑے ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں اور پودوں کو نقصان پہونچانے کے لئے آ پہونچتے ہیں۔ ان کو کس طرح بچایا جائے۔ اس سوال کے جواب میں یہی کہنا زیادہ مناسب ہے کہ پودوں کو اچھا کرنے کے بجائے ان کیڑوں کا ہٹانا یا دور رکھنا ہی زیادہ بہتر ہے

ان کیڑوں کو روکنے کی سب سے اچھی دوا بورڈو مکسچر یا برگنڈی مکسچر ہے اس سے وہ کیڑے پودوں پر بیماری پھیلانے نہ آ سکیں گے۔

پودوں میں کچھ تو پرانی بیماریاں ہوتی ہیں۔ یہ پودے کس طرح اس بیماری سے بچائے جائیں؟ خیال رہے کہ کھیت میں ایسے بیج کی بیہن روپا جائے یا بیج بوئے جائیں جو ہر طرح بیماریوں سے پاک ہوں۔

بیماریوں اور کیڑوں سے بچنے کے لئے کچھ ضروری باتیں یاد رکھنی چاہئیں:-

(۱) جس بیج کا استعمال بونے کے لئے کیا جائے اُس کو کوپر سلفیٹ کے پانی میں آدھ گھنٹے ٹھیک ڈال دیا جائے (ایک گیلن یا ایک ٹین پانی میں پون چھٹانک سے زیادہ سلفیٹ نہ ہو)۔

(۲) کیڑوں یا بیماریوں سے جن پودوں کو نقصان پہونچ چکا ہو اُنھیں اُکھاڑ کر یا کاٹ کر جلا دینا چاہئے۔

(۳) کاپر اور سلفر کے پوڈر (سفوف) پتیوں پر چھڑکنے یا چھینٹنے سے بیماریوں اور کیڑوں کا اندیشہ کم رہتا ہے۔

(۴) بیہن کو دور دور بونا اچھا ہے۔

(۵) فصل کے پودے کے پاس چارہ وغیرہ نہ ہو جن میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔

(۶) فصل کی میڑ کو صاف رکھنا چاہئے۔

(۷) جوتائی گہری اور گھنی ہو۔

(۸) فصلوں کو ہیر پھیر کرکے بویا جایا کرے۔

(۹) بیج اچھے فارموں سے بونے کے لئے لیں۔

(۱۰) فصل اچھی کھیتی کے ذریعے پیدا کریں۔

بیماریوں کا خاص سبب کیڑے ہیں۔ ان کیڑوں کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ ان کو ہم تین درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ جڑ کے دشمن مثلاً چیونٹی اور دیمک۔

۲۔ تنے کے دشمن مثلاً اسٹیم بورر (تنوں میں سوراخ کرنے والا کیڑا)

۳۔ پتیوں، پنکھڑیوں کو برباد کرنے والے کیڑے مثلاً پتنگے، مکھیاں، تتلی وغیرہ۔

کیڑوں کی پیداوار کے بارے میں بھی کچھ واقفیت ہونی چاہئے کیونکہ ان کیڑوں کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ جب یہ کیڑے بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کو برباد کرنا آسان کام نہیں ہوتا اسلئے ان کیڑوں کو شروع میں ہی مار ڈالنا چاہئے۔

کیڑوں کی تین حالتیں ہوتی ہیں:- (۱) انڈے۔ (۲) بچپن۔ (۳) جوانی۔ نقصان کے لحاظ سے یہ دو درجوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں (۱) چوسنے والے۔ (۲) کاٹنے والے۔

(۱) چوسنے والے کیڑے کے جبڑے نہیں ہوتے۔ یہ اپنی چونچ ڈال کر اندر سے رس چوس لیتے ہیں۔ یہ کیڑے پتیوں، تنے اور پھلوں سے، اند

...کے حصے کو چوسا کرتے ہیں۔ ان میں مکڑی، مکرلے اور ترکاری کے کیڑے ...ہوتے ہیں۔

(۲) کاٹنے والے کیڑوں کے منہ میں جبڑے ہوتے ہیں جن سے یہ پتیاں ...جن پر یہ رہتے ہیں چبا ڈالتے ہیں۔ ان میں پتنگے وغیرہ ہیں۔

کچھ دوائیں

ہم اچھی جوتائی، گھاس پات کو دور کرکے اور فصلوں کے ہیر پھیر اور سینچائی کرکے کیڑوں کو مار سکتے ہیں۔ لیکن ان کے ہوتے ہوئے بھی ہم ان سے نہیں جیت پاتے۔ اسلئے ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم ان سے کس طرح بچ سکتے ہیں آجکل کئی قسم کی دوائیں ملتی ہیں۔ انکے استعمال سے ہمیں ضرور کیڑوں سے بچنے میں مدد ملے گی۔

کنٹیکٹ زہر سے ہم کیڑوں کا دم گھونٹ سکتے ہیں، پیٹ والے زہروں سے مار سکتے ہیں اور بھگا سکتے ہیں۔ کھانے کے زہروں کو پتیوں کے اوپر پھیلا کر کاٹنے والے کیڑوں کو مار سکتے ہیں لیکن چوسنے والے کیڑے کھانے والے زہروں سے نہیں مر سکتے۔ یہ زہر پانی میں گھول کر استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسے "اسپرے فلوڈ" کہتے ہیں۔

۱۔ (الف) کھانے والے زہر

(۱) پیرس گرین	ایک پونڈ
(۲) پانی	۵۰ گیلن

(ب) لیڈ ارسینیٹ یا لیڈ کروسیٹ

(۱) لیڈ ارسینیٹ یا لیڈ کرومیٹ	۱ پونڈ
(۲) پانی	۵۰ گیلن

ان میں اگر ۴ پونڈ چونا ملا دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ چونا ملاکر دوا کو پتیوں پر چھڑک دیا جائے۔

(ج) Poison Bait (پائزن بیٹ) کا بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ دو چمچہ گڑ اور دو بڑے چمچے وران ملاکر تیار کرکے کیڑوں پر چھوڑ دیں تاکہ پینے سے کیڑے اس پودے کے پاس نہ آ سکیں گے۔

۲۔ کینٹکٹ زہر (Contact Poison) یہ چوسنے والے کیڑوں کو مارتا ہے۔

(الف) مٹی کے تیل کا زہر:

(۱) صابن	½ پونڈ
(۲) مٹی کا تیل	۲ گیلن
(۳) پانی (گرم)	۱ گیلن
(۴) پانی	۲۰ گیلن

ان سب کو ملاکر دس بار ہلانے سے دوا تیار ہو جاتی ہے۔

(ب) کروڈ آئل مرکب تیار کرنا

۲۰ فیصدی نرم صابن۔ ۸۰ فیصدی تیل (مٹی کا)

یہ روغن (مرکب) بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ اسکو لیکر ایک اور ۴۰ کے تناسب سے پانی ملاکر استعمال کرنا چاہئے۔

۳۔ تمباکو کا محلول

یہ محلول تمباکو کو پیس کر بنایا جاتا ہے

آدھ سیر تمباکو کا سفوف ۲ گیلن پانی

مندرجہ بالا محلول ملاکر کپڑے سے چھان کر پھر دو گیلن پانی ملا دیں۔ اس کو پودوں پر چھڑکنے کے بجائے کیڑوں پر چھوڑا جائے تو کیڑے فوراً مر جاتے ہیں۔

۴۔ صابن کا محلول

صابن	ایک پونڈ
پانی	ایک گیلن

اس میں گرم پانی استعمال کرنا اچھا ہوتا ہے۔

۵۔ معمولی فنائل یا مٹی کا تیل ملے ہوئے پانی کو پودوں پر ڈالنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے جھینگر، لال مکڑی اور دیمک مر جاتے ہیں یا بھاگ جاتے ہیں۔

۶۔ چونے کی گرد۔ چونے سے بھی گھونگھی کیڑے مر سکتے ہیں۔ گوبر ورا بھی اس سے مندرجہ ذیل طریقے سے مر سکتے ہیں۔

چونا	½ پونڈ	تمباکو کا سفوف	۴ پونڈ
لکڑی کی راکھ	½ "	پیرس گرین	۱ "

اکو ملاکر سفید چونا بناکر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ سلفر کے خشک سفوف مکڑیوں اور کیڑوں کو مارنے میں اچھے ثابت ہوئے ہیں۔

دواؤں کو یکایک پہلے ہی نہ چھوڑ دیں پہلے انکا تجربہ ایک ایک دو دو پودوں پر کرلیں۔ مندرجہ ذیل کچھ دوائیں یاد رکھنی چاہئیں۔

(۱) ہاتھ کی چھڑی ضرور ساتھ رکھنی چاہئے اس سے کیڑوں کو بھگایا جا سکتا ہے۔

(۲) کٹی ہوئی شاخوں کو اکھاڑ دیں اور جلا دیں۔

(۳) پتے کھانے والے کیڑے مکوڑے کے جائے اور انڈے بچوں کو پورا کر دینا چاہئے۔

(۴) ہاتھ والے جالوں کا استعمال کرنے سے اڑنے والے کیڑے مکوڑوں کو پھنسایا جا سکتا ہے۔

(۵) ریکوں اور دیگر ضرر رساں کیڑوں کو (جو زمین میں چھپے ہیں) پانی کا بہاؤ کو دینا چاہئے۔

(۶) رات میں روشنی والی لالٹین یا آگ کے استعمال سے رات کو اڑنے والے کیڑے مکوڑے برباد کئے جا سکتے ہیں۔ جہاں روشنی ہو وہیں پانی بھرا ہو تاکہ کیڑے اسمیں گر کر مر جائیں۔

(۷) رسی باندھ کر کھیت کے کیڑوں کو بھگایا جا سکتا ہے۔

دنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مشر)

دنیا کے تین بڑے آدمیوں کی کانفرنس یالٹا (صوبہ کرائمیا) میں ہوگئی پہلے لوگوں کا خیال تھا کہ ان کے باہمی اختلافات دور نہ ہوں گے لیکن وہاں تمام باتیں اتفاق رائے سے طے ہوگئیں جرمنی کو بھی ان کے باہمی اختلاف سے بہت سی امیدیں تھیں لیکن وہ بھی غلط ثابت ہوئیں۔ امریکہ، روس اور برطانیہ اس سے صلح کرنے کو تیار نہیں ہیں وہ مکمل فتح کے بعد سارے جرمنی پر کئی سال کے لئے فرانس اور اپنا قبضہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے بعد جب انھیں اطمینان ہو جائے گا کہ اب جرمنی پھر کوئی شرارت نہ کرے گا تو وہ کسی شکل میں اسے آزاد کر دیں گے برطانیہ اور امریکہ کی تسلیم شدہ پولینڈ کی ایک حکومت لندن میں تھی اور دوسری وارسا میں روس کی بنائی ہوئی حکومت تھی۔ لندن کی پولش گورنمنٹ نے مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کے سمجھانے پر بھی روس والی پولش حکومت سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔ اب یالٹا کانفرنس میں جو فیصلہ ہوا وہ بھی زیادہ تر روسی پولش حکومت کے موافق ہے۔ لندن میں مقیم پولش گورنمنٹ بہت ناراض ہے لیکن اب اس کی آواز بالکل بے اثر ہے۔ یوگوسلاویہ میں جنرل ٹیٹو جنگ کر رہے ہیں اور وزیر اعظم شباسک سے ملکر انھوں نے ملک کے لئے ایسا آئین حکومت مرتب کیا تھا جو زیادہ تر روس کے حق میں تھا کیونکہ روس انھیں آزاد ہونے میں کافی

آٹے کے بورے اتارتے ہوئے دیکھ کر پیرس کے باشندے خوش ہو رہے ہیں۔

غور ہوگا - ادھر فرانس اپنی نوآبادیات کو پھر سے حاصل کرنے کی فکر میں ہے - وہاں کے موجودہ صدر جنرل ڈیگال یالٹا کانفرنس میں جانا چاہتے تھے لیکن بلائے نہیں گئے - اس بات پر خفا ہوکر انھوں نے پریسیڈنٹ روزویلٹ سے ملنے سے انکار کر دیا ہے اور برطانیہ سے بھی کچھ ناراض سے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سین فرانسیسکو کانفرنس کے پہلے ہی یہ کشیدگی دور ہوچکیگی ممکن ہے اب بھی نہ ہو -

جرمنی سے مغرب میں امریکہ اور برطانیہ میں جنگ ہو رہی ہے جس میں اس کی سیگفریڈ لائن کو توڑنے کی کوششیں ہو رہی ہیں ادھر مشرق میں روس دوروں کے ساتھ جرمنی پر حملے کر رہا ہے اس کے دو جنرل جرمنی کے پایہ تخت برلن کی طرف بڑھ رہے ہیں - امید ہے کہ ۲۰ اپریل کے پہلے جرمنی کو شکست ہو جائیگی - لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا تو اگست ۱۹۴۵ء کے پہلے اسکا ہو جانا یقینی سمجھا جاتا ہے -

جاپان بھی تینوں محاذوں پر ہار رہا ہے امریکہ نے فلپائنس کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر ہی لیا ہے اور جاپان کے جنوبی جزیرہ ایو وجیما پر فوج اتار دی ہے - یہ تار ۲۰ فروری ۱۹۴۵ء کا ہے، وہاں بہت سخت جنگ ہو رہی ہے چین میں جاپان حملہ کرنے کے بجائے اب مدافعانہ جنگ کر رہا ہے اور برما میں بھی اسپر زوردار حملے ہو رہے ہیں - یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جاپان کا ستارہ روبہ زوال ہے - ہندوستانی سیاسی مسئلہ حل کرنے کی کوششیں جاری ہیں - خیال ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد ہندوستان کا مسئلہ طے ہوگا - لنکا میں بھی جدید آئین مرتب ہو رہا ہے جس میں ہندوستانیوں کے حق رائے دہندگی کا مسئلہ کئی سال سے درپیش ہے -

ادھر یورپ میں اٹلی میں لڑائی ابھی تک جاری ہے اور یونان میں صلح ہوچکی ہے جرمنی کے ہارنے کے بعد جاپان کی جنگ بھی

برطانیہ میں لڑکیاں اڑنے والے بموں سے لڑ رہی ہیں

ہی چھ ماہ میں ختم ہو جائے گی - اب چین کا مستقبل بھی روشن نظر آتا ہے بشرطیکہ وہاں کے باہمی تنازعات کا تصفیہ ہو جائے -

جنگ کے بعد ہندوستان میں غلہ پیدا کرنیکی تحریک

ہندوستان میں زیادہ غلہ پیدا کرنیکی تحریک جنگ کے بعد بھی جاری رہیگی یا نہیں - ہوشیار نگراں کی رائے ہے کہ اگر یہ تحریک ابھی اپنی ابتدائی حالت میں ہے تاہم اسکے بیشتر جنگ کے بعد ایک شاندار مستقبل ہے کیونکہ بسکٹوں، مکھن، مربہ، چٹنی وغیرہ تیار کیجانے والی انواع و اقسام کی اشیاء کی مانگ جنگ کے بعد بڑھے گی آیا انکی صنعتیں ممالک غیر کا مقابلہ کر سکیں گی یا نہیں یہ بہت کچھ زمانہ جنگ میں ملی ہوئی آسانیوں کا انکے محرکین کے ذریعہ کافی استعمال کئے جانے پر ہی منحصر ہے اچھا غلہ پیدا کرنیکا نصب العین غلہ کی اچھائی ہی ہے اور سرکاری ضروریات پوری کرنیکے لئے لائق و بااعتماد تعلیم یافتہ محکمہ نگراں کی دیکھ ریکھ اور نگرانی میں پہلی بار غلہ پیدا کرنیکے لئے اعلیٰ ترین معیار قائم کئے جا رہے ہیں لیکن انجام کار ان محرکین پر ہی منحصر ہے کہ یہ ابھی ملی ہوئی تعلیم سے زمانہ امن میں بھی فائدہ اٹھاتے رہیں گے یا چند برس قبل کی تنزل پذیری کی طرف مائل ہو جائیں گے -

نگران ڈائرکٹوریٹ کام کی انجام دہی، خوشحالی، نگرانی اور روک تھام سے تعلق رکھتی ہے اسمیں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ رکھے گئے ہیں -

دیہات کے لئے سڑکیں

ابھی حال میں نقل وحمل کی مشاورتی کونسل میں حضور وائسرائے نے جو تقریر کی اسکا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"نقل وحمل ہی تہذیب ہے۔"

بہت زمانہ ہوا۔ ایک کہانی میں کپلنگ نے ایسی آئیوالی دُنیا کا ذکر کیا تھا جو جنگ اور سیاست سے بری ہوگی اور جس میں انسانی معاملات ایک ایسے بین الاقوامی بورڈ کے ذریعے طے کئے جائیں گے جس کا نعرہ مندرجہ بالا الفاظ ہونگے کسی طرح یہ الفاظ اسی وقت سے میرے دماغ میں محفوظ رہے ہیں اور مجھے امن اور جنگ کا جتنا زیادہ تجربہ ہوا ہے اُتنا ہی زیادہ مجھے اُسکی صداقت کا احساس ہوا ہے۔ کچھ دنوں تک فوجی ہائی کمان میں رہنے کے بعد میری خواہش ہوئی کہ برابر کا ایک نعرہ بنانے کی ہوئی اور وہ ہے "جنگی نقل و حمل کے انتظامات" اس میں شبہ نہیں کہ فوجی کارروائی کا اسی پر انحصار ہے۔ ہندوستان کی شمالی مشرقی سرحد اور شمالی برما کی لڑائیوں نے اس نعرہ کو بہترین نعرہ ثابت کر دیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ زمانہ امن میں وسائل نقل وحمل میں ترقی ہو جانے سے ہمیشہ سماجی ترقی ہوئی ہے۔ اسی یقین کی بنا پر میں نے ایک سال قبل وائسرائے کی حیثیت سے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان کے دیہات میں اُس وقت تک کوئی بڑا صحت یا تعلیم کے سلسلے میں سُدھار کیا جاسکتا ہے جب تک ان میں ہر وقت آسانی سے اور جلدی پہنچا نہیں جاسکیگا"

یہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی ضلع میں آنے جانے کے ذرائع کا پتہ نہ لگا لیا جائے تب تک کوئی یہ طے نہیں کرسکتا کہ اُس ضلع کے لئے کتنے اسکولوں، ہسپتالوں اور دوا خانوں کی ضرورت ہے۔ اس طرح سماجی ترقی کی اُن تمام اسکیموں کا، جنکی ہندوستان کو سخت ضرورت ہے اور جن کے بارے میں عام طور پر اتنا خیال آرائی ہو رہی ہے، پہلا قدم ذرائع نقل وحمل کو ترقی دینا ہی ہوگا اور وہ بھی نہ صرف خاص خاص سڑکوں کو بلکہ ضلعوں اور دیہات کی چھوٹی چھوٹی سڑکوں کو بھی بھر آبپاشی یا پانی کی بجلی جیسی کسی بھی بڑی زراعتی یا اقتصادی اسکیم میں سڑکوں کی تعمیر یقینی طور پر پہلی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلئے میں اس کونسل کو ہندوستان کی سماجی اور اقتصادی ترقی کی اسکیم کی کامل بنیاد مانتا ہوں۔ سب کچھ دیکھتے ہوئے ہندوستان کی قدرتی بناوٹ اور آب وہوا کے حالات نقل و حمل کی سڑکوں کو ترقی دینے کے موافق ہیں لیکن ملک کے رقبہ اور فاصلوں کی وجہ سے یہ مسئلہ اگر بہت پیچیدہ نہیں تو بڑا ضرور ہوگیا ہے۔ سڑکوں کی ترقی کی اسکیم میں جس نئی بات کا ہمیں خیال کرنا ہے وہ ہے موٹر گاڑی۔ اگرچہ دوسرے ملکوں میں موٹر کے ذریعے نقل وحمل کا بہت پہلے سے رواج ہوگیا ہے پھر بھی ہندوستان میں موجودہ جنگ شروع ہونے تک ملک کے نظم ونسق میں اسکا بہت تھوڑا حصہ تھا۔ ہندوستان کے پاس اپنی موٹر سازی کی صنعت نہیں ہے اور ریل کی وجہ سے اُن لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوجاتی ہیں جو بہت جلد اور تیز سفر کرنا چاہتے ہیں۔ دیہات میں آمد ورفت کا خاص ذریعہ بیل گاڑی ہی ہے اور وہ وہاں کی زندگی اور ماحول کے مطابق ہی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ جنگ کے بعد موٹر کا بہت زیادہ استعمال ہوگا۔ فوجی تنظیموں سے عموماً فوراً ہی بہت سی موٹریں اور ڈرائیور مل سکیں گے اگر ہندوستانی زراعت اور تجارت کو ملنے والے مواقع سے پورا فائدہ اُٹھانا ہے تو ہمیں مشینی ذرائع نقل وحمل کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

ابھی تک میں صرف سڑکوں کا ذکر کرتا رہا ہوں لیکن آپ کو ریلوں کے اوپر بھی غور کرنا چاہیئے اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ہوائی نقل وحمل کا ریلوں اور سڑکوں کے مسئلہ سے تعلق ہے آپ کو اس پر بھی

غور کرنا چاہیئے۔ ریلوں اور سڑکوں کے باہمی تعلقات آپ کا خاص مسئلہ ہونگے میں اس مسئلہ کے دلائل کی تشریح نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ نہایت ضروری ہے کہ دونوں کو ایک سلسلے میں منظم کرنے کے اس سوال پر یہ کونسل کسی یقینی نتیجہ پر پہنچ جائے۔ جنگ عظیم کے بعد سڑکوں کے نقل و حمل کی غیر کنٹرول شدہ توسیع کی وجہ سے برطانیہ میں جو مشکلات او مباحث پیدا ہوئے اُن سے ہمیں ہر طرح بچنا چاہیئے۔ ریلوں اور سڑکوں کے باہمی تعلقات کی کیا صورت ہونی چاہیئے یہ سوال آپ کے لئے قابل غور ہے۔ ان میں تین طبقوں کے مفاد مضمر ہیں اور انھیں باہم مشترک کرنا ہوگا۔ ایک تو عوام کا فائدہ ہے جنھیں سفر اور مال کے نقل و حمل کے لئے مناسب شرح پر سہولت بخش سواری کی ضرورت ہے۔ دوسرے ریلوں کا فائدہ ہے سڑکوں کے ذریعہ نقل و حمل سے مقابلہ کرنے میں اُنکا پلہ بھاری رہتا ہے۔ اسکے سبب آپ کو معلوم ہیں۔ اُنھیں بہت زیادہ نقصان ہوسکتا ہے جس کا اثر اخیر میں قومی آمدنی پر پڑیگا تیسرے اُن بہادر لوگوں کے مفاد ہیں جو سڑک کے نقل و حمل کا انتظام کرنے کا بار اُٹھاتے ہیں۔ سرکاری کنٹرول کسی حد تک ہو اور ان تینوں مفاد کو کس طرح مشترک کیا جائے یہ سوال آپ کے لئے قابل غور ہیں۔

زمانۂ جنگ کی ضروریات کے باعث سڑک کی تعمیر دل میں بہت سی جدید ترقی ہوئی ہے۔ مرکزی اور صوبہ جاتی حکومتوں کو یہ غور کرنا ہوگا کہ کام کرنے کے فوجی طریقے کہاں تک استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔ ممکن ہے یہ مناسب معلوم ہو کہ فوجی کاموں کے لئے قائم ہوئیوالی کچھ کمپنیوں کو لے لیا جائے اور سڑک کی اصلاح کے کام کے لئے اُن سے کسی غیر سرکاری تنظیم سے کام لیا جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سڑکوں کی تعمیر کے بارے میں آسٹریلیا میں جن طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے وہ بہت مفید ثابت ہوسکتے ہیں کیونکہ آسٹریلیا کو ہندوستان ہی کے جیسے وسیع رقبہ میں یہاں کے جیسے پیمانے پر ہی سڑکوں کی تعمیر کا بہت تجربہ ہے۔

آپ کو اس امر پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ سڑکوں کی تعمیر کے بعد اُنکی مرمت اور اُن پر ہونیوالے نقل و حمل پر کس طرح کنٹرول رکھا جائے ظاہر ہے کہ اس میں بین الصوبجاتی انتظام کرنا ہوگا اور غالباً مرکزی حکومت کو یکساں پالیسی اختیار کرنی ہوگی۔

ہندوستان میں سڑکوں کے نقل و حمل کا انتظام چند مستثنات کو چھوڑکر ابھی تک ابتدائی حالت میں ہے خاص سڑکوں پر چلنے والی لاریاں شاید ہی کبھی صاف، محفوظ آرام دہ اور وقت پر چلنے والی دکھائی دیتی ہیں لیکن کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایسی نہ ہوں۔ یہ صوبوں ہی کا کام ہے کہ وہ زوردار صوبائی استحکام بنائیں۔ لاریوں کی آمد و رفت کا انتظام معتبر اور جدید اداروں کے ہاتھ میں دیں اور عوام کی معقول خدمت کا مناسب انتظام کریں۔

آخری سوال، جو اکثر سب سے مشکل ہوتا ہے، اس اقتصادی انتظام کے سلسلے میں ہے جس کے ذریعہ سڑک کی تعمیر کے عظیم الشان پروگرام کو پورا کیا جائیگا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سڑکوں کی لاگت کا کتنا خرچ مرکز کو اور کتنا صوبوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ بعض ممالک میں یہ اصول تسلیم کیا گیا ہے کہ سڑکوں کا استعمال کرنیوالوں کو انکی تعمیر اور مرمت کے خرچ کا بار سڑکوں پر چلنے والی سواری گاڑیوں اور مال بردار گاڑیوں پر لگائے جانے والے محصول کی شکل میں برداشت کرنا چاہیئے۔ میرے خیال میں یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جس میں سڑکوں کے اتنے بڑے انتظام کی ضرورت ہے اس اصول پر عمل کرنے سے سڑکوں کی تعمیر اور مرمت کے لئے اطمینان بخش بنیادیں نہ حاصل ہوسکیں اس صورت میں اقتصادی ذرائع کو مدنظر رکھتے ہوئے مسئلہ پر پھر غور کرنے کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ سب سے اہم چیز حتی الامکان جلد ہی کچھ نہ کچھ کارروائی شروع کرنا ہے کیونکہ مجھے تو نقل و حمل کا مسئلہ ہی ہندوستان کی سماجی اور اقتصادی ترقی کا جس کے لئے ہم سب مشتاق ہیں بنیاد معلوم ہوتی ہے۔

چین کی مثال

چین میں قدیم طریقوں سے کھیتی ہوتی ہے لیکن وہاں کی پیداوار ہندوستان کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ اسکا جواب ڈاکٹر بی۔ پی۔ پال کے مضمون میں دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر پال حال ہی میں ہندوستانی زرعی مشن کے ممبر کی حیثیت سے چین گئے تھے۔

چین میں چاول کی فی ایکڑ پیداوار ۲۰۰۰، ۱ پونڈ ہے جب کہ ہندوستان میں وہ صرف ۸۳۴ پونڈ ہے۔ اس طرح چین میں دوسرے غلوں کی پیداوار کے اعداد بھی زیادہ ہیں۔ ڈاکٹر پال کا بیان ہے کہ چین میں پیداوار کی زیادتی کے کئی سبب ہیں کچھ رقبوں میں چین کی زمین مقابلتاً زیادہ زرخیز ہے۔ دیگر رقبوں میں کھاد، پانی وغیرہ زیادہ ملتا ہے اور وہاں گھاس پات چھانٹنے پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ کہیں کہیں چین میں فصل پکنے کے لئے زیادہ لمبا موسم بھی ہوتا ہے لیکن چین میں ہندوستان کھیتی کے سائنٹفک طریقوں کی ویسی ہی کمی ہے جیسی کہ ہندوستان میں۔

چین میں کھیتی کے لئے زمین کے ہر ایک قطع کا استعمال ہوتا ہے اکثر پہاڑیوں کی ڈھالو زمین پر بھی کھیت بنائے جاتے ہیں اور دھان کے کھیتوں کی مینڈوں پر سویابین بو دیا جاتا ہے۔ دیگر قابل ذکر بات یہ ہے کہ چین میں ایک ہی کھیت میں کئی فصلوں کی قطاریں ایک کے بعد ایک بوئی جاتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بوائی اور کٹائی کے مزدور جٹے رہتے ہیں اور کھیت کبھی خالی نہیں رہ پاتا۔

اپنے مرغوب کھانوں کو
قوّت بخش بھی بنایئے!
DALDA VANASPATI
DALDA
K BOOK
Price Re 1/-
کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اکثر پسندیدہ کھانے دراصل بہت کم مفید ہوتے ہیں۔ بیشک انسے پیٹ تو ضرور بھر جاتا ہے مگر قوت حاصل نہیں ہوتی۔ اسطرح روزانہ ہماری قوت صرف زیادہ ہوتی ہے اور پیدا بہت کم۔ تندرستی ہزار نعمت ہے کسقدر انوکھا خیال ہے۔ ہماری قابلیت خوشحالی اور تندرستی سب کا دار و مدار قوت پر ہے اور اگر ہماری خوراک حسب ضرورت قوت پیدا نہ کرے تو ایک نہ ایک دن اسکا خمیازہ بھگتنا لازمی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ تمام قسم کے کھانے کچھ نہ کچھ قوت ضرور پیدا کرتے ہیں لیکن کچھ کھانے جنھیں ہم اکثر و بیشتر کھاتے ہیں بہت کم قوت پیدا کرتے ہیں۔ اس قسم کے کھانوں میں اگر آپ ایسی غذا بھی شامل کرلیں جو بہت زیادہ تقویت بخش ہو تو ساری کمی پوری ہو جاتی ہے اپنے کھانوں کو اگر آپ ڈالڈا سے پکائیں تو یہ بے حد مفید ثابت ہوگا کیونکہ وٹامن آمیز ڈالڈا میں قدرت کے بہترین قوت بخش اجزا شامل ہیں۔ صحت کی حفاظت اور بہتری کے لئے مناسب ہے کہ تمام کھانے ڈالڈا سے پکائے جائیں۔
تمام مستورات کو جاننا چاہئے کہ کون کون سی اشیاء زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (بزبان انگریزی) میں مختلف داستانے خوردنی کے جزو خوراک و دیگر مفید معلومات اور کھانے پکانے کے ڈیڑھ سو سے زائد طریقے درج ہیں۔ چار آنے کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے۔
Dept C314 P O Box
No 353, Bombay
والد کہتے ہیں کہ مجھ میں ہر کام کے لئے بیحد قوت ہے!
وٹامن آمیز
ڈالڈا
قوت کے لئے
HVM. 34-23-40 UM
THE HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING CO. LTD.

Regd. No. A—294.

Printed and publis..ed by K. Mittra, at The Indian Press Ltd., Allah..bad.

سال سات] مئی سنہ ۱۹۴۵ء [نمبر پانچ

حکومت یو۔پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔پی

لکھنؤ

پبلشر

گاؤں سدھار افسر یو۔پی

لکھنؤ

سالانہ قیمت عہ

ایک پرچہ......۸ر

ہل

جلد ۷-نمبر ۵ — با تصویر ماہوار رسالہ — مئی سنہ ۱۹۳۵ع

فہرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر　　　ماہوار　　　رسالہ

جلد ۷	مئی ۱۹۴۵ء	نمبر ۵

غزل

(از جناب بہزاد لکھنوی ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ)

اب اُن کی طرف سے پیام آ رہا ہے　　　مرا جذب دل میرے کام آ رہا ہے

ضیائیں مچلنے لگیں میکدے میں　　　یہ خورشید ہے یا کہ جام آ رہا ہے

جہاں ہوش پر بجلیاں ٹوٹتی ہیں　　　خبردار اب وہ مقام آ رہا ہے

محبت بھی تعظیم کو اٹھ رہی ہے　　　میرے لب پہ ان کا جو نام آ رہا ہے

جفائیں نہ چھوٹیں جفا کرنے والے　　　وفا پر میری اتہام آ رہا ہے

یہ منزل سے کہہ دو کہ دوری بڑھا لے　　　کوئی راہ میں بے قیام آ رہا ہے

ابھی سے ہے دل میرے سینے میں لرزاں
کہ بہزاد پھر وقت شام آ رہا ہے

گرام سدھار محکمہ کی ضرورت کیا ہے؟

از جناب حاجی سید حسن مثنیٰ اسسٹنٹ رورل ڈویلپمنٹ آفیسر

اکثر لوگ محکمہ گرام سدھار کی فائدہ مندی پر شبہ کرتے ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ آخر محکمہ کی ضرورت کیا ہے اس آرٹیکل کے مصنف گرام سدھار کے متعلق نمایاں واقفیت رکھتے ہیں۔ اس مضمون میں انہوں نے گرام سدھار محکمہ کی ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے اس سے عوام مستفید ہونگے۔

یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے اور جاہلوں کا ذکر کیا ہے پڑھے لکھے بھی ایسے سوال کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ پڑھے لکھے اپنے سوال کی تائید میں دوسرے محکموں کی موجودگی میں اس محکمہ کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور جاہلوں کا یہ خیال ہے کہ سرکار بغیر کسی فائدہ کے کوئی کام نہیں کرتی اس محکمہ سے اگر اس وقت نہیں تو آئندہ کسی موقع پر کسی بڑے فائدہ کی صورت پیدا ہونے والی ہے جب ہی سرکار اس محکمہ پر لاکھوں روپے صرف کر رہی ہے بعض وقت جاہلوں کو سمجھا دینا آسان ہوتا ہے ان سے یہ کہدینا کہ سرکار نے رعایا کی بہبودی کے لئے جہاں اور محکمے کھولے ہیں مثلاً پولیس۔ زراعت تعلیم۔ حفظان صحت۔ صنعت و حرفت وغیرہ وغیرہ جس سے سرکار کو کوئی منافع نہیں ملتا اسی طرح اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے محکمہ گرام سدھار بھی کھولا گیا ہے جس سے انکے تن من دھن میں ترقی ہو اور وہ خوشحال ہو جائیں اور اطمینان کی زندگی انسان کی طرح بسر کریں۔

اوپر لکھے ہوئے محکموں کی بعض شاخوں سے اگر کچھ آمدنی ہوتی بھی ہے تو وہ محض دال میں نمک کے برابر ہے۔ یعنی سرکاری اخراجات سے اس آمدنی کا تناسب بہت کم ہوتا ہے۔ اسی طرح محکمۂ گرام سدھار سے سرکار کو کوئی آمدنی نہ ہوتی ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے جاہلوں کے لئے تو بس اس قدر کافی ہے مگر تعلیم یافتہ صرف اتنے جواب پر مطمئن نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ محکمۂ گرام سدھار کا کام وہی ہے جو اس سے پہلے کے قائم شدہ محکمے کوآپریٹو۔ زراعت۔ حفظان صحت۔ صنعت و حرفت۔ تعلیم وغیرہ وغیرہ اپنی اپنی جگہ پر سب کرتے ہیں پھر اس جدید محکمہ کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے۔ اس کا جواب بھی انکو بڑی آسانی سے مل سکتا ہے اگر معترض صاحب ذرا زحمت کرکے کسی ایسے گاؤں میں چلے جائیں جس کو انھوں نے گرام سدھار میں لئے جانے سے پہلے دیکھا ہو۔ اور جہاں دوسرے محکمے کام کرتے رہے ہوں۔

گرام سدھار محکمہ کی مثال ایک عطر مجموعہ کی ہے عطر کیوڑے سے کوئی اور خوشبو نہیں آ سکتی۔ عطر چنبیلی صرف آپکو چنبیلی کی خوشبو دے سکتا ہے مگر عطر مجموعہ سے آپ کو ایسی خوشبو ملے گی کہ کبھی گلاب کی خوشبو غالب ہوگی تو کبھی چنبیلی کی اور کبھی کیوڑے کی وغیرہ وغیرہ یعنی ایک عطر سے آپ کو سب طرح کے عطریات کی خوشبو مل سکتی ہے بشرطیکہ آپ کی قوت شامہ ٹھیک کام دیتی ہو۔

کوآپریٹو محکمہ کے علاوہ کوئی دوسرا محکمہ سوائے اپنے محکمے کے نہ کسی دوسرے محکمے کی غرض و غائت سے واقف ہوتا ہے نہ اس کے متعلق کبھی ذکر گاؤں والوں

سے کرتا ہے مثلاً حفظان صحت کا اگر کوئی افسر یا اہل کار کسی گاؤں میں جائے گا تو صرف اس کو گاؤں کی صفائی اور وبائی امراض کے روک تھام کا خیال رہے گا اور جو کچھ وہ کرے گا انھیں باتوں کے متعلق کرے گا۔ زراعت کے محکمہ کے اہل کار کو اس سے غرض نہیں ہے کہ لوگ وہاں مرتے ہیں یا بیمار رہیں۔ آب و ہوا اچھی ہے یا خراب۔ وہ صرف اپنے ترقی دادہ بیج جدید آلات و ذریعہ آبپاشی۔ مختلف قسم کے کھاد کا ذکر کرکے اور دو چار آدمیوں کو وقتی طور پر اپنا ہم خیال بنا کر چلا آوے گا اسی طرح اور محکموں پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کوآپریٹیو کا محکمہ البتہ اپنے اہل کاروں کو ٹریننگ دیتے وقت ہر ایسے محکمے کی جس کی دیہاتوں میں ضرورت ہوتی ہے تعلیم دیتا اور سکھاتا ہے یعنی ان کو ہر فن مولا بنانا چاہتے ہیں مگر جب وہ لوگ تعلیم حاصل کرکے کسی ضلع کے حلقہ یا موضع میں کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں تو وہ سوائے کوآپریٹیو اصول کے سب کچھ بھول چکے ہوتے ہیں اور وہ صرف اپنی ہی محکمہ کے اصول پر زور دیتے ہیں کیونکہ وہ اسی کے نتیجہ پر اپنی آئندہ بہبودی کا دار و مدار سمجھتے ہیں ذرا اور واضح کر دوں اگر اس حلقہ میں زیادہ تعداد میں قرضہ کی سوسائٹیز ہیں تو وہ زیادہ تر قرضہ کی وصولی اور بقایا صاف ہونے پر دھیان دیتے ہیں اور یہی انکی کارگذاری کے لئے کافی سمجھا جائے گا یا اگر وہ مارکیٹنگ سوسائیٹیز کا سپروائزر ہے تو وہاں کتنا مال آیا کتنا فروخت ہوا کتنا سوسائیٹیز کو منافع ہوا اسی میں غلطاں پیچاں رہے گا۔ نہ گاؤں کی صحت سے کوئی واسطہ نہ صفائی سے کوئی تعلق نہ انکو دیگر ضروریات کا احساس یعنی جو کچھ اس نے دوسرے محکموں کے متعلق تعلیم پائی تھی اور جس میں امتحان دیکر پاس بھی ہوا تھا وہ سب امتحان کی کاپی میں محفوظ رہ جاتے ہیں صرف گرام سدھار ایسا محکمہ ہے جو گاؤں اور گاؤں والوں کی ہر ایک ضروریات سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ انکی ہر قسم کی ترقی و بہبودی و سدھار کے برابر کوشاں رہتا ہے۔ ان کو ہر شاخ میں برابر کام کرنے کا موقع ملتا ہے اور میرے خیال میں گاؤں والوں کو اسی میں آسانی ہے کہ ایک ہی شخص سے سب قسم کی باتیں سمجھیں پوچھیں اور اس پر عمل کریں۔

محکمہ گرام سدھار کا کوئی اہل کار کسی ایک شاخ کو لیکر اور دوسری ضروریات کو پس انداز کرکے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا ہے۔ وہ سدھار ہی نہیں ہے جس میں ہر قسم کا سدھار نہ ہو۔ گاؤں کے آب نوشی کے کنوئیں۔ گاؤں کی سڑک و پلیا۔ گاؤں کی گلیوں اور نالیوں کی پختگی اور درستی۔ پیشاب خانہ غسل خانہ و روشنی۔ مکان میں روشندان وغیرہ کا بنوانا اور درست کرانا اگر ان کا ایک کام ہے تو دوسری طرف زراعت میں ترقی۔ ترکاریوں کی کاشت۔ افتادہ زمین کا مفید استعمال۔ درختوں کا نصب کرانا دوسرا کام ہے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں ہے انکی ورزش جسمانی۔ بچوں اور بڑوں کی تعلیم گاؤں کی صحت اور تندرستی۔ فوجی سپاہیوں کے خاندانوں کی دیکھ بھال بھی انکے فرائض میں ہے۔ گاؤں کی حفاظت۔ ریلوے لائن اور سڑکوں کی نگہبانی کے لئے گاؤں والوں کو تیار کرنا انھیں کا کام ہے۔

پس اگر یہ محکمہ نہ ہوتا تو یہ سب کام کیسے ہو سکتے تھے۔ بعض لوگوں کا اب بھی یہ خیال ہوگا کہ یہ سب کاغذی فہرست کاموں کی دکھا دی گئی ہے مگر اس جواب میں میں صرف اتنا ہی کہوں گا اور دعوے سے کہوں گا کہ جس کو اعتراض ہے وہ گاؤں سدھار کے چند گاؤں میں چلا جائے اور نظر انصاف سے دیکھے کہ انکی اب کیا حالت ہے۔ اسکے اعتراضات خود بخود حل ہو جائینگے

زراعت کا صنعتی پیمانے پر لانا

از جناب کرتار سنگھ بی۔ ایس سی (ایگریکلچر) ایم۔ ڈی۔ ٹی
اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف ایگریکلچر پنجاب

ہندوستان بنیادی طور پر ایک زراعتی ملک سمجھا جاتا ہے اس لئے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں کی خریداری کی طاقت بڑھانے کے لئے زراعت کی ترقی ضروری ہے۔ اس مضمون میں زراعت کو صنعتی پیمانہ پر لانے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ امید ہے اس سے گاؤں کی پبلک فائدہ اٹھائیگی۔

ہندوستان میں اکثر یہ مسئلہ بحث طلب رہا ہے کہ ہندوستان کے لئے آیا صنعت زیادہ اہمیت رکھتی ہے یا زراعت۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستان بنیادی طور پر ایک زراعتی ملک ہے کیونکہ ہندوستان کی ۷۶ فیصدی آبادی کا گذر اوقات براہ راست یا دیگر طریقوں پر زراعت سے ہی ہوتا ہے ایسے لوگوں کے نقطۂ نظر کے مطابق ہندوستانیوں کی اہمیت خریداری بڑھانے کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ ملک کی زراعتی ترقی کی جائے۔ اسکے برخلاف رائے رکھنے والوں کے خیال کے مطابق جسمانی محنت اور سرمایہ لگانے کے اعتبار سے زراعت کے مقابلہ میں صنعت زیادہ منافع بخش ہے۔ اپنی موافقت میں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ برطانیہ۔ جرمنی اور ممالک متحدہ امریکہ میں جہاں کی صنعتیں بہت زیادہ بڑھی چڑھی ہیں عوام کا معیار زندگی چین اور ہندوستان کے مقابلہ میں جو کہ خصوصاً زرعتی ملک ہیں لیکن صنعتی ترقی کے اعتبار سے بہت ہی پچھڑے ہوئے ہیں بہت زیادہ بلند ہے علاوہ بریں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی ملک میں صنعتی ترقی کے معنی وہاں اچھی فوجی قوت کا ہونا بھی ہے لہذا صنعتی ممالک میں موجودہ زمانہ کے جدید طریقوں سے جنگ کرنے کی (جارحانہ اور مدافعتی دونوں ہی اعتبار سے) زیادہ اہلیت ہوتی ہے۔

زراعت کو صنعتی پیمانہ پر لانا

بہرحال یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں مخالف نقطۂ نظر صحیح نہیں ہیں اور ہندوستان کے لئے بہترین راستہ یہ ہوگا کہ ملک کی زراعت اور صنعت کو برابر یکساں ترقی دیجائے اور ان کا توازن قائم رکھا جائے۔ ایسا کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک کے باہر خام مال بھیجنے اور مشین کا بنا ہوا مال غیر ممالک سے منگانے میں جو اقتصادی نقصان ہوتا ہے وہ بالکل ختم ہو جائیگا اس مضمون کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ دیہات میں صنعت اور زراعت کو ایک ساتھ کس طرح یہ ترقی دی گئی ہے۔

پرانا کالمب

دس سال پیشتر ضلع شولاپور (صوبہ بمبئی) کے اندا پور تعلقہ میں کالمب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۱۹۶ افراد تھی۔ قریب ترین ریلوے اسٹیشن ۲۰ میل کے فاصلہ پر بارامتی ہے دوسری طرف جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے کا اسٹیشن ڈکسال چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ کالمب گاؤں ایک پہاڑی علاقہ میں واقع ہے جہاں بہت تھوڑے سے درخت اور جھاڑیاں وغیرہ ہیں۔

گو اس پلیٹو کی مٹی سیاہ ہے لیکن نہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے اور نہ وہ گہری ہی ہے۔ علاوہ دریائے نیرا کے کناروں کی زمین کے جو اندا پور تعلقہ کو مال شیراز تعلقہ سے علیحدہ کرتا ہے۔ زمین کی گہرائی ۸ اور ۳۰ انچ کے درمیان ہے اور نیچے کی تہ سخت مورم کی بنی ہے۔ زمین میں بہت زیادہ کھار ملا ہوا ہے جیسا کہ کالر کے وسیع خطوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ موجودہ صدی کے شروع ہونے سے پیشتر جبکہ اندا پور میں آبپاشی کے لئے کوئی نہر نہیں تھی یہاں پانی پینے کے لئے بہت ہی مشکل سے ملتا تھا کیونکہ کنوئیں کھود کر زمین کی تہ کے نیچے پانی تک پہونچنا بالکل ناممکن سا تھا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں مال شیراز تعلقہ میں بھی ایک نہر بنائی گئی یہاں بارش کا سالانہ اوسط ۲۱ انچ ہے جس میں سے ۵ انچ جون میں ۱۰ انچ ستمبر میں اور باقی بارش جاڑے کے موسم میں ہوتی ہے۔ اس خطہ میں نہروں کے بننے سے پیشتر اکثر بارش کافی نہ ہونے یا موسم پر نہ ہونے کے باعث قحط پڑ جایا کرتے تھے اور سرکار کو قرضہ تقاوی کے لئے بڑی بڑی رقمیں دینا پڑتی تھیں۔ مالگزاری اراضی میں بھی اکثر اور بہت زیادہ تخفیف دینا پڑتی تھی۔

جیسا کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں عام رواج رہا ہے یہاں بھی اراضی کی جوتیں بہت چھوٹی چھوٹی اور دور دور پر واقع تھیں۔ ۹ گاؤں کے جن میں موضع کالمب بھی شامل تھا ۲۹۰۰ مالکان اراضی کے۔ ۶۰ فیصدی میں ہر ایک کے پاس ۱۱ ایکڑ ۳۰ فیصدی کے پاس ۱۲ سے ۳۰ ایکڑ تک اور ۱۰ فیصدی کے پاس ۳۰ ایکڑ سے زیادہ اراضی نہ تھی۔

زیادہ تر غلہ کی فصلیں کاشت کی جاتی تھیں۔ خاص طور پر ربیع کی فصل میں جوار ۷۰ فیصدی۔ جوار کے ساتھ گیہوں ۱۱ فیصدی اور ۹ فیصدی باجرہ کی کاشت کی گئی تھی کپاس اور موسم سرما کی [illegible] کچھ حد تک کاشت کی جاتی تھی۔ بعض بعض گاؤں میں بھیڑ پالنے کا بھی روزگار کیا جاتا تھا۔

محض بارش سے سینچی ہوئی خشک زمین کی قیمت ۲۰ روپیہ فی ایکڑ اور نہر کی آبپاشی والی زمین کی قیمت ۸۰ روپیہ فی ایکڑ تھی۔ جنگ سے پیشتر نہر سے آبپاشی والی زمین کا سالانہ لگان ۱۰ روپیہ فی ایکڑ اور تشخیص مالگزاری ایک روپیہ چار آنہ فی ایکڑ تھی۔ سنہ ۱۹۱۲ء سے سنہ ۱۹۳۱ء کے درمیان اوسط روزانہ مزدوری ساڑھے آٹھ آنہ تھی۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں تو روزانہ اوسط مزدوری چار آنہ تک ہوگئی تھی۔

اس طرح پر ہم دیکھتے ہیں کہ موضع کالمب میں بھی وہ تمام خامیاں جو ہندوستان کے دوسرے گاؤں میں لازمی طور پر پائی جاتی ہیں موجود تھیں۔ یعنی جوتیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور دور دور واقع تھیں۔ مٹی چھچھلی تھی جس میں پانی بالکل نہیں ٹھہرتا تھا اور کھار زیادہ تھے۔ ریلوے اسٹیشن اور ڈاکخانہ کی سہولت نہ پائی جاتی تھی۔ تعلیم اور طبی امداد کیلئے بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ آج یہ تمام خامیاں باقی نہیں ہیں اور یہ چھوٹا سا گاؤں ترقی کرکے بڑا صاف ستھرا اور [illegible] ایک باغ بہار والا خوشنما شہر بن گیا ہے۔ یہ سب اس [illegible] کی دور اندیشی کا نتیجہ تھا۔

زرعی صنعت کا مرکز

جیسے ہی کہ سنہ ۱۹۳۲ء میں حکومت ہند نے ہندوستان کی شکر سازی کی صنعت کو بچانے کیلئے ایک محافظتی ڈیوٹی یا ٹیکس عائد کیا۔ ایک انجینئرنگ کمپنی نے یہاں گنے کی کھیتی کرنے اور شکر بنانے کا کارخانہ کھولنے کا فیصلہ کیا۔ کمپنی مذکور نے سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء میں ۳۴ لاکھ کا سرمایہ مشین وغیرہ کی خرید پر لگانے کے لئے ۱۶ لاکھ کے سرمایہ سے کام شروع کیا اور کالمب اپنا مرکز منتخب کیا۔ شروع میں ۳۰ سال کیلئے پٹہ پر تمام اراضی لی گئی تھی۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں ۱۴۰۰ ایکڑ اراضی زیر کاشت تھی۔ اس سال جو کارخانہ بنایا گیا وہ محض ایک سو پچاس ٹن شکر روزانہ تیار کرسکتا تھا اس کارخانہ

میں ۹۳۔ دن میں ۹ ہزار ٹن گنا پیرا گیا۔ جس سے ۱۰٫۶۷ فیصدی شکر حاصل ہوئی۔ کل ۹۶۰ ٹن شکر تیار ہوئی۔

نئے طریقے استعمال کئے گئے

کمپنی کے منتظمین نے کمپنی کی ترقی کیلئے سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ کھار والی آراضی کو نہروں سے آبپاشی کرکے قابل کاشت بنایا جائے اور اس سے پیداوار حاصل کی جائے اس مقصد کے لئے ۱۲ میل لمبی نالیاں بنائی گئیں اور ۴ میل زمین دوز نل یا پائپ لگائے گئے۔ دوسری چیز جو کی گئی وہ یہ تھی کہ سخت مورم والی آراضی کو جسکو لوگ ابتک بنجر خیال کرکے پڑی چھوڑے ہوئے تھے مشین کی طاقت کے ذریعہ کھیتی کے قابل بنانے کی کوشش کی گئی۔ اسوقت اس تمام آراضی پر جو کمپنی مذکور کے قبضہ میں ہے ۱۰ ٹریکٹر استعمال کئے جاتے ہیں۔ ۹ ٹریکٹر ۸۰ گھوڑوں کی طاقت کے ہیں اور ایک ٹریکٹر ۴۰ گھوڑوں کی طاقت کا ہے۔ اسکے علاوہ ٹریکٹر سے چلنے والے دیگر ضروری آلات مثلاً ہل۔ پاٹے اور نالیاں و مینڈ بنانے کے اوزارات وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد رسل ورسائل و باربرداری کے ذرائع مہیا کرنے کا سوال تھا یہ تمام ملکیت ۴۵ مربع میل کے رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ چونکہ فاصلہ کے کھیتوں سے کارخانہ کا منسلک ہونا نہایت ضروری تھا اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ایک ٹراموے لائن بنائی گئی جو ۶۵ میل لمبی پھیلی ہوئی ہے اور جسکی پٹری کی چوڑائی ۲ ½ فٹ ہے۔ اس ٹراموے کے بن جانے سے ۱۲۰۰ ٹن گنے کو روزآنہ کارخانہ تک لانا اور ایک سو ٹن شکر کارخانہ سے ڈکسال کے ریلوے اسٹیشن کو پہونچانا ممکن ہوگیا ہے۔ اسکے علاوہ ہرسال ۲۰ ہزار ٹن کھلی تیل و دیگر چیزیں اس ٹراموے کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچائی جاتی ہیں۔

ریل کی سائیڈنگ اور گودام وغیرہ بھی اپنے ہی ہیں۔ جن میں سامان فوری سپردگی کیلئے رکھا جاتا ہے۔ ٹراموے کی لائن تعمیر کرنے کیلئے دو بڑے بڑے پل بنانا پڑے ہیں ایک پل دریائے نیرا کو پار کرنے کیلئے جسمیں ہر چالیس فٹ کے فاصلہ پر پندرہ کوٹھیاں ہیں۔ دوسرا پل ایک نالہ پار کرنے کیلئے ہے جسمیں ہر تیس فٹ کے فاصلہ سے ۵ کوٹھیاں ہیں۔ راستہ بنانے کے لئے ایک چھوٹی پہاڑی کو بھی کاٹنا پڑا تھا۔

کارخانہ میں جو سامان استعمال ہوتا ہے۔ اسکے لانے لیجانے کیلئے بہت سی موٹر لاریاں بھی استعمال کی جاتی ہیں بارامتی سے نیرا کے ریلوے اسٹیشن تک ۴۵ میل کا فاصلہ ہے اسکے لئے ایک موٹر بس سروس چلائی گئی ہے۔ دوسری بس سروس ڈکسال کے لئے جو ۴۰ میل پر ہے چلتی ہے اس مقصد کے لئے کمپنی کے پاس ۵ موٹر کار اور ۲۳ لاریاں ہیں۔

اس تمام زمینداری کے استعمال کے لئے ایک باقاعدہ ٹیلیفون لائن بھی ہے جو ۴۰ میل کی لمبائی میں پھیلی ہوئی ہے یہ ٹیلیفون لائن بڑے دفتر کو چھ زرعی اسٹیشنوں سے ملاتی ہے دوسری ٹیلیفون لائن والچند نگر اور ڈکسال کے ریلوے اسٹیشن کو ملاتی ہے۔ اسکے ذریعہ ریل کا کام اچھی طور پر چلتا ہے ایک تیسری آٹومیٹک اکسچینج لائن ہے جو بڑے دفتر کو تمام کارخانوں اور تمام بڑے بڑے افسران کے گھروں سے ملاتی ہے۔ ایک بہت بڑا میکینیکل ورکشاپ بھی قائم ہے جسکا کام مشین کی طاقت سے چلنے والے تمام ذرائع باربرداری کی مناسب دیکھ بھال کرنا ہے۔ ایک ٹرینڈ عملہ فوری مرمت کرنے کے کام پر مامور ہے۔

ٹرینڈ عملہ

ان مختلف اقسام کی ترقیوں کے باعث کافی بڑی

قدراد میں ایک ٹریننگ یافتہ عملہ کا رکھنا ضروری ہوگیا اور اس پر بہت بڑا سرمایہ لگانا پڑا ہے۔ سرمایہ کے لگانے میں بخل سے مطلق کام نہیں لیا گیا جسکا اندازہ محض اسیات سے ہوتا ہے کہ ۱۹۴۲ء میں کمپنی نے اپنا ابتدائی سرمایہ ۱۲ لاکھ اور (بلاک کیپٹل) یا مشین وغیرہ کی خرید کا سرمایہ بڑھا کر ۷۰ لاکھ کر دیا تھا۔ اونچے درجہ کے ٹرینڈ عملہ میں اسوقت ۱۸ ماہرین زراعت۔ ۱۰ انجینیر۔ اور ۱۰ کیمسٹ شامل ہیں۔ ۱۹۳۳-۳۴ء میں ۱۱۴۰ ایکڑ رقبہ زیر کاشت تھا۔ جو ۱۹۴۱-۴۲ء میں بڑھکر ۱۱ ہزار ایکڑ ہوگیا تھا۔ اسکے علاوہ شکر کے کارخانے میں جو شکر تیار ہوتی تھی اس میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ ۱۹۳۵-۳۶ء میں ۴۵۰ ٹن۔ ۱۹۳۷-۳۸ء میں ۶۰۰ ٹن اور ۱۹۳۹-۴۰ء میں ۱۲۰۰ ٹن شکر تیار ہوئی۔ دالچند نگر کی آبادی میں بھی بڑا اضافہ ہوا۔ اسکی موجودہ آبادی ۸ ہزار ہے۔

دالچند نگر کا موجودہ رقبہ ۱۷۱۱۳ ایکڑ ہے اس میں سے ۳۴۱۳ ایکڑ آراضی نجی طریقے پر معاملات طے کرکے حاصل کی گئی ہے کیونکہ آراضی مذکورہ کو سرکاری طور پر حاصل کرنے کی درخواست کو نامنظور کر دیا گیا تھا۔

۱۳۷۰۰ ایکڑ آراضی مختلف چھوٹے چھوٹے مالکان سے پٹہ پر لی گئی ہے جسکے لئے سالانہ لگان ۴۹۶۶ روپیہ دینا پڑتا ہے یعنی ۶ روپیہ فی ایکڑ۔

گنے کی کاشت

چونکہ دالچند نگر کی تمام صنعتیں گنے سے ہی تعلق رکھتی ہیں اس لئے کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہاں پر گنے کی کاشت کن طریقوں پر اور کسطرح سے کی جاتی ہے۔

یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے اور شمالی ہند کیطرح نہ انتہائی گرمی ہوتی ہے اور نہ انتہائی سردی۔ جولائی سے اکتوبر تک گنا بویا جاتا ہے۔ فصل کے تیار ہونے میں تقریباً ۱۸ مہینے لگتے ہیں۔ جولائی میں ۱۴۰۰ ایکڑ آراضی پر کاشت کی جاتی ہے اس رقبہ کا گنا کارخانے کے لئے دسمبر سے مارچ تک کافی ہوتا ہے۔ اکتوبر و نومبر میں ۱۳۵۰ ایکڑ پر کاشت کی جاتی ہے۔ یہ فصل مارچ اپریل تک تیار ہوجاتی ہے۔ بقیہ ۱۷۵۰ ایکڑ آراضی پر گذشتہ سال کی کاٹی ہوئی فصل کی پیڑی یا پھیڑ سے جو گنے کی فصل تیار ہوتی ہے وہ اکتوبر سے دسمبر تک کارخانے کا کام چلانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ساڑھے تین فیٹ کے فاصلہ پر نالیاں بنا کر گنا بویا جاتا ہے۔ دو مرتبہ پودوں پر مٹی چڑھائی جاتی ہے اور نرائی کی جاتی ہے۔ سبز کھاد تیار کرنے کی غرض سے ہر سال ایک ہزار ایکڑ پر سن کی کاشت کی جاتی ہے۔ اسے جون کے مہینہ میں بوتے ہیں اور اگست کے مہینہ میں زمین کے اندر دفن کر دیتے ہیں۔ ۱۰۰۰ ایکڑ آراضی پر گوبر کی کھاد دیجاتی ہے۔ اس قسم کی قدرتی کھادوں کے علاوہ امونیم سلفیٹ کی کھاد ۴ ہنڈرویٹ فی ایکڑ کے حساب سے اور مونگ پھلی کی کھاد ڈیڑھ ٹن فی ایکڑ کے حساب سے دیجاتی ہے۔ ایمونیم سلفیٹ کی کمی ہونے کے باعث مونگ پھلی کی کھلی کھاد بحساب ڈیڑھ ٹن فی ایکڑ اور زیادہ دیجا رہی ہے یعنی یہ کہ فی ایکڑ آراضی کے ۳ ٹن مونگ پھلی کی کھلی کی کھاد دیجاتی ہے کھلی کی کھاد پچھلی فصل کی پھیڑ میں تین بار اور بوئے ہوئے گنے کے کھیت یا بواری میں چار مرتبہ دیجاتی ہے۔ گنا بونے کے ایک ماہ بعد کھاد پہلی مرتبہ اور پھر ہر ڈیڑھ مہینے کے بعد دوسری و تیسری بار دینا چاہئے۔

پھیڑ کی فصل کے لئے فی ایکڑ ۲ ٹن اور بواری کی فصل (بویا ہوا گنا) کے لئے فی ایکڑ تین ٹن کے حساب سے کھلی کی کھاد دیجاتی ہے۔ جولائی میں بوئے ہوئے گنے کے کھیت میں ۲۵ بار سینچائی کی جاتی ہے لیکن دیر میں بوئی ہوئی فصل کے

لئے ایک کھیت کے گنے کی فصل کے لئے ۲۴ بار سینچائی کرنا کافی ہوتا ہے۔ کھیتی باڑی کا کام ٹریکٹروں سے کیا جاتا ہے۔ دایش کی زمینداری بھر میں صرف ۸۰ جوڑ بیل ہیں جن سے کھیتوں سے گنے کو بیل گاڑیوں میں لاد کر ڈپو تک پہنچانے کا کام لیا جاتا ہے یا ایسے ہی چھوٹے چھوٹے دوسرے معمولی کام لئے جاتے ہیں۔ دو قسم کا گنا بویا جاتا ہے۔ جلد پکنے والا گنا پی۔ او۔ جے نمبر ۲۸۷۸ اور دیر میں پکنے والا گنا سی۔ او۔ ۴۱۹۔ زرعی سائنس کے اصولوں اور جدید ترین طریقوں کے مطابق کھیتی کرنے سے یعنی (الف) ٹریکٹر اور مشین کی طاقت سے چلنے والے آلات کے استعمال کرنے (ب) نالیاں بنا کر گنا بونے والے میں پودوں پر مٹی چڑھانے (ج) ترقی دادہ قسموں کے گنے پی۔ او۔ جی ۔ ۲۸۷۸ و سی۔ او۔ ۴۱۹ کے بونے اور (د) کھاد وغیرہ کے استعمال کرنے سے بہت فائدہ ہوا ہے یعنی فی ایکڑ پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا ہے اور یہ کہ گنے سے شکر بھی زیادہ مقدار میں حاصل ہوتی ہے ۱۹۲۳-۲۴ء میں جب کمپنی نے کام شروع ہی کیا تھا گنے کی فی ایکڑ پیداوار صرف ۳۰ ٹن تھی لیکن ۱۹۳۹-۴۰ء میں فی ایکڑ پیداوار ۶۶ ٹن ہوگئی تھی یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ ایک کھیت کی فی ایکڑ پیداوار ۵ر۴۰ ٹن تک ہو چکی ہے اور یہ کہ ایک ایسا بھی پیدا ہوا تھا جسکی لمبائی ۱۴ فٹ۔ موٹائی ساڑھے سات انچ اور وزن ۱۰ پونڈ تھا۔ شاید یہ اعداد تمام ہندوستان میں گنے کی پیداوار کے متعلق سب سے بڑھے چڑھے ہیں۔ اسی طور پر شکر کی پیداوار پہلے تین سال میں گنے کی مقدار کی ۹ فیصدی تھی۔ لیکن بعد کے چار سال میں شکر کی پیداوار گنے کی مقدار کی ۱۱ فیصدی ہوگئی تھی۔

آس پڑوس کے علاقوں میں روزانہ مزدوری آٹھ آنے ہیں لیکن اسکے مقابلہ میں یہاں مزدوروں کو روزانہ مزدوری ۱۲ آنے ملتے ہیں۔ فی ایکڑ گنے کی کاشت کے اخراجات کا حساب مندرجہ ذیل طریقے پر لگایا جاتا ہے۔

شروع کی کھیت کی جوتائی وغیرہ	۲۵ روپیہ
گنے کے پودے بونے کے لئے	۲۵ "
بونے کا صرفہ	۵ "
گنے کی فصل کے ساتھ ساتھ کوئی دوسری فصل کا دوبار بونا۔ نرائی کرنا۔ پودوں پر مٹی چڑھانے کا صرفہ	۱۸ روپیہ
۲ ٹن کھاد بحساب ۶۰ روپیہ فی ٹن	۱۲۰ "
پانی کی قیمت	۷۰ "
سینچائی	۲۲ "
فصل کاٹنے کا صرفہ	۲۳ "
کھیت سے ڈپو تک بیل گاڑی پر لانے کا صرفہ	۲۳ "
کارخانے تک پیداوار لانے کا صرفہ	۱۸ "
لگان اراضی	۶ "
انتظام کا خرچہ	۳۰ "

میزان ۳۸۵ (۴۰۰) روپیہ

منافع بخش صنعتی پیداواریں

چونکہ گنے کی کاشت کے لئے بہت زیادہ کھاد کی ضرورت ہوتی ہے اور بناوٹی کھاد سے یہاں کی زمین کی زرخیزی بہت بڑھ جاتی ہے اس لئے کمپنی نے اپنی ضروریات کے لئے کھلی پیدا کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں ہر سال تقریباً ایک لاکھ بورے کھلی استعمال ہوتی ہے۔ لہذا ۱۹۳۰ء میں ایک تیل نکالنے کا کارخانہ بنایا گیا۔ خام مونگ پھلی کے تیل سے نفع کمانے کی غرض سے تیل کو صاف کرنے اور بناسپتی گھی تیار کرنے کا ایک کارخانہ بنایا گیا۔ اس کارخانے سے نکلی ہوئی بیکار چیزوں کو استعمال میں لانے کے لئے صابن سازی کا بھی ایک شعبہ کھولا گیا۔ صابن بنانے کے لئے بڑی مقدار میں

کاسٹک سوڈا کی ضرورت پڑی جو آسانی سے نہیں ملتا اس لئے یہاں کارخانے نے اپنی ضروریات کیلئے معمولی پیداوار ہونے والے سوڈا میں چونا ملاکر کاسٹک سوڈا تیار کیا۔

اس کے بعد یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ شیرے سے کسطرح چھٹکارہ پایا جائے اس مسئلہ کو حل کرنے کی غرض سے ریکٹیفائیڈ اسپرٹ بنانے کے لئے شراب کا ایک کارخانہ کھولا گیا۔ ۹۰ فیصدی خالص شراب ۱۵۰۰ پونڈ روزانہ تیار کی جاتی ہے شراب کے کارخانے کا پانی کھیت کی سینچائی کرنے دکھاد دینے کے کام میں لایا جاتا ہے۔

گنے کے اگولے یا اوپری سرے بھی ایک ضمنی پیداوار ہیں انکو کام میں لانے کی غرض سے ایک ڈیری چلائی گئی جسمیں دودھ دینے والے ۲۵۰ مویشی چھوڑے ہوئے ہیں اوسطاً روزانہ ۱۵۰۰ پونڈ دودھ پیدا ہوتا ہے۔ وانچند نگر کی ضروریات پوری کرنے کے بعد جو دودھ بچتا ہے وہ پونا بھیجدیا جاتا ہے۔ چونکہ پونا کا فاصلہ زیادہ ہے اس لئے دودھ کے جراثیم کو ہلاک کرنے کیلئے ایک پاسچر مشین لگائی گئی جو ۴۰۰ پونڈ دودھ فی گھنٹہ دودھ کو پاسچر کر سکتی ہے۔ ڈیری میں ۲ ہزار مویشی تک رکھے جانے کی تجویز ہے۔

کارخانے میں جو ایندھن خرچ ہوتا ہے وہ باگاس سے آتا ہے۔ گنے کی خشک پتیاں جو گنے کے وزن کی ۱۲ یا ۱۳ فیصدی ہوتی ہیں کاغذ اور دفتی بنانے کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔

ترکاریوں کو خشک کرنے کے لئے بھی تجربے کئے جارہے ہیں۔ فوج کو ترکاریاں سپلائی کرنے کے لئے یہاں ایک ہزار ایکڑ آراضی پر ترکاریوں کی کاشت کی جاتی ہے۔

اوپر کے بیان سے یہ ظاہر ہے کہ کمپنی کا مقصد ہر قسم کی ضمنی پیداوار سے جسقدر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ممکن ہے اٹھایا جائے اور ان کے تیار کرنے کے لئے جس سامان کی ضرورت ہو وہ بھی پیدا کیا جائے۔ یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ تیل کو صاف کرنے بناسپتی گھی تیار کرنے اور شراب مقطر کرنے کے لئے جن جن مشینوں اور کل پرزوں کی ضرورت پڑی وہ سب کے سب ہندوستانیوں کی محنت۔ ہندوستانی دماغ اور ہندوستانی انتظام کے ماتحت ممبئی میں کمپنی کے اپنے کارخانے میں تیار کئے گئے ہیں۔ اور وہ کافی اطمینان بخش طور پر کام دے رہے ہیں۔ چونکہ آبپاشی کے لئے نہر کا پانی کافی نہ ہوتا تھا اس لئے دریائے نیرا پر ایک پمپنگ اسٹیشن بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ پانی کو اوپر کھینچنے کے لئے ایک سو بی۔ ایچ۔ پی۔ طاقت کے تیل سے چلنے والے انجن لگائے گئے ہیں جو اب تک ہندوستان میں ہندوستانی سرمایہ اور ہندوستانیوں کے ہاتھ کے بنے ہیں۔ دریا کی تہ سے ۵۵ فٹ اوپر پانی چڑھانا پڑتا تھا۔

یہ خوشحالی نئے خیالات کا نتیجہ ہے

اوپر کے بیان سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ اس زمینداری میں نہ صرف زراعت اور صنعت کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے بلکہ زراعت ہی کے اندر فصل کی کاشت کرنے اور مویشیوں کو پالنے کے کاموں کو بھی ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے سے اس ریاست کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے اس سے مقامی باشندوں کی آمدنی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے ہندوستان قومی دولت کو بڑھانے کے لئے دوسرے لوگوں کو بھی جن کے پاس ضروری سرمایہ۔ اہلیت۔ ہنر۔ اور لیاقت ہے انھیں طریقوں پر عمل کرنا چاہیے۔

جانوروں کے لئے امریکن روئی کا بنولہ

از جناب لال چند دھرمنی۔ ایل۔ اے۔ جی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ اگریکلچر
اسسٹنٹ زراعتی کیمسٹ۔ پنجاب گورنمنٹ۔ لائل پور

امریکن روئی کا بنولہ جانوروں کے لئے اتنا ہی مفید ہے جتنا کہ دیسی روئی کا بنولہ ہوتا ہے لیکن امریکن روئی کے بنولہ کو مویشیوں کو کھلانے کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے جانوروں کو نقصان پہنچتا ہے لیکن درآں ایسا نہیں ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے سائنس کے تجربوں کی بنا پر امریکی روئی کے بنولے کو جانوروں کو کھلانے کے نظریہ پر روشنی ڈالی ہے۔

مویشیوں کو امریکی روئی کے کھلانے کے بارے میں زمینداروں میں کچھ غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اس کی کچھ تو وجہ یہ ہے کہ اوٹنے کے بعد اس کے بنولوں میں روئی کے کچھ ریشے باقی رہ جاتے ہیں جس کے بارے میں یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اس سے مویشیوں کا گلا گھٹنے لگتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عوام میں یہ غلط خیال کیا جاتا ہے کہ امریکی روئی کے بنولوں کا اثر گرم ہوتا ہے جس سے دودھ دینے والے جانوروں کی تندرستی اور ان کے دودھ پر الٹا اثر پڑتا ہے۔ امریکی روئی کے بنولے کو دیسی روئی کے بنولے سے جب تک کم ریشے ہوتے ہیں گھٹیا سمجھا جاتا ہے اس غلط فہمی کی وجہ سے امریکی روئی کے بنولوں کا بھاؤ دیسی روئی کے بنولوں کے مقابلہ میں بہت کم رہتا ہے۔ دونوں بنولوں کے بھاؤ میں دو روپیہ سے چار روپیہ تک فرق رہتا ہے۔ اس غلط فہمی کی اصلیت کا تجربہ کرنے کے لئے فارم کے جانوروں کو دیسی اور امریکی روئی کے بنولے کھلائے گئے۔ زراعتی کالج اور ریسرچ اسکول لائل پور میں کلو راور کام کرنے والے بیلوں کو کافی مدت تک۔ دودھ دینے والی گائے اور بھینسوں کو دودھ دینے کی مدت تک بنولے کھلانے کے تجربہ کئے گئے۔

ان تجربوں کے سلسلے میں دونوں قسم کی روئی کے بنولوں کا مدت کے حساب سے جانچ کی گئی اور اس کے بعد یہ معلوم کرنے کے لئے تجربہ کئے گئے کہ مختلف بنولوں کا کتنا حصہ ہضم ہوتا ہے۔ تجربے کے زمانے میں جانوروں کی تندرستی اور عام حرکتوں کے مشاہدے کئے گئے۔ جہاں تک کیمیائی مرکب کا تعلق ہے چربی اور پروٹین میں امریکی روئی کا بنولہ دیسی روئی کے بنولے سے زیادہ اچھا پایا گیا ہے۔ لیکن ان تجربوں سے جو اہم بات معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ امریکی روئی کے بنولہ کی پروٹین کی دیسی روئی کے بنولے سے کہیں زیادہ حصہ میں پچتی رہی۔

ان تجربوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ امریکی روئی کے بنولے کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمی کی بالکل اصلیت نہیں ہے وہ کور اور کام کرنے والے بیلوں کو روزانہ فی جانور دو سے چار پونڈ دودھ دینے والی گایوں کو روزانہ فی گائے چار سے چھ پونڈ اور دودھ دینے والی بھینسوں کو روزانہ فی بھینس چھ سے دس پونڈ تک دیا جا سکتا ہے۔

لائل پور کی گرم آب و ہوا کے باوجود بھی مویشیوں کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں دیکھا گیا ہے اور نہ بنولے میں لگے ہوئے ریشوں کی وجہ سے جانوروں کے گلے گھٹتے پائے گئے دودھ دینے والی گایوں اور بھینسوں کو امریکی روئی کا بنولہ کھلایا گیا نہ تو ان کے دودھ کی مقدار گھٹی اور نہ ان سے

جسم کا وزن بھی کم ہوا۔

امریکی روئی کے ریشے دار بنولے کھانیوالی گائے بھینس کے دودھ سے نکالے ہوئے گھی میں اور دیسی روئی کے بنولہ کھانیوالی گائے بھینس کے گھی کے نہ تو ذائقہ اور خوشبو میں اور نہ کیمیائی اجزا میں کوئی فرق تھا۔ نہ دودھ دینے والی گائے بھینسوں کے تھن امریکی روئی کے بنولے کھانے کی وجہ سے کبھی سخت نہیں ہوئے۔

دراصل ریشے کے باوجود امریکی روئی کے بنولے مویشیوں کے کھلانے کے لئے دیسی روئی کے بنولوں سے زیادہ مفید ثابت ہوئے اور وہ دیسی روئی کے بنولوں سے تقریباً ڈیڑھ گنا فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔

امریکی روئی کا بنولہ زیادہ لذیذ اور طاقتور ہوتا ہے اور اس کے ریشہ دار ہونے کی وجہ سے مویشیوں کو نقصان پہنچتا ہے اس غلط فہمی کو زمینداروں کو دور کر دینا چاہئے کیونکہ تجربہ کے زمانے میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتے دیکھا گیا ہے چونکہ زمیندار کو دیسی روئی کے بنولے کی بہ نسبت امریکی روئی کے بنولوں کی کم قیمت دینی پڑتی ہے اس لئے امریکی روئی کے بنولوں کا کھلانا زیادہ مفید ہے۔

بغیر چھلکا نکالے بنولے کی کھلی کے بارے میں لائل پور میں کلورڈ دودھ دینے والی گایوں اور کام کرنے والے بیلوں کو کھلانے کے تجربہ کئے گئے نتیجوں سے پتہ چلا ہے کہ بنولے کی کھلی پروٹین کا سستا ذریعہ ہے اور سبھی اقسام کے جانوروں کو دو سے چھ پونڈ روزانہ فی جانور کے حساب سے کھلایا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا تجربوں سے مختلف بنولوں کے جانوروں کے لئے کھانے کا نتیجہ سو پونڈ فی کس کے حساب سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بنولے کا نام	طاقتور بنانے ہضم ہونے کی قوت پونڈ	ہضم ہونے والی پروٹین پونڈ	البومینوئڈ کا تناسب ۱:
[illegible] الف	۸۹٫۰۰	۱۱٫۳۰	۶٫۲
۲۸۵ الف	۸۲٫۶	۱۱٫۴۴	۶٫۰
۲۸۹ الف	۷۳٫۲	۱۱٫۵۰	۵٫۶
۴ الف	۷۰٫۴	۱۰٫۶۷	۵٫۵
دیسی	۷۳٫۰	۸٫۰۰	۸٫۶
بنولے کی کھلی	۷۵٫۵	۱۸٫۰۰	۳٫۱
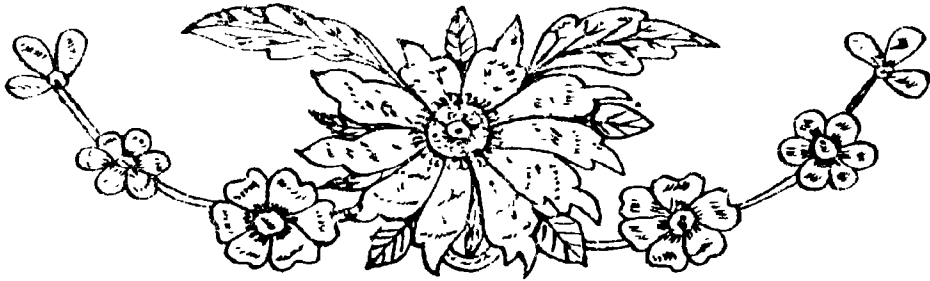
پُرانے باغوں کی ترقی کے تدابیر

(از مسٹر پنڈت اند وشیکھر شرما، بی۔ ایس۔ سی، (اے۔ جی) گورنمنٹ گارڈنر، آگرہ)

(مقام مہاراج پور۔ گیانو اپنی چارپائی پر بیٹھا حقہ گڑگڑا رہا ہے۔ اسکی عمر تقریباً پچاس برس کی ہے۔ لیکن جسم محنت کی کثرت سے بہت ہی سڈول ہے۔ دیکھنے میں عمر زیادہ نہیں معلوم پڑتی۔ چہرے سے سادگی ظاہر ہوتی تھی۔ محض ادھ پکے بال ہی اسکی ڈھلتی عمر کی پہچان بتلاتے ہیں۔ بیچ بیچ میں وہ غروب آفتاب کی طرف آنکھ اٹھا کر رنجیدہ دل سے دیکھ لیتا ہے۔ اور پھر حقہ گڑگڑانے لگتا ہے۔ جھٹ سے دینا مہتو اور رحمت گلی پار کر آتے ہیں۔ اور دعا سلام کے بعد پاس پڑی چارپائی پر بیٹھ جاتے ہیں۔ گیانو ہاتھ کا حقہ جھک کو دینے کیلئے بڑھا دیتا ہے۔)

گیانو:۔ کہو بھائی رحمت، کہاں کا دھاوا مارے چلے آرہے ہو؟ خیریت تو، چہرہ آج پریشان سا دکھائی پڑ رہا ہے۔

رحمت:۔ اجی کیا بتا دیں چودھری صاحب۔ کسی نے کہا ہے کہ مصیبت اکیلی نہیں آتی سو بالکل ٹھیک ہے۔ آپ سے چھپا ہی کیا ہے؟ اس سال بیٹی کا نکاح کرنے کا ارادہ تھا۔ روپے کی بڑی ضرورت تھی۔ مجھے اپنے پشتینی باغ پر بڑا بھروسہ تھا۔ ادھر آپ جانتے ہی ہیں کہ گذشتہ چار سال سے اس کی فصل خراب رہی ہے اس سال پوری امید تھی کہ خدا نے چاہا تو اچھی گذرےگی۔ ہمارا پشتینی پرانا باغ ٹھہرا۔ اس مرتبہ ضرور مدد کریگا۔ لیکن آج ان جھکی اور دینا مہتو کو لیکر دیکھنے گیا، تو اسکی حالت دیکھ کر رونا آگیا۔ میری ساری امیدیں ٹوٹ گئیں

دینا:۔ چودھری۔ باغ تو گویا ایک دم سنسان سا پڑا ہے۔ پھل آئے ہی نہیں۔ اور جہاں آئے بھی ہیں وہاں تو بس مثل بیر کے مانند کچھ بڑے ہو کر رہ گئے ہیں۔ کچھ بھی قیمت نہیں ملنے کی۔

رحمت:۔ اور اسی باغ کو چودھری میرے والد کہتے تھے کہ بابا جان نے اپنی جوانی میں کس ارمان کے ساتھ لگایا تھا۔ اتنی سی زمین میں انھوں نے اتنے زیادہ پیڑ لگائے تھے۔ جیسے بھر زمین بیکار نہیں جانے دی۔ بہت زیادہ محنت کی تھی۔ اور اپنی ضعیفی میں فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ اس کے بعد والد کے وقت میں بھی ایسی خراب حالت نہ تھی۔ لیکن اب جب زمانہ ہی پلٹ گیا تو سبھی چیزیں پلٹتی ہیں۔ آدمی بھی ویسے نہیں اور صاف دل نہیں رہے۔ مجھے تو کچھ ایسا شبہ ہوتا ہے اس سے میری ذرا رنجش سی بھی ہو گئی ہے۔ ذات کا تیلی ٹھہرا۔ کچھ کر گیا۔ ٹونا کر دیا ہوگا۔ حالانکہ پچھلے جمعہ کی نماز کے بعد ملا صاحب نے یہ بتایا تھا کہ ٹوٹکے ٹونے کچھ نہیں ہوتے لیکن میرے دل میں اطمینان نہیں آتا۔ یہ پانچواں سال اور اس مرتبہ بھی دھوکا۔

گیانو۔ تم شائد اپنے میر گنج والے باغ کو کہہ رہے ہو۔ وہ تو پرانا باغ ہے۔ اس میں تو اچھی فصل آنا مشکل ہے۔ وہ تو اچھی طرح لگایا بھی نہیں گیا ہے، اور دوسرے اسکی دیکھ بھال بھی تو نہیں کیگئی۔

رحمت:۔ کہئے کیا ہے چودھری صاحب۔ اتنا گنجان باغ خاص میرے بابا جان کا لگایا اپنے ہاتھوں سے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ ٹھیک طور پر لگا نہیں۔ دیکھ بھال میں ہمیشہ اسے پانی دلائی دیتا رہا ہوں۔ یہ تو عجب مقدر کی بات ہے۔

گیانو:۔ نہیں بھائی اُس کا گنجان ہونا ہی تو ایک بڑی خرابی ہے۔ اسکی تدبیر کچھ یہ ہے کہ ایک آدمی کو سیر بھر کھانے کو دو اور دو ہی سیر کھانا تین حصے میں تقسیم کر دو تو کون تندرست رہیگا؟

رحمت:۔ جو بھر پیٹ پائیگا وہی رہیگا لیکن اس سے کیا؟ آدمی اور پیڑ ایک بات ہیں کیا؟

ہل

رحمت:- صرف گوبر بس؟

گیانو:- کم سے کم گوبر تو دینا ہی چاہئے۔ اگر ہو سکے تو اگست یا ستمبر میں پیڑوں کے سب تھالوں کو ٹھیک کر کے فی پیڑ کے حساب سے چھ یا سات ٹوکری گوبر کی کھاد، دو سیر فاسفیٹ اور ایک سیر پوٹاش سلفیٹ کی کھاد دو، اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

جھکی:- اچھا ایک میری اپنی بات بتاؤ چودھری۔ میرے باغ کے چار چھ پیڑ ایکا ایک مر گئے اور کئی مرجھا سے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بیماری لگ گئی ہے [illegible] کھاد کی بھی کمی ہے۔

گیانو:- پیڑوں کی بیماری کی میرے پاس ایک کتاب ہے آج بھجوائے دیتا ہوں پڑھ لینا [illegible] محکمہ کا ۲ نمبر کا رسالہ ہے دوائیں بھی لکھی ہیں۔ وہ بڑے کام کی ہیں۔ تم بھی دیکھ لینا رحمت۔ [illegible] کالج کے افسر سے صلاح لو۔ میں نے تو ایک دفعہ ایسا ہی کیا تھا۔

دھنیا:- ارے تمہاری بات دوسری ہے چودھری۔ بڑوں بڑوں کی [illegible] ہم غریبوں کی بھلا کون سنیگا؟

گیانو:- نہیں بھائی یہ بات نہیں۔ وہ تو سب مدد دینے کو تیار رہتے ہیں۔ اب اگر تمہیں یہ جاننا ہو کہ کون سے پیڑ کہاں کیلئے ٹھیک ہیں تو تم سرکاری باغ کے افسر کے پاس یا تو سہارنپور، یا آگرہ، خواہ لکھنؤ اور نہیں تو الہ آباد لکھ بھیجو وہ لوگ رائے دینگے۔ کوئی پوچھے بھی تو؟

رحمت:- سچ ہے چودھری بغیر کام کے جانے بوجھے کام نہیں بنتا۔ [illegible] بہار کی پیڑ اس سال لاکر یہاں پر لگائے تو سب جل گئے۔ بڑا نقصان ہوا۔ [illegible] دیکھیں بھائی تمہاری ترکیب ہی کر کے دیکھیں۔ آگے تو پھر خدا کی مرضی۔

گیانو:- [illegible] کیوں چھوٹا کرتے ہو رحمت۔ [illegible] تو تمہارا یہ سیر تیج والا باغ [illegible] جائیگا کیا چل دئے۔

رحمت:- ہاں چودھری اجازت دو بندگی۔ ذرا گھر میں کام ہے۔

گیانو:- بندگی بھائی۔ اور ہم [illegible] لائق جو کام ہو بتانا۔ بندگی۔

کچھار کی کھیتی

(از مسٹر بی۔ این سنگھ صاحب ایگریکلچرل آفیسر۔ آئی۔ اے۔ سی، آر۔ ٹی سی لکھنؤ)

"کچھار" کی کھیتی کے بارے میں جاننے کے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ "کچھار" کسے کہتے ہیں۔ اسلئے میں پہلے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو یہ بتا دوں کہ "کچھار" کیا ہے۔ سنئے! کچھار سے مطلب اُس زمین سے ہے جو دریا کے دونوں کنارے پر ہوتی ہے، جہاں پر برسات میں دریا کا پانی بڑھ کر تمام زمین کو ڈھک لیتا ہے۔ سیلاب کا پانی جتنی دور تک پہونچ جاتا ہے وہ سب کچھار کی زمین کہلاتی ہے۔

"کچھار" کو الگ الگ کئی ناموں سے جیسے کچھوا، کانجر وغیرہ ملک ملک کی زبان کے مطابق پکارا جاتا ہے "کچھار" زمین کو اکثر کئی [illegible] تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول وہ حصہ جو پانی کی دھار سے کٹ کٹ کر گرتا رہتا ہے یہ وہاں ہوتا ہے۔ جہاں پر کنارا مٹی کے جمع ہو جانے سے اونچا ہو گیا ہے اور دریا کی دھار اس سے ٹکراتی رہتی ہے اس طرح کی زمین میں کاشت کرنا غیر ممکن سا ہے۔ وجہ یہ ہے

کہ کھیتوں کی مٹی کٹ کٹ کر گرتی رہتی ہے۔ لیکن اگر مٹی کی رفتار کچھ آہستہ ہو تو دریا کے کنارے کچھ دور پر کھیتی کیجا سکتی ہے ایسے کھیتوں کی مخصوص جوتائی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسلئے کہ مٹی میں بالو کے ذرّے ہوتے ہیں۔ دیسی ہل سے دو تین جوتائی کر دینا کافی ہوتا ہے اور مٹی آسانی سے بھُر بھُری ہو جاتی ہے۔ سرسوں۔ مٹر۔ چنا کی کھیتی ایسی جگہوں میں ہو سکتی ہے اسکے علاوہ ککڑی، تربوز اور خربوزہ کی بھی کھیتی کیجا سکتی ہے۔ ان سب چیزوں کی کھیتی کے الگ الگ طریقے ہیں۔

دویم وہ حصہ ہے جہاں پر کہ سیلاب کا پانی ہٹ جانے پر نئی مٹی پڑی ہوئی دکھائی پڑتی ہے یہاں پر پہلے دلدل سا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بہت سا حصہ سورج کی گرمی سے خشک ہو جاتا ہے اور کنارے والا حصہ جہاں پانی رہتا ہے مثل دلدل ہی کے بنا رہتا ہے لیکن اُس کو بھی ہوشیار کسان نالی بناکر پانی نکال دیتے اور غلہ پیدا کرنیکی کوشش کرتا ہے۔

الف۔ اول حصہ ہے جہاں پر پانی سوکھ جاتا ہے کھیتوں میں بڑے بڑے اور چھوٹے چھوٹے ڈھیلے اور پپڑیاں پڑ جاتی ہیں اور ان کے اوپر چلنے سے آدمی کو معلوم ہوتا ہے کھیتوں کے اس خاص خوبی سے ہی خاص کاشت کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے جیسے کھیت خشک ہو تے جائیں۔ ویسے ہی کھیتوں کی پہلی جوتائی دیسی ہل سے کرنا چاہیئے جس سے کہ ڈھیلے ٹوٹ جائیں اور پپڑیاں نہ اُکھڑنے پاویں اگر کھیت ایک ساتھ سوکھ گئیں تو ایسے ہل کا استعمال کرنا چاہیئے جو ایک دن میں تین چار ایکڑ کھیت جوت دیں۔ ایسی حالت میں اگر دیسی ہل چلایا جائیگا تو دن بھر میں ایک ایکڑ بھی پورا جوتا نہیں جا سکتا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری زمین سوکھ جاتی ہے اس میں دراریں پڑ جاتی ہیں پپڑیاں نکل آتی ہیں۔ اور پھر اس زمین کا درست کرنا ناممکن ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بہت سخت ہو جاتی ہے۔ محکمہ زراعت نے ایک قسم کے ہل کا پرچار کیا ہے جو تین چار ایکڑ کھیت جوت سکتا ہے۔ ایسے ہل کو کلٹیویٹر کہتے ہیں۔ کان پور کلٹیویٹر یا پلانٹ جونیر کلٹیویٹر اس کام کیلئے بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ اس ہل کے استعمال کا مطلب صرف یہی ہے کہ زمین کی حالت خراب نہ ہونے پاوے اور اُسکو مناسب وقت پر اپنے قبضہ میں کرلیں۔ کچے کھیتوں میں یعنی وہ کھیت جو سوکھے نہ ہوں اُن میں ہل چلانے سے مٹی نکلکر سوکھنے سے ڈھیلوں میں بدل جاتی ہے اسلئے کھیتوں کو ایسے وقت میں جوتنا چاہیئے جب اُن میں "اونٹھ" آجائے یعنی جب وہ جوتنے کے لائق ہو جائے۔ کھیتوں کی اچھی طرح جوتائی کرکے ہر طرح کی ربیع کی فصل مثلاً جو، چنا، مٹر اور خاصکر گیہوں کی فصل بیجاتی ہے۔

ب:۔ وہ حصہ جس کا پانی نالی بناکر نکال دیا جاتا ہے، اس میں جبئی کی کھیتی کہیں کہیں پر چارے کیلئے کرتے ہیں اور کبھی دھان کی فصل بیتے ہیں۔

ص:۔ ایک تیسری قسم کی بھی زمین اس میں ہوتی ہے جسمیں ہمیشہ پانی بھرا ہوا رہتا ہے اور بہت سی جنگلی گھاس، گھیوس، نرکل وغیرہ اگتے رہتے ہیں اس میں کھیتی کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس زمین سے پانی کا نکاس نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ زمین ایک طرح سے بیکار ہی ہوتی ہے کیونکہ کسی کام میں نہیں آسکتی۔

سویم "کچھار" میں کہیں کہیں پر کیا زیادہ تر محض بالو ہی بالو پائی جاتی ہے۔ ایسی جگہوں میں کھیتی کرنا "بالو میں سے تیل نکالنا ہے"، جس طرح بالو میں سے تیل نہیں نکل سکتا، اسی طرح اس قسم کی زمین میں کھیتی نہیں ہو سکتی۔

چہارم:۔ "کچھار" کی وہ زمین جہاں پر سیلاب کا پانی بہت کم دن ٹھہرتا ہے۔ وہاں پر گنا، جوٹ وغیرہ کی کھیتی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ پانی کم ٹھہرنے کی وجہ سے فصلوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہوتا ہے، آبپاشی کی ضرورت نہیں پڑتی اور پیداوار کا کہنا ہی کیا۔ خوب ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ ربیع، خریف اور زائد کی سبھی فصلیں لیجا سکتی ہیں دریا کی دھارا سے دور ہونیکے سبب اس

ہل
جگہ پر پانی کا بہاؤ آہستہ ہوتا ہے جس سے کہ پانی میں ملی ہوئی مٹی نیچے بیٹھتی رہتی ہے۔ زمین پر مٹی کی ایک نئی تہہ جم جاتی ہے۔

اچھا بچو! یہ تو آپ سمجھی جان گئے کہ "کچھار" کسے کہتے ہیں اور اس میں کیا کیا فصلیں ہو سکتی ہیں۔ ایسے تو کچھار کی کھیتی بہت اچھی خیال کی جاتی ہے۔ کیونکہ پانی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کھاد نہیں دینا پڑتا، محنت بھی کم کرنی پڑتی ہے اور پیسہ کی بھی بچت ہوتی ہے اور پیداوار بھی خوب ہوتی ہے۔ جنکے کھیت میں سیلاب کے بعد مٹی پڑ جاتی ہے وہ تو پھر راجہ ہو جاتا ہے بھلا بانگر کے کسانوں سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے لیکن اگر مٹی کی جگہ بالو پڑ جاتی ہے تو بیچارہ کسان اپنی قسمت کو روتا ہے۔ ہوشیار کسان پھر بھی ہمت نہیں ہارتا اور اسی زمین کو کھود گوڑ کر کچھ نہ کچھ پیدا کر لیتا ہے۔

"کچھار" کے کھیت جہاں کھیتی ہو سکتی ہے زرخیز کیوں ہوتے ہیں؟ شاید آپ لوگ اسے جاننا چاہتے ہوں لیجئے یہ بھی سنئے۔ برسات میں جب بارش تیز ہوتی ہے تو زمین دھل دھل کر نالوں در نالوں بہتی ہوئی ندی کے کنارے آ لگتی ہے۔ یہ مٹی اول تو ہلکی ہوتی ہے دوسرے بانگر کے ان کھیتوں کی ہوتی ہے جنمیں کھاد وغیرہ دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ گاؤں کی کھاد اور سڑی گلی چیزوں سے جو بہہ کر ندی میں آتی ہیں ملی ہوتی ہیں۔ ان سب کے مل جانے سے مٹی بڑی اچھی ہو جاتی ہے اور جہاں جمع ہو جاتی ہے اس زمین کو زرخیز بنا دیتی ہے یہی سبب ہے کہ کھیتوں میں جہاں نئی مٹی پڑتی ہے بہت زرخیز ہوتے ہیں۔

آپ لوگوں کو ابھی میں نے بتایا ہے کہ "کچھار" کے کھیتوں کو پانی کی ضرورت نہیں پڑتی ہے کیونکہ سیلاب آنے سے زمین پانی میں کافی دنوں تک ڈوبی رہتی ہے اور پانی خوب جذب کر لیتی ہے جس سے اپنی پیاس بجھا لیتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ ندی کے نزدیک ہونے سے پانی کی سطح زمین کے نیچے تھوڑی ہی دور پر رہتی ہے۔ یہ پانی زمین کے باریک سوراخوں کے ذریعے (جس کو انگریزی میں (Capillary Rise) کہتے ہیں) اوپر آتا رہتا ہے جبکہ اوپر کی زمین خشک ہو جاتی ہے۔ اس طرح پودوں کو برابر نمی ملتی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ "کچھار" کے کھیتوں کو پانی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ خلاصہ یہ کہ "کچھار" کی کھیتی میں تھوڑی سی محنت کر کے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے

اب تو امید ہے آپ "کچھار" کی کھیتی کے بارے میں بھی بات جان گئے۔ اسلئے اب آج کی بات یہیں ختم کر کے رخصت چاہتا ہوں بچو۔ جے رام جی کی۔

ترقی زراعت کیلئے کھاد کی اہمیت

(از مسٹر حامد علی خاں صاحب بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) ایگریکلچر آفیسر لکھنؤ)

آج کل ہر طرف سے یہی سننے میں آ رہا ہے "ترقی زراعت" "ترقی زراعت"۔ اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سب کو اس کا احساس ہو گیا ہے کہ ہندوستان کی بہبودی صرف ترقی زراعت ہی پر منحصر ہے۔ جتنی ترقی کھیتی باڑی کے کام میں کیجائیگی۔ اتنی ہی ہم سب کی حالت درست ہو جائیگی، چونکہ کاشتکاری کا پیشہ زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ دیہاتی بھائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ جنہیں کہ زیادہ تر کھیتی کا مطلب صرف جوتائی، بوائی وغیرہ ہی کو سمجھتے ہیں بھلا، جو کاشتکار ان کھیتی کا صرف اتنا ہی مطلب سمجھیں اور جس کا لفیہ انکے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں انھیں

پرانے طریقوں پر ڈٹے رہیں تو بھلا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے کسان کسطرح میدان ترقی زراعت میں قدم آگے بڑھا سکتے ہیں۔

دراصل کھیتی اس کاشتکاری تعلیم کو کہتے ہیں کہ جس علم کے ذریعے زیادہ سے زیادہ پیداوار کم از کم صرفہ میں حاصل کیجا سکے اور ساتھ ہی ساتھ زمین کی طاقت بھی زائل نہ ہو۔ زمین کی طاقت قائم رکھنے کیلئے دو باتیں ضروری ہیں۔ ۱۔ فصلوں کی ضرورت کے مطابق عمدہ اور اچھے کھادوں کا مناسب وقت پر استعمال۔ ۲۔ فصلوں کا مناسب دور

کھاد:۔ عام طریقے سے مندرجہ ذیل اقسام کی کھاد فصلوں ڈالی جاتی ہیں۔ ۱۔ گوبر کی کھاد۔ ۲۔ کمپوسٹ یعنی کوڑا کرکٹ کی کھاد۔ ۳۔ مختلف اقسام کی کھلیاں یعنی انڈی۔ مونگ پھلی، مہوہ کی کھلی وغیرہ۔ ۴۔ کیمیاوی کھاد مثلاً اومونیم سلفیٹ، اومونیم فاسفیٹ، پوٹاشیم نائٹریٹ وغیرہ ۵۔ سبز کھاد یعنی سنئی و دیگر پھلی دار فصلوں کو زمین میں جوتنا

یہ تو سب جانتے ہی ہیں کہ ہر فصل کیلئے کم بیش خوراک کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہذا ہر فصل کی ضروریات کے مطابق کھاد دینا چاہیئے۔ محکمہ زراعت نے تجربات کے بعد معلوم کیا ہے کہ مندرجہ ذیل فصلوں کو اتنی خوراک جتنی کہ اُن کے سامنے لکھی ہے کافی ہے۔

نمبر شمار	نام فصل	نائیٹروجن پونڈ میں
۱	گندم	50 سے 60 تک
۲	جو	40 پونڈ
۳	مکا	80
۴	گنا	100 سے 120 پونڈ تک
۵	کپاس	30 پونڈ
۶	برسیم	50 سے 60 تک
۷	رذقہ	60 پونڈ
۸	جوار	70 سے 80 تک
۹	دھان	50 پونڈ
۱۰	آلو	80 سے 120 تک
۱۱	تلہن	40 پونڈ

ہر کھاد کا پرتہ فیصدی نائیٹروجن کیمیکل طریقے سے معلوم کرلیا گیا ہے۔ مختلف کھادوں کی فیصدی پرتہ نائیٹروجن نیچے لکھا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام کھاد	پرتہ فیصدی نائیٹروجن پونڈ
۱	گوبر کی کھاد	.5
۲	کمپوسٹ کھاد	1.2
۳	اومونیم سلفیٹ	20.6
۴	انڈی کی کھلی	4.63
۵	مونگ پھلی کی کھلی چھلکے دار	4.8
۶	مونگ پھلی کی کھلی بلا چھلکے کی	7.38
۷	سبز کھاد	40 سے 50 پونڈ تک

گوبر و کمپوسٹ کی کھاد:۔ یہ کھاد سب کھادوں سے بہتر ہے بشرطیکہ اسکو اچھی طرح گلا سڑا کر کھیتوں میں ڈالا جائے۔ دیہاتوں میں گوبر کی کھاد رکھنے کا جو طریقہ ہے وہ تو سب کو معلوم ہی ہے جو جگہ مل گئی، راستہ کے کنارے۔ گھروں کے بیچ میں، تالاب کے کنارے وہیں ڈھیر لگا دیا۔ اس طریقے سے رکھا ہوا کھاد کافی غذائیت نہیں رکھتا اور کھاد میں جو پودوں کی خوراک موجود ہوتی ہے وہ گرمی کے زمانے میں بخارات کے ذریعے اڑ جاتی ہے۔ اور برسات کے زمانے میں جب ان کھاد کے ڈھیروں پر پانی پڑتا ہے تو کھاد کی غذائیت پانی گھل کر ندی۔ نالوں میں چلی جاتی ہے۔ اور کھاد کے ڈھیر

محض ایک فضلے کی شکل میں رہ جاتے ہیں۔ اور ایسے کھاد ڈالنے
سے کھیتوں میں فصل پیدا کرنے کی کافی طاقت بہم نہیں پہونچتی کسان
بھائی جانتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے اس دولت کو لٹتے ہوئے
دیکھتے ہیں۔ مگر تجربہ بتلاتا ہے کہ اس زبردست نقصان سے
بچنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ ہزارہا گاؤں میں دیکھنے میں آتا ہے
کہ گوبر کا کھاد اس زمانے میں بھی ڈھیروں کی شکل میں رکھا جاتا
ہے۔ جبکہ موجودہ زمانے میں لڑائی کی دقتوں کیوجہ سے دیگر
کھلی و کیمیاوی کھادیں آسانی سے فصلوں کی ضرورت کے
مطابق دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ ایسی حالت میں ہمارے
کسان بھائیوں کو جاگنا چاہیئے اور اس دولت بے بہا کو
کسی طرح ضائع نہ کریں۔ گوبر کی کھاد باقاعدہ گڑھوں
میں جمع کیجائے۔ گڑھے مناسب قدوقامت کے بنائے
جائیں جب ایک گڑھا بھر جائے تو دوسرا شروع کیا
جائے اور پہلے گڑھے پر قریب چھ انچ مٹی ڈال دیجائے
اور گڑھے کے چاروں طرف ایک فٹ اونچی مینڈھ بنا دیجائے
تاکہ باہر کا پانی گڑھے کے اندر نہ جا سکے اور یہ بھی کوشش
کیجائے کہ گوبر کنڈے بنانے میں ضائع نہ کیا جائے۔ کاشتکاروں
اور زمینداروں کو بیکار اور کاشت کے ناقابل زمینوں پر ببول
کے درخت اگانے چاہئیں تاکہ ایندھن کی قلت دور
ہو سکے۔ کسان کے لئے گوبر ایک نہایت اہم اور قابل قدر
شے ہے۔ جسکو کسی حالت میں علاوہ کھاد کے استعمال نہ
کرنا چاہیئے۔ جو کسان اپنی زمین کو بقدر ضروریات فصل کھاد
نہیں دے سکتا وہ ایک اچھا کسان کہلانے کا مستحق نہیں
ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک کسان کو صرف اتنا رقبہ زیر
کاشت رکھنا چاہیئے۔ جتنے رقبے کو وہ ضرورت کے مطابق
کھاد دے سکیں۔ گوبر کا کھاد و کمپوسٹ عام طریقے سے فصل
کی بوائی سے دو مہینے قبل ڈالنا چاہیئے۔ تاکہ فصل اگنے
پر پودوں کی نشوونما کیلئے تیار خوراک بہم پہونچ سکے

کھلیاں:۔ کھلی کا استعمال بھی کم از کم پانچ چھ
ہفتہ قبل بوائی فصل ہونا ضروری ہے مہوے کی کھلی جو کہ گلنے
سڑنے میں زیادہ وقت لیتی ہے قبل تین ماہ لگانی چاہیئے۔

کیمیاوی کھادیں:۔ اس کا استعمال فصل اُگ آنے
پر زیادہ مناسب ہے۔

سبز کھاد:۔ اس کیلئے سنئی کی فصل سب سے مناسب
ثابت ہوئی ہے چونکہ اسکا تنہ ملائم ہوتا ہے اور جلد سڑ گل جاتا ہے۔
جس فصل کو بطور سبز کھاد استعمال کرنا ہو۔ اس کو پھول آتے
ہی جوت دینا چاہیئے۔ کیونکہ اُس وقت فصل میں وزن زیادہ ہوتا
ہے اور تنے یعنی لکڑی نرم ہوتی ہے۔

زمین کی طاقت بڑھانے اور قائم رکھنے کی دوسری
ترکیب یہ ہے کہ فصلوں کا مناسب الٹ پھیر رکھا جائے۔ روٹیشن
آف کراپس یعنی فصلوں کے الٹ پھیر سے مطلب یہ ہے کہ ایک
مدت مقررہ میں فصلیں ایک مقررہ ترتیب میں بوئی جائیں اور
اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ زیادہ غذا چاہنے والی فصلوں
کے بعد کم خوراک چاہنے والی فصل بوئی جائے۔ نیز اس بات کا
بھی خیال رکھا جائے کہ زمین کو کچھ آرام مل سکے۔ اور گرین
مینورنگ و دیگر ایسی فصلیں بھی بوئی جائیں جو زمین کی طاقت
میں اضافہ کریں۔

فصلوں کے مناسب دورے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:۔

۱۔ مضر جنگلی پودے۔ کیڑے اور دوسری بیماریاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

۲۔ مزدوروں اور جانوروں سے پورا کام لیا جا سکتا ہے۔
کیونکہ مناسب فصل دورہ رکھنے سے سال کے ہر حصے میں کام رہیگا۔

۳۔ کسان کو مختلف اقسام کی فصلیں کاشت کرنے سے سال
کے ہر حصے میں آمدنی رہیگی اور پیسے کی دقت نہ رہیگی۔

۴۔ اگر ایک فصل کسی قدرتی وجہ سے ضائع بھی ہو جائے تو دوسری
فصل سے آمدنی ہو سکتی ہے۔

۵۔ مختلف اضلاع میں وہاں کی آب و ہوا و نیز قسم زمین کے
مطابق مختلف فصلوں کے دورے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ مثلاً
مغربی اضلاع میں تین سال کا دورہ رکھنا، گیہوں، کپاس

نہایت عام ہے۔ کہیں کہیں دو سال کی روٹیشن اختیار کی جاتی ہیں۔ اور دیگر مقامات پر محض ایک سال کی۔ غرض فصلوں کے الٹ پھیر سے زمین کی قوت بڑھ سکتی ہے کیونکہ فصلیں مختلف قسم کی خوراک مختلف طریقوں سے حاصل کرتی ہیں۔ اگر ایک کھیت میں لگاتار ایک ہی بوئی جائے تو ممکن ہے کہ اس فصل کی خوراک کچھ عرصے میں ختم ہو جائے۔ کچھ فصلوں کی جڑیں زمین میں گہری جاتی ہیں اور کچھ فصلوں کی اوپری سطح پر رہ جاتی ہیں اور اس طریقہ سے گہری جڑ والے پودے زمین کی نیچے کی تہہ سے خوراک کام میں لاتے ہیں اور اس حالت میں اوپر کی تہہ میں جو خوراک موجود ہے اور وہ دوسری فصل کم گہری جڑ والے پودوں کے کام میں آتی ہے اور اسی لئے چھوٹی جڑ والی فصلوں کے بعد لمبی جڑ والی فصلیں اچھی پیداوار دیتی ہیں۔
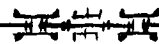
ایک نصیحت آمیز کہانی

شہر کی لڑکی

(از اننت پرساد ودیارتھی بی۔ اے)

> سمترا شہر کی لڑکی تھی۔ اسکو گاؤں میں رہنا بالکل پسند نہ تھا۔ اس کے شوہر نے اس سے چھپا کر دیہات میں کھیت خریدے مکان بنوایا۔ سمترا نے جب اس کھیت گھر اور باغ کو دیکھا تو اسکو نہایت خوشی ہوئی۔ شوہر کی نوکری چھوٹنے کا اسکو ذرا بھی دکھ نہ ہوا، اور وہ دیہات میں آکر آباد ہوگئی۔ یہ کہانی نصیحت آمیز اور دلچسپ ہے۔

شادی کے بعد سمترا سسرال آئی تو اسے یہاں کی ساری باتیں بالکل نئی معلوم ہوئیں۔ اسکے ماں باپ شہر میں رہتے تھے گاؤں میں اسکے کوئی عزیز اور رشتہ دار بھی نہ تھے۔ اسلئے اسنے کبھی شہر نہ دیکھا تھا۔ دو چار دن تو گھر میں مہمانوں کی بھیڑ رہی لیکن جب سب لوگ چلے گئے تو سمترا کو جیسے یہ گھر کاٹنے لگا۔ گھر میں بوڑھی ساس اور ایک چھوٹی نند تھی۔ سسر کا سارا وقت کھیتوں میں ہی گذرتا تھا۔ ساس اور نند دن بھر گھر کے کاموں میں لگی رہتی اور یہ گرہستی کے کام بھی تو عجیب تھے۔ سمترا نے اپنے گھر میں بھی دیکھا تھا۔ سویرے کھانا کھا کر والد شہر چلے جاتے تھے۔ چھوٹے بھائی اسکول جاتے تھے، اسکے بعد پھر گھر میں کوئی کام نہ رہتا تھا۔ اسکا اور اسکی ماں کا کام دونوں وقت بس کھانا تیار کرتا تھا۔ مگر یہاں تو جیسے کاموں کا سلسلہ کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔

پہلے تو ساس نے سوچا بہو شہر کی لڑکی ہے، بیچاری کو دیہات کے کاموں کا علم نہیں ہے۔ کوٹنا پیسنا، پھر کھیتی باڑی کے کام، گھر میں چار چھ جانور ہیں، انکی دیکھ بھال بھی تو اپنے ہی کو کرنی پڑتی ہے، ہلواہا ہے، پر اسکے اوپر تو سارا کام چھوڑا نہیں جا سکتا۔ سمترا اپنی ساس نند کو یہ سب کام کرتے دیکھتی تو اسے بہت تعجب ہوتا، ساتھ ہی اسے اپنی قسمت پر رونا بھی آتا کہ وہ کس جنگل میں بیاہ دی گئی ہے۔ یہاں تو اس سے ایک دن بھی نہ رہا جائیگا۔ ایک دن ساس نے کہا۔ بہو یہ شہر نہیں ہے یہاں تو یہی کام ہے۔ میرے بعد تجھے ہی کو یہ گرہستی سنبھالنی ہے۔ اسلئے ابھی سے سب کام کاج سیکھ لے۔

سمترا کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ بولی۔ یہ ماں جی یہ سب،

تو مجھسے نہ ہو سکیگا۔

ساس چپ رہی، سمترا کی طرف وہ ایکٹک دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ پر بہو یہ سب نہ کروگی تو کام کیسے چلیگا۔ یہ دیہات ہے بنا کئے کیسے چلیگا۔ پر مجھسے تو یہ نہ ہوگا ماں جی۔ کہکر سمترا اٹھکر اپنی کوٹھری میں چلی گئی۔ اسکے دل کا درد ابھر آیا، چارپائی پر لیٹ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

سمترا کی سسرال زیادہ دولتمند نہ تھی۔ پر کھانے پینے سے مزے میں تھے۔ گھر میں دو ہل کی کھیتی ہوتی تھی۔ آمدنی کافی تھی اس سے تو اسکے سسر اپنے لڑکے جگنا تھ کو شہر میں پڑھانے کا خرچ اٹھا پاتے تھے۔ جگنا تھ دسویں درجہ میں تھا پاس ہوکر وہ کسی اچھی جگہ نوکر ہو جائیگا اسی تخیل میں اسکے دن گذر رہے تھے۔ جگنا تھ کی ماں کو گھر میں بہو لانے کی بڑی ہی خواہش تھی۔ اسلئے اس سال جگنا تھ کی شادی بھی ہوگئی۔ جگنا تھ پڑھا لکھا ہے۔ دیہات کی لڑکی اسکو پسند نہ آئیگی۔ یہ سوچکر ہی جب سمترا کے والد جگنا تھ کو دیکھنے آئے تو ماں نے فوراً شادی طے کرلی۔ سمترا کے والد نے بھی دیکھا کہ لڑکا پڑھ رہا ہے اور گھر میں بھی زمین جائداد ہے لڑکی سکھی رہیگی۔ مگر سمترا کی زندگی کس قدر دوبھر ہوگئی۔ اسنے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ خواہ کچھ بھی ہو اس گھر میں نہیں رہیگی۔ جگنا تھ کو تعلیم ختم کرنے میں ایک سال ہی تو باقی ہے۔ انٹرنیس پاس ہو جائیگا تو اسکو شہر میں کوئی اچھی نوکری ضرور مل جائیگی۔ اور تب وہ شہر میں اپنی الگ گرہستی بنا لیگی۔ تب تک وہ اپنے والد کے ہی گھر میں رہیگی۔

یہی سوچتے سوچتے شام ہوگئی پر سمترا اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی۔ شام کو کشوری نے پکارا تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ کشوری اندر گئی۔ سمترا کے چہرے کو دیکھکر وہ ذرا ٹھٹھکی۔ پھر بولی۔ بھابھی تم رو رہی تھیں کیا؟

"اس جنگل میں میں رونے کے علاوہ اور کیا کروں" سمترا نے تنزیہ لہجہ میں جواب دیا۔"

کشوری چپ رہی۔ اسی گھر میں وہ پیدا ہوئی اور یہیں اسکی زندگی کے دن گذرتے آرہے ہیں۔ مگر ابھی تک تو اسے ایسا نہیں لگا۔

وہ چپ چاپ چلی گئی۔ سمترا نے اس دن کھانا بھی ٹھیک سے نہ کھایا۔ رات کو جگنا تھ سے اسنے کہا کہ وہ اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ جب تک شہر میں اسکی کوئی نوکری نہیں ہو جاتی وہ اپنے میکے میں رہیگی۔

جگنا تھ نے بیوی کو بہت سمجھایا مگر جوانی میں انسان کے دماغ میں جو بات گھر کر جاتی ہے اسے پورا کئے بغیر وہ چین نہیں لیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجبور ہوکر دوسرے دن جگنا تھ نے اپنی سسرال والوں کو خط لکھ دیا۔ دو چار دن بعد ہی سمترا کے والد آئے اور اسکو اپنے ساتھ لے گئے۔ اسکے بعد پھر سمترا اپنی سسرال نہیں آئی۔ جگنا تھ نے اس سال انٹرنیس کا امتحان پاس کرلیا۔ آگے پڑھنے کی اسکی طبیعت تھی مگر سمترا کی ضد کیوجہ سے اسکو اس خیال کو ترک کرنا پڑا۔ اور نوکری کی تلاش کرنے کیلئے مجبور ہونا پڑا۔ مگر نوکری کا ملنا اسقدر آسان تو نہ تھا۔ نہ معلوم کتنے پڑھے لکھے لوگ مارے مارے پھرتے ہیں۔ کئی مہینوں تک دفتروں کا چکر کاٹنے کے بعد اسے ایک بینک میں چالیس روپئے کی نوکری مل گئی۔ سمترا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ اپنی آئندہ زندگی کی رنگین تصویر بنانے لگی۔

انھوں نے الگ کرایہ پر ایک مکان لے لیا اور اسمیں رہنے لگے۔ سمترا چاہتی تھی کہ وہ بھی اپنی دوسری سہیلیوں کی طرح بڑی شان اور ٹھاٹ کے ساتھ رہے۔ وہ اپنی سہیلیوں کے گھر جاتی تھی۔ ان سب کے شوہر اچھی اچھی جگہوں پر ملازم تھے۔ انکی آمدنی جگنا تھ کی آمدنی سے کہیں زیادہ تھی مگر سمترا چاہتی تھی کہ وہ کسی سے گھٹ کر نہ رہے۔ مکان اگرچہ چھوٹا ہی تھا مگر اسنے اسے خوب اچھی طرح سے سجا رکھا تھا۔ جگنا تھ اکثر سمترا کو سمجھاتا کہ ہم لوگ غریب آدمی ہیں ہمکو غریبوں کی طرح رہنا چاہیئے مگر سمترا نے اسکی ایک نہ مانی۔

جب سمترا اپنی کسی سہیلی سے ملتی تو اسے یہ بتانے میں بڑی شرم معلوم ہوتی کہ اسکا شوہر جگنا تھ ایک بنیک میں معمولی کلرک ہے۔ وہ ایسا کسی سے کہہ ہی کیسے سکتی تھی۔ اپنی سہیلیوں پر اپنی اصلی حالت ظاہر نہ ہونے دینے کی غرض سے جب کوئی اُن سے اسکے شوہر کے متعلق دریافت کرتی تو وہ اسے بنیک کا منیجر بتا دیتی۔

سمترا کی ایک سہیلی کا نام تھا مالتی۔ مالتی کے والد پہلے سمترا کے والد کے پڑوسی تھے۔ مالتی اور سمترا دونوں بچپن کی دوست تھیں۔ مالتی کی شادی شہر ہی میں ہوئی تھی۔ اسکے شوہر وکالت کرتے تھے، انکا اپنا مکان تھا۔ مالتی اس مکان کو اور سجاکر رکھتی تھی۔ ایک دن سمترا مالتی کے گھر گئی۔ تو باتوں ہی باتوں میں اسنے کہا بہن۔ تمہارا مکان بہت خوبصورت ہے۔ میں بھی ایسا ہی ایک مکان چاہتی ہوں۔ وہ ایک مکان خریدنے کی فکر میں بھی ہیں۔ پر کوئی اچھا مکان نظر نہیں آتا۔

مالتی نے فوراً کہا۔ میرے بغل والا مکان بک رہا ہے، بہت اچھا مکان ہے۔ تم اپنے شوہر سے کہہ کر اسکو خرید لو تو بڑا اچھا ہو۔ ہم لوگ پڑوسی ہو جائینگے۔

سمترا نے اچھا تو کہہ دیا مگر دل میں اسکو بہت دکھ ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ ایسا مکان خریدنے کی اسکی حیثیت شائد کبھی نہ ہوگی۔ اس دن کے بعد وہ مالتی کے یہاں پھر نہیں گئی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مالتی مکان خریدنے کی بات چلائے۔

اس بیچ دو ماہ گذر گئے۔ سمترا سے پھر مالتی کی ملاقات نہ ہوئی۔ اسلئے اس دن جب مالتی کا نوکر خط لیکر آیا تو سمترا کو کوئی تعجب نہ ہوا۔ مالتی نے اسے شام کو بلایا تھا۔ لکھا تھا کچھ اور عورتیں آوینگی۔

شام کو سمترا مالتی کے گھر گئی تو دیکھا وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی ایک دوسری عورت سے باتیں کر رہی ہیں۔ سمترا کو دیکھتے ہی مالتی نے اٹھ کر سمترا کا استقبال کرتے ہوئے۔ ارے سمترا تم جیسے بالکل بھول ہی گئیں، کتنے دنوں بعد آج آئی ہو۔

سمترا نے مسکرا کر کہا۔ 'ہاں ادھر کچھ کام کاج میں اسطرح مشغول رہی کہ حاضر نہ ہو سکی'۔

مالتی نے پہلے سے بیٹھی ہوئی عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ 'یہی ہیں ہماری سہیلی سمترا جنکے متعلق کہہ رہی تھی۔ انکے شوہر ایک بنیک میں منیجر ہیں۔

"کس بنیک میں؟" عورت نے دریافت کیا۔

سمترا نے بنیک کا نام بتلا دیا اور اپنے شوہر کے سلسلہ میں باتیں کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد مالتی نے کہا۔ ارے سمترا میں نے تم سے ایک بات تو بتائی ہی نہیں، ہمارے بغل والا مکان جسکو تم خریدنا چاہتی تھی اسے انھوں نے خرید لیا ہے، اب یہ میری پڑوسن ہو گئی ہیں۔

سمترا نے مسکرا دیا، بولی ہاں مکان مجھے بہت پسند تھا مگر میرے شوہر کسی اور مکان کے خریدنے کی بات چیت کر رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ میری پسند کا ہی مکان خریدینگے۔ اسلئے میں نے اس مکان کو خریدنے کے لئے انھیں زور نہیں دیا۔ پر آپکے لئے یہ مکان تو آرام دہ ہے؟ سمترا نے مالتی کی پڑوسن سے پوچھا۔

"جی ہاں ابھی تو مجھے کوئی تکلیف نہیں معلوم ہوتی"۔ اس عورت نے جواب دیا۔

بات چیت ہوتی رہی۔ مالتی کی پڑوسن نے آئندہ اتوار کو سمترا اور مالتی کو اپنے یہاں بلایا۔ سمترا کو اس نئے تعارف سے بڑی خوشی حاصل ہوئی تھی کیونکہ اسکی طبیعت سمترا کو بہت بھلی معلوم ہوئی۔

یکایک سمترا کو دھیان آیا، اسنے انکے شوہر کے متعلق تو کچھ دریافت ہی نہیں کیا۔ اسلئے پوچھا۔ آپکے شوہر کیا کرتے ہیں؟

مالتی نے درمیان میں ہی کہا۔ ارے بہن سمترا میں تو یہ بتانا بھول ہی گئی۔ انکے شوہر مسٹر کیولہ تمہارے شوہر والے

بینک کے ڈائرکیٹر ہیں۔

سمترا کا سارا جسم جیسے سن پڑ گیا ہو۔ اسکے بعد وہ زیادہ دیر تک مالتی کے یہاں نہ بیٹھ سکی۔ کام کا بہانا بناکر جب وہ چلنے لگی تو مسٹر کپور نے کہا۔ آئندہ اتوار کو آپ ضرور تشریف لائیں۔

"ضرور آؤنگی"، سمترا نے کہا اور اپنے مکان کی طرف چل پڑی۔ اسکا دل ڈھڑک رہا تھا، میں نے فضول جھوٹ کہا۔ اگر اسنے اپنے شوہر سے یہ سب بات کہی تو وہ کیا خیال کرینگے۔ سمترا کو آج بہت افسوس ہو رہا تھا وہ دل ہی دل میں سوچتی کہ اسنے آخر اپنی حیثیت بڑھا چڑھا کر بتلائی ہی کیوں؟

اس دن جگنا تھ روز کی بہ نسبت دیر کر کے لوٹا۔ سمترا نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنی غلطی جگنا تھ کے سامنے تسلیم کرے گی۔ مگر جب جگنا تھ سامنے آیا تب وہ اپنے ارادے پر قایم نہ رہ سکی، اور اس نے اپنی غلطی تسلیم نہ کیا۔ دوسرے دن پھر اس نے ارادہ کیا مگر شام ہونے پر پھر اسے ہمت نہ ہوئی۔ تیسرا دن بھی گذر گیا، اتوار نزدیک آ گیا، اسکو اپنے شوہر سے سب کچھ بتلا دینا چاہیے۔

جمعہ کا دن تھا، سارے دن سمترا اپنے کمرے میں بیٹھی اس خیال میں بیٹھی سوچتی رہی۔ آج شام کو جگنا تھ روز کی بہ نسبت جلدی آ گیا۔ سمترا کو اس سے بہت حیرت ہوئی۔ اسکا دل دھڑکنے لگا۔ کوشش کرنے پر بھی وہ اپنے دل کے درد کو نہ کہہ سکی۔

جگنا تھ نے ناشتہ کرتے کرتے سمترا سے کہا۔ آج تم بہت اداس دکھلائی پڑ رہی ہو۔ چلو کہیں ٹہل آئیں۔ اس سے تمہارا دل بہل جائیگا۔

سمترا کی طبیعت اگرچہ باہر جانے کی نہ تھی مگر شوہر کی بات وہ ٹال نہ سکی۔ اس نے کپڑے پہنے اور شوہر کے ساتھ چل پڑی جگنا تھ نے باہر آ کر ایک ٹانگا کر لیا۔ ٹانگا شہر کے باہر جانے والی سڑک پر چلنے لگا۔ اور دھیرے دھیرے شہر کی بستی سے دور ہونے لگا۔ جگنا تھ چپ چاپ بیٹھا تھا۔ شہر سے لگ بھگ تین میل دور پہونچکر جگنا تھ نے ٹانگا رُک دینے کو کہا۔ ٹانگے سے اتر کر کھیتوں کے بیچ بنی ہوئی پگڈنڈی پر وہ چلنے لگا، سمترا بھی اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ یکایک سامنے کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے جگنا تھ نے کہا دیکھو سمترا یہ ہرے بھرے کھیت، یہ لہلہاتی پھسل انکو ہمسے کون چھین سکتا ہے۔

"کوئی نہیں" کچھ گم سم سی حالت میں سمترا اسنے جواب دیا۔

وہ کھیتوں کے بیچ بنے ہوئے چھوٹے مگر صاف اور خوبصورت گھر کے نزدیک گئے جس کے چاروں طرف باغ لگا تھا اور جس میں آم وغیرہ پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ شام کے وقت سارا دن چراگاہوں میں چرنے کے بعد کچھ گائیں اور بھیسیں لوٹ رہی تھیں۔ جگنا تھ نے انکو دیکھکر کہا۔ یہ جانور ہمیشہ ہمارا ساتھ دینگے۔

ہاں" سمترا نے آہستہ سے جواب دیا۔

ایک مکان کے دروازے پر پہونچکر جگنا تھ نے کہا۔ اور یہ گھر، یہاں ہم امن اور شانتی کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ یہ مزدور ہمارا حکم مانینگے۔

جگنا تھ کی باتیں سمترا کی سمجھ میں ذرا بھی نہیں آرہی تھیں۔ اسلئے آخر کار اس نے کہا آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا۔ یہ کھیت یہ جانور اور یہ گھر یہ سب تمہارے کیسے ہیں۔ اسکا یہ مطلب ہے؟

جگنا تھ کی ہونٹھوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ اس نے کہا۔ سمترا میں نے ابھی تک تم سے ایک بات نہیں بتلائی۔ وہی بتلانے کیلئے میں آج تمہیں یہاں لایا ہوں۔ آج میری نوکری چھوٹ گئی۔

"نوکری چھوٹ گئی" سمترا کے منہ سے یکایک یہ

لفظ نکل گئے۔ اس نے مجرمانہ نگاہوں سے جگناتھ کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا آہ میں نے تمسے چھپا کر اچھا نہیں کیا۔

اور اس نے مسٹر کپور سے تعارف اور ان سے جگناتھ کے بینک مینیجر ہونے کی ساری بات کہہ سنائی۔

جگناتھ نے مسکراکر کہا۔ سمترا اس میں تم نے کچھ جھوٹ نہیں کہا، میں بینک مینیجر تو تھا ہی۔

تم بینک مینیجر تھے؟" سمترا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، ہاں پچھلے سال میں مینیجر بنا دیا گیا تھا، اور مجھکو تین سو روپیہ تنخواہ ملتے تھے۔ مگر میں نے تمسے نہیں بتایا، کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ میری آمدنی بڑھ گئی ہے تو تم اپنا خرچ بڑھا دوگی۔

اوہ" سمترا نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" اور میں نے اپنی آمدنی سے یہ سب کھیت بات خریدے ہیں۔ گائے بیل اور بھینس خریدی ہیں اور مکان بنوایا ہے۔ اب کہو یہ سب تمہارا ہے کہ نہیں۔ اب بولو سمترا تم شہر چھوڑ کر گاؤں میں رہنا پسند کروگی یا نہیں۔

سمترا کا دل شہر کی بناوٹی زندگی سے پھر گیا تھا۔ وہ فوراً کہہ اٹھی، میں بڑی غلط فہمی میں تھی۔ اب مجھکو شہر بالکل پسند نہیں ہے۔

سمترا اور جگناتھ، اب اپنے اس نئے مکان میں رہتے ہیں۔ انکو کھیتی سے کافی فائدہ بھی ہوتا ہے۔ اور سمترا کو شہر سے دور رہنے کا کوئی غم نہیں ہے۔

کھیل

از جناب پی۔ این ماتھر۔ بی۔ اے۔ پی۔ ای۔ ایس

[ہماری زندگی میں کھیلوں کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے چھپی نہیں۔ کھیل ہماری جسمانی اور ذہنی حالت کو درست کرنے اور ترقی دینے میں بہت ہی بڑی جگہ رکھتے ہیں۔ مندرجۂ ذیل مضمون میں قابل مصنف نے انھیں کھیلوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے یہ مضمون ہمارے گاؤں کے رہنے والوں کیلئے مفید اور دلچسپ ثابت ہوگا]

بہترین تندرستی اخلاقی بلندی اور ٹیم کو ترقی دینے کیلئے کھیلوں کی اہمیت کو عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ رگوں اور پٹھوں کی ہی طرح دماغ بھی لگاتار کام کرنے سے تھک جاتا ہے۔ جسمانی تکان کی علامتیں صاف ظاہر ہونے لگتی ہیں تب کثرت کرنے والا اپنے آدمیوں کو کھڑے ہونے دیکر یا بیٹھوں کے دوسرے حصوں کی کثرت کے ذریعہ ان کے تھکے ہوئے پٹھوں کو آرام دے سکتا ہے۔ آرام کی حالت میں خیالات یا ماحول کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ اسلئے خیالات میں پورا ردوبدل ضروری ہے۔ آدمیوں کے خیالات کو کسی ایسے کھیل کی طرف لگا دینا چاہیئے جس سے فطری طور پر آرام ملتا ہے اور اس طرح دماغ پھر تر و تازہ ہو جائیگا۔

کھیل ایسے ہونے چاہیئے جو مقابلہ کی طرف جو فطری رجحان ہے اسکو اور دلچسپی کا سامان مہیا کر سکے اور

ساتھ ہی گاؤں کے خادموں کی ٹرننگ کے ساتھی ہوں۔
وہ ایسے ہونے چاہئیں جس سے سارے درجہ کی توجہ
لگی رہے اور ہر آدمی چاہے وہ پھرتیلا ہو اور چاہے
سست کھیل میں کافی حصہ لے سکے۔ جن کھیلوں میں سب لوگ
حصہ لے پاتے ہیں ان سے امداد باہمی کے جذبات پیدا
ہوتے ہیں۔ کند دماغ کو تیز کرنے کیلئے تیز دماغ کے ساتھ لگانا ہے۔
درجہ میں بہت جلد زندگی اور خوشی پیدا کرنے والے
کھیل یہ ہیں۔ جن سے تھوڑے میں لوگوں کی بری حالت یہ
زیادہ لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے۔ جیسے "کوڑا جمال شاہی"
"میں کتا ہوں" وغیرہ۔ کوڑا جمال شاہی میں دوڑنے
والے کے خالی جگہ میں پہونچنے کے پہلے کوڑے باز کے
کوڑے کی چوٹ دیکھکر دوڑنے والے پر سب کو ہنسی آتی
ہے اور درجہ بھر کے دل میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے
کہ جب کوڑے سے پٹتے ہوئے خالی جگہ پر جانے کی انکی
باری آوے تب وہ خود نہ پکڑے جا سکیں۔ اس طرح کے
کھیلوں کے ذریعہ دلچسپی پیدا ہوتی ہے جو کہ ہمت اور تازگی
کا پہلا درجہ ہے۔

ایک طے شدہ کام میں منظم کئے گئے مقابلہ والی ٹیم کے کھیل
دن بھر کے کھیل اور دلچسپیوں کے پروگرام میں شامل کئے
جانے چاہئیں جس سے کہ امید کے ساتھ کوشش کرنیکا خیال پیدا
ہوتا ہے، ٹیم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور لوگ اس سے ہنسی اور
بہادری کی تعلیم پاتے ہیں۔

شام کے کھیل کے پروگرام میں حسب ذیل باتیں بھی شامل
کی جانی چاہیں:۔

۱۔ کھیل جیسے گیند کے کھیل، دوڑنے پکڑنے کے کھیل، کبڈی چلھر سرا وغیرہ
(۲) دلچسپیوں کے کھیل، جیسے تین ٹانگ کی دوڑ، رکھ کی دوڑ،
گدھا دوڑ، کود پھینک وغیرہ
(۳) گانے کے ساتھ ناچنے والے کھیل۔

"پنگھٹ کی رانی"

(خواجہ محمد احمد)

(۱)

احمریں ہونٹھوں پہ رنگین فسانے رقصاں
جسطرح، میرے تخیل کے چمن زاروں میں
چاندنی رات کے کھوئے ہوئے سناٹوں میں
کروٹیں لیتے ہیں نظموں کے اچھوتے عنواں

(۲)

مرمریں باہوں پہ ساون کے ترانے رقصاں
جسطرح دھان کے لہراتے ہوئے کھیتوں پر
صبح کی دیوی کے آنچل کا اشارہ پاکر
گیت گاتی ہیں شفق زاروں کی کمسن پریاں

(۳)

سانولے چہرے پہ جنگل کی فضائیں رقصاں
جس طرح جھیل کے پانی پہ۔ (کنول کو چھو کے
تیز رو کشتی کے اُس پار نکل جانے سے)
دور تک پھیل کے رہ جائیں سبک پنکھڑیاں

(۴)

نرگسی آنکھوں میں بدمست گھٹائیں رقصاں
جسطرح، تیز ہوائیں، کسی برگد کے تلے
جھولے پر بیٹھی ہوئی شیلا کے الھڑپن سے
بنتے رہتے ہیں فضاؤں میں شرابوں کے مکاں

پنجاب میں دودھ کا دھندا

(ملک امانت خاں بی۔ایس۔سی (زراعت) ایڈنبرگ پروفیسر زراعت اور
سلطان علی چودھری، بی۔ایس۔سی (زراعت) سند یافتہ زراعت (دائی) بی۔ایس۔سی زراعت (لندن)
اسسٹنٹ پروفیسر زراعت پنجاب ایگریکلچرل کالج لائل پور)

[ہندوستان میں اگرچہ مویشیوں کی تعداد دنیا کے دیگر ممالک سے زیادہ ہے۔ مگر اسکے باوجود بھی یہاں فی کس دودھ کا روزانہ اوسط بہت ہی کم ہے۔ اسکی خاص وجہ مویشیوں کا بھرپیٹ چارہ نہ ملنا اور اچھی نسل کے مویشیوں کی کمی ہے۔ اس مضمون میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ چارہ کی کمی کو کسطرح دور کرکے اور اچھی نسل کے جانوروں کو پال کر ہندوستان کے دودھ کے دھندے کو ترقی دی جا سکتی ہے۔ امید ہے اس سے دودھ کی تجارت کرنے والے اور کسان فائدہ حاصل کرینگے۔]

ہندوستان میں دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ مویشی ہوتے ہیں۔ ساری دنیا میں کل ۳۰۰۰ لاکھ مویشی ہیں۔ اس میں سے ۳۳۰۰ لاکھ یعنی تقریباً ایک تہائی صرف برطانوی ہند میں ہیں۔ اس کے بعد روس اور پھر دول متحدہ امریکہ میں مویشی پائے جاتے ہیں۔ روس میں مویشیوں کی تعداد ۶۵۰ لاکھ اور دول متحدہ امریکہ میں ۸۰۰ لاکھ ہے۔ لیکن ان دونوں ملکوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس میں ہندوستان کے ایک تہائی کے برابر بھی مویشی ہوتے ہوں۔ برطانیہ میں صرف ستّر لاکھ مویشی ہیں یہ تعداد ہندوستان کی تعداد کا ۱/۴۰ ہے۔

اس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے مویشیوں کی ضرورت بھی ہے یا ان کی اتنی بڑی تعداد محض بیکار ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ ہندوستان میں زیادہ تر مویشیوں کو چارہ ضرورت سے بھی کم ملتا ہے اور یہ بات اس ملک میں مویشیوں کی تعداد کو دیکھتے ہوئے واقعی بہت تعجب خیز ہے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ یا تو ہندوستان میں مویشیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یا ان کیلئے ملک میں چارہ کی کمی ہے۔ اس کا صحیح پتہ چلانے کیلئے ان دونوں باتوں پر اچھی طرح غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں مویشیوں کے دھندے کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کی تعداد کم کرنا یا چارہ کی پیداوار بڑھانا ضروری ہے۔ بیکار کمزور اور ادھر ادھر گھومنے والے مویشیوں کو الگ کرنے اور ان کی تعداد کم کرنے کیلئے کافی محنت کی ضرورت ہے۔ بانجھ گایوں اور بڈھے بیلوں کو یکدم ختم کرنے میں مذہبی اعتراضات کا مقابلہ کرنا پڑیگا اسلئے اس مقصد کے حصول کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دیہاتوں میں ایک ہی نسل سے نسل بڑھانا اور اسکے لئے بڈھے بیلوں کو کام میں لانا رد کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیلوں کو عام طور سے بدھیا کرنیکی تحریک بہت زور شور سے چلائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ عوام کو اس بات کی تعلیم دیجائے کہ وہ بہت زیادہ تعداد میں غیر ترقی یافتہ اور بیکار جانوروں کے رکھنے کے بجائے کم مگر مضبوط مویشی رکھیں جو اُن سب کے مقابلہ میں اتنا ہی یا اس سے زیادہ کام دے سکیں۔

ہندوستان میں مویشی حسب ذیل تین خاص کاموں

کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔

۱۔ دودھ اور دودھ سے تیار ہونیوالی اور دوسری چیزوں کیلئے۔
۲۔ کھیتوں کی جوتائی، بار برداری اور دوسرے زراعتی کاموں کیلئے اور
۳۔ کھاد اور ایندھن حاصل کرنے کیلئے۔

دودھ کی پیداوار:- دوسرے ممالک میں مندرجہ بالا تینوں کاموں میں سے دوسرے کام کو پہلے کام سے زیادہ اہم نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن ہندوستان میں دونوں کاموں کو برابر اہمیت دینے کے باوجود دودھ کی پیداوار اور اس کا خرچ بہت ہی کم ہے۔ جیسا کہ نیچے دیئے ہوئے اعداد سے صاف ظاہر ہوگا۔ دودھ کی خرابی اور قلت کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کی صحت پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ ہندوستان میں سالانہ کل ۷۴۳۶ لاکھ من دودھ ہوتا ہے۔ حالانکہ دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں ہندوستان کا نمبر دول متحدہ امریکہ کے بعد آتا ہے جہاں سالانہ ۱۲۵۳۲ لاکھ من دودھ ہوتا ہے۔ پھر بھی یہاں کی آبادی گنجان اور اس کا رقبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے یہاں دودھ کا خرچہ فی کس روزانہ بہت کم ہوتا ہے۔ اندازہ لگانے پر معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں روزانہ فی کس ۵ اونس دودھ سے زیادہ کا خرچ نہیں ہے۔ اب اس عدد کا مقابلہ اور دوسرے ملکوں کے اعداد سے کیجیے۔

۱۔ برطانیہ میں روزانہ فی کس ۔ ۴۰/۶ اونس
۲۔ دول متحدہ امریکہ " " " ۔ ۳۵/۶ "
۳۔ آسٹریلیا " " " ۔ ۴۴/۴ "
۴۔ نیوزیلینڈ " " " ۔ ۵۵/۶ "
۵۔ ڈنمارک " " " ۔ ۴۰/۳ "
۶۔ جرمنی " " " ۔ ۳۵/۰ "

دودھ کا خرچہ ہے۔ غذا کے موجودہ اصول کے مطابق لوگوں کی تندرستی برقرار رکھنے اور انہیں طاقتور بنانے کیلئے روزانہ فی کس ۲۰ سے ۳۰ اونس تک دودھ کی ضرورت ہے۔ صوبہ پنجاب (ہندوستان) میں سب سے زیادہ دودھ فی کس استعمال ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس مقررہ تعداد سے کم یعنی صرف ۱۵/۲ اونس فی کس روزانہ ہوتا ہے۔

ہندوستان میں دودھ کی مقدار بڑھانے اور اسے سستا کرنے کیلئے شاید سوائے اسکے اور کوئی واحد طریقہ نہیں ہے کہ یہاں کے مویشیوں کی حالت اچھی بنائی جائے۔ حال میں ہندوستان کے تمام صوبوں میں بازاروں کی جانچ پڑتال کیگئی تھی جس سے یہ معلوم ہوا تھا کہ برطانوی ہند میں دیہات کی گائیں اور بھینسیں جتنا سال بھر میں دودھ دیتی ہیں ان کا اوسط فی گائے ۵۲۵ پونڈ اور فی بھینس ۱۲۷ پونڈ ہوتا ہے۔ پنجاب کے مویشی بہت اچھی قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں کا اوسط فی گائے ۱۴۴۵ پونڈ اور فی بھینس ۳۲۲ پونڈ دودھ تھا۔ اس کے مقابلہ میں برطانیہ میں (۵۵۲۶) پونڈ دول متحدہ امریکہ میں ۴۱۲۶ پونڈ اور ڈنمارک میں ۷۰۰۵ پونڈ دودھ سالانہ فی گائے کا اوسط ہے۔ پنجاب میں فی ہزار آدمیوں کے لئے ۵۰ گائے اور ۸۰ بھینس یعنی ۱۳۸ دودھ دینے والے جانوروں کا اوسط پڑتا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں امریکہ میں صرف ۱۲۰ اور برطانیہ میں ۲۵ گائے فی ہزار آدمی کا اوسط ہے۔

ہندوستان میں دنیا کے کسی ایک ملک کیا بلکہ کسی ایک بر اعظم سے بھی زیادہ مویشی پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے مویشیوں کا دودھ اس ملک کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کا ہے اور وہ ایک دوسرے سے اتنا مختلف ہے کہ اس کو ایک قسم بنا کر دوسرے ملکوں کے دودھ سے مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ دوسرے ملکوں میں مویشیوں کے دودھ کی خاص طور پر ترقی کی کوششیں کیجا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں بہت سے ملک ایسے ہیں جہاں ابھی صرف پچاس سال سے یہ کوشش شروع کیگئی ہیں۔ ان غیر ممالک کے

مقابلہ میں ہندوستان کے دودھ اور دودھ سے تیار کی ہوئی چیزوں کو ایک جماعت کے طور پر نہیں رکھا جا سکتا اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں ان کی قسمیں مختلف ہیں۔

اچھی قسم کے مویشیوں کی ضرورت:- یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہندوستان میں بھی دودھ دینے والے مویشیوں کی بہت اچھی نسلیں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں ساہیوال اور سرخ سندھی، مثال کے طور پر پیش کیجا سکتی ہیں جنھوں نے ہندوستان میں سرکاری ڈیری فارم میں ایک مرتبہ دودھ شمار ہونے پر دس ہزار پونڈ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ دودھ دیا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہندوستان میں لاعلمی اور جہالت بہت زیادہ ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مویشیوں کی افزائش نسل اور غذا بے اصول ہوتی ہے۔ اس جہالت کی وجہ سے اس ملک کی بہت سی اچھی نسلیں خراب ہوگئی ہیں اور وہ دودھ بھی کم دینے لگی ہے۔

ہندوستانی مویشیوں میں اچھی قسم کے جانور منتخب کرکے اور خراب قسم کے چھانٹ کر الگ کرکے یہاں کے مویشیوں کی حالت بہتر بنائی جا سکتی ہے ۱۳-۱۹۱۲ء میں پنجاب ایگریکلچل کالج لائل پور سے ملحق ایک چھوٹے ڈیری فارم میں دس ساہیوال گائیں مقامی طور پر خرید کر رکھی گئیں۔ اس وقت پورے گلے میں جتنا دودھ ہوتا تھا اسکا اوسط فی گائے صرف ۵/۶ پونڈ تھا۔ اس ڈیری فارم نے اسکے بچھڑوں کو اپنے ہی گلے میں رکھا اور اچھی طرح ہوشیاری کے ساتھ ان کا انتخاب کرنے چیدہ طور پر نسل افزائی کرنے اور سائنس کے اصول کے ماتحت انھیں چارہ دینے کا اثر یہ ہوا کہ اس فارم میں مویشی اچھے اور مضبوط بنتے گئے۔ اسکی ترقی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دس بیس اور پچیس سال کے بعد اس فارم کے مویشیوں سے جو دودھ ہوتا تھا اس کا اوسط فی گائے ۹/۳ پونڈ، ۵/۱۵ پونڈ اور ۱۳/۱۷ پونڈ بالترتیب رہا۔

اس کے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہندوستان میں مویشیوں کی خرابی اور کمزوری کا اصل سبب ان کی ناقص غذا ہی ہے۔ ڈاکٹر رائٹ صاحب نے ہندوستان میں مویشیوں کی ترقی اور دودھ کے دھندے پر جو رپورٹ لکھی ہے اس میں آپ نے لکھا ہے کہ بلاشبہ ہندوستان کے زیادہ تر مویشیوں کو بہت ہی کم چارہ ملتا ہے ...... یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ دیسی گاؤں کے کم دودھ دینے کی سب سے زیادہ ضروری اور اکیلی وجہ ان کی کم غذا ہی ہے۔ زراعت کے بارے میں سرکاری کمیشن نے لکھا ہے کہ "جب تک مویشیوں کو اچھا چارہ نہیں دیا جاتا ان کی نسل افزائی کے طریقوں میں کوئی خاص ترقی نا ممکن ہے" اگر دودھ کی پیداوار بڑھانا ہے تو موجودہ چارہ کو بڑھانا بہت ضروری ہے۔ چونکہ گائے کی غذا چارہ و دیگر راتب (دانہ دکھلی وغیرہ) ہیں اسلئے مطلوبہ نتیجہ پر پہنچنے کیلئے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ اس وقت یہ چیزیں کتنی ہیں۔

ہرا چارہ اور دیگر راتب:- دودھ دینے والے مویشیوں کو تندرست رکھنے کیلئے اور انھیں زیادہ دودھ دینے کے قابل بنانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ان کے چارے میں کچھ راتب ملائے جائیں۔ چارہ جانوروں کو زندہ رکھنے اور ان کی تندرستی برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے اور راتب سے خاص فائدہ یہ ہے کہ ان سے جانوروں میں طاقت آتی ہے اور دودھ زیادہ ہوتا ہے۔

چونکہ چارہ میں وٹامن کا جز بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے گایوں کو چارہ دینا صرف سستا ہی نہیں پڑتا بلکہ اس سے ان کی تندرستی بھی اچھی رہتی ہے۔ چارہ اور خاص طور پر ہرا چارہ دودھ دینے والے جانوروں کیلئے بہت مفید اور سستا ہوتا ہے اور جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو انھیں دینا چاہئے۔ گائے کو برابر ایک خاص اصول کے مطابق ہرا چارہ دیتے رہنے سے اس کا دودھ

ہل
بہت بڑھ جاتا ہے اس کا اندازہ نیچے دئے ہوئے اعداد سے ہو جائیگا۔

سال	ہر چارہ فی گائے روزانہ پونڈ	خشک چارہ روزانہ پونڈ	راتب جو ہر ۱۰۰ پونڈ دودھ پر دی گئیں	سالانہ دودھ فی گائے پونڈ
۱۹۳۱-۳۲ء	۴۵	٦٫۱	۵۲٫۳۵	۴٦٦۹
۱۹۳۲-۳۳ء	۳۸	۵٫۹	۵۹٫۳۰	۴۱۷۲
۱۹۳۳-۳۴ء	٦۲	۲٫۹	۵۲٫۱۹	۵۴۹۳
۱۹۳۴-۳۵ء	٦۹	۲٫۵	۵۲٫۰۴	٦۰۳۷

اوپر دئے ہوئے اعداد سے صاف ظاہر ہے کہ پنجاب ایگریکلچرل کالج لائل پور کی ڈیری میں گایوں کے دودھ میں جو اضافہ ہوا ہے اسکی خاص وجہ یہی تھی کہ انھیں زیادہ ہرا چارا دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ہرا چارہ گایوں کی تندرستی اور ان کے دودھ دینے کیلئے اس قدر مفید ہے کہ اسکے زیادہ استعمال کرنے پر جتنا بھی زور دیا جائے بیجا نہ ہو گا۔ اسلئے اسکی خاص طور پر باقاعدہ کوشش ہونی چاہیئے کہ کم از کم دودھ دینے والے جانوروں کیلئے ہرا چارہ سال بھر تک برابر ملتا رہے۔

پنجاب میں ہرا چارہ خاص طور پر (۱) چراگاہوں۔ (۲) غلہ اور دوسری تجارتی فصلوں کے ساتھ اگائی ہوئی دوسری فصلوں اور۔ (۳) چارہ کی فصلوں سے ملتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پنجاب میں چراگاہ نہیں ہیں۔ وہاں خشک اور تر موسم اس قدر الگ الگ ہیں کہ بغیر آبپاشی کئے ہوئے وہاں کوئی مستقل چراگاہ نہیں ہو سکتی۔ پنجاب جیسی گنجان آبادی میں آبپاشی کر کے چراگاہ بنانا سستا نہیں پڑتا۔ آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے خالی زمینیں بھرتی جا رہی ہیں۔ اور اسطرح کھیت اور زمینداری کے رقبہ میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ میدانوں میں خالی زراعتیاں جنھیں عام طور پر شاملات کہتے ہیں رفتہ رفتہ کھیتی باڑی کے کام میں لائی جا رہی ہیں اور بہت سے علاقوں میں اب نام کو بھی نہیں رہ گئی ہیں۔

اس طرح چراگاہوں میں اضافہ کی بہت کم امید رہ گئی ہے۔ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ چراگاہوں کو اچھی طرح استعمال کیا جائے اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ ہر چراگاہ کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیئے اور ان حصوں میں باری باری جانوروں کو چرنے کیلئے چھوڑنا چاہیئے۔ یہ خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ ہر حصہ میں اتنے ہی جانور چھوڑے جائیں جتنے کیلئے وہ حصہ کافی ہو۔

غلہ اور دوسری تجارتی فصلوں کے ساتھ پیدا کی ہوئی دوسری فصلیں۔

اس سلسلہ میں بھی کوئی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں ہے۔ جب تک کہ ان خاص فصلوں کو ترقی نہ دیجائے جنکے ساتھ یہ اگائی جاتی ہیں۔ غلہ کی اچھی فصلیں مثلاً گیہوں، جو، مکا یا جوار وغیرہ کو اگانے سے زیادہ پیال، گھاس پھوس اور ڈنٹھلوں کی امید کیجا سکتی ہے۔ گنے کی ترقی دی ہوئی قسموں کے اگانے سے جانوروں کے چارہ کیلئے زیادہ ہری پھنگیاں مل سکتی ہیں۔

چارہ کی فصلیں:-

پنجاب میں کل ۲۸٫۰۷ لاکھ ایکڑ آراضی میں چارہ کی فصلیں اگائی جاتی ہیں۔ یہ اس صوبہ میں قابل کاشت رقبہ کی ۱۰٫۷ فیصدی ہے۔ مویشیوں کے چارہ کیلئے یہ سب سے زیادہ اہم ذریعہ ہے۔ کاشتکار چارہ کی پیداوار مندرجہ ذیل طریقوں سے بڑھا سکتا ہے۔

(۱) چارہ کی فصلیں زیادہ آراضی میں اگا کر۔
(۲) زیادہ پیداوار ہونے والے چارے کی فصلیں اگا کر۔
(۳) سال کے اس حصہ میں جب ہرا چارہ نہ مل سکتا ہو۔

چارے کی نئی فصلیں اگاکر۔

عام طور پر کاشتکار اور زیادہ آراضی میں چارہ کی فصلیں نہیں اگا سکتا اسکی وجہ یہ ہے کہ زیادہ آراضی میں چارہ کی فصلیں اگانے سے اسکی ان فصلوں میں کمی ہو جائیگی جن سے اسے روپیہ ملتا ہے۔ اسلئے مجبوراً کاشتکار کو اوپر دئے ہوئے دوسرے اور تیسرے طریقہ میں سے کسی پر عمل کرنا پڑیگا۔ چارہ کی ان فصلوں کو اگانے سے جنکی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ کاشتکار چارہ کی پیداوار کو بڑھا سکتا ہے۔ پنجاب کے محکمہ زراعت نے اس قسم کی فصلوں اور فصل کی اُن قسموں کو بتلاکر ایک نمایاں خدمت انجام دی ہے یہ فصلیں اور قسمیں جو وہاں کی آب و ہوا کیلئے موزوں نہیں ہیں بلکہ موجودہ فصلوں کے مقابلہ میں ان کی پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔

پنجاب میں فصلوں کا ادل بدل کر اگانا:۔

پنجاب میں خریف (گرمی کی فصل) اور ربیع (جاڑے کی فصل) دو خاص فصلیں ہیں پنجاب میں کل جتنی آراضی میں چارے کی فصلیں اگائی جاتی ہیں ان کی دو تہائی فصل خریف ہے اور ایک تہائی ربیع کی فصل ہے۔ غیر ترقی یافتہ قسموں کے بجائے اچھی اور ترقی دی ہوئی قسم کی فصلوں کو اگانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پنجاب کے محکمہ زراعت نے ایک فہرست تیار کی ہے جسکے لئے اسکی رائے ہے کہ اس میں دی ہوئی فصلوں کو پرانی غیر ترقی یافتہ فصلوں کے بجائے اگایا جائے یا بالکل نئے سرے سے سال کے اس زمانے میں اگایا جائے۔ جب ہرے چارے کی قلت محسوس ہوتی ہے۔ صوبہ کے مختلف حصوں میں آب و ہوا آبپاشی کی سہولیتیں اور زمین کی حالت جدا جدا ہونے کی وجہ سے سال کے مختلف حصوں میں مختلف مقامات پر چارہ کی کمی محسوس ہوتی ہے لیکن خاص طور پر دو موسم ایسے ہوتے ہیں جب ہرے چارے کی بہت سخت قلت ہوتی ہے۔ یہ فصل خریف کے بعد سے لیکر فصل ربیع کے شروع تک اور فصل ربیع کے بعد سے لیکر فصل خریف کے شروع تک ہوتے ہیں۔ یعنی نومبر دسمبر اور مئی جون میں ہرے چارے کی دقت ہوتی ہے۔ جبئی کی دیر میں تیار ہونیوالی قسموں اور جلدی بوئے ہوئے مکا کو مٹری۔ سوڈان گھاس، اور ٹیوسنٹی کے ساتھ ملاکر بونے سے مئی اور جون میں ہرا چارہ مل سکتا ہے۔ نومبر اور دسمبر میں ہرے چارہ کے قلت دور کرنے کیلئے ٹیوسنٹی کی دیر میں بوئی ہوئی قسموں اور مکا کو مٹری کے ساتھ بونا چاہیئے اور پھر اس میں جلدی ہونیوالی شلجم، ہندوستانی کولزا، اور جلدی ہونیوالی برسیم گھاس اگا دینی چاہیئے۔

پنجاب کے محکمہ زراعت نے جو فصلیں تجویز کی ہیں ان میں سے کچھ ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

فصل خریف:۔ (۱) جوار۔ اسکی جے۔ ایس۔ ۲۰ قسم کی پیداوار معمولی جوار سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ پود ون کی بیماریوں کا کافی اچھا مقابلہ کر سکتی ہے پھیکی قسم کی ہونیکی وجہ سے یہ قسم سکھائی جا سکتی ہے اور کافی عرصہ تک رکھی جا سکتی ہے اسلئے برانی کے علاقہ کیلئے جہاں چارہ کا عرصہ تک رکھنا بہت ضروری ہے یہ قسم بہت اچھی ہے۔ جوار کی دوسری قسم جے۔ ایس ۲۱ کی پیداوار اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ کھٹے قسم کی ہوتی ہے۔ پوٹھوار پلیٹو میں جو نمک کے علاقہ کے شمال میں واقع ہے یہ قسم بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔

۲۔ سوڈان گھاس:۔ یہ گھاس ابھی حال ہی میں پنجاب میں اگائی گئی ہے اگر اچھی زمین میں آبپاشی کرکے یہ گھاس لگائی جائے تو گرمیوں کے زمانہ میں اسے چار مرتبہ کاٹ سکتے ہیں۔ اس طرح اس سے چار مرتبہ ہرا چارہ ملتا ہے۔

۳۔ ٹیوسنٹی:۔ یہ بالکل نئی چیز ہونیکے باوجود بھی صوبہ میں بہت عام ہوتی جا رہی ہے اگر مارچ میں

بودی جائے تو گرمیوں کے موسم میں اسے دو سے تین مرتبہ تک کاٹ سکتے ہیں لیکن اگر دیر میں یعنی جولائی کے آخر میں یا ستمبر کے شروع میں بوئی جائے تو اکتوبر اور نومبر میں اس سے بہت زیادہ چارہ ملتا ہے۔ سال میں دو مرتبہ ہرے چارے کی قلت ہوتی ہے اور اس سے دونوں وقتوں میں بہت کافی ہرا چارہ ملتا ہے۔ یہ چارہ نرم ہوتا ہے اور اس میں غذائیت پائی جاتی ہے اسے ہر قسم کے جانور پسند کرتے ہیں۔ پودوں کے وہ کیڑے بھی جو پتوں میں سوراخ کر دیتے ہیں اس کو نہیں خراب کرتے اور بگر مشتہ سے بھی یہ محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ مٹری :۔ اسکی نو۔ ایس نمبرا قسم میں چارہ بہت زیادہ ہوتا ہے جو سنگٹی اور مکا میں مٹری ملانے سے بہت اچھا چارہ تیار ہوتا ہے اور روٹامن کافی ہونیکی وجہ سے چارہ اور زیادہ اچھے قسم کا ہو جاتا ہے

ربیع کی فصلیں :۔

۱۔ جئی :۔ جب سے جئی کی دیر میں تیار ہونیوالی قسموں کا پتہ چلا ہے۔ جئی کی بوائی زیادہ عام ہو گئی ہے۔ اپریل اور مئی میں جن سے ہرا چارہ ملتا ہے۔ الجیریا کی جئی اور اسکی نو۔ ایس $\frac{1}{29}$ قسم مقابلتاً خشک علاقوں میں بہت کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ اور اسکی پیداوار کافی ہوئی ہے لیکن فرانسیسی جئی صرف زیادہ نم اور اچھی طرح سینچے ہوئے علاقوں ہی میں اچھی طرح اگتی ہے۔ اسکی نو۔ ایس $\frac{1}{29}$ قسم قحط کا مقابلہ کر سکتی ہے اور ان مقامات پر جو بالکل بارانی ہوتے ہیں یہ قسم بہت اچھی طرح اگتی ہے۔ جئی کے چارہ میں غذائیت بہت ہوتی ہے۔ جئی کا چارہ خاص طور پر جانوروں کو طاقتور بناتے اور ان کا دودھ بڑھانے کیلئے مفید ہے۔ گھوڑے۔ مویشی اور دودھ دینے والے جانور رکھنے والوں کو چاہیئے کہ وہ جئی کی کاشت کریں۔

۲۔ برسیم گھاس :۔ برسیم گھاس ابھی حال ہی میں پنجاب میں اگائی جانے لگی ہے مگر اس قدر کامیاب ثابت ہوئی ہے کہ اس نے پنجاب کے سینجی کی جگہ لے لی ہے پنجاب میں فصل ربیع کا سب سے مشہور پھلی دار چارہ سینجی ہے۔ برسیم کی کٹائی دسمبر سے مئی تک ہر ۴ یا ۵ مرتبہ ہو جاتی ہے۔ اور ان کٹائیوں میں اس سے بہت زیادہ ہرا چارا حاصل ہوتا ہے۔ اس چارہ میں پروٹین بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کے جانور اسے پسند کرتے ہیں۔ دودھ دینے والے جانوروں کو کھلانے سے ان کا دودھ زیادہ ہو جاتا ہے اگر نئی آراضی میں برسیم گھاس بونا ہو تو اس سے پہلے اس زمین میں بیکٹیریا یا کیڑوں کو ملا کر اچھی طرح جوتائی کرنی چاہیئے۔ اسکے بارے میں مفصل ہدایات پنجاب ایگریکلچرل کالج لائل پور کے زراعتی بیکٹیریالوجسٹ سے ملینگی۔

۳۔ جاپانی توری :۔ ہندوستانی کو سرا کی جتنی بھی قسمیں ہیں ان سب سے زیادہ جاپانی توری میں ہرا چارہ ملتا ہے۔ بارانی علاقوں میں معمولی مٹیار زمین میں اسکی کاشت بہت اچھی طرح کیجا سکتی ہے۔ اس سے ہرا چارہ ملنے کے باوجود دیہاتوں میں اسکے بیجوں سے تیل بھی نکالا جاتا ہے۔ اور بہت سے دیہاتوں میں لوگ اسے ساگ کیطرح کھاتے ہیں۔ یہ ساگ بہت مزیدار ہوتا ہے اور لوگ بہت شوق سے کھاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سی سدابہار گھاسوں کا پتہ لگایا گیا ہے اور وہ اگائی جانے لگی ہیں۔ ان میں جنیبا گھاس، نیپیر گھاس اور روڈس گھاس کا ذکر کافی ہے۔ یہ سب گھاس ان علاقوں میں جہاں آبپاشی کیجاتی ہے کافی اچھی طرح اگائی جا سکتی ہے اور سال میں انکی کئی مرتبہ کٹائی سے کافی ہرا چارہ ملتا ہے۔ نیپیر گھاس کی فصل خشک علاقوں میں بھی اچھی ہوتی ہے۔

چارہ کی حفاظت :۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اگر وقت پر ضرورت کے مطابق بارش ہو جانیکی وجہ سے کسان کی فوری ضرورت سے زیادہ چارہ پیدا ہو گیا تو

اسکو اپنی وہ مصیبت کبھی نہیں یاد آتی جو کہ چارہ کی انتہائی قلت کے وقت اسے اٹھانی پڑتی ہے۔ چارہ کی زیادتی کی وجہ سے کسان اسے بغیر کاٹے ہوئے جانوروں کے سامنے ڈال دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جانور زیادہ چارہ دیکھ کر اسکی صرف پتیاں اور ملائم ٹہنیاں کھا لیتے ہیں اور سخت اور خشک ٹہنیاں چھوڑ دیتے ہیں جو آخر کار بیکار سمجھکر کھاد کے ساتھ کھیت میں ڈال دیجاتی ہیں۔ اس طرح چارہ بہت بیکار جاتا ہے۔ اگر اسے چارہ کاٹنے کی مشین سے کاٹ کر جانوروں کو دیا جائے تو چارہ بچایا جا سکتا ہے اور اس طرح بچایا ہوا چارہ رکھا جا سکتا ہے اور آئندہ جب ضرورت ہو اسکو کام میں لایا جا سکتا ہے۔ اس بچائے ہوئے چارے کو سکھا کر یا گڈھے میں رکھ کر محفوظ کئے ہوئے ہرے چارے کیطرح کام میں لایا جا سکتا ہے۔

زراعت کے بارے میں سرکاری کمیشن نے گڈھے میں رکھکر ہرے چارے کو محفوظ رکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ بارانی علاقوں کے کسانوں کیلئے یہ طریقہ بہت مفید ہے کیونکہ وہاں اکثر گرمیوں میں ان کے جانوروں کے لئے نہ تو تازہ ہرا چارہ ہی دستیاب ہوتا ہے اور نہ کہیں ہری گھاس ہی مل سکتی ہے جیسا سرکاری کمیشن نے لکھا ہے کہ چارے کی قلت کے زمانہ میں صرف گائیوں اور بچھڑوں کو تھوڑا تھوڑا محفوظ رکھا ہوا ہرا چارہ دینے سے ہندوستانی مویشیوں کی حالت بہت سدھر سکتی ہے۔ ہرے چارے کو محفوظ رکھنے کیلئے۔ اینٹوں اور کنکروں کے بجائے کچے گڈھے سب سے اچھے اور سستے ہوتے ہیں بشرطیکہ انھیں چارہ رکھتے وقت اچھی طرح دبا کر رکھا جائے اور گڈھے اچھے اور باقاعدہ بنے ہوئے ہوں۔ اسطرح ان گڈھوں میں رکھا ہوا ہرا چارہ اگر زیادہ اچھا نہ ہو جائیگا تو کم از کم اسی حالت میں رہیگا جیسا کہ وہ رکھتے وقت تھا۔

چارہ کو صرف گڈھوں ہی میں رکھکر محفوظ نہیں رکھا جا سکتا۔ ان لوگوں کیلئے جو اچھے گڈھے نہیں تیار کر سکتے یہ طریقہ بھی ہے کہ وہ اسے سکھا کر خشک چارہ بنا لیں۔ ہندوستان کی آب و ہوا کچھ اس قسم کی ہے کہ خشک چارے بنانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ دور و دراز مقامات پر بھیجنے کیلئے سکھایا ہوا چارہ گڈھے میں محفوظ رکھے ہوئے چارے سے زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ اسطرح معلوم ہوا کہ چارہ کی ترقی دی ہوئی فصلوں کے بارے میں محکمہ زراعت نے جو باتیں بتلائی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ جانوروں کو چارہ دینے میں کفایت کیجائے اور اسطرح بچائے ہوئے چارے کو صحیح طریقہ پر آئندہ ضرورت کیلئے رکھا جائے تو چارہ کی دقتیں کافی حد تک دور کیجا سکتی ہیں۔ اور ہندوستان میں دودھ کی پیداوار بڑھانے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

مئی مہینے کی ترکاریاں

[ازجناب رام صورت سنگھ ڈپٹی ڈائریکٹر آف گارڈن یو-پی]

فروری اور مارچ میں بوئی گئی ترکاریوں میں اس وقت پھول اور پھل آنے لگے ہونگے۔ انمیں سے کچھ بڑے اور عمدہ پھل بیج کیلئے رکھ دینا چاہیئے۔ سینچائی اور گوڑائی برابر کرتے رہنا چاہیئے۔ بلوئی اور ہلکی زمینوں میں تیسرے چوتھے اور وزن دار زمینوں میں ہفتہ میں ایکبار پانی دینا چاہیئے ترکاری اگنے والے اپنے ترکاری کے کھیتوں میں پانی دیتے ہیں۔ جس سے پانی زمین میں دور تک پہونچکر خشک ہوجاتا ہے۔ اور پتیوں سے پانی کم خشک ہوتا ہے۔ صبح اور شام کو پانی لگانے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے۔ بنگلوں کے باغوں میں رات کے وقت پانی لگانا غیر ممکن ہے اسلئے صبح اور شام کو لگانا چاہیئے۔

اس وقت مندرجہ ذیل ترکاریاں بوئی جاسکتی ہیں۔ جو برسات کے شروع میں تیار ہوجائینگی۔

۱- کدو
۲- لوکی
۳- کریلا
۴- بھنڈی
۵- کلفہ

شکر قند کی بیل اگر اب تک نہ لگائی گئی ہو تو اب لگائی جاسکتی ہے۔

ادرک، ہاتھی پیچ، ایسپرگس، اراروٹ اور لوبیا اس مہینے میں بوئی جاسکتی ہے۔

ادرک، اراروٹ اور ہاتھی پیچ کی تو گانٹھیں بوئی جاتی ہے اور ایسپرگس اور لوبیا کے بیج۔ بہتر یہ ہے کہ ایسپرگس کے بیجوں کو پہلے تھالیوں میں بو دیا جائے اور کچھ مہینوں کے بعد انھیں زمین میں لگا دیا جائے۔

مکا۔ اس موسم میں بھی مکا بوئی جاسکتی ہے۔

پیاز۔ کچھ ہی دنوں پہلے پیاز کھودا گیا ہوگا۔ اسکو پہلے سایہ میں سکھا دینا چاہیئے، اور گودام میں ٹھنڈی جگہ پر رکھ دینا چاہیئے۔

اسکے بعد خالی کیاریوں کو گوڑ دینا چاہیئے۔ اور اگر پانی کی سہولیت ہو تو دوسرے یا تیسرے ہفتہ سنئی بو دینا چاہیئے۔ پھر بعد چالیس دنوں کے اسکو جوت دینا چاہیئے۔ انمیں سے کچھ کیاریوں کو برساتی ترکاریوں کے کیلئے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ اور باقی کیاریوں میں سیم وغیرہ ترکاریاں بوئی جاسکتی ہیں۔ بیگن کو برسات شروع ہونیکے بعد بو دینا چاہیئے۔

اونچے مقاموں کی ترکاریاں

اس مہینے میں اونچے مقامات پر بیاوڑ لگانے کیلئے کرم کلا، گوبھی، ٹماٹر، بیگن اور مرچ بو دینا چاہیئے۔ یہ کام برابر پورے مہینے ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ الگ الگ ونچائیوں پر بونے کا زمانہ بھی الگ الگ ہوتا ہے۔ جن مقامات پر پانی کی سہولیت ہے۔ ان مقامات میں شروع مہینے میں ہی گوبھی کرم کلا، بیگن، اور مرچ کی بیاوڑ لگا دینا چاہیئے۔

اس مہینے میں نچلے مقامات میں سردیوں اور بسنت رت میں بوئی ہوئی ترکاریاں تیار ہوجائینگی جنکو بازار میں بھیجا جاسکتا ہے۔

نچلے مقامات کے آلو کی فصل میں ایک بار مٹی اور چڑھانی چاہیئے۔ آلو اور دیگر ترکاریوں کی اچھی فصل پیدا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ضرورت کے مطابق پانی دیا جائے۔ اور نکائی، گوڑائی لکڑی لگانا برابر جاری رکھنا چاہیئے۔

پھلوں کے ٹکنے والے اجزا،

[پھلوں کے زندگی بخش اجزا کی اہمیت آجکل عام طور پر سمجھی جانے لگی ہے۔ مگر چونکہ پھل ہمیشہ حاصل نہیں ہو سکتے اسلئے پھلوں کے ٹکنے والے اجزا، بناکر رکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے دوارکا بائی دیو نے پھلوں کے ٹکنے والے اجزاء بنانے کے طریقہ پر ایک چھوٹی سی کتاب عام لوگوں کیلئے تصنیف کی ہے۔ اس کتاب میں بتلائے گئے طریقوں کے مطابق گھر کے معمولی برتنوں کی مدد سے پھلوں کے ٹکنے والے اجزا، بنائے جا سکتے ہیں۔ یہ کتاب مرہٹی، انگریزی، تامل وغیرہ مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اور اس میں بتائے گئے طریقوں پر بہت سی عورتیں بازار میں بیچنے کیلئے پھلوں کے ٹکنے والے اجزا، بنانے لگی ہیں ان لوگوں کو اس سے فائدہ بھی کافی ہوا ہے مسٹر ٹی۔ وی۔ دیو کی اجازت سے ہم "ہل" میں اس کتاب میں بتائے گئے طریقوں کو برابر ماخوذ کرینگے۔ یہاں ہم آم کے ٹکنے والے اجزا، تیار کرنے کے طریقہ دیتے ہیں۔ امید ہے گاؤں کے لوگ انسے فائدہ حاصل کرینگے۔ (ڈیٹر)]

پھلوں کی ٹکنے والی چیزیں بنانے کیلئے حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

جن برتنوں اور شیشیوں کو کام میں لانا ہو انکو صاف پانی سے اچھی طرح دھو ڈالیے۔ پھر ان برتنوں اور شیشیوں کو ٹھنڈے پانی میں رکھیے اور پانی کو اتنا گرم کیجیے کہ وہ ابلنے لگے۔ انھیں آدھ گھنٹے تک ابلتے پانی میں ہی پڑا رہنے دیجیے اور ضرورت پڑنے پر ہی انکو گرم پانی سے باہر نکالئے۔ اسکو جراثیم ختم کرنے کا طریقہ کہتے ہیں۔ عرقوں کو چھاننے کیلئے کپڑوں کو کام میں لانے کے قبل پانی میں ابال لینا چاہیے۔ شیشیوں پر لگانے والے بھی یا تو ابلتے پانی میں ڈالکر یا میتھی لیٹڈ اسپرٹ میں ڈبوکر خوب صاف کر لینا چاہیے۔ پوٹیشیم پرمگنیٹ [کنوؤں میں ڈالنے والی لال دوا] ڈالے ہوئے صاف گلابی پانی میں پھل اور بھاجیوں کو دھو ڈالنا چاہیے۔ عرقوں کو جراثیم سے صاف کرنے کیلئے اتنا اونچا برتن لینا چاہیے جس میں شیشیاں ڈوبی رہ سکیں۔ مٹی کے تیل کے پیپے کو آدھا کاٹ کر یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

پھلوں کی حفاظت کیلئے صفائی ازحد ضروری ہے۔

ہر ایک مکان میں ہمارے تجربوں سے کام کرنے کیلئے کافی برتن ملینگے۔ اسلئے انکے لئے کسی خاص آلہ یا برتنوں کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ ہاں، ایک سنیٹی گریڈ تھرما میٹر کی ضرورت یقیناً پڑتی ہے۔ ۱۵ سے سنیٹی گریڈ تھرما میٹر رکھنا مناسب ہوگا

کشمش —— ایک پاؤ
رائی [پسی ہوئی] چائے کے ایک چمچہ بھر
ادرک —— ایک چھٹانک
لال مرچ —— [طبیعت کے مطابق] آدھ چھٹانک
سرکہ —— چائے کے ایک پیالے بھر

کچے آم کے ٹکڑوں میں شکر اور نمک ملا کر ایک گھنٹہ تک رکھ چھوڑ دیجئے۔ ٹکڑوں سے اتنا پانی نکلے گا کہ اس میں نمک اور شکر گھل جائیگی۔ اب اس مرکب کو دھیمی آنچ میں پکائیے۔ بس میں گرم مصالحہ اور رائی ملا دیجئے۔ اور کشمش اور مرچ کے ٹکڑوں کو بھی ملا دیجئے اور کافی گاڑھا ہونے تک اس مرکب کو پکنے دیجئے۔ اب سرکہ ملائیے اور خوب گاڑھا ہونے تک اسکو پکائیے۔ صاف گرم برتن میں اس مرکب کو گرم گرم ہی بھر دیجئے اور اس پر ڈھکن لگا دیجئے۔

نوٹ — نمک، شکر، مصالحہ وغیرہ کا مرکب اپنی طبیعت کے مطابق رکھا جا سکتا ہے مگر سرکہ کی مقدار اسی قدر ضروری ہے۔ اس سے چٹنی محفوظ رہتی ہے۔
مندرجہ بالا طریقہ سے کچے ٹماٹر، ککڑی، مولی، گاجر وغیرہ کی بھی چٹنی بنا سکتے ہیں۔]

آم کا اسکیش

پکے آم کے پھلوں کو لیکر انکو چھیل ڈالئے۔ اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے انکو تول ڈالئے۔ پھر ان ٹکڑوں کو اتنے ہی پانی میں ڈالئے جتنے میں وہ ڈوب سکیں۔ انکو آدھ گھنٹہ تک ابالئے۔ ٹھنڈے کپڑے سے عرق کو چھان ڈالئے۔ شکر اور عرق کو حسب ذیل مقدار میں تول لیجئے۔

آم کا رس —— ایک پونڈ
شکر —— دو پونڈ

اسکیش میں رنگ لانے کے لئے تھوڑا سا زعفران اور ذائقہ کیلئے الائچی کا برادہ بھی ملا دیجئے۔ عرق کی مقدار کے مطابق [دس پونڈ عرق میں پاؤ تولہ] پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ ملا دیجئے۔

لیکر عرق کو صاف شیشیوں میں بھر کر انمیں کارک لگا دیجئے اور انھیں موم سے سیل کر دیجئے۔ اگر پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ نہ ملانا چاہیں تو شیشیوں کو ۸۰° کی حرارت پر آدھ گھنٹے پاسچر کر لیجئے۔

پکے ہوئے آم کو محفوظ رکھنے کے طریقے

پھلوں کو دھو کر انکا عرق نکال لیجئے۔ ریشوں کو نکالنے کے لئے عرق کو چھان ڈالئے۔ شیشیوں اور کارکوں کو صاف کرنے کیلئے ابلتے پانی میں ڈال دیجئے۔ پھر عرق کو صاف کی ہوئی شیشیوں میں بھر کر انمیں کارک لگا دیجئے۔ کپڑے کی موٹی پٹی سے ہر ایک شیشی کے منہ اور کارک کو اچھی طرح باندھ دیجئے۔ شیشیوں کو پانی میں رکھکر ۸۰° کی حرارت پر آدھے گھنٹے تک گرم کرکے پاسچر کیجئے [پاسچر کرنے کے وقت شیشیوں کو گرمی کی سیدھی آنچ سے بچانے کیلئے شیشیاں رکھے جانے والے برتن میں موٹی تولیہ یا کوئی اور کپڑا دینا چاہئے۔ پھر برتنوں میں شیشیوں کو رکھکر اس کو تین چوتھائی ٹھنڈے پانی سے بھر دیجئے اور پانی گرم کیجئے] جس پانی میں شیشیاں ڈوبی جائیں اسکی حرارت ۸۰° ہو۔ اگر تھرمامیٹر نہ مل سکے تو شیشیاں ڈبوئے گئے پانی کو ابال آنے تک گرم رکھنا چاہئے۔ اس گرم پانی کی حرارت کو ابال آنے کی حرارت سے ذرا کم رکھنا چاہئے۔ آنچ کو زیادہ کرنے سے حرارت کی نگرانی رکھنی چاہئے۔

پانی سے شیشیوں کو نکال کر ان کو موم سے سیل کر دیجئے۔ اور تب ٹھنڈی جگہ میں رکھ چھوڑئیے۔

نوٹ۔ سیل کرنے کا طریقہ آسان بنانے کے لئے "فروٹ ان ٹاپ" بوتلوں کو کام میں لایا جا سکتا ہے۔ مگر اس حالت میں تو مضمون کو سیل کرنیکی مشین بھی خریدنی پڑیگی۔

گلاب کے پھول

(از جناب روشن پٹیالوی - بی - اے)

کھلے ہیں باغ میں دیکھو تو کیا گلاب کے پھول
ہیں انکے پہلو میں کانٹے بھی یہ نہ جانا بھول

اسیطرح سے ہے دنیا میں زندگی کا حال
کبھی ہے عیش، کبھی آفتوں کا ہے جنجال

تمام باغ کی رونق انھیں کے دم سے ہے
نہیں یہ جانتے معصوم حسن ہم سے ہے

کوئی ہے لال، کوئی موتیا، کوئی ہے زرد
پسند کرتا ہے ان کو ہر ایک جواں اور مرد

کسی کی تیز ہے خوشبو، کسی کی بھینی ہے
کسی کے چہرے پہ سرخی کسی کے زردی ہے

ہر ایک شخص کو کرتے ہیں یہ خوشی سے مست
جو سونگھے ہوتا نہیں حوصلہ کبھی بھی پست

ہر ایک پنکھڑی انکی بہت ہی نازک ہے
نظر کے واسطے ہے مستیوں بھری ایک مے

نمونہ پھول ہیں قدرت کی دستکاری کا
کھنچے قلم سے کہاں انکے حسن کا نقشہ

دلوں پہ ہوتا ہے جادو سا دیکھکر ان کو
ہے فخر واقعی ہستی پہ ان کی گلشن کو

بہت سے کام ہمارے یہ پھول آتے ہیں
تمام مجلسوں کی شان کو بڑھاتے ہیں

انھیں کے دم سے چمن کی بہار روشن ہے
نہ ہوں جو پھول تو بیکار سیر گلشن ہے

دُنیا کے اہم واقعات

از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصر

جرمنی کی ہار ہونے سے اتحادی طاقتوں، امریکہ اور برطانیہ سے لڑنے والا صرف جاپان رہ گیا ہے۔ امریکہ نے جاپان سے فلپائن جزیرے کا بہت بڑا حصہ واپس لے لیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلد ہی سارے فلپائن جزیرے پر امریکہ کا قبضہ ہو جائیگا۔ نیو گنی ایک بڑا ٹاپو ہے اسکے خاص حصّوں پر جاپان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ان حصوں کو جاپانیوں کے قبضہ سے چھڑانے کیلئے اسٹریلین فوج برابر کوشش کر رہی ہے۔

بورنیو پر بھی امریکہ نے بہت کامیاب حملہ کیا ہے۔ جاوا، سماترا بورنیو اور سلیبز نام کے چار بڑے جزیرے ہیں جو ایسٹ انڈیز کہلاتے ہیں۔ یہ جزیرے پہلے ہالینڈ کے قبضہ میں تھے، جنھیں جاپان نے چھین لیا تھا۔ بورنیو پر اب امریکہ کا حملہ پھر سے ہو رہا ہے۔ برما کا خاص حصّہ برطانیہ نے جاپانیوں کے قبضہ سے چھین لیا ہے۔ ابھی سنگاپور، ملایا، سیام، انڈو چین وغیرہ پر قبضہ حاصل کرنا باقی ہے۔ اس لئے کوششیں جاری ہیں۔

ہوائی جہاز چلانے والا یہ بتلا رہا ہے کہ اُس نے برلن پر کسطرح بم گرائے۔

چین میں بھی جاپان اب پیچھے ہٹ رہا ہے اور چینی فوج آگے بڑھ رہی ہے۔ کچھ جگہوں پر پورب کی طرف چینی فوج سمندر تک پہونچ گئی ہے۔ ایسا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ جاپان اب چین کو چھوڑ کر اپنی فوج منچوریا کی حفاظت میں لگانا چاہتا ہے۔ جاپان کو یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں روس سائبیریا سے منچوریا پر حملہ نہ کر دے۔ فرانس جاپان انڈو چین چھین لینے کی سوچ رہا ہے۔

امریکہ نے جاپانی جزیرے آئیو جما اور اوکیناوا پر قبضہ کرلیا ہے۔ ان جزیروں سے جاپان پر ہوائی اور بحری حملہ کئے جاسکتے ہیں۔ جاپان پر زبردست ہوائی حملہ ہو بھی رہے ہیں۔ جن سے اس کے خاص خاص شہروں۔ ٹوکیو اوساکا وغیرہ کو بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ ایسا اندازہ کیا جاتا ہے کہ دو ہی تین مہینوں میں صرف ہوائی حملوں سے جاپان کا اسقدر نقصان ہو جائیگا کہ اس میں برباد کرنے کیلئے کچھ باقی ہی نہ رہے گا۔

جاپان صلح کرنے کے لئے دو تین بار کوشش کرچکا ہے۔ اگرچہ وہ یہ تسلیم نہیں کرتا۔ ادھر اتحادی فوجیں اسے پوری طور سے ہرا کر کے جرمنی کی طرح اس پر بھی کچھ سالوں کے لئے قبضہ جما لینا چاہتے ہیں۔ جاپان کی کپڑا وغیرہ بنانے والے کارخانے زیادہ برباد ہو گئے ہیں۔ اس سے ہندوستان کی کپڑے کی تجارت کو بھی فائدہ حاصل ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ جاپان کی جنگ سال ڈیڑھ سال چل سکتا ہے لیکن ادھر کر

جاپانیوں پر حملہ کرنیوالی امریکن فوج کے کچھ سپاہی

فوج گاڑی [illegible]
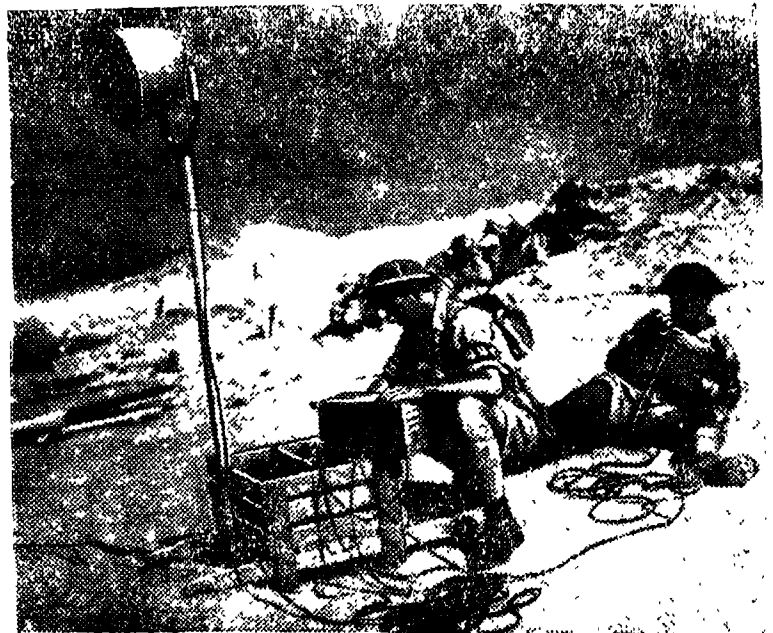
سپہ سالار یہ یقین دلاتے ہیں کہ آیندہ دسمبر تک جاپان کی مکمل ہار ہو جائیگی۔ چین کا باہمی جھگڑا ختم نہیں ہو رہا، چینی سوشلسٹ لوگ چانگ کائی شیک سے لڑنے کے لئے تیار معلوم ہوتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس کی ہمدردی انکے ساتھ ہے۔ لیکن یقینی طور پہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ادھر جرمنی پر روس، فرانس، برطانیہ اور امریکہ کا قبضہ ہوگیا ہے۔ ان طاقتوں نے جرمنی کے مختلف حصہ باہم تقسیم کر لئے ہیں۔ ابھی یہ طے

اٹلی کی حالت خراب ہے۔ فرانس اور اسپین میں بھی کشمکش چل رہی ہے۔ یوگوسلاویہ اور یونان کے متعلق بھی سوالات اٹھ رہے ہیں۔ پولینڈ میں روس نے ایک نئی حکومت قائم کی تھی۔ اور لندن میں ایک دوسری پولش حکومت تھی جسکو امریکہ اور برطانیہ تسلیم کرتے تھے۔ پولش مسئلہ کا حل دوستانہ طور پہ ہوگیا۔ اور لندن والی حکومت ایکطرح سے ہار گئی۔ اور روس کے ذریعہ قایم پولش حکومت کامیاب ہوگئی۔ کرزن لائن کے پورب کا پولینڈ روس کو ملگیا ہے۔ اور پولینڈ کو پچھم کی طرف جرمنی صوبہ کا کچھ حصہ ملنے والا ہے۔
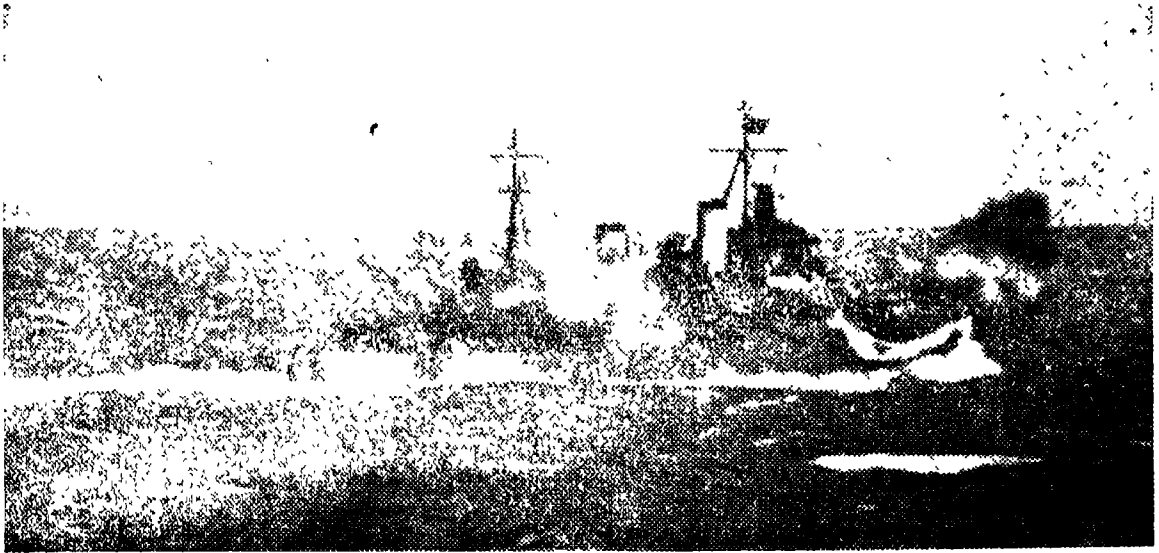
برطانوی ملک گروزر "تیو فائنڈر لائنڈ" اپنی چھ انچ والی توپیں چڑھا رہا ہے۔

نہیں ہے کہ یہ قبضہ کب تک بنا رہیگا۔ سیریا اور لبنان کو لیکر فرانس اور برطانیہ میں کشمکش چل رہی ہے۔ اتحادی طاقتوں نے آسٹریا کو تو آزاد کر دیا ہے لیکن جرمنی پہ انکا عتاب بنا ہوا ہے۔ ہٹلر غالباً مر گیا ہے ہلر نے خودکشی کر لی ہے۔ دوسرے بڑے جرمنی افسر بھی گرفتار کئے جا رہے ہیں۔

جسکا فیصلہ ابھی نہیں ہوا۔ ہالینڈ کی مہارانی پھر با اختیار ہوگئی ہیں۔ لیکن بلجیم کے بادشاہ لیوپولڈ کی جگہ پر انکی رعایا دانت لگائے ہوئے۔ دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اسپین میں جنرل فرینکو کا عہدہ بھی مشتبہ سا ہے ۱۹۳۷ء میں جرمنی کے پاس جسقدر سلطنت تھی اسقدر اسکی تسلیم کی گئی ہے۔ جنگ وغیرہ کیوجہ سے ان دنوں جرمنی میں بہت کم اناج پیدا ہوا جسکے نتیجہ میں ۱۹۴۷ء تک دنیا میں اناج کی کمی رہیگی۔

سوال ؟ جواب

سوال - جاڑے کے دنوں میں ہمارے جانور ایک ایسی بیماری کے شکار ہو جاتے ہیں جنکو کھرہا کہا جاتا ہے۔ اس بیماری سے جانور لنگڑانے لگتے ہیں۔ چارا چھوڑ دیتے ہیں۔ دودھ دینے والے جانوروں کا دودھ کم ہو جاتا ہے جانور دبلے ہونے لگتے ہیں، منہ میں دانے پڑ جاتے ہیں۔ دونوں کھروں کے درمیان زخم ہو جاتے ہیں جس سے وہ لنگڑانے لگتے ہیں۔

اس بیماری کی کیا وجہ ہے؟ اور اس بیماری کو پھیلنے سے روکنے کیلئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

جواب - یہ بیماری جانوروں کے منہ اور پیر میں ہوتی ہے، اور چھوٹے چھوٹے کیڑوں کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ چھوت کی بیماری ہے اور بہت ہی جلدی پھیلتی ہے۔ ہندوستان کے کچھ حصوں میں یہ تیسرے چوتھے سال جاڑوں میں پھیلتی ہے گرمی میں یہ بیماری بہت کم شروع ہوتی ہے اور اگر اتفاق سے ہوتی بھی ہے تو بہت معمولی۔

علاج - اس بیماری کو روکنے کیلئے آجکل سوئی لگانے کی دوائیں آسانی سے نہیں ملتیں۔ پھر بھی اسکو روکنے کیلئے جانوروں کی صفائی اور انکی صحت سدھارنا ضروری ہے۔

جوں ہی اس بیماری کے علامات ظاہر ہوں توں ہی مریض جانور کو دوسرے جانوروں سے کچھ دور پر رکھنا چاہئے۔ پر وہاں اس جانور نے رہنے کی جگہ کو کپڑا دھونے والے سوڈا سے پوری طرح دھوکر صاف کر دینا چاہئے۔ جس گاؤں میں یہ بیماری پھیلے اس گاؤں کے جانوروں کو دوسرے گاؤں کے جانوروں سے دور رہنا چاہئے۔ بیمار جانوروں کے پیر اور منہ کو روزانہ دیکھنا چاہئے۔ پاؤں کو نیلا تھوتھا یا کاپر سلفیٹ کے مکسچر سے دھونا چاہئے۔ پھر سکھلا کر کھروں کے درمیان میں کالے تار لگانا چاہئے۔ تھوڑا سا نمک ملے ہوئے پانی سے جانور کے منہ کو دھلانا چاہئے۔ سخت اور سوکھا چارا دینا بند کر دینا چاہئے اور بجائے اسکے ہرا اور ایسا چارا جانور کو دینا چاہئے جو آسانی سے اسکے گلے کے نیچے اتر سکے۔ چاول اور آٹے کا گھول دینا اچھا ہے۔ اس بیماری سے مرنے والے جانوروں کا چمڑا نہ نکالنا چاہئے۔ لاش کو یا تو جلا دیا جائے یا زمین میں خوب گہرے دفن کر دیا جائے۔

بیمار جانور کو جب وہ بالکل اچھے ہو جائیں اور انمیں بیماری کی کوئی علامت نہ ظاہر ہو تب ایک ماہ کے بعد انکو اچھے جانوروں میں ملانا چاہئے۔

سوال - کچے گوبر کی کھاد کیوں نقصان دہ ہوتی ہے؟

جواب - اکثر کسان اپنے کھیتوں میں کچے گوبر کی کھاد دیتے ہیں۔ اس سے فصل کو فائدہ پہونچنے کے بجائے نقصان پہونچتا ہے۔ کیونکہ گوبر سڑتے وقت گرمی پیدا کرتا ہے جس سے کھیت میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے، اور اس گرمی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ کھیت کی فصل سوکھنے لگتی ہے۔ علاوہ اسکے کچے گوبر کی کھاد دینے سے کھیت میں دیمک بھی لگ جاتی ہے، جس سے پودوں کی جڑوں کو نقصان پہونچتا ہے۔

مٹی میں فاسفورس

کچھ لوگوں نے یہ دکھلایا ہے کہ مٹی میں چونا دینے سے پودوں میں پایا جانے والا فاسفورس بڑھتا ہے ۔ اگر پودوں کے لئے سوپر فاسفیٹ کا فرٹلائیزر کام میں لایا گیا ہو تب بھی چونے میں ملنے والا یہ فائدہ کم قابل ذکر نہیں ہے ۔ سوپر فاسفیٹ میں کیلشیم پایا جاتا ہے ۔ [جوکہ چونا اور کھرٹیا مٹی محرکی عنصر ہے] اور یہ کیلشیم کھلنے والا ہوتا ہے ۔ یہی بات سوپر فاسفیٹ میں ہوتی ہے ۔ اسکے متعلق پرانا اصول یہ تھا کہ سوپر فاسفیٹ سے پودوں کو فاسفیٹ محض اسلئے ملتا ہے کیونکہ اسطرح فاسفیٹ مادہ رقیق کی شکل اختیار کرلیتا ہے، جس سے اسکو پودے کافی استعمال کر پاتے ہیں ۔ سوپر فاسفیٹ کے ساتھ چونا ملانے سے یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا اسلئے اسکو اہمیت نہیں دی جاتی تھی ۔ اب ہم جانتے ہیں کہ جب پانی میں گھلنے والا فاسفیٹ بھی مٹی میں ملایا جاتا ہے تو کافی مقدار میں فاسفیٹ مٹی کے ذرات میں مل جاتا ہے ۔ جس سے وہ مستقلاً پانی میں نہیں گھلتا ۔ فاسفیٹ کا مٹی میں رک جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پودوں کو فاسفیٹ نہیں ملتا یا کم سے کم دیر سے دھیرے ملتا ہے اسکی وجہ فاسفیٹ کا لوہے اور جستہ میں بنتا ہے جوکہ پودے کیلئے اکثر بیکار ہوتے ہیں ۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ چونا کسی طرح لوہے اور جستے کو سڑا دیتا ہے اگرچہ یہ پتہ نہیں ہے کہ یہ کسطرح ہوتا ہے ۔ ڈھاکا یونیورسٹی کے ایم ۔ او غنی اور ایس ۔ اے علیم نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب گھلا ہوا چونا، کھرٹیا، میگنیشیم آکسائڈ یا جپسم کو تجربہ گاہ کی ایک ایسیڈ مٹی ملایا گیا تو پودے کیلئے مفید فاسفورس کی مقدار بڑھ گئی ۔ ان چیزوں کے ملائے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پودوں کے لئے ملنے والا فاسفورس کچھ ہفتوں تک بنا رہا ۔ نہ گھلنے والے فاسفورس پر کوئی اثر نہیں پڑا ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فاسفیٹ کی زیادہ مقدار اپنے ارگنیک فاسفورس سے حاصل ہوئی تھی جوکہ پھنگیوں یا بڑے پودوں کے سڑے ہوئے حصوں میں ہوتا ہے ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملائی گئی ان چیزوں کے اثر سے مٹی کے جراثیم اور خاصکر بیکٹریا پر اثر ہوتا ہے ۔ چونا کھرٹیا وغیرہ کی موجودگی کیوجہ سے بیکٹریا آرگینک چیزوں کو سڑانے اور انہیں بند فاسفورس کو ایسی شکل میں لانے میں کامیابی ہوئی ہے ۔ جس سے پودے اسکو استعمال کرسکیں ۔

ماہوار سائنس نیوز سے

سانڈوں کے انتخاب کرنے کا میرا طریقہ

ڈیری فارم میں جناب ایل ۔ ایم ایشلیشیل نے سانڈوں کے انتخاب کرنے کے سلسلہ میں اپنا طریقہ لکھا ہے ۔ جو اسطرح ہے ۔

جب مجھے اپنے گوشالے کے لئے سانڈ منتخب کرنا ہوتا ہے تو میں اس سانڈ کی نسل گایوں کے دودھ کا ریکارڈ اور مکھن اور چربی کی مقدار معلوم کرنیکے لئے انہیں دودھ کے سلئے گئے تجربوں کے نتائج کو دیکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں ۔ اگر یہ سب باتیں ٹھیک ہوئیں تو میں سانڈ دیکھنے جاتا ہوں ۔ اسے دیکھنے

کے بعد اگر وہ مفید جانور معلوم ہوا تو میں اسکی ماں کو دیکھتا ہوں۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس گائے کی للاری اور اس کے جسم کی بناوٹ کیسی ہے۔ اگر ممکن ہوا تو میں اس گائے کی ماں کو بھی دیکھتا ہوں۔ اس کے متعلق بھی وہی سب باتیں للاری وغیرہ دیکھتا ہوں۔ اسکے بعد اگر ممکن ہو سکا تو اس گائے کی بچھیوں یعنی اس سانڈ کی بہنوں کو بھی دیکھنا چاہونگا۔ میں یہ دیکھنا چاہونگا کہ وہ کتنا دودھ دیتی ہیں اور انکے دودھ میں مکھن کی کتنی مقدار ہوتی ہے۔ اگر اس سانڈ کی نسل میں کوئی اور جانور مل سکتا ہے تو اسکو بھی دیکھنا چاہونگا۔

مادہ کی طرف سے مطمئن ہو جانے پر اس کے دوسرے متعلقین کو اور ممکن ہوا تو انکی ماں کو دیکھتا ہوں۔ اگر اسکا امکان نہ ہوا تو اسکی تصویر ہی دیکھنے کیلئے مانگتا ہوں۔ اسکے بعد میں جس سانڈ کو خریدنا چاہتا ہوں اسکے ذریعہ پیدا دوسری گایوں کو دیکھتا ہوں۔

ساری باتوں کو دیکھ لینے کے بعد میں سانڈ کو پھر اس نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں کہ وہ دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے کہ نہیں۔ اگرچہ سانڈ کا اچھا دکھلائی پڑنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اچھا جانور پسند نہیں۔ اچھا جانور تو ہم سبھی پسند کرتے ہیں پر ایسے سانڈ ملتے کہاں ہیں۔ میرے خیال میں دودھ اور مکھن کا ریکارڈ پہلی ضرورت ہے۔ میں عام طور پر خوبصورت سانڈ تو چاہتا ہوں پر یہ ضروری نہیں کہ سب جوڑ خوبصورت ہو اگر سانڈ کا قد اور لمبائی مناسب ہو، اگر اسکی دم کا سرا خوبصورت ہو، اگر اس کے پچھلے پیر دنکی ہڈیاں لوچدار ہوں تو میرے خیال میں اس میں اچھے سانڈ کی ساری خوبیاں موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ زیادہ تر لوگ سانڈ کو دیکھنے کی بالکل ضرورت نہیں محسوس کرتے۔ میرے خیال میں یہ خاص باتوں میں سے ایک بات ہے۔ اکثر لوگ ایسے سانڈ خریدتے ہیں جو اچھے رنگ والے اور دیکھنے میں خوبصورت ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں نباتاتی ربر

کچھ سال پہلے ایک پودا باہر سے اپنے پھول کیوجہ سے ہندوستان میں لایا گیا تھا۔ زمانۂ جنگ میں ربر کی کمی نے ہندوستان کے سائنسدانوں کی توجہ نباتاتی ربر تیار کرنے کی طرف دلائی۔ دہرادون کی نباتاتی تجربہ گاہ میں اس سلسلہ میں متعدد تجربہ کئے گئے۔ جن کے نتیجہ میں یہ معلوم ہوا کہ پھولوں والے متذکرہ بالا پودے سے ربر تیار کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں جو معلومات حاصل کی جا سکتی ہے اس کو ایک کتاب کی شکل میں شایع کیا ہے۔

یہ پودا ہڑگاسکر اور مشائدا امریکہ میں پایا جاتا تھا۔ متذکرہ بالا کتاب میں اس پودے کی کھیتی کیلئے مناسب زمین، بیج اکٹھا کرنا اور افزائش نسل کے متعلق بھی تھوڑا بہت علم حاصل کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کیڑوں اور گھاس پات سے پودے کی کس طرح حفاظت کرنی چاہئے۔ پانچ ہزار ایکڑ زمین میں اندازاً اس کی کھیتی کا خرچ ۲۰۰ روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے ہوگا جس میں ۱۰۰ روپیہ اوزار ون عمارت اور زرِ نقد بھی شامل ہے

"انڈین فارمنگ" سے

ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار

نومبر ۱۹۴۴ء

گاؤں میں امداد باہمی کے جذبات کو بڑھانے کیلئے ضلع میں ایک بہت بڑے پیمانے پر اولمپک میٹس کا انتظام کیا گیا۔

محکمۂ دیہات سدھار نے ۳۵۵۹ جلسوں کا انتظام کیا جن میں گاؤں میں بننے اور پیدا ہونے والی چیزوں اور کھیتی سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی نمائش کی گئی۔

محکمہ دیہات سدھار نے ۲۸ نمائشوں اور ۱۵۸ جلسوں کا انتظام کیا تاکہ کسان انھیں دیکھکر اور مثالوں کے ذریعہ تعلیم حاصل کر سکیں ۵۸۶ من ربی کے ترقی یافتہ بیج ۲۸۴ نئے قسم کے اوزار اور ۱۲۹ اچھی نسل کے سانڈ کسانوں کو دئے گئے۔

کھاد میں ہونے والی خرابیوں کو روکنے کے لئے ۱۵۹۸ کھاد کے گڈھے کھودے گئے اور ۱۲۳۹ پیشاب اکٹھا کرنے کی کیاریاں بنائی گئیں۔

۳٬۰۵۰ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا اور ۱٬۰۸۰ بیلوں کو بدھیا کیا گیا۔

اس مہینے میں ۱۱ کنوئیں اور تین باندھیں بنائی گئیں۔ چھوت کی بیماریوں سے بچنے کے لئے ۱۰۸۷، شخصوں کو ٹیکا لگایا گیا ۱۹۴۴ سور باڑوں کو آبادی سے دور ہٹایا گیا ۴۷۶ گڈھے کھودے گئے ۵۸۷ سوختے بنائے گئے۔ گاؤں کے گھروں کیلئے ۳۴۸۹ روشن دان دئے گئے۔

دیہات سدھار شفاخانوں نے گاؤں میں دوائیں تقسیم کیں۔ مختلف امراض میں مبتلا ۷٬۶۴۴ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۱۴۵۵ شخصوں کو ابتدائی علاج کی تعلیم دی گئی اور ۱۵۸ دیس دوائیوں کو ٹرینڈ کیا گیا۔

محکمہ دیہات سدھار نے دیہاتوں میں فوجیوں کے خاندانوں کی مشکلات میں کافی ہاتھ بٹایا فوجیوں کے خاندانوں کے بیماروں کے علاج کا انتظام کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۴۴ء

اس مہینے میں چھوت کی بیماریوں سے بچنے کے لئے ۱۳۴ کنوؤں کی صفائی کی گئی ۶۸۰۷ شخصوں کو ٹیکے لگائے گئے، ۶۲۴ سور باڑے آبادی سے باہر بنائے گئے ۵۰۹۵ سوختے کھودے گئے اور ۳۵۲۹ گھوروں کے ڈھیر آبادی سے باہر ہٹائے گئے، ۶۳۱ کھنڈر برابر کیلئے۔

کھیتی کی ترقی کے لئے گاؤں والوں میں ۹۶۵ نئے قسم کے اوزار بانٹے گئے ۲،۷ ایکڑ زمین پر ترقی یافتہ بیجوں کی نمائش کی گئی۔ ۳۶۲ اچھی نسل کے جانور کسانوں کو دے گئے۔

اس مہینے میں ۹،۲۲ کیلے کے پودے لگائے گئے جن سے اچھے نتیجہ کی امید کی جاتی ہے۔ بہت سے ضلعوں ۲۵۰ من اناج دھرم گولہ کیلئے جمع کیا گیا۔

محکمۂ دیہات سدھار نے وار فنڈ کے اکٹھا کرنے اور حفاظتی تحریک کے کاموں میں قابل ذکر مدد کی۔

فوجی خاندانوں کی مدد کرنے کے سلسلہ میں محکمۂ دیہات سدھار کے ملازمین نے فوجی خاندانوں سے ملاقاتیں کیں، انکے خطوط لکھے، انکے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرایا اور انھیں خود کے استعمال کیلئے کنٹرول کی چیزیں حاصل کرنے میں امداد پہونچائی۔

ضلعوں میں بڑے جوش خروش کیساتھ اولمپک میٹس کی تحریک کی گئی، ٹورنامنٹ اور مقابلوں کا انتظام کیا گیا۔ ایک دوسرے ضلعوں بیچ اور مقابلے کرائے گئے۔ انمیں تعلیم بالغان دوڑ، آسان علم امتحان خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔ ضلعوں کے

ل

ملازمین نے ان کاموں میں حصہ لیا۔ اور ان کھیلوں میں حصہ لینے والوں کو انعامات تقسیم کیے گئے۔

دیہاتی اسکاؤٹوں کی بھرتی بڑے جوش کیساتھ جاری ہے۔ بہرائچ ضلع میں ...۱۱ اسکاؤٹوں کی وردیوں کیلئے چندہ جمع کیا گیا۔

جنوری ۱۹۴۵ء

اس مہینے میں دیہاتی ٹورنامینٹ اور مقابلوں کیطرف زیادہ توجہ دی گئی۔ اس طرح ۴۹۴ مقابلوں کے کھیل کیے گئے

دیہات سدھار کے فیلڈ اسٹاف نے گاؤں میں امداد باہمی کا جذبہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا خیال بڑھانے کیلئے ۶،۱۵ گڑھے کھود دیے گئے۔ جانوروں کے پیشاب کو کام میں لانے کیلئے ۱۱۱۹ پیشاب کی کھاد کیلئے کیاریاں بنائی گئیں۔ اور ۵۵۴ نئے قسم کے کھیتی کے اوزار گاؤں والوں کو دے گئے۔

جانوروں کی نسل سدھارنے کیلئے گاؤں میں اچھی قسم کے آٹھ سانڈ دے گئے، اور ۵۲۵ اکمزور سانڈوں کو بدھیا کیا گیا۔ ۱۲۶۹ اچھی نسل کے جانور گاؤں میں دیئے گئے اور ۱۹۴۴ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا۔

گاؤں کی صفائی ۵۵۹۲ سوختے بنائے گئے ۲۹۱۹ روشن دان دئے گئے ۴۹ اکنوؤں کی صفائی کی گئی اور ۲۰۲ غسل خانہ بنائے گئے۔ ۲۷۰۵ گز نالی بنائی گئی۔ کسانوں کے خالی رہنے کیوجہ سے ۹۸۷۵ کھورے آبادی سے باہر ہٹوائے گئے۔ ۱۸۹ کھنڈروں کو برابر کیا گیا۔ اور ۱۲۵۶ گندے گڈھے گڑھوں کو پاٹا گیا، ۹۶۶۳۷ بیمار آدمیوں کا علاج کیا گیا اور ۹۷۰۳ شخصوں کو سوئی یا ٹیکے لگائے گئے۔

گاؤں والوں کی دلچسپیوں کیلئے ۱۱۴۷ کھاڑے ۱۰۳ بھجن منڈلیوں کا انتظام کیا گیا۔ علاوہ اسکے اس مہینے میں ۹۴ ناٹک بھی کھیلے گئے۔ ۹۴۹۰۳ اسکاؤٹ ٹرینڈ کیے گئے۔

فوجی گاؤں کے لئے مقرر کیے گئے ملازمین فوجی خاندانوں کی روزمرہ کی مشکلات کو دور کرنے اور انکے علاج کا انتظام کرنے میں بہت مددگار ثابت ہوئے۔

فروری ۱۹۴۵ء

اس مہینے میں گاؤں میں دیسی کھیل، گاؤں کے ٹورنامینٹ اور مقابلے بڑے جوش و خروش سے جاری رہے ۹۴۸۹ طرح کے مقابلوں کا انتظام کیا گیا

۴۳۱۲ سوختے بنائے گئے ۳۸۳۶ روشن دان دیئے گئے ۶۰ اکنوؤں کی صفائی کی گئی نہانے کیلئے ۱۰۴ اگھری ہوئی جگہیں بنائی گئیں۔ اس مہینے میں بنائی گئی نالیوں کی لمبائی مجموعی طور پر ۳۸۳۰۲۷ گز تھی ۲۷۳۳ سور باڑوں کو آبادی سے باہر ہٹایا گیا۔ ۱۱۰۷۵ گھوروں کو ہٹایا گیا۔ گاؤں میں ۹۶ پاخانے بنائے اور ۸۷ پیشاب خانے بنائے گئے۔ ۳۰۶۳ کھنڈروں کو برابر کیا گیا۔ ۱۵۰۰ اگڈھوں کو پاٹا گیا اور ۳۵۲۸ گلیوں کی صفائی کی گئی۔ دواؤں کے بکسوں کی اسکیم بہت ہی مفید ثابت ہوئی۔ ان بکسوں سے ۲۷۹۱۵ شخصوں کا علاج کیا گیا چھوت کی بیماریوں سے بچنے کیلئے ۸۲۲۹ شخصوں کو ٹیکے کی سوئیاں لگائی گئیں۔

کھیتی کی ترقی کے سلسلے میں بھی کوشش کی گئی۔ اس مہینے میں ۵۵۰۰ کھاد کے گڈھے اور ۹۶۰۵ پیشاب کی کھاد کیلئے کیاریاں بنائی گئیں۔ پرتی زمین کی پیداوار کو بڑھانے کے مقصد سے پانی روک رکھنے کیلئے ۶۵۴ بندھیاں بنائی گئیں۔ کھیتی کے نئے اوزاروں کو ۸۰۰ کسانوں میں رواج دیا گیا۔

جانوروں کی نسل سدھارنے کے لئے ۱۳۱ اچھے سانڈ، ۳۵۲ اچھے نسل کے جانور گاؤں میں دے گئے۔ ۱۰۰۷ کمزور بیلوں کو بدھیاں کیا گیا اور ۳۲۲۱ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا۔

بھرتی کیے گئے دیہات سیوک اسکاؤٹوں کی ٹریننگ میں کافی ترقی ہوئی ہے۔ اس مہینے میں ڈرل، ابتدائی علاج، آگ بجھانے کے کام، اور جسمانی ورزش وغیرہ میں ۵۳۳۶ اسکاؤٹوں نے حصہ لیا۔
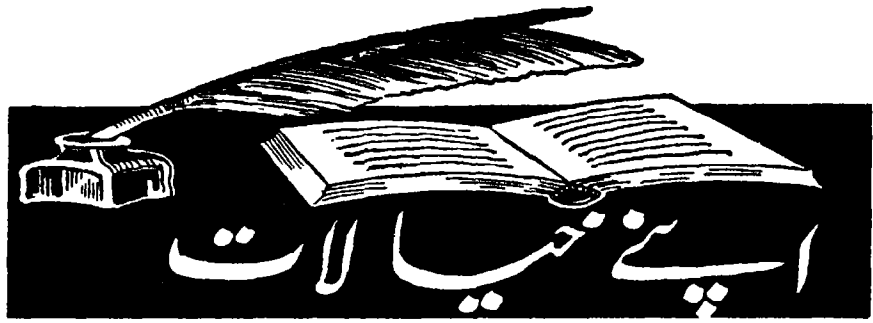
وزیرِ ہند کا پیغام

یوروپین جنگ کے خاتمہ پر وزیرِ ہند نے ہندوستان
ل ایڈمنسٹریشن کے تمام ملازمین کیلئے ایک پیغام
ہے، جس میں زمانۂ جنگ میں انکی قابلیت اور
ـ کیساتھ کام کرنے کی تعریف کی ہے۔ جسکو درج ذیل
ا رہا ہے۔

گذشتہ ساڑھے پانچ سال سے زیادہ وقت میں
پی اور مشرقی جنگ کیوجہ سے ہندوستان میں
منظم کی حکومت کے ملازمین نے جس انہماک اور
ـنشوں کے ساتھ کام کیا ہے اسکے لئے ملک معظم
ومت کیطرف سے میں سارے ملازمین کو
باد دیتا ہوں۔

اگرچہ ہندوستان ان مصیبتوں سے بچا رہا جوان
ـ کو برداشت کرنی پڑیں جن پر دشمن کے حملہ ہوئے
ی سول ایڈمنسٹریشن کے ہر ایک ملازم پر زمانۂ
کیوجہ سے، جس کا پہلا دور خوشی کے ساتھ ختم
ہے۔ زیادہ پریشانیاں برداشت کرنی پڑیں،
کی وجہ سے انکو مختلف آسانیوں سے محروم رہنا
ـ جو سہولیتیں انکو زمانۂ امن میں حاصل تھیں۔
ظم کی حکومت اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ جرمنی
لک کیں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ہندوستان کے
ملازمین نے مصیبتوں اور پریشانیوں کی حالت میں بھی بڑی
کے ساتھ کام کیا ہے۔

جنگ جرمنی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد دوسرا کام باقی رہتا ہے اور ملک معظم کی سرکار کو پورا یقین ہے کہ ہندوستان کے سول ملازمین اپنی کوششیں اس وقت تک جاری رکھینگے جب تک مشرق میں امن نہ قایم ہو جائے۔ بعد اسکے انکی ساری طاقت عوام کی خدمت کے مختلف شعبوں کی ترقی کیلئے لگائی جاسکتی ہے۔

کسانوں کو رعایتیں

زیادہ اناج پیدا کرو تحریک کو بڑھاوا دینے کیلئے صوبہ کی سرکار نے ۴۶-۱۹۴۵ء کو مندرجہ ذیل رعایتیں دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ امید ہے کہ کسان لوگ ان رعائیتوں سے فائدہ حاصل کرینگے۔

(ا) کھیتوں میں بونے کیلئے ۲۵ فیصدی سود کی درکی جگہ پر ۱۰ فیصدی سود کی در پر بیج دیا جائیگا۔ مناسب شخص کو بغیر سود کے بھی بیج دیا جائیگا۔

(ب) ۱۸۸۳ء کے ایکٹ ۱۸ اور ۱۸۸۴ء کے ایکٹ ایکٹ ۱۹ کے مطابق تکاوی دی جائیگی۔

(ج) ایسے کسانوں کو جو کم سے کم دس ایکڑ زمین توڑ کر کھیتی کے کام میں لانا چاہتے ہیں، انھیں زمین کو برابر کرنے، باندھ بنانے جنگل صاف کرنے اور پانی بہانے کے راستے بنانے کیلئے بغیر سود کے قرض دیا جائیگا۔

(د) ہری کھاد کیلئے خریدنے کے دامول پر ۲۶۰۰۰ من سنئی کے بیج تقسیم کئے جائینگے۔ باقی خرچ کسانوں کو دی گئی مدد سمجھا جائیگا۔ اور انکو سرکار برداشت کریگی۔

(س) دیہات سدھار کے گاؤں میں سب سے اچھی فصلیں پیدا کرنے والوں کو ۱۰۰۰ روپئے کا انعام تقسیم کیا جائیگا۔

پہلی چار رعائتیں صرف انھیں کسانوں کو دی جائیگی جو بیانی پرتی یا کھیتی کے قابل بنجر زمین میں کھیتی شروع کرینگے۔

دیہاتی اسکاوٹوں کی رفتار

دیہاتی اسکاوٹوں کی رفتار ترقی کو دیکھنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں میں اس تحریک کیطرف عوام کی دلچسپیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ دیہاتی اسکاوٹوں کی تعلیم کا بھی گاؤں والوں پر کافی اثر پڑا ہے۔ ذیل میں ہم فروری اور مارچ مہینوں میں دیہاتی اسکاوٹوں کی ٹریننگ کی تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ جس سے ان مہینوں میں دیہاتی اسکاوٹ کی تحریک کی رفتار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

فروری سنہ ۱۹۴۵ء

نمبر سلسلہ	ضلع	مقررہ تعداد	کل ٹرینڈ
۱	فیض آباد	۳۶۰۰	۹۱۳۲
۲	مرزاپور	۲۷۰۰	۹۸۵۴
۲	فرخ آباد	۱۵۰۰	۳۳۵۸
۴	اعظم گڈھ	۱۵۰۰	۳۲۹۵
۵	کانپور	۱۵۰۰	۳۱۱۶
۶	ہردوئی	۱۵۰۰	۲۷۹۴
۷	فتح پور	۱۵۰۰	۲۶۶۰
۸	مین پوری	۱۵۰۰	۲۲۸۰
۹	بلیا	۱۹۵۰	۳۰۶۲
۱۰	الہ آباد	۳۱۵۰	۴۳۲۵
۱۱	مظفر نگر	۱۵۰۰	۲۰۲۴
۱۲	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۹۰۰
۱۳	ہمیرپور	۱۵۰۰	۱۸۵۷
۱۴	مرادآباد	۱۵۰۰	۱۸۳۵
۱۵	بہرائچ	۱۵۰۰	۱۸۱۳
۱۶	بدایوں	۱۵۰۰	۱۷۹۸
۱۷	جونپور	۳۰۰۰	۳۳۷۶
۱۸	بجنور	۱۵۰۰	۱۷۵۴
۱۹	بلندشہر	۱۵۰۰	۱۶۷۱
۲۰	بستی	۲۷۰۰	۲۹۸۲
۲۱	جالون	۱۵۰۰	۱۹۲۲
۲۲	سلطانپور	۲۲۵۰	۲۶۷۳
۲۳	سہارنپور	۱۵۰۰	۱۵۶۸
۲۴	گونڈہ	۳۰۰۰	۳۱۵۲
۲۵	ایٹا	۱۵۰۰	۱۵۲۹
۲۶	آگرہ	۱۵۰۰	۱۵۲۲
	طبقہ ب ۵۰ فیصدی پر ۱۰۰ فیصدی کے نیچے		
۲۷	بریلی	۱۵۰۰	۱۴۷۵
۲۸	ڈیرہ دون	۱۵۰۰	۱۴۷۵
۲۹	متھرا	۱۵۰۰	۱۳۳۸
۳۰	کھیری	۱۵۰۰	۱۳۸۱
۳۱	غازی پور	۲۷۰۰	۲۱۲۹
۳۲	پیلی بھیت	۱۵۰۰	۱۱۶۸
۳۳	شاہجہانپور	۱۵۰۰	۱۱۶۰
۳۴	علی گڈھ	۱۵۰۰	۱۱۴۸
۳۵	نینی تال	۱۲۰۰	۹۰۹
۳۶	بارہ بنکی	۳۴۵۰	۲۶۰۰
۳۷	بنارس	۴۰۵۰	۲۴۴۰
۳۸	پرتاب گڈھ	۲۵۵۰	۱۴۷۵
۳۹	گورکھپور	۳۶۰۰	۲۲۸۷
۴۹	الموڑا	۱۵۰۰	۹۰۹
۴۱	جھانسی	۱۵۰۰	۸۱۴
	طبقہ ج ۵۰ فیصدی سے کم		
۴۲	اناؤ	۱۵۰۰	۷۲۲
۴۳	باندہ	۲۸۵۰	۹۰۴
۴۴	سیتاپور	۱۵۰۰	۴۷۴
۴۵	لکھنؤ	۲۵۵۰	۲۹۱
۴۶	گڈھوال	۶۰۰	تعداد ابھی حاصل نہیں ہوئی
۴۷	میرٹھ	۱۵۰۰	
۴۸	رائے بریلی	۰۰	

مارچ سنہ ۱۹۴۵ء

نمبر سلسلہ	ضلع	مقررہ تعداد	کل ٹرینڈ
۱	فیض آباد	۳۶۰۰	۱۱۹۸
۲	مرزاپور	۲۷۰۰	۳۸۵۴
۳	فرخ آباد	۱۵۰۰	۳۴۶۶
۴	مین پوری	۱۵۰۰	۳۳۵۸
۵	اعظم گڈھ	۱۵۰۰	۳۳۴۷
۶	ہردوئی	۱۵۰۰	۲۳۶۵

۷	فتح پور	۱۵۰۰	۲۳۷۹
۸	بلیا	۱۹۵۰	۳۰۹۰
۹	مظفر نگر	۱۵۰۰	۳۰۶۷
۱۰	کانپور	۱۵۰۰	۱۹۸۳
۱۱	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۹۲۳
۱۲	بجنور	۱۵۰۰	۱۸۹۶
۱۳	ہمیرپور	۱۵۰۰	۱۸۵۷
۱۴	بہرائچ	۱۵۰۰	۱۸۳۳
۱۵	مراد آباد	۱۵۰۰	۱۸۳۳
۱۶	بدایوں	۱۵۰۰	۱۷۹۸
۱۷	جونپور	۳۰۰۰	۳۳۹۰
۱۸	بلند شہر	۱۵۰۰	۱۳۷۱
۱۹	بستی	۲۷۰۰	۳۰۲۹
۲۰	جالون	۱۵۰۰	۱۶۲۲
۲۱	بریلی	۱۵۰۰	۱۵۸۵
۲۲	گونڈہ	۳۰۰۰	۳۱۷۲
۲۳	سہارنپور	۱۵۰۰	۱۵۶۸
۲۴	اناؤ	۱۵۰۰	۱۵۲۹
۲۵	سلطانپور	۲۲۵۰	۲۳۷۲
۲۶	دہرہ دون	۱۵۰۰	۱۵۰۰
	طبقہ ب ۔ ۵ فیصدی پر ۱۰۰ فیصدی کے نیچے		
۲۷	متھرا	۱۵۰۰	۱۴۱۶
۲۸	کھیری	۱۵۰۰	۱۳۸۱
۲۹	گڈھوال	۶۰۰	۵۸۰
۳۰	شاہجہانپور	۱۵۰۰	۱۳۳۴
۳۱	غازی پور	۲۷۰۰	۲۱۶۸
۳۲	علی گڈھ	۱۵۰۰	۱۱۸۱
۳۳	پیلی بھیت	۱۵۰۰	۱۱۷۹
۳۴	نینی تال	۱۲۰۰	۹۱۷
۳۵	بارہ بنکی	۳۴۵۰	۲۶۲۳
۳۶	پرتاب گڈھ	۲۵۵۰	۱۶۷۵
۳۷	الموڑا	۱۵۰۰	۹۴۳
۳۸	بنارس	۴۰۵۰	۲۷۴۰
۳۹	گورکھپور	۳۶۰۰	۲۳۶۳
۴۰	جھانسی	۱۵۰۰	۸۹۷
۴۱	ہناؤ	۱۵۰۰	۷۵۲

طبقہ اس ۵۰ فیصدی سے کم

۴۲	سیتاپور	۱۵۰۰	۴۸۵
۴۳	باندہ	۲۸۵۰	۱۰۸۵
۴۴	لکھنؤ	۸۵۵	۳۷۲
۴۵	الہ آباد	۳۱۰۰	تعداد ابھی حاصل نہیں ہوئی
۴۶	آگرہ	۱۵۰۰	
۴۷	میرٹھ	۱۵۰۰	
۴۸	رائے بریلی	۱۴۰۰	

"ہل" کے خریداروں سے

ہمارے پاس "ہل" کو بذریعہ وی۔ پی بھیجنے کیلئے برابر خطوط آتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہم قارئین "ہل" کو مطلع کر دینا چاہتے ہیں کہ "ہل" بذریعہ وی۔ پی نہیں بھیجا جاتا۔ اس لئے جو حضرات اسکے خریدار ہونا چاہتے ہوں ان کو چاہیئے کہ وہ "ہل" کا سالانہ چندہ عہ ساڑھے پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ اور خط کتابت کرتے وقت اپنا نام اور پتہ صاف صاف تحریر کریں۔

"ہل" کی نمونہ کی کاپی بغیر قیمت کے نہیں بھیجی جاتی۔ لہٰذا نمونے کی کاپی کے لئے آٹھ آنے بھیجنا ضروری ہے۔

مصنفین سے

"ہل" میں صرف ایسے ہی مضامین شایع ہوتے ہیں جو گاؤں کے رہنے والے لوگوں کے لئے مفید ثابت ہوں۔ علاوہ اسکے مضمون صاف صاف لکھے ہوئے ہونے چاہئیں۔ اصلاح کیلئے جگہ چھوٹی ہوئی ہونی چاہئے۔ نہ شایع ہونے والے مضمون بغیر ٹکٹ بھیجے واپس نہیں کئے جاتے۔ لہٰذا واپس منگانے کیلئے ٹکٹ بھیجنا ضروری ہے۔

دھوبی کے ہاتھوں کپڑوں کا پھر ستیاناس!

—جبکہ کپڑوں کی گرانی کا یہ حال ہے۔

جی ہاں اس طرح دھوبی آپ کو تباہ کر دے گا اگر آپ اسے ایسا کرنے دیں گے۔ ذرا سوچیے تو کہ موجودہ قیمتوں کے حساب سے کتنا خرچ ہوگا۔ اگر وہ پھاڑتا جائے اور آپ دوبارہ بنواتے جائیں۔ اب زیادہ عرصے تک آپ کو اس کا یہ تباہ کن طریقہ برداشت نہ کرنا چاہیے۔ یہ محض مضر ہی نہیں بلکہ غیر ضروری بھی ہے۔ پوشاک اور گھریلو استعمال کے کپڑے بغیر کسی قسم کے نقصان کے اندیشہ کے "سنلائٹ" صابن اور بچت" کے اعلیٰ طریقہ سے دھوئے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک آسان طریقہ ہے، اس میں پٹخنے کی ضرورت نہ سختی سے رگڑنے کی۔ خود بخود صاف کرنے والا سنلائٹ صابن کا جھاگ باآسانی میل مٹی کو خارج کر دیگا اور دھوبی سے کہیں زیادہ یہ کپڑے صاف اور اُجلے نظر آئیں گے۔ اور طرہ یہ کہ کپڑے کو ایک دھاگے تک کا بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مندرجہ ذیل سہل طریقہ اپنے ملازم کو سمجھا دیجیے اور گھر ہی پر ہر چیز سنلائٹ سے دھو کر کپڑوں اور روپے کی بچت کیجیے۔

اپنے نوکر کو سنلائٹ صابن اور بچت کا طریقہ سکھائیے

۱- کپڑوں کو اچھی طرح بھگو دیجیے۔ اس طرح کپڑے صابن لگانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔
۲- کپڑے کے ہر حصے میں سنلائٹ صابن لگائیے۔ خاص طور پر میل جگہ پر سنلائٹ کو اچھی طرح لگائیے۔
۳- پھر تھوڑی دیر تک کپڑے کو ہاتھوں سے ملیں ہرگز پھاڑیے مت سنلائٹ کا خود بخود صاف کرنے والا جھاگ کپڑے سے تمام میل اکھیڑ کر اپنے اندر جذب کر لے گا۔ ۴- اب اچھی طرح صاف پانی میں ہلائیے۔ اور تمام جھاگ نکال دیجیے کیونکہ جھاگ میں اب میل شامل ہے۔ بہت زیادہ میلے کپڑے کو ایک بار پھر صابن لگانے کی ضرورت ہوگی۔

سنلائٹ صابن کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے

LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

اپنے مرغوب کھانوں کو
قوّت بخش بھی بنایئے!
DALDA VANASPATI
DALDA COOK BOOK
Price Re 1/-
کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اکثر پسندیدہ کھانے دراصل بہت کم مفید ہوتے ہیں۔ بیشک انسے پیٹ تو ضرور بھر جاتا ہے مگر قوت حاصل نہیں ہوتی۔ اسطرح روزانہ ہماری قوت صرف زیادہ ہوتی ہے اور پیدا بہت کم۔ تندرستی ہزار نعمت ہے کسقدر انوکھا خیال ہے۔ ہماری قابلیت خوشحالی اور تندرستی سب کا دار و مدار قوت پر ہے اور اگر ہماری خوراک حسب ضرورت قوت پیدا نہ کرے تو ایک نہ ایک دن اسکا خمیازہ بھگتنا لازمی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ تمام قسم کے کھانے کچھ نہ کچھ قوت ضرور پیدا کرتے ہیں لیکن کچھ کھانے جنھیں ہم اکثر و بیشتر کھاتے ہیں بہت کم قوت پیدا کرتے ہیں۔ اس قسم کے کھانوں میں اگر آپ ایسی غذا بھی شامل کرلیں جو بہت زیادہ تقویت بخش ہو تو ساری کمی پوری ہوجاتی ہے اپنے کھانوں کو اگر آپ ڈالڈا سے پکائیں تو یہ بے حد مفید ثابت ہوگا کیونکہ وٹامن آمیز ڈالڈا میں قدرت کے بہترین قوت بخش اجزا شامل ہیں۔ صحت کی حفاظت اور بہتری کے لئے مناسب ہے کہ تمام کھانے ڈالڈا سے پکائے جائیں۔
تمام مستورات کو جاننا چاہئے کہ کون کون سی اشیاء زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (بزبان انگریزی) میں مختلف اشیائے خوردنی کے جز و خوراک و دیگر مفید معلومات اور کھانے بنانے کے ڈیڑھ سو سے زائد طریقے درج ہیں۔ چار آنے کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے۔
Dept C121 P O. Box
No 353, Bombay
ڈالڈا کہتے ہیں کہ مجھ میں ہر کام کے لئے بیحد قوت ہے!
وٹامن آمیز
ڈالڈا
قوت کے لئے
HVM. 34-33-40 UD
THE HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING CO., LTD.
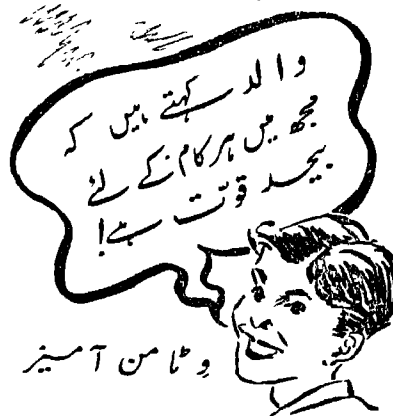
Regt. No. A—294.

Printed by C. O. Forsgren at the Lucknow Publishing House, Lucknow.—(650)—1820—5-'45.
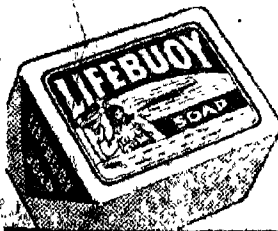
سال سات] جون ۱۹۴۵ء [نمبر چھ

حکومت یو۔پی کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر یو۔پی

لکھنؤ

سالانہ قیمت ۱۲؍ ایک پرچہ ......۱؍

ہل

جلد ۷—نمبر ۶ | با تصویر ماہوار رسالہ | جون سنہ ۱۹۴۵

فہرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر ماہوار رسالہ

جلد ۷ | جون سنہ ۱۹۴۵ء | نمبر ۶

برکھا

یہ برکھا کا موسم سُہانا سُہانا
عجب مستیوں کا یہ آیا زمانا

ہری گھاس ہر سُو سُہانی سُہانی
ہر اک شے کو حاصل نئی زندگانی

یہ چلتی ہیں کیا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں
عجب مست سی آجکل ہیں فضائیں

کہیں تتلیاں اپنی چھب ہیں دکھاتیں
کہیں کوئلیں گیت اپنے سُناتیں

پرندے بھی کیا خوب ہیں چہچہاتے
خوشی سے نہ یہ بھی ہیں پھولے سماتے

ادھر آسماں کا بھی ہے رنگ نیارا
ذرا دیکھئے تو ہے کیا نظارا

امڈ کر کے کیا کیا یہ آتے ہیں بادل
عجب رنگ سب کو دکھاتے ہیں بادل

کہیں ہاتھیوں کی ہیں شکلیں بنی گر
تو ہے آدمی سا دکھاتا کہیں پر

کہیں ہے پہاڑوں کا گر سلسلہ سا
کہیں پرتو ہے قصر شاہی بنا سا

یہ بستی اور جنگل کے سارے نظارے
دکھاتے ہیں بادل پیارے پیارے

ذرا پھر کوئی شام ہونا بھی دیکھے
برستا ہوا مینہ سے سوتا بھی دیکھے

عجب آسماں و زمیں کی ہے حالت
جدھر دیکھئے کچھ نرالی ہے رنگت

کسانوں کا پھر اپنا وہ ہل چلانا
کہ جیسے کہ لیتا ہو کروٹ زمانا

غرض اک نیا جنم لیتی ہے فطرت
تماشے عجب کچھ دکھاتی ہے قدرت

پرتی زمینوں مین جنگل لگانا

[از جناب آر سہاسے آئی۔ ایف۔ ایس فارسٹ ڈیولپمنٹ آفیسر یو۔ پی]

صوبہ متحدہ کے گاؤں میں پرتی زمینوں میں ایندھن اور چاروں کے محفوظ ذخیرہ کو بڑھانے میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں کی مدد کیلئے صوبہ متحدہ کے فاریسٹ ڈیولپمنٹ آفیسر جناب آر سہاسے آئی۔ ایف۔ ایس نے ایک پمفلٹ لکھا ہے۔ جسکو ہم یہاں شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ گاؤں کے لوگ اس مضمون میں بتلائی ہوئی باتوں سے فائدہ حاصل کرینگے

اس صوبہ کی ۹۰ فیصدی آبادی کی گذر بسر کا ذریعہ کھیتی باڑی ہے۔ زمین کی جتائی اور اسکی پیداوار کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کیلئے یہ صوبہ خاص بیلوں پر منحصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہر کسان مویشی ضرور رکھتا ہے۔ گائے دودھ دیتی ہے جو آدمیوں کی تندرستی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ علاوہ اسکے مویشیوں سے گوبر ملتا ہے جو کھیتوں کیلئے کھاد کے کام میں آتا ہے۔ اور زمین کی پیداوار بڑھانے کیلئے جسکی نہایت ضرورت ہے۔

کسان اور اسکی ضرورتیں۔ گاؤں کی اقتصادی حالت کو سدھارنے کیلئے کسان کو زرخیز زمین۔ اپنے مویشیوں کے لئے چارہ، مکان اور کھیتی باڑی کے آلات بنانے کیلئے تھوڑی بہت لکڑی۔ گھر میں استعمال کرنے کیلئے ایندھن۔ اور زمین کو زرخیز بنانے کیلئے گوبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

موجودہ حالت۔ میدانی علاقوں میں اسطرح کی متوازن اقتصادی زندگی کا حال بہت دنوں سے بگڑا ہوا ہے دیہات کے جنگل جن سے پہلے تھوڑی بہت عمارتی اور جلانے کی لکڑی اور مویشیوں کے لئے چارہ مل جایا کرتا تھا، برباد ہو گئے ہیں۔ اور ان پرتی زمینوں میں جہاں پہلے جنگلات تھے۔ اب کھیتی ہونے لگی ہے۔ اسلئے اب کسان کو اپنے قیمتی گوبر کو ایندھن کے کام میں لانا پڑتا ہے۔ اور زمین دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے۔ چونکہ مویشیوں کو بھر پیٹ چارہ نہیں ملتا وہ زیادہ کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اور اسلئے کسانوں کو زیادہ تعداد میں مویشی رکھنے پڑتے ہیں جن گایوں کو اچھی خوراک نہیں ملتی وہ کم دودھ دیتی ہیں۔ آدھا پیٹ چارہ پانے والا سانڈ کمزور نسل پیدا کرتا ہے۔ اور پوری خوراک نہ پانے والے بیل قابل اطمینان کام کرنیوالے نہیں ہوتے۔ اسطرح خرابیوں کا یہ سلسلہ برابر بنا رہتا ہے۔ چونکہ انہیں سے بہت سے جنگل اور پرتی زمینیں عام طور سے ڈھلواں ہیں اسلئے پانی کے بہاؤ سے اب وہ کٹتی بھی جا رہی ہیں۔

اس مسئلہ کا حل۔ مساویانہ اقتصادی نظام کا بندوبست ہی اس مسئلہ کا واحد حل ہے۔ ہر گاؤں، تحصیل اور ضلع میں اسکی ضرورت کے مطابق کھیت، چراگاہیں، ایندھن اور عمارتی لکڑی کیلئے جنگلوں کی بھی ضرورت ہے۔ گوبر کو ایندھن کی شکل میں استعمال کرنے کے بجائے کھاد کی شکل میں زمین میں دبا دیا جانا چاہئے زمین کو پانی کے بہاؤ سے روکنے کیلئے ڈھلوا زمین اور ندی نالوں کے کناروں پر کھیتی نہیں کرنی چاہئے کسانوں کو اپنی ضرورتوں کیلئے کم سے کم تعداد میں اچھے اور مضبوط جانور رکھنے چاہئے۔ کمزور اور بیکار سانڈوں کو بدھیا کرا دینا چاہئے، اور مویشیوں

کو تھان پر کھلانا چاہیئے، مویشیوں کیلئے کافی چارہ ہونا چاہیئے۔ جن مہینوں میں گھاس نہیں اگتی انمیں جانوروں کو کھلانے کیلئے ہر چارے کو سکھاکر یا اس کا سائلیج بناکر محفوظ رکھنا چاہیئے۔

اوسط درجہ کیلئے کتنے بڑے جنگل یا چراگاہ کی ضرورت ہوتی ہے

اب ہمکو اس پر غور کرنا ہے کہ اوسط درجہ کے گاؤں کی ضرورت کے لئے جس میں ۲۰ گھر ہوں [ہر گھر میں پانچ آدمی اور پانچ جانور ہوں] ایندھن اور چارے کیلئے کتنی زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس گاؤں میں ۱۰۰ آدمی اور ۱۰۰ جانور ہونگے ۱۰۰ مویشیوں کیلئے ۲۰۰ ایکڑ چراگاہ کی ضرورت ہوگی۔ ان سو آدمیوں کیلئے سال بھر میں ۵۰۰ من ایندھن کی ضرورت ہوگی۔ اتنا ایندھن ۲۰ سال پرانے سیسو یا ببول کے آٹھ ایکڑ کے جنگل سے مل سکتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر ۱۰ ایکڑ زمین میں سیسو یا ببول کے جنگل ہوں تو اس سے گاؤں کے ایندھن کی ضرورت برابر پوری ہوتی رہیگی۔ ۲۰ سال بعد ہر سال ۲۰ سال پرانے سیسو یا ببول کے آدھے ایکڑ کے جنگل کو کاٹ دیا جایا کریگا جس سے ۱۰۰ من لکڑی جلانے کیلئے مل جایا کریگی۔ یہ اسی حالت میں ممکن ہے جب آدھا ایکڑ پرتی زمین میں ہر سال سیسو یا ببول کے درخت لگائے جائیں۔

صوبہ متحدہ میں پرتی زمینیں کس قسم کی ہوتی ہیں؟

صوبہ متحدہ میں زمینیں عام طور پر اوسر، نچلے رقبہ، ہور، ندی نالے والے رقبہ اور وہ زمینیں ہوتی ہیں جو کھیتی باڑی کے قابل تو قرار دیدی گئی ہیں پر انمیں کھیتی نہیں کی جاسکتی۔

اوسر۔ زمینوں کے اوپر جو کھار جمع ہو جاتا ہے۔ اسکی وجہ سے زمینیں اوسر ہو جاتی ہیں اور عام طور پر ان میں پیڑ بڑھ نہیں پاتے۔ بہت سے اوسر علاقوں کے کنکڑ کی بہت سی تہیں بن جاتی ہیں جن میں پودوں کی جڑیں گھس نہیں پاتیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ تہیں جڑوں کو بڑھنے اور پھیلنے نہیں دیتیں۔ کچھ معمولی اوسر بھی ہیں جہاں یہ تہیں ہر جگہ نہیں پھیلی ہوتیں لہذا کہیں کہیں اچھی زمین کے ٹکڑے مل جاتے ہیں۔ اچھی زمین کے ان ٹکڑوں میں جنکا پتہ اکثر گھاس اور کانٹے دار جھاڑیوں کے اگنے سے لگ جاتا ہے۔ ببول اور ڈھاک کے پیڑ اچھی طرح اگ سکتے ہیں۔

اوسر زمینوں کو کام میں لانے کا سب سے اچھا ڈھنگ یہ ہے کہ انمیں یا تو مویشی چرائے جائیں جنگلوں کے محکمہ نے ہر طرح کے اوسر رقبوں میں گھاس کی پیداوار کو ترقی دینے کے لئے مختلف تجربے کئے ہیں۔ اور اسطرح محکمہ اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ اگر برسات میں ان رقبوں میں مویشی نہ چرائے جائیں تو گھاس کی پیداوار ۳۰۰ سے ۴۰۰ فیصدی تک بڑھ سکتی ہے۔

نچلے رقبہ۔ برسات میں ان رقبوں میں پانی بھرا رہتا ہے، اور جاڑے کے دنوں میں کہرا بہت پڑتا ہے اسلئے یہ پیڑوں کی بڑھ کے لئے مفید نہیں ثابت ہوتے۔

زمین۔ بھوڑ زمین میں کاس جو چھپر بنانے کے کام آتی ہے اور سرپنج جو چھپر رسیاں یا ڈوریاں بنانے کے کام میں آتی ہے پیدا ہوتی ہے۔ اگر ان رقبوں کی چرائی نہ کرائی جائے تو اس میں خود بخود نیم اور سیسو کے درخت اگ آتے ہیں۔ ملائم بھوڑ زمین میں بیل گھاس جو کاغذ اور بان بنانے کے کام آتی ہے۔ خوب اگتی ہے۔ اسطرح ملائم بھوڑ کے رقبے سیسو، نیم اور اسطرح کے دوسرے پیڑوں کے لگانے کیلئے بہت اچھے ہوتے ہیں۔

ندی نالے والے علاقے ۔ یہ وہ علاقے ہیں جنکی اوپری سطح پانی کے بہاؤ کیوجہ سے بہ جاتی ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انمیں نالے اور گڈھے بن جاتے ہیں اور کھیتی باڑی کے قابل نہیں رہ جاتے۔ انمیں نالے اور چشمہ بن جاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر برسات میں ان گڈھوں اور نالوں کو بند کر دیا جائے تو ان رقبوں میں بھی گھاس اگنے لگتی ہے۔ زمین کے نیچے کی کنکر کی تہیں پیڑوں کو بڑھنے نہیں دیتیں۔ اس لئے یہاں اچھے قسم کے قلمی پودوں کو نہ لگانا چاہئے۔ اس قسم کے پیڑ جنکی جڑیں چھوٹی ہوتی ہیں ادھر ادھر اُگ آتے ہیں، ہاں، ان گھاٹیوں میں جن میں پانی کے بہاؤ سے لائی ہوئی مٹی کی موٹی تہ جم جاتی ہے بڑے بڑے پیڑ اور موٹی جڑوں کی قلمیں بخوبی بڑھتی ہیں۔

کھیتی باڑی کے قابل پڑتی زمین ۔ اس میں ایسی زمینیں شامل ہیں۔ جو کہ کھیتی کے قابل قرار دیدی گئی ہیں جو بہت عرصہ سے خالی پڑی تھیں۔ انمیں درخت بہت جلدی بڑھتے ہیں۔ جو زمینیں حال ہی میں خالی ہوں انمیں صرف اناج پیدا کرنا چاہیئے۔ پرانی خالی پڑی ہوئی اور کھیتی کے قابل پڑتی زمینیں جنگل لگانے کیلئے بہت مناسب ہیں اور انھیں پر پہلے درخت لگانا چاہیئے

صوبہ متحدہ کے میدانوں میں عام طور پر ایندھن کے پیڑ

صوبۂ متحدہ کے میدانی علاقوں میں ایندھن کے کام میں آنے والے پیڑ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ببول (۲) ڈھاک (۳) جامن (۴) تیمو (۵) سیسو ۔ دوسری قسمیں جو اور رقبوں میں لگائی جاسکتی ہیں وہ اسطرح ہیں

(۱) بکائن (۲) بانس (۳) سکوہٹ (۴) کٹہل (۵) املی (۶) مہوا ۔ مندرجہ ذیل نقشہ میں درختوں کی ان قسموں کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف طرح کی زمینوں کیلئے مناسب ہیں۔

بھور	لونئی	نم
(۱) سیسو	(۱) ببول	(۱) ڈھاک
(۲) نیم	(۲) ڈھاک	(۲) جامن
(۳) سکوہٹ	(۳) نیم	(۳) ببول
(۴) کھیر		

وہ پیڑ جو لونئی اور ریتیلی زمینوں میں پیدا ہوتے ہیں نم زمینوں میں بھی اُگ سکتے ہیں ۔ مٹیار زمینوں میں ہر قسم کے پیڑ پھل پھول سکتے ہیں۔

ایندھن والے پیڑ لگانے کا طریقہ ۔ ایندھن والے پیڑوں کا جنگل لگانے میں مندرجۂ ذیل کارروائیاں ضروری ہیں۔

(۱) زمین کی تیاری
(۲) بیج اکٹھا کرنا۔
(۳) بوتا یا لگانا
(۴) نرائی گوڑائی اور چھٹائی کرنا۔
(۵) پیڑوں کو باہری چیزوں سے بچانا ، خاصکر مویشیوں اور بکریوں سے۔

کھیتی باڑی کے قابل زمینوں میں جہاں کھیتی کی جاسکتی ہے ٹونگیا یا بن کھیتی کے ذریعہ پیڑ لگانے کا طریقہ سب سے اچھا اور سستا ہے ۔ اس طریقہ سے زمین بغیر لگان کے کسان کو اس شرط پر دیدی جاتی ہے کہ وہ دس پندرہ فیٹ کی دوری پر قطاروں میں جنگل کے پیڑوں کے پودے لگادے۔ اور درمیان میں جو جگہ بچ جائے اس میں وہ اپنی فصل تیار کرتا رہے۔ زمین کی تیاری، نرائی،

گوڑائی وغیرہ کا خرچ بچ جاتا ہے، کیونکہ یہ سارے کام کسان
اپنی اس بغیر لگان کی فصل بونے کے بدلے میں مفت کرتا
ہے جو وہ قطاروں کی زمین میں بوتا ہے۔ یہ کسان اس
زمین کو مویشیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اناج کی فصلیں تین
سے پانچ سالوں تک بوئی جا سکتی ہیں کیونکہ اسکے بعد
پیڑ اتنے اونچے ہو جاتے ہیں کہ انکی سایہ باقی زمین
پر پڑنے لگتی ہے اور کھیتی سے پھر کوئی فائدہ نہیں حاصل
ہوتا۔ اس طریقہ میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ کسان
جس زمین کو جوتتا ہے اس میں اسے موروثی حق مل جاتا
ہے۔ اسلئے اس طریقہ سے بہت احتیاط اور قانونی
مشورہ لیکر کام کرنا چاہیئے۔

زمین کی تیاری۔ زمین کی تیاری کا مقصد یہ ہے کہ
جب زمین پر موسم کا اثر پڑے وہ ایسی میٹھی اور ملائم
ہو جائے کہ چھوٹے پودوں کی جڑیں آسانی سے نیچے
کی مٹی میں گھس سکیں۔ زمین کی گوڑائی کرنے کی ضرورت
نہیں ہوتی۔ کیونکہ کھودی ہوئی مٹی ہوا سے اڑ جاتی ہے۔
بھاری دومٹ اور چکنی مٹی زمین میں گہرائی اور اچھی
کھودائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین کو عام طور پر کم سے
کم ۱۲ انچ سے ۱۵ انچ تک گہرا ضرور کھودنا چاہیئے۔
زمین کی کھودائی وغیرہ مہاوٹوں کے فوراً بعد شروع کر دینا
چاہیئے اور اپریل سے پہلے ختم کر دینا چاہیئے۔

ٹونگیا یا بن کھیتی کے مطابق زمین کی تیاری اس
ڈھنگ سے کی جاتی ہے کہ کھیتی میں ۱۲ یا ۱۵ فیٹ کی
دوری پر قطاریں بنائی جاتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو
ڈھلوان زمینوں پر یہ قطاریں نیچی اونچی سطح پر یکساں بنائی
جانی چاہیئے۔ جس سے برسات میں وہ نالیاں بن جائیں۔
یہ قطاریں ۱۲ سے ۱۵ انچ گہری اور ایک فیٹ چوڑی
بنائی جاتی ہیں اور کھودی ہوئی مٹی کو ان قطاروں
کے دونوں طرف چڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ مٹی گرمیوں میں
یوں ہی دھوپ لگنے کیلئے چھوڑ دیجاتی ہے۔ اسطرح مٹی
خشک اور میٹھی ہو جاتی ہے۔ مئی کے اخیر میں یہ مٹی ان
قطاروں میں پھر بھر دی جاتی ہے۔ اور زمین بونے کے لئے
تیار ہو جاتی ہے۔ ہر قطار کے کنارے پر زمین کا پانچ
فیٹ چوڑا ٹکڑا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس سے بیچ کی قطاروں
کو بغیر کوئی نقصان پہونچے ہل اور پاٹا چلایا جا سکے سخت
چکنی مٹی والے ان رقبوں میں جن میں پانی رکا رہتا ہے
قطاریں نہیں کھودی جا سکتیں بلکہ انہیں اتنی اونچی مینڈ
بنا دی جاتی ہے کہ جہاں تک سیلاب کا پانی پہونچ سکے ان
مینڈوں پر جامن کے پیڑ لگا دئے جاتے ہیں۔

ان رقبوں میں جہاں ٹونگیا یا بن کھیتی کے مطابق
کھیتی نہیں ہو سکتی سب سے بہتر طریقہ کھائی اور مینڈ بنانے
کا ہے۔ چار فیٹ لمبے دو فیٹ چوڑے اور ایک فیٹ گہرے
گڈھے نیچی اونچی زمین پر دس دس فیٹ کی دوری پر
کھودے جا سکتے ہیں۔ اور کھودی ہوئی مٹی کو ڈھال
کی طرف چڑھا کر مینڈ بنا دی جاتی ہے۔ ان کھائیوں کی
مینڈیں قطاروں میں ہوتی ہیں۔ جنکا درمیانی فاصلہ
۱۰ فیٹ ہوتا ہے۔ یہ گڈھے اسطرح بنائے جاتے ہیں اگر
ایک کا رخ داہنی طرف ہوتا ہے تو دوسرے کا بائیں
طرف۔ جس سے اونچی سطح کی کھائیوں کے درمیان سے
پانی بہہ کر نیچی سطح کی کھائیوں میں چلا جائے۔ بوائی سے
فوراً پہلے آدمی کو کھائی میں مٹی بھروا دینا چاہیئے مگر اتنی
بھرنا چاہیئے کہ وہ زمین کی سطح سے صرف تین انچ اونچی رہے۔
پھر اس مٹی کو دونوں طرف سے ڈھالو کر دینا چاہیئے۔
اوپر کا آدھا حصہ کھائی کا کام دیگا جس میں برسات کا
پانی آتا رہیگا۔ مندرجہ ذیل نقشہ دیکھئے۔ یہ طریقہ خاص
طور پر کھر اور سر اور بہت ہی خشک رقبوں سے پانی
نکالنے کیلئے بہت ہی مفید ہے۔

سطح زمین

اونچی زمین　　نیچی زمین

—— ۱۰ ——

ڈھال

کھائی ۱۰　کھائی　کھائی　کھائی

بیج اکٹھا کرنا۔ مندرجہ ذیل نقشہ میں جلانے والی لکڑیوں کی عام قسمیں جو پیراگراف نمبر ۱۴ میں درج ہیں۔

وہ مہینے جن میں بیج اکٹھا کرنا چاہئے۔ فی سیر بیج کی مقدار اور اس بیج کی مقدار سیروں میں دی گئی ہے جو ایک ایکڑ زمین میں بونے کیلئے ضروری ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اگر ۱۵ فیٹ کی دوری کی قطار میں بیج ۴ انچ کی دوری پر یا ۱۰ فیٹ کی دوری کی کھائیوں کی مینڈوں پر ۴ انچ لمبی ۲ انچ چوڑی اور ایک فیٹ اونچی ایک انچ کی دوری پر بوئے جائیں تو ایک ایکڑ زمین ۱۰۰۰ بیجوں کی ضرورت ہوگی۔

قسم	وہ مہینے جس میں بیج اکٹھا کئے جائیں۔	فی سیر بیج کی مقدار	خراب بیج	فی ایکڑ کتنے بیجوں کی ضرورت ہوتی ہے	کیفیت
(۱) ببول	مئی	۷۰۴۰۰	۸	۱۰	
(۲) ڈھاک	مئی — جون	۱۶۰۰	۶	۳۶	
(۳) جامن	جولائی — اگست	۱۰۲	۶	۴۰	
(۴) نیم	جون — اگست	۱۶۰۰	۸	۴۸	پھل
(۵) سیسو	فروری	۶۶۰۰۰	۸	۵	پھلیاں

ببول ڈھاک اور سیسو کے بیج گاؤں کے ہی اکٹھا کرنا چاہئے۔ جہاں کہیں نہ ملے وہاں صوبہ متحدہ کے سٹی کلچرسٹ نینی تال سے منگائے جا سکتے ہیں۔ بہ شرط یہ ہے کہ اکتوبر کے آخیر تک انکو اس معاملہ میں لکھ دیا جائے جامن اور نیم کے بیج ہر جگہ ملتے ہی ہیں۔ اسلئے گاؤں میں بھی انھیں اکٹھا کر لینا چاہئے۔

بیج سب سے لمبے سیدھے اور اچھی شکل کے پیڑوں سے اکٹھا کر لیں چاہئے۔ بڑے موٹے اچھے گودے دار اور خوب پکے ہوئے بیج جمع کر لینا چاہئے۔ اگر ان چیزوں کو بونے سے پہلے ۲۴ گھنٹے تک پانی میں بھگویا جائے تو ہر قسم کے بیج بہت کافی اگتے ہیں۔

بونا یا لگانا۔ جہاں اس قسم کی مشکلات ہوں جیسے دلدل اور کمزور زمین ہو سوکھا پڑتا ہو، بہت گھاس پتوار اگتی ہو وہاں عام طور سے بیج بونے کی بہ نسبت پودے لگانے میں زیادہ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ کچھ پیڑ جیسے ڈھاک اور ببول انکے بیج بونا چاہئے۔ کیونکہ اگر انہیں سے کسی قسم کے پودے لگائے جہاں تو وہ ہرگز نہ اگیں گے۔ برخلاف اسکے سیسو اور جامن کے پیڑ لگانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ جڑ کے انکھوؤں کی قلمیں لگا دی جائیں۔ یہ ٹکڑے دو سال پرانے اور انگوٹھے کے برابر موٹے پودوں سے لئے جاتے ہیں۔ جن میں ایک انچ تنے کا حصہ اور ۹ انچ خاص جڑ کا حصہ ہوتا ہے۔ نیم اور سیسو کے بیج اتنی ہی آسانی سے انکے پودے لگائے جاتے ہیں۔ اگرچہ بونے کی بہ نسبت شروع میں پودہ لگانے میں خرچ زیادہ پڑتا ہے۔ پر اسکے بعد پودوں کو بدلنے اور انکی نکائی وغیرہ کرنے سے

چھٹی مل جاتی ہے۔

بوائی برسات شروع ہوتے ہی ہونے لگ جاتی ہے۔
اگر بوائی اس سے پہلے کرائی جائے تو بیج برسات شروع ہونے تک نہیں اُگیں گے۔ انکھوؤں کا بڑھنا اور جڑوں کا پھیلنا اکتوبر تک بالکل رک جاتا ہے۔ اگر اکتوبر تک باڑھ آگئے کے پہلے تک پودوں کی جڑیں ایک فٹ یا اس سے زیادہ گہرائی تک زمین کے اندر گھس چکی ہیں تو یہ پودے گرمی کے موسم کو برداشت کر لینگے نہیں تو گرمی کے دنوں میں خشک موسم ہونے کی وجہ سے مرجھا جائینگے۔

پودہ لگانا - ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ پودہ لگانے کا سب سے اچھا وقت وہ ہے جبکہ انکی جڑیں ۶ سے ۹ انچ تک لمبی ہو جائیں اور تنے میں دو یا تین پتیاں نکل آئیں۔ پودوں کو دوسری جگہ لگانے کیلئے جب اکھاڑا جائے تو جڑوں کے چاروں طرف تھوڑی سی مٹی لپیٹ کر ٹوکریوں میں احتیاط سے رکھنا چاہیئے۔ پودوں کو دوسری جگہ لگانے سے پہلے ان پتیوں کو نوچ ڈالنا چاہیئے جو کہ انمیں لگی ہوں۔

جڑوں اور انکھوؤں کے ٹکڑے - جڑ اور انکھوؤں کے ٹکڑے سب سے اچھے وہی ہوتے ہیں جو انگوٹھے سے انگلی تک کی موٹائی کے پودوں سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ جڑ کو ۹ انچ تک اور تنے کو ایک انچ لمبائی تک کاٹ لینا چاہیئے۔ ادھر ادھر کی جڑوں کو اس جگہ سے جہاں وہ اصلی جڑ سے ملتے ہیں قریب ایک انچ پر کاٹ لینا چاہیئے۔ جہاں ضرورت ہو گیلی چکنی مٹی میں لپیٹ کر اور گیلے بھوس سے ڈھک کر بھیجنا چاہیئے۔

بونے یا لگانے کا موسم - اگر سینچائی ہو سکے تو بوائی مارچ کے شروع میں ہی کرنا چاہیئے اور پودوں کو بھی اس وقت لگانا چاہیئے۔ اگر سینچائی کا انتظام نہ ہو تو بیاؤڑ سے سارے پودوں کو برسات شروع ہوتے ہی اکھاڑ لینا چاہیئے اور انکو برسات کے پہلے پکھواڑے میں لگا دینا چاہیئے۔ اور بیج کرائی برسات کے بعد بونا چاہیئے۔

نرائی - بیج بونے یا پودے لگانے کے بعد یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ جلدی سے ہی بڑھ سکیں۔ اسکا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ پہلی ہی برسات میں خوب نرائی اور کھودائی کی جائے۔ نرائی کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دوسری گھاس پاس جو ادھر ادھر اُگ آتی ہے۔ ان پودوں کی خوراک میں حصہ بٹا سکیں نرائی ہوشیاری سے کرنا چاہیئے۔ نرائی اسوقت کرنا چاہیئے جب مٹی خوب خشک ہو جائے اور وہ جڑوں میں نہ چپک جائے۔ کھودائی بھی نرائی کیساتھ ساتھ کرنا چاہیئے۔ جس سے زمین کے اوپر کی سطح بھوری اور ملائم ہو جائے۔ چھوٹے پودوں کی جڑوں کے چاروں طرف اچھی کھودائی زمین میں نمی قائم رکھنے کیلئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی نرائی۔

عام طور سے بوائی کے ایک ماہ بعد تک نرائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جولائی کے اخیر تک بیاؤڑ کے پودوں کے بیچ گھاس اُگ آتی ہے، جسکو ہاتھ سے اکھاڑ دینا چاہیئے۔ کھرپی یا ایسے ہی کسی دوسرے تیز زرعی اوزار کو جس سے بیاؤڑ کو نقصان پہونچے کا ڈر ہو کام میں نہ لانا چاہیئے۔ اگست کے اخیر تک دوسری بار نرائی کرنا ضروری ہے کیونکہ پودے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اس بار نرائی کھرپی وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ جس سے گھاس نکلنے کے علاوہ زمین بھی بھربھری ہو جاتی ہے۔ اس موسم کی تیسری اور آخری نرائی ستمبر کے اخیر میں کی جاتی ہے جب برسات ختم ہو جاتی ہے۔ جاڑے کے دنوں میں نرائی اور کھودائی نہیں کی جاتی اگلی برسات میں عام طور پر دو بار نرائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

پودوں کو نقصان پہونچانے والی چیزوں سے روک تھام - بکریوں، بھیڑوں کے علاوہ ہرن اور نیل گائیں بھی پودوں کو نقصان پہونچاتی ہیں۔ مویشیوں کو سیسو کی نرم پتیاں بہت پسند آتی ہیں، اور انھیں وہ بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ علاوہ اس کے بکریوں سے بھی ان پودوں کیلئے بڑا ڈر رہتا ہے۔
تو گیا یا بن کھیتی کے ڈھنگ سے پودے لگائے گئے ہوں تو کسانوں کو جنگل کے چاروں طرف کھائی بنا لینا چاہیئے۔

یہ کھائی ۴ فیٹ گہری اور اوپر سے تین فیٹ اور نیچے تہہ میں دو فیٹ چوڑی ہونی چاہیئے۔ نکالی ہوئی مٹی اندر کیطرف چڑھادی جاتی ہے۔ جس سے کھائی کے اوپر ڈھائی فیٹ اونچی مینڈ بن جائے۔ اس فیڈ پر کانٹے دار جھاڑیوں کی قطار لگا دینا چاہیئے۔

پودوں کی دیکھ بھال اور انکی کاٹ چھانٹ۔ پودوں کو سیدھا رکھنے کا کام اس بات پر منحصر ہے کہ جو قسمیں لگائی گئی ہیں وہ تیزی سے بڑھتی ہیں یا دھیرے دھیرے لوگیا کے مطابق جلد بڑھنے والے پودوں کو بہت کم سیدھا کرنے کیضرورت ہوتی ہے۔ سیدھا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر پودے کو الگ الگ بڑھنے کا موقع ملے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے سب سے اچھے اور جلد بڑھنے والے پودوں کو لگا رہنے دیا جاتا ہے اور باقی جھکے' منڈے یا کمزور پودوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اگر پودوں کے نیچے لگی ہوئی گھاس بات سے بڑھنے میں نقصان نہ پہونچتا ہو تو اسے بڑھنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے نیچے کی زمین ڈھکی رہیگی۔ علاوہ اس کے پودوں کو اتنی دور دور لگانا چاہیئے کہ انکی پھنگیاں ایک دوسرے میں نہ چھو سکیں کاٹ چھانٹ ایسے پودوں کو نکالنے کیلئے کی جاتی ہے جو کہ

(۱) کمزور ہوں' مرجھائے ہوں یا سوکھ رہے ہوں
(۲) جو دوسرے پودوں کی بہ نسبت کم بڑھ رہے ہوں
(۳) جو بھدی شکل کے ہوں یا جن کے تنے یا پھنگیاں اچھی طرح نہ بڑھی ہوں' اور
(۴) اچھی پھنگیوں والے وہ پودے جو دوسرے پودوں کو نقصان پہونچا رہے ہوں

جلدی بڑھنے والے پودوں کے جنگل میں کاٹ چھانٹ اسوقت ضروری ہے جبکہ پیڑ اتنے بڑے ہو جائیں کہ انکے پھنگیاں نکل آئیں۔ پھنگیاں اسوقت نکلتی ہیں جب پودے پانچ سال کے ہو جاتے ہیں۔

برسات

نظیر۔ اکبر آبادی

بادل ہوا کے اوپر ہو مست چھا رہے ہیں　　جھڑیوں کی مستیوں سے دھومیں مچا رہے ہیں
پڑتے ہیں پانی ہر جا جل تھل بنا رہے ہیں　　گلزار بھیگتے ہیں سبزے نہا رہے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

مدت سے ہو رہا ہے جنکا مکاں پرانا　　اٹھکے ہے انکو مینہ میں ہر آن چھت پہ جانا
کوئی پکارتا ہے "لک موری کھول آنا"　　کوئی کہے ہے "چل بھی کیوں ہوگیا دیوانا"
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی پکارتا ہے لو یہ مکان ٹپکا　　گرتی ہے چھت کی مٹی او سائبان ٹپکا
چھلنی ہوئی اٹاری کوٹھا ندان ٹپکا　　باقی تھا اک اسارہ سو وہ بھی آن ٹپکا
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کیچڑ سے ہو رہی ہے جس جا زمیں پھسلنی　　مشکل ہوئی ہے واں سے ہر اک کو راہ چلنی
پھسلا جو پاؤں پگڑی مشکل ہے پھر سنبھلنی　　جوتی گری تو واں سے کیا بات پھر نکلنی
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

گر کے کسی کے کپڑے دلدل میں ہیں معطر　　پھسلا کوئی کسی کا کیچڑ میں منھ گیا بھر
اک دو نہیں پھسلتے کچھ اس میں آن اکثر　　ہوتے ہیں سیکڑوں کے سر نیچے پاؤں اوپر
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

یہ رت وہ ہے کہ جسمیں خورد و کبیر خوش ہیں　　ادنیٰ غریب مفلس شاہ و وزیر خوش ہیں
معشوق شاد و خرم عاشق اسیر خوش ہیں　　جتنے ہیں اب جہاں میں سب اے نظیر خوش ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

سوکھی پتیوں سے کمپوسٹ کھاد بنانے کا نیا طریقہ

[از جناب سی۔ مایا داس ڈائرکٹر زراعت صوبہ متحدہ اور جناب این۔ کے۔ داس ریسرچ اسسٹنٹ
سوائل کیمسٹ گورنمنٹ فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا۔]

اچھی پیداوار کے لئے اچھی کھاد کا ملنا ضروری ہے۔ کسان کے پاس اپنے کھیت میں دینے کیلئے گوبر کی کھاد کافی مقدار میں نہیں رہتی۔ پیسے کی کمی کیوجہ سے کیمیاوی کھاد بھی نہیں خریدتا۔ سائنٹفک تجربوں کے ذریعہ سوکھی پتیوں سے کمپوسٹ کھاد تیار کرنے کا نیا طریقہ تلاش کیا گیا ہے۔ اس طرح کھاد تیار کرنے کے لئے نہ تو سامان ملنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور نہ خرچ ہی زیادہ پڑتا ہے۔ امید ہے ہمارے کسان بھائی اس طریقہ کو اپنا کر اپنے کھیتوں کی پیداوار بڑھائینگے۔

اس مضمون کے مصنف نے ۱۹۳۴ء میں کھیتوں میں بیکار جانے والی چیزوں سے کمپوسٹ کھاد تیار کرنے کے اندور والے طریقہ میں کچھ تبدیلیاں کرکے ایک نئے طریقے کو رواج دیا تھا۔ کمپوسٹ بنانے کا اندور والا طریقہ بڑے بڑے فارموں کے لئے تو بے شک مفید ثابت ہوا ہے مگر معمولی کسان اس سے فائدہ نہیں حاصل کرسکتے۔ اگر برسات کے دنوں میں گڈھوں میں پانی بھر گیا تو کمپوسٹ بہت معمولی درجہ کا تیار ہوگا۔ کمپوسٹ تیار کرنے کے اندور والے طریقہ میں اس مقصد کے پیش نظر تبدیلیاں کی گئیں تاکہ چھوٹے چھوٹے کسانوں کے لئے بھی مفید ثابت ہوسکے اندور کے طریقے کے مطابق کھاد کے گڈھے ۱½ فیٹ گہرے ہوتے ہیں۔ ان میں برسات کے پانی کو نکلنے کے لئے نالیاں بنی ہوتی ہیں۔ شروع کرنے کے لئے جانوروں کا گوبر، پیشاب اور پیشاب سے بھیگی ہوئی مٹی کا استعمال کیا گیا تھا۔ صوبہ متحدہ میں اس طریقے کو اب بہت سے کسان خاصکر بیاؤ ڈڑ لگانے والے زیادہ تر کام میں لارہے ہیں۔

متذکرہ بالا طریقے کے متعلق سرکاری فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا کمایوں پہاڑی میں استعمال کئے گئے۔ جن میں دیودار کے سوکھے پتوں کا استعمال کیا گیا۔ ان تجربوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمایوں پہاڑی کے کسانوں کے کام لائق ایک نیا طریقہ ایجاد کیا گیا۔

سامان اور طریقہ۔ ان تجربوں میں دیودار کی پتیوں اور دیودار کی کوپلوں کا استعمال کیا گیا۔ اپریل، مئی کے مہینے میں یہاں یہ پتیاں بہتات سے پائی جاتی ہیں۔ شروع میں کام میں آنے والی ہر طرح کی چیزوں کے ساتھ دیودار کی پتیوں کے ذریعہ کمپوسٹ بنانا آسان تھا اور اس میں کمپوسٹ بنانے کا خرچ بھی کم پڑتا تھا لیکن دیودار کی کوپلوں کے ساتھ کمپوسٹ بنانے کا نتیجہ اطمینان بخش نہیں برآمد ہوا۔ کیونکہ کمپوسٹ بنانے کا خرچ زیادہ تھا۔

شروع میں کام آنیوالی چیزیں۔ شروع میں کام آنے کیلئے گوبر پیشاب، اور پیشاب سے بھیگی ہوئی مٹی سب سے بہتر معلوم ہوئی۔ جہاں جانور نہیں رکھے جاتے، جیسے کمایوں پہاڑوں کے پھلوں کے باغوں میں وہاں امونیا کے سلفیٹ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اسکے ذریعہ بنا ہوا کمپوسٹ بھی اتنا ہی مفید پایا گیا ہے۔ کمپوسٹ بنانے کے لئے کام میں آنے والی سب چیزوں میں ۱۰ فیصدی گوبر اور ۲ فیصدی امونیا کا سلفیٹ دینے سے اچھا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔

کمپوسٹ بنانے کا زمانہ۔ پہاڑی علاقوں میں اپریل مئی کے مہینوں میں دیودار کی سوکھی پتیاں اور میدانوں میں مارچ اپریل کے مہینے میں مختلف قسم کے درختوں کی سوکھی پتیاں کمپوسٹ بنانے کیلئے جمع کی جاسکتی ہیں۔ گڈھوں میں مٹی بنائے رہنے

کے لئے کافی مقدار میں پانی کی ضرورت پڑتی ہے، جہاں ہر گڑھوں
میں پانی دینے کیلئے آسانیاں نہ ہوں وہاں پتیوں کو ڈھیر میں رکھ
چھوڑنا چاہیئے اور برسات کے دنوں میں گڑھوں کو بھرنا چاہیئے۔

گڑھے کی شکل۔ پہلے ۶ فیٹ لمبا ۴ فیٹ چوڑا اور ۳ ½ فیٹ
گہرا گڑھا تیار کرنا چاہیئے۔ گڑھے کی سطح کو ایک طرف ذرا ڈھالو
بنایا جائے تاکہ گڑھے کے ایک سرے کی گہرائی ۲ ½ فیٹ اور دوسرے
کی ۴ فیٹ ہو، تب گڑھے کی لمبائی میں ۴ انچ چوڑی اور ۴ انچ
گہری تین نالیاں بنائی جاتی ہیں۔ انہیں دو نالیاں کونوں سے
شروع ہوتی ہیں اور تیسری کم گہرے حصّہ کے بیچ سے شروع ہوکر
گہرے حصّہ کے بیچ میں بنے سوراخ تک جاتی ہیں۔ اس سوراخ
کا قطر ۴ انچ ہوتا ہے۔ اس سوراخ سے ہوا اندر جاسکتی ہے،
گڑھے کی دیوار میں ۴ انچ قطر کا سوراخ کرکے یہ ہوادار بنایا
جاتا ہے۔ کھاد کے گڑھے گاؤں کے تالاب کے کنارے بنائے جانے
چاہیئے، جہاں فطری طور پر ہی ہوا آنے کا راستہ ہوتا ہے۔ اگر ایسا
ممکن نہ ہو تو کھاد کے گڑھے سے ملی ہوئی ۵ ½ فیٹ گہری کھائی بنائی
چاہیئے جس سے ہوا آنے کے سوراخ بنائے جاسکیں۔ نالیوں کو
مٹی کے برتنوں یا اینٹوں کے ٹکڑوں سے پولا پولا بھر دینا چاہیئے۔
اسکے اوپر کمپوسٹ بنانے کی چیزیں پاٹ دینا چاہیئے۔

کھاد کا گڑھا بھرنا۔ پتی، کوڑا، کرکٹ وغیرہ کی چھ ۶ انچ
موٹی تہ گڑھے کی سطح میں بچھا دی جاتی ہے۔ اور اسکو گوبر کے
پتلے گھول [دو گیلن پانی میں ایک سیر گوبر] سے بھگو دینا چاہیئے۔
اسکے بعد پیشاب سے بھیگی ہوئی مٹی [ایک سیر] راکھ [ایک مٹھی]
اور تھوڑی سی پرانی کھاد ڈال دینا چاہیئے۔ اسکے بعد پتی،
کوڑا، کرکٹ کی دوسری تہ لگاکر گوبر کا گھول پیشاب سے بھیگی
مٹی وغیرہ ڈالنا چاہیئے۔ یہ سلسلہ اسوقت تک جاری رکھنا
چاہیئے جب تک گڑھے زمین سے ایک فیٹ اونچے نہ ہوجائیں۔
اسکے بعد گڑھے کو ۱۴ دن تک بغیر چھوئے یوں ہی پڑا رہنے
دینا چاہیئے۔

پلٹنا۔ گڑھے کو ۱۴ دنوں کے بعد پہلی بار الٹنا چاہیئے۔ اسکے
بعد دو مہینے تک برابر ہر پندرھویں دن پلٹتے رہنا چاہیئے، اسکے
بعد پھر ایک مہینے میں الٹنا چاہیئے۔ الٹتے وقت ساری کھاد کو
گڑھے کے باہر نکال کر ایکطرف رکھ لینا چاہیئے۔ اسکے بعد
فوراً ہی اسے پھر گڑھے میں اس طرح رکھنا چاہیئے کہ اوپر
والی تہ نیچے پڑ جائے اور نیچے والی اوپر۔ دوسری بار پلٹنے
میں پھر اسی طرح کرنا چاہیئے اسطرح اوپر اور نیچے کی تہیں
کھلی ہوا میں آجاتی ہیں۔ ہر بار الٹتے وقت کھاد میں پانی
چھڑکنے کا خیال ضرور رکھنا چاہیئے۔ علاوہ اس کے کھاد کو
برابر نم بنائے رکھنے کے لئے پانی چھڑکتے رہنا ضروری
ہے۔ ہر بار الٹتے وقت اگر ضروری ہو تو نالیوں اور
ہوا جانے کے لئے بنائے گئے سوراخ کی مرمت کردینا
چاہیئے۔

میدانوں میں کمپوسٹ تین چار مہینے بعد کھیتوں میں
کام آنے کے قابل بن جاتی ہیں۔

پہاڑی علاقوں میں کام میں لانے کا طریقہ

پہاڑی علاقوں میں زمین کے ڈھالو ہونے کی
وجہ سے متذکرہ بالا طریقے سے کھاد کے گڑھے آسانی
سے تیار کئے جاسکتے ہیں۔ نالیوں کو پتھر کے ٹکڑوں سے
ڈھک دینا چاہیئے اور ہوا آنے کا سوراخ نیچے والے
حصّہ کی طرف کھلنا چاہیئے۔ کھاد کو الٹنے کا کام خاصکر
...۴ فیٹ سے زیادہ اونچے مقامات میں مہینے بعد کرنا
چاہیئے۔ یہاں تقریباً آٹھ مہینے میں کھیتوں میں دینے کے
قابل کھاد تیار ہوجاتی ہیں۔

کھاد کی قسمیں۔ متذکرہ بالا طریقے سے دیودار
کی پتیوں سے تیار کی گئی کھاد میں ۲ فیصدی سے زیادہ
نائٹروجن تھا جبکہ دوسرے مشہور طریقوں سے تیار
کی گئی کمپوسٹ کھاد میں ایک سے ۱.۵ فیصدی نائٹروجن
ہوتا ہے۔

کبھی کبھی تو میدانوں میں مختلف قسم کی پتیوں سے

تیار کی گئی کھاد میں ۳-۴ فیصدی تک نائٹروجن پایا گیا۔ کمپوسٹ میں نائٹروجن کا ہونا خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ کیونکہ کھاد بنانے کے کام میں آنے والی چیز دمیں جتنا نائٹروجن ہوتا ہے اس سے ۴۰ فیصدی زیادہ نائٹروجن کمپوسٹ میں رہتا ہے۔ کمپوسٹ اتنا نائٹروجن ہوجانے کی وجوہات کا پتہ لگانے کے لئے پہاڑی علاقوں اور میدانوں میں تجربہ کئے جارہے ہیں۔

اس طریقے سے کھاد تیار کرنے میں کم خرچ ہوتا ہے

نیچے تین سال کا اوسط خرچ دیا جاتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوجائیگا کہ اس طریقے سے کھاد تیار کرنے میں بہت کم خرچ پڑتا ہے۔

(۱) ۵ من دیودار کی سوکھی پتیوں کو اکٹھا کرنے کا پہاڑی علاقوں میں خرچ ۱ر آنہ اور میدانوں میں ۸ر آنہ۔

(۲) گوبر اور پیشاب سے بھیگی مٹی اور راکھ [دو من] اور ۸ × ۴ فیٹ کو بھرنے کا خرچ پہاڑی علاقوں میں ۸ر آنہ اور میدانوں میں ۴ر آنہ۔

(۳) کھاد پلٹنے اور اسکو پانی سے بھگونے کا خرچ [ایک گڈھے کو بھگونے کیلئے ایک گیلن پانی کی ضرورت ہوتی ہے] پہاڑی علاقوں میں ایک روپیہ اور میدانوں میں ۱۲ر آنہ۔

(۴) ۴۰ فیصدی نمی والی ۹ من کھاد تیار ہوتی ہے۔

(۵) فی من کمپوسٹ کھاد کو تیار کرنے کا اوسط خرچ پہاڑی علاقوں میں ۴ر آنہ اور میدانوں میں دو روپیہ ۸ر آنہ۔

مذکرہ بالا اعداد تجربہ کرنے کے وقت لئے گئے تھے جہاں ہر چیز کو کافی احتیاط سے تولا گیا تھا کھاد تیار کرنے کے لئے جہاں کسان دوسرے لوگوں کو نوکر رکھکر کھاد نہیں تیار کرواتا وہاں اس خرچ کو اور بھی کم کیا جاسکتا ہے۔ کھاد تیار کرنے والوں سے حاصل شدہ رپورٹوں کی بنیاد پر اس طرح کی کھاد تیار کرنے کا خرچ ایک سے ڈیڑھ آنہ تک فی من پڑتا ہے۔

ماحصل۔ کمایوں کے پہاڑی علاقوں کے کسانوں اور پھلوں کے باغ لگانے والوں کے استعمال کے لئے سوکھی پتیوں سے کمپوسٹ کھاد تیار کرنے کا یہ نیا طریقہ نکالا گیا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق آرگینک اشیاء ہوا ملنے کی حالت میں سڑتی ہیں۔ گڈھے کی نچلی سطح سے باہر کی طرف بہتے ہوئے سوراخ سے گڈھے کا پانی باہر نکل جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی تازی ہوا بھی اس سے کمپوسٹ کے اندر پہونچتی ہے۔ جس سے پتیاں ہوا پانے کی حالت میں سڑتی ہیں۔

اوپر جس طریقے کا ذکر کیا گیا ہے وہ چوبٹیا کے سرکاری فروٹ ریسرچ اسٹیشن پر کئے گئے تجربوں کا نتیجہ ہے۔ ان تجربوں کو کرنے کے لئے صوبہ متحدہ کی سرکار اور زراعتی ریسرچ کی امپیریل کونسل نے کافی امداد بہم پہونچائی تھی۔ کونسل کی اس امداد کے لئے ہم انکے انتہائی شکر گذار ہیں۔

دھان میں ہری کھاد دینے کے بارے میں تجربے

[از جناب سیوا لوگ - مدالیری - اے میراث دار . کیلاپراسبائی
ساؤتھ آرکاٹ ڈسٹرکٹ]

آجکل جبکہ کھانے کی فصلوں کی اور خاصکر چاول کی بہت زیادہ کمی ہے، چاول کی پیداوار بڑھانے کے لئے دھان کی فصل میں ہری کھاد ڈالنے کے بارے میں اس چھوٹے سے مضمون سے جنوبی ہندوستان کے دھان کی کاشت کرنے والوں کو بہت مدد ملیگی۔ میں ضلع ساؤتھ ارکاٹ میں چیدم بارم کے مقام پر میراث دار ہوں اور جہاں تک دھان کی کاشت کا تعلق ہے اس جگہ کے موسمی حالات بالکل ویسے ہی ہیں جیسے تنجور ڈیلٹا کے، اس لئے ترقی دادہ طریقے سے کاشت کرنے اور خاصکر ہری کھاد کی فصلیں بونے کے بارے میں میرے تجربے تنجور اور جنوبی ارکاٹ کے ضلعوں کے لئے خاص طور پر اور دھان والے رقبوں کے لئے عام طور پر کارآمد ثابت ہونگے۔ اگر ہر کاشتکار اپنی ضرورت بھر کی ہری کھاد اپنی ہی زمین پر بوئے اور باہر سے نہ خریدے جس کے لانے لیجانے میں آجکل بہت زیادہ خرچہ پڑتا ہے تو دھان کی فصل پیدا کرنے کے خرچ میں بہت کمی ہو جائیگی اور ساتھ ہی ساتھ اسکی پیداوار بڑھ بھی جائیگی۔ لڑائی سے پہلے جتنا چاول ہم پیدا کرتے تھے اگر ہر شخص اپنی کوشش سے اس سے تھوڑا بہت زیادہ بھی پیدا کرنے لگے تو کھانے کی فصلوں کی کمی کی وجہ سے لوگوں کو جو مصیبتیں پیش آرہی ہیں وہ بہت کم ہو جائیگی اور اس صورت سے ہم محوری طاقتوں کو یقینی اور مکمل شکست دے سکیں گے۔

دھان پیدا کرنے والا کاشتکار اور ہری کھاد دینا۔ دھان کی کاشت کرنے والے کو دھان کی پیداوار بڑھانے میں سب سے بڑی دقت جو پیش آتی ہے وہ اپنی ضرورت بھر کے لئے ہری پتی کی کھاد کے مہیا کرنے کے سلسلہ میں آتی ہے۔ قطعی طور پر اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہندوستان کی زمینوں میں ان کیمیاوی اجزا کی بہت کمی ہے جو زمین کی زرخیزی بڑھانے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔ دھان والے علاقوں میں چونکہ اب تمام قابل زراعت زمینوں میں کاشت ہونے لگی ہے اس لئے اب وہاں بہت ہی کم پڑتی زمینیں رہ گئی ہیں جہاں سے ہری پتیاں جمع کرکے کھاد کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔ جنگل بھی بہت کم رہ گئے ہیں اور وہ کاشت والے رقبوں سے بہت دور واقع ہیں اسوجہ سے ان مقامات سے بھی ہری پتیاں حاصل کرنے کی بہت کم گنجائش ہے۔ جو تھوڑی بہت ہری پتوں کی کھاد دور دور سے گاڑیوں میں منگائی جاسکتی ہے اسکے لانے میں بہت زیادہ خرچہ پڑتا ہے اور کاشتکار اگر فصلوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو وہ ان پتوں کی اتنی زیادہ قیمت نہیں دے سکتا۔ اس لئے دھان کی کاشت کرنے والے کاشتکار کے لئے بہترین ترکیب یہ ہے کہ کھاد کے لئے ہری فصل خود ہی بوئے اور دھان کی فصل بونے سے پہلے اسکو زمین کے نیچے دبا دے۔

ہری کھاد دینے کے فائدے۔ یہ بتانا غیر ضروری ہے کہ زمین میں متواتر فصلیں پیدا کرنے اور زمین کی کھوئی ہوئی قوت کو کھاد کے ذریعہ پھر سے نہ بحال کرنے کی وجہ سے زمین کی زرخیزی بہت کم ہو جاتی ہے اور ان ضروری چیزوں کی بھی کمی ہو جاتی جو اچھی اور فائدہ مند فصل کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ ان میں سب سے اہم اور ضروری چیز نائیٹروجن ہے جو پودے

کی باڑھ میں مدد دیتی ہے۔ زمین کی زرخیزی کی سب سے اہم چیز یعنی نائیٹروجن مختلف چیزوں جیسے مویشیوں کا گوبر۔ کھلیوں اور بنی بنائی کھادوں کے ذریعہ زمین میں پہونچائی جاسکتی ہے لیکن دوسری کھادوں کے مقابلہ میں ہری کھاد سب سے سستی پڑتی ہے۔ ہری کھاد کی فصل پیدا کرنے میں سوائے بیج خریدنے کے اور کوئی خرچ نہیں کرنا پڑتا مویشیوں سے بچانے کے علاوہ اس فصل کی زیادہ دیکھ بھال کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہری کھاد کی فصلیں زمین کو بہت ہی اہم اور ضروری چیز نائیٹروجن پہونچانے کے علاوہ زمین کے کیمیاوی اجزا کو بھی بڑھاتی ہیں اور اس صورت سے زمین کے اندر قدرتی نہریں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ ہلکی ڈھیلی مٹی کھاد پڑنے سے ذرا سخت ہو جاتی ہے اور اسمیں پانی جذب کرنے کی قوت زیادہ ہو جاتی ہے اور بھاری چکنی مٹی اتنی بھربھری اور ملائم ہو جاتی ہے کہ اس میں ہل اور دوسرے اوزار آسانی سے چل سکتے ہیں۔ کھاری زمینیں بھی کھاد ڈالکر اچھی فصلوں کی پیداوار کے قابل بنائی جا سکتی ہیں۔

ہری کھاد کی فصل کا چننا۔ ہری کھاد کی فصل بونے کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بعد کسان کو وہ فصل بونا چاہئے جو اسکی زمینوں کے لئے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ہو۔ ہری کھاد کی عام فصل "دھینچا" ہر قسم کی زمینوں کے لئے موزون ثابت ہوئی ہے۔ کھاری زمینوں میں بھی اسکی پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ اسمیں ہری پتیاں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں اسکی ایک ایکڑ کی فصل دو یا تین ایکڑ زمین کھاد دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ان ہلکی ڈھیلی اور ریتلی زمینوں میں جو کھاری نہیں ہوتیں "کلونجی" کی فصل اچھی پیدا ہوتی ہے۔ ہلکی اور بھاری زمینوں کے لئے نیل کی فصل مناسب ہوتی ہے۔ ایک عام مشہور ہری کھاد کی فصل "پیلی پیسیرا" اس علاقہ کی ہر طرح کی زمینوں میں خوب اگتی ہے یہ ہری کھاد اور چارے دونوں کی فصل ہے دھان کی فصل کی کٹائی سے ہفتہ بھر یا دس دن پہلے اسی طرح بوئی جاتی ہے جیسے ہری کھاد کی دوسری فصلیں جنوری اور فروری میں بوئی جاتی ہیں۔ دھان کی کٹائی کے بعد زمین میں جو تھوڑی بہت نمی رہتی ہے اسمیں یہ فصل خوب بڑھتی ہے۔ اس میں تین مہینہ کے اندر پھول لگنے اور پھل آنے لگتے ہیں۔ بیج لینے کی غرض سے اسکی پھلیاں تیسرے مہینہ کے بعد سے جمع کرنا شروع کر دینا چاہئے اور دوسری فصل کی بوائی تک جمع کرتے رہنا چاہئے۔ ان گاؤں میں جہاں پیلی پیسیرا کی فصل بوئی جاتی ہے وہاں کے غریب لوگوں کو روزگار مل جاتا ہے اور وہ خالی موسم میں جبکہ انھیں اور کوئی دوسرا روزگار نہیں ملتا تین چار مہینوں کے لئے مزدور رکھ لیتے ہیں۔ یہ بھی رپورٹ ملی ہے کہ پیلی پیسیرا کے بیج مویشیوں کو کھلائے جاتے ہیں اور آدمی بھی کھاتے ہیں کچھ کاشتکار کفایت کے لحاظ سے بیج کی مقدار فی ایکڑ کم کر دیتے ہیں مثلاً جب دھینچا کی فصل چھتری بوئی جاتی ہے تو پودے عام طور سے لمبے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں لکڑی کا حصہ زیادہ ہوتا ہے۔ جب یہ پودے اکھاڑ کر مٹی میں ملائے جاتے ہیں تو زیادہ مزدوروں کو لگانے کی ضرورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے خرچہ بہت زیادہ پڑتا ہے۔ جب صرف کھاد کے لئے فصل بوئی جائے تو ہر قسم کی ہری کھاد کے فصل کے ۲۵ سے لیکر ۳۰ پونڈ بیج فی ایکڑ ڈالنے چاہیں۔

ذاتی تجربہ۔ میں نے اپنے گاؤں میں دس سال پہلے ہری کھاد کی فصلیں بونی شروع کی تھیں اور آج میری چار سو ایکڑ زمین سے تقریباً تین سو ایکڑ زمین میں ہری کھاد کی فصلوں کی کاشت ہوتی ہے۔ چونکہ میرے گاؤں

میں مختلف قسم کی زمینیں ہیں اس لئے ہری کھاد کی جتنی قسموں کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے وہ سب کی سب میری زمینوں میں بوئی جا چکی ہیں۔ ہری کھاد کی فصلیں بونے کا رواج شروع ہونے سے پہلے مجھے اوسطاً بارہ سو پونڈ فی ایکڑ دھان ملا کرتا تھا۔ مگر سال بہ سال ہری کھاد کی فصلیں بونے سے پیداوار رفتہ رفتہ بڑھنے لگی یہاں تک کہ کچھ سال ہوئے کہ میری پیداوار دوگنی ہو گئی۔ اب فی ایکڑ زمین سے مجھے اوسطاً ۲۵۰۰ پونڈ دھان ملتا ہے۔ ہری کھادوں کے ساتھ ساتھ میں بنی ہوئی کھادیں بھی استعمال کرتا ہوں۔ چونکہ ہری کھاد کی فصلوں سے زمین کو ضروری چیزیں کافی مقدار میں نہیں پہونچتیں اس لئے ان کے ساتھ بنی ہوئی کھادیں جیسے امونیا سلفیٹ۔ امونیم فاسفیٹ ہڈی کا چورا یا۔ آجکل جب اور کوئی بنی ہوئی کھاد بازار میں نہیں ملتی ہیں 'پیری' (Parr's) کے دھان کی کھاد کافی مقدار میں ڈالتا ہوں جس سے بہت اچھے نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ کچھ کھاری زمینوں کو جو پہلے پڑتی تھیں ہری کھاد کی فصلیں بو کر کارآمد بنا لیا گیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ میری سب زمینوں میں دھان کی پیداوار دوگنی ہو گئی ہے اور بعض کھیتوں میں تو اس سے بھی زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔

ہری کھاد اور دال کی فصلوں کو ملا کر بونا۔ ان علاقوں میں دھان کی کٹائی سے ایک ہفتہ یا اس سے بھی پہلے دھان کی کھڑی فصلوں میں ارد یا مونگ کی دالوں کی فصلیں بونے کا رواج ہے بہت سے لوگوں کا یہ غلط خیال قائم ہو گیا ہے کہ آج کل جبکہ قیمتیں زیادہ ہو جانے کی وجہ سے دالوں کی فصلوں سے بہت فائدہ ہوتا ہے ہری کھاد کی فصل پیدا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر درحقیقت ہری کھاد کی فصل یا دال کی فصل ملا کر بھی بوئی جا سکتی ہے۔ اس سے دال کی پیداوار پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہری کھاد کی فصل کی باڑھ ماری جاتی ہے۔ دال کی فصل کی کٹائی کے وقت تک ہری کھاد کی فصل کچھ ہی انچ اونچی ہوئی ہے اور جب دال کی فصل کٹ چکتی ہے تو ہری کھاد کی فصل بڑھتی ہے۔ جب کبھی میں نے ہری کھاد کے ساتھ ملا کر ارد کی دال کی فصل بوئی ہے تو پیداوار ہمیشہ اچھی ہوئی ہے۔ اوسط درجہ کی زرخیز زمینوں میں ارد کی پیداوار فی ایکڑ صرف دو سو پونڈ ہوتی ہے۔ مگر میری زمینوں پر اوسط پیداوار ۴۵۰ پونڈ ہوتی ہے کیونکہ میں اپنی نم زمینوں کو ہری کھادیں۔ بنی ہوئی کھادیں ملا کر دیتا ہوں۔ ان زمینوں میں جن میں پہلے دال کی ۵۰ پونڈ پیداوار بھی نہیں ہوتی تھی اب ۴۰۰ پونڈ پیداوار ہو سکتی ہے۔ نیل اور ارد کی فصلیں ایک اور ۳ کی نسبت میں ملا کر بوئی جا سکتی ہیں۔ "پیلی پلپیرا" بھی اسی نسبت سے بوئی جا سکتی ہے۔

خاتمہ۔ آخر میں مجھے سوائے اس بات کے اور کچھ کہنا نہیں ہے کہ ہری کھادیں زمین کی اونچائی طاقت اور فصلوں کی پیداوار بڑھ جانے کے لئے بہت ہی ضروری ہیں۔ موجودہ جنگی حالات میں ان کے استعمال سے فصلوں کو پیدا کرنے کا خرچہ بہت کم ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی کاشتکار کو زیادہ پیداوار حاصل ہو جاتی ہے۔

دھان کی روپائی

(مسٹر کرشن موہن سری واستو۔ بی۔ ایس۔ سی۔ جونیئر ریسرچ اسسٹنٹ رائس ریسرچ سب اسٹیشن گورکھپور)

صوبہ ممالک متحدہ میں دھان کی کاشت صوبجات بنگال مدراس اور بہار سے کم ہے۔ مگر باقی تمام صوبوں اور دیسی ریاستوں سے زیادہ ہوتی ہے، اس صوبہ میں دھان کی کاشت کا اوسط رقبہ دس سال کا (۱۹۲۷-۲۸ سے ۱۹۳۶-۳۷) ۶۷٫۲ لاکھ ایکڑ ہے۔ جو ہندوستان کے تمام دھان کے رقبہ کا ۹ فیصدی ہے۔

یہاں دھان کی دو خاص قسمیں بوئی جاتی ہیں۔ ایک جلد پکنے والا دھان ہے جسکو بھدئیں اور کواری بھی کہتے ہیں۔ اس فصل کی تمام زندگی بوائی سے کٹائی تک ۲½ یا ۳ ماہ کی ہوتی ہے۔ دوسری قسم دیر میں پکنے والے دھانوں کی ہے جسکو اگہنی دھان کہتے ہیں یہ فصل قریب ۴ یا ۵ ماہ میں ہوتی ہے۔ صوبہ کے دھان کے رقبہ کا قریب دو تہائی جلد پکنے والے دھانوں کا ہے اور صرف ایک تہائی حصے میں اگہنی دھان کی کاشت ہوتی ہے۔

بھدئیں اور اگہنی دھان کا الگ الگ رقبہ صوبہ ممالک متحدہ حسب ذیل ہے۔

قسم دھان	رقبہ ۱۹۴۳-۴۴ء
بھدئیں	۴۲،۳ لاکھ ایکڑ
اگہنی	۲۷،۴ " "

صوبہ میں دھان بونیکے دو خاص طریقے ہیں۔ ایک تو دھان کے بیج کو چھیٹ کر بونیکا ہے جسکو چھٹکوا کہتے ہیں۔ اور دوسرا طریقہ روپ کر بونے کا ہے۔ جسکو روپوا کہتے ہیں۔ بھدئیں دھان کی زیادہ بوائی چھیٹ کر کیجاتی ہے۔ اور اگہنی دھان کی قریب قریب تمام بوائی روپ کر کیجاتی ہے۔ صوبہ میں دھان کو چھیٹ کر اور روپ کر بوئے جانیکا اوسط رقبہ حسب ذیل ہے۔

قسم دھان	رقبہ (۱۹۳۴-۳۵ء سے ۱۹۳۶-۳۷ء)
چھیٹ کر بوائی	۳۹،۹ لاکھ ایکڑ
روپ کر بوائی	۲۵،۸ لاکھ ایکڑ

مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ اس صوبہ میں چھیٹ کر بوئے ہوئے دھان کا رقبہ روپ کر بوئے ہوئے دھان کے رقبہ سے کہیں زیادہ ہے۔ صوبہ ممالک متحدہ کے علاوہ اور صوبوں میں بھی دھان کو چھیٹ کر بونے کا کافی رواج ہے۔

بنگال میں دھان کی کاشت کا آدھا رقبہ چھیٹ کر بویا جاتا ہے۔ سی پی بہار اور اڑیسہ میں بھی چھیٹ کر دھان بونا کافی رائج ہے۔

مذکورہ بالا صوبوں کو چھوڑ کر ملک کے تمام حصوں میں دھان کو روپ کر ہی بونیکا طریقہ ہے ہندوستان ہی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی جو دھان کی کاشت کیلئے مشہور ہیں تمام کاشت روپ کر کیجاتی ہے۔ برما میں دھان کی کاشت کا صرف ۵ فیصدی رقبہ چھیٹ کر بویا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دھان کو بونیکا عام طریقہ روپ کر بونیکا ہے۔ چھیٹ کر بونے کا طریقہ غیر مناسب ہے روپ کر بوئے ہوئے کھیتوں میں چھیٹ کر بوئے ہوئے کھیتوں سے کہیں زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔

دھان کی چھیٹ کر بوائی کچھ ایسی وجہوں سے کیجاتی ہے۔ جن پر کاشتکار کا کوئی اختیار نہیں۔ یعنی بارش کی کمی، آبپاشی کی دقتیں یا کھیتوں کا اونچائی پر واقع ہونیکی وجہ سے پانی کا جمع نہ ہونا۔ کافی پانی کا کھیتوں میں اکٹھا نہ ہونا جسکی وجہ سے کھیت کی تیاری دھان کی روپائی کیلئے بخوبی نہیں کیجا سکتی۔ دھان کی روپائی کیلئے پہلے بیج چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں جسکو نرسری کہتے ہیں اگائے جاتے ہیں۔ نرسری کی کیاریوں کی مٹی جوت کر بالکل باریک کر دیجاتی ہے۔ نرسری کے کھیتوں میں ۱۰۰ سے ۱۵۰ پونڈ نائیٹروجن فی ایکڑ کے حساب سے کھاد دیجاتی ہے۔ گوبر اور کھلی کی کھاد کھیت کی تیاری کے ساتھ ہی ملائی جاتی ہے۔ اور کیمیاوی کھادیں بیج بونے کے بعد سینچائی کے ساتھ دیجاتی ہے۔ ترقی دادہ طریقہ سے روپائی کرنے میں ایک ایکڑ نرسری بونے کیلئے ۴ من دھان کے بیج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ۴ من دھان کی نرسری قریب ۱۶۔ ایکڑ کھیت کیلئے کافی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترقی دادہ طریقہ سے روپائی کرنے میں ایک ایکڑ کیلئے صرف دس سیر بیج کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام طریقہ سے دھان کی روپائی میں قریب بیس سیر

نرسری میں بویا ہوا بیج ایک ایکڑ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

تجربوں سے ظاہر ہے کہ بعد میں دھان کی روپائی کیلئے قریب ۴ ہفتے کے پودے اور اگہنی دھان کے لئے ۵ سے ۶ ہفتے کے پودے بہت موزوں ہوتے ہیں پودوں کی روپائی اس عمر کے بعد بھی کیجاتی ہے مگر پودوں میں گانٹھیں آجانیکے بعد روپائی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ ایسے پودے کھیت میں روپنے کے بعد شاخیں نہیں دیتے۔

اُن خطوں میں جہاں دھان کی آبپاشی کے ذرائع موجود ہیں دھان کی نرسری جلد سے جلد ڈالدی جاتی ہے اور روپائی بھی پہلے کیجاتی ہے۔ اسکی وجہ سے پیداوار میں کافی اضافہ ہوجاتا ہے۔ مندرجہ بالا صورت میں نرسری وسط مئی کے بعد ڈالی جاتی ہے۔ اور روپائی آخر جون سے وسط جولائی تک ختم کردیجاتی ہے۔ مگر جہاں پانی کی کوئی سہولیت نہیں ہے دھان کی تمام کاشت بارش پر منحصر رہتی ہے۔

نرسری کی بوائی بارش شروع ہونیکے بعد یعنی وسط جون سے آخر جون تک اور دھان کی روپائی آخر جولائی سے وسط اگست تک جاری رہتی ہے۔ کہیں کہیں بارش کے دیر میں شروع ہونیکی وجہ سے روپائی شروع ستمبر تک ہوتی رہتی ہے۔ ایسی حالت میں کچھ پودے تو نرسری میں سوکھ جاتے ہیں اور بقیہ خراب پودے کھیتوں میں روپے جاتے ہیں۔ دھان کی روپائی کے کھیت زیادہ تر نشیب میں واقع ہوتے ہیں جہاں بارش کا پانی اکٹھا ہوسکے۔

زمین مٹیار اور کھیتوں کے چاروں طرف موٹے اور مضبوط باندھ پانی کو کھیت میں روکنے کیلئے بہت ضروری ہیں۔ روپائی کے کھیتوں کو یا تو گرمیوں جوت دیتے ہیں یا صرف پھاوڑوں سے دوب یا دیگر موٹی اور گہری جڑ والی گھاسوں کو کھیت سے صاف کردیتے ہیں۔

کھیت کی اصل تیاری اس وقت شروع ہوتی ہے جب کھیت پانی سے لبریز ہوجاتا ہے۔ اس وقت کھیتوں کو دیسی ہل سے دو ایک بار جوت کر اور کھیتوں کی گھاس بالکل نکالکر کھیتوں میں پاٹا دیدیا جاتا ہے۔ جس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کھیتوں میں کافی گھاس ہوجائے اور مٹی برابر ہوجائے جسمیں دھان کے پودے اچھی طرح لگائے جاسکیں۔ کھیتوں میں اتنا پانی ہونا چاہئے کہ جب تک پودے جڑ نہ پکڑلیں پانی نہ سوکھنے پائے۔

اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ دھان کی روپائی کے دو مختلف طریقے ہیں ایک تو دیہاتی طریقہ جس میں ۹ سے ۱۲ - انچ کے فاصلہ کے ہر سوراخ میں ۶ سے ۱۲ تک پودے گاڑے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں اس سے بھی زیادہ پودے گاڑنے کا رواج ہے۔ دوسرا طریقہ ترقی دادہ ہے اس میں ۹ - انچ کے فاصلہ پر صرف ایک یا دو پودے لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ دیہاتی طریقہ سے روپائی کا رواج بھی مطلب سے خالی نہیں ہے کیونکہ قدرتی دقتوں سے بچنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔ پھر بھی اس طرح بیج کا دوگنے سے زیادہ کا نقصان ہوتا ہے اور نرسری کے کیاریوں کیلئے بھی زیادہ رقبہ کی ضرورت پڑتی ہے ایسی صورتوں میں جہاں آسمانی آفات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے درمیانی صورت احتیاط کے ساتھ اختیار کیجا سکتی ہے۔

علاقہ شہرت گڈھ ضلع بستی میں کاشتکار کے کھیت پر تجربے کئے گئے ۳ سال کے نتیجہ کا مختصر ذکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترقی دادہ طریقہ سے روپائی کرنے میں بیج بھی کم خرچ ہوتا ہے اور دیسی طریقہ سے روپائی کئے گئے کھیتوں سے کچھ زائد پیداوار بھی ہوتی ہے۔ اسی تجربہ میں ترقی دادہ طریقہ سے بوئی گئی کیاریوں میں ایک یا دو پودے ہر سوراخ میں لگائے گئے تھے اور دیسی طریقہ سے بوئی گئی کیاریوں میں ۶ سے ۸ پودے ہر سوراخ میں لگائے گئے تھے جیساکہ اس علاقہ کا قدیم رواج ہے۔

سوراخوں کا فاصلہ ترقی دادہ طریقہ میں ۹ - انچ تھا اور دیسی طریقوں میں ۹ سے ۱۲ انچ دیاگیا تھا۔ یہ تجربہ خریف ۱۹۴۱ء - ۱۹۴۲ء - ۱۹۴۳ء میں ہوا تھا اور ۳ سال میں دھان کی اوسط پیداوار ترقی دادہ طریقہ میں ۲۰.۸ من فی

ایکڑ تھی اور دیسی طریقہ میں ۰۰-۲۰۰ من فی ایکڑ تھی۔ دھسان کی
روپائی کیلئے پودوں کو نرسری سے بہت ہی سنبھال کر نکالنا چاہئے
جسمیں پودوں کی جڑیں لوٹ نہ جائیں روپائی کرنے کے پہلے
پودوں کی اوپری پتیوں کو کھیت کے پانی کی گہرائی کا اندازہ
رکھتے ہوئے توڑ دینا چاہئے۔ اگر یہ پتیاں نہیں توڑی جائینگی
تو ہوا کے تیز جھونکوں میں پودوں کے جھک جانیکا اندیشہ ہے
اور کبھی کبھی تو پودے جھک کر پانی میں ڈوب جاتے ہیں اور
سڑنے لگتے ہیں۔

ٹماٹر

(از مسٹر رام گوپال گنگوار ڈیجیٹل اکسٹینشن آفیسر جھانسی)

یہ پہلے پہل جنوبی امریکہ میں ہوتا تھا۔ ہندوستان میں بھی
عرصہ سے اسکی کاشت کیجاتی ہے۔ اسکی کاشت پھل کیلئے کیجاتی
ہے، اور جب پھل پکجاتا ہے تو اسکو ترکاری، سلاد، اچار،
چٹنی اور مربہ بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اس ملک میں ٹماٹر کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ اور
ہر ایک قسم ہر طرح کی آب و ہوا اور زمین میں اچھی طرح
سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بیج بھی اس ملک میں پیدا کئے جاتے
ہیں اور اُن سے فصل پیدا کیجاتی ہے جسکی پیداوار بہت اچھی
ہوتی ہے۔ مگر دیسی بیج اگیتی فصل کیلئے برسات کے شروع میں
ہی بونے سے پیداوار اچھی دیتے ہیں۔ اور غیر ممالک کے بیج
بعد میں بوئے جاتے ہیں اور پچھیتی فصل اچھی ہوتی ہے۔

ٹماٹر ہر ایک قسم کی زمین میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اچھی
پیداوار حاصل کرنے کیلئے دومٹ زمین زیادہ مفید ہوتی ہے
کھیت کو پہلے اچھی طرح جوت کر اور اچھی طرح پاٹا لگا کر بھربھرا
کرکے بونا چاہئے اور پھر دس یا پندرہ گاڑی سڑا ہوا کھاد
فی ایکڑ ڈالنا چاہئے۔ اس فصل کو پوٹاش یا فاسفیٹ کی
زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے اگر ہو سکے تو راکھ یا ہڈی
یا مچھلی کی کھاد ڈالنا یا سپر فاسفیٹ ڈالنا زیادہ فائدے مند
ہوگا۔ اگر فصل کا بڑھاؤ کم ہو رہا ہو تو اندڑی کی کھلی پانچ من
فی ایکڑ یا نائیٹریٹ آف سوڈا یا سلفیٹ آف امونیا ایک
من فی ایکڑ ڈالنا چاہئے۔

پیداوار کے لئے ہلکی دومٹ جسمیں نمی قائم رکھنے کی طاقت زیادہ ہو
منتخب کرنا چاہئے۔ بھاری زمین میں نرسری نہیں لگانا چاہئے اگر
ہلکی زمین نہ ہو تو بھاری زمین میں بالو ملا لینا چاہئے۔ نرسری
میں پتی کی کھاد ضرور ملانا چاہئے۔ برسات میں بیج جلد بونے کے
لئے ایک فٹ اونچے چبوترے پر ۴ یا ۵ فٹ چوڑی ۱۰ فٹ لمبی
حسب ضرورت کیاری بنانی چاہئے اور اس میں چھٹکا کر بیج
بونا چاہئے۔

ایک ایکڑ کیلئے دو یا ڈھائی چھٹانک بیج کی ضرورت ہوتی
ہے۔ بیج جون و جولائی میں اگیتی فصل کیلئے اور ستمبر و اکتوبر
پچھیتی فصل کیلئے نرسری میں بونا چاہئے۔ اگیتی فصل کی نرسری
کو بارش و تیز دھوپ سے بچانے کیلئے سایہ کا بھی بندوبست کرنا
چاہئے۔ اکثر بونے کے بعد دیگر پودوں کی پتیوں سے ڈھک
دیتے ہیں تاکہ نمی قائم رہے اور گرمی سے بیج جلد جم آویں۔ انکھوے
نکل آنے پر پتے ہٹا لئے جاتے ہیں۔ اسکے بعد حسب ضرورت سینچائی
و نکائی کرتے رہنا چاہئے جب پودے قریب چھ انچ کے ہو جاویں تو
کھیت میں ۲½ فٹ کے فاصلے پر قطاروں میں لگانا چاہئے۔ پودے
سے پودے کا فاصلہ دو فٹ ہونا چاہئے۔ شمالی ہندوستان میں جہاں
پالے کا ڈر رہتا ہے۔ پودوں کو سایہ میں گنجان لگانا چاہئے۔ پودوں
کی تین تین قطاریں لگانا چاہئے۔ قطاروں کا فاصلہ ڈیڑھ فٹ
اور پودے سے پودے کا فاصلہ دو فٹ ہونا چاہئے۔ ہر تین قطاروں
کے بعد تین یا چار فٹ کا راستہ چھوڑنا چاہئے اور پالا پڑنے کے

دن یا جبکہ رات بہت ٹھنڈی ہو کھیت میں پانی دیدینا چاہیئے۔ یا کھیت کی مغربی مینڈ پر گھاس وغیرہ جلاکر دھواں کردینا چاہیئے اگیتی فصل میں دیسی بیج پچھیتی فصل میں بدیسی یا ولائتی بیج استعمال کرنا چاہیئے۔

سینچائی کی بات زمین کی قسم پر منحصر ہے۔ عام طور پر پندرھویں دن پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر سینچائی کے بعد گڑائی کرنا ضروری ہے۔ جب پودے چھ فٹ کے ہوجائیں تب نیچے کی شاخیں توڑ دینی چاہیئے تاکہ پودے زمین پر نہ پھیلیں اور بڑے ہونے پر اگر ہو سکے تو چاروں طرف لکڑی لگا دینی چاہیئے۔

ایک ایکڑ میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ من تک پیداوار ہوتی ہے پودا لگانے کے پانچ یا چھ ہفتہ بعد اُس میں پھول آجاتے ہیں اور ۲½ یا ۳ ماہ میں پھل تیار ہو جاتا ہے۔

بیج تیار کرنے کیلئے بڑے سڈول اور خوب پکے ہوئے پھل چن لینا چاہیئے۔ اور ان پھلوں کو ایک برتن میں رکھکر اُس میں راکھ ملاکر ہاتھ سے مل کر چند مرتبہ صاف کر ڈالنا چاہیئے۔ جب بیج صاف ہو جاوے تو سکھا کر بند کرکے رکھنا چاہیئے۔ جس سے نمی وغیرہ کا اثر نہ ہونے پاوے۔

جون کی ترکاریاں

آئندہ سال کی فصل کیلئے پہلے سے چھانٹے ہوئے پودوں میں سے بیج لیجئے اور انکو خشک کر لیجئے۔ ان بیجوں کو ڈاٹ دار بوتلوں میں رکھیئے۔ نیپتھلین کی ایک یا دو گولی ڈالنے سے کیڑوں سے حفاظت ہو جائیگی۔ اپنی ترکاریوں کو ہر ایک چوتھے اور پانچویں دن پانی دیجئے اور انکو برابر گوڑتے رہئے۔ برساتی ترکاریوں کیلئے دسمبر یا جنوری میں تیار کی ہوئی کیاریوں سے کام لیجئے جنکو اب بونا چاہیئے۔ کافی تعداد میں کھاد دیکر مٹی کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے ایسا کرنے کے بعد کیاریوں میں پانی بھرنا چاہیئے، جسکو مالی پلاوا کہتا ہے۔ جب مٹی کی اوپری سطح خشک ہو جائے تو کیاریوں کو بوائی کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔ اگر جون کے وسط تک برسات نہ شروع ہو تو بیج کو بونا چاہیئے۔ اور انکھوا نکلنے میں مدد پہونچانے کے لئے کیاریوں میں پانی بھی دینا چاہیئے۔ مختلف طرح کی بیلیوں کھیروں، پالک، پھول گوبھی، ککڑی، کوہڑا، ٹماٹر، بھنڈی، بھٹا، ادرک، مرچا، بیگن وغیرہ کو اس مہینے میں بونا چاہیئے۔ ان میں سے پھول گوبھی، ٹماٹر، مرچا اور بیگن کو کڑھائی یا بکس میں بنی کیاریوں میں بونا چاہیئے۔ باقی ترکاریوں کو سیدھے کیاریوں میں ہی بویا جا سکتا ہے۔ بھٹے اور بھنڈی کے پودوں کو تقریباً ایک مہینے بعد کچھ ہلکا کر دینا چاہیئے۔

پہاڑی علاقوں کی ترکاریاں

جون مہینے میں زیادہ تر استعمال کیلئے تیار ہو گئی ہیں۔ اسلئے انہیں پالے سے بچانے کے لئے پوری دیکھ بھال رکھنی چاہیئے۔ برسات کے موسم میں ترکاری حاصل کرنے کے لئے بھنڈی، کدو، کھیرا، مرچا، بندگوبھی اور بیلیوں کو برابر بونا چاہیئے۔

اب آلو اچھی طرح اُٹھنے شروع ہو جائینگے، پودوں کی ارد گرد کی مٹی کو گوڑ دینا چاہیئے اور انکی جڑیں جمانے کیلئے مٹی چڑھا دینا چاہیئے۔ گھاس پات ہٹانے، گوڑنے، پانی دینے، مٹی چڑھانے وغیرہ کاموں کی ضرورت ترکاریوں کی اچھی فصل حاصل کرنے کیلئے پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں یکساں طور پر ہے۔

پھلوں کے ٹکنے والے چیزیں

(از جناب د۔ ار کا بائی دیو)

[گذشتہ نمبر میں پھلوں کے ٹکنے والے اجزا تیار کرنے کی کچھ ترکیبیں بتائی جا چکی ہیں، جنکو ناظرین "جل" نے بہت پسند کیا ہے۔ یہاں ہم مصنفہ کی کتاب سے پھلوں کے ٹکنے والے اجزا بنانے کے طریقے شائع کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر]

نیبو کو محفوظ رکھنے کے طریقے - نیبو کو محفوظ رکھنے کے دو طریقے ہیں۔

کیمیاوی طریقہ

پاشچر کرنا یعنی عرق کو ۸۰ سینٹی گریڈ تک گرم کرنے کا طریقہ

دوسرے طریقے کو درج ذیل کیا جا رہا ہے۔

سامان - نیبو

طریقہ - نیبوؤں کو دھو ڈالئے اور عرق نکالنے کے مشین کے برتن سے یا ہاتھ ہی سے اسکا عرق نکال لیجئے۔

بیج اور چھلکے وغیرہ نکالنے کیلئے عرق کو چھان ڈالئے۔

عرق کو صاف کئے ہوئے شیشے کے برتنوں میں لبالب بھر دیجئے، اور اسکو پگھلی ہوئی موم سے سیل [بند] کر دیجئے تاکہ اسکے اندر ہوا نہ داخل ہو سکے۔

صاف کیسے کیا جانا چاہئے ؟ ٹھنڈے پانی کے برتن میں، برتن شیشوں اور کارکوں کو رکھ دیجئے، اور پھر پانی کو اتنا گرم کیجئے کہ وہ ابلنے لگے، اس طرح پانی کو آدھ گھنٹے تک ابلتے رہنے دیجئے، اسطرح ابالے ہوئے برتن ہر طرح کے جراثیم سے صاف ہو جائینگے۔

عرق کو صاف کرنے کیلئے عرق سے بھرے ہوئے برتن کو ۱۵ دن تک ایک ہی جگہ پر رہنے دیجئے [اگر صاف عرق کی ضرورت ہو تو یہ طریقہ اچھا ہے] اس میعاد کے بعد صاف عرق کی اوپری سطح کو نکال دیجئے، اسکے لئے سائفن کی نلی کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔ اسکو سیفن ٹیوب کہتے ہیں

عرق کو فلالین یا کسی موٹے کپڑے سے چھان ڈالئے۔

صاف شیشوں میں عرق بھر دیجئے مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ شیشیاں ایک انچ خالی رہیں۔

عرق کو زیادہ دنوں تک رکھنے کیلئے پاشچر کیجئے جو اسطرح ہے پاشچر کرنے کے وقت شیشیوں کی گرمی کو سیدھی آنچ سے محفوظ رکھنے کیلئے، شیشیاں رکھنے والے برتن میں موٹا تختہ یا گھاس اور موٹا کپڑا بچھا دینا چاہئے، پھر برتن میں شیشوں کو رکھکر اسکو تین چوتھائی ٹھنڈے پانی سے بھر دیجئے اور پانی گرم کیجئے، عرق کو ۸۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک ۳۰ منٹ تک گرم کیجئے ۸۰ ڈگری تک حرارت پہونچ جانے پر برتن کے نیچے

کی آنچ کم کر دینا چاہیئے جس سے حرارت بڑھ نہ سکے یا برتن کو بھی ذرا دیر کے لئے آنچ سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ مگر عرق کی حرارت کسی بھی حالت میں ۲۰۹° ڈگری سے اوپر نہ جانے دینا چاہیئے۔ پھر آدھ گھنٹے کے بعد شیشیوں میں کارک لگا دیجیئے اور انکو پگھلے ہوئے موم سے سیل کر دیجئے، شیشیوں کو ٹھنڈی جگہ پر رکھ دیجئے۔

نیبو کے عرق کی کیمیاوی طریقہ سے حفاظت

تجربہ نمبر ا میں بتلائی ہوئی سینڈیمنٹیشن کے بعد صاف عرق لیجئے۔ شیشیوں اور کارکوں کو خوب صاف کیجئے اور عرق کو تول لیجئے، ۱۰ پونڈ میں پاؤ تولہ یا ایک سیر میں ۵ رتی کے حساب سے "پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ" ملے ہوئے عرق کو بھر دیجئے۔ مگر ہر ایک شیشی میں ایک انچ جگہ خالی رہنا چاہیئے، شیشیوں میں کارک لگا دیجئے اور انکو پگھلے ہوئے موم سے سیل کر ٹھنڈی جگہ میں رکھ دیجئے۔

نوٹ۔ پاسچر کے تجربہ کے ذریعہ محفوظ کئے گئے عرق کا فطری ذائقہ خراب ہو جاتا ہے، اور ایک سال تک رکھے رہنے کے بعد اسکی رنگت بدلکر بھوری سی ہو جاتی ہے، مگر متذکرہ بالا کیمیاوی طریقہ سے محفوظ کئے گئے عرق کا فطری ذائقہ اور رنگ جوں کا توں بنا رہتا ہے۔

انگلینڈ اور امریکہ میں "پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ" کا عرقوں اور اسکیشوں کی حفاظت کیلئے قانوناً استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اسکا استعمال بتلائی گئی مقدار سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔

گھریلو استعمال کے لئے نیبو کا عرق رکھنے کا آسان طریقہ

گھریلو استعمال کے لئے نیبو کا عرق رکھنے کا آسان طریقہ۔ نیبو کا عرق نچوڑ کر اسکو دو یا تین بار چھان کر وزن کر لیجئے، اس میں متذکرہ بالا مقدار سے "پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ" ڈالئے اور برتن میں بھر کر رکھ دیجئے۔ کچھ دنوں کے بعد گود انیچے بیٹھ جائیگا، اور اوپر کا عرق آپ خواہ کسی کام میں لا سکتے ہیں۔

نوٹ:۔ "پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ" ہر ایک فوٹو گرافر کے پاس ملے گا۔

نیبو کا شربت بنانے کا طریقہ۔ پہلے نیبوں کو دھو ڈالیئے اور پھر عرق نکالنے والے آلہ سے عرق نکال لیجئے پھر بیجوں اور گودے وغیرہ کو نکالنے کے لئے عرق کو چھان ڈالیئے، عرق کو پونڈ سے تولئے [ایک پونڈ آدھ سیر کا ہوتا ہے] اور شیشیوں اور کارکوں کو صاف کرنے کیلئے ابلتے پانی میں رکھئے۔ اور بعد میں شکر، عرق اور پانی میں مندرجۂ ذیل مقدار میں تول لیجئے۔

عرق	ایک پونڈ
شکر	۲ پونڈ
پانی	آدھ پونڈ

شکر اور پانی کو ملا کر گھول تیار کر لیجئے اور اسکو دھیمی آنچ پر ابال کر شہد کی طرح گاڑھی چاشنی [دو تاری] بنا لیجئے۔ اگر تھرمامیٹر ہو تو گھول کو ۲۰۳° سنٹیگریڈ تک ابالئے۔ شکر کی چاشنی کو کنکنا ہونے تک ٹھنڈا ہونے دیجئے۔ پھر کنکنی چاشنی میں عرق ملا دیجئے اور اسے خوب چلائیے تاکہ وہ چاشنی میں ملکر ایک ہو جائے۔ بعد میں اسکو صاف شیشیوں میں بھر کر انمیں کارک لگا دیجئے، شیشیوں کو موم سے سیل کر دیجئے اور انکو ٹھنڈی جگہ میں رکھ دیجئے۔

نوٹ:۔ شربت بنانے کیلئے ابلے ہوئے پانی کو کام میں لائیے۔ اگر شربت کو ۷۰° ڈگری درجۂ حرارت تک پاسچر کیا جائے تو وہ زیادہ عرصہ تک محفوظ رہ سکتا ہے مگر گھر میں کام میں لانے کیلئے پاسچر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نیبو کا اسکیش:۔ نیبوں کو دھو کر انکا عرق نکال لیجئے، پھر گودے اور بیجوں کو نکالنے کے لئے اسکو چھان لیجئے، عرق کو پونڈ میں تولئے، شیشیوں اور کارکوں کو صاف کرنے کے لئے ابلتے پانی میں رکھ دیجئے، شکر، عرق اور پانی کو متذکرہ بالا مقدار کے حساب سے تول لیجئے۔

نیبو کا عرق —— ۱۰ پونڈ

پانی ——— ۲ پونڈ

شکر ——— ۲۰ پونڈ

پھر نیبو کے عرق اور شکر کو ملا لیجئے مگر یہ خیال رکھئے کہ عرق میں شکر بخوبی گھل جائے۔ خوش ذائقہ بنانے کیلئے اچھی طرح نچوڑے اور چھانے ہوئے ۸ ٪ چھلکے لیکر انکو کھل بٹے میں پیسکر متذکرہ بالا مقدار کے حساب سے پانی میں چھوڑ دیجئے اور انکو ہاتھ سے مسلکر چھان لیجئے، چھلکوں کا چھنا ہوا عرق نیبو کے شکر والے عرق میں ملا دیجئے۔

دس پونڈ عرق میں پاؤ تولہ [ایک سیر کیلئے ۵ رتی] کے حساب سے "پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ" ملا دیجئے۔ گھول کو اس دوا کے گھلنے کے بعد چھان لیجئے اور صاف شیشیوں میں بھر دیجئے۔

ہر ایک شیشی میں نیبو کے کچھ عرق بھرے دانے ڈالکر انکو کارک سے بند کر دیجئے۔ اور انکو موم سے سیل کر انھیں ٹھنڈی جگہ پر رکھ دیجئے۔

نوٹ:- ابلا ہوا پانی ہی کام میں لانا چاہیے، اگر شکر کے گھلنے میں زیادہ وقت لگے تو اسکو کنکنا ہونے تک گرم کیجئے۔ جسکی حرارت ۵۰° سنیٹیگریڈ سے زیادہ نہ ہو۔

نیبو کا اسکیش۔ نیبو کا عرق، چھلکوں پانی اور شکر کو ٹھنڈی حالت ہی میں تجربہ نمبر ۲ میں بتلائے مقدار میں لے لیجئے اور انکو ملاکر گھول تیار کر لیجئے۔

تیار شدہ گھول کو شیشیوں میں بھر دیجئے، اور اسکیش کو آدھ گھنٹے تک ۷۰° سنیٹیگریڈ کی حرارت پر پاسچر کیجئے۔ پھر شیشیوں میں کارک لگاکر انھیں موم سے سیل کر دیجئے اور شیشیوں کو ٹھنڈے پانی میں رکھ دیجئے۔

نوٹ:- "پوٹیشیم میٹا بائی سلفائٹ" ملاکر تیار کئے گئے اسکیش میں پھل کا فطری ذائقہ اور رنگ بدستور بنا رہتا ہے، اگر پاسچر کے طریقہ سے تیار کرنے میں ذائقہ اور رنگ دونوں میں تھوڑا تغیر ہو جاتا ہے۔ ممالک غیر سے آنے والے اسکیش تجربہ نمبر ۱ کی کیمیاوی طریقہ سے بنائے جاتے ہیں۔

سنترے کا اسکیش۔ سنتروں کو آدھا کاٹ کر انکا عرق نکال لیجئے اور گودے اور بیجوں کو نکالنے کیلئے عرق کو چھان لیجئے، عرق کو پونڈوں میں تولئے، شیشیوں اور کارکوں کو صاف کرنے کیلئے ابلتے پانی میں رکھ دیجئے۔ شکر، پانی اور سنترے کا عرق نیچے لکھی مقدار میں تول لیجئے۔

سنترے کا عرق —— پون پونڈ

نیبو کا عرق —— پاؤ پونڈ

شکر —— دو پونڈ

پانی —— ایک پونڈ

متذکرہ بالا مقدار میں نارنگی اور نیبو کے عرق کو ملا دیجئے، شکر اور پانی کو ۱۰۳° سنیٹیگریڈ کی حرارت پر ابالئے یا اس کی دو تار کی گاڑھی چاشنی بنا لیجئے، چاشنی کو ٹھنڈا ہونے دیجئے۔ زیادہ خوش ذائقہ بنانے کے لئے اچھی طرح نچوڑے اور چھانے ہوئے سنتروں کے ۶ ٪ چھلکے کھل بٹے میں پیسکر تھوڑے پانی میں ملاکر چھان لیجئے۔

عرق چاشنی اور چھلکوں کو اچھی طرح ملا دیجئے، پھر اس کو صاف شیشیوں میں بھر دیجئے، شیشی میں بھرے اسکیش کو ۷۰° سنیٹیگریڈ کی حرارت پر آدھ گھنٹے تک پاسچر کیجئے اور شیشیوں میں کارک لگا کر بند کر دیجئے۔ پھر شیشیوں کو موم سے سیل کر دیجئے اور انھیں ٹھنڈی جگہ پر رکھ چھوڑئے۔

نوٹ:- ابلا ہوا پانی کام میں لانا چاہیے۔ نیبو کا عرق ملانا ضروری ہے۔ اسکیش کے لئے سردیوں کے سنترے بہتر ہوتے ہیں۔

پریوں کا ناچ

(از جناب محمد شفیع الدین نیرؔ)

چھم، چھم، چھم چھمک چھیّا   دھم، دھم، دھم، دھم دھمک دھیّا
آؤ سکھی ہم ناچ دکھائیں
آؤ سکھی ہم ناچ دکھائیں

خوش خوش ہو کر ناچیں ایسے   ناچیں مور چمن میں جیسے
اپنے اپنے پر پھیلائیں
آؤ سکھی ہم ناچ دکھائیں

باغ میں کوئل بول رہی ہے   کانوں میں رس گھول رہی ہے
ہم سب بھی اک تان اڑائیں
آؤ سکھی ہم ناچ دکھائیں

پیارے پھول چمن میں پھولے   بچے جھول رہے ہیں جھولے
ہم بھی گیت سہانا گائیں
آؤ سکھی ہم ناچ دکھائیں

کپڑے چمکیں خوب چما چم   ناچیں مل کر خوب چھما چھم
چھم چھم کرتے آگے جائیں
آؤ سکھی ہم ناچ دکھائیں

ٹھنڈی ٹھنڈی پون چلت ہے   ہلکی ہلکی پھوار پڑت ہے
چھائی ہیں گھنگھور گھٹائیں
آؤ سکھی ہم ناچ دکھائیں
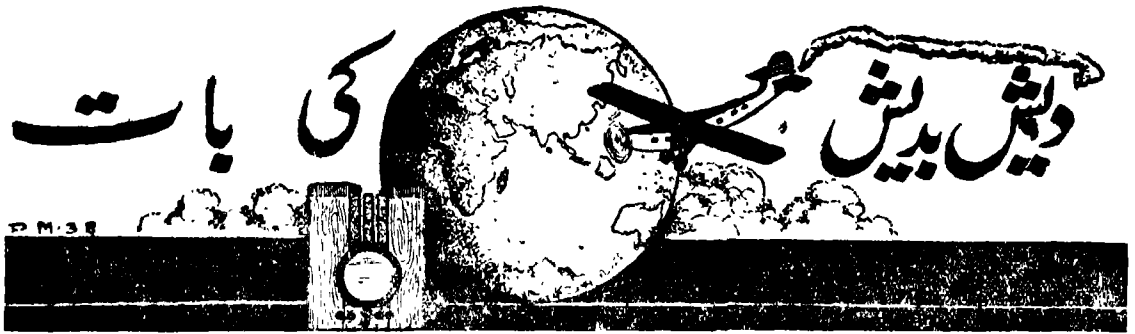
دُنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصر)

سان فرانسسکو (فرسکو) کانفرنس میں ۵۰ حکومتوں کے نمائندے جمع ہوئے تھے اور اب پولینڈ ۵۱ ویں حکومت جلد ہی اس کانفرنس میں شامل ہوگا۔ اسکا معاملہ بھی روس کی حسب منشا طے ہوگیا ہے جسکو امریکہ اور برطانیہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس وزارت میں لندن والی پولس حکومت کے بھی پانچ

فیلڈ مارشل مانٹگمری جرمن نمایندوں کے سامنے اتحادیوں کی جانب سے ہتھیار ڈالنے کی شرطیں پڑھ رہے ہیں

وزارت سے لئے گئے ہیں اور لندن
والی وزارت الگ ہوگئی ہے۔ وہ لوگ
اب کہیں باہر جانے والے ہیں۔۔
انہیں سے کچھ لوگ انگلینڈ میں ہی
آباد ہونے والے ہیں۔ بہت حد تک
اس معاملے میں روس کی خواہش
پوری ہوئی ہے۔ ابھی وہاں کام
چلاؤ سرکار بنی ہے۔ کچھ ہی دنوں
میں عوام کی رائے کے ذریعہ
نئے انتخاب ہونگے۔ جس کے
مطابق نئی وزارت بنیگی۔
فرسکو میں جو نئی حکومت بنی
ہے وہ عوام کی رائے یا اکثریت
کے مطابق ہے۔ خاص طور سے یہ
حکومت پانچ بڑی طاقتوں کی ہے۔

(رایچ ٹاغ کے کھنڈر جنگی دیواروں پر روسی فوجیوں کے نام کھدے ہوئے ہیں)

جن میں امریکہ، روس، برطانیہ
فرانس اور چین کا شمار ہے۔
سب سے بڑی سبھا میں ان
پانچوں کے علاوہ موقع موقع پر
چھ اور طاقتیں ممبر ہونگی۔ مگر
خاص خاص سوالات پر کام
اسوقت ہوگا جب ان چھ حکومتوں
کا کسی مسئلہ میں اتفاق ہو۔ غلام
ممالک کے متعلق کچھ لوگ آزادی کو
نصب العین سمجھتے تھے مگر دستور
میں حکومت خود مختاری کا ذکر کیا
گیا ہے۔ ان دونوں میں فرق صرف

(برطانیہ کے قبضہ میں آئے ہوئے جرمنی کے کمانڈروں کے ساتھ فیلڈ مارشل مانٹگمری)

اسقدر ہے مگر غلام ملکوں کو اس سے ذرا غیر اطمینانی ضرور ہے۔

اب جرمنی کی جنگ ختم ہو گئی ہے۔ اور کئی سالوں کیلئے جرمنی پر امریکہ، روس، برطانیہ اور فرانس کو حق حاصل ہو گیا ہے۔ ان چاروں کے حصہ منقسم ہو گئے ہیں۔ اور جرمنی پر ان کا کافی عرصہ تک قبضہ رہیگا۔ یہی حالت اب اسٹیریا کی بھی ہونے والی ہے۔ اگرچہ پہلے اسکے آزاد ہونے کی بات تھی۔ اٹلی کے خاص حصہ پر چھ پارٹیوں کا میل ہوکر ۱۸ ستمبر تک حکومت خود مختاری قائم ہونے والی ہے پیریا سنے شہنشاہ حکومت کام ہلیں کرنے پاتے انکے لڑکے پرنس البرٹ انکی جگہ پر کام چلا رہے ہیں

(فیلڈ مارشل مانٹگمری، جنرل آئیزن ہاور، مارشل ژوکاو اور ایئر چیف مارشل سر آرتھر ٹیڈر)

لیتھونیا، لیٹویا، اور لتھوانیا بخوشی روس میں شامل ہو چکے ہیں۔ جرمنی کا کون سا حصہ جرمنی کو ملیگا ابھی تک غیر طے شدہ ہے۔ رومانیہ، بلغاریہ، یونان اور جوگوسلاویہ کے معاملے ابھی تک طے ہونے باقی ہیں۔ چکوسلاویہ، ہالینڈ اور بلجیم کے مسائل طے شدہ ہے، مگر آخری ملک میں اسکے بادشاہ کا مسئلہ ابھی باقی ہے۔ اگرچہ رعایا انکو پسند نہیں کرتی مگر وہ حکومت چھوڑنا نہیں چاہتے۔ نتیجہ ظاہر ہے جھگڑا ہونا کافی امکانی امر ہے کئی سوالات پر فرانس اور اسپین میں کشمکش

(ہندوستانی شاہی فوج کے انجینیر رنگون کی بربلد عمارتوں کے ملبہ کو ہٹا رہے ہیں)

ہے۔ جنرل فرینکو کی حکومت وہاں اکثر لوگوں کو پسند نہیں ہے۔ وہ تھوڑا بہت جرمنی سے ملے جلے تھے۔ اور جرمنی اور اٹلی کی طاقت پر انکو اختیارات بھی حاصل تھے۔ مگر تعجب اس بات کا ہے کہ برطانیہ آجکل انسے ہمدردی کر رہا ہے۔ کناڈا میں ممبران پارلیمنٹ کا انتخاب ہو چکا ہے مگر فوجی سپاہیوں کے ووٹوں کا شمار ابھی باقی ہے۔ پہلے لبرلوں کی پارٹی بہت بڑی تھی مگر آہستہ آہستہ ممبران کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ پورا نتیجہ بعد میں معلوم ہوگا۔ خود وزیر اعظم بھی انتخاب میں ناکام رہے۔ برطانیہ میں بھی نیا انتخاب ہو رہا جسکی تاریخ ۵ جولائی طے ہے۔ مگر سپاہیوں کے ووٹوں کی وجہ سے نتیجہ ۲۶ جولائی تک معلوم ہوگا۔ خاص پارٹیاں لیبر اور ٹوری ہیں۔ گذشتہ پارلیمنٹ میں ٹوریوں کی تعداد بہت بڑی تھی کل ملاکر ۴۰۶ ممبر ہیں جنہیں ۱۷۰ لیبر ممبر تھے۔ اس سال امید کی جاتی ہے کہ انکی تعداد ۱۰۰ سے ۲۰۰ تک گھٹ جائے۔ مگر ابھی کوئی بات طے شدہ نہیں ہے لیکن لیبر ممبران کی تعداد ۲۰۰ سے ۳۰۰ تک ہو جائے۔ وزیر اعظم مسٹر چرچل اپنے عہدہ پر قائم رہنا نہیں چاہتے۔ دیکھنا ہے کہ کیا ہوتا ہے؟ وزیر ہند کا مقابلہ ایک ہندوستانی صاحب یعنی پامدت کر رہے ہیں جو انگلینڈ میں پیدا ہوئے اور ہندوستان میں کبھی نہیں آئے۔ مہاتما گاندھی وغیرہ نے انکی حمایت کی ہے۔ کامیاب کون ہوگا یہ ابھی تک کہا نہیں جا سکتا۔ ہندوستانی لوگ لیبر پارٹی کی کامیابی چاہتے ہیں مگر کوئی خاص امید انسے بھی نہیں ہے۔ جاپان سے امریکہ اور برطانیہ اب بھی جنگ کر رہا ہے۔ فلپائن اور برما کے خاص حصے واپس لئے جا چکے ہیں۔ ایوجما اور اوکناوا جزیرے بھی امریکہ والوں نے اس سے چھین لئے ہیں۔ اور اب جاپان پر خود یا انکے ذریعہ مقبوضہ چین پر حملہ ہونے والا ہے۔ جاپان کے خاص شہروں پر خوب بم گرائے جا رہے ہیں۔ جس سے مقابلہ کرنے کیلئے جاپان کے پاس مناسب ذرائع نہیں ہیں۔ وہ صلح چاہتا ہے مگر وفادار طاقتیں مکمل شکست دینا چاہتی ہیں جاپان پوری ہار کی جگہ پر لڑ مرنا بہتر سمجھتا ہے۔ ہندوستان سے بھی پوری قوت کیساتھ جاپان سے جنگ کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ چین کے اچھے دن آتے معلوم ہوتے ہیں۔ جاپان اب وہاں سے ہٹ رہا ہے اور چینی آگے بڑھ رہے ہیں۔ امریکہ کے ذریعہ جنگی تعلیم پانے پر سے چینی سپاہی بھی جنگ پر جانے والے ہیں۔

ہندوستان کا مسئلہ طے کرنے کے لئے شملہ میں بڑے لاٹ صاحب کوشش کر رہے ہیں کانگریس قریب قریب راضی ہے مگر مسلم لیگ الجھا دے ڈال رہی ہے۔ امید ہے طے ہو جائے گی۔ ۱۴ سے ۱۵ تک ہندوستانی ممبران وزارت میں ہونگے۔ جنگی محکمہ جنگی لاٹ کے اختیار میں رہیگا۔ اور بڑے لاٹ کو وزارت کے فیصلہ نہ ماننے کا بھی اختیار ہوگا۔ دیسی ریاستیں ابھی اس معاملے سے الگ رہینگی۔ اور ان پر بڑے لاٹ صاحب کا اختیار رہیگا۔

مرغی کی خوراک اور دربہ

(از جناب اے۔ ای۔ سلیڈ بی۔ ایس۔ اے)

گاؤں میں مرغیوں کا پالنا ایک ایسی تجارت ہے جس میں نہ تو زیادہ خرچ کی ضرورت ہے اور نہ زیادہ وقت ہی صرف کرنا پڑتا ہے۔ آجکل اگر اس تجارت کو ہوشیاری سے کیا جائے تو کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس مضمون کے مصنف ہندوستان میں مرغی پالنے کے کام میں سب سے زیادہ تجربہ کار اشخاص میں سے ایک ہیں۔ یہ مضمون مرغی پالنے سے متعلق انکی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ گاؤں میں مرغی پالنے والے لوگ اس سے فائدہ اٹھائینگے۔

مرغی پالنے کا کام شروع کرنے والے اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ اس کام کی ابتدا مرغیاں رکھکر کی جائے یا انڈوں سے بچے نکالکر۔ یہ بات اس پر منحصر ہے کہ آپ روپیہ کتنا لگانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کچھ روپیہ لگا سکتے ہیں تو دو مرغا اور ایک مرغا رکھکر کام شروع کرنا چاہئے اس سے کافی جلدی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ روپیہ لگا سکتے ہیں تو زیادہ مرغیاں پال سکتے ہیں۔ آپ اپنی ضرورت اور جسقدر روپیہ لگا سکتے ہیں اسکو کسی اچھے فارم کو لکھئے۔ اس سے آپکو جلدی کامیابی حاصل ہوگی۔ پالنے کیلئے مرغی ایسی ذات کی پسند کرنا چاہئے جو زیادہ مضبوط ہو، جو زیادہ انڈے دینے والی ہو اور جسکو لوگ زیادہ پسند کرتے ہوں۔ یوں تو لوگوں کی اپنی اپنی پسند ہے مگر لال رہوڈ آئیلینڈ، سفید لیگ ہارن اور کالا منارکہ اچھی ذاتیں ہیں۔ بارہ روپیہ میں ایک اچھی مرغی اور ۱۵ - ۲۰ روپئے تک ایک اچھا مرغا مل سکتا ہے۔ اور اگر مرغی پالنے کا کام انڈوں سے بچے نکالکر کرنا ہو تو کافی انڈے منگانا چاہئے کم انڈوں سے کام شروع کرنے میں کامیابی حاصل کرنے میں شبہ رہیگا۔ انڈوں پر کئی مرغیاں ایک ساتھ بٹھائی جا سکتی ہیں۔ بچے نکلنے پر دو مرغیوں کے بچے ایک مرغی کو دئے جا سکتے ہیں۔ انڈوں پر مرغی بٹھاتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہر ایک مرغی کے نیچے اتنے ہی انڈے رکھے جانے چاہئیں جتنے پر وہ آسانی سے بیٹھ سکیں۔ عام طور پر ایک دیسی مرغی کے نیچے آٹھ انڈے آسانی سے رکھے جا سکتے ہیں۔

خوراک

اگر مرغی سے زیادہ انڈے لینے ہیں تو اسکو وہ ساری چیزیں کھلانا ضروری ہے جو زیادہ انڈے دینے میں مدد پہنچاتی ہیں۔ یہ بات دنیا کے بڑے بڑے فارموں میں ثابت ہو چکی ہے۔ مگر یہاں ہم بڑے بڑے فارموں کی بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہمارا مقصد ان لوگوں سے ضرور ہے جو تھوڑی تعداد میں مرغیاں پالتے ہیں یا ان کسانوں سے جو گاؤں میں رہکر مرغیاں پالنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ جنگلی مرغیاں زیادہ کیا کھانا پسند کرتی ہیں تو یہ مسئلہ آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ جنگلی مرغی کیڑے مکوڑے یا ہری پتیاں کھا کر زندہ رہتی ہے۔ اس کی خوراک میں دانا وغیرہ نہیں ہوتا کیونکہ جنگل میں گیہوں مکا وغیرہ نہیں پیدا ہوتے۔ دانے کے نام پر جنگلی مرغی کو جو کچھ ملتا ہے وہ کسی کسی گھاس کے بیج ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ مرغی کی خوراک کیڑے مکوڑے اور ہری پتیاں ہی ہیں۔ لیکن چونکہ ترقی یافتہ مرغی ۱۵۰ سے

زیادہ انڈے دیتی ہے اسلئے اسکو دانا دینا ضروری ہے۔

مرغیوں کیلئے سستی اور عمدہ خوراک درج ذیل ہے:۔

مرغی کے جسم میں پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے، اسکے لئے بوچڑ خانے سے اوجھڑی منگائی جائے۔ یہ بہت سستی ملتی ہے۔ اوجھڑی ایک طرح کا سفید گوشت ہے جو مرغی کے جسم میں کافی طاقت پہونچاتا ہے۔ فی مرغی آدھ چھٹانک کے حساب سے اسکو پکا کر راتب کے ساتھ مرغی کو دینا چاہئے۔ اوجھڑی کو پہلے صاف پانی سے دھوکر گنڈاسے سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلینا چاہئے۔ اس کام کے لئے ٹکڑے کرنے والی۔ مشین کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اسکے ساتھ تھوڑی سبزی بھی ابال لینا چاہئے۔ کوئی بھی سبزی جو اس موسم میں مل سکے۔ جیسے کدو، گاجر، شلجم، پیاز وغیرہ۔ اگر آپکے پاس اپنا باغیچہ ہے تو اسے بہت کم خرچ میں پیدا کر سکتے ہیں۔ ابالتے وقت گوشت اور سبزی کی مقدار برابر ہونا چاہئے جس پانی میں گوشت اور سبزی پکائی جائے اسکو پھینکنا نہ چاہئے، بلکہ اس پانی کو راتب کیساتھ ملا دینا چاہئے۔ کیونکہ اس پانی میں کئی طرح کے نمک اور وٹامن ہوتے ہیں۔ اوجھڑی اور سبزی پکانے کیلئے تھوڑا ہی پانی استعمال کرنا چاہئے۔ ابلتی ہوئی سبزی اور گوشت میں سوکھا آٹا (گیہوں بجھرا یا گیہوں اور بجھر کا ملا ہوا) ملاکر بھربھرا راتب تیار کرنا چاہئے۔ اس میں ایک فیصدی سانبھر نمک ڈالنا چاہئے۔ ہر مرغی کو سویرے یا شام کو ایک وقت اس راتب کا ایک چھٹانک دینا چاہئے۔ راتب کیلئے جو آٹا لیا جائے وہ سستا ہو جبھی کا بھی آٹا اچھا ہوتا ہے۔ مگر سب سے اچھا آٹا گیہوں کا ہوتا ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ مہنگا پڑتا ہے۔ بچے کچھے روٹی کے ٹکڑوں کے ساتھ تھوڑا آٹا اور بھوسی ملاکر بھی اچھا راتب بنایا جاسکتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی، کٹی ہڈیاں بھی اچھی ہیں لیکن فی مرغی ایک اونس سے زیادہ نہیں دینا چاہئے۔ مگر گرمیوں کے دنوں میں ہڈیاں بالکل نہ دینی چاہئے۔

چونکہ اس طرح کے کھانے میں پروٹین کافی مقدار میں مل جاتی ہے۔ اس لئے اس وقت مکا جوار وغیرہ کا ہی دانا دینا چاہئے۔ دانے کو کھلی زمین پر نہ بکھیرنا چاہئے بلکہ ایک چوڑا گڈھا کھود کر اس میں گھاس پھوس ڈالکر اس میں دانا ڈال دینا چاہئے۔ اس میں دانا تلاش کرنے کیلئے مرغیوں کو محنت کرنی پڑتی ہے یہ ان کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ مرغیوں کو گڈھے میں ہی کھلایا جائے۔ مکا نہ ملنے پر انھیں جوار کھلائی جاسکتی ہے۔ مکا اور جوار ملاکر کھلانا اور بھی اچھا ہے۔ ہمارے خیال سے دھان مرغیوں کے لئے اچھا نہیں ہے بہت سے لوگ اسے بہت پسند کرتے ہیں۔ فی مرغی ایک چھٹانک کے حساب سے دانا سویرے کے وقت گھاس پھوس میں بکھیر دینا چاہئے۔ کچھ لوگ شام کے وقت دانا دینا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ دوپہر کے وقت مرغیوں کو ہری پتیاں جتنی وہ کھا سکیں انکو کھلانی چاہئیں لیٹوس دوب، سرسوں کی پتی، بند گوبھی اور پھول گوبھی کی پتی رجکا، برسم وغیرہ اچھی چیزیں ہیں۔ فی مرغی ایک چھٹانک سے کم پتی نہیں دینی چاہئے۔ اگر مرغیاں، باغ یا احاطہ میں چھوڑ دی جائیں تو ہری پتیاں خود ہی کھود کر کھالینگی۔ اس طرح کی خوراک سستی اور ساتھ ہی آسانی سے ملنے والی ہوتی ہے اس سے مرغیاں تندرست رہتی ہیں اور انڈے بھی بڑے دیتی ہیں۔ اگر کسی کو بوچڑ خانے سے گوشت نہ ملے یا اگر وہ گوشت خریدنا پسند نہ کریں تو ایسی سبزیاں راتب میں ملانی چاہئیں جن میں گوشت کے اوصاف موجود ہوں۔ پسی ہوئی مونگ پھلی، سویابین، یا چنا گوشت کے بدلے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ ان سے بھی اچھی چیزیں دہی مٹھا اور مکھن نکالا ہوا دودھ ہے جنکو بجائے گوشت کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ پروٹین کے لئے

سبزی کی بہ نسبت گوشت یا دہی مٹھا وغیرہ چیزیں زیادہ مفید ہیں انھیں کسی نہ کسی شکل میں مرغیوں کو ضرور دینا چاہیے۔ پسی ہوئی مچھلی بھی اچھی ہے اور راتب میں دس فیصدی کے حساب ملائی جا سکتی ہے۔

اگر سبزی، پھلی اور مرغی تینوں کی تجارت ساتھ ساتھ کی جائے تو زیادہ منافع حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مرغی کے بیٹ کی کھاد بہت مفید ہوتی ہے اگر اسکو ٹھیک طرح سے کھیتی میں دیا جائے تو سبزی اور پھل بہت اچھے ہونگے۔

دربہ

مرغیوں کے لئے دربہ بنانے میں آجکل کافی خرچ ہوگا لیکن اگر ایک بار لوہے کا ۴×۴×۶ وسعت کا دربہ بنا لیا جائے تو بہت سی مشکلات سے بچا جا سکتا ہے۔ دربوں میں گھر کر لینے والی کلنیاں مرغیوں کی دشمن ہوتی ہیں۔ انکے کاٹنے سے مرغیوں کو بخار ہو جاتا ہے جس سے وہ مر جاتی ہیں۔ لوہے کے دربے کو آگ سے اچھی طرح گرم کیا جا سکتا ہے، اور اکثر ایسا کرتے رہنے سے کلنی کا بالکل ڈر نہیں رہ جاتا۔ شہر اور گاؤں کی مرغی پالنے والوں کو ایگل آمرلڈ،، اور جالی کا بنا دربہ رکھنا ضروری ہے

مرغیوں کی تندرستی

مرغیوں کی تندرستی ہی مرغی پالنے والے کا سرمایہ ہے۔ مرغیاں عام طور پر تندرست ہوتی ہیں۔ جب انکی تندرستی میں کسی طرح خرابی ہوتی ہے تو اسکی کوئی خاص وجہ ضرور ہوتی ہے۔ اگر مرغی پالنے والے تجربہ کار ہو سکے تو اسے مرغیوں کے اوپر آنے والی مصیبتوں کا پہلے ہی سے علم ہو جاتا ہے۔ اکثر ان کو دور کرنے کے لئے وہ پہلے سے ہی انتظام کر لیتے ہیں۔ مرغیوں کی عام تندرستی میں کمی ہونا یا جلد انڈے دینا بند کرنے کی پہچان یہ ہے۔ بیٹ کی ہڈی نکیلی ہو جاتی ہے جسے ہاتھ سے ٹٹول کر معلوم کیا جا سکتا ہے۔ پیٹ پتلا ہو جاتا ہے۔ چمڑا خشک ہو جاتا ہے اور آنکھیں میلی ہو جاتی ہیں۔ جب یہ سب علامتیں دکھلائی دینے لگیں تو اسکی وجہ کا پتہ لگانا چاہیے۔ مرغیوں کی عادت۔ کھلانے والے کے آنے پر مرغیوں کا برتاؤ اور روزانہ کی خوراک کا ایک سا ہونا وغیرہ کچھ ایسی باتیں ہیں جنسے مرغیوں کی آئندہ تندرستی کا پتہ مل سکتا ہے۔

مرغیوں کو ایک دربے میں کرتے وقت مرغی پالنے والا مرغیوں کی اچھی معلومات حاصل کرنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔ مرغی کو ہاتھ میں لیتے ہی مرغی پالنے والا سمجھ جاتا ہے کہ اب یہ اور انڈے دیگی یا نہیں؟ مرغی کو چھونے پر گرم، مضبوط اور ملائم چربی معلوم ہوتی ہے۔ اسکا چمڑا نرم مخملی معلوم ہوتا ہے۔ مرغیوں کی دیکھ بھال میں وقت لگانا مفید ہے۔ اور مرغی پالنے والے کی سب سے بڑی ذمہ داری اپنی مرغیوں کی تندرستی کا خیال رکھنا اور اچھی دیکھ بھال کر کے وہ اپنی اس ذمہداری کو پورا کرتا ہے۔

(کنیڈین نوٹ)

ملیریا سے بچئے

ملیریا جو کہ سارے صوبۂ بمبئی میں اکثر ہوتا ہے۔ اسکی وجہ مچھر ہیں۔ جو کہ رُکے اور گندے پانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر گاؤں کے رہنے والے اپنے مکانوں کے آس پاس گندہ پانی جمع نہ ہونے دیں۔ اور اگر گاؤں کے خاص لوگ اس تدبیر اور ملیریا روکنے والی دوسری تدابیر میں امداد دیں تو ملیریا کا پھیلنا بہت حد تک روکا جا سکتا ہے۔

اگرچہ سارے مچھر ملیریا نہیں پھیلاتے بلکہ ملیریا پھیلانے والے مچھروں کی ایک علٰحدہ قسم ہے جنکو ملیریا کے مچھر کہا جاتا ہے۔ ان مچھروں کو پروں کے دھبوں اور انکے آرام کرنے کے طریقوں کو دیکھکر بآسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ جب وہ آرام کرنے لگتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ سر کے بل کھڑے ہیں

اگر مچھر نہ ہوں، یا مچھروں کے کاٹنے سے انسان کو بچانا ممکن ہو سکے تو ملیریا ہرگز نہیں ہو سکتا لہذا اسکو روکنے کا سب سے آسان طریقہ ملیریا پھیلانے والے مچھروں کے پیدا ہونے والی جگہوں کو برباد کر دینا ہے۔ جہاں کہیں پانی ملتا ہو ان جگہوں میں مچھر بالکل نہ رہنے پائیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پانی میں پیدا ہوئے مچھروں کے لاروا کو مارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہر طرح کے لاروا تیل فنائل اور دوسری کئی طرح کی کیمیاوی چیزوں کے ذریعہ مارے جا سکتے ہیں۔ اسکے لئے سب سے سستی تدبیر ایک مکسچر ہے۔ یہ مکسچر مٹی کے تیل کا ایک حصہ، بغیر صاف کیا ہوا تیل تین حصہ اور ریندی کے تیل کے ایک حصہ سے تیار ہوتا ہے۔ ریندی کا تیل اسلئے ملا جاتا ہے کہ مکسچر پانی پر پھیل سکے اس مکسچر کو اسپرے پمپ کے ذریعہ پانی پر پھیلا دینا چاہئے۔ کنارے جہاں گھاس پات اُگتا ہو خیال رکھنا ضروری ہے۔

پینے کے پانی کو جراثیم سے محفوظ کرنا۔ متذکرہ بالا طریقہ پینے کے پانی کیلئے مناسب نہیں ہے۔ مگر کنوؤں اور دیگر مقامات، جنکا پانی پینا ہوتا ہے۔ انمیں پیدا ہونے والے لاروا کو گمبوسیہ نام کی مچھلی کے ذریعہ مارا جا سکتا ہے۔ یہ چھوٹی مچھلیاں بہت جلد بڑھتی ہیں اور مچھروں کے لاروا کو بہت جلد کھا جاتی ہیں۔

آدمی کے جسم کو مچھروں سے بچانے کے لئے سب سے اچھی ترکیب مچھر دانی کا استعمال ہے۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں مچھر دانی خریدنا بہت سے لوگوں کے امکان سے باہر ہے۔ مگر جو لوگ ایسا کر سکتے ہیں وہ شاید اسبات کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

کہ ملیریا کی وجہ سے انکی آمدنی کو کسقدر نقصان پہونچتا ہے۔ اس نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے مچھر دانی کی قیمت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اگر مچھر دانی استعمال نہیں کی جا سکتی۔ تو دوسری مختلف طرح کی چیزیں ہیں جو مچھروں کو دور بھگاتی ہیں۔ ان میں ایک مٹی کا تیل ہے۔ لیکن اس میں یہ خرابی ہے کہ یہ جلد ہی اڑ جاتا ہے۔ اگر مٹی کے تیل میں تھوڑا سا کوئی گاڑھا تیل جیسے رینڈی کا تیل ملا دیا جائے تو یہ زیادہ دیر تک ٹھہرتا ہے۔ اسکے علاوہ ملیریا کے مچھروں کو بھگانے والی دوسری چیزیں بھی ہیں جیسے لیمن گراس کا تیل اور یوکیلپس کا تیل۔

اگر ان کو سورج ڈوبنے کے پہلے۔ جسم کے ان حصوں میں جو کھلے رہتے ہیں لگا لیا جائے تو رات بھر جسم مچھروں کے کاٹنے سے بچا رہیگا۔

اکثر برسات کے بعد ہی ملیریا پھیلتا ہے۔ مگر کسی دوسرے موسم میں بھی یہ ہو سکتا ہے۔ ملیریا کے جراثیم کافی عرصہ تک جسم میں بنے رہتے ہیں اور مناسب موسم پانے پر بڑھتے ہیں۔ عام طور پر ملیریا کی تشخیص مشکل نہیں ہے۔ اسکی ایک علامت بخار کا آنا ہے۔ جب اور باتیں پیدا ہو جاتی ہیں تب کسی خاص وقت پر بخار کا آنا ملیریا کی علامت نہیں ہوتی۔ مریض کو بخار روز بھی آ سکتا ہے۔ بخار آنے کے قبل سردی معلوم ہونا دوسرے بخاروں کی بہ نسبت ملیریا کی خاص علامت ہے۔ اسیطرح بخار کے بعد پسینے کا آنا بھی ہے۔ زیادہ دنوں تک ملیریا سے بیمار رہنے والے مریض کی آنتیں بڑھ جاتی ہیں۔

جیسا کہ دوسرے بخاروں کے علاج میں ہوتا ہے۔ ملیریا میں بھی پہلے نمکین جلاب دینا چاہئے۔ جب بخار آئے تو مریض کو گرم کپڑے اوڑھ کر آرام سے لیٹے رہنا چاہئے۔ بخار کے بعد جب پسینہ نکلنے لگے تو اوڑھے ہوئے کپڑوں کو ہٹانا نہ چاہئے۔ دس گرین کونائن دن میں تین بار دینا چاہئے۔ بیماری میں کسی وقت بھی کونائن دینا نقصان دہ نہیں ہے۔ لیکن اگر بیماری خطرناک ہو گئی ہو تو کسی ڈاکٹر سے مشورہ لینا چاہئے۔

(ماخوذ)

۷

دواؤں کو زیادہ استعمال کرنے کی عادت نہ ڈالیئے۔ دواؤں سے بدن کے اندر ایک طرح کی کثافت پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک بیماری سے بچنے کے لئے دوسری بیماری پیدا کرنا یا ایک زہریلی چیز کو نکال باہر کرنے کیلئے دوسری زہریلی چیز کو بدن کے اندر پہونچانا ہمیشہ اچھی عادت نہیں ہو سکتی۔ ہر طرح کے زہر جو بدن کے اندر پہونچتے ہیں، بدن کو نقصان پہونچاتے ہیں ان سے بچنے کے لئے طاقتور اور مضبوط عضو کو کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ فطرت کی دی ہوئی دواؤں کا استعمال کر کے ان کی مدد کیجئے پانی، ہوا، روشنی، نیند،

۸

سانس لینا، مناسب خوراک، کثرت اور آرام بدن کو تندرست رکھنے والے فطرت کے عطیے ہیں۔ اگر ان کی طرف مناسب توجہ رکھی جائے تو انسان کا جسم غیر مفید چیزوں سے محفوظ رہیگا۔ مضبوط ہو گا اور بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کے لائق ہو جائے گا۔ تھوڑی سی توجہ رکھنا اور تندرستی کے اصولوں کا خیال رکھنے سے، بہت سی بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔ زندگی اور موت کی باگ ڈور کچھ حدوں تک ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے اسطرح اپنی زندگی کو ہم کم اور زیادہ کر سکتے ہیں۔

(ماخوذ)

شیرا اور سویابین کا سائیلج

ہر ایک سویابین کے ایک ٹن میں ۲۵۰ پونڈ اناج یا ۸۰ پونڈ شیرا کی ملاوٹ سے ایک اچھا سائیلج بنتا ہے۔ یہ سائیلج اچھی طرح محفوظ رکھا گیا اور اسیقدر لذیذ تھا جتنا کہ اناج کا سائیلج۔ جانوروں کے چار جھنڈوں کے اوپر اسکا استعمال کیا گیا۔ ہر جھنڈ میں تین ہالسٹین اور دو گورنسے گائیں تھیں۔ انکو ۵ ہفتہ تک لگاتار کھلایا گیا۔ انکی خوراک کی دوسری چیزیں سوکھی گھاس اور اناج یا صرف سوکھی گھاس تھی۔ ایک جھنڈ کو اناج کا سائیلج دیا گیا اور دوسرے کو اناج بالکل نہیں دیا گیا مختلف جھنڈوں کی قوت ہاضمہ کا مختلف اوقات میں معائنہ کیا گیا۔ سویابین کا سائیلج خوش ذائقہ تھا۔ اور اناج اور سویابین کا سائیلج اناج کے سائیلج سے زیادہ خوش ذائقہ تھا اناج اور سویابین کے سائیلج کا کتنا حصہ ہضم ہوتا ہے اسکے متعلق کیئے گئے معائنے سے معلوم ہوا کہ اناج کے مقوی اجزا کا ۱۰ اثر سائیلج بنانے میں برباد ہو گیا ہے۔ شیرے اور سویابین کا سائیلج اکیلا کھلانے پر گھاس یا اناج کے ساتھ کھلانے کے مقابلے میں کم ہضم ہوا۔ لیکن اناج اور سویابین کا سائیلج اکیلا کھلانے پر گھاس اور اناج کے ساتھ کھلانے پر کہیں زیادہ ہضم ہوا۔

سویابین کا سائیلج کھلانے پر زیادہ تر گایوں میں نائٹروجن کی کمی پائی گئی۔ اسلئے یہ سمجھا گیا کہ ان سائیلجوں کا پروٹین دودھ پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں تھا۔

(ویسٹ ورجینیا اگریکلچرل اکسپیریمنٹ اسٹیشن بلیٹن سے)

ٹماٹر اور شلجم

سائنس نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ ٹماٹر اور شلجم ایسی چیزیں ہیں جنسے تندرستی بڑھتی ہے۔

مزدوروں کی کمی کیوجہ سے یہ امید کی جارہی تھی کہ ٹماٹر کی کھیتی کو بہت بڑا نقصان پہونچے گا اسوقت لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ٹماٹر پسند کرنے والے ہزاروں آدمی خود ہی ٹماٹر بونے لگیں گے۔ خوش قسمتی سے یہاں ٹماٹر کی ایک ایسی قسم تیار کی گئی ہے جس کے پھل چھوٹے ہوتے ہیں اور جو پک کر بہت جلد تیار ہو جاتے ہیں۔

ابھی تک شلجم گھوڑوں کا چارہ سمجھا جاتا تھا لیکن اب یہ پتہ لگا ہے کہ وٹامن اے کو حاصل کرنے کا یہ بہت اچھا ذریعہ ہے۔ اسکی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ لوگ بغیر ادبے ہوئے اسکو کافی عرصہ تک کھا سکتے ہیں جو دوسری ترکاریوں میں نہیں ہے۔ اسلئے ہر گھر یا باغ میں شلجم کی کھیتی کی جانی چاہیئے۔ اگر یہ جلدی جلدی بویا جائے تو اسکی اچھی قسم پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے ہوشیار کسان اسے شروع جون مہینے میں دو بار حیلہ دیتے ہیں تاکہ سردیوں تک تیار ہو جائے۔

(ڈیپارٹمنٹ آف اگریکلچر کناڈا)

جوار کے امرض کی روک تھام

جوار میں ہونے والی عام بیماری کو کنگی، کجلی یا کانڈگ کہتے ہیں۔ کچھ خراب دانے کھلیان میں ٹوٹ جاتے ہیں

اور اچھے دانوں میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ بیج کے اگنے کے وقت بیج پر بنے سوراخوں سے بھی انکھوے نکل آتے ہیں اور یہ پیداوار میں روگ پھیلا دیتے ہیں۔ اسلئے اس بیماری کو روکنے کیلئے واحد طریقہ بیماری کے جراثیم سے بیجوں کو محفوظ رکھنا ہے۔ اسکے لئے بونے کے پہلے جوار کے بیج کو گندھک کے چورن میں اچھی طرح ملا دینا چاہئے۔ خریف کی بوائی ہونے کے پہلے کسانوں کو چاہئے کہ فصل کو اس بیماری کا شکار ہونے سے بچانے کیلئے بیج میں پہلے گندھک کا چورن ملا دیں۔ اس بیماری سے صرف دھاروار ضلع میں ہر بار ۴-۵ لاکھ کا نقصان ہوتا ہے۔

عام طور سے تین سیر بیج کیلئے ایک تولہ گندھک کا چورن کافی ہوتا ہے۔ بیج اور گندھک کے چورن کو مٹی یا تانبے کے پانی بھرنے کے برتن میں رکھدینا چاہئے۔ اسکے بعد اس برتن کو تب تک ہلانا چاہئے جب تک کہ بیج اور گندھک کا چورن خوب مل جائیں۔ ملانے کے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ بیج اور برتن سوکھے ہوں۔ اسطرح اچھے بیج اگر بونے کے کام نہ آسکیں تو انہیں جانوروں یا مرغیوں کو کھلایا جا سکتا ہے۔ اس سے انھیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ بونے کے پہلے بھی بیجوں کو اس طرح تیار کر کے رکھا جا سکتا ہے۔

"بامبے انفارمیشن"

اٹلی میں ہندوستانی سپاہیوں کے ذریعہ صحت کا ریکارڈ

دسویں ہندوستانی فوج کے اسسٹنٹ آف میڈیکل سروسیز کرنل ڈاکٹر دت نے پانچ سال کے بعد غیر ملکی ملازمت سے واپس ہندوستان آئے۔ انہوں نے واپس آکر کہا کہ اگر اٹلی کی ہندوستانی فوج کی صحت ہندوستان کی صحت ہو تو ہندوستان دنیا کا سب سے طاقتور ملک ہوتا۔

انہوں نے کہا کہ ہندوستانی فوج صرف غیر معمولی بہادر نہیں ہیں بلکہ وہ اچھے شہری بھی ہیں، انکی رہائش، عادات و اخلاق ہندوستانی فوجوں پر سب سے اچھا رہا ہے۔ اور ڈسپلن کے ذریعہ انہوں نے صحت کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔

ہندوستانی سپاہیوں کو اپنی صحت کا بہت خیال رہتا ہے۔ اسلئے بیماری کو خداداد نہیں سمجھتے بلکہ اپنی لاپرواہی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ میدان جنگ میں ہونے والی خاص بیماریوں ملیریا — کا گراف ہندوستانی فوج میں اٹلی میں آخری مہینوں میں بالکل ختم ہو چکا تھا۔

اکثر یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستانی سپاہی ریگستان میں تو ٹھیک رہتے ہیں مگر یورپ کی سردی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارے سپاہیوں نے برفیلی ندیوں کو طے کر اور پانی میں چلکر پار کیا۔ برف میں گھنٹوں پڑے رہے، پہاڑی طوفانوں میں کام کیا اور لڑے مگر زکام وغیرہ سانس سے متعلق بیماریاں بہت کم تعداد میں ہوئیں۔

مرغیوں کا لقوا

'جنرل آف امریکن ویٹرنری میڈیکل ایسوسیئیشن' کے نمبر میں مسٹر اے۔ ڈبلیو ایمیں نے مرغیوں کو ہونے والے لقوے کی بیماری پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں مرغیوں کے چودہ جھنڈ کو یہ بیماری ہوتے دیکھا ہے۔ انکے خیال میں اس مرض کی وجہ مرغیوں کی کلنیاں ہیں۔ جن مرغیوں کو یہ بیماری ہوگئی ہو انکے جسم سے کلنیاں نکال دینے پر حیرت انگیز فائدہ ہوتا ہے۔ عام طور پر ۲۴ گھنٹوں میں ہی مرغیاں تندرست ہو جاتی ہیں۔

کوآپریٹیو سبھائیں کل کے ہندوستان میں

(از جناب راجیشری پرشاد ماتھر، ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹیو سوسائٹیز، یو۔پی)

موجودہ جنگ نے ہم کو بہت سے سبق سکھائے ہیں شاید انہیں سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ تمام دنیا کی سوسائٹی کا موجودہ نظام بدل دینے کے لائق ہے۔ ہم کو چاہیے کہ اپنی سوسائٹی کو اسطرح بنائیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ تعداد کو زیادہ سے زیادہ خوشی حاصل ہو سکے۔ لوگوں کو محتاجی، غربت اور جہالت سے نجات مل جائے۔ دنیا کی تمام قومیں لڑائی کے بعد ایک نئی دنیا سامنے بنتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ہندوستان پر بھی ان خیالات کا اثر ہوا ہے گورنمنٹ اور دوسرے لوگ بھی لڑائی کے بعد ایک نیا ہندوستان بنانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں۔ مختلف اسکیمیں ہمارے نظر کے سامنے ہیں۔ ان تمام اسکیموں کی تفصیل میں تو فرق ضرور ہے لیکن ان کا مقصد ایک ہے وہ یہ کہ فی کس آمدنی کو بڑھانا ضروری ہے۔ اور یہ صرف اسوقت ممکن ہو سکتا ہے جبکہ زراعت اور صنعت دونوں کی پیداوار بڑھائی جائے۔ بمبئی اسکیم کا ارادہ ہے ۱۵ سال کے عرصہ میں فی کس آمدنی تقریباً دوگنی ہو جائے گی جبکہ زراعتی پیداوار آجکل کی بہ نسبت دونی سے زیادہ ہو جائے اور صنعتی پیداوار پانچ گنی کے قریب۔ دوسری اسکیمیں بھی اسی طرح کی ہیں۔

یہ اسکیمیں بغیر انتھک کوششوں کے پوری نہیں ہو سکتی۔ ان کی تکمیل میں گورنمنٹ کا بہت بڑا ہاتھ ہوگا۔ سرمایہ داروں کو بھی اس میں بہت بڑا حصہ لینا پڑے گا۔ لیکن اسکا ایک اور پہلو بھی ہے جو لوگ اکثر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ باہمی کوشش ہے جو سدھار کی تمام اسکیموں کو عمل میں لانے میں بہت بڑا کام کر سکتی اور کرنا چاہیے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ملک کو سدھارنے میں ہر ضرورت کیلئے کس طرح کوآپریٹیو سبھائیں بنائی جا سکتی ہیں اور کسطرح ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

ہم کو پہلے کوآپریٹیو سوسائٹی کی اصلیت سمجھنا چاہیے آجکل کی رجسٹرڈ سوسائٹی گو کہ حال ہی کی پیداوار ہیں لیکن اس ملک میں آپس میں مل جل کر رہنے اور کام کرنے کی ایک پرانی رسم چلی آرہی ہے۔ ہندوستان کی پرانی دیہاتی جماعتوں کی بنیاد سہیوگ ہی پر ہے۔ اور ہندوؤں کے مشترکہ خاندان کی بنیاد ابھی تک انہیں اصولوں پر ہے۔ کوآپریٹیو سبھاؤں کا مقصد لوگوں کو انکی عام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یکجا جمع کرنا ہے۔ فرض کیجیئے کہ کچھ کسان ہیں۔ اور انکو کھیتی کے لئے قرضے کی ضرورت ہے۔ وہ دس یا اس سے زیادہ ممبروں کی ایک سبھا بناتے ہیں۔ اسکو قانونی جماعت بنانے کے لئے رجسٹرڈ کرا لیتے ہیں۔ اور اسطرح انہیں روپیہ قرض لینے کا موقع اور آسانی بہت ہی کچھ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ لوگ اپنی کھیتی کا سامان خریدنے کے لئے یا اپنی پیداوار بیچنے کے لئے ایک سوسائٹی بنا سکتے ہیں۔ کپڑا بننے والے یا دوسرے کاریگر یا کم آمدنی کے لوگ اسی طرح پر خاص خاص مطلب کیلئے اپنی سبھائیں قائم کر سکتے ہیں۔ گھر کی ضروریات کی چیزیں خریدنے کیلئے آپ لوگ کنزیومرز اسٹور سوسائٹیز بنا سکتے ہیں۔ ایک اسٹور یا گودام بنا لیجئے۔ اور اپنی تمام ضروریات کی چیزیں اس سے خریدئے بجائے اسکے کہ کسی بنئے کے یہاں سے مول لیجئے، جسکو کہ آپ کے فائدہ سے زیادہ اپنے نفع کی پرواہ رہتی ہے۔ اسی طرح آپ لوگ مختلف سبھائیں بنا سکتے ہیں۔ مثلاً مکانات بنانے کے واسطے زمین حاصل کرنے کے لئے۔ اچھا اور سستا دودھ خریدنے کے لئے۔ اچھے اور عمدہ قسم کے جانور پیدا کرنے کے لئے۔ غرضکہ ہر ایک ضرورت کے لئے آپ سہیوگ قائم کر سکتے ہیں۔ سبھا آپ کی ضرورت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھتی ہے۔ اسکا مقصد روپیہ کمانا نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی خدمت کرنا ہے۔ آپ سب لوگ ملکر سبھا بناتے ہیں۔ اور آپ اسکا ایک حصہ ہیں۔ اسطرح آپ کو یہ اطمینان رہنا

ہے کہ اس کے معاملات میں حصہ لے رہے ہیں۔ اگر انتظام اچھا ہے تو آپ کی سبھا آپ کی تمام ضرورتیں کم خرچ میں اور بہت خوبی کے ساتھ پوری کرسکتی ہے جیسا کہ شاید کوئی دوسرا نہ کرسکتا۔ ہمارے ملک میں سیکڑوں کھیتی سے تعلق یا اس کے علاوہ سبھائیں ہیں لیکن ابھی بہت کم لوگ ان میں شامل ہوئے ہیں۔ اور اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ کل ہندوستان میں یہ کوآپریٹو سبھائیں بہت بڑا کام کریں تو امداد باہمی کی کوششوں کے دائرہ کو ہمیں بہت بڑھانا پڑے گا۔

زراعت میں سہیوگ۔ یہ بات تو قریب قریب سبھی کو معلوم ہے کہ ہماری کھیتی کی حالت بہت خراب ہے۔ اور ہمکو اپنی پیداوار کئی گنا بڑھانا پڑے گی۔ بنگال کے قحط نے اب پورے طور پر ثابت کردیا ہے کہ ہم بہت دنوں سے قحط کے قریب ہی تھے۔ مسٹر برنس کا نوٹ ابھی حال ہی میں گورنمنٹ نے شائع کیا ہے۔ اسمیں انھوں نے بہت صفائی سے ہماری زراعتی ترقی کے امکانات پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے بتایا ہے کہ عمدہ قسم کے بیج بونے۔ ٹھیک طور سے سینچائی کرنے۔ عمدہ کھاد ڈالنے اور کھیتوں کو مختلف کیڑوں اور بیماریوں سے بچانے سے ہم بہت آسانی سے تمام خاص خاص چیزوں کی پیداوار بڑھا سکتے ہیں۔ بہت ہی کم دنوں میں ہم دھان کی پیداوار قریب قریب آدھی اور اس سے زیادہ بڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح باجرے اور جوار کی پیداوار ایک چوتھائی اور اس سے زیادہ بڑھ سکتی ہے۔ ان سب باتوں کے لئے ضروری ہے کہ کسانوں کی غریبی دور کی جائے اور زمین اچھی کی جائے۔

یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟ گورنمنٹ بہرطور نہر بنانے کے لئے مشین دے سکتی ہے۔ وہ بہت زیادہ اور عمدہ قسم کی نہریں بنوا سکتی ہے۔ لیکن بہت سی اور ایسی چیزیں ہیں جو کسانوں کو خود کرنا پڑیں گی۔ اور یہ وہ موقع ہے جہاں کوآپریٹو سبھائیں اور باہمی مدد کام میں لائی جا سکتی ہے۔

اول تو یہ کہ کوآپریٹو سبھا کسان کو کم سود پر قرضہ دلوادے گی۔ بہت دنوں سے کسان مہاجنوں کے جنگل میں پھنسا رہا ہے جو اسی کے بل بوتے پر راج کرتے رہے ہیں۔ اسے کوآپریٹو سبھائیں اس کی مدد کے لئے آگئی ہیں۔ یہ سبھائیں کوآپریٹو بنکوں کے ساتھ ملکر کسانوں کو کافی کم سود پر قرضہ دلوانے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ روپیہ قرض دلوانے کے ساتھ ساتھ انھوں نے فضول خرچی کم کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ ہمارے ملک میں ایک لاکھ سے زاید ایسی سبھائیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ انکی تعداد کم ہے۔ اور اسے بڑھانا چاہئے۔ ہر ایک گاؤں میں ایک قرضہ دینے والی سبھا ہونی چاہئے۔ میں حال ہی میں پنجاب گیا تھا جہاں صوبے کے قریب قریب آدھے گاؤں میں ایسی سوسائٹیاں ہیں مجھے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ یہ سبھائیں صوبے کے دیہاتیوں کی زندگی پر بہت بڑا اثر ڈال رہی ہیں۔ مہاجنوں کو بالکل ختم ہی کردیا ہے۔ اب لوگ خود اپنے مہاجن ہیں۔ بہت سی سبھائیں اور کوآپریٹو بنک اپنے روپے سے کام کر رہے ہیں۔ اسطرح سے سبھاؤں نے نہ صرف کسانوں کو بہت بڑے مالی نقصان سے بچالیا ہے بلکہ اسکو مہاجن کے جنگل سے بھی نکال لیا ہے۔ یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ بہت سی حکومتیں ایسے قانون پاس کررہی ہیں جنکی رو سے مہاجن مقررہ سود پر روپیہ قرض دیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کرنا چاہئے کہ بہت تعداد میں کوآپریٹو سبھائیں قائم کی جائیں تاکہ کسان کو قرضہ مل سکے۔

صرف کم سود پر قرضہ مل جانے ہی سے سب کچھ نہیں مل جائیگا۔ کسانوں کے پاس کاشت کے لئے کافی زمین ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی کہ وہ زمین عمدہ موقع سے ہو۔ آجکل لاکھوں کی تعداد میں ایسے کاشتکار ہیں جن کے پاس بہت کم کم زمین ہے اور جو کچھ تھوڑی سی زمین ہے بھی وہ بہت سے ٹکڑوں میں گاؤں میں دور دور بٹی ہوئی ہے۔ کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ ایسی حالت میں کوئی کسان عمدہ کھیتی کرسکتا ہے سہیوگ

کی بنا پر کھیتوں کو آپس میں ایک جگہ ملا دینے سے کچھ تھوڑی بہت مشکل دور ہو گئی ہے۔ اس سلسلہ میں پنجاب میں کچھ اعلیٰ درجہ کا کام کیا گیا ہے۔ نہ صرف کسانوں نے اپنے بٹے ہوئے کھیتوں کو کواپریٹو سبھاؤں کے ذریعہ ایک جگہ ملا لیا ہے بلکہ انھوں نے چراگاہ۔ اسکول اور کھیل کود کے لئے میدان بھی نکال لیا ہے۔ اور گاؤں میں آمد و رفت کے لئے بہترین سڑکیں بنائی ہیں۔ میں خود بہت سے ایسے گاؤں میں گیا اور وہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ ہر شخص کے کھیتوں کو ایک جگہ اکٹھا کر لینے سے بعض بعض جگہ پیداوار دوگنی یا اس سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ خرچ اور محنت میں جو بچت ہوئی ہے اسکا تو کہنا ہی کیا۔ ہندوستان کے ہر کونے میں سہیوگ کی بنا پر کھیتوں کو ایک جگہ ملا لینے کی دھن ہونا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ بہت سے گاؤں اور بہت سی جگہوں پر چونکہ ہر شخص کے پاس کل کھیتی کی زمین اتنی کم ہے کہ اگر اسکو الگ الگ ہر شخص اکٹھا کر بھی لے تو بھی کچھ زیادہ کام نہ چل سکے۔ ایسی جگہوں کے لئے کوآپ فارمنگ یعنی آپس میں مل جل کر کھیتی بہت ضروری ہے۔ گاؤں میں جتنی کھیتی کی زمین ہو سب کواپریٹو سبھا کو دے دی جائے اور تب وہ ایک بڑے فارم کی طرح سے کاشت کی جائے۔ گورنمنٹ کی مدد سے روپیہ اور دوسرا ضروری سامان آسانی سے مل سکتا ہے۔ پیداوار تو کئی گنا بڑھ جانا یقینی ہے۔ جو کچھ پیدا ہو وہ کسانوں میں انکی زمین کے حصہ اور انکی محنت کے حساب سے بانٹ دیا جائے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں ابھی تک کوئی خاص کوشش کواپریٹو کاشت کی نہیں کی گئی چونکہ یہ نئی چیز ہے اس لئے اسکو شروع کرنے کیلئے گورنمنٹ کی مدد بہت ہی ضروری ہے۔ مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہے کہ حکومت بڑودہ جلد ہی ایک ایسی اسکیم انھیں طریقوں پر شروع کرنے والی ہے۔ مجھے امید ہے کہ دوسری حکومتیں بھی اسے شروع کریں گی۔ روس کی مثال صاف صاف ہمارے سامنے ہے۔ مجھے امید ہے کہ دوسری حکومتیں بھی اسے شروع کریں گی۔ روس کی مثال صاف صاف ہمارے سامنے ہے۔ روس کی زراعت بیس سال پہلے اتنی ہی خراب حالت میں تھی جتنی آج ہماری ہے۔ لیکن مل جل کر کھیتی کرنے سے انھوں نے کھیتی کا نقشہ ہی بدل دیا۔ پیداوار کئی گناہ زیادہ ہو گئی ہے اور وہاں کے کسان اب وہ غریب اور لاچار کسان نہ رہے جیساکہ روسی انقلاب سے پیشتر تھے۔

ہمارے کسانوں کی دوسری بہت بڑی ضرورت عمدہ بیج۔ کھاد اور اوزار کا بہم پہونچانا ہے۔ اس معاملہ میں گورنمنٹ جو بھی مدد دے سکے بہت خوشی کی بات ہے لیکن کسانوں کا اسکا فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ کواپریٹو سبھائیں بناکر آپس میں مل جل جائیں۔ ہر گاؤں کی سوسائٹی کا ایک الگ اسٹور (گودام یا دوکان) ہونا چاہئے۔ جو ایسے بڑے بڑے گوداموں سے ملا ہوا ہو جنکو کواپریٹو ڈولپمنٹ یونینیں چلا رہی ہیں۔ کوئی بھی ایسا مقام نہ ہونا چاہیئے جہاں بیج کا اسٹور نہ ہو۔

لیکن یہ تمام کوششیں بیکار ہونگی جب تک کہ کسانوں کی پیداوار کو منافع کے ساتھ بیچنے کا خوب عمدہ انتظام نہ ہو۔ آج کل منڈیاں بدنیت آڑھتیوں کے ہاتھ میں ہیں جو کسانوں کو جب وہ پیداوار بیچنے کیلئے لاتے ہیں ہر ممکن طریقہ سے لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ باہمی فروخت کرنے والی یونینیں منڈیوں کے آس پاس کے علاقوں کی تمام کواپریٹو سبھاؤں کے ممبروں کے غلہ کی فروخت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ انکو اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ کسی طرح پر کسانوں کا نقصان نہ ہو۔ انکے پاس گودام ہونا چاہئیں۔ جہاں وہ اگر ضرورت پڑے تو غلہ جمع بھی کر سکیں تاکہ کچھ دنوں بعد وہ زیادہ قیمت پر بیچا جائے۔ ایسی فروخت کرنے والی یونینیں بہت بڑے پیمانہ پر صوبہ بھر میں بنائی گئی ہیں اور حالانکہ انکو کام شروع کئے ابھی بہت کم عرصہ ہوا ہے تاہم یہ بات کافی اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے کہ کسانوں کا سنگھٹن منڈی کی رسموں اور وہاں کی خراب حالت کو بدل کر رہے گا۔ اور انکی آمدنی شرطیہ بڑھا دے گا۔ ان فروخت کرنے والی یونینوں کو چاہیے کہ اپنے اپنے حلقہ کے سدھار کا کام

بھی ہاتھ میں لیں۔ ہر جگہ خود پروپیگنڈا کریں۔ بیج۔ کھاد اور اوزار
پہنچائیں اور سدھار کے کل محکموں کے لئے کام کرنے کا بہترین
ذریعہ بن جائیں۔

میں چاہتا ہوں کہ کواپریٹو سبھائیں دیہاتی علاقہ پر چھا
جائیں۔ پہلے یہ سبھائیں کواپریٹو فروخت اور سدھار کرنے والی
جماعتوں سے ملا دی جائیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس بات
کی کوشش کی جائے کہ یہ یونینیں ہر منڈی کے علاقہ میں ہوں۔
اس کے بعد ان سبھاؤں کو صوبہ یا علاقہ کی بڑی
جماعتوں سے ملایا جائے۔ انھیں جماعتوں کے ذریعہ حکومت
کو اپنی مدد اور نصیحت دینا چاہئے۔ انھیں جماعتوں کے ذریعہ
گرام سدھار کا تمام تمام کام ہونا چاہئے۔ اور انھیں سبھاؤں
کے ذریعہ کسانوں کو اپنی مشکلیں۔ دکھ درد۔ تکلیف آرام
سب کچھ دوسروں پر ظاہر کرنا چاہئے۔ اسکے بغیر ہمارے ملک
کی زراعت کو ٹھیک کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ بہت خوشی کی بات
ہے کہ اس بارے میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ اور قریب قریب
سبھی نے ایک آواز ہو کر کہا ہے کہ آئندہ ہندوستان کی زراعت
کا دارومدار جو کچھ ہے۔ وہ سہیوگ ہی پر ہے۔ زراعت کے
شاہی کمیشن نے یہ کہا تھا اور اسکے بعد جتنی کمیٹیاں اور
کانفرنسیں ہوئیں سب نے اسے دہرایا۔

کھیتی کے سدھار سے بالکل متعلق ہمارے جانوروں کا
سدھار ہے۔ بہت سے صوبے نئی نئی اسکیمیں بنا رہے ہیں۔
ہمارے اپنے صوبہ میں مسٹر ڈیر نے ایک بہت نفیس اسکیم بنائی
ہے۔ میری رائے میں یہ اسکیم سہیوگ کے قاعدہ پر چلانا چاہئے۔
چنیدہ مقامات پر اچھے جانور پیدا کرنے والی سبھائیں قائم
کرنا چاہئیں۔ پنجاب میں یہ سبھائیں بہترین کام کر رہی ہیں اور
کوئی وجہ نہیں کہ یہ اسکیم دوسری جگہوں پر کامیاب نہ ہو۔

صنعتی سہیوگ

صنعتی سہیوگ نے ابھی تک ہمارے ملک میں کوئی
خاص ترقی نہیں کی ہے۔ لیکن یورپ اور امریکہ میں یہ بہت
زیادہ بڑھ چکا ہے۔ سہیوگیوں کا یقین ہے کہ لوگوں کو مالی مصیبتوں
سے اسی وقت چھٹکارا مل سکتا ہے جبکہ سامان استعمال کرنیوالے
لوگ اپنی کواپریٹو سبھائیں بنالیں تب ہی یہ بات ہو سکتی
ہے کہ ایک طرف تو کچھ لوگ بے حد مالدار ہیں۔ دوسری طرف
بہت سے لوگ بے حد غریب۔ اشیا کے استعمال کرنے والوں
کو صنعتی پیداوار کی پالیسی بنانا چاہئے۔ ہم کو چاہئے کہ کواپریٹو
اسٹور اور کواپریٹو تھوک فروش سبھائیں۔ اور ان تھوک بیچنے
والی سبھاؤں کو چاہئے کہ لوگوں کی ضرورتوں کے مطابق ہر چیز
کی پیداوار کی اسکیم بنائیں۔ یہ تحریک پچھم کے ملکوں میں بہت
ترقی کر گئی ہے۔ اور اکثر سرمایہ داروں کو اس نے پریشان کر دیا
ہے۔ ہمارے ملک میں کئی وجوہات سے یہ ابھی بہت پیچھے ہے۔ لیکن
لڑائی نے اسے بہت ترقی دی ہے۔ مدراس میں ڈیڑھ ہزار
اسٹور قائم ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے صوبہ میں قریب ڈھائی
سو گودام بہت خوبی سے کام کر رہے ہیں۔ یہ سب مانتے ہیں
کہ ان لوگوں کی بہترین خدمت کی ہے اور ضرورت کے
وقت تو غیر ممبروں کو بھی بہت فائدہ پہونچایا ہے۔ اناج پالیسی
کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ اس تحریک کو بڑھانا چاہئے۔ میں اس
نئی تحریک کے لئے ہندوستان میں ایک شاندار مستقبل دیکھتا
ہوں۔ نہ صرف شہروں اور قصبوں میں بلکہ دیہاتوں میں بھی جہاں
کہ خاص طور سے بیچارے کسان کو اپنی ضروریات کی چیزوں
کی منھ مانگی قیمت دینا پڑتی ہے کم سے کم ایک معاملہ میں تو تیزی
کے ساتھ ترقی کرنے کی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے سوائے
اسکے کہ سہیوگ کے قاعدہ پر کام کیا جائے۔ یہ ہے ہماری چھوٹی
چھوٹی صنعتوں کو ترقی دینا کپڑے بننا۔ پیتل کا سامان بنانا۔
چمڑے کا کام اور دوسرے ایسے کاروبار جو دیہاتوں اور
قصبوں میں بہت زیادہ پائے جاتے ہیں ان سب کا انتظام
کرنے اور انکو ترقی دینے کا صرف ایک ذریعہ ہے وہ یہ کہ کواپریٹو
سبھائیں اور بڑی جماعتیں بنا کر ان میں سہیوگ قائم کیا جائے
ان جماعتوں کے ذریعہ کاریگروں کو ضروری روپیہ اور اوزار

مہیا کئے جائیں۔ چین نے ابھی حال ہی میں یہ ثابت کردیا ہے کہ اس معاملہ میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ جب جاپانیوں نے بڑے بڑے صنعتی مقامات پر قبضہ کرلیا تو فیکٹریوں کو ٹکڑے کر کے بڑے شہروں سے دیہاتوں میں ہٹا دینا پڑا۔ کس طرح سے انکو دیہاتوں میں سہیوگ کی بنا پر قائم کیا گیا ہے اسکا اگر بیان کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کتنا بڑا کارنامہ ہے چین کے صنعتی سہیوگ نے ملک کو بہت بڑی مصیبت سے بچالیا۔ ہمارے ملک میں بھی کپڑا بننے والوں کی بہت سی سبھائیں ہیں لیکن دوسرے کاریگروں میں سہیوگ ابھی شروع ہی ہوا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ کل بڑے شہروں میں کاریگروں کی سبھائیں قائم کر دی جائیں۔ ان میں آپس میں تعلق قائم کر دیا جائے اور روپیہ اور سامان بہم پہونچایا جائے اور راستے بتائے جائیں تاکہ وہ آسانی سے بڑے پیمانہ پر قائم شدہ صنعت وحرفت سے مقابلہ کرسکیں۔

صنعتی حلقہ میں سہیوگ کو ترقی کے بہت ہی زیادہ امکانات ہیں۔ باہمی طور پر بجلی مہیا کرنے اور دودھ و دودھ سے سامان بنانے والی کواپریٹو سبھائیں اور روئی صاف کرنے والی کواپریٹو ملیں یہ سب دوسرے ملکوں میں کام کر رہی ہیں۔ ہمکو اپنے ملک میں بھی انکا تجربہ کرنا چاہئے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہونگی۔ صرف ایک بات ضروری ہے۔ وہ یہ کہ گورنمنٹ کو مدد دینا چاہئے اور ایسا معلوم پڑتا ہے کہ یہ پورے طریقے سے حاصل ہوگی۔

مختصر یہ کہ زراعت اور صنعت دونوں میں کواپریٹو سبھاؤں کو کل کے ہندوستان میں بہت بڑا کام کرنا ہے۔

(آل انڈیا ریڈیو کی اجازت سے)

غریب جاہل اور قسمت کے سہارے زندہ رہنے والے لوگوں کے درمیان ابتدائی قرضہ سوسائیٹوں کو منظم کرنے کے لئے ابتدا سے ہی اسکیم بنانی چاہئے۔ کیونکہ اگر اسکیم جلد بازی میں بنائی گئی اور اس میں نقص رہ گیا اور جسکا انجام یہ ہوا کہ آخیر میں اسکو ختم ہوجانا پڑے تو کچھ عرصہ تک کسی دوسری نئی اصلاح یا نئے نظام کے متعلق بے اعتمادی اور مخالفت ہوتی رہیگی اور نظام سے حاصل ہونے والے فائدے نہ اٹھا سکینگے۔ کیونکہ انکے دماغ میں یہ بات بنی رہیگی کہ اسکا آخری نتیجہ برا ہوا ہوگا۔ اسلئے یہ زیادہ اچھا ہوگا کہ اگر ایک سوسائٹی ٹوٹ جائے تو اسکی جگہ پر دوسری سوسائٹی اسوقت تک نہ قائم کی جائے، جب تک لوگ ٹوٹنے والی سوسائٹی کی مشکلات کو بھول نہ جائیں۔ اتنا ہی نہیں زراعت سے تعلق رکھنے والی ابتدائی قرضہ سوسائیٹوں کے ناکام ہونے کے نتیجہ میں اسکے ممبر بھی نہ برباد ہونگے۔ کیونکہ آگے آنے والے ممبر بھی پرانی سوسائٹی اور اپنے پڑوسیوں کی حالت دیکھکر ممبر ہونے سے ڈرینگے۔

('پرنسپل آف آرگنائزیشن' سے)

شادی میں فضول خرچی نہ کیجئے

ایک نصیحت امیز کہانی

ارمان

(از جناب رسول احمد)

(شادی میں اکثر لوگ فضول خرچی کرتے ہیں۔ اپنے دل کا حوصلہ نکالنے کیلئے انکو قرض کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ رگھوراج نے بھی اپنے بیٹے کی شادی میں ٹھاکر صاحب سے قرض لیا۔ اسکا کیا انجام ہوا یہ اس دلچسپ اور نصیحت آمیز کہانی میں پڑھئے۔)

ٹھاکر رام پال سنگھ نے کندھے پر رکھی ہوئی لمبی لاٹھی کو زمین پر رکھدیا اور کان پر رکھی ہوئی چونے کی بڑی گولی سے ذرا سا چونا زبان کی نوک پر رکھکر اور ایک لمبی پیک تھوک کر مسکراتے ہوئے سامنے کھڑے شخص سے کہا۔ "کہو رگھو راج اب کیا ارادہ ہے؟"

"کیا ارادہ ہے ٹھاکر صاحب؟"

"اب ایسی کہوگے، واہ رگھو راج بھائی"۔ ٹھاکر صاحب نے تمباکو کی پیک تھوکتے ہوئے دوبارہ کہا۔

"نہیں کچھ کہو تو ٹھاکر صاحب ابھی کچھ سمجھ نہیں سکا ٹھاکر صاحب کہ ....."

معنی خیز نگاہوں سے ٹھاکر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے رگھوراج نے پوچھا۔

"ارے یار، لڑکے کی شادی ہے کہ نہیں"

"ہاں ٹھاکر صاحب آپ لوگوں کی مہربانی سے شادی تو ٹھیک ہو گئی ہے"

"وہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ لڑکے کی شادی کر رہے ہو۔ بیٹو ہو کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی پکی ہوئی اب روٹیاں کھاؤگے، اور اگر مالک نے جوڑے کو سلامت رکھا تو سال ڈیڑھ سال کے بعد گود میں پوتے کے لئے گھوما کروگے۔ ٹھاکر صاحب نے عجب طرح کا منہ بناکر چبا چبا کر کہا۔

"آپ نے بھی ٹھاکر صاحب کہاں کی باتیں کہہ ڈالیں۔ سب مالک کی مہربانی اور آپ بڑے لوگوں کی مہربانی ہے...." انکساری دکھاتے ہوئے رگھوراج نے کہنا چاہا مگر ٹھاکر صاحب نے بات درمیان میں کاٹ کر کہا۔

"مالک کے کرم میں اب کیا شک ہے رگھوراج، جس آدمی کو اپنے لڑکے لڑکی کی شادی اپنے ہاتھوں کرنے اور دیکھنے کا موقع ملے۔ بھلا اس سے بڑھکر کون خوش نصیب ہو سکتا ہے بھائی"۔ ٹھاکر صاحب نے پھر عجب طرح کا چہرہ بناتے ہوئے کہا۔

"سب آپ ہی لوگوں کا کرم ہے ٹھاکر صاحب۔ نہیں تو اپنی ایسی ہمت کہاں" انکساری کے ساتھ رگھوراج نے کہا۔

ایک لمحہ خاموش رہکر، اور اپنی کھڑی مونچھوں کی نوک کو اپنی موٹی انگلیوں سے ٹھیک کرتے ہوئے ٹھاکر صاحب نے پھر کہا۔ "اسلئے تو کہتے ہیں رگھوراج بھائی کہ ......"

مگر بات انھوں نے پوری نہ کی، رگھوراج کو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ٹھاکر صاحب کچھ کہنا چاہتے ہوں مگر انھوں نے بات پوری نہیں کی۔ اسلئے اسنے کہا:۔ "کہئے نہ ٹھاکر صاحب آخر خاموش کیوں ہوگئے"۔

"کہنے سننے کو کیا ہے، جانتے ہی ہو کہ لڑکے کی شادی کر رہے ہو۔ ٹھاکر صاحب نے معنی خیز الفاظ میں کہا۔

"مگر کیا بتائیں ٹھاکر صاحب۔"

"ارے دل کیوں چھوٹا کرتے ہو۔

"خرچ پانی تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اپنے پاس کچھ ہے نہیں، ویسے حوصلہ تو بہت تھا ٹھاکر صاحب مگر مجبوری آدمی

کا سارا حوصلہ پست کر دیتی ہے" رگھو راج نے افسوس کیساتھ لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے بھائی مگر لڑکے کی شادی بھی روز روز نہیں ہوتی"

"ہاں ٹھاکر صاحب مگر........"

"اسلیئے آدمی بڑتا مرتا ہے۔ کتوں کی طرح پیٹ بھرنے میں تو کوئی بات ہی نہیں ہے"

"روپیہ رکھا کسکے پاس رہتا ہے رگھو راج۔ بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اور سیٹھ ساہوکاروں کے پاس بھی تو روپیہ نہیں رکھا رہتا۔ مگر کیا کبھی کسی کا کام رکتا ہے۔ آدمی جب کام کرنے پر آجاتا ہے تو کر کے ہی رہتا ہے کچھ بھی ہو"

"ہاں ہے تو ٹھیک ٹھاکر صاحب مگر آپ ہی بتلائیے کیا کریں۔ کس کے پاس دوڑیں، زمانہ ایسا ہے کہ کوئی چار پیسے دینے والا بھی یہاں نہیں ہے"

"تم بھی کیا بات کہتے ہو رگھو راج تمکو کس کے پاس دوڑنا پڑے گا، ابھی بس زبان ہلا دینے کی دیر ہے روپیہ تو تمہارے گھر آکر لوگ دے جائینگے، تم کوئی اٹھاؤ چولھا تو ہو نہیں۔" ٹھاکر صاحب نے پھر سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"آپ لوگوں کی مہربانی ہے ٹھاکر صاحب۔ نہیں تو ہم آخر کس لائق ہیں" انکساری کے ساتھ رگھو راج نے کہا۔

"کیوں نہیں آدمی اگر اپنی نیت کا ثابت ہو تو اُس کو کسی چیز کی کمی نہیں ہو سکتی"

"اوہ ٹھاکر صاحب آپ بھی کیا بات کہتے ہیں"

خاموشی کے ساتھ ٹھاکر صاحب ہتھیلی پر تمباکو ملتے رہے۔ پھر سرتی ٹھوک کر ہتھیلی کی تمباکو رگھو راج کی طرف بڑھا دی۔ اور بولے کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے۔ بیٹے کی شادی ہے" رگھو راج نے ایک چٹکی تمباکو منہ میں رکھکر کہا۔ جو حکم ٹھاکر صاحب ہم کیا آپ لوگوں سے کسی بات میں باہر ہیں۔ بات یہ تھی کہ میں سوچتا تھا کہ قرض دوقرض لیکر ارمان نکالنے سے تو بنا ارمان پورے کئے ہی اچھا ہے۔ قرض سے مجھکو ڈر بھی بہت لگتا ہے ٹھاکر صاحب۔ اور اسلیئے ابھی تک کسی کی آدھی بات نہیں سننی پڑی"

"ارے میرے تمہارے بیچ بھلا ایسی بھی کیا بات۔ ضرورت پر اگر تمھارے بھی کام نہ آیا تو پھر کیا فائدہ۔ جتنا روپیہ چاہو لے لو، اور جب ہو سکے دے دینا" ٹھاکر صاحب نے کہا۔

رگھو راج کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوگئے اسنے کہا ٹھاکر صاحب آپکی بڑی مہربانی ہے۔

"ہاں ہاں، بیٹے کی شادی میں کوئی حوصلہ باقی نہ رکھنا روپیہ پیسہ تو ہاتھ کا میل ہے آتا جاتا رہتا ہے۔ ایک سال بھی اگر بھگوان نے کھیتی میں دے دیا تو سارا قرض ادا ہے"

"وہ تو ہے ہی ٹھاکر صاحب۔ اگر آئندہ فصل اچھی ہو جائے تو دو چار سو کچھ بھی نہیں [illegible] کی اُمید میں" رگھو راج نے کہا۔

اسیطرح باتیں کرتے ہوئے دونوں چل رہے تھے ٹھاکر کے گھر کا راستہ جہاں سے مڑتا تھا وہاں آکر وہ کھڑے ہوگئے۔ اور رگھو راج سے کہنے لگے۔ اچھا تو بھائی اب تو میں ادھر سے جاؤنگا، مگر تم کسی بات کی فکر نہ کرنا، جو ضرورت ہو لے لینا کوئی حوصلہ باقی نہ رہے۔

ٹھاکر کے چلے جانے پر رگھو راج تنہا گھر کی طرف چل پڑا۔ راستہ بھر دل ہی دل وہ ٹھاکر کی طبیعت کی تعریف کرتا رہا۔ سامنے منہ نہیں کھولنا پڑا اور وہ خود ہی سب کچھ کرنے کو تیار ہو گئے۔

گھر پہونچکر رگھو راج نے اپنی عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آج بازار سے لوٹتے ہوئے ٹھاکر رام پال سنگھ مل گئے۔ ذرا سی زبان ہلائی کہ انھوں نے فوراً کہا۔ کہ رگھو راج تمکو جتنا روپیہ لینا ہو لے جاؤ، اب بتاؤ تمھارا

کیا ارادہ ہے؟"

"ابھی تم قرض تو کسی سے ایک پیسہ نہ لو جو ہے اسی میں اپنے ارمان نکالینگے۔ عورت نے سنجیدگی کیساتھ کہا۔

"تم سمجھتی نہیں ہو گاؤں کے [illegible] آ رہی سکتے ہیں، اور پھر بیٹے کی شادی ہے سچ مچ بیٹے کی شادی ہے، کون ہوگا جو کہ ایسے موقع پر اپنے ارمان نہ نکالنا چاہے گا۔"

"لیکن قرض لیکر یہ سب کرنا تو اچھا نہیں ہے۔ اس سے تو پھر بعد میں پچھتانا ہی ہاتھ لگتا ہے۔ عورت نے پھر کہا۔"

"مگر گاؤں کے چار بھلے مانس کہہ رہے ہیں۔ اس دن بنسی مہراج بھی کہتے تھے کہ ہاتھ کھول کر خرچ کرو کہ چار گاؤں میں نام ہو جائے، کون تمہارے چار چھ لڑکے ہیں۔

"مگر آدمی کو اپنا آگا پیچھا خود ہی سوچ لینا چاہیے۔ بھگتنا تو اپنے کو پڑتا ہے۔"

"مگر میرا ارادہ تو اب دو سو روپیہ قرض لے ہی آنے کا ہے۔ دیکھا جائیگا [illegible] ادا کر دینگے۔ رگھو راج نے سر اونچا کرکے کہا۔"

شادی کی تیاریوں کی شکل بدل گئی۔ اب تک رگھو راج کے پاس اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی میں خرچ کرنے کیلئے روپے کی کمی تھی۔ مگر اب ٹھاکر صاحب کی مہربانی سے وہ بے فکر ہو گیا۔ دل کھولکر اسنے اپنے لڑکے کی شادی میں ارمان نکالنا شروع کر دیا۔ تمام برادری کی دعوت ہوئی۔ بہو کے لئے زیورات بنے، لڑکی والے کے دروازہ پر ناچ ہوا۔ چاروں طرف رگھو راج کے بیٹے کی شادی کی چرچا ہوئی۔ لوگ کہتے اپنے بیٹے کی شادی میں خرچ کرنے کیلئے رگھو راج نے نہ معلوم کب سے جوڑ جوڑ کر روپیہ رکھ چھوڑا تھا۔ بیٹے کی شادی کرے تو اسطرح۔ رگھو راج یہ سب سنتا تو ٹھاکر صاحب کے قرض کی بات اسکو ایکبار بھول جاتی۔

دل کے شکوک کیطرح قرض بھی بڑھتا ہے۔ رگھو راج کی امیدوں کے خلاف اس سال کی فصل اچھی نہ ہوئی حتیٰ کہ لگان ادا کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ ٹھاکر صاحب نے روپیے کا تقاضا نہ کیا، رگھو راج نے اُنسے کہا، تو کہنے لگے رگھو راج اسکی کیا بات ہے، اس سال نہ سہی اگلے سال مل جائیگا۔

دو سال گذر گئے تو ٹھاکر صاحب نے روپیہ کا تقاضا کرنا شروع کر دیا۔ مگر رگھو راج کے پاس دینے کیلئے کچھ نہ تھا۔ ٹھاکر صاحب بھی اب کیوں انتظار کرتے۔ وقت بدلوانے کیلئے رگھو راج نے کہا۔ مگر وہ ایسا کیوں کرنے لگے۔ انکی نظر تو رگھو راج کے چار بیگھہ باغ پر تھی۔ انکے چھ سال کے بچے کیلئے دودھ پینے کیلئے ضرورت تھی گائے کی اور رگھو راج کی گائے سے انکا کام چل جائیگا۔

آخر ٹھاکر صاحب نے اپنے روپیوں کیلئے رگھو راج پر نالش کر دی۔ مگر رگھو راج کیا کرتا۔ روپیہ نہ دینے کی اسکی نیت نہ تھی۔ مگر صرف روپیہ دینے کی نیت سے ہی قرض نہیں ادا ہوتا۔ اور وہ دو سو، سود کھا کھا کر پانچ سو ہو گیا تھا۔ لوگوں نے رگھو راج کو سمجھایا کہ یہ ٹھاکر کی بے ایمانی ہے۔ مقدمہ بازی ہوئی، بہو اور عورت کے زیورات فروخت کرکے وہ مقدمہ لڑا مگر آخر کار ڈگری ٹھاکر کی ہی ہوئی۔ ٹھاکر نے انکی باغ اور گائے قرق کرالی۔ رگھو راج بےبس تھا، اسکو چاروں طرف اندھیرا نظر آتا تھا۔ اور ایک دن وہ آیا جب شہر سے نیلام کرنے والے آئے۔ باغ اور گائے نیلام پر چڑھ گئے۔ گاؤں میں کس کے پاس اتنا روپیہ تھا جو بولی بولتا ٹھاکر صاحب نے ہی باغ اور گائے خرید لی۔ رگھو راج کھڑا یہ سب دیکھتا رہا۔ بزرگوں کی باغ اسکے ہاتھ سے جا رہی تھی۔ مگر باغ کے جانے کی بہ نسبت گائے کے جانے کا اسکو زیادہ غم تھا۔ اسکو وہ دن یاد آ رہا تھا جبکہ چند مہینے پہلے ہی اسکی بہو کے لڑکا ہوا تھا۔ خوشی کی یہ خبر بہو کے مائکے پہونچانے کیلئے وہ خود دوڑا گیا تھا۔ جب وہ لوٹنے لگا۔ تب سمدھی نے کھونٹے سے گائے کھولکر اسکی رسی رگھو راج کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا تھا۔ بچے کو دودھ پینے کے لئے اسکو لیتے جاؤ۔ مگر بچہ اس گائے کا دودھ نہ پی سکا شاید انھوں نے ٹھگا کرکے بچے کو دودھ کے لئے ہی وہ گائے دی تھی۔

ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار

مئی ربیع کی فصل کٹائی مڑائی میں پھنسے ہونے کیوجہ سے کسانوں کو دیہات سدھار کے کاموں کیطرف توجہ کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ پھر بھی اس مہینے میں بہت سے کام کئے گئے۔ جن سے گاؤں کی حالت کا سدھار ہوا۔ اچھی کھاد حاصل کرنے کیلئے ۲۲۲۷ کھاد کے گڈھے بنائے گئے۔ اور ۲۲۹۸ دوسرے گڈھے بنائے گئے جنہیں پیشاب اکٹھا کیا جا سکے اور پیشاب سے بھیگی مٹی کھاد کے کام آسکے۔ کھیتی کی ترقی کیلئے ۱۲۰ نئے قسم کے اوزاروں کا رواج گاؤں میں دیا گیا۔ جانوروں کی نسل سدھارنے کی غرض سے اچھی قسم کے ۵۱ سانڈ اور ۱۰۰۹ جانور گاؤں میں تقسیم کئے گئے۔ نیچے درجہ کے ۲۰، سانڈوں کو بدھیا کیا گیا۔ بیجوں کا سدھار کرنے کے لئے گاؤں میں ۱۸ نمائشیں کی گئیں زیادہ باغ لگاؤ تحریک کے سلسلہ میں ۱۱۷۵ پھل کے درخت لگائے گئے۔ اور ۱۶ نرسریاں یا پیاد اڈوں شروع کی گئیں۔ جہاں سے پھلوں کے درختوں کے لئے بیہن کے درخت حاصل کئے جا سکیں۔

گاؤں کی صفائی اور تندرستی کی طرف بھی کافی توجہ کی گئی۔ گندہ پانی خشک کرنے والے ۵۰۹، گڈھے بنائے گئے۔ گاؤں کے مکانوں کے لئے ۲۰۴۶ روشن دان دے گئے۔ ۶۹۲ کنوؤں کی صفائی کی گئی۔ کنوؤں کے کنارے عوام کے نہانے کے لئے ۱۳۲۲ حمام بنائے گئے۔ گاؤں کا پانی بہنے کے نالیاں بنائی گئیں۔ جنکی کل لمبائی ۵۸۰۴ گز ہے۔ آبادی کے سور باڑوں کو گاؤں سے دور بنایا گیا۔ ان سور باڑوں کی تعداد ۱۳۶۵ تھی۔ ۱۱۸۲ کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں کو صاف کیا گیا۔ ۸۷۱ پاخانے اور ۱۴۱ پیشاب دان گاؤں میں دئے گئے۔ ۶۸۹ پھرہروں کو برابر کیا گیا۔ ۱۸۴۵ گڈوں کو پاٹا گیا اور ۴۹۱۴ گلیاں صاف کی گئیں۔

گاؤں والوں کو تندرستی کے لئے دوائیں تقسیم کی گئیں۔ دوا خانوں سے دوا لینے والوں کی تعداد ۴۷۶۴۵ تھی۔ چھوت کی بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے تدابیر کی گئیں۔ ۱۲۵۲۷ اشخاص کے ٹیکا لگایا گیا۔ ۵۵۸ دلیسی دایوں کو دائی گیری اور ۵۰۹ دوسرے لوگوں کو ابتدائی امداد کی تعلیم دی گئی۔ اس مہینے میں ۴۵۴، سبھائیں اور نمائشیں کی گئیں۔ ۲۴ ڈرامے کھیلے گئے۔ ۱۴۲ بھجن منڈلیاں کی گئیں اور ۱۰۰ اکھاڑے شروع کئے گئے۔ ۱۴۵ سیوا دل قائم کئے گئے۔ دیہات سیوک اسکاؤٹوں کو ٹریننگ دینے کا کام برابر جاری رہا۔ اس مہینے میں ۱۱۹۴ اسکاؤٹوں کو ٹریننگ دی گئی۔

اس مہینے میں گاؤں کی پنچائتوں کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی طرف زیادہ توجہ کی گئی۔ صوبہ کے تقریباً ہر ایک ضلع میں دھرم گولہ کے لئے اناج اکٹھا کیا گیا۔

دیہات سدھار کے ملازمین نے فوجی خاندانوں کی ضرورتوں کو پوری کرنے اور انکو ہر طرح کی امداد پہونچانے کا کام کیا۔ انھوں نے انکے خطوط لکھنے میں مدد پہونچائی۔ انکے باہمی جھگڑوں کا پنچایتوں کے ذریعہ فیصلہ کرایا اور بیماروں کے علاج کا انتظام کیا۔

مئی کے مہینے میں گاؤں والوں نے اپنے گاؤں کو سدھارنے کیطرف زیادہ توجہ دی۔ ۱۴۷۵ کھاد کے گڈھے کھود دے گئے اور ۳۸۷۴ پیشاب کی کھاد اکھٹی کرنے کے لئے سوختے بنائے گئے۔ سنچائی کے لئے ۱۳ کنوؤں کی مرمت کی گئی۔ اور ۸ کنوئیں نئے سرے سے بنائے گئے۔ ۶۵ بندھیاں بنائی گئیں۔ اور ۱۴۵ نئے قسم کے کھیتی کے اوزار گاؤں میں تقسیم کئے گئے۔ گاؤں کے جانوروں کی

نسل کو سدھارنے کے مقصد سے ۵ اچھے
سانڈ اور ۲۱۶ اچھی قسم کے جانور گاؤں
میں دے گئے۔ ۱۱۵۹ نیچے درجہ کے سانڈوں
کو بدھیاں کیا گیا اور ۲۱۶۰ بیمار جانوروں کا
علاج کیا گیا۔ گاؤں میں ۱۸ نمائشیں کی گئیں۔
پھلوں کے پیڑ لگانے کی تحریک جاری رہی۔
اس سلسلہ میں ۶۸۸ نئے درخت لگائے گئے اور
۱۲ نرسریاں قائم کی گئیں۔

گاؤں کی تندرستی کو سدھارنے کی طرف
زیادہ توجہ دی گئی۔ ۴۲۹۷ سوختے بنائے گئے
اور ۵۰۵۰ روشن دان گاؤں میں دئے گئے۔
۲۲۲ کنوؤں کی صفائی کی گئی۔ اور کنوؤں کے کنارے
لوگوں کے نہانے کے لئے ۱۳۴ حمام بنائے گئے۔
گاؤں کا گندہ پانی باہر نکالنے کے لئے نالیاں
بنائی گئیں جنکی کل لمبائی ۳۰۸۸ گز تھی۔ آبادی
میں سور باڑے ہونے کی وجہ سے گندگی پھیلتی ہے۔
لہذا ۵۱۸ سور باڑوں کو گاؤں سے ہٹایا گیا۔ ۱۵۴۲۱
کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں کو صاف کیا گیا۔ ۱۲۰۱ پاخانے
اور ۹۳ پیشاب دان گاؤں میں دے گئے ۶۰۰
کھنڈروں کو برابر کیا گیا۔ اور ۴۱۰ گڈھوں کو پاٹا گیا۔
۲۹۸۳ گلیاں صاف کی گئیں۔
اس مہینے میں ۱۸۰ دواؤں کے بکس گاؤں میں
رکھے گئے۔ دیہات کے سدھار دواخانوں سے
۳۵۹۹۷ لوگوں کا علاج کیا گیا۔ ۱۹۰۳۴ لوگوں
کو چھوت کی بیماریوں کا ٹیکا دیا گیا۔ ۱۴۷ دیسی
دائیوں کو ٹریننگ دی گئی اور ۱۴۶۰ لوگوں کو
ابتدائی امداد کی تعلیم دی گئی۔ گاؤں میں دیہات
سدھار کا پرچار کرنے کیلئے ۵۴۷۴ جلسے کئے گئے
۳۴ ڈرامے کھیلے گئے اور ۱۸۰ بھجن منڈلیاں قائم
کی گئیں۔ ۱۴۵ نئے اکھاڑے شروع کئے گئے اور ۲۱۲
سیوادل قائم کئے گئے۔ ۴۷۰۶ دیہات اسکاؤٹوں نے
ٹریننگ حاصل کی۔ گاؤں والوں میں دلچسپیاں پیدا
کرنے کے لئے ۳۲۵ مقابلے اور ٹورنامینٹ کئے گئے۔

گاؤں میں گھریلو دھندوں کی طرف گاؤں
والوں کی دلچسپی بڑھانے کیلئے ۲۶ گھریلو دھندے
شروع کئے گئے اور ۲۹۶ لوگوں کو دھندے شروع
کرنے کی تعلیم دی گئی۔ گاؤں میں تین پنچائت گھر اور
۳۴ نمونے کے گھر بنائے گئے۔

فوجی خاندانوں کو امداد پہونچانے کا کام جاری رہا۔
گاؤں سدھار کے ملازمین نے فوجی خاندانوں کے خط
لکھنے بھیجنے میں مدد پہونچائی۔ انکے باہمی جھگڑے پنچایتوں
کے ذریعہ طے کرایا اور انکے گھر میں بیمار رہنے والوں
کے علاج کا انتظام کیا۔

سوال - جواب

سوال - میری نرسری کے پودوں کو کسکٹا سے بہت نقصان ہوتا ہے، اسکو برباد کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب - کسکٹا جسکو سرن لتا بھی کہتے ہیں، یہ ایک طرح کی بیل ہے، جو درختوں پر چڑھتی ہے - اسکی پتیاں چھوٹی پتلی اور لمبی ہوتی ہے - تمام بیل میں ہریالی تقریباً ہوتی ہی نہیں ہے - پودوں کا رنگ عام طور پر پیلا ہوتا ہے - کبھی کبھی اسکا پودا نارنگی رنگ کا بھی ہوتا ہے - اسکی کچھ اور بھی قسمیں ہوتی ہیں جسمیں ایک کا رنگ ہلکا لال یا ہلکا بیگنی ہوتا ہے - اسکے پھول بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور ایک گچھے میں نکلتے ہیں - ویسے اس بیل کی زندگی صرف ایک سال کی ہوتی ہے، لیکن اسکے بیج زمین پر پڑے رہتے ہیں اور مناسب موسم پاکر اگ آتے ہیں -

کسکٹا کے بیجوں میں بسنت رت میں انکھوے نکلتے ہیں - جب تک نئے پودے کو بیج سے خوراک ملتی رہتی ہے، تب تک وہ آزادی کے ساتھ اگتا رہتا ہے - اس بیچ میں اگر اسے کوئی ایسا دوسرا پودا نہیں ملتا جس پر چڑھ سکے تو یہ پودا خشک ہو جاتا ہے - جس پودے پر یہ بیل چڑھتی ہے اسکی خوراک چھین کر خود تب تک بڑھتی رہتی ہے جب تک کہ ایک بیج نہیں ختم ہو جاتے - اس سے پتلی پتلی جڑیں نکلتی ہیں جو درخت میں گھس جاتی ہیں اور اس درخت کو خوراک پہونچانے والی نالیوں تک پہونچ جاتی ہیں - اسطرح کی جڑیں جس پودے پر کسکٹا کی بیل چڑھی ہوتی ہیں اسکی خوراک کو کھینچ کر بیل تنے میں پہونچاتی رہتی ہیں - جب ایسا ہو جاتا ہے تب کسکٹا کی بیل زمین سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا - اسکا نیچے والا حصہ خشک ہو جاتا ہے اور باقی حصہ جس پودے پر چڑھی ہوتی ہے اسی پر پوری طرح سے منحصر ہو جاتی ہے - اور اسی سے اپنی خوراک بھی حاصل کرتی ہے -

کسکٹا کے بیج کے تین چار یا پانچ سال تک بنے رہتے ہیں اسکو برباد کرنے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں یہ بیل اگی ہوئی دکھائی پڑے اسکو فوراً اکھاڑ کر جلا دیا جائے - اس طرح کرنے سے کچھ وقت بعد کسکٹا سے نجات مل سکتی ہے -

سوال - مرغی کے بچوں میں نر مادہ کیسے پہچانا جا سکتا ہے؟

جواب - مرغیوں میں نر مادہ کی پہچان مشق اور تجربہ پر منحصر ہے - اسکے متعلق کوئی طے شدہ اصول نہیں بنائے جا سکتے -

مرغ، مرغیوں کی بہ نسبت دیکھنے میں مضبوط اور اونچی چوٹی والے ہوتے ہیں - علاوہ اسکے انکی آواز بھی بھاری اور کرخت ہوتی ہے - تجربہ کار لوگ مرغیوں کے بچوں میں اپنی تجربہ کار نگاہوں کا استعمال کرتے ہیں - دیکھنے پر بچپن میں ہی مرغ میں نر ہونے کے اوصاف دکھائی دینے لگتے ہیں -

مرغ کی چوٹی مرغی کے بہ نسبت بہت جلدی بڑھتی ہے -

عام طور پر مرغ کے پر اور روئیں چھ ہفتہ بعد جمنے شروع ہو جاتے ہیں - مرغ کی دم، مرغیوں کی دم کی بہ نسبت جلدی بڑھتی ہے -

پنکھ کو اٹھائیے تو نیچے جو روئیں ابھی نکل رہے ہیں - اگر وہ نکیلے ہیں تو وہ مرغ ہوگا اور اگر وہ گول ہیں تو مرغی ہوگی - علاوہ اس کے مرغوں کا چہرہ، چوٹی وغیرہ جلد ہی لال ہو جاتے ہیں -

سوال - کیا جانوروں کی خوراک کا انکی کھاد پر بھی اثر پڑتا ہے؟

جواب - جانوروں کی خوراک میں جسقدر زیادہ صحت بخش عناصر جنمیں خاصکر نائٹروجن فاسفورسک ایسڈ، پوٹاش اور چونا ہے - ہونگے - انکے گوبر کی کھاد اسیقدر مفید ہوگی - اسلئے جانوروں کو ایسے پودوں کی خوراک دیجائے جنمیں خوراک کے سلسلہ کی متذکرہ بالا خوبیاں موجود ہوں - جانوروں کو سوکھی گھاس اور بھوسہ کھلانے سے جو گوبر ہوگا اسکی کھاد کم طاقتور ہوگی - خاصکر اسمیں نائٹروجن کم ہوگی - کیونکہ ان چاروں نائٹروجن کی مقدار کم ہوتی ہے - برخلاف اسکے گیہوں کا چوکر دلیا، بنولہ کھلایا جائے تو اسکے جو گوبر ہوگا - اسمیں نائٹروجن اور فاسفورس کی مقدار زیادہ ہوگی - اسطرح جانوروں سے اچھی کھاد حاصل کرنے کیلئے انکو صحت بخش خوراک دینا ضروری ہے -

سوال - کیا آپ براہ کرم یہ بتلانے کی کوشش کرینگے کہ امرود کی چھٹائی کا فصل پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب - اس سلسلہ میں الہ آباد میں ایک تجربہ کیا گیا ہے جس سے پتہ چلا ہے کہ زیادہ چھٹائی کئے گئے امرود کے درختوں سے بڑے بڑے امرود حاصل ہوئے - مگر انکی تعداد چھٹائی نہ کئے گئے درختوں میں ہونیوالے امرودوں سے کم تھی - اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ امرود کی زیادہ چھٹائی کرنا مفید نہیں ہے -

گرام سیوک دل

چند سال ہوئے صوبۂ متحدہ میں، دیہات سدھار اسکاؤٹ تحریک کی ابتدا ہوئی - یہ تحریک اس صوبہ کی اپنی خصوصیت ہے - اگر دیہات کے خادم اسکاؤٹ اپنے مقاصد کو سچی طور پر پورا کریں تو دیہات سدھار کے کام میں - وہ بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں - ہماری خواہش ہے کہ اس جماعت کا سارے ہندوستان میں پرچار ہو لیکن یہ اسیوقت ممکن ہے جب ہمارے دیہاتی اسکاؤٹ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں منہمک رہے - انھیں اپنے کاموں اور طریقہ کو دیش کے دوسرے لوگوں کے لئے معیار مقرر کرنا چاہیئے - تاکہ دوسرے لوگ انکے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے آدیں اور انکی پیروی کریں - یہی نہیں بلکہ انھیں چاہیئے کہ اپنی اس تحریک میں وہ ہمیشہ رہنما بنے اور دوسروں معیار بنے رہیں -

صوبۂ متحدہ میں دیہاتی اسکاؤٹوں کی متعدد ریلیاں اور ٹورنامنٹ ہوئے ہیں - مگر یہ سب سرکاری افسران کی تحریک پر ممکن ہو سکا ہے - اب وہ وقت آگیا ہے کہ دیہاتی اسکاؤٹ اپنے سچے مقاصد کی تکمیل کے لئے خود ہی منظم ہوں - ڈرل، کھیل اور ٹریننگ انسان کو ایک خاص کام کے مناسب بناتی ہیں - لیکن صرف اتنے سے ہی انھیں مطمئن نہ ہوجانا چاہیئے انھیں چاہیئے کہ وہ خود اپنے آپ سے دریافت کریں کہ گاؤں کی ترقی کیسے ہوسکتی ہے - اور اسکے لئے انھوں نے کیا کیا ہے اور کیا کرنا ابھی باقی ہے - کسی باہری شخص کے کہنے پر کوئی کام کر دینے بھر سے ہی انکے مقاصد کی تکمیل نہیں ہو سکتی ہے - انکو خود ہی سب کچھ کرنا چاہیئے - اسکے لئے سب سے ضروری بات ہے خدمت کے جذبات پیدا کرنے کی - دیہات سیوک تحریک کا بھی خاص مقولہ ہے - جب تک ہمارے دیہاتی اسکاؤٹوں کے دل میں خدمت کے جذبات نہ ہونگے تب تک یہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی - اور نہ دیہات کے خادم اسکاؤٹ اپنے سچے مقاصد کو مکمل ہی کر سکتے ہیں - جسطرح خیرات گھر سے شروع کی جاتی ہے - اسیطرح دیہات کی خدمت کا کام بھی اپنے ہی گاؤں سے شروع کرنا چاہیئے - ڈرل، پی ٹی اور جسمانی چستی کو ضروری ہے ہی - مگر سب سے ضروری ہے آپ میں دیہات کی خدمت کرنے کی لگن کا ہونا - یعنی آپکو اپنے سے پوچھنا چاہیئے کہ کسطرح اپنے کام کو فراموش کرکے دوسروں کی تکالیف دور کر سکتے ہیں، انکی مدد کر سکتے نہیں -

اس مقصد کے پیش نظر سبھی ضلعوں میں گاؤں گاؤں میں گرام سیوک منڈل بنانے کیلئے حکم نامہ

بھیجا گیا ہے۔ گرام سیوک منڈل کے کاموں کی خبروں کو
شائع کرنے کیلئے "ہل" میں ہر مہینے ہم ایک یا دو صفحہ
دینگے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سبھی اپنے اپنے گاؤں میں
ایک ایک گرام سیوک منڈل قائم کریں۔ ہر منڈل
کے پاس ایک ایک رجسٹر ہونا چاہئے، جسمیں منڈل
کی کارگزاری اور اسکاؤٹوں کے ذریعہ انجام پائے
ہوئے خدمات کے کام کا ذکر کیا جائے۔ انمیں سے جن
کاموں کو زیادہ اہم سمجھتے ہوں، جو خصوصیت رکھتے
ہوں انکا مختصر تذکرہ لکھکر ہمارے پاس روانہ کیجئے۔
ہم ان سب کو یا انمیں سے کچھ کو "ہل" میں شائع کرنے
کی کوشش کرینگے۔ اسطرح انکی خدمات کا ایک مستقل ریکارڈ
تیار ہو جائیگا۔ خدمات کا ذکر سادی زبان میں ہونا
چاہئے، اس میں نہ تو مغالطہ ہو اور نہ اپنی تعریف۔
کہنے کی یہ نسبت کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جن
خدمات کی رپورٹ آپ "ہل" میں شائع کرنے کیلئے
روانہ کریں۔ اسکی حقیقیت کی تصدیق سرپنچ اور
آرگنائزر سے کرالیں۔ اس طرح کی خبریں ایڈیٹر "ہل"
دیہات سدھار افسر یو۔ پی۔ لکھنؤ کے پتہ سے آنی
چاہئیں۔ اس طرح کے خطوط منظور نہیں کئے جائینگے۔
اور نہ اسکے متعلق کوئی خط کتابت ہی کی جائیگی۔ کبھی
شروع میں آپنے اسکاؤٹ ٹیم میں جو بھی کام کیا ہو،
اسکا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تین مہینے کے اندر کی گئی
خدمات کو شائع کرنے میں ترجیح دی جائیگی۔ نیچے کچھ مثالیں
دی جا رہی ہیں جنسے آپکو معلوم ہو جائیگا کہ کسطرح کے واقعات
کی خبریں بھیجنی چاہئیں۔

بڑی بڑی ریلیوں اور ٹورنامنٹوں کا ذکر انسپکٹران
روانہ کرینگے۔ اسلئے انکی خبریں روانہ کرنے کی آپکو
ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے آپ صرف سماجی خدمات کی
خبریں ہی شائع کرنے کے لئے روانہ کیجئے۔ نیچے جو مثالیں
دی جا رہی ہیں وہ دیہات۔کے خدمات کرنے والے
اسکاؤٹوں یا دوسرے نوجوانوں کے ذریعہ کئے گئے
کاموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ انکے شائع کرنے کا مقصد
صرف یہ بتانا ہے کہ کس طرح کے کاموں کی خبریں روانہ
کیجانی چاہئیں۔ لیکن "ہل" میں دیہاتی اسکاؤٹوں
کی خدمات کی خبریں شائع کی جائینگی۔

مثلاً:-

(۱) اناج کے بوروں سے لدی ہوئی ایک لاری
ایک شہر سے دوسرے شہر کیلئے جا رہی تھی۔ شام کے
وقت وہ ایک گاؤں کے پاس سے ہو کر گذری۔ گاؤں
سے تقریباً دو میل آگے جاکر لاری الٹ گئی اور اس میں
دو تین آدمیوں کو کافی چوٹ لگی۔ اناج کے بورے
کھیت میں بکھر گئے۔ یہ خبر گاؤں میں پہونچی تو گاؤں
کے اسکاؤٹ فوراً موقع پر پہونچے۔ رات بھر اناج
کے بوروں کی رکھوالی کرتے رہے دوسرے دن جب
افسروں کے ذریعہ انتظام نہیں ہو گیا۔ تب تک وہ اسکی
رکھوالی کرتے رہے۔

(۲) رات میں ایک گھر میں آگ لگی۔ اسکاؤٹوں
نے مکان کی چیزوں کو آگ میں جلنے سے بچایا، اور رات
بھر مکان کے باہر پڑے ہوئے سامان کی رکھوالی کرتے رہے۔

(۳) مدراس میں ایک گاؤں کے نوجوانوں نے
شراب نوشی کی عادت سے پریشان ہو کر یہ حساب لگایا
کہ شراب نوشی کیوجہ سے اس گاؤں کا کتنا نقصان ہوا ہے۔
انھوں نے شراب کی مخالفت میں تحریک شروع کی۔ لوگوں
کو سمجھا بجھا کر انکی عادت چھڑائی، اسطرح گاؤں کے شراب
نوشی کے سلسلہ کے اخراجات کو بہت کم کر دیا۔

(۴) اس صوبہ کے ایک گاؤں کے نوجوانوں نے یہ
تجویز پاس کی کہ ہولی یا شادی بیاہ کے موقع پر گندے گیت
نہ گائے جائیں۔ اور کھلے طور شراب نوشی نہ کی جائے۔ کچھ

سالوں سے وہ برابر اس طرف توجہ کرتے آرہے ہیں۔ ایک دوسرے گاؤں میں اسکاؤٹوں نے شادی، موت، اور دعوتوں کے موقعوں پر بے جا اور زیادہ اخراجات کے خلاف تجویزیں پاس کیں۔ اور یہ طے کیا کہ ان موقعوں پر کتنا روپیہ خرچ کیا جائیگا اور کتنا پنڈتوں مولویوں کو مختلف موقعوں پر دیا جائیگا۔ ایک گاؤں میں چوروں کا بڑا خطرہ تھا اسکاؤٹوں نے رات میں پہرا دینا شروع کیا۔ اسکاؤں کے ایک گروہ سے چوروں کا مقابلہ ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اسکاؤٹ کے سر میں چوٹ آئی لیکن چھ چور پکڑے گئے۔

(۵) متذکرہ بالا مثالوں کے علاوہ اسکاؤٹ اپنے گاؤں میں ایک کتاب خانہ یا اخبار گھر کھول سکتے ہیں۔ وہ اپنے یہاں مدد گھر بھی کھول سکتے ہیں۔ جہاں کوئی مصیبت زدہ یا اجنبی کسی وقت رات یا دن میں جاکر مدد حاصل کرے۔ مدد گھر میں مدد کے لئے معمولی دوائیں رہنی چاہئیں۔ اور ایسے نوجوانوں کی ایک فہرست ہونی چاہئے جو کہ مختلف خدمات انجام دینے کیلئے عہد کریں۔ جیسے :-

(۱) جو نوجوان غریب آدمیوں کو فصل کاٹنے کے وقت مدد دے سکتے ہوں، جبکہ مزدور ملنا مشکل ہوتا ہے۔

(۲) جن نوجوانوں کے پاس بیل گاڑی ہو اور وہ اسے کسی سماجی کام کیلئے۔ کچھ وقت کیلئے دے سکتے ہوں۔

(۳) وہ نوجوان جنکو ابتدائی امداد کا علم ہے اور کسی حادثہ کے وقت وہ مرہم پٹی کر سکتے ہیں۔

(۴) ایسے نوجوان جنکی عورتیں یا بہنیں بیماروں کی مدد، تیمارداری اور دیکھ بھال کر سکتی ہوں۔

(۵) ایسے نوجوان جنکے پاس کوئی خالی کمرہ ہو جہاں وہ گاؤں میں آنے والے اجنبی کو ٹکا سکیں۔

خدمات کے متعلق چند مثالیں دیجئے۔ ہم آپ سے آپکے کاموں کی اطلاع پاکر مشکور ہونگے۔ جس تاریخ میں واقعہ ہوا ہو اسکا ذکر ہونا ضروری ہے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ خدمات کا ارادہ اچھی بات ہے۔ ایسے کام دوسروں کے لئے معیار ہوتے ہیں۔ دیہات کے اسکاؤٹ پر فخر کیجئے۔ اور یہ ثابت کر دیجئے کہ آپ سچے دیہات کے خادم ہیں۔

یورپ کی جنگ کا خاتمہ

یورپ کی لڑائی چھ سال بعد ختم ہوگئی۔ اس لڑائی کی ابتدا ۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو پولینڈ پر جرمنی کے حملہ کیوجہ سے ہوا تھا۔ اس وقت انگلینڈ اور فرانس نے جرمنی کے اس غیر مناسب حملہ کی مخالفت میں اسکے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا۔ اس وقت سے لیکر ان چھ سالوں کے درمیان میں متعدد تغیرات ہوئے۔ نہ معلوم کتنے لوگوں کی جانیں گئیں بے انتہا لوگوں کی جائدادیں جنگ پر قربان ہوئیں۔ ہٹلر کے اس تلاف جانی بحاری دنیا کانپ اٹھی مگر اتحادی ممالک نے ہمت نہیں ہاری اور وہ اپنے ارادے پر قائم رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسانیت نے شیطانیت پر فتح پائی۔ اور آج یورپ کی سرزمین پر جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ اس جنگ نے دنیا کو نئے تجربات حاصل کرنے کے موقع دیئے لہذا امید ہے کہ جنگ کے بعد اب امن قائم ہوگیا وہ یقیناً مستقل ہوگا۔

پڑھا ایک، پڑھائے ایک

ہمارے ملک میں جاہلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہندوستان کی تنزلی کی خاص وجہ اسکی جہالت ہے۔ اس جہالت کو دور کرنے کیلئے مختلف کوششیں کی گئیں۔ اشاعت علم کیلئے متعدد اسکیمیں بنائی گئیں مگر اب تک جو کام ہوا ہے وہ ملک کی جہالت کو دیکھتے ہوئے کچھ بھی نہیں ہے۔ اسلئے ملک کی جہالت کو دور کرنے کیلئے سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر پڑھا لکھا آدمی ایک آدمی کو تعلیم سکھانے کا عزم کرے تو ملک سے بہت جلدی جہالت دور ہو سکتی ہے۔ 'پڑھا ایک پڑھائے ایک'، تحریک کو تقویت پہونچایئے۔ اور اپنے ملک میں تعلیم کا رواج دیجئے۔

'ہل' کے خریداروں سے گذارش

کاغذ ملنے میں مشکلات کیوجہ سے 'ہل' کا یہ نمبر دیر سے نکل رہا ہے مگر اب کاغذ کا انتظام ہوگیا ہے۔ لہذا آئندہ سے 'ہل' وقت پر شائع ہوگا۔ 'ہل' دیر سے پہونچنے کی وجہ سے خریداروں کو جو تکلیف ہوئی ہے اس کے لئے ہم معافی چاہتے ہیں۔

دھوبی کے ہاتھوں کپڑوں کا اور نقصان!

—جبکہ کپڑے اس قدر گراں ہیں

اس زمانے میں جبکہ کپڑے اس قدر گراں ہیں آپ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ آپکا دھوبی کپڑوں کو کھینچ کھینچ کر پھاڑ ڈالے۔ آپ کو کپڑوں کی دُھلائی کا بے ضرر طریقہ معلوم کرنا چاہئے تاکہ کپڑے زیادہ سے زیادہ عرصہ تک چلیں۔ اب گھر میں سنلائٹ "صابن اور بجیت" کا طریقہ شروع کرنے کا موقعہ ہے۔ کپڑے دھونے کا یہ آسان طریقہ دھوبی کے بے رحم طریقے سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ اس طریقے سے کپڑے آسانی اور صاف دُھلتے ہیں اور اس سے کپڑے کے ایک دھاگے تک کو بھی نقصان نہیں پہنچتا۔ سنلائٹ کا ملائم خود بخود صاف کرنے والا جھاگ میلے کپڑوں کی میل مٹی بآسانی بغیر کھینچنے یا زیادہ رگڑنے کے نکال دیتا ہے۔ اور اس نرم برتاؤ کے بدلے میں کپڑے زیادہ اُجلے دکھائی دیتے ہیں اور زیادہ عرصہ تک چلتے ہیں۔ آج ہی اپنے نوکر کو سنلائٹ "صابن اور بجیت" کا طریقہ سمجھا دیجئے۔

اپنے نوکر کو سنلائٹ "صابن اور بجیت" کا طریقہ سکھائیے

سنلائٹ صابن کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے

S. 00-00 UD LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

یہ لازمی طور پر خوش ذائقہ اور اطمینان بخش ہو
... لیکن اسے قوت بخش بھی ہونا چاہیے
ڈالڈا
The DALDA COOK BOOK
کیا آپ اپنے گھر والوں کے لئے کھانے پکانے کے معاملے میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں. خوراک کا صرف خوش ذائقہ ہونا ہی کافی نہیں. بلکہ اس کیلئے لازمی ہے کہ وہ کھانے والوں کی قوت میں بھی اضافہ کرے. کچھ اشیاء مقابلتاً زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں. مگر ہماری روزانہ کی خوراک میں بہت سے ایسے کھانے ہوتے ہیں جو قوت آمیز نہیں ہوتے. یہ ہماری صحت کے لئے مناسب نہیں. بلکہ ضرر رساں ہے خاص طور پر بچوں کے لئے خوراک کو زیادہ مقوی بنانا کچھ مشکل نہیں ہے. اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وٹامن آمیز ڈالڈا سے اپنے کھانے پکائیے. کھانے پکانے کا یہ روغن یقینی طور پر قدرتی قوت بخش اجزاء مہیا کر دیتا ہے. علاوہ ازیں ڈالڈا سے بہتر خوش ذائقہ کھانے کسی دوسرے سے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے. ذرا اسے استعمال کر کے تو دیکھئے.
P.O. Box No 353. Bombay
وٹامن آمیز ڈالڈا
قوت کے لئے
THE HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING CO. LTD.

لائف بوائے ایک اچھا ... نہیں
بلکہ ایک اچھی عادت
LIMITED

سال سات [۳ جولائی ۱۹۴۲ء [نمبر ۷

حکومت یو-پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

بمطبع
گاؤں سدھار افسر یو-پی
لکھنؤ

ہل

جلد ۷-نمبر ۷   با تصویر ماہوار رسالہ   جولائی سنہ ۹۳۵

فہرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر | ماہوار | رسالہ

جلد [illegible] | [illegible]لائی سنہ ۱۹۴۵ء | نمبر

گاؤں کی دُنیا

کیسی نیاری ہے گاؤں کی بستی — ہے بلندی یہاں، نہ ہے پستی
ہر طرف سادگی ہے یاں چھائی — ایک کا ایک یاں پہ ہے بھائی
ہر طرف ہے سکون کا عالم — سب کے رستے یہاں پہ ہیں باہم
کوئی ایسا نہیں جو یاں ہو غیر — ہے کسی کا نہیں کسی سے بیر
سب یہاں ساتھ ساتھ رہتے ہیں — دکھ درد ساتھ ساتھ سہتے ہیں
سب کو یاں اپنے کام سے ہے کام — ہے یہاں پر نہ رنجش و آلام
ہر طرف ہے سکون و آرام — زندگانی نہیں یہاں بدنام
گیت یاں فضائیں گاتی ہیں — اور ہوائیں بھی گنگناتی ہیں
ہو کے آزاد اڑتی ہیں چڑیاں — جسطرح چھوٹتی ہیں پھلجھڑیاں
اور پھر یاں کی چاندنی راتیں — انکا کیا ذکر، انکی کیا باتیں
رات دن یاں کے اور صبح و شام — ہیں یہ خالق کے سب غرض انعام
اور ہی یاں کا ایک عالم ہے — جو بھی ہے اسکا یاں غلط کم ہے

جیسے رہتے ہیں ایک گھر کے لوگ
ویسے رہتے ہیں گاؤں بھر کے لوگ

جلال

صوبۂ متحدہ میں کپاس کی کھیتی

از جناب ڈاکٹر بی۔ ایل۔ سیٹھی ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (ویلس) اکنامک،
بیٹنیسٹ (کپاس اور ربیع کی فصل) حکومت متحدہ کانپور۔

صوبۂ متحدہ میں کپاس کی کھیتی ادھر کچھ سالوں سے کم ہونے لگی ہے۔ اصلی وجہ یہ ہے کہ کسانوں کو کپاس کی کھیتی میں زیادہ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اس مضمون میں صوبۂ متحدہ کیلئے مفید کپاس کی قسموں کی کھیتی کے متعلق بتایا گیا ہے۔ امید ہے کہ کپاس کی کھیتی کرنے والوں کیلئے مصنف کے تجربے مفید ثابت ہونگے۔

پچھلے ۲۰ سالوں کے اندر روئی کی کھیتی کا رقبہ کم ہوگیا ہے اور اسکی قسم بھی گھٹیا ہوگئی ہے۔ روئی کی کھیتی کے رقبہ کی کمی کے خاص وجوہ روئی کی کھیتی میں برابر تنزلی کا ہونا ہے جسکی وجہ سے پیداوار اچھی نہیں ہوتی، اور نہ اس میں ایسی فصلوں کی کھیتی کے مقابلہ میں فائدہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسے گنا۔ روئی کا بھاؤ بھی گھٹ گیا ہے۔ اور پچھلے کچھ سالوں سے موسم بھی کپاس کی کھیتی کے برخلاف ہو رہا ہے۔

بندیلکھنڈ، روہیلکھنڈ اور پچھمی اودھ سلسلہ وار ہرپال پور جناپار اجندوسی، کاشی پور، مادھوگنج قسم کی کپاس جو کبھی مشہور سمجھی جاتی تھی اب نیچے درجہ کی سمجھی جاتی ہے۔ ترقی یافتہ اچھی قسم کی کپاس میں اور زیادہ پیداوار حاصل کرنے والی کپاس کو آسانی سے حاصل کرنے کی وجہ سے اور روئی کے بھاؤ میں کمی کے نتیجہ میں کسانوں نے دیسی روئی بونا شروع کردیا جس کے ریشے گھٹیا قسم کے ہوتے ہیں۔ اور جسکی فصل جلدی تیار ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی اس میں روئی کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔

روئی کی فصل کو ترقی دینے کے مقصد سے سی ۵۲۰، اور پرسوا امریکن قسم کی روئی سرکاری محکمہ کی طرف سے تیار کی گئی۔ سی۔ ۵۲۰ کی کھیتی کافی عرصہ سے کی جارہی ہے، لیکن پرسوا امریکن کا پرچار اب دھیرے دھیرے بڑھ رہا ہے۔

صوبۂ متحدہ میں روئی کی اچھی قسم کی تلاش کو انڈین سنٹرل کاٹن کمیٹی کے ذریعہ اقتصادی مدد ملنے سے ایک نیا جوش پیدا ہوا ہے۔ تحقیق کی اس اسکیم کے مطابق سرکاری زمینوں اور کسانوں کے کھیتوں میں سنچائی والی اور غیر سنچائی والی دونوں طرف کی حالتوں میں روئی کی متعدد ترقی یافتہ قسموں کی تلاش کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں جو تجربہ کئے جا رہے ہیں۔ ان سے متعدد مفید باتیں معلوم ہوئی ہیں۔

(۱) جہاں سنچائی کی سہولتیں ہیں یا جہاں سنچائی کی سہولتیں نہیں ہیں دونوں طرح کے رقبوں میں دیسی روئی کی بہ نسبت سی۔ ۵۲۰ کے ذریعہ اچھی پیداوار ہوتی ہے۔ اور اس روئی سے اچھا سوت بھی کاتا جا سکتا ہے۔

(۲) اگر پرسوا امریکن روئی سنچائی کرکے مئی کے وسط میں بوئی جائے، اور اسکو کافی پانی ملے تو اس سے فائدہ ہو سکتا ہے۔

امریکن قسم کی روئی کا بونا بہت دنوں سے صوبۂ متحدہ میں بند کیا جا چکا ہے۔ اسلئے پرسوا امریکن روئی کی کھیتی میں کامیابی کی زیادہ امید ہے۔ اگرچہ اور اچھی قسم کی روئی کی تلاش جاری ہے۔ پھر بھی اسوقت اوپر بتائی گئی دونوں قسموں کی کھیتی کی ہی سفارش کی جاتی ہے۔ روئی کی پیداوار میں جو تنزلی ہو رہی ہے۔ اسکو درست کرنے کیلئے صرف یہی ضروری نہیں ہے کہ موجودہ غیر اصلاح

کی ہوئی ملی ہوئی قسموں کی جگہ پر ترقی شدہ قسمیں استعمال کی جائیں بلکہ اصلاح شدہ قسموں کی اصلیت کو قائم رکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بیج کو ٹھیک طریقے سے بویا جائے۔

آئندہ ہم سی ۵۲۰ اور پرسوا امریکن قسموں کی روئی کی ضرورت اور انکی تجارتی خصوصیت پر روشنی ڈالینگے۔

سی ۵۲۰

تاریخ - اس قسم کو صوبۂ متحدہ کے محکمۂ زراعت نے سنہ ۱۹۲۴ء میں سہارنپور کی دیسی روئی سے تیار کیا تھا۔

پودا - اسکا پودا جلدی بڑھ جاتا ہے، اور مخالف حالات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس سے پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں سفید رنگ کے پھول کافی تعداد میں نکلتے ہیں۔ اور اس میں ۳ سے ۵ تک چھوٹی ٹہنیاں ہوتی ہیں۔ بنولہ نکالنے پر اس میں ۳۸٪ روئی نکلتی ہے۔ اور اس کے ریشوں کی لمبائی 11/14 سے لیکر 13/16 انچ تک ہوتی ہے۔ اگر سنچائی کی مدد سے یہ جون کے شروع میں بو دی جائے تو ساڑھے تین مہینے میں اسکی ڈھونڑیاں پھوٹ جاتی ہیں۔ اور روئی چن کر نومبر تک کام ختم ہو جاتا ہے۔ یہ قسم دیسی روئی سے پیداوار اور زیادہ عمدہ کی ہے۔

وہ ضلع جہاں یہ پیدا ہوتی ہے - صوبۂ متحدہ کے روئی کی کھیتی والے متعدد ضلعوں میں پچھلے کئی سالوں سے اسکی کھیتی کی جا رہی ہے، اور سنچائی اور برسات دونوں پر منحصر رہنے والے رقبوں میں اس سے اچھا نتیجہ حاصل کیا گیا ہے۔

مٹی اور برسات - بلوہی زرخیز زمین سے لیکر چکنی مٹی تک میں جس میں بندیلکھنڈ کی پروا مٹی شامل ہے۔ اسکی کھیتی کی جا سکتی ہے۔ مگر وہاں کافی پانی مل سکے۔ جون سے ستمبر تک میں ۲۰ سے ۳۰ انچ تک برسات روئی کے لئے مفید ہے۔

کھیتی کی تیاری - صوبۂ متحدہ کے روئی بونے والے سارے رقبوں میں روئی کی بوائی ربیع کی فصل کے بعد کی جاتی ہے۔ ربیع کی کٹائی وسط اپریل میں ختم ہوتی ہے کیونکہ اس وقت برسات نہیں ہوتی، اسلئے کھیتوں کو سینچ کر میسٹن ہل سے یا کسی ایسے دوسرے ہل سے جس سے مٹی الٹی جا سکے کھیت کو جوتنا چاہیئے۔ جوتے ہوئے کھیت کو بوائی تک کیلئے اسیطرح چھوڑ دینا چاہیئے۔ سنچائی کر کے بلیوا کرنے کے بعد کھیت کو دیسی ہل سے جوت کر روئی کی بوائی کیلئے تیار کرنا چاہیئے۔ اتنی جوتائی روئی کی اچھی فصل دینے کے لئے کافی ہے۔ جن رقبوں میں سنچائی کی آسانیاں نہیں ہیں اور زمین خشک اور سخت ہونے کیوجہ سے جوتائی نہیں کی جا سکتی، وہاں کھیت کی تیاری وسط جون تک روک رکھنی پڑیگی۔ جب تک کہ برسات کا پہلا ہرانہ پڑ جائے۔ اگر کھیت زرخیز کم ہے تو ایک ایکڑ میں بیس گاڑی کھاد بوائی کی تیاری کے بعد ڈالنی چاہیئے۔

بیج - اگر بوائی ٹھیک سے کی جائے تو ایک ایکڑ کے لئے آٹھ سیر بیج کافی ہوتا ہے۔ لیکن ہاتھ سے برابر کے فاصلہ پر بیج بونا مشکل ہے۔ اسلئے آٹھ سیر کی جگہ دس سیر بیج لینا زیادہ بہتر ہے۔ جب پودے اگ آویں تو ہر ایک پودے کے بیچ میں ۹ انچ جگہ رکھنے کے لئے باقی پودوں کو اکھاڑ لیا جانا چاہیئے۔ بونے کے پہلے بیج کو صاف کر لینا چاہیئے۔ جو بیج خراب ہو یا جن میں کیڑے لگے ہوں انکو علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ بونے کے ایک دن پہلے بیجوں کو پتلی پرت میں بچھا کر چار یا پانچ گھنٹے دھوپ میں رہنے دینا چاہیئے۔ اس سے ان میں امراض کے جراثیم اور انکے بچے مر جاتے ہیں۔ تب بونے کے کم سے کم ایک گھنٹہ پہلے تک بیج کو پانی میں بھگو رکھنا چاہیئے۔ اس سے جو ہلکے بیج ہونگے وہ پانی کے اوپر آ جائینگے۔ اور بیجوں کے بھگنے کیوجہ سے ان سے جلدی انکھوے نکلینگے۔ اس کے بیجوں کو گائے کے گوبر سے مل دینا چاہیئے۔ اور تب

بونا چاہیئے۔

بونے کا زمانہ اور طریقہ۔ جہاں سنچائی کی آسانیاں ہیں وہاں مئی کے وسط کے بعد سی ۵۲۰ قسم کی روئی بونے سے اچھا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ جہاں برسات کافی ہوتی ہے، وہاں جون کے پہلے پکھواڑے میں فصل بوئی جانی چاہیئے۔ جس سے اگست اور ستمبر میں ہونے والی برسات کے مخالف اثر کا پودے مقابلہ کرسکیں۔ جہاں پر فصل کو برسات کے پانی پر منحصر رہنا ہے وہاں مانسون شروع ہونے پر بوائی کی جانی چاہیئے۔

روئی کی بوائی کے بعد ہل کے پیچھے ہاتھ سے کرنی چاہیئے۔ ہر ایک قطار دوسری سے ڈیڑھ فیٹ دوری پر ہونی چاہیئے چھوٹاں بیج بونے سے نہ صرف کم آنکھوے نکلتے ہیں۔ اور پودے بھی برابر نہیں ہوتے، بلکہ ایسی حالت میں ملواں کھیتی کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

زیادہ فائدہ حاصل کرنے کیلئے سی ۵۲۰ کو تنہا بونا چاہیئے۔ اس میں دیسی مقامی روئی کے بیجوں کو نہ ملانا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے صرف روئی ہی گھٹیا قسم کی نہیں پیدا ہوتی بلکہ سی ۵۲۰ کی پیداوار بھی کم ہوتی ہے۔ چری، جوار، باجرہ یا ارہر کے ساتھ روئی بونے سے روئی کے پودے عام طور پر کم بڑھتے ہیں۔ چونکہ چری، جوار وغیرہ کے پودے جلدی بڑھتے ہیں اسلیئے وہ روئی کے پودوں کو نقصان پہونچاتے ہیں اور اسطرح روئی کی پیداوار کو کافی نقصان پہونچتا ہے۔

ملواں کھیتی۔ اچھی پیداوار حاصل کرنے کے لئے نرائی اور گوڑائی ضروری ہے۔ پودے کے زیادہ بڑے ہونے کے پہلے چھ قطاروں کے بیچ میں اکولہ ہل یا ایسے ہی کسی دوسرے ہل سے بیلوں کے ذریعہ ایک یا دو بار گوڑائی کرنا فصل کے لئے مفید ہے۔ اگر اکولہ ہل نہ ملے تو دیسی ہل سے گوڑائی کرنا بھی کھرپیوں سے گوڑائی کرنے کی بہ نسبت اچھا ہے۔ کھرپیوں سے گوڑائی کرنے میں خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے اور فائدہ بھی کم ہوتا ہے۔ پودوں کے کافی بڑے ہوجانے پر ایک یا دو بار کھرپیوں سے نرائی کرنا اچھا ہے۔ کسان لوگ کپاس کے ساتھ دوسری فصل بونا مفید نہیں سمجھتے لیکن اگر منا سب فصل کپاس کے ساتھ بوئی جائے تو اچھا ہے۔

روئی کو اکٹھا کرنا۔ اگر سی ۵۲۰ مئی کے چوتھے ہفتہ میں بوئی گئی ہے تو روئی اکٹھا کرنے کا کام ستمبر کے آخری ہفتہ تک شروع ہو جاتا ہے اور آخر اکتوبر میں ختم ہو جاتا ہے۔ روئی ہر پانچویں دن اکٹھی کی جانی چاہیئے۔ اس سے روئی کے گرنے کا نقصان نہیں ہوتا۔

تجارتی اہمیت۔ سی ۵۲۰ کے تجارتی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد سے کیا جا سکتا ہے جنمیں دیسی کے ساتھ اسکا موازنہ کیا گیا ہے۔

	سی ۵۲۰	دیسی
بنولے کی پیداوار فی ایکڑ (سنچائی کے رقبوں میں)	نو۹ من تیس۳۰ سیر	۸ من ۳۰ سیر
" " غیر سنچائی کے رقبوں میں	۶ من ۱۹ سیر	۵ من ۱۹ سیر
اوٹائی کا فیصدی روئی اور بنولے کا اوسط	۳۷ – ۳۸	۳۴ – ۳۶
ریشے کی لمبائی	۰.۷ – ۰.۸	۰.۵ – ۰.۶۳
ریشے کا رنگ	بالکل سفید	ملائی یا سفید
کتائی	۱۰ تا ۱۲ اسٹینڈرڈ وارپ کاؤنٹ	۶ – ۸ اسٹینڈرڈ وارپ کاؤنٹ
دیسی کی بہ نسبت زیادہ فائدہ	آٹھ آنہ فی من	بنولے کی روئی

پرسوا امریکن

تاریخ پرسوا امریکن، امریکن روئی کی ایک قسم ہے۔ جسکو محکمہ زراعت نے فارس سے منگوایا تھا۔

پودے کی پہچان۔ یہ قسم دوسری امریکن قسموں کی بہ نسبت جلدی پکتی ہے۔ اور زیادہ روئی پیدا کرتی ہے۔

اسکی پتیاں چوڑی اور تعداد میں تین ہوتی ہیں اسکا پھول پیلا اور خوب کھلا ہوا ہوتا ہے۔ اوٹائی کے بعد اس میں ۳۲٪ روئی نکلتی ہے۔ اسکے ریشوں کی لمبائی ۲۸/۳۲ انچ ہوتی ہے۔ عام طور سے اس سے تقریباً ۲۸ کاؤنٹ سوت کاتا جاسکتا ہے۔ اگر اسکی بوائی مئی کے تیسرے ہفتہ میں ہو جائے تو ستمبر کے آخری ہفتہ میں روئی اکٹھے کرنے کا کام شروع ہو جاتا ہے اور آدھے نومبر تک کھیت صاف ہو جاتا ہے۔ وہ سی۔ ۵۲۰ قسم کی بہ نسبت اچھی ہوتی ہے۔ اسکی پیداوار یا تو سی۔ ۵۲۰ کی پیداوار کے برابر یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ کچھ رقبوں میں دیسی روئی کے کھیتی کی جگہوں میں اسکی کھیتی فائدہ مند ہو سکتی ہے۔

وہ ضلع جہاں یہ پیدا ہوتی ہے۔ صوبۂ متحدہ کے کچھی ضلعوں میں جہاں سنچائی کے ذرایع ہیں اور بدایوں کے اس حصے میں جہاں سرکاری ٹیوب ویل ہیں امریکن پرسو روئی کی کھیتی کا پرچار دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔

مٹی اور برسات۔ پرسو امریکن روئی بلوہی چکنی مٹی تک جہاں کافی پانی برستا ہے، بوئی جاسکتی ہے۔ جہاں برسات کم ہوتی ہے لیکن سنچائی کی سہولتیں ہیں وہاں بھی اسکی کھیتی اچھی ہو سکتی ہے۔ پرسو امریکن کپاس کو دیسی کپاس سے زیادہ زرخیز زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جون سے لیکر ستمبر تک میں اچھی طرح ہونے والی ۱۵" سے ۲۵" انچ تک کی برسات کافی ہے۔

کھیت کی تیاری۔ بونے کے پہلے کھیت کی تیاری اسیطرح کرنی چاہئے جسطرح کہ سی۔ ۵۲۰ کے لیے اوپر بتایا گیا ہے۔

بیج۔ ایک ایکڑ میں ۱۰ سیر بیج بویا جانا چاہیے۔ جب پودے ایک مہینے کے ہو جائیں تو ہر قطار کے بیچ میں دو فیٹ جگہ کرنے کے لئے علاوہ پودوں کو اکھاڑ دیا جانا چاہیئے۔

بیج کی تیاری۔ جس طرح سی۔ ۵۲۰ کی بیج کی تیاری کا جو طریقہ اوپر بتایا جاچکا ہے اسیطرح پرسو امریکن بیج بھی تیار کئے جانے چاہئیں۔

بونے کا زمانہ اور طریقہ۔ پرسو امریکن کے بونے کا سب سے بہترین زمانہ مئی کے دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں ہے۔ دیر میں بونے سے صرف اسکے بڑھنے کا ہی نقصان نہیں ہوتا بلکہ فصل بھی اچھی نہیں ہوتی۔ بوائی ۲½ فیٹ کے فاصلہ پر قطاروں میں ہل کے پیچھے کی جانی چاہئے۔ چھوڑواں بوائی سے پودے صرف بے قاعدہ فاصلہ پر ہی نہیں اگتے بلکہ ملواں کھیتی کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ امریکن قسموں کو دیسی قسموں کی بہ نسبت زیادہ جوتائی کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے اسکو برابر فاصلہ کی قطاروں میں بونا چاہئے تاکہ قطاروں کے درمیان میں دوسری چیز بوئی جاسکے۔ پرسو امریکن قسم دیسی کپاس کے ساتھ ملاکر نہ بونا چاہئے۔ اس میں خریف کی دوسری فصلیں بھی نہ بونا چاہئے۔ کیونکہ ان دونوں طریقوں سے نقصان پہونچتا ہے۔

ملواں کھیتی۔ جیساکہ سی۔ ۵۲۰ کیلئے بتایا گیا ہے۔

روئی اکٹھا کرنا۔ مئی کے وسط میں بوئی گئی پرسو امریکن کپاس ستمبر کے آخری ہفتہ میں روئی اکٹھا کرنے کیلئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور اکٹھا کرنے کا کام آدھے نومبر تک ختم ہو جاتا ہے۔ چونکہ اسکی ڈھونڈھیوں سے روئی جلدی گرتی نہیں اس لئے روئی اکٹھا کرنے کا کام ہر دسویں روز کیا جانا چاہیئے۔ اس سے کپاس کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا، اور روئی اکٹھا کرنے کا خرچ بھی کم ہوگا۔

تجارتی اہمیت۔ نیچے دیسی اور سی۔ ۵۲۰ قسم کی کپاس کے ساتھ پرسو امریکن روئی کے اعداد دئے جارہے ہیں۔ جن سے اس قسم کے تجارتی اہمیت کا پتہ چل سکتا ہے۔

	پرسوا مریکن	دیسی	سی ۵۲۰
بنولے کی پیداوار فی ایکڑ	۱۰ من ۹ سیر	۸ من ۳۰ سیر	۹ من ۳۰ سیر
اوٹائی کا فیصدی (روئی اور بنولے کی اوسط)	۳۱-۳۳	۳۴-۳۶	۳۷-۳۸
ریشے کی لمبائی	۸۵ - ۹۰	۵۰ - ۶۴	۷۰ - ۸۸
ریشے کا رنگ	سفید	ملائی سا سفید	بالکل سفید
کتائی	۲۸ - ۳۰ کاؤنٹ	۶ - ۸ کاؤنٹ	۱۰ - ۱۲ کاؤنٹ
دیسی کی بہ نسبت زیادہ فائدہ	پانچ روپیہ چار آنے سے دو روپیہ تک	. . . .	۲ ۸؍ آنہ

گیت

کس نے بجائی بانسری؟

(از جناب ساغر جلیلی بی اے)

حسن کی تمام کائنات — سپنوں کی رو میں غرق تھی
کس نے اسے جگا دیا — چھیڑ کے مست راگنی
چونک پڑی ہے پھر اُمنگ — کس نے بجائی بانسری
جاگ اٹھا ہے انگ انگ

رین اندھیر تھا یہاں — جیوتی کہاں سے آگئی
بجلی چمک کے مینھ سے — بستی کو جگمگا گئی
جھوم اُٹھے ہیں سنگ و خشت — کس نے بجائی بانسری
جاگ اُٹھا ہے انگ انگ

ٹیس کی تیز لہر سی — میری رگوں میں چھا گئی
جیسے پون کی سرد رو — کلیوں کے دل ہلا گئی
چھٹ گیا من کا ساتھ سنگ — کس نے بجائی بانسری
جاگ اٹھا ہے انگ انگ

دکھ کی گھڑی سلگ پڑی — کون اسے بجھا سکے
من ہے پرانا باؤلا — راہ پہ کون لا سکے
اس کی ہے نت نئی ترنگ — کس نے بجائی بانسری
جاگ اٹھا ہے انگ انگ

[ماخوذ]

خالص شہد کی پہچان

از جناب آر۔ این منٹو بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی

اس مضمون کے مصنف ہندوستان کے شہد کی مکھی پالنے والے ماہرین میں خاص جگہ رکھتے ہیں۔ شہد کی اصلیت کے متعلق انھوں نے مختلف تجربے کئے ہیں۔ شہد کے خالص ہونے کے متعلق متعدد غلط فہمیاں مروج ہیں۔ اس مضمون میں ان غلط فہمیوں کے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے۔ امید ہے یہ مضمون شہد کے خریداروں اور تاجروں کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

شہد کو دیکھکر اسکے خالص ہونے کے متعلق عام طور پر متعدد غلط فہمیاں مروج ہیں۔ بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی، جنھوں نے اس کے متعلق زیادہ معلومات نہیں حاصل کیں۔ اسطرح کی غلط فہمیوں کے شکار ہوتے ہیں۔ اصلی شہد کی پہچان کیلئے ایک آسان طریقہ معلوم کرلینے کے متعلق میرے پاس لوگوں کے برابر خطوط آتے رہتے ہیں۔ مگر مجھے ایسے لوگوں کو مایوس کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ شہد کی اصلیت معلوم کرنے کیلئے کوئی آسان طریقہ نہیں ہے۔ شہد کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے واحد طریقہ ایک کیمیادی تجربہ ہے جس میں خوردبین کے ذریعہ جانچ کی جاتی ہے۔

اصلی شہد کی پہچان کے متعلق میں نے متعدد تجربے کئے ہیں اور اکثر فرصت کا سارا وقت مجھے شہد اور چینی کے مختلف مکسچروں کے ساتھ کھیلنے میں گذرا۔ ہندوستان کے مختلف حصوں کے شہد کے ہزاروں نمونوں کو پچھلے کئی سالوں سے دیکھتے رہنے کیوجہ سے اب میں کچھ حد تک شہد کو دیکھکر اور اسکے ذائقہ کو معلوم کرکے یہ بتا سکتا ہوں کہ شہد خالص ہے یا نہیں۔ لیکن میرا یہ تجربہ انفرادی ہے۔ اور میں شہد کے دئے ہوئے نمونے کی اصلیت اور بناوٹ کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ اسطرح شہد کی اصلیت معلوم کرنے کا آسان طریقہ کی تلاش کے مسائل جوں کے توں بنے ہیں۔

شہد کی اصلیت معلوم کرنے کا آسان تجربہ حاصل کرنے میں متعدد مشکلات سامنے آتی ہیں۔ یہ مشکلات گھی کی اصلیت معلوم کرنے کے تجربہ حاصل کرنے کی مشکلات سے بھی اہم ہیں۔

حکومت ہند نے گھی کو بناتاتی گھی سے پہچاننے کیلئے ترکیبیں تلاش کرنے کیلئے امداد بہم پہونچائی ہے۔ مگر شہد کے متعلق اسطرح کی تحقیق کے سلسلہ میں ابھی کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان بھر میں گھی کی جگہ لوگوں کی خوراک میں جتنی ہے اتنی شہد کی نہیں ہے

اسکی پہلی وجہ یہ ہے کہ شہد ویسا کیمیادی مکسچر نہیں ہے جسکا کوئی طے شدہ اصول ہو۔ بلکہ شہد کے مختلف نمونوں میں مختلف عناصر مختلف مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ ہمیں شہد میں اور اسکے نم اجزا میں مختلف طرح کی چینی ملتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خالص شہد میں کچھ چیزیں جو دوسرے قسم کے شہد میں موجود ہو سکتے ہیں نہ ہوں۔ اس قسم میں ایسے بہت پیچیدہ چیزیں آتی ہیں جو شہد کے مختلف نمونوں میں بہت کم مقدار میں موجود ہو سکتے ہیں۔ لیکن انکی یہ تھوڑی مقدار شہد کے رنگ، خوشبو ذائقہ اور شکل میں تبدیلی کرنے کیلئے کافی ہے۔ کچھ بناتاتی چیزیں جیسے وولیٹائل آئل اور رنگ پیدا کرنے والے عناصر ان تبدیلیوں کو پیدا کر دیتے ہیں۔ جبکہ اصلی مقدار جو شہد میں پائی جاتی ہے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ شہد کا رنگ اسکی شکل بہت سی باتوں پر منحصر ہوتی ہے جس میں کچھ حسب ذیل ہے:۔

(۱) پھول

(۲) مٹی

(۳) سطح کی بلندی

(۴) شہد کی مکھیاں

(۵) شہد کھانے کا ڈھنگ

(۶) شہد نکالنے کے بعد جس طرح شہد کو رکھا جاتا ہے۔

ایک ہی طرح کے پھول مختلف مٹی اور جگہ میں پیدا ہونے سے مختلف طرح کا شہد پیدا کرتے ہیں۔ جو اپنے رنگ، روپ میں ایک دوسرے سے بہت حد تک مختلف ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شہد کا ایک خاص عنصر ہے جسکے متعلق ابھی کچھ پتہ نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شہد کے جن عناصر کے سلسلہ میں معلومات حاصل کی جا چکی ہیں وہ شہد کے خوراک اور دوا کی خصوصیات سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ شہد کی وہ خصوصیت ان عناصر پر منحصر ہے جنکے متعلق ابھی تک معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ شہد کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے شہد کا رنگ روپ کوئی مدد نہیں پہونچاتا۔

رنگ۔ خالص شہد کا رنگ بالکل کالے یا گہرے بھورے رنگ سے لیکر پانی کی طرح سفید ہو سکتا ہے۔ عام طور پر شہد کا رنگ نارنگی، لال، بھورا، پیلا اور سفید ہوتا ہے۔

خالص شہد پتلا، گاڑھا اور نیم رقیق ہو سکتا ہے۔ یہ دانے دار بھی ہوتا ہے اور ٹھوس بھی ہو سکتا ہے۔ شہد میں ان فرقوں کا ہونا متعدد باتوں پر منحصر ہے۔ مختلف طرح کے پھولوں سے مختلف طرح کے شہد نکلتے ہیں۔ شہد رقت پر اسبات کا اثر پڑتا ہے کہ شہد اچھی طرح کھلے ہوئے پھول سے نکالا گیا ہے یا نہیں۔ اگرچہ یہ قاعدہ بتانا ممکن ہے کہ شہد اسیوقت خالص سمجھا جائیگا۔ جب اسکی رقت ایک مقررہ حد کے اندر ہو۔ لیکن اس بات کی کوئی سائنٹفک بنیاد نہیں ہے کہ زیادہ رقیق ہونے پر شہد کو خالص قرار نہ دیا جائے سائنٹفک اور کیمیاوی نقطۂ نظر سے یہ بات کتنا ناقابل اطمینان ہوگا کہ مکسچر کس حالت میں پہونچنے پر شہد شہد نہیں رہ جائیگا۔ یہ صاف ہے کہ کسی خاص شہد کی رقت بناوٹی یا فطری وجوہات سے بہت گھٹ سکتی ہے۔

ایسے شہد کو خالص یا ملاوٹی کہا جائیگا۔

ذائقہ:۔ شہد کی مکھیوں کے ذریعہ پیدا کیا گیا شہد میٹھا، کھٹا، تیکھا انھیں ذائقوں میں کا مکسچر ہو سکتا ہے۔ اگر ہم شہد کو پہلے سے ہی میٹھا تسلیم نہ کرلیں تو ہمیں تیکھے شہد کو بھی اتنا ہی خالص تسلیم کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے جتنا کہ دوسرے قسم کے شہدوں کو۔

خوشبو:۔ مختلف شہدوں کی خوشبو بھی مختلف طرح کی ہوا کرتی ہے۔

دیگر اوصاف:۔ شہد کے کھولنے یا جمنے کے درجۂ حرارت سے کسی طرح کی مدد نہیں ملتی۔ ابھی تک اسکے لئے کوئی مقررہ حرارت کا علم نہیں ہو سکا۔ شہد معمولی حرارت پر نہیں تھا۔ مثال کے طور پر جس حرارت پر پانی جم جاتا ہے اس حرارت پر شہد نہیں جمتا۔ شہد کے کھولنے کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شہد کے کھولنے کے پہلے ہی شہد کے بہت سے عناصر الگ ہو جاتے ہیں۔

اپنی شہد کی الماری میں دو بوتلیں رکھتا ہوں۔ جن میں اصلی چینی کی ہلکے سنہرے رنگ کی چاشنی بھری رہتی ہے۔ بہت سے لوگ ان بوتلوں کو دیکھکر کہہ اٹھتے ہیں "اوہ کتنا عمدہ شہد ہے"۔ یہ تو ہے شہد کے رنگ کی بات۔

دانا پڑنا شہد کے دانا پڑنے سے اسکے متعلق اور بھی بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو لفظ دانے دار کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ اسکو اتنا پسند کرتے ہیں کہ اگر انھیں دوسری طرح کا شہد دے دیا جائے تو وہ اسے چھوئینگے ہی نہیں۔ لیکن زیادہ تر لوگ شہد کو ایک مادۂ رقیق تصور کرتے ہیں۔ اگر وہ رقیق نہیں ہے تو اسے خالص نہیں مانتے۔ بہت سے لوگ تو، جہاں دانے پڑتے دکھائی دئے کہنے لگتے ہیں کہ ارے اس میں تو چینی ملی ہے۔ اور پھر آگے اسکے متعلق گفتگو بیکار ہے۔ اس غلط فہمی کیوجہ سے بہت سے شہد کے بیوپاری شہد کو دانے دار ہونے سے بچانے کے لئے اسکو خوب گرم کرنے کی

کوششوں کا استعمال کرتے ہیں۔ شہد فروخت کرنے والے دوکاندار دیکھتے ہیں کہ جوں ہی شہد کی بوتلوں میں دانے پڑنے لگے کہ شہد کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ بس فوراً وہ دوکاندار اپنے شہد کے بیوپاری کو لکھتا ہے کہ چونکہ اسکا شہد خراب ہو گیا ہے اسلئے جو قیمت اس نے اس شہد کے لئے دی ہے اس میں کمی کی جانی چاہئے۔ عام طور پر شہد کے چھوٹے بیوپاری بھی شہد استعمال کرنے والی عام پبلک سے زیادہ سمجھدار نہیں ہوتے۔ اسلئے اگر شہد کے بیوپاری اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کیلئے شہد کو خوب گرم کر دیتے ہیں تاکہ اس میں دانے نہ پڑیں یہ یقیناً تعجب کی بات نہیں ہے۔ اصل میں شہد استعمال کرنے والوں کو اپنی ناواقفیت کیوجہ سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ زیادہ گرم کئے ہوئے شہد میں غذائیت کم ہو جاتی ہے۔ اور گرم کرنے سے شہد کے بہت سے مفید عناصر ختم ہو جاتے ہیں۔

شہد کی شکل کے فرق کے متعلق ناواقفیت کیوجہ سے شہد کی تجارت میں اکثر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مشکلات کو شہد کے تھوک بیوپاری جس طرح دور کرتے ہیں اس سے شہد خریدنے والوں کو نقصان پہونچتا ہے۔ کچھ لوگ شہد میں کسی خاص رنگ یا رنگوں اور کچھ خاص خوشبوؤں کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی شہد انکے اس خیال کے مطابق شکل، خوشبو اور ذائقہ میں نہیں ملتا تو وہ اسے فوراً ملاوٹی کہہ دیتے ہیں۔ اس طرح شہد خریدنے والوں اور بیچنے والوں کو شہد کی اصلیت معلوم کرنے کیلئے ایک آسان طریقہ کی ضرورت ہے۔

کبھی کبھی میرے سامنے ایسا شہد لایا گیا کہ جب شہد کی بوتل کا کاگ کھولا گیا تو وہ ایک آواز کیسا تھ دور جا گرا۔ شہد والے نے فخر کہا۔ "کتنا تیز شہد ہے" اخلاقاً میں اس شخص سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب یہ شہد سڑنے لگا ہے، اور کھانے کے قابل نہیں ہے۔

ہندوستان دوسرے ملکوں کی بہ نسبت زیادہ پیچیدہ ہے۔ یہاں پر شہد نکالنے کیلئے، مختلف طرح کے طریقے استعمال کئے جاتے ہیں اور ان طریقوں میں صفائی کا معیار بھی الگ الگ ہوتا ہے۔ چار طرح کی مکھیوں کا شہد ہمکو بازار سے ملتا ہے، تین طرح کی مکھیاں حقیقی معنوں میں شہد دینے والی مکھیاں ہیں۔ ان تینوں کے شہد میں الگ الگ خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ علاوہ انکے ایک چھوٹی قسم کی شہد کی مکھی ہوتی ہے جو کافی چھوٹی ہوتی ہے۔ اسکا شہد گاڑھا، کالا اور ذائقہ میں کھٹا ہوتا ہے۔ عام طور پر ایسے شہد کی طرف کوئی دوبارہ نظر نہ ڈالیگا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ ان میں دواؤں کے مختلف اجزاء موجود رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ٹھیک نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خیال اسکی نایابی کیوجہ سے ہے یا دراصل کچھ قیمتی عناصر موجود رہتے ہی نہیں۔ دو طرح کی مکھیوں کا شہد جن میں ایک طرح کی مکھی دکھن میں پائی جاتی ہے۔ پتلا ہوتا ہے۔ اسکی وجہ شائد یہ ہو سکتی ہے۔ کہ یہ شہد کی مکھیاں پھولوں کے پورے طور پر کھلنے کے پہلے ہی شہد اکٹھا کرتی ہیں۔

خالص شہد کے کچھ تجربہ ۔ خالص شہد کو پہچاننے کے لئے آسان طریقہ معلوم کرنے کیلئے مجھکو ماہرین شہد اور شہد کے بیوپاریوں کے تجربات سے مدد ملی ہے۔ یہاں پر میں تین ایسے مروج طریقوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے خالص شہد کو پہچانا جا سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مکھی چینی کی چاشنی میں ڈوب جاتی ہے مگر وہ شہد میں نہیں ڈوب سکتی۔ یہ بالکل غلط ہے یہ بات چینی کی چاشنی کے گاڑھے پن اور اسکے تیار کرنے کے طریقہ پر منحصر ہے۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ اگر شہد کو روئی کی بتی میں لگا کر جلایا جائے تو وہ فوراً جلنے لگیگا۔ مگر چینی کی چاشنی نہیں جلیگی۔ یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔

تیسرا خیال یہ ہے کہ خالص شہد کو کتا نہ کھائیگا۔ اس خیال کے لوگوں کے ساتھ اکثر مذاق رہا ہے۔ میں نے ان لوگوں سے اکثر یہ درخواست کی کہ وہ شہد لے آویں اور میں اپنا کتا پیش کروں۔ مگر میرا کتا ہمیشہ شہد پانے سے محروم رہا۔

ایک اور شہد کے ایک بڑھیا ماہر نے ایک ترکیب بتلائی جو دوسری طرح کی ہے - اس نے کہا کہ اچھا خالص شہد گاڑھا پکڑ لیتا ہے - یہ ٹھیک ہے لیکن بدقسمتی سے اس میں خالص کے ساتھ "اچھا" لفظ بھی لگا ہوا ہے - اور نہ سائنسدان اور نہ ماہر کیمیا کی سمجھ میں یہ لفظ "اچھا" آسکتا ہے - اور نہ اسکے نزدیک اس کا کوئی استعمال ہے - اچھے شہد میں گلھیکرنے کی صفت "گاڑھے" پورے طور سے پکے ہوئے شہد میں پائے جانے والے ایک خاص صفت اور جزو کی شکل میں لگے سکتے ہیں کیونکہ سے ہوتی ہے - لیکن ان دونوں باتوں کی - کہری جاشنی میں تھوڑا سا تیزاب ملا دینے سے نقل کی جا سکتی ہے -

شہد کے عناصر:- ہمالیہ میں پائی جانے والی شہد کی مکھیوں میں مندرجہ ذیل کیمیاوی عناصر ہوتے ہیں:-

(۱) لیکولوز ۳۹ فیصدی
(۲) ڈیکسٹروز ۳۶ فیصدی
(۳) سکروز ۲ فیصدی
(۴) رقت ۱۸ فیصدی
(۵) فارمک ایسڈ ۲ فیصدی کی ترشی

بقیہ ۵ فیصدی میں ڈیکسٹرونز اور دوسرے متعدد عناصر ہوتے ہیں جنکی مقدار کا صحیح علم نہیں حاصل ہو سکا اس میں سے تقریباً ۱.۵ فیصدی ایسے عناصر بھی ہیں جنکے سلسلہ میں کوئی علم نہیں ہو سکا ان میں سے کچھ پاچن بھی ہوتے ہیں -

چھتے سے نکالے ہوئے تازے شہد کا ذائقہ سب سے اچھا ہوتا ہے - شہد کو خواہ کتنی ہی سلیقہ سے رکھا جائے مگر بعد میں وہ تازے شہد کی طرح نہیں رہ جاتا - جسطرح شہد میں دانے پڑنے لگتے ہیں اسیطرح یہ سڑ بھی سکتا ہے - شہد میں دانے پڑنے یا اسے سڑنے سے روکنے یا زیادہ وقت تک شہد کو پہلی شکل میں بنائے رکھنے کیلئے شہد کے ساتھ کچھ عمل کئے جاتے ہیں - یعنی بازار میں فروخت کرنے کیلئے بھیجنے کے پہلے شہد کو پاسچر کیا جاتا ہے - اس کے لئے ۱۶۰° ف پر ۱۵ منٹ تک گرم کیا جاتا ہے -

۱۶۰° ف تک گرم کرنے سے شہد میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں - لیکن ان سے اس کی غذائیت بہت کم نہیں ہوتی - مثال کے لئے اتنا گرم کرنے سے انجائم (شہد کو سڑانے والے جراثیم) برباد ہو جاتے ہیں - لیکن شہد میں پائے جانے والے دو طرح کے یہ جراثیم جنکو ڈی آسٹیس اور انورٹیس کہتے ہیں - شہد اسقدر کم مقدار میں ہوتے ہیں کہ انکی وجہ سے شہد کی غذائیت کم نہیں ہو سکتی - بہت سے لوگ اسطرح گرم کئے گئے شہد کے بلا وجہ مخالف ہیں - جو لوگ اپنی ضرورت کیلئے خود شہد تیار کرتے ہیں اور تازے شہد کا استعمال کرتے ہیں یا وہ چند لوگ جو خوش قسمتی سے شہد تیار کرنے والوں سے تازہ شہد حاصل کر سکتے ہیں اور اسکا استعمال کر سکتے ہیں وہ بغیر گرم کئے گئے شہد کی آسانی سے حمایت کر سکتے ہیں - لیکن زیادہ تر لوگوں کو جب تک کہ شہد کو سڑنے سے روکنے کیلئے کوئی اچھی ترکیب تلاش نہیں کر لی جاتی صرف گرم کئے گئے شہد پر صبر کرنا پڑیگا - شہد استعمال کرنے والی عام پبلک کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ گرم کئے گئے شہد میں کوئی خرابی نہیں ہوتی

ایک آسان طریقہ:- یہاں پر میں اُن تمام تجربات اور مختلف طریقوں کا ذکر نہ کرونگا جو میں نے شہد کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے اب تک استعمال کئے ہیں کیونکہ ابھی تک مجھے اپنی تحقیق میں کامیابی نہیں حاصل ہوئی - میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کسی دوسرے شخص نے میرے پہلے اس سلسلہ میں کوشش کی ہیں - سالوں سے مختلف طرح کے شہدوں اور مختلف طرح سے تیار کئے گئے چینی کے گھولوں سے بھرے ہوئے بوتل رکھے ہوئے ہیں اور انکی تبدیلیوں پر برابر نظر رکھی ہے خاص طور پر نے انمیں دانہ دارپن پر خاص توجہ دی ہے - میں

محسوس کیا ہے کہ شہد کے دانوں اور چینی کے دانوں میں شکل اور ذائقہ کے نقطۂ نظر سے خاص فرق ہوتا ہے۔ اس بات کی تحقیق میں ابھی نہیں کر سکا کہ شہد کے دانے خالص ڈیکسٹراز کے دانے ہوتے ہیں یا انمیں کچھ اور بھی چیزیں آجاتی ہیں لیکن میرے خیال میں خالص ڈیکسٹراز کے دانوں سے انمیں فرق ہوتا ہے۔ یہ دانے سکروس کے دانوں سے یعنی معمولی چینی کے دانوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی بھی نیا آدمی تھوڑی سی مشق سے سکروس کے دانوں کو ڈیکسٹراز یعنی شہد کے دانوں سے پہچان سکتا ہے۔ چونکہ خوش قسمتی سے ہندوستان میں شہد میں معمولی درجہ کی چینی ملائی جاتی ہے ڈیکسٹراز نہیں۔ اسلئے شہد میں دانے پڑنے کے بعد اسکی اصلیت کو پہچاننا کسی حد تک آسان ہوجاتا ہے۔ چینی کی چاشنی میں بہت جلدی چند گھنٹوں یا چند دنوں یا دھیرے دھیرے ہفتوں یا مہینوں میں دانے پڑنے شروع ہوجاتے ہیں۔ جب دانے جلد ہی پڑنے لگتے ہیں تو انکی شکل چھوٹی ہوتی ہے۔ جب دانے دھیرے دھیرے پڑتے ہیں تو انکی شکل بڑی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی وہ مٹر کی برابر تک ہوجاتے ہیں۔ چینی کے دانوں کی شہد کے دانوں سے پہچان مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) انکا رنگ۔ چینی کے دانوں کا رنگ سفید چینی کے رنگ سا ہوتا ہے۔

(۲) انکی چمک۔ چینی کے دانے شہد کے دانوں کی بہ نسبت زیادہ چمکدار ہوتے ہیں۔ کچھ حد تک یہ ہو سکتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ میں نے جو چینی اپنے گھولوں کیلئے استعمال کی وہ زیادہ صاف تھی۔ دراصل اوپر جن دو اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے وہ مختلف ہو سکتے ہیں اگر چینی کا گھول تیار کرنے میں نیچے درجہ کی چینی کا استعمال کیا جائے۔ میں نے عمدہ قسم کی چینی کا استعمال کیا تھا۔ آئندہ میں بھوری اور نیچے درجے کی چینی کے نمونوں پر تجربہ کرنے پر غور کر رہا ہوں۔

(۳) انکا ٹھوس پن۔ چینی کے دانے سخت اور چبانے میں کھکھے ہوتے ہیں برخلاف اسکے شہد کے دانے ملائم ہوتے ہیں۔

(۴) چینی کے دانے آسانی سے گھول سے الگ ہوجاتے ہیں اور عام طور پر برتن کے نیچے بیٹھ کر جمع ہوجاتے ہیں۔ کبھی کبھی برتن کے چاروں طرف کی دیواروں پر دانے جم جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی شہد کے دانے برتن کی تہہ میں یا اسکی دیواروں میں چپک جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر یہ دانے شہد بھر میں برابر پھیل جاتے ہیں۔

شہد کے متعلق اوپر لکھے گئے کچھ تجربوں کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہوئے میں انھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ چینی، شہد کے دانوں کی جن خصوصیات کا میں نے ذکر کیا ہے وہ ابھی تجربہ میں ہیں۔ چینی کے دانوں کو اس طرح بنایا جا سکتا ہے کہ وہ شہد کے دانوں سے ملتے جلتے ہوں۔ اس مضمون کو شائع کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ شہد کے متعلق مروج غلط فہمیاں دور ہوجائیں۔ اور خریداروں اور ایماندار شہد کے بیوپاریوں کے لئے مفید ثابت ہوں۔

چمڑے کی تیاری

(از جناب رائے بہادر بی - ایم - داس ایم - اے (کال) ایم - ایس - سی - (لیڈس))

اس ملک میں کچے چمڑے کو تیار کرنے کے کئی طریقے ہیں - کچھ ایسے طریقے ہیں جنسے چمڑا تیار کرنے والوں کو چمڑے کی تیاری میں اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا ہونا چاہیے - مصنف مضمون بنگال ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کلکتے کے سپرنٹنڈنٹ ہیں - ملک میں مروج طریقوں کا حوالہ دیتے ہوئے مصنف نے بتلایا ہے کہ کس طریقے سے چمڑے کو تیار کرنے میں لوگوں کو زیادہ فائدہ حاصل کرنے کا امکان ہے - امید ہے کہ یہ مضمون کچا چمڑا تیار کرنے والوں کے لئے مفید ثابت ہوگا -

کچے چمڑے کو محفوظ رکھنے کیلئے ہندوستان میں تین طریقے کام میں لائے جاتے ہیں:-
(۱) نمک کے پانی میں بھگو کر (۲) سوکھے نمک کے ذریعہ (۳) خشک کرکے۔

نمک کے پانی میں بھگونا - جانور کے بدن سے چمڑے کو علٰحدہ کرنے کے بعد اسکو کاٹ چھانٹ کر ٹھیک کیا جاتا ہے۔ ایک چاقو سے چمڑے کا سر، کھر اور چمڑے میں لگا ہوا گوشت چمڑے سے الگ کر دیا جاتا ہے - اسکو چمڑا سجانا کہتے ہیں۔ اسکے بعد چمڑے میں لگے ہوئے گوشت کو صاف کیا جاتا ہے۔ اسکے لئے چمڑا ایک بانس پر پھیلا دیا جاتا ہے اور گوشت چھیلنے والے چاقو سے چمڑے سے گوشت کو نکال دیا جاتا ہے - اگر اسطرح کا بانس نہیں ملتا تو جہانتک ممکن ہوتا ہے معمولی چاقو سے چمڑے میں لگے ہوئے گوشت کو چھیل دیا جاتا ہے ۔ اسکے بعد چمڑے کو صاف پانی میں دھویا جاتا ہے تاکہ اس میں لگا ہوا خون گرد یا گوبر صاف ہو جائے - دھلا ہوا چمڑا ایک اونچے تختے پر ایک کے اوپر ایک رکھ دیا جاتا ہے یا کسی پیڑ سے کھمبے پر اسے لٹکا دیا جاتا ہے تاکہ پانی خشک ہو جائے۔

نمک میں بھگونا - یہ کام پکے اور صاف فرش پر کرنا چاہیے ، نمک کی ایک پتلی پرت فرش پر اسطرح بچھا دی جاتی ہے کہ جدھر گوشت رہتا ہے وہ حصہ اوپر ہو اسی طرف اس میں نمک لگایا جاتا ہے - اسکے بعد گوشت کے اوپر نمک چھڑک کر ہاتھ سے اچھی طرح رگڑا جاتا ہے جس سے چمڑے کے ہر حصے پر نمک اچھی طرح کہ پھیل جائے - تب اس چمڑے پر دوسرا چمڑا پھیلا دیا جاتا ہے - اسطرح چمڑے کے دوسرے حصوں پر نمک لگایا جاوے - اسطرح ۳۰ یا ۴۰ چمڑوں کا ایک ڈھیر بنایا جاتا ہے - اگر نمک لگانے کے لئے زیادہ چمڑے ہوں تو اسطرح نمک لگائے ہوئے چمڑوں کو دو یا تین دن رہنے دیا جاتا ہے - نمک کیوجہ سے چمڑوں کی نمی باہر کی طرف کھنچ جاتی ہے ، اور چمڑے پہلے کی بہ نسبت زیادہ خشک ہو جاتے ہیں - اسکے بعد ڈھیر کو توڑ دیا جاتا ہے اور چمڑے کو فرش پر اسطرح رکھا جاتا ہے کہ اوپر والا حصہ اوپر رہے اور اس میں پھر نمک لگایا جاتا ہے - عام طور پر چمڑے کو محفوظ رکھنے کیلئے ہندوستان میں یہی طریقہ کام میں لایا جاتا ہے - اس کے بعد ہر ایک چمڑے کو الگ الگ یا تین چار چمڑوں کو ایک ساتھ تہہ کرکے باہر بھیجنے کیلئے بنڈل بنائے جاتے ہیں -

ہندوستان میں تین طرح کے نمک کا استعمال کیا جاتا ہے

سمندری نمک، سانبھر نمک اور چٹانی نمک جہاں جو مل سکتا ہے اسی کو کام میں لاتے ہیں۔ نمک بہت باریک نہ پسا ہونا چاہیئے۔ بلکہ دانے دار ہونا چاہیئے اور دھول وغیرہ سے صاف ہونا چاہیئے۔ جو نمک ایکبار استعمال کیا جائے اسکو پھر سے استعمال نہ ہونا چاہیئے۔ تازے چمڑے کو تولئے اسکے وزن کا ۳۳ سے ۴۰ فیصدی نمک ہونا ضروری ہے۔ نمک کے پانی سے تیار کیا گیا چمڑا ہندوستان کی آب وہوا میں گرمیوں میں ۴ ہفتے اور سردیوں میں ۶ سے ۸ ہفتہ تک اچھی طرح سے رہ سکتا ہے۔ نمک کے پانی سے تیار کئے گئے چمڑے کی ٹرینِنگ ہندوستان ہی میں ہوتی ہے وہ دوسرے ملکوں میں بھیجنے کے وقت تک اچھی حالت میں نہیں رہ سکتے۔

بکری اور بھیڑ کے چمڑونکو بھی دوسرے چمڑوں کی طرح نمک کے پانی سے تیار کیا جاتا ہے۔

امریکہ کے جو چمڑ خانوں میں چمڑے کا کام کچھ اچھا ہے۔ جسکا طریقہ حسب ذیل ہے۔

ایک فرش پر چمڑا پھیلا دیا جاتا ہے۔ اسکا گوشت والا حصہ اوپر رہتا ہے جسپر نمک پھیلا کر ہاتھ سے ملتے ہیں چمڑے کے سروں کو اندر کی طرف موڑ دیا جاتا ہے تاکہ چمڑے سے پانی باہر نہ بہہ جائے۔ اسکے بعد پہلے چمڑے پر دوسرا چمڑا بچھا دیا جاتا ہے اور اس میں نمک لگایا جاتا ہے اور اسکے سروں کو بھی اندر کی طرف موڑ دیا جاتا ہے اس طرح ۴۰ سے ۵۰ تک چمڑوں کا ایک ڈھیر بناتے ہیں۔ نمک کھال کے باہر نکلنے والے پانی سے دھل جاتا ہے۔ اور اسطرح جو نمکین پانی بنتا ہے چمڑے کے ڈھیر کے اندرونی تہوں میں چھن چھن کر پہونچتا ہے۔ اور نچلی تہوں پر نمک جم جاتا ہے۔ اسکے بعد چمڑوں کے ڈھیر کو اسی حالت میں کم سے کم ۱۰ دنوں تک رہنے دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی یہ چمڑے ۴ ہفتہ تک اسی طرح پڑے رہتے ہیں امریکہ کی سرد آب وہوا میں اسطرح نمک لگائے چمڑے ۸ یا ۱۰ مہینوں تک اچھی طرح بنے رہتے ہیں۔ مگر ہندوستان کی آب وہوا میں نمک میں بھگوئے ہوئے چمڑے اتنے وقت تک نہیں رہ سکتے۔

خشک نمک لگانے کا طریقہ:- یہ طریقہ خاص کر بنگال اور آسام میں باہر بھیجے جانے والے چمڑے کیلئے کام میں لایا جاتا ہے۔ برسات کے موسم کے لمبے ہونے کیوجہ سے باہر بھیجے جانے والے چمڑوں کو اسطرح نہیں سکھایا جاتا جیسا کہ اتری ہندوستان میں جہاں کہ برسات کم ہوتی ہے۔ یہاں اس کام کیلئے کھانے والے نمک کا استعمال نہیں ہوتا بلکہ جو کھاری نمک کہلاتا ہے اسکو استعمال کرتے ہیں۔ اس میں سوڈیم سلفیٹ، کچھ سوڈیم کلورائڈ اور کچھ مٹی کا جز ورہتا ہے۔ سوڈیم سلفیٹ ہی ایسا خاص کیمیاوی عنصر ہے جو چمڑے کو محفوظ رکھتا ہے۔ بہار کے موتی ہاری اور مظفر پور حلقوں سے یہ ڈھیر کا ڈھیر آتا ہے۔ کھاری نمک کے ان تھکوں کو پیس کر کھولتے ہوئے پانی میں گھولا جاتا ہے، جس سے چمڑے کو محفوظ رکھنے کے کام میں لانے کیلئے یہ ایک اچھا گھول بن جاتا ہے۔ اگر چمڑوں کو معمولی نمک کے پانی کے ذریعہ پہلے تیار کیا جا چکا ہے تو اسکو دھویا جاتا ہے تاکہ وہ نمک دھل جائے۔ جن چمڑوں میں نمک پہلے نہیں لگایا گیا۔ انمیں لگے ہوئے گوشت کو صاف کیا جاتا ہے۔ چمڑے کو کاٹ چھانٹ کر ٹھیک کیا جاتا ہے، اور پھر اسے دھویا جاتا ہے۔ تاکہ خون، گوبر، گرد اور مٹی صاف ہو جائے دھلے ہوئے چمڑوں کو ایک ڈھیر کی شکل میں سوکھنے کیلئے سجی دیا جاتا ہے۔ اسکے بعد انھیں الگ الگ پھیلا دیا جاتا ہے، جہاں انمیں نمک لگایا جاتا ہے۔ پھیلاتے وقت اسکا خیال رہے کہ گوشت والا حصہ اوپر ہی رہے۔ نمک کے پانی کو چمڑوں کے اوپر خوب ملتے ہیں۔ کھاری نمک کا پانی گوشت والے حصے کی طرف ڈالتے ہیں اور پھر اسکو یوں ہی پڑا رہنے دیا جاتا ہے اسوقت تک جب تک کہ

وہ تھوڑا خشک نہ ہو جائے چمڑے کی اچھی تیاری کے لئے
ہر چمڑے میں ۱۲ بار یہ عمل کام میں لایا جاتا ہے، جس میں
تین دن لگتے ہیں۔ اور روزانہ ۴ بار ہر چمڑے میں نمک
لگایا جاتا ہے۔ چمڑے کی تیاری کے اس طریقے کو ڈھاکہ
والا طریقہ کہتے ہیں۔ اس طرح کا گھول نمک لگانے کے آخری
ایک یا دو سلسلوں میں کام میں لایا جاتا ہے۔ نمک کے گھول
میں تھوڑی سی کھریا ملاتے ہیں کھریا کی وجہ سے گوشت والا
حصہ سفید ہو جاتا ہے اور تیار ہونے پر چمڑا اچھا معلوم
ہونے لگتا ہے۔ معمولی طور سے چمڑا تیار کرنے کیلئے ۶ بار
نمک لگایا جاتا ہے۔ ۴ بار پہلے دن اور دو بار دوسرے
دن۔ چمڑے کی معمولی تیاری میں آخری بار کھریا کا استعمال
کیا جاتا ہے تاکہ وہ چمڑا دیکھنے میں اچھا معلوم ہو۔ بھیڑ اور
بکری کے چمڑوں کو بھی دوسرے ملکوں میں بھیجنے کیلئے کھاری
نمک سے تیار کرتے ہیں۔ انھیں پیٹ سے چیر کر کھول کر پھیلا
دیا جاتا ہے تاکہ گوشت والا حصہ اوپر آجائے اور پانی جھٹک
کر چمڑے میں لگے ہوئے گوشت کو کھرپی سے چھیلتے ہیں۔
وہ چمڑے میں باڑے میں کھونٹے سے لٹکاتے ہیں۔ کچھ لوگ
لکڑی کے تختہ پر پھیلاتے ہیں، اور کچھ زمین پر۔ اور پھر
کھاری نمک کے گھول کو گوشت والے حصہ پر چھڑک کر ہاتھ
سے اچھی طرح رگڑا جاتا ہے۔ اسطرح تین یا چار بار کرتے
ہیں۔ آخری بار گھول میں تھوڑی سی کھریا ملا دی جاتی ہے
تاکہ گوشت والا حصہ صاف دکھائی پڑنے لگے، اور تب
چمڑے کو دھوپ میں خشک ہونے کیلئے ڈال دیا جاتا ہے
بکری کا چمڑا ایک فریم کے اندر تیار کی جاتی ہے۔ اسکے
بعد خشک شدہ چمڑا بالوں کی طرف سے تہ کرتے ہیں اور
گوشت والے حصے کو اچھی طرح جھاڑتے پونچھتے ہیں۔
دوسرے ملکوں میں بھیجنے کیلئے بھیڑوں کا چمڑا بھی اسیطرح
سوکھے نمک سے تیار کیا جاتا ہے۔ بنگال کی بہ نسبت اتری
ہندوستان کی آب و ہوا زیادہ گرم ہوتی ہے۔ اس لئے
وہاں چمڑے کو سوکھا نمک لگا کر تیار کرنے کیلئے دو حصہ
کھاری نمک اور ایک حصہ معمولی نمک استعمال کیا جاتا
ہے، بنگال میں معمولی نمک اسطرح نہیں استعمال کر سکتے
کیونکہ ہوا سے اس میں نمی پیدا ہو جاتی ہے، اور چمڑا بھیگ
کر خراب ہو جاتا ہے۔

خشک کر کے تیار کرنے کا طریقہ۔ چمڑے کو خشک
کر کے تیار کرنے کے تین طریقے ہیں۔

(۱) اسکو ڈھانچے پر پھیلانا
(۲) زمین پر کھونٹی گاڑ کر پھیلانا
(۳) بغیر کھونٹی کے زمین پر پھیلانا

پہلا طریقہ جسکو ڈھانچے سے سکھانا کہتے ہیں باقی
طریقوں سے اچھا ہے۔ اور اسطرح تیار ہونے والے چمڑے
میں دھبے وغیرہ نہیں پڑتے۔ چمڑے تیار کرنے کے عام
نقائص یہ ہیں۔ چمڑے کے گوشت والی طرف کسی حصے میں
سڑن پیدا ہونے سے چمڑے پر دھبے بن جاتے ہیں۔ اسکے
علاوہ جب چمڑے کی اندرونی تہوں میں کہیں پر سڑن پیدا
ہو جاتی ہے تو چمڑے میں پھپھولے سے نکل آتے ہیں جس
سے اسکی ساری موٹائی خراب ہو جاتی ہے۔ وہ پھپھولے
تب تک نہیں دکھائی پڑتے جب تک کہ چمڑے کو ٹینری
میں بھگویا نہیں جاتا اور اسطرح ٹیننگ کرنے والے کو
بہت نقصان ہوتا ہے۔ ڈھانچے پر سکھائے گئے چمڑے
جنکو بھور ماکہتے ہیں انمیں اسطرح کے پھپھولے نہیں
پڑتے۔ بیوپاری لوگ اسکو پسند کرتے ہیں۔ اور جو چمڑا
زمین پر کھونٹی گاڑ کر سکھایا جاتا ہے یا بغیر کھونٹی کے سکھائے
جانے والے چمڑوں کی بہ نسبت اچھی قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔

فریم پر سکھا کر چمڑا تیار کرنے کا طریقہ۔ بانس
یا لکڑی کے ۶ سے ۷ فیٹ لمبے اور چار سے ۵ فیٹ چوڑے
چوکور فریم بنائے جاتے ہیں۔ انکی شکل چمڑوں کی شکل کے
مطابق ہوتی ہے۔ فریم کے چاروں کونوں کو جوٹ کی پتلی

رسی سے کس کر کیل لگاکر مضبوط بنا دیتے ہیں۔ چمڑوں کو نکالنے کے بعد انہیں لگا ہوا گوشت صاف کیا جاتا ہے۔ چمڑے میں لگے ہوئے گوشت کو اچھی طرح صاف کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے چمڑے کا رنگ ہلکا ہوجاتا ہے، اور ہلکے رنگ والے چمڑے کی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ چاروں پیروں، پونچھ گردن اور پیٹ کے سروں پر سوراخ کئے جاتے ہیں، ان سوراخوں میں پتلی ڈوری ڈالکر فریم کی لکڑی سے کس دیتے ہیں۔ ڈوریوں کے ذریعہ کھنچاؤ لمبائی میں ہونا چاہئے یعنی پونچھ اور گردن کی طرف ڈوری زیادہ کسی ہونی چاہئے، اور چوڑائی کی طرف یعنی پیٹ کے سروں کی طرف کم کسی ہونی چاہئے۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ سوکھنے پر چمڑا اپنی شکل کا ہو، فریم میں چمڑے کو اسطرح کس دینے کے بعد اسے اونچے پر ٹنگے ہوئے بیڑے بانس یا لکڑی کی بلی یا دیوار کے سہارے ترچھا لٹکا دیا جاتا ہے۔ اسطرح چمڑے کو کھلی ہوا میں اور کم دھوپ میں سوکھنے دیا جاتا ہے۔ دوپہر میں چمڑے کو دھوپ سے اٹھاکر سایہ میں رکھ دینا چاہئے۔ تاکہ وہ دھوپ کی تیز کرنوں سے بچی رہے۔ صاف موسم میں چمڑا ایک یا دو دن میں سوکھ جاتا ہے۔ لیکن برسات کے دنوں میں اسکو زیادہ دن لگتے ہیں۔ علاوہ اسکے برسات کے موسم میں چمڑے کو رکھنا بھی سایہ میں چاہئے کیونکہ وقت بے وقت پانی گرنے سے ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ بھیگ جائے۔ چمڑے کو اسطرح سکھانے میں چمڑے کا دونوں طرف کا حصہ یعنی بالوں والا اور گوشت والا ہوا میں چونکہ کھلا رہتا ہے لہذا جلدی اور پوری طرح سے سوکھ جاتا ہے۔ صرف اسبات کا خیال رکھنا چاہئے کہ نہ تو وہ زیادہ دھوپ میں رہے اور نہ برسات میں بھیگنے پائے۔ تیز دھوپ میں چمڑے کا اوپری حصہ سوکھ جاتا ہے جس سے اسکے بالوں کے سوراخ بند ہوجاتے ہیں، اور چمڑا سخت ہوجاتا ہے جس سے اس کی اندرونی تہوں کی نمی باہر نہیں نکلنے پاتی۔ چونکہ اندر کی تہیں نم رہ جاتی ہیں اسلئے سڑ جاتی ہے اور انہیں دھوپ کیوجہ سے پڑنے والے پھپھولے پڑ جاتے ہیں۔ چمڑوں کو دھوپ میں اسطرح اسی وقت تک سوکھنے دیا جاتا ہے جب تک وہ موڑنے کے لائق ملائم رہتی ہیں۔ اسکے بعد انھیں فریموں سے اتار کر لمبائی میں ریڑھ کی جگہ سے اسطرح موڑ دیتے ہیں کہ بال والا حصہ اندر کی طرف رہے اور تب اسے زمین پر کڑا ہونے کیلئے ڈال دیا جاتا ہے۔

چمڑے کو زمین میں کھونٹی گاڑ کر سکھانے کا طریقہ:- اس طریقے سے چمڑا سکھانے کیلئے چمڑے کو نکالنے کے بعد پہلے اسے گوشت سے صاف کیا جاتا ہے پھر کاٹ چھانٹ کر دھونے کے بعد اس سے پانی نچڑ جانے کیلئے رکھ دیا جاتا ہے۔ چمڑوں کے کناروں پر چھوٹے چھوٹے سوراخ کر دئے جاتے ہیں۔ اسکے بعد چمڑے کو زمین پر اسطرح پھیلا دیا جاتا ہے کہ اندر کا گوشت والا حصہ اوپر رہے۔ بانس کی نکیلی کھونٹیوں یا لوہے کی کیلوں کے ذریعہ چمڑے کو زمین پر لگا دیا جاتا ہے، اور چمڑے کو اسوقت تک دھوپ میں رہنے دیا جاتا ہے جب تک کہ وہ سوکھ نہ جائے۔ چونکہ چمڑا چاروں طرف سے کھنچا رہتا ہے اسلئے وہ قریب قریب چوکور ہوتا ہے۔

بغیر کھونٹیوں کی مدد کے زمین پر چمڑا سکھانے کا طریقہ:- چمڑا نکالنے، گوشت سے صاف کرنے اور دھونے کے بعد اسے صرف زمین پر اسکو اسطرح پھیلا دیا جاتا ہے کہ گوشت والا حصہ اوپر رہے اور اسمیں دھوپ لگتی رہے۔ چونکہ نہ تو اس میں کھونٹیاں لگی رہتی ہیں اور نہ کسی ڈھانچے سے کسی رہتی ہے اسلئے سوکھنے میں یہ سکڑ جاتی ہے۔ اسطرح تیار کئے گئے چمڑے کو چھریوں دار چمڑا کہتے ہیں۔ اسطرح کے چمڑے یکساں طور پر نہیں سوکھتے۔ یہ طریقہ عام طور پر گاؤں والے کام میں لاتے ہیں جو نہ تو چمڑے کی قیمت کو سمجھتے ہیں اور نہ

اسکو تیار کرنے کا ٹھیک طریقہ ہی جانتے ہیں۔

پہلے اور دوسرے طریقہ میں خرابی یہ ہے کہ چمڑے کا صرف ایک حصہ یعنی گوشت والا حصہ کھلا رہتا ہے جس سے چمڑے کی نمی بھاپ بن کے نکلتی ہے۔ دوسرا حصہ زمین کی طرف ہوتا ہے اسلئے اس طرف سے نمی نہیں نکلنے پاتی۔ چمڑا دیر میں سوکھتا ہے اسلئے ڈھانچے پر سکھانے کی بہ نسبت اسطرح سکھانے سے دھبے اور پھپھوندے پڑنے کا زیادہ امکان رہتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے طریقے کو بیوپاری لوگ "سکتی" کہتے ہیں۔ اور اسطرح تیار کیا گیا چمڑا نیچے درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ڈھانچے پر چمڑا سکھانے کا طریقہ کام میں لانا چاہیئے۔ اسکے بعد طریقہ نمبر ۲ دوسرا ہے۔ تیسرا طریقہ بالکل کام میں نہ لانا چاہیئے۔

دوسرے ملکوں میں بھیجنے کے لئے سوکھے چمڑے جب کسی گودام میں یا جہاز میں رکھے جاتے ہیں تو اکثر ان میں ایک طرح کے کیڑے لگ جاتے ہیں جو چمڑوں کو بہت نقصان پہونچاتے ہیں۔ چمڑے کے بال اور دانوں کو یہ کیڑے کھا جاتے ہیں جس سے بالوں کیطرف دھبے پڑ جاتے ہیں۔ جو چمڑے بہت جلدی خراب ہو جاتے ہیں وہ بالکل چھلنی ہو جاتے ہیں اور کسی کام کے نہیں رہتے۔ ان چمڑوں کو ان کیڑوں سے بچانے کیلئے سوڈیم آرسنائڈ کے گھول میں بھگو کر سکھا لیتے ہیں۔ اسطرح دوسرے ملکوں میں بھیجنے کے لئے چمڑے کو زیادہ وقت تک رکھا جا سکتا ہے۔ اسکو چمڑوں میں زہر کا استعمال کرنا کہتے ہیں۔ جے۔ آر۔ فلگی کے خیال کے مطابق سوڈیم آرسنائڈ کا گھول حسب ذیل طریقے پر بنائے جاتے ہیں۔ تھوڑے سے پانی میں ۱۰ پونڈ کاسٹک سوڈا گھلایا جاتا ہے۔ اسطرح یہ گھول گرم ہو جاتا ہے۔ یہ گھول جب گرم رہتا ہے تبھی اس میں ۲۵ پونڈ آرسنک، (آرسنک آکسائڈ ایس ۲ او ۳) کو اس گھول میں ڈال کر گھلاتے ہیں۔ آرسنک کے گھل جانے پر گھول کو ٹھنڈا پانی ڈالکر ۵۰ گیلن بنایا جاتا ہے۔ اس مکسچر میں ۳ حصہ پانی ملا دیا جاتا ہے۔ اور اس گھول میں ۲۵ سے ۳۰ فیصدی سوڈیم آرسنائڈ رہتا ہے اسکو تیار کرنے کا دوسرا طریقہ اسطرح ہے:۔

کپڑا دھونے والا سوڈا ۱۵ گیلن پانی میں گھول کر لگایئے۔ جب پانی کھولنے لگے تو ۳۵ پونڈ سفید آرسنک ڈال دیجئے اور اسکو تب تک اچھی طرح پکنے دیجئے جب تک وہ گھل نہ جائے۔ تب اس میں ٹھنڈا پانی ڈالکر ۵۰ گیلن بنایئے۔ اور پھر اس میں ۳۰ فیصدی پانی ملاکر پتلا کر دیجئے۔ سفید آرسنک سے گھول تیار کرنے کی تکلیفوں سے اگر بچنا چاہیں تو سوڈا استعمال کر سکتے ہیں۔ اس سوڈے کو آرسنک سوڈا کہتے ہیں۔ مگر دوسرے طریقوں میں کم خرچ پڑتا ہے۔ آرسنک کا یہ گھول پکے تالابوں میں بنایا جاتا ہے۔ چمڑے کے پہلے نیچے والے حصہ کو گھول میں ایک منٹ تک ڈبوتے ہیں۔ اسکے بعد گردن والے حصے کو پانی میں رکھتے ہیں۔ اور پھر چمڑے کو کھلے باڑے میں پھیلا کر سکھایا جاتا ہے۔ اس گھول کا اثر چمڑے پر زیادہ عرصہ تک نہیں رہتا مگر کیڑوں کو دور کرنے کے لئے کافی مفید ہے۔ فلنگس کے مطابق اس گھول کو چمڑے کے اوپر چھڑکنے سے فائدہ ہوتا ہے مگر چمڑے کو پھیلانے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ جو چمڑے سوکھے نمک کو لگاکر تیار کئے جاتے ہیں۔ انہیں کیڑے نہیں لگتے۔ اسلئے انہیں اس زہریلے گھول کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ بکری اور بھیڑوں کے چمڑے دوسرے ملکوں میں بھیجنے کیلئے کھاری کے گھول کے ذریعہ تیار کرتے ہیں۔ پھر بھی ڈھیروں میں رکھنے کے پہلے ہی ان پر کیڑوں کا حملہ ہو جاتا ہے۔ خواہ کتنا ہی انھیں نیپلین کے چورن میں رکھا جائے۔

بھیڑ اور بکریوں کے چمڑے ڈھانچے پر نہیں سکھائے جاتے۔ وہ لکڑی کے تختوں اور کبھی زمین پر کھونٹیاں لگا کر پھیلا دیتے ہیں مگر آج کل بھیڑ بکریوں کے چمڑے باہر بھیجنے کے لئے زیادہ تر سوکھے نمک کو استعمال کرکے تیار کئے جاتے ہیں۔ ایسی ٹینریوں کے استعمال کے لئے جو آس پاس کی ہو انھیں نمک کے پانی کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے۔

اپنے لڑکے لڑکیوں کو پڑھائیے

نمبردار اور سقراط کی گفتگو

تیاری

سقراط:- "کہئے نمبردار صاحب، کیا حال ہے؟"

نمبردار:- "سب اچھا ہے، آپ کہئے-؟"

سقراط:- "میرا کیا ہے" بڈھا اور تنہا آدمی ٹھہرا- لیکن یہ تو بتائیے، آپکا لڑکا آج سویرے سویرے ہی کہاں گیا ہے؟"

نمبردار:- "میدان میں گھوڑا پھرا رہا ہے-"

سقراط:- "کسواسطے؟"

نمبردار:- "سواری کرنے کیلئے"

سقراط:- "میں نہیں جانتا تھا، کہ سواری کے لئے گھوڑے کو کوئی خاص تعلیم دینی پڑتی ہے-"

نمبردار:- "ہاں، ہاں سقراط، دیکھو بیل ہل کھینچیں اور گاڑی چلادیں اسکے پہلے انکو تیار کرنا پڑتا ہے- اور گھوڑے کو بھی سوار لے جانے اور پولو کھیلنے اور بہت سے کاموں کی جو اسے کرتے ہوئے ہیں، تعلیم دینی پڑتی ہے"

سقراط:- "سچ، زمیندار کا کام کتنے کمال کا ہے کہ اسے اپنے سارے جانوروں کو کام کے لئے تیار کرنا پڑتا ہے"

اسیوقت نمبردار کی عورت نے اسے بلایا اور پوچھا کہ شادی کی سب تیاریاں تو ہوگئی ہیں نا؟

سقراط:- "او، تب تم میرا مبارکباد لو- شادی کب ہے؟"

سقراط:- "میں سمجھتا ہوں، شادی کے بعد کی زندگی کے لئے تم نے لڑکی کو تیار کر دیا ہوگا-"

نمبردار:- "کیا مطلب؟"

سقراط:- "تم نے کہا نا کہ جانوروں کو جو کام کرنے ہوتے ہیں، انکے لئے انھیں اچھی طرح تیار کرنا ہوتا ہے"

نمبردار:- ہاں، لیکن اسکا اس سے کیا مطلب؟"

سقراط:- "واہ، کیا لڑکیوں کو جو کام کرنے ہوتے ہیں، انکے لئے انھیں تیار کرنا اتنا ہی ضروری نہیں ہے؟"

نمبردار:- "سنو، وہ چکی پیسنا جانتی ہے، گوبر پاتھ سکتی ہے، اور تھوڑا تھوڑا کھانا پکانا بھی جانتی ہے، اور کیا چاہئے، آخر وہ تو عورت ہے نا؟"

سقراط:- "خوب، اسکا مالک اتنی ہوشیاری کے ساتھ تیار کی گئی عورت کو پاکر اپنی خوش قسمتی محسوس کریگا"

نمبردار:- "ضرور اور لڑکی کے زیورات پر بھی تو میں نے بہت خرچ کیا ہے، لڑکا اچھا ہے- خدا کرے اسکے بال بچے ہوں، جو اسکا نام روشن کریں- اسکے والدکے پوتے اب تک سب بچپن میں ہی گذر چکے ہیں، کیسی بدنصیبی ہے"

سقراط:- ہر ایک گاؤں والے کی یہ خواہش ہوتی ہے تاکہ اسکے بچے خوب مضبوط اور تندرست ہوں"

نمبردار:- "ضرور، اسکی تو ہم بھی دعا کرتے ہیں"

سقراط:- "بچوں کی پرورش کون کرتا ہے"

نمبردار:- "انکی ماں"

سقراط:- "یہی اسکا سب سے ضروری کام ہے نا"

نمبردار:- "ہاں، ہے"

سقراط:- "بیماریاں مصیبتیں اور گاؤں کی گندگی کی حالت میں تو انکا یہ کام بہت مشکل ہوجاتا ہوگا"

نمبردار:- "ہاں، یہ تو ہے ہی، میں نے کہا نہ ہمارے ان صاحب کے سب پوتے بچپن ہی میں مرگئے- اور اب انکے کوئی پوتا نہیں ہے"

سقراط:- "ماں کی ذمہ داری بہت بڑی ہے"

نمبردار:- "وہ تو ہے ہی، مجھے امید ہے میری لڑکی ناکامیاب نہ ہوگی"

سقراط:۔ "اسکو ہوشیاری کیساتھ تیار کیا گیا ہے
اسی سے نا؟"

نمبردار:۔ "پھر وہی مطلب؟"

سقراط:۔ "تم نے ابھی کہا نا کہ کام کیلئے جانوروں
کو ہوشیاری کیساتھ تیار کرنا ہوتا ہے۔ تمہاری لڑکی تو
جانوروں سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں
تم نے ضرور ہی بچوں کی پرورش کرنے کے مشکل کام کے لئے
پوری طرح تیار کر دیا ہوگا۔"

نمبردار:۔ "تمہارا مطلب ہے؟ میں بتا چکا ہوں کہ وہ
پیس لیتی ہے، گوبر پاتھ لیتی ہے اور موٹا جھوٹا کھانا بھی تیار کرتی
ہے۔ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتے ہو؟"

سقراط:۔ "میں سمجھتا ہوں، تم نے اپنی لڑکی کو بچوں کا
نہلانا دھلانا، کھلانا انکے کپڑے سینا، چھوٹی موٹی بیماری،
آنکھ کا درد کھوسٹ، اندرونی درد ان سب کا دوا علاج کرنا
وغیرہ سب سکھا دیا ہوگا۔ وہ یہ بھی جانتی ہوگی کہ اپنے گھر کو ہوا
اور روشنی آنے کیلئے کس طرح کھلا رکھنا چاہئے، اور چیچک بخار
پلیگ وغیرہ سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔"

نمبردار:۔ "کیسی عقلمندی کی بات کرتے ہو۔ میں ہی
ان سب کے بارے میں کیا جانتا ہوں میری لڑکی تو بیچاری ابھی
بچی ہی ہے۔ یہ سب باتیں تو تقدیر کے ہاتھ ہیں۔ اگر خدا کی مرضی
ہوگی تو اسکے بچے بغیر کسی رکاوٹ کے بڑھتے جائینگے اور
تندرست ہونگے۔ خدا کی مرضی نہ ہوگی ....
.... یہ سب تقدیر کی بات ہے۔"

سقراط:۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ نشتر کھنن، پائخانہ
اور مچھر دانی یہ سب کس لئے ہیں؟ تم تو سپاہی رہ چکے ہو،
اور ان چیزوں پر جتنا غور کیا جاتا ہے اتنی ہی زیادہ
فوج تندرست رہتی ہے۔"

نمبردار:۔ "یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ایک عورت کو
ان سب کو کیا کرنا۔"

سقراط:۔ "نمبردار صاحب، اگر اسکو تندرست بچے
پیدا کرنا ہو تو بہت کچھ کرنا ہے۔ تمہاری لڑکی کپڑے سی سکتی ہے؟"

نمبردار:۔ "نہیں، اسکے لئے وقت بھی کہاں ہے،
چکی چلانا، گوبر پاتھنا، اور بہت سے کام کرنا، ان سب سے
اسکو بہت کم فرصت ملتی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے، کہ وہ سکھائے
کون؟ اسکی ماں نے کبھی سینا نہیں سیکھا۔"

سقراط:۔ "لیکن پسائی تو بیلوں کی مدد سے بھی
ہو سکتی ہے۔ رہی گوبر پاتھنے کی بات۔ اسکو تم ایکدم بند
کر سکتے ہو۔ لکڑی یا کوئلے کا استعمال کرو، اور گوبر کی کھاد
کھیت میں دیکر فصل اور دولت کیوں نہ دوگنی کرو؟"

نمبردار:۔ "میں ایسا کر سکتا ہوں، لیکن لڑکی تو عورت
ہے۔ اسکے بارے میں فکر کرنے سے کیا فائدہ؟"

سقراط:۔ "لیکن ابھی تم نے کہا کہ بچوں کی پرورش
کرنا لڑکیوں کے لئے سب سے ضروری کام ہے۔"

نمبردار:۔ "وہ تو ہے ہی۔"

سقراط:۔ "اور یہ بھی بہت ضروری ہے کہ تمہارا نام
چلانے کے لئے تندرست بچے پیدا ہوں۔"

نمبردار:۔ "بے شک۔"

سقراط:۔ "تم نے یہ بھی کہا کہ بچے بچپن ہی میں
مر جاتے ہیں۔"

نمبردار:۔ "ہاں۔"

سقراط:۔ "اور تم نے یہ بھی منظور کیا کہ فوج کو تندرست
بنانے کیلئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

نمبردار:۔ "ضرور۔"

سقراط:۔ "میں سمجھتا ہوں کہ گاؤں بھی فوج کی
طرح ہے۔"

نمبردار:۔ "کیوں نہیں۔"

سقراط:۔ "اور تم نے یہ بھی مان لیا کہ آخر سب
کچھ قسمت ہی نہیں ہے۔"

نمبردار:- "ہاں"

سقراط:- "تب ایک لڑکی کو جو ماں ہونے جا رہی ہے، اس بات کا موقع کیوں نہیں دیتے کہ وہ اپنے اس سب سے ضروری کام کو سیکھے؟"

نمبردار:- "کیسے سیکھے؟"

سقراط:- "اسکو اسکول بھیجو"

نمبردار:- "کہاں؟ لڑکیوں کا کوئی اسکول تو ہے نہیں"

سقراط:- "لڑکوں کا اسکول تو ہے"

نمبردار:- "ہاں، ہے"

سقراط:- "بچوں کی پرورش کیسے کرتی ہے باپ کو یا ماں کو"

نمبردار:- "ماں کو"

سقراط:- "تب لڑکوں کی جگہ لڑکیوں کو اسکول کیوں نہیں بھیجتے؟ لڑکوں کا اسکول ہی کیوں ہو جبکہ لڑکیوں کا اسکول اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے؟ اور تمہاری لڑکی اور لڑکا ایک ہی اسکول میں پڑھنے کیوں نہ جائیں؟"

نمبردار:- "کیسی بات کرتے ہو سقراط؟ یہ تو ناممکن ہے"

سقراط:- "کیوں نمبردار صاحب؟"

نمبردار:- "لڑکے لڑکے ہیں، لڑکیاں لڑکیاں ہیں وہ ساتھ ساتھ اسکول کیسے جا سکتے ہیں؟"

سقراط:- "گاؤں میں یہاں وہاں وہ کھیلتے تو ساتھ ساتھ ہیں"

نمبردار:- "ہاں، کھیلنا تو ساتھ ہی ساتھ ہوتا ہے۔"

سقراط:- "کیا اس سے انھیں کوئی نقصان پہونچتا ہے؟"

نمبردار:- "نہیں، ہم اپنے نمبردار گاؤں والوں کے بارے میں ایسی بات کا اشارہ مت کرو"

سقراط:- "اسکول میں تو انکی دیکھ بھال ہوگی نا؟"

نمبردار:- "میں سمجھتا ہوں ضرور ہوگی"

سقراط:- "تب کوئی نقصان انکو اسکول میں کیسے پہونچ سکتا ہے؟"

نمبردار:- "سقراط تمہارے اسطرح کہنے سے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا ہے۔"

سقراط:- "ایسا ہے تو اپنی لڑکیوں کو اسکول بھیجو، جس سے وہ کچھ تعلیم حاصل کر سکیں اور گھر گرہستی اور بچوں کی پرورش کی جو معمولی باتیں ہیں انکو سیکھ سکیں۔ ایسا ہوگا تو شاید قسمت کے ایسے غلام نہ بنے رہوگے اور ماں کی لاپرواہی اور نادانی کیوجہ سے اپنے بچوں کو مرتے ہوئے بھی تمہیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھنا پڑیگا"

نمبردار:- "سقراط، میرے اور میرے بچوں کے لئے تو اب بہت دیر ہو گئی۔ لیکن میں اپنے پوتوں کو ایسی تعلیم دونگا کہ وہ اپنی لڑکیوں کو انکی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے تعلیم دیں"

(گڑگاؤں کے سابق ڈپٹی کمشنر مسٹر برین کی ایک تصنیف کا حصہ)

گاؤں، کھتّوں یا گڈھوں میں ہرا چارا سائیلج تیار کرنا

(از جناب میسن واہ ایگریکلچرل انجینئر الہ آباد)

اس بات کو عام طور پر کہ ہندوستان میں مویشیوں کی ترقی کے راستہ میں سب سے بڑی مشکل چارے اور قوت بخش خوراک کی کمی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے بہت سے گاؤں میں سال کے کچھ مہینوں میں نہ صرف چارے کی کمی ہی رہتی ہے بلکہ جو چارا ملتا ہے بھی وہ قوت بخش نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ سال کے دوسرے موسموں میں اتنا زیادہ چارا ملتا ہے کہ مویشی اسکا پورا استعمال نہیں کر سکتے۔ جو گھاس ملتی ہے اسکا کچھ حصہ اس قابل ہی نہیں ہوتا کہ اسکو سکھا کر رکھا جائے اور اسکا ایک بڑا حصہ سکھایا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ جس وقت اس میں قوت بخش اجزا سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اسوقت سکھانے کے لئے موسم موافق نہیں ہوتا۔ جب موسم موافق ہوتا ہے کہ گھاس کو سکھایا جا سکے تب گھاس اتنی سخت ہو جاتی ہے کہ اس سے اچھی قسم کی سوکھی گھاس نہیں تیار ہو سکتی۔ علاوہ اسکے دوسرے کاموں کی وجہ سے ان دنوں کسانوں کے پاس اتنا وقت بھی نہیں ہوتا کہ وہ گھاس سکھانے کی طرف توجہ کر سکیں۔ سار گھم، باجرہ اور مکا وغیرہ کے ڈنٹھلوں کو سکھا کر اس سے اچھے چارے کا کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن انمیں تازے اور ہرے ڈنٹھلوں کے مقابلہ میں قوت کم ہوتی ہے۔ اگرچہ کچھ علاقوں میں گھاس بھی سکھائی جاتی ہے اور ڈنٹھلوں کو بھی جمع کیا جاتا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں قوت بخش اجزا کی کمی ہونے کے باوجود کسان اسکو جمع کرنے اور اسکو کھلانے میں اتنا توجہ نہیں کرتا جتنا کہ اسکو کرنا چاہیئے۔

کھتّوں میں محفوظ کئے ہوئے چارے کی قوت

کھتّوں میں محفوظ کئے ہوئے چارے کی مقویات عام طور پر تسلیم کر لی گئی ہیں۔ اب یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ متعدد طرح کی گھاسوں سے عمدہ چارا کسی حد تک اچھا تیار کیا جا سکتا ہے اور بہت سی گھاسیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں مویشی آسانی سے نہیں کھاتے۔ لیکن سکھانے کے بعد وہ انھیں خوشی سے کھاتے ہیں اور انمیں قوت بھی بڑھ جاتی ہے۔ سوکھے ہوئے چارے کو کھلانے کا رواج فوجی ڈیریوں اور ایسی بڑی بڑی انجمنوں جیسے زراعتی کالج کے فارموں میں کافی بڑھ گیا ہے۔ کچھ ہی بڑے ذاتی فارموں نے شاید اپنے یہاں چارا تیار کیا ہو۔ اگرچہ چارے کو اسطرح کھتّوں میں محفوظ رکھنے کے فائدوں پر خاصکر دیہاتوں میں مویشیوں کے لئے سوکھا چارا ملنے میں اس سے جو مدد ملتی ہے مختلف مضامین اور تقریروں کے ذریعہ بہت کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اور لوگ بھی اس بات کو کافی سمجھنے لگے ہیں مگر پھر بھی اب تک اس طریقے کو دیہاتوں میں مویشیوں کے لئے چارا جمع کرنے کے واسطے عام طور پر اپنانے میں جو مشکلات ہیں ان پر بہت کم تحقیق کی گئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ دیہاتوں میں اس طریقے کو عام طور پر کس حد تک چلانا ممکن ہے؟ اور ان مشکلات کو حل کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ اگر ممکن ہے تو کون کون سی باتیں کرنی چاہئیں اور انھیں کون کرے؟

سوکھا چارا بنانے کے لئے سامان اکٹھا کرنا مشکل نہیں ہے۔ ایسی کوئی بھی چیز اگر مناسب جگہ میں اسوقت رکھی جائے جبکہ وہ ٹھیک طرح تیار ہو گئی ہو اور نرم ہو خمیر اٹھنے کے بعد سوکھا چارا بن سکتی ہے۔ مختلف طرح کی ہری چیزیں سوکھا چارا بنانے کے لئے کام میں آسکتی ہیں۔ کوئی بھی ہری فصل جیسے سار گھم، باجرہ اور مکا وغیرہ اور اسطرح

دوسری لمبے ڈنٹھل والی فصلیں اسکے لئے سب سے اچھی رہتی ہیں اور ان سے اسوقت بھی سوکھا چارا تیار کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ ٹھیک طرح سے پکی یا تیار نہ ہوئی ہوں اور اسوقت بھی جبکہ وہ ضرورت سے زیادہ پک گئی ہوں۔ ہر طرح کی جنگلی یا بوئی ہوئی گھاس جسے عام طور پر مویشی کھاتے ہیں اور دوسری ایسی گھاسیں جنھیں ہری حالت میں بھی مویشی نہیں کھاتے جیسے کانس وغیرہ سب سے سوکھا چارا تیار کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ انھیں ٹھیک طرح سے کام میں لایا جائے۔ گیہوں، جئی اور جو چارا بن سکتا ہے۔ پھلی دار ہری فصلوں کو دوسری چیزوں کیساتھ ملاکر اچھا سوکھا چارا بنایا جا سکتا ہے۔ اسکو ٹھیک طرح سے تیار کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں کوئی محفوظ رکھنے والا ایسڈ ملایا جائے یا پھلی دار پودوں کو اسوقت سکھایا جائے انمیں ۶۵ فیصدی نمی موجود ہو۔

سوکھا چارا کس طرح بنانا چاہئے؟

اسکے بنانے کا طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ کسی بھی مناسب ہری گھاس کو کسی ایسے برتن گڑھے یا ایسی ہی حالت میں رکھنے سے خمیر اٹھتے وقت ہوا باہر نکل سکے اور کاربن ڈائی اکسائڈ رہ جائے، بس سوکھا چارا تیار ہو جائیگا، یعنی اسکا خمیر بن جائیگا۔ علاوہ پھلی دار پودوں کے جن میں سکھاتے وقت زیادہ نمی ہونی چاہئے اور دوسری چیزوں کی نمی کے بارے میں زیادہ چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کسی طرح کا بھی ہو سکتا ہے خوب ہرے سے لیکر اتنا ہرا تک بھی ہو سکتا ہے جبکہ سوکھنے پر اس میں سے بیج نکالے جا چکے ہوں۔ سب سے اچھا سوکھا چارا ایسی فصل سے تیار ہوتا ہے جو اچھی طرح تیار ہو چکی ہو اور جس میں بیج پڑ چکے ہوں لیکن پکنے نہ پائے ہوں اور جو ہری اور رسدار ہو۔ اگر فصل بہت سوکھی ہوئی ہوگی تو خمیر ڈالتے وقت اسکی گرمی اتنی بڑھ سکتی ہے کہ اس میں وہ چیز جل جائیگی۔ اسکو آسانی سے اسطرح روکا جا سکتا ہے کہ اس میں کچھ پانی گڑھے میں ڈالتے وقت ملا دیا جائے۔

بالکل سوکھی ہوئی فصل سے بھی سوکھا چارا تیار کیا جا سکتا ہے اگر کھیتوں یا گڑھوں میں رکھتے وقت بھگو دیا جائے لیکن اسطرح تیار کیا ہوا چارا اتنا اچھا نہ ہوگا جتنا کہ ہری فصل سے تیار کیا ہوا۔ سوکھا چارا بنانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فصل کو کاٹا جائے، یا بھوسی چھلکا وغیرہ بھی کھالیں۔ سوکھا چارا بنانے کے بعد بھی جانور بڑے اور خراب طرح کے ڈنٹھلوں کو انکے ٹکڑے کئے ہوئے بغیر نہیں کھائینگے۔ حالانکہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ گھاس کو بغیر کاٹے ہوئے اسکا سوکھا چارا بنایا جائے۔ سخت طرح کی گھاسوں کو ریشوں کی کثرت کیوجہ سے اچھی طرح سے کاٹا نہیں جا سکتا۔ مصنف کے خیال کے مطابق پورے اور بغیر کاٹے ہوئے ہرے چارے سے سوکھا چارا تیار کرنا مناسب نہیں اگریکلچر انسٹیٹیوٹ میں تجربہ کرنے پر دیکھا گیا ہے کہ بغیر کاٹے چارے سے سوکھا چارا بناکر کھلانے میں بہت چارا برباد ہو جاتا ہے۔ اور سوکھے چارے کو سوکھنے کے بعد کاٹنا غیر ممکن ہے یہ کام بڑی بڑی مشینوں سے بھی ٹھیک طرح نہیں ہو پاتا۔ ہندوستان کے بہت سے حصوں میں سوکھا چارا بنانے میں کوئی خاص طرح کی مشکل نہیں پیدا ہوتی۔ جہاں زمین اچھی ہوتی ہے۔ وہاں گڑھوں میں دباکر سوکھا چارا بنانا سستا اور اچھا ہوتا ہے۔ گڑھے گول بھی بنائے جا سکتے ہیں یا کھائیوں کی طرح لمبے اور پھیلے ہوئے بھی اور دونوں میں اچھا چارا تیار کیا جا سکتا ہے۔ کھائیوں میں بنایا سوکھا چارا کم جانوروں کے لئے مناسب نہیں ہے لیکن جہاں جانوروں کی تعداد زیادہ ہو اور اس چارے کو جیسے روز کھائیوں سے نکالنا ضروری ہو۔ کھا سکیں۔ جسکی وجہ اور خلاصہ بعد میں بتایا جائیگا کھائیوں میں تیار کیا ہوا چارا زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ ڈھیر لگاکر سوکھا چارا بنانے کے بارے میں بھی زیادہ ہوشیاری اور قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ شروع شروع میں دیہاتوں میں سوکھا چارا تیار کرنے یا جاگو کرنے کا طریقہ

بتانے اور کم جانوروں کیلئے گول گہرے گڑھوں چارا تیار کرنا اچھا
رہتا ہے - جہاں زمین سخت ہوتی ہے وہاں کسی طرح کی دوسری
پرت لگانے کی ضرورت نہیں ہے - لیکن اگر زمین بہت ریتلی ہے
اور اسکا ڈر ہے کہ گڑھا بیٹھ جائیگا تو کسی قسم کی پرت لگانا
ضروری ہے - چھوٹے اور اوسط ناپ کی چوڑائی کے گڑھوں
کے لئے ۴ ۱/۲ انچ موٹی اینٹ کی پرت لگانا ٹھیک ہوگا - اگر
اینٹیں نہ مل سکیں تو کچی زمین پر سیمنٹ کا پلستر لگا دینے سے
کام چل جائیگا - پتھریلی جگہوں میں جہاں مٹی کی گہرائی کم
ہوتی ہے ایسے کھتے بنانا مشکل ضرور ہے لیکن نہیں ہے.
۱۰ سے لیکر ۱۵ فیٹ کی گہرائی کے کھتے جن کا کچھ حصہ زمین
کے اندر ہو اور باقی اوپر ہر جگہ بن سکتے ہیں - زیادہ مویشیوں
کے لئے اچھے قسم کا سوکھا چارا صرف گھاس کو جبکہ وہ کافی کم ہو
ڈھیر لگاکر جس طرح کے ڈھیر لگائے جاتے ہیں تیار کیا جا سکتا ہے
ان ڈھیروں کی اوپری گھاس تو سوکھ کر تیار ہو جائیگی اور
بیچ کی گھاس تہہ میں پھپھوندی لگی ہوگی، جسکو جانور آسانی
سے کھالینگے اور اندر کی گھاس کا اصلی سوکھا چارا تیار ہوگا -
اسطرح سے سوکھا چارا بنانا صرف وہیں مفید ہو سکتا ہے جہاں
مویشیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ جتنا سوکھا چارا روز تیار ہو
اسے وہ کھالیں - یہ طریقہ کسی اکیلے کسان کے لئے جس کے
پاس کچھ ہی جانور ہوں مفید نہ ہوگا -

رکاوٹیں اور مشکلات

اگر یہ طریقہ اتنا ہی آسان ہے تو کیوں اسے عام طور پر کام
میں نہیں لایا جاتا؟ دیہاتوں میں اس طریقے کو عام طور سے
اختیار کرنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ایسا کرنے سے کون
کون سی رکاوٹیں ہمارے سامنے آتی ہیں، اور انھیں کس
طرح دور کیا جائے - ہمیں دو طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے -
۱ - دیہات کے رہنے والوں کی ضرورت کے مطابق
کھتے تیار کرنے کے نقشے اور انکی نمائش کا انتظام اور
ضروری سامان پہونچانا - اب تک اس کام کے
لئے جو کھتے ہندوستان اور یورپی دیشوں میں کام میں لائے
گئے ہیں - وہ دیہات والوں کی ضرورت کے لئے بہت
بڑے ثابت ہوتے ہیں - اور انہیں خرچ بھی زیادہ بڑھ
جاتا ہے - کھیتوں کی گہرائی اور چوڑائی مقرر کرتے ہی ہمیں
اس موسم کی مدت کا دھیان رکھنا پڑیگا، جس میں چارا
جانوروں کو کھلانے کے لئے اتنا آسکے کہ کھتیوں کو اس موسم
میں دوبارہ بھرنے کی ضرورت نہ پڑے - اس بات کا
دھیان رکھنا ضروری ہے کہ گہرائی اتنی ہو کہ اس میں کم
سے کم دو انچ چارے کی تہہ روزانہ نکالی جاسکے، بلکہ اچھا
تو یہ ہوگا کہ اسی تہہ کا چارا روز نکالا جائے اور پوری طرح
سے کام میں آجائے جس سے پھپھوندی دور تک چارے
میں پھیل کر اسے خراب نہ کر دے - اگر چارے کو چھ مہینے
۱۸۰ دن کھلانا ہو تو گہرائی ۱۸۰ کا دوگنا ۳۶۰ انچ یا تیس
فیٹ دو انچ - ۲۹۰ روزانہ کے حساب سے اور ۴۵ فیٹ
۳ انچ روزانہ کے حساب سے ہونی چاہئے - اس سے زیادہ
یا کم وقت کے لئے زیادہ یا کم گہرائی جیسی بھی صورت ہو
رکھی جاسکتی ہے - سوکھا چارا تیار کرنے کے لئے کل گہرائی
یہ ہونی چاہئے - ۳۰ فیٹ گہری یا موٹی تہہ کا سوکھا چارا
ایک ۳۰ فیٹ گہرے کھتے میں یا ۱۵ فیٹ کی گہرائی کے دو
کھتوں میں یا ۱۰ فیٹ گہرائی کے تین کھتوں میں تیار کیا جا سکتا ہے -
اگرچہ ۱۵ فیٹ کی گہرائی والے دو کھتوں کی اصلی گنجائش ۳۰ فیٹ
والے ایک کھتے سے کم ہوتی ہے - اور ۱۰ فیٹ گہرائی کے ۳ کھتوں
میں اصلی گنجائش اور بھی کم ہوتی ہے - کیونکہ زیادہ گہرے کھتے میں
اوپری گھاس کا وزن نیچے کی تہوں کو اور زیادہ دبا دیتا ہے اور
اسطرح انہیں گنجائش بڑھ جاتی ہے - ۱۰ فیٹ گہرائی کے کھتے
ہر جگہ بنائے جاسکتے ہیں - کھتے کی چوڑائی اتنی ہونی چاہئے کہ
ایک آدمی اس میں گھس کر آسانی سے اسے کھود سکے اور اس
میں سے چارا نکال سکے - اچھے قسم کا سوکھا چارا تیل کے بڑے
پیپوں یا اس سے بھی چھوٹے برتنوں میں تیار کیا جا سکتا ہے -

پھر بھی کھیتے قطر میں کم سے کم چار یا پانچ فیٹ ہونا چاہئے۔ کم قطر کے گڈھوں میں ہوا کا آنا جانا کم ہوگا۔ جس سے اس میں کاربن ڈائی آکسائڈ کے جمع ہونے کا ڈر رہتا ہے جبکہ گڈھے میں گھاس بھری جاتی ہے۔ گڈھوں میں بھی جبکہ وہ پورے اور بھر سے جا چکے ہوں اسوقت وہاں نہ گھسنا چاہئے۔ جب تک ان میں تھوڑی اور گھاس ڈالکر تازی نہ ہوا بچادی جائے۔ صرف جس وقت چارا بھرا جاتا ہے اسکے علاوہ گڈھوں میں ایسی گیس جمع ہونے سے کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اگر ہم ۵ منٹ کو کم سے کم قطر مان لیں تو ایسے گڈھے کا ایک طرف کے کٹاؤ کا رقبہ تقریباً ۶ - ۱۹ فیٹ ہوگا یا ۱ فیٹ گہرائی میں ۶ - ۱۹ کیوبک فیٹ کا چھٹواں حصہ یا ۳-۳ کیوبک فیٹ روزانہ یا تقریباً ۱۰۰ پونڈ روزانہ یہ مانتے ہوئے کہ ۱ کیوبک فیٹ سیلیج کا وزن ۳۰ پونڈ ہوتا ہے۔ خرچ کرنا پڑیگا۔ اسکے یہ مطلب ہیں کہ مویشیوں کی تعداد اتنی ہونی چاہئے جو ۱۰۰ پونڈ سیلج روز کھا سکیں۔ چار گائیں یا بیل یا تین میں سے اتنا سیلج کھا سکتے ہیں۔ ایگریکلچرل انسٹیوٹ میں بھینسوں کو روزانہ ۵۵ سے ۶۰ پونڈ تک سیلج کھلایا جاتا ہے۔ دودھ دینے والی گایوں کو ۴۰ پونڈ اور کام کرنے والے بیلوں کو ۴۰ پونڈ سائیلج کھلایا جاتا ہے۔ یہ مقدار شائد اس مقدار سے زیادہ ہے جسے عام کسان اپنے جانوروں کو دیتا ہے۔ اس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سائیلج بنانے کے لئے گڈھے کی کم سے کم لمبائی چوڑائی اور گہرائی اتنی ہونی چاہئے جس میں ایک کسان ۴ جانوروں کے لئے سائیلج تیار کرسکے۔ ۱۰۰ پونڈ روزانہ جسے ہر حالت میں خرچ ہونا چاہئے دوسرے جانوروں کو کھلایا جاسکتا ہے۔

کیا سائیلج ۴ سے کم جانوروں کے لئے بھی تیار کیا جاسکتا ہے؟

میں تو یہ رائے دونگا کہ ایک کسان یا کوئی دوسرا شخص جو ۱۰۰ پونڈ روزانہ سے کم سائیلج خرچ کرنا چاہئے سائیلج تیار کرے۔ سابقے میں گڈھے تیار کرنا اور سائیلج بنانے کے متعلق بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں، اور انہیں ان لوگوں کو کافی باتیں معلوم ہوگئیں جو اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے بھی کسان ہیں جنکے پاس ۴ یا اس سے زیادہ جانور ہیں اور جو ۱۰۰ پونڈ روزانہ سائیلج خرچ کرسکتے ہیں۔ کسی خاص علاقے کے لئے نہ تو ہم سائیلج تیار کرنے کے لئے گڈھے بنانے کی سفارش کرسکتے ہیں اور نہ کسانوں کو اسکے لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے جانوروں کو سائیلج بناکر کھلانا شروع کردیں۔ اگر ہم یہ کام ان لوگوں سے شروع کرائیں جو سائیلج بنانے کے گڈھے تیار کرسکتے ہیں تو شائد کسان خود ہی کوئی نہ کوئی طریقہ سہوگ [اتحاد باہمی] کے لئے نکال لینگے۔ کسی بھی حالت میں جب ہم اس طرح کافی تعداد میں سائیلج بنانے کے گڈھے تیار کرلیں گے تو ہمارے پاس دوسروں کو سمجھانے اور یقین دلانے کے کافی سامان ہوجائینگے۔

اس طرح کے گڈھے کو بھرنے کے لئے کتنا سامان چاہئے؟

۵ فیٹ کے قطر کے گڈھے کے ایک طرف کے کٹاؤ کا رقبہ ۲۰ مربع فیٹ سے کچھ کم ہوگا اگر ہم سائیلج کی گہرائی کم سے کم ۴۵ فیٹ رکھیں تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ ۹۰۰ کیوبک فیٹ جگہ کو بھرا جائے۔ اگر ہم اس جمے ہوئے سائیلج کا وزن جو جوار کی جری سے جنکی بھنگیاں کاٹ دی گئی ہوں، لیکن پتیاں اور ڈنٹھل کچھ ہرے ہوں۔ ۳۰ پونڈ فی کیوبک مان لیں تو اس سائیلج کے ڈھیر کا وزن ۲۷۰۰۰ پونڈ یا ۱۲ ٹن یا تقریباً ۳۲۵ من ہوگا۔ سائیلج کے اس ڈھیر کا وزن اور زیادہ ہوسکتا ہے اگر گڈھوں کا چارا بالکل ہرا یا کم سوکھا بھرا جائے۔ معمولی اچھی جوار کی فصل سے کم سے کم ۶ ٹن فی ایکڑ ہرا چارا پیدا ہوسکتا ہے اور ۱۰ ٹن یا اس سے بھی زیادہ پیدا ہوسکتا ہے۔ ایک ایکڑ میں پیدا ہوئی اچھی جوار جیسی کہ گاؤں کے پاس کے کھیتوں میں پیدا ہوتی ہے گڈھے کو آسانی سے بھر دیگی۔ ایک کسان کو جس کے پاس چار جانور کھلانے کے لئے ہیں، اسطرح کافی چارا مل جائیگا۔ جوار کے ساتھ ساتھ باجرہ اور دوسری فصلیں بھی کام میں لائی جاسکتی ہیں۔ اسکے خلاف یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ آپنے کو تمام چاروں کو ہی سلوں میں بھر دیا۔ چارے کی فصل کو سلوں میں

بھر دیا جائے اور پھر جو چارا تیار کیا ہو وہ بھی پورے سال بھر کے لئے پورا نہ پڑے۔ حساب لگانے سے ۱۲ انچ سائیلج یا ۲۰ پونڈ روزانہ اور ۳۵ فیٹ سائیلج کی گہری تہ میں اتنا سائیلج ہوگا کہ وہ ۹ مہینے یا ۲۷۰ دن کھلایا جاسکے۔ امتحان کے لئے ۱۹۴۳ء میں اگریکلچرل انسٹیٹیوٹ الہ آباد میں جانوروں کے دو جوڑوں کی آدھی جولائی سے شروع دسمبر تک چارا کھلانا شروع کیا گیا جس میں صرف بندوں اور کھیتوں میں کاٹی ہوئی گھاس ہی تھی۔ اسکے نرائی کی گھاس بھوسہ یا ایسی چیزوں سے جو کھیتوں میں پائی جاتی ہیں یا فصلوں جیسے پھلی دار فصلیں جو اس موسم میں کاٹی جاتی ہیں بھرا کیا جاسکتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۵ سے ۷ ایکڑ کی چراگاہ سے ۵ فیٹ قطر اور ۴۵ فیٹ گہرے گڈھے کو بھرنے کے لئے آسانی سے چارا مل سکتا ہے جس سے ۲۷۰ دن تک ۴ جانوروں کا پیٹ بھرا جاسکتا ہے۔ اور باقی تین مہینوں میں دوسرا چارا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

کٹی کاٹنے کا مسئلہ

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے حصوں میں سائیلج بنانا مشکل نہیں ہے اور ریشہ چھوٹی جڑوں سے چارا مل جاتا ہے۔ دوسری بڑی مشکل شاید کٹی کاٹنے کی مشین ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ چھوٹے چھوٹے سائیلج کو بھی ہاتھ سے کٹی کاٹ کر نہیں بھرا جاسکتا۔ بیلوں سے چلائی جانے والی کٹی کاٹنے کی مشین کام دے سکتی ہیں لیکن آجکل وہ نہیں ملتی۔ باہر سے منگائی ہوئی طاقت کے ذریعہ چلنے والی کٹی کاٹنے کی مشینیں جنھیں شہروں میں بڑی تعداد میں اکیلے کسان کے لئے انھیں رکھنا زیادہ مہنگا پڑتا۔ لڑائی سے پہلے ایسی مشینیں ۲۵۰ سے ۵۰۰ روپیہ تک میں مل جاتی تھی۔ انھیں چلانے کے لئے ۳ سے ۶ تک ایچ۔پی۔ کی ضرورت ہوتی تھی۔ ایسے گاؤں میں جہاں ہائیڈرو الیکٹرک گرڈ سے طاقت مل جاتی ہے۔ بجلی کی طاقت سے چلنے والی اس ناپ کی موٹریں کام میں لائی جاسکتی ہیں جنکی قیمت تقریباً ۵۰ روپیہ فی ایچ۔پی۔ ہوتی ہے۔ مٹی کے تیل سے چلنے والے چھوٹے انجن ۱۰۰ ایچ۔پی۔ مل سکتے تھے اور ڈیزل انجن ۱۵۰ فی ایچ۔پی کے حساب سے ۵ سے ۱۶ ایچ۔پی تک کو مل سکتے تھے۔ ان چھوٹی کٹی کاٹنے والی مشینوں کے استعمال کرنے میں کتنا خرچ ہوتا ہے اس کا ابھی بہت کم پتہ چلا ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ جن گھوالوں کے پاس ۲۰ گائیں یا بھینسیں ہوتی ہیں انھیں ان چھوٹی کٹی کاٹنے والی مشینوں سے کام لینا فائدے مند ثابت ہوا۔ مصنف کو اس بات کا پتہ نہیں کہ گوالے انجن سے چلنے والی مشینوں سے بھی کام لیتے ہیں۔ لیکن اسکو رکھنے میں صرف انکی قیمت اور انکو چلانے کی اہلیت کے علاوہ اور کوئی مشکل نہیں معلوم ہوتی۔ اسطرح کی مشین کو آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے لے جایا جاسکتا ہے۔ اور اسے ۵ سے ۶ ایچ پی۔ کے ذریعہ چلایا جائے تو اوپر بتائے ہوئے ۲ گڈھوں کو ایک ہفتہ یا ۱۰ دن میں بھر سکتی ہیں۔ اگر چارے میں سے کچھ اناج نہ نکالا جائے تو سائیلج کی کٹائی کا وقت دو سے تین مہینے تک رہتا ہے۔ اور اگر سینچائی کرکے چارا پیدا کیا جائے تو کٹائی کا زمانہ ۵ سے ۶ مہینے تک بھی رہتا ہے۔ ایسے نوجوان کے لئے جو ۱۵۰۰ روپئے سے ۲۰۰۰ تک روپیہ خرچ کرسکتا ہے اور جسکو مشین کے ذریعہ کام کرنے میں دلچسپی ہو ایسی مشین سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ دو موسم ایک ساتھ نہیں پڑتے۔ اسلئے اسی انجن سے چھوٹے گنے پیلنے یا چھوٹے پمپ کے ذریعہ جاڑوں میں بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ اس کے دوسرے کام بھی تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ جو لوگ سائیلج بنانے کے لئے تحریک کرتے ہیں انھیں ایسی مشینوں کے ذریعہ کام کرنے کے لئے سائیلج بنانے والوں کو جوش دلانا چاہئے۔ چارے کی کٹی کاٹنے کے ذرائع کا نہ ہونا ہی گاؤں میں سلوں بنانے کا پرچار کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

الہ آباد کے تجربہ

ایگریکلچرل انسٹیٹیوٹ الہ آباد نے ۶ فیٹ قطر اور ۳ فیٹ گہرائی کے دو چھوٹے سلوں بنائے ہیں۔ انھیں جن سے چلنے والی کاٹنے کی مشین سے دوبارہ بھرا جاتا ہے۔ اسطرح جو چارا تیار ہوتا ہے وہ ۴ سے ۶ گایوں تک کو کھلایا جائیگا، جنکو ایک ۱۴ ایکڑ کے فارم کی پیداوار کھلانے کے لئے پایا گیا ہے۔ اس سائیلج میں جو چارا بھرا جاتا ہے، اس میں سے بہت سے حصہ کا اناج نکالا ہوتا ہے اور اچھا سائیلج بنانے کے لئے جتنا اسے سوکھا ہونا چاہئے اس سے یہ کہیں زیادہ سوکھا ہوتا ہے سلوں کو بھرنے کا ساز سامان بھی کام چلاؤ ہوتا ہے جو اچھی طرح کام نہیں دے سکتا یہ طے کیا گیا ہے کہ کچھ زمانے تک تجربہ کیا جائے، جس سے خرچ اور نتیجے کا پتہ لگ سکے۔ بیلوں کے ذریعہ چلنے والی کٹی کاٹنے کی مشین کو ترقی دینے کا کام بھی ہاتھ میں لیا گیا۔ لیکن لڑائی چھڑ جانے اور سامان کی کمی کیوجہ سے اس تجربات میں رکاوٹ پیدا ہوگئی، جو نتیجے معلوم ہونگے انکو وقت وقت تحریر کیا جائیگا۔ اگر کہیں دوسری جگہ بھی ایسے تجربہ جاری ہوں تو مصنف کو انکی اطلاع سے خوشی حاصل ہوگی۔

"ایکھ کی بیماریاں"

[یہ وہ تقریر ہے جسکو مسٹر بی۔ این سنگھ صاحب ایگریکلچرل آفیسر آئی۔ اے۔ سی۔ آر۔ ٹی۔ سی۔ لکھنؤ نے مورخہ ۳ راگست ۱۹۴۵ء کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کیا تھا]

پنچو! رام رام۔

آجکل جس طرح گیہوں۔ چاول اور دوسرے اجناس کی مانگ ہے اُسی طرح شکر کی بھی مانگ ہے۔ اسلئے ہم سب کو چاہیئے کہ اپنی سب کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایسی ترکیب کریں کہ ایکھ میں بیماری نہ لگنے پاوے۔ فصل اچھی ہو اور پیداوار بڑھے۔ اسلئے آج میں آپ سب کو یہ بتاؤنگا کہ ایکھ کی کون کونسی بیماریاں ہوتی ہیں اور ان کے روک تھام کی کیا ترکیب ہے۔

اوّل۔ ریڈ راٹ:۔ سوکھا، کانا یا لال بیماری بھی اسے کہتے ہیں یہ بیماری ایک قسم کی پھپھوند سے پھیلتی ہے جو چھوٹی چھوٹی پتیوں میں کنارے سے بیچ کیطرف بڑھتی ہے۔ پتیوں پر لال رنگ کے نشان پڑ جاتے ہیں۔ یہ پھپھوند جب پتیوں کی بیچ کی نس پر لگتی ہے تو سوکھ جاتی ہے اور اس کے بے شمار بیج پائے جاتے ہیں اور ادھر یہ پڑوس کے دوسرے پودوں پر پھیل جاتے ہیں۔ پتیوں سے ہو کر یہ بیماری ایکھ کے اندر پہونچ جاتی ہے یہ ایک طرح کی چھوت کی بیماری ہے ایک پودے سے دوسرے میں لگجاتی ہے۔ ایکھ کے پوریر کی آنکھ یا کسی طرح سے چوٹ کھائے ایکھ کے حصے پر پھپھوند کا اثر زیادہ زور سے ہوتا ہے۔

یہ بہت خراب بیماری ہے۔ جن علاقوں میں ایکھ بوئی جاتی ہے وہاں قریب قریب سب جگہ پائی جاتی ہے۔ جب تک بیماری کا اثر فصل پر کافی زور کا نہیں ہوتا۔ اوپر سے دیکھنے سے بیماری کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ برسات کے دنوں میں جب تمام فصل ہری بھری دیکھ پڑتی ہے تو اس بیماری کے نشان دیکھ پڑتے ہیں۔ بیماری لگا ہوا پودھا سوکھنے لگتا ہے جیوں جیوں بیماری بڑھتی ہے پتیاں سوکھتی جاتی ہیں اور تنہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ پودھا سوکھ کر سکڑ جاتا ہے اور جھریاں پڑ جاتی ہیں اور رنگ بھی بدل کر مٹی کا سا ہو جاتا ہے۔ سوکھا پودھا ہرے پودے کی بہ نسبت آسانی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ سوکھ

ہوئی ایکھ کو پھاڑنے پر گودے پر لال دھاریاں دکھائی پڑتی ہیں
اور دھیرے دھیرے گودا لال ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے
یہ بیماری ریڈ راٹ یا لال بیماری کہلاتی ہے۔ اگر بیماری والی
ایکھ کے پودے کو توڑ کر پانی میں بھگو کر رکھا جائے تو تھوڑے
عرصہ بعد دھنی ہوئی کپاس کی طرح کے جال سے ڈھک جائیگا۔
بیماری والی ایکھ سے کھٹی بدبو نکلتی ہے اس وجہ سے بیماری
لگی ہوئی ایکھ میں گڑ کا اوسط اچھا نہیں بیٹھتا۔

روک تھام:۔

۱۔ جب فصل میں بیماری کے کوئی بھی نشان یا علامت جان پڑے اُسی وقت بیماری کی روک تھام کرنا چاہیے تاکہ بیماری بڑھنے نہ پائے۔ جو بھی پتیاں سوکھی دکھائی پڑیں یا جن پر پھپھوند دکھائی پڑے انھیں کھیت سے الگ کر کے جلا دینا چاہیے۔

۲۔ پچھلے سال جس کھیت میں بیماری لگی ہو اس میں تین چار سال تک ایکھ کی فصل نہ لیجائے تو اچھا ہوگا۔ کیونکہ اس درمیان میں جب ایکھ اس کھیت میں نہ ہوگی تو بیماری کی جڑ پھپھوند جاتی رہیگی۔

۳۔ جس جگہ بیماری لگی ہو وہاں پر پیڑی کی فصل نہ لیجائے۔ ایکھ کٹ جانے پر پھپھوند کے اندر گھس جانے کا ڈر ہے۔

۴۔ جس وقت ایکھ بوئی جائے ٹکڑوں کو اچھی طرح سے دیکھ بھال کر بونا چاہیے جن ٹکڑوں میں گودا لال دکھائی پڑے انھیں چھانٹ دینا چاہیے۔

۵۔ بیماری لگی ہوئی فصل میں سے بیج کیلئے ایکھ نہیں رکھنا چاہیے۔

دوم:۔ (mosaic) ۔ موزیئک یا چیتی دار بیماری:۔ اس بیماری کی پہچان یہ ہے کہ جس پودے میں یہ لگی ہو اسے اگر دھوپ میں دیکھا جائے تو ہرے رنگ کے بیچ میں معمولی ہلکے رنگ کی چیتیاں دکھائی پڑینگی۔ یہ بھی ایک چھوت کی بیماری ہے۔ اس بیماری سے بھی شکر کا اوسط کم پڑتا ہے۔ اور پیداوار تو کم ہو ہی جاتی ہے۔

روک تھام:۔

۱۔ بیج ایسی جگہ کی ایکھ کا لینا چاہیے جہاں بیماری نہ لگی ہو۔ جس کھیت سے بیج لینا ہو اس کی کافی دیکھ بھال شروع سے ہی کرنا چاہیے۔ اگر بیماری دکھائی پڑے تو پودے کو اکھاڑ کر جلا دیں۔

۲۔ ترقی یافتہ ایکھ بونا چاہیے جسمیں بیماری لگنے کا ڈر نہ ہو ایسی ایکھ جسمیں بیماری لگنے کا ڈر ہو اُسے نہ بونا چاہیے۔

۳۔ جب بیج پرانا ہو جائے تو اسے بدل دینا چاہیے اور دوسری جگہ کا بیج لاکر بونا چاہیے۔

سوم۔ گنے کا سڑنا:۔ یہ بیماری گرمی اور نمی جب برسات کے دنوں میں کافی ہوتی ہے اس وقت تیزی سے بڑھتی ہے اور گرمی اور نمی کی کمی پر بیماری بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کے لگنے پر ایکھ کی پتیاں یکایک سوکھنے لگتی ہیں اور اگولہ سڑنے لگتا ہے۔ پورا پودھا ۸-۹ دن میں سڑ کر پلپلا ہو جاتا ہے اور اس میں سے بدبو نکلنے لگتی ہے۔ سڑا ہوا رس بہنے لگتا ہے اور آس پاس کے دوسرے پودوں میں لگجاتا ہے۔ رس کے اندر کیڑے (جراثیم) ہوتے ہیں جو بیماری کو پھیلاتے ہیں۔ زیادہ تر یہ بیماری ایسی جگہوں پر ہوتی ہے جہاں کھیتوں میں پانی کافی بھرا رہتا ہے یا ترائی کے علاقوں میں ہاں۔ اس بیماری میں چھلکا سڑتا نہیں ہے مگر گودے کے گل جانے سے بہت جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ جاڑے کے دنوں میں بیماری کے علامات اتنے صاف نہیں معلوم ہوتے جتنے برسات کے دنوں میں۔

روک تھام:۔

۱۔ بیماری کو روکنے کیلئے سب سے پہلی بات تو یہ کرنا چاہیے کہ بیج کو چھانٹ کر بونا چاہیے۔ جو نہ سڑا ہو اور نہ اس میں سے کسی طرح کی بدبو آتی ہو۔ اچھا عمدہ بیج بونے کیلئے کام میں لانا چاہیے۔

۳۔ جولائی۔ اگست۔ ستمبر جن دنوں میں کہ بیماری تیزی سے بڑھتی ہے فصل کی اچھی دیکھ بھال کرنا ضروری ہے۔ اگر بیماری دیکھ پڑے تو پودے کو کھود کر فوراً دفن کر دینا چاہیے یا جلا دینا چاہیے۔ اس طرح سے اگر تھوڑی محنت ان دنوں میں کر لیجائے اور فصل کی دیکھ بھال کیجائے تو فصل میں کوئی بیماری لگنے کا ڈر نہ رہیگا۔ پیداوار اچھی ہوگی اور پیسے کافی ملینگے۔

ستارے

(از جناب سعید بھوپالی)

چمکتے ہوئے مسکراتے ہوئے
دمکتے ہوئے جھلملاتے ہوئے

اشاروں سے ہم کو بلاتے ہوئے
ادھر سے اُدھر آتے جاتے ہوئے

وہ ہم کو بُلائیں، ہیں مجبور، ہم
بہت دور ہیں وہ، بہت دُور ہم

کہیں گر مسافر جو رستہ نہ پائیں
تو جھٹ ننھے تارے یہ رستہ بتائیں

چمک ہم کو اپنی دکھاتے ہیں یہ روز
یونہی شب کو محفل سجاتے ہیں یہ زور

ستارے ہیں یہ یا کہ موتی جڑے ہیں
کہیں چھوٹے چھوٹے کہیں یہ بڑے ہیں

بہت دور آکاش میں بسنے والو
حسین دیس کے رہنے والے ستارو

میرے دل کو آکر ذرا جگمگاؤ
مجھے خوابِ غفلت سے آکر جگاؤ

بکری کا دودھ اور اسکے فائدے

(از جناب ڈی - ڈی ماتھر)

وہ لوگ بزدل ہیں جو کاہلوں کی طرح بیٹھکر اپنی قسمت کو رو دیتے ہیں اور سنہرے ماضی کا خواب دیکھا کرتے ہیں - اپنی مشکلات اور تکالیف کہیں واقعات جیسے یہ جنگ کا نتیجہ تصور کر لیتے ہیں - یہ رخ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے تو کسیقدر قابل معافی ہو سکتا ہے - مگر اشیائے خورد و نوش کے لئے ہرگز نہیں - ہندوستانی خوراک کچھ باتوں میں ہمیشہ غیر مکمل رہی ہے - خاصکر چونا اور بناتاتی نمکوں کے سلسلہ میں - اس میں بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ دودھ سے بڑھکر کوئی بھی خوراک ایسی نہیں ہے جو مکمل خوراک کا بدل ہو سکے - اور دودھ اب بھی سب سے سستا اور مقوی خوراک ہے - در اصل یہ مکمل خوراک ہے - بکھاری کی پتل اور راجہ کی تھالی دونوں میں اسکو جگہ ملنی چاہیئے - وہ ملک جو صحت بخش دودھ پیدا یا استعمال نہیں کر سکتے یقیناً کمزور رہیگا - جسکی وجہ سے جسمانی اور ذہنی دونوں طرح کی اہلیت پیدا ہوگی -

دودھ ملنے کے ہمارے خاص ذرائع گائیں اور بھیسیں ہیں - اسبات کو چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے کہ ہماری موجودہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بھی کافی گائیں اور بھیسیں نہیں ہیں - اگرچہ ہماری ضروریتیں بہت کم ہیں - جو جانور ہیں بھی وہ ایسے تندرست نہیں ہیں کہ ہمارے لئے اچھا اور صحت بخش دودھ دے سکیں -

مصنف

سب سے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ دودھ دینے والے جانوروں میں اکثر کو دق (ٹی - بی) ہوگیا ہے اور دودھ دق کے جراثیم کو آدمیوں میں پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ مانا جاتا ہے - دوسرے مہذب ممالک میں ہر ایک دودھ دینے والی گائے کی وقت وقت پر ڈاکٹری جانچ ہوتی رہتی ہے اور صرف صحت بخش دودھ فروخت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے - اس دودھ کو بھی صاف کیا جاتا ہے تاکہ اس میں کسی طرح کے جراثیم نہ رہنے پاویں -
ہندوستان میں اسبات کی ضرورت ہے کہ اس خوراک کی طرف ڈاکٹروں کی توجہ زیادہ سے زیادہ

اور منظم شکل میں منعکس ہونا چاہیئے۔ جتنا دودھ اس وقت مل سکتا ہے وہ ان لوگوں کے لیئے کافی نہیں ہوگا جو اسکو خرید سکتے ہیں۔ اور اس دودھ میں بھی منوں پانی اور نہ معلوم کیا کیا چیزیں ملائی جاتی ہیں۔ بورک ایسڈ اور فورملین جیسی نقصان دہ چیزوں کو بھی ملایا جاتا ہے۔

شہر میں تو دودھ کا مسلہ بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ بڑی امید افزا بات ہے کہ صوبہ متحدہ کے جانوروں کے پالنے والے محکمے کے ذریعہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ جانوروں کی نسل میں ترقی ہو اور دودھ زیادہ مقدار میں اس صوبہ میں ہونے لگے۔ مگر اسوقت کسی ایسے ذرائع کی بھی تلاش کرنا چاہیئے جو دودھ کی زیادہ ضرورت کو پورا کر سکے۔

میں بکری کے دودھ کے لیئے تحریک کرتا ہوں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ گائے یا بھینس نہیں پال سکتے انھیں چاہیئے کہ دو یا ایک بکری رکھ لیں۔ ہندوستان میں بکری کے دودھ کی طرف بالکل توجہ نہیں دی گئی ہے اور لوگ اسکو صرف گوشت کھانے کے لیئے ہی پالتے ہیں۔ اس کے دودھ کو دوسرا درجہ دیا جاتا ہے اور اسکا استعمال یا تو غریب دودھ والے کرتے ہیں یا بید اور حکیم کے کہنے سے مریض استعمال کرتے ہیں۔ لیکن پچھمی ممالک میں اور آسٹریلیا میں بکری کے دودھ کی بڑی عزت ہے بحری ممالک میں اور یورپ کے پہاڑی ممالک میں بکریاں دودھ کا خاص ذریعہ ہیں۔ معمولی خرچ میں بکری کافی دودھ دے سکتی ہے اور انسان کیلیئے اس کا دودھ بغیر کسی بحث کے کسی بھی دوسرے جانور کے دودھ سے زیادہ صحت بخش اور مقوی ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ بکری جیسا جانور غریب سے غریب بھی خرید سکتا ہے۔ اور بہت تھوڑے خرچہ میں، تھوڑی سی ہی جگہ میں رکھ سکتا ہے۔

ذیل میں ایک نقشہ دیا گیا ہے جس میں بکری کے دودھ اور دوسرے جانوروں کے دودھ کی نسبتاً اہمیت دکھلائی گئی ہے۔

اشیائے خورد کے نام	پانی فیصدی	پروٹین فیصدی	چربی فیصدی	نباتاتی اجزا فیصدی	کاربوہائڈریٹ فیصدی	کیلشیم فیصدی	فاسفورس فیصدی
گائے کا دودھ	۸۷٫۶	۳٫۳۰	۳٫۶۰	۰٫۷	۴٫۸۰	۰٫۱۲۰	۰٫۰۹۳
بکری کا دودھ	۸۶٫۹۰	۳٫۶۰	۴٫۰۰	۰٫۸۰	۴٫۴۵	۰٫۱۲۸	۰٫۱۰۳

	لوہا	کیلوریفک ویلیو فی گرام	وٹامن اے	کیروٹین	وٹامن بی	وٹامن بی بی	وٹامن سی
گائے کا دودھ	۰٫۲۴	۶۶٫۸	۱۸۰	.	...	...	...
بکری کا دودھ	...	۷۱٫۶	۱۸۲	.	...	...	...

نوٹ: نکتوں کا (...) یہ مطلب ہے کہ اس سلسلہ میں ابھی کوئی تجربہ نہیں ہوا۔

یورپی اور پچھمی دونوں ممالک کے سائنسدانوں کا یہی خیال ہے کہ بکریوں کے اوپر بہت کم مرضوں کا حملہ ہوتا ہے اور دق سے تو وہ فطری طور پر محفوظ رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر انہیں دق کے جراثیم انجیکشن کے ذریعہ پہونچا بھی دیئے جائیں تب بھی انکو یہ مرض نہیں ہوتا۔ دکھنی یورپ میں جہاں کے لوگ زیادہ تر لوگ بکری کے دودھ پر رہتے ہیں۔ اعداد کے ذریعہ یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ بہت کم بکریوں کو دق کا مرض ہوتا ہے۔ آنتوں کی بیماریاں اور پیٹ کی بیماری بھی بہت کم ہوتی ہے۔ یہ مثال بکری کے دودھ کا تجربہ اور لمبے پیمانے پر بکری پالنے کے لیئے کافی دلائل ہیں۔ اسپین میں میں نے عمدہ بکریاں دیکھیں اور بکری کا سب سے عمدہ دودھ بھی ایک ملک بار میں پیا۔

گرانی دور جائیگی کیا ضرورت ہے، بکری کا دودھ اتری ہندوستان کی بہت سی طاقتور قوموں کے عمدہ جسمانی نظام کی وجہ ہے۔ خاص طور سے صوبہ سرحد میں جہاں بکریوں کے

جھنڈکے جھنڈ گھر گھر جاتے ہیں اور ہر ایک کے یہاں دودھ دیتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ خان لوگ بکری کا گوشت کھا کر طاقتور ہوتے ہیں۔

بکری کا دودھ پینے میں سب سے بڑا اعتراض لوگوں کو یہ ہے کہ اس میں سے ایک خاص طرح کی ہیک آتی ہے۔ یہ ہیک بالکل دور کی جا سکتی ہے ہیک پیدا ہونے کی دو وجوہات ہیں اور اگر یہ دور کر دی جائیں تو کسی طرح کی ہیک نہ رہ جائیگی اور بکری اور بھینس کے دودھ میں پہچان کرنا غیر ممکن امر ہو جائیگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بکری کو جھنڈ میں چرنے کے لئے نہیں بھیجنا چاہئے کیونکہ اس ہیک کی وجہ بکرا ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے بکریوں میں بھی ہیک پھیلتی ہے۔ دوسری بات بکریوں کی خوراک ہے۔ اسکو صرف گھاس اور پتوں پر بھی منحصر نہ رہنے دینا چاہئے۔ سب سے سستی چیز ارہر کی دال کی بھوسی ہے۔ یہ بکری کی خاص خوراک ہونی چاہئے۔ اور اسکے بعد اسکو گھومنے اور چرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ بکریاں ہمارے کھانے کی تقریباً ساری ہی چیزیں کھاتی ہیں۔ اور باورچی خانے کی جوٹھن بھی بڑے شوق سے کھاتی ہیں۔ اسلئے بکری کے رکھنے میں پانچ روپئے سے زائد کا خرچہ نہیں بیٹھنا چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ بکری تقریباً پانچ سو طرح کی بناتات کھاتی ہے۔ اسکی باقاعدہ خوراک اسیطرح ہو سکتی ہے:-

چنا	... ...	۱۰ تولہ
جوار	... ...	۱۰ تولہ
چوکر	... ...	۱۰ تولہ
نمک	... ...	۱½ تولہ

اگرچہ یہ بات بے معنی معلوم ہوگی مگر حقیقت یہ ہے کہ بکریوں میں روپیہ ہے۔ ایک ایک گائے رکھنے میں جسقدر خرچ ہوتا ہے اتنے ہی میں پانچ بکریاں باآسانی رکھی جا سکتی ہیں۔ اور یہ بھی غور کیجئے کہ ایک بکری سے پانچ سال کے تھوڑے عرصہ میں کم سے کم ایک ہزار دودھ دینے والی بکریاں تیار ہو سکتی ہے۔

پہلے سال کے شروع میں	... ...	۱ بکری
چھ۶ مہینے کے بعد	... ...	۳ بکری
ایک سال کے بعد	... ...	۵ بکری
دو سال کے بعد	... ...	۲۰ بکری
تین سال کے بعد	... ...	۸۰ بکری
چار سال کے بعد	... ...	۳۲۰ بکری
پانچ سال کے بعد	... ...	۱۳۰۰ بکری

(یقیناً اس میں سے بکروں کی تعداد علیحدہ کر دینی ہوگی)

اسطرح پندرہ روپیہ لگانے سے (ایک بکری کا زمانۂ جنگ کی قیمت) پانچ سال کے اندر آدمی ۱۳۰۰ بکریوں کا مالک ہو سکتا ہے۔ یعنی ۱۹۵۰۰ کی قیمت کے جانوروں کا مالک

علاوہ اسکے بکری کی تجارتی نقطۂ نظر سے بھی بہت اہمیت ہے۔ اس سے اون اور چمڑا تیار ہو سکتا ہے۔ اس طرح صرف پندرہ روپیہ کا سرمایہ لگا کر ہم لوگ اپنے بچوں کو مکمل اور صحت بخش خوراک دے سکتے ہیں۔ انکو دق سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اور انہیں امراض کے حملہ کا مقابلہ کی طاقت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اتنے سے ہی ایک گھریلو تجارت شروع کی جا سکتی ہے اور ایک اچھا سرمایہ بھی بچایا جا سکتا ہے۔ یوں یہ بات کچھ خیالی اور بے بنیاد معلوم ہوگی لیکن مجھے اس اسکیم میں بہت سمجھداری دکھلائی پڑتی ہے۔

(ماتری بھومی سے)

"ادھورے خواب"

(از جناب شورش صدیقی)

کتنے اُن ہونے خیالات کے اونچے سے محل
آن کی آن میں بنتے ہیں مٹا کرتے ہیں
میرے مجبور ارادے مرا نافہم جنوں!
کتنی حسرت سے مری سمت تکا کرتے ہیں

وہ تخیّل کے دھندھلکوں سے کوئی ہاتھ بڑھا
لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا تھا سہارا لینے!
بیچ منجھدار میں ٹوٹی ہوئی کشتی کوئی
ہر جھکورے میں بڑھے جیسے کنارا لینے

جسکا امکان نہیں ایسی اُمیدیں توبہ
مجھ کو بیتے ہوئے لمحوں کا خیال آتا ہے
جانے موہوم سی کیا لاگ ہے دل کو اتبک
اک ستارا مری پلکوں پہ لرز جاتا ہے

وقت کے پیروں سے منحوس سی چھاگل کی صدا کیوں المناک تباہی کا ترانہ نہ بنے
ہائے یہ زندہ سی لاشوں پہ ترا ظالم رقص ۔ کون بیچارہ ترے رقص کی پوجا نہ کرے
کیسے مسمار ہوئے اونچے خیالوں کے محل دیکھتے دیکھتے مرجھا گئی دل کی کونپل
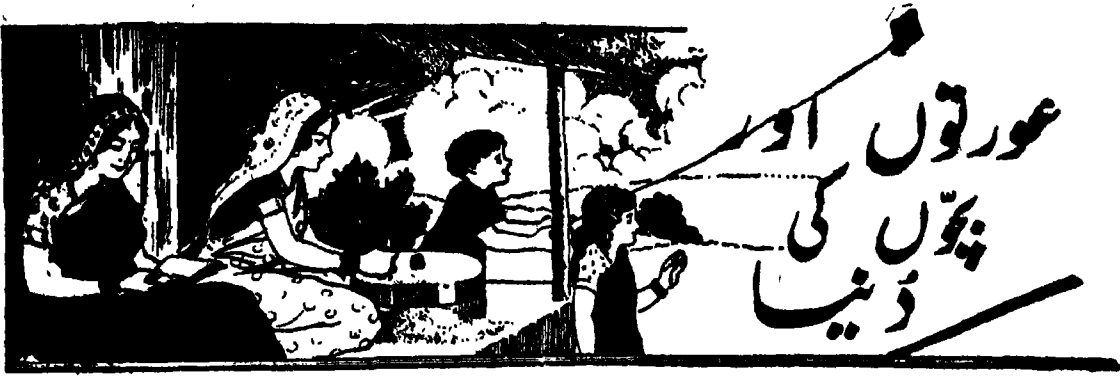
پھلوں کی ٹکنے والی چیزیں

(از جناب دوارکا بائی دیو)

> پھلوں کی ٹکنے والی چیزیں بنانے کے متعلق مصنفہ کا یہ تیسرا مضمون ہے۔ اسکے شائع کرنے کی اجازت کے لیے ہم مسز ٹی۔ بی۔ دیو کے شکرگزار ہیں۔ امید ہے یہ سلسلۂ مضمون دیہات کی عورتوں کیلئے مفید ثابت ہونگے۔

ٹماٹر کے عرق کی حفاظت:۔ ٹماٹر، فصل میں اتنا زیادہ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اسکو پھینکنا تک پڑجاتا ہے۔ ٹماٹر کی کھپت بھی کافی ہو رہی ہے۔ امیر غریب سبھی ٹماٹر کو پسند کرتے ہیں۔ اور اسکو کئی طرح سے استعمال کرتے ہیں۔ ترکاری، چٹنی اور مربے میں اس کا استعمال کثرت سے کیا جاتا ہے۔ پھر بھی ٹماٹر کی پیداوار کی زیادتی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکو پھینکنا ہی پڑتا ہے۔ لہٰذا اگر پیدا کرنے والے ٹماٹر کے عرق کی حفاظت کی طرف ذرا توجہ دیں تو وہ ایک مفید اور صحت بخش چیز کو بازار میں لاکر اچھی رقم پیدا کر سکتے ہیں۔

عرق کے حفاظت کا طریقہ:۔ اچھے پکے ہوئے پھلوں کو چھانٹ کر دھو ڈالنا چاہیے۔ اسکے بعد پھلوں کو کاٹ کر انھیں المونیم یا مٹی کے برتن میں رکھکر دھیمی آنچ پر چڑھا کر اُبالا جائے۔ جب تک پھل بالکل نرم نہ پڑ جائیں تب تک (تقریباً آدھ گھنٹہ) انھیں اُبلنے دیا جائے۔ کسی چھنے یا جالیدار کپڑے میں پھلوں کو ڈال کر انھیں خوب مَسل کر چھان لیا جائے۔ اس سے چھلکا اور بیج عرق سے الگ ہو جائینگے۔ چھاننے کے لئے لوہے کی چھلنی کبھی استعمال نہ کرنا چاہیے۔ چھانے ہوئے عرق کو صاف کیگئی شیشیوں میں بھر لیا جائے۔ عرق کو اُبلتے ہوئے پانی کی حرارت پر آدھ گھنٹہ تک پاسچر کرکے شیشیوں میں کارک لگاکر بند کر دیا جائے۔

نوٹ:۔ یہ عرق، ٹماٹر کی جیلی، چٹنی اور ساس بنانے کے کام میں لگا سکتے ہیں

رسبری کا مربہ:۔ رسبری کو لوگ عام طور پر ذائقہ بدلنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پہلے یہ ایک جنگلی پودا تھا، مگر اب اسکی کھیتی ہونے لگی ہے۔ پھر بھی لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر رسبری نہ بکی تو نقصان ہوگا۔ رسبری کا مربہ بناکر بازار میں بیچ سکتے ہیں۔ اس سے اسکی فصل میں نقصان ہونے کے بجائے فائدہ ہو سکتا ہے۔ اسے پیدا کرنے والوں کو چاہئیے کہ وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ کتنی رسبری بازار میں بک سکتی ہے اور کتنی نہیں۔ جو نہ بکے اس کا مربہ بنالیں پھر اس مربہ سے اسکی لاگت اور اور فائدہ دونوں وصول ہو جائیگا۔

مربہ بنانے کا طریقہ:- رسبری کے اوپر والے چھلکے نکالکر پھلوں کو دھو ڈالا جائے۔ ٹکڑے کرنیوالی مشین یا چاقو سے باریک باریک ٹکڑے کر ڈالے جائیں ٹکڑے کرتے وقت عرق گرنا نہ چاہیئے۔ عرق کے برابر ہی شکر لے لینا چاہیئے۔ اور چونکہ پھلوں میں کافی پانی ہوتا ہے لہذا پانی نہ ملانا چاہیئے۔ پھلوں کے ٹکڑوں میں شکر ملاکر انھیں اُبلنے کے لئے آگ پر رکھکر اسطرح پکنے دیا جائے کہ ایک تار والی گاڑھی چاشنی ہونے لگے۔ اسکے بعد اسکو آگ پر سے اتار لینا چاہیئے۔ اور صاف کیگئی شیشیوں میں گرم گرم ہی ڈالکر ڈھکن لگاکر محفوظ جگہ پر رکھ دینا چاہیئے۔

نوٹ:- مربہ بناتے وقت جب تک برتن آگ پر چڑھا ہوا اسکو چمچ سے لگاتار چلاتے رہنا چاہیئے تاکہ جل نہ سکے۔ پپیتے، سیب یا ان پھلوں کا جن میں کھٹائی نہیں ہوتی "جام" بناتے وقت انہیں نیبو کا عرق ملا دینا چاہیئے۔ خشک انجیر اور شکرپارا (زرد آلو) رات کو ۵ - ۶ گھنٹے بھگو کر انکا مربہ بنا سکتے ہیں۔

پپیتے کے مربے آجکل پھلوں میں پپیتے کی ایک خاص جگہ ہے۔ پپیتے کو کچے سے ہی لوگ استعمال کرنے لگتے ہیں۔ پکنے پر، اسکو دوسرے پھلوں کی طرح لوگ کھانا پسند کرتے ہیں۔ پکے پھل بہت تھوڑے دنوں تک رکھے جا سکتے ہیں۔ اسکے بعد وہ سڑنے لگتے ہیں۔ مگر پپیتے کا مربہ بناکر اس کو زیادہ دنوں تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مربہ بنانے کا طریقہ۔ پپیتے کے اچھے اور پکے ہوئے پھلوں کو لیکر انکو چھیلکر ٹکڑے کر لینا چاہیئے۔ اگر ٹکڑے سخت ہوں تو انکو باریک کرنے والی مشین میں ڈالکر گودے کی طرح نرم بنا لینا چاہیئے۔ اور اگر پھل نرم ہوں تو چمچ سے اندر کا گودا نکالکر اسکو تول لینا چاہیئے، اور پھر اس میں اتنی ہی شکر ملا دینی چاہیئے۔ اسکے بعد فی پاونڈ گودے کے حساب سے ایک اونس نیبو کا عرق ملا دینا چاہیئے۔ اور گودے کو گاڑھا ہونے تک پکانا چاہیئے۔ اسکے بعد صاف برتن میں اسکو بھر دینا چاہیئے۔ مربہ تیار ہو جانے پر پگھلے ہوئے موم کی باریک تہہ اسکی سطح پر پھیلا دینا چاہیئے۔ جس سے کہ وہ محفوظ رہ سکے۔

کیتھ سے مربہ بنانے کا طریقہ۔ کیتھ کے اوپر کے سخت چھلکے کو علیحدہ کرکے اسکے گودے کو لیجیے، پھر گودے کو تولیئے۔ اسکے بعد اتنا پانی لیجیے جس میں کہ وہ ڈوب جائیں۔ پھر گھول کو نرم بنانے کے لئے اسکو دھیمی آنچ میں آدھ گھنٹے تک پکایئے۔ بیج نکالنے کے لئے اسکو چھلنی میں چھان لیجیے۔ اسکے بعد گودے کو دوبارہ تولیئے۔ جتنے پاونڈ گودا تول میں نکلے۔ اتنے ہی پاونڈ شکر ملایئے اور اس کو ۱۰۲۰ سنٹی گریڈ کی حرارت تک دھیمی آنچ میں گرم کیجیے۔ اسکے بعد گرم مربے کو صاف برتن میں رکھ دیجیے۔ مربہ جمنے پر پگھلے ہوئے موم کی پتلی تہہ اس پر پھیلا دیجیے تاکہ مربہ خراب نہ ہو سکے۔

نوٹ:- کیتھ کے مربے کی خوشبو بہت اچھی ہوتی ہے لیکن پھل عمدہ پکے ہونے چاہئیں۔

دیش بدیش کی بات

P.M.38

دُنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصر)

ان دنوں برطانیہ سے متعلق حالات اس طرح بدل رہے ہیں کہ اسکا پورا تذکرہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں جرمنی کی جنگ ختم ہونے سے اب صرف جاپان میں جنگ ہو رہی ہے۔ اگرچہ اسکی حالت خراب ہے۔ وہاں سخت بم گرائے جا رہے ہیں جس سے تقریباً سارے ہی بڑے بڑے شہر تباہ ہوگئے ہیں۔ سارے بڑے بڑے جاپان جنگی جہاز ختم ہو چکے ہیں اور بموں کی جنگ میں بھی وہ ہار گئے ہیں، یہاں تک کہ کوریہ اور منچوریا چھوڑ کر صرف جاپان کو بچانے کی شرط پر وہ صلح چاہتے ہیں۔ مگر اتحادی طاقتوں کو یہ بھی منظور نہیں ہے۔ وہ مکمل طور سے بلا شرط ہتھیار ڈلوانا چاہتے ہیں۔ پولینڈ میں پرانے زمانے سے بڑے بڑے زمیندار چلے آتے تھے، جن سے عام پبلک بہت ناراض تھی مورخین بھی انکے کارناموں کو برا کہتے ہیں۔ پولینڈ کی تقریباً بیس فیصدی زمین

زنانہ چانسلری میں ہٹلر کے کمرے کا دروازہ

ان لوگوں کے قبضہ میں تھی۔ ان دنوں پولش حکومت نے یہ ساری زمین بغیر کوئی معاوضہ دیئے ضبط کر لی ہے۔ اور وہ سب کاشتکاروں کو مفت بارہ ایکڑ فی کاشتکار کے حساب سے تقسیم کر دی ہے۔ فرانس میں بھی سوشلسٹوں اور سرمایہ داروں میں جنگ چل رہی ہے۔ برطانیہ کی وہاں بھی دو ایوان تھے مگر اب نیا دستور بن رہا ہے۔ جس میں سوشلسٹ لوگ دارالعمرا کو توڑ رہے ہیں، اور صرف ایک ہی ایوان باقی رکھنا چاہتے ہیں ادھر وہاں کے موجودہ حکمراں جنرل ڈی۔ گالے سرمایہ داروں کے بھی بہت خلاف نہیں ہیں۔ انکا اس سے متعلق تجویز ایوان میں نامنظور ہو چکی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ کیا ہوتا ہے؟ فرانس کے گذشتہ صدر پیتاں کے اوپر مقدمہ چل رہا ہے، جس میں انکے خلاف اور موافق وہاں کے بڑے بڑے لوگ گواہیاں دے رہے ہیں۔ اس مقدمہ میں بہت بڑے بڑے واقعات کے

رازکھل رہے ہیں۔ اخباروں کا خیال ہے کہ اگر ان کو موت کی سزا عدالت سے ہوئی تو سرکار رحم کرکے سزا تبدیل کردیگی۔ فرانس کا آجکل روس سے تو میل ہے مگر امریکہ اور برطانیہ سے تھوڑی بہت رنجش ہے۔ اب خیال ہے کہ وہ ختم ہو جائے۔

گذشتہ ۵ رجولائی کو جو برطانیہ میں الیکشن ہوا۔ اس میں لیبرل جماعت کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم کے عہدے سے ہٹ گئے اور مسٹر ایٹلی وزیر اعظم بن گئے ہیں۔ اور وزیر ہند مسٹر ایمری کی ممبری بھی ختم ہوگئی ہے۔ ہندوستانیوں کو لیبر جماعت سے تو بہت امیدیں ہیں مگر شبہات بھی کم نہیں ہیں۔ ہندوستانی مسائل پر غور کرنے کیلئے وہاں ایک پالیمنٹری کمیٹی بنی ہے جس سے ممبر ہونے والے وزیر ہند اور نائب وزیر ہند اور علاوہ انکے خود مسٹر ایٹلی اور سر اسٹفرڈ کرپس بھی ہیں۔ ایسا بھی خیال کیا جاتا تھا کہ ویول اسکیم شاید پھر کسی شکل میں لائی جائے۔ مگر لیبر جماعت کے کچھ بڑے لیڈروں کا خیال ہے۔ چند روزہ اسکیم کے بجائے کوئی مستقل فیصلہ کر دیا جائے۔ یہ بھی۔ خیال ہے کہ شاید ہندوستان میں بہت جلد الیکشن ہوں اور انھیں کے مطابق یہ فیصلہ کیا جائے کہ مسلم لیگ کا اثر ہندوستانی مسلمانوں پر کتنا ہے۔ ابھی تک ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ شاید ۶۰ ۔ ۷۰ فیصدی جگہیں مسلم لیگ کو ملیں۔ ویول اسکیم کے متعلق جو کانفرینس شملہ میں ہوئی تھی اس میں لیگ نے پانچ مسلمانوں میں ایک بھی دوسروں کو دینا منظور نہیں کیا تھا۔ ہندوستان کے مسلہ میں برطانوی لیبر جماعت کا کوئی خیال ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔

برطانیہ میں ریل اور کوئلہ وغیرہ چیزوں اور تجارتوں کو لیبر جماعت سرکاری اختیارات کے ماتحت لانا چاہتی ہے۔ علاوہ اسکے شاید زمین بھی معاوضہ دیکر زمینداروں سے سرکار خود اپنے اختیار میں لے لے۔

ملک معظم شہنشاہ جارج ششم اور امریکہ کے صدر ٹرومین

لیبر جماعت کی کامیابی سے وہاں سارے ملک میں تہلکا مچا ہوا ہے۔ بلجیم کے بادشاہ لیوپولڈ کو وہاں کے لوگ تخت شاہی سے معزول کردینا چاہتے ہیں مگر وہ اسکے لئے تیار نہیں معلوم ہوتے۔ وہ برطانیہ کے اس الیکشن سے امید لگائے ہوئے تھے۔ کہ اگر چرچل کو کامیابی ہوئی تو ممکن تھا انکا کام بھی بن جاتا۔ مگر چرچل کی ناکامی سے انکی امید پر بھی پانی پھر گیا۔ مگر باوجود اس کے اب بھی وہاں کی مختلف جماعتوں میں اختلاف

جنگ جاپان کے ایک جنرل میجر ٹی۔ ڈبلو۔ ریس

رائے ہے۔ اسپین میں جنرل فرانکو کی حکومت ہے، اُن کو بھی چرچل حکومت سے کافی سہارا تھا جو ختم ہوگیا۔ اب انکا پایہ کمزور ہوگیا ہے۔ فرانس کے گذشتہ وزیر اعظم لاول پر وہاں کی پبلک غداری کا مقدمہ چلانا چاہتی ہے۔ مگر جنرل فرانکو انھیں دشمنوں کو سپرد کرنے کے لئے تیار نہ تھے، مگر اب لیبر کی کامیابی سے وہ وہاں سے نکال دئے گئے ہیں۔ جو اب امریکنوں کے قیدی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ان پر جلد ہی مقدمہ چلایا جائے۔

عام طور سے لیبر جماعت کی اتنی بڑی کامیابی کی امید نہ تھی۔ اس لئے جب لیبر جماعت کو اتنی بڑی کامیابی ہوئی تو لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ اسکے متعلق لوگ طرح طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

آجکل جرمنی کی دارالسلطنت برلن کے قریب پوٹسڈم میں تین بڑوں کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ یعنی امریکہ، برطانیہ اور روس کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے خیالات میں باہم اتفاق ہوگیا ہے۔ آجکل یورپ میں روس کا اثر بھی بہت حد تک بڑھ چکا ہے۔ پوربی یورپ میں اس کا اثر بہت کافی ہوچکا ہے۔ علاوہ اسکے مسیپوٹامیا، فلسطین، عرب، ایران پٹرول بھی اسکو کافی مقدار میں حاصل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ خطہ خاص طور سے روس کے اختیار میں رہتے ہیں یا برطانیہ کے۔ سیریا اور لبنان کا سوال بھی انھیں کے ساتھ ہے۔ درۂ دانیال اگرچہ ابھی ٹرکی کے قبضہ میں ہے مگر اب روس بھی مستقبل کی جنگی ضروریات کے لئے اثر و اقتدار چاہتا ہے۔ جرمنی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے یہ بھی ایک اہم سوال ہے۔ اگر اسکو کل پرزوں وغیرہ بنانے کی آزادی رہی تو کسی نہ کسی وقت وہ پھر طاقتور ہوکر جنگ کے لئے آمادہ ہو سکتا ہے۔ مگر اسکے متعلق وزراء میں اختلاف رائے معلوم ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ معمولی طور پر کیا برتاؤ ہو اس میں بھی اختلاف رائے ہے۔ اسوقت وہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ وہ

سب علیحدہ علیحدہ رہیں یا ایک ساتھ ملکر۔ ساری جرمنی پر ایک ہی انتظام ہو یا اور اور یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ اٹلی۔ یوگوسلاویہ ہنگری، آسٹریا وغیرہ کے بھی ایسے ہی سوالات ہیں۔

تین بڑوں کی کانفرنس اب ختم ہو چکی ہے۔ امریکن صدر ٹرومین پلیمتھ پر ملک معظم سے ملے ہیں۔ ہندوستان کے تاجر امریکہ سے مشینیں وغیرہ خریدنا چاہتے ہیں۔ مگر اس میں پاونڈ اور ڈالر کا سوال لگا ہوا ہے۔

ہندوستان میں وائسرائے صاحب نے گورنروں کی کانفرنس کی ہے۔ جس میں ہندوستانی مسائل پر غور کیا گیا ہے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ شاید بہت جلد کانگریسی قیدی رہا کئے جائینگے۔ اور کانگریس کے اوپر سے پابندیاں ہٹا کر صوبوں میں نئے الیکشن ہونگے۔ جنکے مطابق مرکزی وزارتیں بنینگی۔ مگر ابھی تک کچھ طے نہیں ہے۔ ہندوستانی مسائل کے متعلق جو بھی گول میز کانفرنس کا خیال بھی برطانوی حلقوں میں سنائی پڑتا ہے۔ تین بڑوں کی کانفرنس میں پہلے روس اور برطانیہ میں کافی اختلاف تھا مگر لیبر الیکشن سے وہ ختم ہو گیا ہے۔ علاوہ اس کے بالٹک سمندر میں روسی بحری فوج کا اثر بہت بڑھ گیا ہے امریکہ اور برطانیہ فلسطین میں یہودیوں کا اثر بڑھانا چاہتے ہیں مگر عرب لوگ اس مسئلہ میں آمادۂ جنگ و جدل ہیں۔ یہ مسئلہ برطانیہ کے لئے اہم ہے۔ لیبر سرکار کی وجہ سے ممکن ہے کہ روس سے صلح ہو جائے۔ آئندہ جس سے جرمنی جنگ کے قابل نہ ہو سکے اس فیصلہ پر سب لوگ متفق ہیں

برما میں جاپانی فوج کے سپہ سالار ہتھیار ڈالنے کی شرطوں پر دستخط کر رہے ہیں

برطانیہ 'رڈار' کے چین ہوم اسٹیشن

جولائی کی ترکاریاں

اس ماہ میں چونکہ برسات بخوبی ہونے لگتی ہے لہذا
بیگن، لوکی، کدو، کھیرا، ککڑی، تر دئی۔ کریلا، کلفہ وغیرہ
ساگ۔ وترکاریاں فروری ماہ میں بونا شروع ہوگئی تھیں۔ اب خاتمہ
پر ہونگی۔ انکا بیج اچھے اچھے پھلوں سے نکالکر سکھانے کے
بعد دوسرے سال بونے کے لئے رکھ لینا چاہیے۔ اور
حسب ذیل ترکاریاں بو دینا چاہیے :-

۱- لوکی — ۸- کریلا
۲- کدو — ۹- چچینڈا
۳- کھیرا — ۱۰- رنڈا
۴- بھنڈی — ۱۱- لوبیا
۵- لال ساگ — ۱۲- شلجم
۶- تردئی (گھیار) — ۱۳- مولی
۷- تردئی (آرو)

ٹماٹر، سلیری اور مونگ پھلی اونچی کیاریوں میں
یا گملوں اور پرچ میں بو دینا چاہیے۔ بھٹوں کے لئے مکا
اب بھی اچھی بنائی ہوئی زمین اور بالنس دی ہوئی زمین
میں بوئی جاسکتی ہے۔ اگر جون کے ماہ میں نہ بوئی جاسکی
ہوں۔ چوڑ دھوں یعنی جڑوں سے اگائے ہوئے پرول
اور پوئے ساگ بھی لگا دینا چاہیے۔ ہر طرح کی بیلوں والی
ترکاریوں میں لکڑی کا سہارا دینا ضروری ہے۔ اور
نکائی، گوڑائی کرکے ہی ایسا کرنا چاہیے کیونکہ کیاریوں کو
صاف رکھنا ضروری ہے۔ مکا میں ٹھنڈی چڑھانا چاہیے۔

جن کھیتوں میں جاڑوں کی ترکاریاں بوئی ہوں،
ان میں سنئی بو دینا چاہیے۔ سنئی سے صرف زمین میں نائٹروجن
ہی نہیں بڑھیگا بلکہ کھرپتوار بھی دب جائینگے۔

پہاڑی ترکاریاں

اس وقت تک برسات ہونے لگی ہونگی۔ اور
اس وقت ترکاریوں کو برسات کے حملہ سے بچانا
چاہیے۔ اور کیاریوں کو پانی بھرنے سے بچانا چاہیے۔
جس سے کہ پودے میں بیماریاں نہ لگ سکیں۔
مٹر، سیم، گاجر، شلجم اور سلاد وغیرہ
اس وقت بوئے جاسکتے ہیں۔ مگر انکو برسات
سے محفوظ رکھنے کا پورا انتظام کرلینا چاہیے تاکہ
زیادہ پانی پڑنے سے پودے خراب نہ ہوجائیں۔
بکسوں اور پرچوں کو چھپر وغیرہ میں رکھکر برسات
سے بچایا جاسکتا ہے۔

سوال جواب

سوال۔ "میرے باغ کے درختوں میں اکثر کوئی نہ کوئی مرض لگ جاتا ہے۔ بیماریوں کے کیڑوں کو مارنے والی دواؤں کو بھی میں استعمال کرتا ہوں۔ مگر اس کا صحیح صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے کہ ان دواؤں کا استعمال کب اور کیسے کرنا چاہیئے۔ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ کیا آپ یہ بتلانے کی مہربانی کرینگے کہ مرض کے کیڑوں کو مارنے والی دواؤں کو کسطرح استعمال کرنا چاہیئے؟"

جواب۔ "بہت سی دوائیں اس طرح کی ہوتی ہیں جنکو درختوں اور پودوں کے اچھے حصے پر لگایا جاتا ہے، جس سے درخت میں لگی ہوئی بیماری آگے نہ بڑھ سکے۔ پودوں میں جب پتیاں نکل آویں اس وقت مرض کے کیڑوں کو مارنے والی دوا کا استعمال کرنا چاہیئے۔ دوا تو یا تو بیماری شروع ہونے کے پہلے پودوں کی پتیوں پر چھڑکنا چاہیئے۔ اگر پتیوں پر چھڑکی ہوئی دوا کے سوکھنے کے پہلے یعنی دوا چھڑکنے کے ۱۲ سے ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی پانی برس جاتا ہے، تو دوا دھل کر بہہ جاتی ہے۔ اس حالت میں پودوں پر پھر سے دوا چھڑکنا چاہیئے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ بیماری کے کیڑوں کو مارنے والی دواؤں کو سوکھے دنوں میں اور سویرے کے وقت کرنا چاہیئے۔"

چاند کے سایہ میں

(از جناب ضیاءالاسلام)

حکایتِ غم پردیں سنا رہا ہے چاند ۔۔۔ پڑا جگر میں میرے مسکرا رہا ہے چاند

کسی کا جلوۂ زیبا دکھا رہا ہے چاند ۔۔۔ وفورِ شوق میں خود مسکرا رہا ہے چاند

قبائے دلکش و زرّیں سمیٹ کر اپنی ۔۔۔ بگڑ گئے ہیں تو اُن کو منا رہا ہے چاند

حسین خوابوں کی دنیا ہوئی ہے آوارہ ۔۔۔ نہ جانے کونسا عالم دکھا رہا ہے چاند

سویابین کی قسمیں

سویابین کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ کچھ قسمیں تو ایسی ہوتی ہیں جو ۱۰۰ دنوں میں یا اس سے بھی کم دنوں میں پک جاتی ہے۔ اور کچھ ایسی بھی قسمیں ہیں جو ۱۵۰ دنوں یا اس سے بھی زیادہ وقت میں پکتی ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ جس جگہ کے لئے جو قسم مفید ہو اسی کو بونا چاہیئے۔ سویابین کی کھیتی کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے یہاں کی حالتوں کے مناسب قسموں کو منتخب کریں۔

سویابین کی سب سے بہتر قسم وہ تسلیم کی گئی ہے جو معتدل موسم میں، پک جاتی ہے۔ جو قسم موسم کے پہلے پک جاتی ہے وہ اس قسم سے کم فصل، پیدا کریگی جو کہ سارے موسم رہتی ہے۔ اسیطرح سویابین کی وہ قسم جو زیادہ دیر میں پکتی ہے موسم کے اندر پک جانے والی قسم سے کم فصل پیدا کریگی۔ اس طرح سب سے اچھی قسم وہ ہے جو موسم کا پورا پورا استعمال کرتی ہے۔

کم یا زیادہ وقت میں پکنے کا اثر سویابین کی قسم پر نہیں پڑتا بلکہ بیج پر بھی اسکا اثر پڑتا ہے۔ جو قسم بیج کے لئے بوئی جاتی ہے اگر وہ موسم کا پورا پورا استعمال کرنے والی ہوئی تو اس میں اچھے بیج ہوتے ہیں جلدی پکنے والی قسم کے بیج چھوٹے جھریوں دار اور بدنما ہوتے ہیں۔ اسیطرح دیر سے پکنے والی سویابین کے بیج ہلکے رنگ کے، ہرے دھبے دار اور نرم ہوتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکو محفوظ رکھنے کا مسلہ مشکل ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں جلد ہی کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اگر سویابین کو پکنے کے پہلے ہی کاٹ لیا جائے تو اسکے بیجوں میں پروٹین کم ہو جاتی ہے اور تجارتی نقطۂ نظر سے انکی مانگ کم ہو جاتی ہے۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ سویابین کی فصل کے بعد کوئی دوسری فصل کے بعد کوئی دوسری فصل بونا چاہیں۔ اس حالت میں سویابین کی ایسی قسم چننی پڑیگی جو کہ ذرا جلدی پکتی ہو۔ مگر جہاں صرف سویابین ہی صرف موسم بھر میں بوئی ہو وہاں ایسی قسم منتخب کرنی چاہیے جو موسم کا پورا پورا استعمال کرتی ہو، یعنی نہ تو جلدی پکتی ہو اور نہ دیر میں اسی حالت میں زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

محکمۂ زراعت کناڈا

سانڈ منتخب کرنے کا میرا طریقہ

"ڈیری فارمر" میں مسٹر ایل۔ ایم۔ ایشلے بیل نے سانڈ منتخب کرنے کا اپنا طریقہ لکھا ہے، وہ اسطرح ہے:۔

"جب مجھے اپنے گوشالہ کے لئے سانڈ منتخب

کرنا ہوتا ہے، تو میں اس سانڈ کی نسل کی گایوں کے دودھ کا ریکارڈ، مکھن اور چربی کی مقدار معلوم کرنے کے لئے انہیں دودھ سے متعلق کئے گئے تجربوں کے نتائج کو دیکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ اگر یہ سب باتیں ٹھیک ہوئیں تو میں سانڈ دیکھنے جاتا ہوں، اسے دیکھنے کے بعد اگر وہ مفید جانور معلوم پڑا تو میں اسکی ماں کو دیکھتا ہوں۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس گائے کی للاری اور اس کے جسم کی بناوٹ کیسی ہے۔ اگر ممکن ہوا تو اس گائے کی ماں کو بھی دیکھتا ہوں اور وہی سب باتیں للاری وغیرہ مدنظر رکھتا ہوں۔ اسکے بعد اس گائے کی بچھیوں یعنی اس سانڈ کی بہنوں وغیرہ کو دیکھتا ہوں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہونگا کہ وہ کتنا دودھ دیتی ہیں اور ان کے دودھ میں مکھن کی کتنی مقدار ہوتی ہے۔ اگر اس سانڈ کے خاندان میں اور کوئی جانور مل سکتا ہے تو اُس کو بھی دیکھنے کی کوشش کرونگا۔

اسطرح اگر سانڈ کی ماں کو دیکھنا ممکن نہ ہوسکا تو اسکی تصویر ہی کو دیکھتا ہوں۔ اسکے بعد میں جس سانڈ کو خریدنا چاہتا ہوں اسکے ذریعہ پیدا کی گئی گایوں کو بھی دیکھتا ہوں۔

سب سے بہترین ہونے کی ضرورت نہیں

ساری باتوں کو دیکھ لینے کے بعد پھر میں سانڈ کو اس نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں کہ وہ دیکھنے میں بھی خوبصورت معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ سانڈ کا خوبصورت ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ خوبصورت جانور پسند نہیں۔ کیونکہ خوبصورت جانور تو ہم سبھی کو پسند آتے ہیں۔ پر ایسے سانڈ ملتے کہاں ہیں۔ میرے خیال میں دودھ اور مکھن کا ریکارڈ پہلی ضرورت ہے۔ میں اگرچہ خوبصورت سانڈ چاہتا ہوں مگر یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ بے جوڑ ہو۔ اگر سانڈ کا قد اور لمبائی اچھی ہو اگر اسکی پونچھ کا سرا خوبصورت ہو، اگر اسکے پچھلے پیروں کی ہڈیاں دور دور ہوں تو میرے خیال میں اس میں اچھے سانڈ کی ساری خوبیاں موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ زیادہ تر لوگ سانڈ کو دیکھنے کی بالکل ضرورت نہیں سمجھتے۔ میرے خیال سے یہ خاص خاص باتوں میں ایک ہے۔ اکثر لوگ ایسے ایسے سانڈ خریدتے ہیں جو اچھے رنگ والے، اور دیکھنے میں خوبصورت ہوتے ہیں۔

ہمارے صوبہ میں دیہات سدھار

جون ۱۹۴۵ء

جون مہینے میں گاؤں والوں نے اپنے گاؤں کو سدھارنے کی طرف دھیان دیا۔ کھیتی کا کام دھندا زیادہ نہ ہونے سے کسانوں نے گھروں کی صفائی کی طرف بھی توجہ کی۔ کھیتی کی ترقی کیلئے ۵۵۴۵ کھاد کے گڈھے کھودے گئے۔ اور ۴۳۵۹ پیشاب کی کھاد اکٹھی کرنے کے لئے سوختے بنائے گئے۔ سینچائی والے ۲۱ کوؤں کی مرمت کی گئی اور ۶ نئے کوئیں بنائے گئے۔ ۲۰ بندھیاں بنائی گئیں۔ ۲۴۶ نئے قسم کے کھیتی کے اوزار گاؤں میں دئے گئے۔ گاؤں کے جانوروں کی نسل سدھارنے کیلئے ۱۳ سانڈ دئے گئے اور جانوروں کی ترقی کرنے کے لئے ترقی یافتہ قسموں کے ۶۵۰ جانور گاؤں میں دئے گئے۔ ۱۶۱ نیچ قسم کے سانڈوں کو بدھیا کیا گیا۔ ۲۵۱۶ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا۔ گاؤں میں دیہات سدھار کے جذبات کو بڑھانے کیلئے ۲۰ نمائشیں کی گئیں۔ پھلوں کی کھیتی کرنے کی تحریک شروع کی گئی اسکی ترقی کرنے کیلئے ۱۵۵۴ پیڑ لگائے گئے اور ۲۹ نرسریاں قائم کی گئیں۔ گوبر کو کھاد کی شکل میں استعمال کرنے کیلئے ایندھن والے درخت لگانے کی تحریک شروع کی گئی۔ اور ۱۱۴ ایندھن والے درخت لگائے گئے۔ کھیتی کی ترقی کیلئے ۶۷۵ ایکڑوں میں ترقی شدہ بیج بوئے گئے۔ ان کھیتوں میں خریف کی فصل کیلئے ۵۳۳۷ من بیج گاؤں میں دئے گئے۔

گاؤں والوں کی تندرستی کی طرف محکمہ اور گاؤں والوں نے کافی توجہ دی ۲۵۱۲ سوختے بنائے گئے اور ۵۲۲۵ روشن دان گاؤں والوں میں دئے گئے۔ کوؤں کی صفائی کیطرف بھی کافی توجہ دی گئی۔ ۱۹۳ کوؤں کی صفائی کی گئی۔ گاؤں والوں کے نہانے کیلئے کوؤں کے پاس ۹۷ حمام بنائے گئے۔ گاؤں کی گندگی کو صاف کرنے کیلئے ۷۵۳۳ گز لمبی نالیاں بنائی گئیں۔ گاؤں سے ۸۵۴ سور باڑے باہر ہٹائے گئے۔ ۵۲۹ کھنڈر برابر کئے گئے۔ ۲۲۱۶۵ گھورے گاؤں سے باہر ہٹائے گئے۔ ۱۰۶۵ گڈھے پاٹے گئے۔ ۳۰۴۴ گلیوں کی صفائی کی گئی۔ ۳۷۲۹۸ بیماروں کا علاج کیا گیا۔ ۱۳۷۸۱ شخصوں کو ٹیکا لگایا گیا۔ ۱۱۱ دائیوں کو ٹرینڈ کیا گیا، اور ۲۹۸ شخصوں کو علاج کی تعلیم دی گئی۔

دیہات سدھار کا پرچار کرنے کیلئے گاؤں میں ۴۰۱۸ سبھاؤں کا انتظام کیا گیا۔ ۱۰ نمائشیں دکھلائی گئیں۔ ۷۷ ناٹک کھیلے گئے۔ ۱۴۶ بھجن منڈلیوں کو منظم کیا گیا۔ ۲۲۹ اکھاڑے شروع کئے گئے۔ ۱۱۱ سیوا دل بنائے گئے۔ ۲۴۳۰ اسکاؤٹوں کو ٹرینڈ کیا گیا۔ ۱۰۲ ٹورنامینٹ اور مقابلے کئے گئے۔

اسکے علاوہ اور بھی بہت سے کام کئے گئے۔ ۲ پنچائت گھر بنائے گئے۔ ۲۴ نمونے کے مکان بنائے گئے۔ ۳۳ گھریلو دھندے شروع کئے گئے۔ ۱۰۹ شخصوں کو گھریلو دھندوں کی تعلیم دی گئی۔ گاؤں والوں کو ۲۹ گھریلو دھندوں کیلئے نئے قسم کے اوزار دئے گئے۔

اس مہینے میں محکمہ کے ملازم دھرم گولا فنڈ اور سالانہ چندے کی وصولی میں لگے رہے۔ فوجی خاندانوں کو مدد دینے کا کام جاری رہا۔ دیہات سدھار کے ملازمین نے فوجی خاندانوں کو چٹھیاں لکھنے اور بھیجنے میں مدد دی۔ اسکے آپسی جھگڑوں کو پنچایتوں کے ذریعہ طے کرایا۔ اور انکے گھر میں بیمار ہونے والوں کا علاج کیا گیا۔

جولائی ۱۹۴۵ء

جولائی کا مہینہ کسانوں کیلئے بہت مشغولیت کا زمانہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس مہینے میں پانی برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کسان لوگ اپنے ہل بیل لیکر کھیتوں کیطرف چل پڑتے ہیں، اور جوتائی بوائی کا کام انکا سارا وقت لے لیتا ہے مگر اپنی کھیتی کے کاموں میں پھنسے ہونے کے باوجود بھی گاؤں والوں نے سدھار کے کاموں میں کافی دلچسپی لی۔

اس مہینے ۱۱۱۵۹ کھاد کے گڈھے اور ۹۰۴۵۱ پیشاب سوکھنے والے گڈھے بنائے گئے۔ سینچائی کیلئے ۱۶ کوؤں کی بورنگ کی گئی یا انکی مرمت کی گئی۔ سینچائی کے لئے ۲۱ اور کوئیں بنائے گئے۔ اسکے علاوہ ۷۵ بندھیاں بنائی گئیں۔ گاؤں میں کھیتی میں ترقی دینے کیلئے ۱۲۱۴ نئے قسم کے اوزار ۲۵ اچھی قسم کے سانڈ اور ۱۳۷ اصلاح شدہ مویشیوں کو گاؤں میں دیا گیا۔ ۴۰۲ بیکار سانڈوں کو بدھیا کیا گیا، اور ۲۱۰۳ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا۔

گاؤں کے لوگوں میں کھیتی کے نئے طریقوں کا رواج دینے کیلئے ۱۲۸ نمائشیں کی گئیں۔ ۲۱۲ بیاوڑس چلائی گئیں۔ اور ۴۰۷۴ پھلوں کے درخت لگائے گئے۔ اسطرح ۸۰۲ ایکڑ زمین میں پھلوں کی کھیتی، ۱۲۹۴۷ ایکڑ میں ایندھن کے درخت ۱۲۷۳۶ ایکڑ زمین اچھی قسم کے بیجوں کی کھیتی کی گئی۔ علاوہ اسکے کسانوں کی مدد کرنے کیلئے ۵۰۶۴ من خریف کے بیج انھیں دئے گئے۔

اس مہینے میں گاؤں کی پبلک کی صحت سدھارنے کی طرف بھی کافی توجہ دی گئی۔ اسکے لئے مختلف طرح کے کام کئے گئے۔ ۴۹۶۸ سوختے بنائے گئے۔ ۸۶۷ روشندان گاؤں میں دئے گئے۔ ۳۸۸ کوئیں صاف کئے گئے اور ۳۵۱ عام حمام تیار کئے گئے۔ گاؤں میں بنائی گئی نالیوں کی کل لمبائی ۹۱۳۴ گز ہے۔ ۸۵۴ سور باڑوں کو آبادی سے ہٹایا گیا۔ ۷۲۸ گھوروں کو صاف کیا گیا۔ ۲۱ پاخانے اور ۳۹ پیشاب دان گاؤں میں تقسیم کئے گئے۔ ۲۸۳۱ کھنڈروں کو برابر کیا گیا، اور ۲۳۳۱ گڈھوں کو ہٹایا گیا ۵۵۳۲ گلیوں کی صفائی کی گئی۔

گاؤں کے دواخانوں میں ۲۶۷۱۸ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ اور چھوت چھات کی بیماریوں سے بچانے کے لئے ۵۳۸۳ لوگوں کو ٹیکا لگایا گیا۔ ۴۸ دیسی دائیوں کو دائی گیری کی تعلیم دی گئی اور ۲۴۲۸ آدمیوں کو ابتدائی تعلیم کی ٹریننگ دی گئی۔ گاؤں میں گاؤں سدھار کا پرچار کیا گیا۔ ۹۰۱۳ سبھائیں کی گئیں۔ ۲۱ نمائشیں دکھلائی گئیں۔ ۷۵ ناٹک کھیلے گئے۔ ۳۷۳ بھجن منڈلیاں منظم کی گئیں ۸۲۹ اکھاڑے شروع کئے گئے۔ ۱۸۳ سیوا دل بنائے گئے۔ ۱۳۲۷ اسکاؤٹوں کو ٹریننگ دی گئی۔ ۱۴۷ ٹورنامنٹ اور مقابلے کئے گئے۔

گاؤں میں دیہات سدھار کے اور بھی کام کئے گئے۔ ۴ پنچایت گھر بنوائے گئے۔ ۵۷ مکانوں کو نمونے کے طور پر بنایا گیا۔ ۶۲ گھریلو دھندوں کو رواج دیا گیا۔ ۹۱۳ لوگوں کو دیہاتی صنعتوں کی تعلیم دی گئی۔ گاؤں میں گھریلو صنعتوں کے، نئے قسم کے اوزار دئے گئے۔

گاؤں سدھار کے ملازمین نے فوجی خاندانوں کی مدد کرنے کا کام جاری رکھا۔ انھوں نے فوجی خاندانوں کو خط لکھنے، بھیجنے میں مدد دی خاندان والوں میں جو جھگڑے تھے انکو پنچایت گھروں کے ذریعہ طے کرایا۔ بیماروں کو مفت دوائیں دی گئیں۔ انکو کپڑے، مٹی کا تیل اور چینی وغیرہ ضرورت کے مطابق دلانے میں کافی مدد کی۔

تعلیم بالغان

ہندوستان کی ترقی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ تعلیم کی کمی ہے۔ یہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح کی اصلاح یہاں ممکن نہیں ہو پاتی۔ جو لوگ کسی طرح کے اصلاحی کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور خاصکر جو لوگ گاؤں کے رہنے والوں میں اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں، انکو گاؤں والوں کی جہالت کیوجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا ہماری سب سے بڑی ضرورت گاؤں کے لوگوں میں تعلیم کی اشاعت کرنا ہے۔

بچوں کی تعلیم کی بہ نسبت بالغان کی تعلیم کا کام اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بالغ خود تعلیم سے دلچسپی نہیں لیتے۔ وہ اپنے کام دھندے میں اس قدر منہمک رہتے ہیں کہ انھیں پڑھنے لکھنے کی طرف توجہ دینے کا نہ تو موقع ملتا ہے، اور نہ انھیں اسکی طرف کوئی دلچسپی ہی ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انکا یہ خیال ہے بڈھا طوطا پڑھائے نہیں پڑھتا۔ یہ خیال صرف گاؤں کی پبلک کے ہی نہیں بلکہ اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی ایسا ہی کہہ دیتے ہیں۔ مگر یہ خیال محض بے بنیاد ہے۔

اس سلسلۓ میں مشہور ڈاکٹر تھیرنیڈائک نے کبوتروں کو لیکر ایک دلچسپ تجربہ کیا تھا۔ جس سے یہ اصول نکالا تھا کہ جسمانی ترقی کے ساتھ ساتھ انسان کی عقل بھی ترقی کرتی ہے، خواہ اسکو کچھ پڑھایا جائے یا نہ پڑھایا جائے۔ یہی نہیں اگر انھیں پڑھایا جائے تو وہ بچوں سے زیادہ پڑھ لکھ سکتے ہیں۔ ہاں، اسکے لیۓ یہ ضروری ہے کہ بالغوں کی ذہنیت کا خیال رکھتے ہوئے انکے لئے دلچسپ طریقے کا استعمال کرکے ہم انکی بالغ عقل سے بہت کچھ کام لے سکتے ہیں، اور جس بڈھے طوطے کے لیۓ ہم پڑھنا غیر ممکن سمجھتے ہیں۔ وہ اوروں سے کہیں جلدی پڑھنا لکھنا سیکھ سکتے ہیں۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ گاؤں کے بالغ، جنھیں پڑھنا لکھنا بالکل نہیں آتا مشکل سے مشکل مسائل پر غور و فکر کر لیتے ہیں۔ اور انکی سمجھ کا دائرہ بچوں کی سمجھ سے کہیں وسیع ہوتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم انکی طبیعت کو تعلیم کی طرف مائل کر سکیں تو وہ بہت جلد پڑھ لکھ سکتے ہیں۔ مشہور حکیم لاک کا بھی یہی خیال ہے۔ انکا کہنا ہے کہ انسان کا دل ایک شیشے یا سادے کاغذ کی طرح ہے اس پر کسی طرح کی بھی چھاپ پڑ سکتی ہے۔ اور جیسی چھاپ ہوگی اسیطرف طبیعت کا رجحان بھی ہوگا۔ اسطرح بالغان کی طبیعتوں کے رجحان کو سمجھکر پڑھنے لکھنے کیلئے ہمیں ایسے طریقۂ تعلیم کا تجربہ کرنا چاہیۓ جسکی چھاپ انکے دلوں پر پڑ سکے۔

پڑھنا اور حروف پہچاننا، دونوں ایک ہی بات ہے۔ انسان میں خواہ وہ ایک چھوٹا بچہ یا بالغ ہو

اس میں یہ پہچاننے کی طاقت ہوتی ہے۔ بڈھا جاہل گاؤں کا رہنے والا بھی لوگوں کو دیکھکر پہچان سکتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جس شخص سے ہمیں کوئی کام ہوتا ہے، اسکو ہم جلدی پہچان لیتے ہیں۔ اسیطرح جس شخص کے متعلق کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے جسکو ہم آسانی سے نہیں بھول سکتے اسکو بھی ہم کافی دنوں تک یاد رکھ سکتے ہیں۔ یہی بات حروف پہچاننے اور پڑھنے کے سلسلۂ میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ اسلئے بچوں کو پڑھاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ حروفوں کو آسانی سے پہچان سکیں۔

حروف کے طریقہ یعنی طالبعلموں کو حروف کی پہچان کے ذریعہ پڑھانے میں کیا جاتا ہے، اسی اصول پر کہانیوں کے ذریعہ حروف پہچاننے کا طریقہ بنایا گیا۔ آواز کے سہارے پر بھی حروفوں کی پہچان کرائی جاتی ہے۔ "بولو اور دیکھو" طریقے میں طالبعلموں کو ایک لفظ دکھا کر اسکو کہنے اور پہچاننے کے لئے محرک کیا جاتا ہے۔ اسیطرح "کلمہ طریقہ" ہے یعنی طالب علم کو پورا کلمہ پڑھنے کے لئے تحریک کرتے ہیں، اور اسطرح حروفوں کی پہچان کرائی جاتی ہے۔

تجربات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "کلمہ کا طریقہ" بالغوں کے لئے زیادہ آسان پڑتا ہے۔ اسکی اشاعت کا سہرہ ڈاکٹر فرنیک لبیک کے سر ہے۔ انکے طریقے کے دو خاص اصول ہیں۔ پہلا تو آواز کے ذریعہ حرفوں کو پہچاننا۔ دوسرے ہر ایک طالبعلم کے دل میں یہ جذبہ پیدا کرنا کہ جتنا اسنے پڑھا ہے اتنا دوسرے کو پڑھائے۔

ڈاکٹر فرنیک لبیک کے انھیں اصولوں پر مسٹر این۔ ہل نے بالغوں کے لئے ابتدائی کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب کے ساتھ ایک خط بھی ہے، جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "میں پڑھنا لکھنا سیکھ گیا ہوں اب میں کم سے کم ایک آدمی کو اور تعلیم دونگا۔ دراصل مسٹر ہل کی یہ اسکیم تعلیم بالغان کے سلسلۂ میں بہت مفید ثابت ہوگی۔ ہر شخص میں یہ جذبہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا علم دوسروں کو بھی دے اگر اس جذبہ کو بیدار کردیا جائے تو توسیع تعلیم کی تحریک کو بہت طاقت مل سکتی ہے۔ "ہل" کے گذشتہ نمبر میں ہمنے "پڑھے ایک پڑھائے ایک" کی تحریک کے لئے لوگوں کی توجہ منعکس کی تھی۔ امید ہے کہ ہندوستان کے گاؤں کے عوام میں تعلیم کی اشاعت کرنے والے لوگ اس تحریک کی اہمیت کی طرف توجہ کرینگے۔ اور بہت ہی جلد ہمارے اس نعرہ کی آواز ہمیں ہندوستان کے کونے کونے سے سنائی دیگی۔

بالغوں میں اگر ایک بار یہ جذبہ بیدار کردیا جائے تو وہ خود تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک دوسرے جاہل انسان کو تعلیم دینے کے عہد نامے پر فوراً دستخط کردینگے۔ اور اس طرح ایک سے متعدد تعلیم حاصل کرتے جائینگے۔ یہی ہر پڑھے لکھے آدمی سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اسطرح کا عہد کرے اور کم سے کم اپنے ایک جاہل بھائی کو تعلیم دینے کی کوشش کرے۔ اسلئے آئیے ہم سب "پڑھے ایک پڑھائے ایک" تحریک کو قوت دیں۔

"ہل" کے خریداران سے

ہم کو بہت افسوس ہے کہ "ہل" کے نمبر ہم اپنے خریداروں کی خدمت میں وقت پر نہیں پہونچا سکے۔ کاغذ اور پریس کی مشکلات کیوجہ سے ہمیں اپنے خریداروں کو یہ تکلیف دینی پڑی ہل کے خریداروں کو اس تاخیر سے جو پریشانی ہو رہی ہے اسکا اندازہ آفس میں آنے والے خطوط سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہم "ہل" کے گذشتہ نمبروں کو حتی الامکان جلد ہی شائع کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اس تاخیر کیلئے ہمارے خریداروں اور ناظرین کو جو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اسکے لئے ہم معافی کے خواستگار ہیں۔

ہندوستان میں سنچائی

ہندوستان میں کل ۴ کروڑ ایکڑ زمین کی سنچائی ہوتی ہے۔ ہندوستان کے بعد امریکہ کو لیکر دنیا کے جو دوسرے ۶ ملک سنچائی کیلئے سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ تعداد ان سب دیشوں کی سینچی جانے والی زمین کے متحدہ رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔ ہندوستان میں صرف سرکاری نہروں اور انکی شاخوں کی لمبائی ۷۵ ہزار میل ہے۔ انسے تقریباً ۲ کھرب ۶۰ ارب گیلن پانی سنچائی کے کام آتا ہے۔ اتنا زیادہ پانی موٹے حساب سے سردیوں میں لندن کی ٹیمس جیسی ۱۰۰ ندیوں کے پانی کے برابر ہے۔

لیکن ہندوستان سنچائی کی جانے والی زمین کے رقبہ میں ہی سب سے آگے نہیں ہے۔ کئی نقطۂ نظروں سے سنچائی کی اسکے انتظامات دنیا کی سب سے بڑی انتظامات میں سے ہے۔ ان انتظامات کو شروع کرنے میں قریب ۱۰ کروڑ پونڈ خرچ ہوئے ہیں، اور سنچائی سے ہر سال تقریباً ۶ کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ کی فصل پیدا ہوتی ہے۔

اگرچہ نہروں سے سنچائی کی رسم کی ابتدا تقریباً ہندوستان ہی میں ہوئی۔ اس سے بھی پہلے پرانے زمانے میں، یہاں تالابوں اور کوؤں سے سنچائی کی جاتی تھی۔ لیکن برطانوی حکومت کی ابتدا سے پہلے یہاں، بڑی مشکل میں نہروں وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اسوقت سنچائی سے جتنی زمین میں کاشت ہوتی تھی۔ اسکا سب کا رقبہ شائد ۲۰ لاکھ ایکڑ سے زیادہ نہ تھا۔

سنچائی کے انتظام سے ملک کو جو فائدہ ہوا ہے۔ اسکی قیمت آمدنی اور زراعت میں نہیں تاپی جاسکتی۔ اس سلسلہ میں یہ سمجھنا چاہیے کہ برطانوی ہند کی سنچائی کی تقریباً ۱۳۰ اسکیموں میں سے صرف ایک تہائی ہی پیداوار کے لئے ہیں۔ باقی اسکیمیں ان ممالک کو کال سے محفوظ رکھنے کیلئے بنی ہیں۔ جہاں برسات کی کمی رہتی ہے۔

یہ ایک اور معلوم کرنے والی بات ہے کہ ملک کی آبادی کا ساتواں حصہ سنچائی سے کھلے طور پر معاش حاصل کرتا ہے۔

جانوروں کی بیماری کیوجہ

سر ایڈورڈ ہاورڈ نام کے ایک انگریز کسان ہندوستان میں ۴۰ سال تک زراعت کے سلسلہ میں تحقیق کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہونچے ہیں۔ کہ جانوروں کے پیر اور منھ کے امراض کو دور کرنے کے مسلہ کو انھوں نے حل کرلیا ہے۔ انھوں نے جانوروں کے امراض کی جو وجہ بتائی ہے وہ غور کرنے کے قابل ہے۔

آپکا کہنا ہے کہ جانوروں کو پیر اور منھ کا مرض کسی جراثیم کیوجہ سے نہیں بلکہ قوت بخش چارے کی کمی کیوجہ سے ہوتی ہے۔ اگر جانوروں کو اچھی زمین سے پیدا شدہ چارا دیا جائے تو انکو وہ مرض نہ ہوگا۔

انھوں نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے، سال کے زمانۂ امتحان ۲۰ جوڑ بیلوں کو متوازن چارے پر رکھا گیا۔ یہ چارا اچھی زمین میں یعنی ایسی زمین میں پیدا کیا گیا تھا۔ جس میں کیمیاوی کھاد نہ ڈالی گئی تھی۔ اور جو خود زرخیز تھی۔ کافی وقت تک اچھی خوراک پر رکھنے کے بعد۔ ان بیلوں کو بیمار جانوروں کے ساتھ رہنے اور ان سے ملنے جلنے کی آزادی دے دی گئی۔ کافی عرصہ تک اس طرح رکھنے کے بعد ان بیلوں کا امتحان لیا گیا، اور وہ پیر اور منھ کے مرضوں سے بری پائے گئے۔ مریض جانوروں کے ساتھ رہنے سے بھی انمیں مرض نہیں پیدا ہوا۔

پلیگ کی روک تھام

اکثر گاؤں میں پلیگ کا دورہ ہوجاتا ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے۔ لیکن اگر گھروں کو چوہوں سے محفوظ رکھا جائے

تو یہ بیماری بہت حد تک رد کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں "بمبئی انفارمیشن" میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ گاؤں والوں کے علم کیلئے اس مضمون کا ترجمہ ہم یہاں دے رہے ہیں۔

پلیگ ایک خطرناک بیماری ہے۔ عام طور پر جو پلیگ ہوتا ہے اسے بوؤنک پلیگ کہتے ہیں۔ اس میں عام طور پر جانگھ کی جڑ میں سوجن ہو آتی ہے۔ یہ سوجن کانکھ یا گردن میں بھی ہو سکتی ہے۔ سر درد اور بھوک کا نہ لگنا پلیگ کی معمولی علامتیں ہیں۔ اگرچہ دوسری کچھ بیماریوں میں بھی گلٹی نکل آتی ہے مگر پلیگ کی علامت یہ ہے کہ طبیعت بہت گر جاتی ہے۔ آنکھیں لال ہو جاتی ہیں نتھنے بڑھ جاتے ہیں۔

پلیگ عام طور سے چوہوں کی بیماری ہے۔ آدمیوں میں اس بیماری کا ہونا ایک اتفاق ہے۔ پلیگ کے شکار چوہے کے جسم سے یہ بیماری چوئیں کے ذریعہ دوسرے چوہے کے جسم میں اور انھیں کے ذریعہ انسانوں کے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ یہ چوئیں چوہوں کے جسم میں پلتے ہیں اور پلیگ کے جراثیم سے زہریلے خون کو چوستے رہتے ہیں۔ چوہے کے مرنے کے بعد یہ چوئیں کسی دوسرے شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں، اور انسانوں کو کاٹتے ہیں۔ اسطرح سے پلیگ پھیلنے لگتا ہے۔

اسلئے اگر گھر میں چوہے نہ رہنے پاویں، تو پلیگ نہیں پھیل سکتا۔ لیکن اسطرح کے گھر یا گودام بنانا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا کہ جہاں چوہے نہ پہونچ سکیں۔ اسلئے چوہوں کو مارنا ضروری ہو جاتا ہے۔ چوہوں کو مارنے کے لئے چوہے دانی کے ذریعہ انھیں پکڑنے کا طریقہ سب سے آسان ہے۔ چوہے دانی اچھی ہونی چاہیئے۔ نہیں تو چوہے ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ چوہے دانی میں زہریلی کوئی چیز رکھی جاتی ہے اسکے لئے اچھی طرح پسا ہوا بیریم کاربونیٹ ۳ گرین اور ۱۲ گرین بجری کے آٹے میں ملا کر جہاں چوہے زیادہ آتے ہوں چھترا دینا زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اس زہریلی چیز کا جو حصہ چوہوں کے کھانے سے بچ جائے اسکو دوسرے دن سویرے جمع کر کے برباد کر دینا چاہیئے۔ بیریم کاربونیٹ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس سے صرف چوہے ہی مرتے ہیں۔ ہاں اس سے کتے اور بلیاں بھی کبھی کبھی مر جاتی ہیں۔ لیکن بچوں کے لئے یہ نقصان دہ نہیں۔ چوہوں کے سوراخوں میں سیانو گاج کی بھاپ دینا بھی چوہوں کو مارنے کے لئے ایک مفید طریقہ ہے۔ لیکن یہ کام ٹرینڈ لوگوں کی دیکھ بھال میں کیا جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ آدمیوں کیلئے بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔

پلیگ پھیلنے پر فوراً پلیگ کا ٹیکا لگوا لینا چاہیئے۔ عام طور پر ٹیکا لگائے ہوئے ... لوگوں میں ایک شخص کو ہی پلیگ ہوتے دیکھا گیا ہے اور پھر اس کے اچھے ہونے کا بھی امکان رہتا ہے۔ مکان کی اور پاس پڑوس کی صفائی نہایت ضروری ہے۔ اگر مکان میں چوہوں کے رہنے کے لئے کوئی جگہ نہ رہنے دی جائے۔ اور اگر گھر میں انکے کھانے کے لئے کوئی چیز نہ مل سکے تو پلیگ کافی حد تک رد کا جا سکتا ہے۔

پلیگ ہونے پر مریض کو فوراً بستر پر لٹا دینا چاہیئے۔ اسکو اٹھنے بیٹھنے سے روکنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حالت میں دل بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ مریض کو بہت تھوڑی اور ہلکی خوراک دینی چاہیئے۔ دودھ یا سوربا دینا اچھا ہے۔ اگر گلٹی پھوٹ جائے تو اس پر ایسا مرہم لگانا چاہیئے جو انٹی سیپٹک ہو۔ پلیگ ہوتے ہی فوراً افسران کو اطلاع کرنا چاہیئے اور انکے بتائے طریقوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

دھوبی کی ہاتھوں کپڑوں کا اور نقصان!

جبکہ کپڑے اس قدر گراں ہیں

اس زمانے میں جبکہ کپڑے اس قدر گراں ہیں آپ یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ آپکا دھوبی کپڑوں کو پٹخ پٹخ کر پھاڑ ڈالے۔ آپ کو کپڑوں کی دُھلائی کا بے ضرر طریقہ معلوم کرنا چاہئے تاکہ کپڑے زیادہ سے زیادہ عرصہ تک چلیں۔ اب گھر میں سنلائٹ "صابن اور بچت" کا طریقہ شروع کرنے کا موقعہ ہے۔ کپڑے دھونے کا یہ آسان طریقہ دھوبی کے بے رحم طریقہ سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ اس طریقے سے کپڑے بآسانی اور صاف دُھلتے ہیں اور اس سے کپڑے کے ایک دھاگے تک کو بھی نقصان نہیں پہنچتا۔ سنلائٹ کا ملائم خود بخود صاف کرنے والا جھاگ میلے کپڑوں کی میل مٹی بآسانی بغیر پٹخنے یا زیادہ رگڑنے کے نکال دیتا ہے۔ اور اس نرم برتاؤ کے بدلہ میں کپڑے زیادہ اُجلے دکھائی دیتے ہیں اور زیادہ عرصہ تک چلتے ہیں۔ آج ہی اپنے نوکر کو سنلائٹ "صابن اور بچت" کا طریقہ سمجھا دیجئے۔

اپنے نوکر کو سنلائٹ "صابن اور بچت" کا طریقہ سکھائیے

۱۔ کپڑوں کو اچھی طرح بھگو لیجئے۔ اس طرح کپڑے صابن لگانے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ۲۔ کپڑے کے ہر حصے میں سنلائٹ صابن لگائیے خاص طور پر میلی جگہ پر سنلائٹ کو اچھی طرح لگائیے ۳۔ پھر تھوڑی دیر تک کپڑے کو ہاتھوں سے ملیں۔ [illegible] سنلائٹ کا خود بخود صاف کرنے والا جھاگ کپڑے سے تمام میل [illegible]

سنلائٹ صابن کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے

یہ آپ کا فرض ہے کہ اسکی قوت برقرار رہے!
The DALDA COOK BOOK
Price Re.1/-
DALDA VANASPATI
Dept B314 P O Box No. 353, Bombay
بچوں کی ماماؤ! کیا آپ جانتی ہیں کہ ہر مرتبہ جب آپ اپنے بال بچوں کے لئے کھانا تیار کرتی ہیں تو آپ کی
ذمہ داری کس قدر اہم ہوتی ہے۔ اپنے بچوں کی تندرستی اور توانائی کو بہتر بنانا یا انہیں سست کمزور اور ناکارہ
کر دینے کا انحصار آپ کی کھانے پکانے کی ترکیب اور غذا کے انتخاب پر ہے۔ خیال فرمائیے آپ کا
کھانا پکانا ایک اہم اور دلچسپ مشغلہ ہے یا نہیں؟
دیکھئے۔ ہر غذا میں قوت دہ اجزا کی مقدار مختلف ہوتی ہے۔ چند غذائیں بہت قوت بخش ہوتی ہیں۔
لیکن بعض اشیا صرف بھوک چمکانے اور پیٹ بھرنے کے لئے تو کافی ہیں۔ مگر وہ قوت دہ نہیں ہوتیں۔
یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زیادہ خوراک کھانے کے باوجود بھی کمزور رہتے ہیں۔ البتہ ہر غذا کو
انتہائی قوت بخش بنانے کی بھی ترکیب ہے۔ یعنی کھانا ڈالڈا سے تیار کیجئے۔ ڈالڈا
میں غذائیت کے ایسے زبردست اجزا شامل ہیں جو قدرتی طور پر قوت بڑھانے کی انتہائی
تاثیر رکھتے ہیں اور غذائیت کے یہی وہ اجزا ہیں جن سے ہماری روزانہ کھانے کی غذائیں عموماً محروم ہوتی ہیں۔
ڈالڈا اس طرح غذا کو زیادہ قوت بخش بناتا ہے یہ ہم ثابت کر چکے ہیں
وٹامن آمیز ڈالڈا قوت کیلئے
VM. 83-23-49 UD
THE HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING CO., LTD.

سال سات] اگست ۱۹۴۵ء [نمبر آٹھ

حکومت یو۔پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔پی

لکھنؤ

پبلشر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

سالانہ قیمت صہ

ایک پرچہ...... ۸ ؍

ہل

جلد ۷-نمبر ۸ — با تصویر ماہوار رسالہ — اگست سنہ ۱۹۳۵ع

فہرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر ماہوار رسالہ

جلد ۷ — اگست ۱۹۴۵ء — نمبر ۸

سویرا

(از جلال)

چھائی ہے پورب میں لالی — جیسے ہو سونے کی چھالی
ہوا ڈولنے لگی منوہر — اد چڑیوں نے پھیلائے پر
بیت گئی وہ رات اندھیری — سارے جگ نے انگڑائی لی
آنے کو ہے سورج کا رتھ — کھلنے کو ہیں دنیا کے پتھ
تیز بہت ہیں رتھ کے گھوڑے — نہیں ذرا بھی مڑتے موڑے
سدا راہ نج اپنی چلتے — ذرا نہیں یہ کہیں مچلتے
جیسے ہی یہ رتھ آئیگا — سارا جگ یہ اُٹھ جائیگا
سمے سویرے کا ہے نیارا — ساری دنیا کو ہے پیارا
اٹھے نمازی جگے پجاری — بچوں نے بھی کی کلکاری
کھلے ہوئے ہیں پھول چمن میں — موتی بکھرے ہیں بن بن میں
ویسے جاگی ساری دنیا — پر ہے کیسی نیاری دنیا
دیکھو چگا ڈر سوتا ہے — ایسے اوسر کو کھوتا ہے
کہاں جاگ کر پہونچی دنیا — پر یہ سوتا ہے اسکو کیا
رتھ سورج کا آئے جائے — پر یہ سوکر دِوَس بتائے

پنجاب میں کھپرا کے انسداد کے طریقے

از

خان اے رحمان - بی ایس سی - ایگریکلچرل (ایڈنبرا)
بی - ایچ - ڈی (کیمبرج)
گورنمنٹ انٹومالوجسٹ پنجاب ایگریکلچرل کالج لائل پور

جمع کئے ہوئے گیہوں کو کھپرا سے جتنا نقصان پہونچتا ہے - اتنا شائد دوسرے کسی کیڑے سے نہیں پہونچتا - یہ بھورے رنگ کا چھوٹا سا کیڑا ہوتا ہے - اسکی مادہ ایکبار میں ۸۵ - ۸۰ انڈے دیتی ہے جو ۴ سے ۷ دن تک میں پھوٹتے ہیں - اسطرح یہ بہت جلد بڑھتا ہے - اس مضمون کے مصنف حکومت پنجاب کے محکمۂ کیڑا کے ماہر ہیں - اور انھوں نے کھپرا مارنے کیلئے متعلق گہرا مطالعہ کیا ہے - انکا یہ مضمون کسانوں کے لئے دلچسپ اور مفید ثابت ہو گا

گیہوں خوراک کا سب سے زیادہ ضروری جز ہے اس لئے آجکل سول آبادی اور فوجوں دونوں ہی کے استعمال کے لئے گیہوں کو محفوظ رکھنے کا سوال بہت زیادہ اہم ہے - حکومت پنجاب کے محکمہ کواپریٹیو سوسائیٹیز لاہور نے جولائی سے اکتوبر ۱۹۴۳ء تک چالیس ہزار ٹن گیہوں خرید کر اس غرض سے اکٹھا کیا تھا کہ پنجاب کے ۲۶ بڑے شہروں میں اس کی کمی نہ ہونے پائے - گیہوں کو اس طور پر اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں کھپرے کے انسداد کا سوال آتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں کھپرے کی بدولت گوداموں میں رکھے ہوئے گیہوں کو ۳۰ فیصدی تک نقصان پہونچا ہے - کھپرے کے انسداد کا سوال ان لوگوں کے لئے نہایت ہی اہم ہے جن کے سپرد گیہوں کو زیادہ مدت تک گوداموں میں اکٹھا رکھنے کا کام ہے - اتنے وسیع پیمانے پر اور اتنی بڑی مقدار میں گیہوں کو کھپرے کے نقصان سے بچانا ایک بالکل نیا تجربہ تھا اور جس سے فائدے کی چند کار آمد باتیں معلوم ہوئی ہیں اور جو کھپرے کی روک تھام اور انسداد کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہونگی -

گیہوں کا خریدنا اور گودام میں اکٹھا کرنا

حکومت پنجاب کے محکمہ کواپریٹیو سوسائیٹیز نے اپنے وہیٹ پرچیز سپروائیزروں (گیہوں کے خرید کرنے کے منتظمین) کے ذریعہ منڈیوں سے براہ راست گیہوں خریدا جو زیادہ تر ۱۹۴۲ء کی فصل کا تھا اور جسے صوبہ کے ۳۶ مختلف مرکزوں پر گوداموں میں اکٹھا کیا - گیہوں رکھنے کیلئے ان مرکزوں پر محکمہ کی طرف سے پرائیویٹ مکانات کرایہ پر لئے گئے جن میں ہر مرکز پر ۲ کمروں سے لیکر ۵ کمرے تک تھے - ان کمروں میں ۲۰۱۶ مربع فیٹ سے لیکر ایک لاکھ بائیس ہزار مربع فیٹ جگہ تھی - ہر مرکز پر گودام مختلف سڑکوں پر واقع تھے - چالیس فیصدی گودام آبادی میں واقع تھے -

محکمہ کواپریٹیو کو بہت ہی زیادہ غیر معمولی حالات میں کام کرنا پڑا تھا - حکومت کی طرف سے نرخوں پر کنٹرول اور سرکاری پابندیوں کے باعث ایسے موسم میں جو گودام میں رکھنے کی خاطر گیہوں خریدنے کے لئے بہت موزوں ہوتا ہے گیہوں کا خریدنا ناممکن ہوگیا تھا - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بارش شروع ہونے کے بعد گیہوں کا بیشتر حصہ بڑے بڑے گودام والوں سے خریدنا پڑا - اکثر نہایت ہی ناخوشگوار موسم میں اس طور پر خریدے ہوئے گیہوں کو وزن کرنا پڑا اور محکمہ کے گوداموں تک لیجانا پڑا تھا - اسکے علاوہ ملک کی سیاسی حالت اور جنگ کی رفتار کے باعث اور مال کے لانے لیجانے میں گاڑیوں کے دستیاب ہونے

کا یقین نہ ہونے کے باعث اور ترجیح کے ساتھ ریل کے ڈبے مہیا
کرنے کا طریقہ رائج ہونے کی وجہ سے منڈیوں سے خریدنے کے
بعد مختلف مرکزوں کو گیہوں بارش کے زمانہ میں بھی بھیجنا پڑا تھا۔
اسکے علاوہ مرکزوں پر بہت ہی قلیل مدت میں گودام کیلئے جگہ
تلاش کرنا پڑی تھی اور جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اکثر اس
مقصد کے لئے مناسب جگہ نہیں مل سکی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک
وجہ یہ بھی تھی کہ برسات معمول سے زیادہ عرصہ تک رہی اور
اس وجہ سے سُسری دھپرا کی پیدائش کیلئے موسم زیادہ خوشگوار رہا۔
ان گوداموں میں سے زیادہ تر کا فرش پختہ ہے اور دیواروں
پر سیمنٹ یا گارے کا پلسٹر کیا ہوا ہے۔ ان کے کمروں میں بہت سی
دراریں اور شگاف ہیں جن میں جاڑے کے موسم میں کھپرے اپنا گھر
بنا لیتے ہیں۔ بہت سے گوداموں میں ہوا اور روشنی پہونچنے
کا کافی انتظام بھی نہیں ہے۔

گودام کے کمروں میں یا تو گیہوں نئے بوروں میں بھر کر
رکھا جاتا ہے یا گیہوں یوں ہی خالی ڈھیر لگا دیا جاتا ہے بوروں
کی قطاریں لگائی جاتی ہیں گودام میں ۱۴۴ سے لیکر ۱۴۱۴ بوروں
کی گنجائش ہے۔ جب گیہوں ڈھیر میں ہوتا ہے تو اسے کمرے کی
چھت تک یا دروازے کی اونچائی تک خالی کمرے میں یوں ہی
بھر دیا جاتا ہے۔ پہلی صورت میں یعنی جب گودام میں گیہوں کو
چھت تک بھر کر رکھنا ہوتا ہے تو دروازے کے بازو دونیں لکڑی
کے پٹڑے کیلوں سے جڑ دئے جاتے ہیں اور کمرے کی چھت کے
قریب ایک سوراخ کے ذریعہ جسکی لمبائی اور چوڑائی دونوں ہی
ایک گز ہوتی ہے گیہوں اندر بھر دیا جاتا ہے۔ آخر الذکر صورت میں
یعنی جب گودام میں گیہوں دروازے کی اونچائی تک بھرنا
ہوتا ہے تو کمرے کے اندر دروازے سے دور کی دیوار کے
سہارے اسکا ڈھیر لگانا شروع کرتے ہیں اور جب ڈھیر دروازے
تک پہونچ جاتا ہے تو دروازے کے سامنے ڈھیر کو روکنے کیلئے
گیہوں سے بھرے بورے کی ایک قطار لگا دی جاتی ہے۔ بعض
جگہوں پر جیسے فضیلکا اور ابوہار میں فرش پر اور گیہوں کے
ڈھیر کے اوپر بھوسہ بچھا دیتے ہیں۔

گوداموں کا رکھ رکھاؤ

محکمہ کوآپریٹیو سوسائیٹیز گیہوں اکٹھا کرنے کے لئے جو گودام
استعمال کر رہا ہے وہ یا تو نئے ہیں (یعنی ان میں پیشتر کبھی گیہوں
نہیں اکٹھا کیا گیا تھا) یا پرانے ہیں (یعنی وہ پہلے سے ہی گیہوں۔
تیل کے بیج۔ چاول وغیرہ کے اکٹھا کرنے کیلئے استعمال ہوتے
رہتے ہیں)

نئے گوداموں میں کھپرا بالکل نہیں تھے لیکن پرانے گوداموں
میں کھپرا بھرے پڑے تھے۔ پرانے گوداموں کو گیہوں بھرنے
سے پہلے جون کے مہینے میں ایک ہزار مربع فیٹ جگہ کیلئے سات
سیر کوئلہ کے حساب سے آگ جلا کر خوب تپا دیا گیا تھا۔ خالی
گودام کے رکھ رکھاؤ کے متعلق "پنجاب میں گودام میں جمع کئے
ہوئے غلہ کو نقصان پہونچانے والے کیڑے اور انکی روک
تھام" نام کا مضمون دیکھئے۔"

بعض بعض گوداموں میں جنکو آگ جلا کر خوب تپایا گیا تھا
بہت سی دراریں اور شگاف موجود تھے جن میں تپانے کے
وقت کھپرا چھپے تھے اور جب گیہوں ان میں بھرا گیا تو کھپرا نکل
پڑے اور انھوں نے غلہ کو نقصان پہونچایا۔ کمرے کو ۱۵۰ فارن
ہایٹ درجہ حرارت تک گرم کیا گیا لیکن جیسا کہ ظاہر ہے دراروں
اور شگاف کے اندر اتنی زیادہ گرمی نہ پہونچ سکی۔ لہذا یہ
جانچ کرنے کی ضرورت ہے کہ (۱) جب کمرے میں ۱۵۰ ڈگری
حرارت ہوگی تو دراروں اور شگاف کے اندر کس قدر گرمی
پہونچیگی اور (۲) کمرے کی حرارت کو کتنے ڈگری تک بڑھانا
ضروری ہے جس سے کہ دراریں اتنی گرم ہو جائیں جس سے کہ یہ
کیڑے مر جائیں۔

کیڑے جو گوداموں میں پائے گئے تھے

اکتوبر و نومبر ۱۹۴۲ء میں لاہور۔ فاضلکا۔ ابوہار۔
موگا۔ جگراؤں۔ راولپنڈی۔ جہلم۔ پھولروان۔ بھلوال۔
سرگودھا۔ چورکانا۔ شیخوپورا۔ گجرانوالا۔ حفیظ آباد۔

ہل

سانگلاہل۔ چک جھمرا۔ چیچاوطنی۔ گوجرا۔ مانڈ گومری۔ اکارا۔ عارف والا۔ گرداس پور۔ ہوشیارپور۔ امبالہ۔ جالندھر اور امرتسر کے گوداموں کا معائنہ کیا گیا اور جن جن کیڑوں کے نام نیچے درج ہیں وہ سب یا بعض گوداموں میں پائے گئے تھے۔

کھپرا۔ سسری۔ سنڈ والی سسری۔ غلہ میں عام طور پر لگنے والا کیڑا۔ سرخ رنگ کا گھن جو آٹے میں لگتا ہے۔ آری دار منھ والا کیڑا جو عام طور پر غلہ میں لگتا ہے۔

غلہ میں لگنے والا چپٹی شکل کا کیڑا۔ کالا پھپھوند کیڑا۔ تمباکو کا کیڑا۔ غلہ میں لگنے والے دوسری قسم کے کیڑے وجراثیم وغیرہ۔

فاضلکا۔ موگا۔ حفیظ آباد۔ گرداسپور۔ ہوشیارپور کے گوداموں میں سسری بہت زیادہ مقدار میں پائی گئی تھی۔ لاہور۔ جگراؤں گجرانوالہ۔ امرتسر اور جلندھر کے گوداموں میں عام طور پر پائی گئی تھی۔ ابوہار اور سنگلہ ہل پر بہت ہی کم تھی۔ باقی دوسرے مقامات پر بالکل نہیں پائی گئی تھی۔

جگراواں اور گرداسپور میں سنڈ والی سسری بہت زیادہ مقدار میں تھی۔ گجرانوالہ۔ حفیظ آباد۔ امرتسر۔ جلندھر۔ اور ہوشیارپور میں عام طور پر پائی گئی تھی۔ لاہور۔ موگا۔ راولپنڈی۔ اور جہلم میں بہت ہی کم تھی۔ دیگر مقامات پر بالکل غائب تھی۔ سرخ رنگ کا گھن جو آٹے میں لگتا ہے۔ لاہور۔ فاضلکا۔ موگا۔ جگراون۔ کے گوداموں میں عام طور پر ابوہار۔ امرتسر۔ گرداسپور۔ جلندھر۔ ہوشیارپور کے گوداموں میں بہت ہی کم پایا گیا تھا۔ باقی دیگر مقامات پر بالکل ہی غائب تھا۔

غلہ میں عام طور پر لگنے والا کیڑا جگراون اور گجرانوالہ کے گوداموں میں عام طور پر پایا گیا تھا۔ لاہور اور حفیظ آباد میں بہت کم و دیگر مقامات پر بالکل غائب تھا۔ آری دار منھ والا کیڑا جو غلہ میں عموماً لگتا ہے فاضلکا۔ لاہور۔ امرتسر۔ گرداسپور۔ جلندھر۔ ہوشیارپور۔ میں بہت کم پایا گیا تھا اور باقی دیگر مقامات پر بالکل ہی غائب تھا۔

کالا پھپھوند کیڑا گرداسپور کے گودام میں عام طور پر پایا گیا تھا۔ لاہور۔ موگا۔ امرتسر۔ جلندھر اور ہوشیارپور کے گوداموں میں بہت کم تھا و دیگر مقامات پر بالکل ہی نہیں تھا۔

چپٹی شکل والا غلہ کا کیڑا لاہور۔ موگا۔ امرتسر گرداس پور۔ جلندھر۔ ہوشیارپور۔ میں بہت ہی کم تھا اور دوسرے مقامات میں بالکل ہی نہیں تھا۔ تمباکو کا کیڑا لاہور میں بہت کم و دیگر مقامات پر بالکل غائب تھا۔

غلہ میں لگنے والے دیگر کیڑے و جراثیم لاہور اور موگا میں بہت زیادہ تعداد میں تھے۔ جگراؤں و فاضلکا میں عام طور پر پائے گئے تھے لیکن دیگر مقامات پر بالکل غائب تھے۔

غلہ کے کس فیصدی مقدار کو نقصان پہونچا ہے۔

گوداموں کی جانچ اکتوبر۔ نومبر ۱۹۴۲ء کے دوران میں اسی غرض سے کی گئی تھی کہ کیڑا لگے ہوئے غلہ کے فیصدی اعداد معلوم کئے جائیں۔ ذیل کے نقشہ میں دی گئی غلہ کے فیصدی اعداد اس غلہ کی فیصدی اعداد ظاہر کرتے ہیں جسمیں کھپرا لگنے کی نشانیاں پائی گئی تھیں۔ یہ اعداد ڈھیر میں اکٹھا کئے ہوئے گیہوں کی صورت میں ڈھیر کے اوپری نمونہ سے اور بوروں میں بھرے ہوئے گیہوں کی صورت میں ان تمام بوروں سے جو پہونچ میں تھے نکالے ہوئے نمونوں کو دیکھکر حاصل کئے گئے ہیں۔ چونکہ متعدد گوداموں کی جانچ کی گئی تھی اس لئے زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم کے اعداد دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ایک مرکز پر کس قدر مقدار میں کیڑا لگنے سے نقصان پہونچا ہے۔

مقام	کل مقدار گیہوں جو گودام میں رکھا گیا	تعداد گودام جنکی جانچ کی گئی	تعداد گودام جنمیں کھیرا بالکل ہی غائب تھا	جانچ کا وقت	کس گودام میں کم سے کم فیصدی اعداد جنمیں کھیرا لگا تھا	کس گودام میں زیادہ سے زیادہ فیصدی اعداد جنمیں کھیرا لگا تھا
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	من					
شیخوپورہ	۳۷۷۴	۲	-	اکتوبر	۱٫۲	۴٫۹
امرتسر	۴۸۰۴۷	۲	۱	اکتوبر	-	۵٫۰
ابوہر	۱۹۵۹۳	۲۸	۲۰	نومبر	۰٫۷	۷٫۳
عارف والا	۸۲۸۳۰	-	-	نومبر	۱٫۰	۵٫۰
حفیظ آباد	۵۰۳۱	۵	-	اکتوبر	۱٫۳	۷٫۳
گجرانوالہ	۱۴۶۳۷	۷	-	نومبر	۱٫۲	۹٫۳
گوجرا	۴۰۷۰۰	۲۰	-	اکتوبر	۲٫۵	۹٫۵
جلندھر	۱۷۳۱۵	۳	۳	نومبر	۴٫۱	۱۱٫۳
راولپنڈی	۷۷۵۰۰	۲۴	۲۰	نومبر	۸٫۹	۱۲٫۳
جہلم	۶۲۵۰۰	۱۷	۱۲	نومبر	۷٫۱	۱۲٫۹
مانٹگومری	۸۲۸۳۵	-	-	نومبر	۲٫۵	۱۳٫۰
ہوشیارپور	۱۲۵۲۹	۶	-	اکتوبر	۳٫۱	۱۴٫۰
بھلوال	۱۵۰۰۰	۱۴	-	نومبر	۸٫۴	۱۷٫۲
پھلروان	۱۵۵۰۰	۱۲	۲	نومبر	۱۲٫۹	۱۷٫۵
سرگودھا	۸۳۷۰۱	۵۵	-	نومبر	۱۱٫۳	۱۸٫۴
چک جھمرا	۴۲۱۷	۶	-	نومبر	۱۰٫۳	۲۱٫۸
فاضلکا	۶۷۳۶۰	۲۸	-	نومبر	۴٫۷	۳۰٫۰
سنگلاہل	۲۰۰۰۰	۴	-	نومبر	۲٫۴	۳۲٫۰
جگراؤن	۲۶۴۳۷	۳۴	۲۴	نومبر	۱۳٫۷	۳۸٫۵
موگا	۷۳۵۹	۱۱	-	نومبر	۱۰٫۴	۵۵٫۱
گورداسپور	۳۱۸۳	۳	-	اکتوبر	۳٫۲۰	۷۳٫۰

اوپر کا نقشہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۲ مرکزوں میں سے جنکا معائنہ کیا گیا تھا ۴ مرکزوں پر کھپرا کے لگنے سے دس فیصدی سے زیادہ نقصان پہونچا اور گرداسپور میں تو ۳۰ فیصدی مقدار کو نقصان پہونچا۔

یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ (۱) نئے گوداموں میں زیادہ تر گیہوں کیڑا لگنے سے بالکل ہی بچا رہا اور صرف چند ہی نئے گوداموں میں (جہاں کیڑا لگنے کا روگ آس پڑوس کے گوداموں سے پہونچا تھا مثلاً موگا میں یا جہاں کیڑا لگا ہوا گیہوں اکٹھا کیا گیا تھا مثلاً فضلیکا میں) کیڑا لگے ہوئے یا روگی گیہوں کی فیصدی مقدار زیادہ پائی گئی۔ اور (۲) یہ کہ پرانے گوداموں میں خصوصاً ان میں جنکو آگ سے تپایا نہیں گیا تھا کیڑا لگنے سے نقصان کی فیصدی مقدار بہت زیادہ تھی۔

کیڑا لگنا اور روشنی

۱۔ گیہوں کی تجارت کرنے والوں کی رائے ہے کہ تاریک گوداموں میں رکھے ہوئے گیہوں کو کھپرا نہیں لگتا۔ اس بات کی جانچ کرنیکے لئے ایسے گوداموں میں جہاں گیہوں یونہی ڈھیر میں اکٹھا کیا گیا تھا مشاہدات کئے گئے جنکے نتیجے ذیل کے نقشہ میں دئے جاتے ہیں

کیڑا لگنے سے نقصان کے فیصدی اعداد

مقام	گودام کے ایسے حصوں میں جہاں کچھ کچھ روشنی پہونچتی تھی۔	گودام کے ایسے حصوں میں جو بالکل تاریک تھے
لاہور	۱۲٫۷	۲۱٫۷
امرتسر	کیڑا نہیں لگا	۴٫۵
ہوشیارپور	۳٫۱	۱۱٫۴
جالندھر	۵٫۴	۸٫۷
گرداسپور	۱۹٫۳	۲۳٫۰

لیکن اوپر کا نقشہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ گودام کے تاریک حصوں میں کھپرا لگنے سے نقصان کے فیصدی اعداد زیادہ ہیں۔

۲۔ لاہور کے ایک گودام میں جہاں گیہوں یونہی ڈھیر میں اکٹھا تھا، تاریک اور روشنی پہونچنے والے حصوں سے نمونوں کو لیا گیا اور علیحدہ علیحدہ دو ٹیوبوں میں (۱×۲ انچ) ۳۲ گرام گیہوں بھر کر کھپرا کیڑوں کے بڑھنے کے متعلق مشاہدات کئے گئے جنکے نتیجے ذیل میں درج ہیں۔

	بالغ کیڑے	انڈے
روشن حصہ	۲۶	۵۴
تاریک حصہ	۳۲۵	۴۲۳

اوپر کے نقشہ سے پتہ چلتا ہے کہ گودام کے تاریک حصہ میں بالغ کیڑوں اور انکے انڈوں کی تعداد روشن حصہ کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ تھی۔

اس بات کو جاننے کیلئے بھی مشاہدات کئے گئے کہ کمرے میں جہاں گیہوں یوں ہی ڈھیر میں اکٹھا کیا ہوا ہو آیا کھپرا لگنے سے کنارے کنارے یا وسط میں زیادہ نقصان پہونچتا ہے۔

اس مشاہدے کے نتیجے ذیل میں درج ہیں۔

(ا) کونوں میں۔ کھپرا لگنے سے ۵ سے ۶۴٫۲ فیصدی تک نقصان ہوا یعنی ۱۷٫۴ فیصدی اوسط نقصان۔

(ب) دیواروں کے کنارے کنارے ۴ سے ۵۴٫۳ فیصدی تک نقصان ہوا یعنی ۱۵٫۴ فیصدی اوسط

(ج) ڈھیر کے وسط میں۔ ۱ سے ۱۷٫۳ فیصدی کو کھپرا لگنے سے نقصان ہوا یعنی اوسط ۹٫۹ فیصدی۔

(د) دروازے کے قریب۔ بعض مقامات پر کھپرا بالکل ہی نہیں لگا اور دوسری جگہوں پر ۱۸٫۴ فیصدی تک سے زیادہ نقصان نہیں ہوا یعنی اوسط نقصان ۷٫۸ فیصدی ہوا۔

لہذا اگر گیہوں یونہی ڈھیر میں اکٹھا کیا جاتا ہے تو کھپرے سے نقصان کناروں کے قریب اور دیواروں کے پاس پاس زیادہ ہوتا ہے۔

کیڑوں کا جاڑے کے موسم میں بے حس پڑے رہنا

اب تک خیال یہ کیا جاتا تھا کہ پنجاب میں کھپرا ستمبر کے آخر میں یا اکتوبر کے شروع ہوتے ہی بے حس پڑا رہنا شروع کر دیتا ہے،

لیکن حال کی مہم میں جو انکے انسداد کیلئے چلائی گئی تھی یہ پتہ لگا کہ گیہوں کے تمام گوداموں میں کھپرا نومبر کے آخر تک اپنا کام کرتا ہی رہا۔ ۱۶ مختلف مرکزوں پر اکتوبر و نومبر میں گوداموں میں گیہوں کے ڈھیر کے اوپر کا درجہ حرارت لیا گیا تو معلوم ہوا کہ پھلوال۔ سرگودہا۔ ایوہار میں ۷۳ درجہ حرارت فارن ہائیٹ سے ۸۳ فارن ہائیٹ تک تھا۔ گوجرا۔ ٹوبا ٹیک سنگھ۔ عارف والا۔ جہلم۔ پھلوران۔ حفیظ آباد۔ سانگلاہل۔ چک جھمرا۔ فاضلکا۔ جگراون میں ۸۳ سے ۹۲ فارن ہائیٹ تک تھا۔ مانڈوگومری۔ گجرانوالہ اور موگا میں درجہ حرارت ۹۲ سے ۱۰۰ فارن ہائیٹ تک تھا۔ کھپرا ان گوداموں میں درجہ حرارت معلوم کرنے کے وقت تک کام کر رہا تھا۔

کیڑا لگے ہوئے گوداموں میں دھونی دینا۔

ستمبر ۱۹۴۲ء میں ۲۴ مرکزوں سے کھپرا لگنے کے باعث غلہ کو نقصان پہونچنے کی اطلاعات آئی تھیں۔ ان گوداموں کا معائنہ کیا گیا اور صرف ایسے گوداموں کو جہاں کھپرا زیادہ لگا ہوا تھا اور جو آبادی کے مکانات کے درمیان نہیں واقع تھے دھواں دیکر صاف کیا گیا۔ جنگ کے باعث سی۔ ایس۔ ٹو کافی مقدار میں اور حسب معمول قیمتوں پر دستیاب نہ ہو سکا تھا سو جہ سے لاہور کے صرف ایک گودام میں جہاں ۱۶۴۱ بورے گیہوں رکھے تھے ۱۵ مربع فٹ جگہ کیلئے ایک اونس کے حساب سے اسکا استعمال کیا گیا۔ دوسرے اور گوداموں میں ایچ۔ سی۔ این (جو پوٹاشیم سائینا یڈ ایک پونڈ گندھک کا تیزاب ایک پونڈ وزن میں۔ اور تین پونڈ پانی برتن کے ناپ سے ملاکر تیار ہوتا ہے۔ یہ مرکب ۶۰۰ مربع فٹ کیلئے کافی ہے) کا دھواں دیکر گوداموں کو ۴۸ سے ۲۰ گھنٹے تک کھلا چھوڑ دیا گیا۔

۱۵ مرکزوں پر ۱۴۱۲۰۳ من گیہوں کے ساتھ اوپر بتائے ہوئے طریقہ پر کارروائی کی گئی جس سے ۸۰ سے ۹۰ فیصدی تک کھپرا تباہ کیا گیا۔ ان مقامات پر جہاں دھونی دینا ممکن نہیں تھا وہاں گیہوں کے ڈھیر کے اوپر بورے پھیلا دئے گئے اور جب بوروں کے اوپر کھپرا اکٹھا ہو گئے تو ان بوروں کو میرے متذکرہ بالا مضمون میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق برباد کر دیا گیا۔

سفارشیں

ان تجربات کے نتائج کی بناء پر جو کھپرا کے متعلق حاصل ہوئے ہیں چند کارآمد مشورے ذیل میں اس غرض سے درج کئے جاتے ہیں کہ ان لوگوں کو جو گیہوں گودام میں بھرنے کے کام میں لئے ہوئے ہیں فائدہ پہونچے اور کھپرا لگنے کے نقصان کو جہاں تک ممکن ہو رد کا جائے یا جسقدر ممکن ہو کم کیا جائے۔

(۱) گیہوں اکٹھا کرنے کیلئے جو کمرے کرایہ پر لئے جائیں۔ (ا) انکے فرش پختہ سیمنٹ کے ہونا چاہئے یا فرش کی درازیں سیمنٹ سے بھری ہونا چاہئے۔ اور کمرے کی چھت و دیواروں پر سیمنٹ یا گارے کا پلستر ہونا چاہئے

(ب) کمرے اس قسم کے ہونا چاہئے کہ دھواں دینے کیلئے ان کو اتنا کس کر بند کیا جا سکے جسمیں ہوا کا مطلق گذر نہ ہونے پائے۔

(ج) اگر وہ آبادی کے حصہ سے دور واقع ہوں تو بہتر ہے۔

(د) کمرے کافی ہوادار ہونا چاہئے۔ کمرے کی کھڑکیاں اور روشن دان میں باریک تار کی جالی لگی ہونا چاہئے۔ تاکہ باہر سے کیڑے وغیرہ کا گذر نہ ہو سکے۔ جہاں تک ممکن ہو کسی بھی ایک مرکز پر بہت سے گودام نہ ہونا چاہئے۔ یہ کوشش کرنا چاہئے کہ چند بڑے کمرے ملجائیں تو چھوٹے چھوٹے بہت سے کمروں سے مقابلہ میں بہتر ہو گا جہاں کہیں ایک کمرے سے زیادہ گیہوں کا گودام بنانا پڑے وہاں کمرے ایک دوسرے کے نزدیک ہونا چاہئے بلکہ اگر وہ ایک دوسرے سے ملحق ہوں تو بہت بہتر ہو گا۔

۲۔ گیہوں اکٹھا کرنے سے پیشتر گودام کو خوب صاف کر لینا چاہئے اور اس مقصد کے لئے پرانے گوداموں کو آگ سے خوب تپا دینا چاہئے۔ کمرے کی درازیں اور شگافات کو سیمنٹ سے چونے کے پلستر سے بھر دینا چاہئے۔ (پلستر زندہ چونے کو تھوڑے پانی میں ملانے سے بنتا ہے اور جب وہ گرم ہو درازوں میں بھر دینا چاہئے)۔

درازوں کے جوڑ وغیرہ پر موٹا کا غذ چپکا دینا چاہئے یا درازوں کو گارے سے بھر دینا چاہئے تاکہ باہر سے کھپرا داخل نہ ہو سکے۔

۳۔ عمدہ قسم کا اچھا گیہوں کھلیان سے ہی خریدنا چاہئے۔ جو گیہوں کچھ عرصہ گودام میں رکھا جا چکا ہو نہیں خریدنا چاہئے۔ گودام میں بھرنے سے پیشتر گیہوں کو خوب خشک کر لینا چاہئے۔

نوٹ: جگراون میں کیڑا لگے ہوئے چنے کے اوپر بورے پھیلا دئے گئے تھے اور یہ دیکھا گیا کہ کیڑوں کیساتھ Bruchus قسم کے کیڑے بھی بہت بڑی مقدار میں بوروں میں چپک گئے تھے۔ Bruchus sp. بہت نقصان پہونچانے والا کیڑا ہے۔ بہت چھان بین کے بعد یہ معلوم ہوا کہ بوروں کیساتھ کیڑوں کو لپیٹ کر ابلتے پانی میں ڈبونا کیڑوں سے نجات پانے کا سب سے بہترین طریقہ ہے۔

بیج

(از جناب جمنا پرشاد سنگھ ایم۔ایل۔اے)

کھیت کی پیداوار بہت حد تک بیج کے اوپر منحصر ہوتی ہے اسلئے جہانتک ممکن ہو کھیت میں اچھے بیج بونے چاہئیں۔اس مضمون کے مصنف نے بیج کے سلسلہ میں کچھ باتیں بتلائی ہیں۔امید ہے کہ ہمارے کسان اس سے فائدہ حاصل کرینگے۔

بیج کے بارے میں پوری معلومات کے بعد ہمکو حسب ذیل باتیں جاننا چاہیئے۔

(۱) بیج کو کسطرح زمین میں گرانا چاہیئے۔
(۲) ایک بیج دوسرے بیج سے کتنی دوری پر ہو۔
(۳) ایک دھاری دوسری دھاری سے کتنی دوری پر ہو۔
(۴) بیج کس وقت اور کس موسم میں بونا چاہیئے۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بیج کو ٹھیک ڈھنگ سے اگنے اور بڑھنے کیلئے زمین میں پودے کیلئے خوراک موجود رہنا چاہیئے۔اسکے ساتھ ہی زمین میں نمی ہونی چاہیئے۔بیج بوتے وقت اسکے بڑھنے کے مطابق موسم ہونا چاہیئے۔پودے اور زمین میں ہوا اور دھوپ لگے۔اسکا بھی انتظام رہنا چاہیئے۔یہ سب باتیں عام طور پر سارے ہی بیجوں کیلئے ہیں اور اکثر سارے ہی کسان ان باتوں سے واقفیت بھی رکھتے ہیں۔اسلئے ان باتوں پر خاص روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

ایک جگہ پر ایک ہی بیج گرایا جائے یا متعدد یہ سب باتیں بہت حد تک بیج پر منحصر رہتی ہیں۔اگر بیج عمدہ ہے اور اگر انمیں سے ۹۰ فیصدی بیجوں کے نکلنے کا امکان ہو تو ایک جگہ ایک سے زائد بیج ڈالنے کی ضرورت نہیں۔بیج کو مٹی سے ڈھک دینے سے وہ جلدی اگتا ہے۔

بیج جسقدر موٹا ہے اس سے آٹھ یا دس گنی مٹی اوپر سے بیج پر پڑنی چاہیئے۔ٹانڈی سے بیج بونے کا طریقہ بہت عمدہ ہے۔بونے کے بعد ہلکی چوکی دینے سے کھیت کی مٹی برابر ہو جاتی ہے۔بیج کے اوپر مٹی پڑنے سے ایک اور فائدہ ہوتا ہے کہ چڑیا وغیرہ انکو نہیں چگ پاتیں۔مٹی کے نیچے ہونے سے بیجوں کو ضرورت کے مطابق سردی اور گرمی ملتی رہتی ہے۔دوپہر کی کڑی دھوپ سے انکے ملائم انکھوے مرجھانے نہیں پاتے ٹانڈی سے بیج گرانے پر کھیت میں ہر جگہ بیج یکساں گرتا ہے۔ایک بیج سے دوسرے بیج کا فاصلہ یکساں رہتا ہے۔یہی نہیں بلکہ ایک دھاری سے دوسری دھاری کا فاصلہ بھی یکساں رہتا ہے۔سارے ہی بیج مٹی کے نیچے پڑ جاتے ہیں جس سے وہ جلد ہی اگتے ہیں۔سارے ہی بیجوں کو ضرورت کے مطابق دھوپ اور سردی ملتی ہے۔اس سے سبھی بیج ایک طرح سے اگتے ہیں۔دھاری میں بیج بونے سے گوڑنے اور کاٹنے میں بھی سہولیت ہوتی ہے۔کچھ ایسے بھی بیج ہیں جو اگنے پر ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ روپے جاتے ہیں، جیسے دھان، پیاز، بینگن اور ٹماٹر۔انکے بیجوں کو ہمیشہ تالابوں یا کوؤں کے پاس ہی بونا چاہیئے کیونکہ ضرورت پڑنے پر اگر سینچائی کا اور کوئی انتظام نہ ہو سکے تو کوؤں کے پانی سے ہی سینچی جائے۔بیجوں کو دورس زمین میں بونا چاہیئے۔کسان لوگ جس زمین میں بیج بوتے ہیں اس میں کھاد دیتے ہیں۔اس میں سڑے ہوئے گوبر اور ہرے پتوں کی کھاد دینا چاہیئے۔دھان کے بیج پیدا کرنے والے کھیت کو گرمی کے دنوں میں جوت کر چھوڑ دینے سے اس میں خوب دھوپ لگتی ہے۔اس سے زمین کی زرخیزی بڑھتی ہے۔اس کے بعد اس میں کھاد دیکر اسکو پھر جوتتے ہیں۔اور اس کھیت میں روہنی نکھت میں دھان بوتے ہیں۔اس نکھت میں بویا ہوا بیج اچھا ہوتا ہے۔اور پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔دھان کے اگے ہوئے بیجوں کو بہت لمبا ہونے دینا

چاہیئے۔ چار سے چھ ہفتہ دھان کا بیج تیار ہوجاتا ہے۔
جب دھان کے پودے بہت لمبے ہوجاتے ہیں تب انکو
اکھاڑنے میں انکی جڑیں ٹوٹ جاتی ہیں اور پھر روپنے پر
پودے کمزور ہوجاتے ہیں۔ انکی ۲ انچ سے ۶ انچ تک
لمبائی مناسب ہوتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ بعض
فصلوں کو دوبارہ روپنے سے انکی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔
دھان کو کھیت میں روپ کر کچھ دنوں تک چھوڑ دینا چاہیئے۔
پھر اکھاڑ کر اسکو دوسری جگہ روپنا چاہیئے۔ اس سے دھان کی
پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ حکومت کی طرف سے زراعت کے
متعلق جو رپورٹ شائع ہوتی ہے اس میں بھی اسبات کا ذکر
کیا گیا ہے۔ اگر دھان کے بیجوں کو اکھاڑ کر روپنے میں دیر ہونے
کا امکان ہو تو اسکو سایہ میں رکھنا چاہیئے اور انکی جڑوں
پر پانی یا گیلی مٹی رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان پودوں کو کچھ خوراک
ملتی رہے۔ مگر انکی جڑوں میں ایسی چکنی مٹی نہ دینی چاہیئے جو
چپیٹ جائے۔ کیونکہ روپنے کے وقت اس سے جڑوں کے
ٹوٹنے کا ڈر رہتا ہے۔ اگرچہ روپنے کا وقت دوپہر کے بعد
ہی مناسب ہے مگر چونکہ وقت اتنا کم رہتا ہے کہ صرف اسی
وقت روپنا ممکن نہیں رہتا۔

بیجوں کے روپنے کے طریقے کے متعلق پھر کبھی تذکرہ
کیا جائیگا۔ دھان اور پیاز دونوں روپے جاتے ہیں مگر دونوں
کے روپنے کے ڈھنگ میں زمین آسمان کا فرق رہتا ہے۔ دھان کے
کھیت میں تھوڑا پانی رکھا جاتا ہے۔ پر پیاز کے کھیت میں ایکدم
پانی نہیں رہتا۔ دھان کے پودے کو چٹکی سے پکڑ کر کیچڑ میں
گاڑ دیا جاتا ہے پر پیاز کے بیج کو کیچڑ کے اوپر ہی رہنے
دیا جاتا۔ ایک پودے یا بیج کو ایک دوسرے پودے یا
بیج سے کتنی دوری پر رہنا چاہیئے یہ کئی باتوں پر منحصر
ہے۔ یعنی زمین کیسی ہے، بیج کیا ہے۔ اور کھیت
میں مناسب مقدار میں کھاد دی گئی ہے یا نہیں۔
فصل ٹھیک وقت سے بوئی جاتی ہے یا نہیں سینچائی کا کیا
انتظام ہے انھیں باتوں پر مندرجہ بالا سوال کا جواب بہت
حد تک منحصر ہے۔ آپ ایک زرخیز کھیت سے دھان کو
اکھاڑیئے جو کافی بڑا ہے اور دوسرا ایسے کھیت سے جو نسبتاً
کم زرخیز ہو۔ دونوں کی جڑوں کو غور سے دیکھنے پر معلوم ہوگا
کہ اچھے کھیت والے دھان کے پودے کی جڑیں لمبی ہیں۔
وہ ادھر اُدھر کافی پھیلی ہیں۔ یہ دھان سات انچ تک کی
زمین سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ اسلئے اگر یہ دھان
ایک فیٹ کی دوری پر ہی روپا گیا ہے تو دونوں میں خوراک
حاصل کرنے کیلئے جدوجہد ہوگی۔ دونوں کو نسبتاً کم خوراک
ملیگی اور دونوں کمزور ہونگے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دھان کی
پیداوار کم ہوجائیگی۔ اسکے ساتھ آپ دوسرے دھان
کے پودے میں دیکھینگے جو کمزور کھیت سے لیا گیا ہے۔ کہ
چونکہ اسکی جڑیں چھوٹی ہیں لہذا وہ اپنی خوراک پاس کی
زمین سے ہی حاصل کرتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر ایکدوسرے
سے تھوڑے فاصلہ پر ہی دوسرا پودا روپا جائے
تو کوئی نقصان نہیں۔ اگر زمین اچھی ہے مگر جوتائی ٹھیک
سے نہیں ہوئی تو بھی دھان کے پودے کی جڑیں زمین میں
دور تک نہ جائینگی۔

لیکن اگر کھیت اچھا ہے اور جوتائی بھی ٹھیک ہوئی ہے
مگر برسات ٹھیک نہیں ہوئی تو بھی دھان زیادہ نہ بڑھیگا۔
مکئی کو بھی جس کی جڑیں دھان کی ہی طرح ہوتی ہیں اچھی
زمین میں فاصلہ پر روپنا چاہیئے کم از کم ایک فیٹ کی دوری
تو ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر خراب زمین میں روپنا ہو تو
فاصلہ کم رکھنا چاہیئے۔ مکئی کی ایک دھاری سے ۲½ فیٹ کی
دوری پر رکھتے ہیں تاکہ ہل سے بخوبی اسکو جوتا جاسکے۔ اگر ہل سے
نہ جوتنا ہو تو دوری ۱½ فیٹ بھی رکھ سکتے ہیں۔ ہر پودا اوپر
کی طرف بڑھتا ہے ہوا اور روشنی چاہتا ہے۔ یہ دونوں
چیزیں پودے کی زندگی کیلئے بھی ضروری ہیں۔ اگر انھیں آپ
اتنی دوری پر رکھینگے۔ جس سے انکے دھڑوں کو کافی

روشنی اور ہوا ملے تو پودے مضبوط اور موٹے ہونگے۔ اور
اچھی پیداوار ہوگی۔ لیکن اگر پودوں کو ایک دوسرے سے سٹا
سٹا کر دینگے تو پتلے اور کمزور ہونگے۔ ہم لوگ مویشیوں
کے چارے کیلئے جن پودوں کو رو دیتے ہیں۔ اسکو خوب گھنا
رو دیتے ہیں جس سے چارا لمبا، پتلا اور ملائم ہوتا ہے۔ اسکی
وجہ یہ ہے کہ انکو ہوا اور روشنی ملنے پر بھی پھیلنے کیلئے جگہ نہیں
ملتی۔ لہذا فصلوں کو بوتے وقت اس بات کا ہمیشہ خیال
رکھنا چاہئے کہ بوئے ہوئے بیجوں میں اتنا فاصلہ ہو کہ انھیں
بڑھنے کا موقع ملے۔

فصل تیار ہونے کا وقت بھی ہر ضلع کیلئے ایک ہی نہیں
ہو سکتا کیونکہ ہر ضلع میں ایک سی گرمی یا سردی نہیں پڑتی
اور ہر ضلع میں ایک ہی طرح کی سردی اور گرمی نہیں پڑتی
یہی وجہ ہے کہ کسی ضلع میں کوئی چیز دوسرے مہینے میں اور
وہی چیز دوسرے ضلع میں دوسرے وقت بوئی جاتی ہے۔
کس چیز کی فصل کس وقت بوئی اور کاٹی جاتی ہے۔ اسکی پوری
کیفیت بعد میں بتلائی جائیگی۔ جسطرح سرد ملک کے جانور کو
گرم ملک میں اور گرم ملک کے جانور کو سرد ملک میں رکھنے
میں دقت ہوتی ہے اسیطرح فصل کے بارے میں بھی یہی بات
صادق آتی ہے۔ سرد ملک کے گیہوں یا کسی دوسرے اناج کو
گرم ملک میں پیدا ہونیکے لائق دھیرے دھیرے بنایا جاتا ہے۔
انگلینڈ، امریکہ، اسٹریلیا، روس وغیرہ ممالک میں بیج مشین
سے گرایا جاتا ہے مگر ہندوستان میں ٹاڈی سے بڑھکر
اور کوئی چیز نہیں ہے۔ ٹاڈی میں بیل جوتا جاتا ہے۔ محکمۂ
زراعت نے اس ٹاڈی میں کچھ اصلاح کی ہے مگر یہ کچھ ایسی
چیز نہیں ہے۔ جس سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

جس چیز یا جنس کا دانا بہت چھوٹا ہوتا ہے اسکو
راکھ یا بالو میں ملاکر بوتے ہیں تاکہ بیج کھیت میں یکساں
طور پر پڑے۔ ایک ایکڑ کھیت بونے میں سارے ہی بیج یکساں
نہیں خرچ ہوتے مختلف بیجوں کا وزن مختلف درسے فی ایکڑ
لگتا ہے۔ رائی فی ایکڑ ڈھائی سیر گیہوں ایک من، مکا پانچ
سیر سویابین دو سیر، سونف چار سیر، انڈی پانچ سیر کپاس
پانچ سیر، دھنیاں چھ سیر پیاز دو سیر وغیرہ وغیرہ۔ اسی
طرح دوسری جنسوں کا وزن بھی کم و بیش ہوا کرتا ہے۔ بہت
سے کھیتی کے فارموں میں یہ جانچ پڑتال کافی عرصہ تک ہوتی
رہی ہے کہ ایک ایک دھان کا پودا روپنے سے زیادہ پیداوار
ہوتی ہے۔ یا ایک سے زیادہ دھان کا پودا روپنے سے
زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔ کافی تجربات اور اندازہ
کے بعد اسی نتیجہ پر فن زراعت کے موجد پہونچے ہیں
جہاں پر ہمارے پرانے گھاگھ پہونچے تھے۔

امپیریل کیمکل انڈسٹریز کے سائنسدانوں نے پودوں کی
ترقی میں رکاوٹ پیدا کرنے والے جراثیم کو ختم کرنے کیلئے میتھوکیجین
نام کی ایک دوا ایجاد کی ہے۔ یہ ایک بہت ہی اہم ایجاد ہے۔
جس سے دنیا کے سارے کسان فائدہ حاصل کر سکیں گے۔
امپیریل کیمکل انڈسٹریز کے زراعتی تحقیق مرکز کے ماہر جراثیم
ڈاکٹر ٹیمپل مین نے اس انقلابی ارتقاء کا مفصل ذکر کیا ہے۔
آپنے کہا ہے کہ متعدد رقبوں میں کئے گئے تجربات سے پتہ چلتا ہے کہ
میتھوکیجین دوا بہت حد تک جراثیم کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ زہریلی اور
جل اٹھنے والی دوا نہیں ہے اور نہ اسکا استعمال برا معلوم ہوتا ہے۔
اس ایجاد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ابتدا میں ہی جراثیم کو
ختم کیا جا سکتا ہے تاکہ پودوں کی خوراک کو چوس لینے کا انکو
موقع ہی نہ ملے۔

پیداوار کا مسئلہ

(یہ وہ تقریر ہے جسکو مسٹر ایس۔ امام صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ہیڈکوارٹرس محکمۂ زراعت لکھنؤ نے تاریخ ۵؍۷ کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ کیا تھا۔)

زراعت میں پیداوار کا مسئلہ بڑا اشکل ہے، لہذا ملک کے بڑے بڑے لوگوں نے اس مسئلہ پر غور وخوض کیا ہے۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ زمین سے پیداوار بڑھانے کے صرف دو طریقے ہیں۔

۱۔ جو زمینیں پرتی یا بیکار ہیں۔ ان پر زراعت کرنی چاہئے۔

۲۔ جن زمینوں میں کاشت ہوتی ہے انمیں فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کیلئے سہولتیں پیدا کی جائیں۔

پرتی زمینوں کو زراعت کے کام میں لانیکی کوشش غیر مناسب تو نہ ہوگی لیکن اس کوشش میں اگر ہر ایک گاؤں کی پرتیاں اور جنگل توڑ لئے جائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک کی مجموعی پیداوار پر بہت بڑا اثر پڑیگا۔ ہندوستان میں جانوروں کو بہت لاپرواہی کیساتھ پالا جاتا ہے۔ اگرچہ اسکے بہت سے وجوہات ہیں لیکن اگر جانوروں کی چراگاہیں بھی ختم ہوگئیں تو جانوروں کی حالت اور بگڑ جائیگی۔

میرا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ دیہات میں جنگلوں کو حسب ضرورت اور بڑھایا جائے اور اسکے ساتھ ہی کھیتی کئے ہوئے رقبوں پر سنچائی کی آسانیاں اسطرح کردی جائیں۔ کہ کسان فصلوں کو پیدا کرنے کے انتظام میں پانی کی فکر سے نجات پا جائے۔ پانی فصلوں کی پیداوار کیلئے بہت ضروری ہے۔ اگر اچھی زمین اچھے جانور اور سنچائی کا اچھا انتظام ہو تو کسان کی باقی ضرورتیں پوری ہونے لگتی ہیں۔ سنچائی کی زمینوں پر کسان بلا خوف کھاد ڈالتا ہے۔ اچھی کھاد والی زمین خوب جوتی جاتی ہے۔ اچھی فصل پیدا کرتی ہے۔ اور جانوروں، کسانوں اور فصلوں کی بہترین حالت کا دور قائم کردیتی ہے۔ بارانی زمینوں پر کسان صرف کھاد ڈالتے ہی نہیں ڈرتا بلکہ کمانے سے بھی دور بھاگتا ہے۔ ایسی زمینوں پر وہ اللہ پر بھروسہ رکھکر کام کرتا ہے۔

فصلوں کی پیداوار بڑھانے کے مسئلہ میں اکثر رائے دینے والے ایک بہت ہی معمولی بات بھول جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہندوستانی کسان جن حالتوں میں کھیتی کرنے پر مجبور ہے۔ وہ حالتیں کس کس شکل میں پیداوار بڑھانے کے طریقوں کیلئے معاون ہوسکتی ہیں۔ اسے اسطرح سمجھئے کہ ایک ٹکڑا زمین ایسی جگہ ہے کہ جہاں آمد و رفت کے ذرائع بھی بہت کم ہیں اور سنچائی کا انتظام بھی قابل یقین نہیں ہے۔ اب بتلایئے کہ کسان زیادہ پیداوار کے طریقوں کی کیسے پیروی کرے

برسات ہوئی کسان ہاتھ میں ہل لیکر لپکا۔ ابھی تھوڑا ہی جوتنے پایا تھا کہ دھوپ نکل آئی، اور زمین خشک ہوگئی دوسرے اور تیسرے پانی پر بھی ایسی ہی حالت ہوئی اور ادھر بونے کا وقت سر پر آگیا۔ کھینچ تان کر کسان نے کچا پکا کھیت تیار کیا اور بیج ڈال دیا۔ ان طریقوں کی کھیتی سے کیا امید کی جاتی ہے کہ پیداوار میں ترقی ہوگی۔ اگر مشکل سے یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ جتنی بھلی بری فصل تھی اور جو اگی اور بالیوں میں پھول بھی آگیا۔ ابھی بالیوں میں دودھ ہی آیا تھا کہ پچھوا ہوا چل گئی اور دانا خشک ہوگیا دور سے فصل دیکھنے والے کو کیا معلوم ہے مگر کسان اپنا کلیجہ مسوس کر رہ جاتا ہے۔ لیکن اگر سنچائی کا انتظام پورا...

ہل
تو کسان کھیتی کے کام کو بہت زیادہ اعتبار اور اطمینان کے
ساتھ کرتا ہے ۔ اور جہاں ایک من کی پیداوار ہوتی
رہی ہے وہاں دو من کر لیتا ہے ۔ اس بحث کے بعد
ہمکو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہندوستان میں پیداوار بڑھانے
کے خیال میں کامیابی کی پہلی شرط یہ ہے کہ سنچائی کا انتظام
بہت عمدہ ہو ۔ پرانے خیالات کے مطابق جو راجہ اپنے
ملک میں پیاسی زمین کو پانی پہونچاتا ہے اسکی رعایا
راجہ کو مرنے نہیں دیتی ۔ یہ کہاوت معنی خیز ہے مطلب
اسکا یہ ہے کہ ایسا راجہ ہمیشہ کیلئے اپنا نام چھوڑ جاتا ہے۔
اس ملک میں سنچائی کے انتظام میں موجودہ حکومت نے
بڑی دوراندیشی سے کام لیا ہے اور اسکو ماننا پڑیگا کہ
ملک کے زیادہ تر حصہ میں نہریں اور کنوئیں اس خوبصورتی
کے ساتھ بنائے گئے ہیں کہ لاکھوں ایکڑ زمین سوکھے سے ہمیشہ
کیلئے محفوظ ہو گئی ہے ۔ سنچائی کا انتظام معمولی بات نہیں ہے
انتظام صرف روپئے ہی کی موجودگی سے نہیں ہو سکتا ۔ اسکو
کامیابی سے پورا کرنے کیلئے غور کرنے کی ضرورت ہے ۔
پیداوار بڑھانے کیلئے یہ بہت ضروری ہے جو بقیہ بچے
ہوئے رقبے جو ابتک بارانی نہیں ہیں جلد سے جلد سینچے جا سکیں۔

سنچائی کے ساتھ ساتھ کھاد کا مسئلہ بھی کم
ضروری نہیں ہوتا ۔ موجودہ سرکار اس مسئلہ کو بھی
مضبوطی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے ۔
ہر ان اناجوں کی دیکھ بھال کی جا رہی ہے جو زمین
میں کھاد کے طور پر کام میں لائے جا سکتے ہیں ۔ زمین
کے ان حصوں کی کھلی کی پیداوار جہاں تیل کے
کے کارخانے بڑے پیمانے پر کام کر رہے ہیں ۔ کھاد کے
کام میں لانے کیلئے بندوبست ہو چکا ہے ۔ صرف صوبہ متحدہ
میں انڈی اور مونگ پھلی کی کھلی قریب قریب ۴ لاکھ
من اس سال کھاد کے کام میں لائی جا رہی ہے۔
بناوٹی کھادیں بھی بڑے پیمانے پر کسانوں کے لئے
لائی جا رہی ہیں ۔ اور دراصل انسے پیداوار میں
اضافہ ہو رہا ہے ۔ ایک پرانی کہاوت ہے کہ
اگر زمین میں پتی کا سوختہ نہ ہو تو کھاد پانی سب
بیکار ہے ۔ اس کہاوت کو خیال میں رکھتے ہوئے
تمام ملک میں اسبات کی کوشش کی جا رہی ہے
کہ ہر طرح کی بیکار گھاس پھوس پتی کوڑا وغیرہ کو
کمپوسٹ کھاد کی شکل میں گاؤں گاؤں میں بنایا
جائے اور زمین کو پتی والی بھوک سے تسکین دیجائے۔

کمپوسٹ کی کھاد کروڑوں من کی تعداد میں
آجکل بنائی جا رہی ہے ۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں
ہے لیکن ملک کو ابھی اس کھاد کی اور بھی ضرورت
ہے ۔ ہر کسان کا فرض ہے کہ زیادہ سے زیادہ
کمپوسٹ یا کوڑے کرکٹ کی کھاد بنائیں اور کام
میں لائے ۔

صحیح وقت کے پانی اور کھاد کی کثرت سے پیداوار
میں پچاس فیصدی کا اضافہ ہو جائیگا ۔ یا یوں سمجھئے کہ
اگر پچاس فیصدی کی کثرت صرف دھان کی پیداوار
میں ہو جائے تو سات کروڑ ایکڑ رقبے کے اوپر بجائے
تین ۳ کروڑ ٹن کے ساڑھے ۴ کروڑ ٹن دھان
ہندوستان کی ملوں کو اور اسیطرح سے ڈیڑھ کروڑ
ستر لاکھ ایکڑ گیہوں بجائے نوے لاکھ ٹن گیہوں
پیدا ہونے کے ایک کروڑ پینتیس لاکھ ٹن گیہوں
پیدا ہوگا ۔ جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ایک آدمی کو ایک
سیر کے بجائے ڈیڑھ سیر گیہوں ملنے لگیگا ۔ اگر اس
کثرت پر غور کیا جائے تو آپکو اندازہ ہوگا کہ
ہندوستان کی کاشت کی دولت ڈیوڑھی ہو
جائیگی اور جسکی تعداد سنکھوں روپیہ تک پہونچ
جائیگی ۔

جنسوں کی پیداوار کی کثرت کیلئے ایک

شرط اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ملک کے باشندے جنسوں کی اقسام کی قدر کرنا سیکھ جائیں۔ اچھی جنس اچھے آدمی پیدا کرتی ہے اور اچھے آدمی جنس پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اچھی جنس کے بیج کا اثر اچھا ہوگا، پیداوار میں اضافہ ہوگا۔ اور علاوہ اس کے سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اچھی جنس پیدا کرنے کا شوق کسانوں کو زیادہ محنت کرنے پر تیار کر دیگا۔ اچھی پیداوار کا دور قائم رکھنے کے لئے اور زیادہ پیداوار کی گارنٹی کی خاطر یہ ضروری ہے کہ ذرائع آمد و رفت اچھے ہوں۔ سرکار اس مسئلہ سے غافل نہیں ہے، دیہات اور زراعت کی ترقی کے خیال سے سڑکوں اور آمد و رفت کے اور ذرائع پیدا کرنے پر سرکار بہت زیادہ مشکل پروجیکٹ تیار کر رہی ہے۔ جب یہ خیال عملی طور پر سامنے آئیگا اس کا اثر یقیناً زراعت کی پیداوار پر نہایت گہرا پڑیگا۔

مویشیوں کا مسئلہ بھی زیادہ پیداوار سے بہت نزدیک کا رشتہ رکھتا ہے۔ اگر گائے کی سچی خدمت نہ ہوئی تو کھیتی کے لئے اچھے بیل اور کسان کی صحت اور تندرستی کیلئے کافی دودھ نہ مل سکیگا۔ صرف یہی نہیں گائے سے پیدا ہونے والی مفید کھاد بھی علیحدہ نہیں کی جا سکتی۔ اگر زمین کو زرخیز رکھنا ہے تو گائے کی خدمت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ گائے، زمین اور کسان کی گتھی ایسی ہے جو صرف ایکدوسرے کی خدمت کے ذریعہ ہی سلجھ سکتی ہے۔ یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ زراعت کی ترقی کے سلسلے میں مویشی ایک کڑی ہے۔ کھانے پینے کی تمام جنسوں میں خواہ وہ دانا، دال ترکاری اور پھلوں کی شکل میں ہو، خواہ گوشت، گھی اور انڈا، مچھلی وغیرہ کی شکل میں ہو۔ اضافہ اور عمدگی اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ کسان، زمین مویشی اچھے سے اچھی حالت میں ہوں۔

(بہ اجازت آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ)

دکھنی ہند میں چاول کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ گھر گھر میں لوگ اسے کھاتے ہیں۔ اگرچہ چاول ایک غیر مقوی چیز سمجھی گئی ہے مگر اب تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ چاول اور دوسری غیر مقوی چیزوں کی لاگت پیداوار میں بغیر کسی طرح کے اضافہ کے انکے مقوی عناصر میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ حال میں ہی ہندوستانی تحقیقی کمیٹی کے فنڈ کی مدد سے مدراس کے کرسچین گرل کالج میں چوہوں پر تجربات کئے گئے تھے۔ ان تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ ان چوہوں کی بہ نسبت جنکو چاول اور جوار کھلایا گیا، چاول اور راگی (منڈل یا ادکرا) اور چاول یا باجرہ کھانے والے چوہوں کا وزن بڑی تیز رفتار سے بڑھتا چلا گیا۔ جن جانوروں کو ۵۰ فیصدی پکا ہوا اُبلا چاول، ۲۰ فیصدی پکا ہوا راگی (منڈل ادکرا)، ۱۰ فیصدی پکا چنا، ۱۰ فیصدی چولائی اور ۵ فیصدی انکھوے نکلی ہوئی مونگ کھلائی گئی انکی جسمانی ترقی ان جانوروں کی بہ نسبت زائد ہوئی جنکو صرف چاول ہی کھلایا گیا۔ متذکرہ بالا خوراک چاول کی گھٹیا درجہ کی خوراک سے کسی طرح بھی مہنگی نہیں ہوتی ہے۔

اناج کے کیڑے اور انکی روک تھام

(از جناب بنواری لال چودھری بی۔ ایس۔ سی زراعت)

اس مضمون میں اناج کے کیڑوں کی عام فطرت۔ انسے اناج کو کسطرح نقصان پہونچتا ہے اور اس نقصان سے بچنے کیلئے کون کونسی ترکیبوں کو کام میں لایا جانا۔ اس سلسلہ میں متعدد باتیں بتائی گئی ہیں۔ مضمون کافی مفید ہے۔

کیڑوں کی فطرت

جمع کئے ہوئے اناج کو نقصان پہونچانے والے سبھی کیڑوں کی فطرت یکساں ہے۔ ان سبھوں کی تعداد بہت جلدی بڑھتی ہے اور اکثر انکی شکلیں ایک ساتھ ملتی ہیں۔ انکا پتہ اسوقت لگتا ہے جب وہ کافی نقصان پہونچا چکتے ہیں۔ اناج پر ایک بار کیڑوں کا حملہ ہوجانے پر بہت جلد اناج برباد ہوتا ہے۔ اگر اناج ڈھابے سے نکالکر کبھی دھوپ میں نہ سکھا دیں یا کیڑوں کو مارنے کیلئے دوسرے تجربہ نہ کئے جائیں تو ایک ہی طرح کے اناج میں کیڑے کافی عرصہ گذار دیتے ہیں۔ کچھ کیڑے ڈھابے کو بالکل خالی کر دینے پر بھی اسکی دراروں اور چھیدوں وغیرہ میں رہ جاتے ہیں۔ وہاں کئی دنوں تک بغیر کھائے پئے ہی رہ سکتے ہیں۔ اور پھر جوں ہی گودام میں نیا اناج بھرا جاتا ہے۔ وہ اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اسطرح ڈھابے میں ایکبار کیڑوں کا حملہ ہو جانے پر وہ مستقل شکل سے کیڑوں کی پیدائش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ سب کیڑے بہت عجیب ہوتے ہیں۔ اور حالات کے مطابق اپنے آپکو بنا لینے کی خصوصیت کی وجہ سے وہ اپنے راستے میں آنے والی بڑی سے بڑی مشکلات پر فتح پا لیتے ہیں۔ کیڑوں کی نقصان پہونچانے والی قسموں کی خاص شکلیں کیڑے (ٹڈے) اور تتلیاں ہیں۔ یہ سب دانوں کو کھاتے ہیں اور انکی عمر بھی کافی لمبی ہوتی ہے۔ تتلیوں کو صرف التیاں ہی نقصان پہونچاتی ہیں۔ اور اسکا کام محض افزائش نسل ہے۔

اندھیری۔ گندے اور نم موسم یا جگہیں کیڑوں کے مناسب ہیں۔

حملہ کیسے ہوتا ہے؟

اناج پر کیڑوں کا حملہ۔ (۱) کھیت میں ہی ہو سکتا ہے۔ اناج کو نقصان پہونچانے والے کچھ کیڑے اپنی زندگی کھیت ہی سے شروع کرتے ہیں۔ وہ فصل کٹنے کے پہلے ہی دانوں پر انڈے دے دیتے ہیں۔ یہ انڈے چھوٹے ہونے کیوجہ سے عام طور پر نظر نہیں آتے۔ اسطرح اناج کے ساتھ ہی ان کیڑوں کا گروہ انڈوں کی شکل میں ڈھابوں میں داخل ہوجاتے ہیں۔ یہ انڈے ڈھابوں میں موافق حالات پاکر پھوٹتے ہیں۔ کھیت سے ہی نقصان دہ کیڑوں کا ڈھابوں میں داخلہ (اگر اناج دھوپ میں نہ سکھایا جائے) ہونے کا زیادہ ڈر رہتا ہے۔

(۲) **ڈھابے میں۔** ڈھابے میں کیڑوں کا دھاوا حسب ذیل طریقے سے ہو سکتا ہے۔

(الف) ڈھابے کی درار وغیرہ میں پہلے سے ہی کیڑے چھپے رہ سکتے ہیں۔ وہ ڈھابے، جن میں ایکبار کیڑوں کا حملہ ہوچکا ہو بغیر مکمل طور سے کیڑوں کو صاف کئے کام میں لانے سے انہیں چھپے کیڑے نیا اناج بھرتے ہی اپنی حرکتیں شروع کر دیتے ہیں۔

(ب) بوروں، کوٹھوں وغیرہ میں جن میں اناج رکھا جاتا ہے۔ کیڑے پہلے ہی سے چھپے رہ سکتے ہیں۔ بوروں کے کونوں اکثر کیڑے چھپے رہتے ہیں جو کہ اناج ملتے ہی نقصان پہونچانا شروع کر دیتے ہیں۔

(س) کیڑوں کے ذریعہ کھائے ہوئے اناج کو کم سے کم مقدار میں بھی اگر اچھے اناج کے ساتھ رکھ دیں تو تھوڑے عرصہ میں اناج کے بڑے سے بڑے ڈھیر پر بھی اس کا نقصان دہ اثر ہو سکتا ہے۔

(ج) ان کیڑوں میں دور دور تک دھاوا مارنے کی اچھی طاقت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ڈھابے سے یہ محلے یا پڑوس کے دوسرے ڈھابوں پر آسانی کیساتھ حملہ کر دیتے ہیں۔

(۳) **سفر میں**۔ اناج کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے وقت۔ اس پر کیڑوں کا حملہ حسب ذیل شکلوں کے مطابق ہو سکتا ہے۔

(الف) ریل کے ڈبے، گاڑی وغیرہ کی دراڑوں میں چھپے ہوئے کیڑوں کے ذریعہ۔

(ب) اچھے اناج کا کیڑا، خراب اناج کے ملنے سے

(ج) مال چڑھانے اور اتارنے کے اسٹیشنوں پر اناج کھلے پڑے رہنے سے۔ ان جگہوں میں اناج کھلے پڑے رہنے سے۔ ان جگہوں پر اکثر اناج کے دانے بکھرے پڑے رہتے ہیں۔ جن سے اناج کو نقصان پہونچانے والے کیڑے منعکس ہوتے ہیں۔ اسلئے ان جگہوں پر ان کیڑوں کی کثرت رہتی ہے۔ انہیں سے کچھ ہمیشہ آنے جانے والے اناج کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔

کیڑوں سے بچنے اور انھیں برباد کرنے کی ترکیب

اناج پر کیڑوں کا حملہ مندرجۂ ذیل ترکیبوں کے ذریعہ روکا جا سکتا ہے:-

(۱) ڈھابے کو کیڑوں سے صاف رکھنا۔

(۲) ڈھابے میں رکھے جانے والے اناج میں کیڑے نہ ہونا، یعنی صرف کیڑوں سے صاف ہی اناج جمع کرنا۔

(۳) اناج جمع کرنے کی میعاد میں اس پر کیڑوں کا حملہ نہ ہونے دینا۔

انکے لئے آگے بتلائی ترکیبوں کو کام میں لانا چاہئے۔

(۱) **مکمل صفائی رکھو**۔ کیڑوں کا داخلہ اور انکی کثرت روکنے کیلئے مکمل صفائی رکھنا ایک عمدہ طریقہ ہے۔ ایسا دیکھا گیا ہے۔ کہ کیڑے میلے کچیلے مقاموں میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ صاف ڈھابا اور صاف اناج کو کام میں لانے کا مطلب ہی کیڑوں سے پیچھا چھڑانا ہے۔ مکمل صفائی اسی حالت میں کہی جا سکتی ہے جبکہ۔

(الف) اناج اچھی طرح سے صاف کیا گیا اور دھوپ میں سکھایا گیا ہو۔

(ب) ڈھابے کی ہر ہفتے ٹھیک سے صفائی کی جاتی ہو۔

(ج) ڈھابے میں اناج کے بکھرے دانے اور دوسرا کچرا نہ ہو۔

(۲) **ڈھابے میں رکھے اناج کو مکمل روشنی اور ہوا ملنے کا انتظام کرو**۔ اناج رکھنے کے کوٹھے ہوا دار اور روشن ہونے چاہئیں۔ اناج رکھنے کے لئے اندھیرے کمرے کبھی منتخب نہ کرنا چاہئے۔

(۳) **خراب اناج کو جہاں تک ممکن ہو ڈھابے میں نہ رہنے دو**۔ اناج پر جوں ہی کیڑوں کا حملہ محسوس ہو۔ اسکو جلد ہی ڈھابے سے نکالکر صاف کرو اور دھوپ میں سکھاؤ۔ اگر اس طرف وقت پر توجہ نہ دی گئی تو مستقبل میں بہت نقصان برداشت کرنا پڑیگا۔

(۴) **ڈھابے کی جھاڑن کا مناسب طرح سے انتظام کرو**۔ ڈھابے کی جھاڑن کو جلد ہی نکالکر اسکو جلا ڈالو۔ اسکو ہرگز ڈھابے میں جمع نہ ہونے دو۔ ورنہ وہ کیڑوں کے رہنے اور افزائش نسل کیلئے ایک عمدہ جگہ بن جائیگی۔ جھاڑن میں اگر اناج کے دانے ہوں تو انھیں جلدی سے جلانے کے پہلے چن لیجئے۔ لیکن اگر یہ انتظام نہ ہو سکے تو جھاڑن کو گودام سے بہت دور لے جاکر دانے چن کر جھاڑن جلا دیجئے۔

(۵) اناج بھرنے کے پہلے ہی ڈھابے کو کیڑوں سے صاف کرلو۔ اناج بھرنے کے پہلے ڈھابا اچھی طرح صاف کرلینا چاہیئے۔ اس میں کیڑے بالکل نہ ہونے چاہیئے۔ یہی ڈھابا خالی ہونے پر بھی کرنا چاہیئے۔ ڈھابے کی دیوار اور چھت کو اچھی طرح سے جھاڑ دیجئے، جس سے کہ اس میں چھپے ہوئے اور چپکے سارے کیڑے گر جائیں۔ پھر دیوار کی پوتائی کر دو۔ پوتائی کو تیز کرنے کے لئے اس میں ۵ گیلن پیچھے ڈیڑھ سیر پھٹکری ملا دیجئے۔ گودام کو کیڑوں سے صاف کرنے کیلئے ایک فیصدی "نکوٹین سلفیٹ" کے گھول میں تھوڑا سا ملائم قسم کا صابن ملاکر بھی کام میں لایا جا سکتا ہے۔

اگر ڈھابے میں چیتی کے حملہ کا شک ہو تو فرش کو اچھی طرح سے صاف کرکے آدھ سیر سوڈے کو ایک گیلن پانی میں گھولکر فرش کو ایکبار دھو دینا چاہیئے۔ دوسری بار کی دھلائی پہلی دھلائی کے تین دن بعد کرنا چاہیئے۔

عام طور پر ڈھابے کا فرش اچھی طرح سے کھرچ دینے کے بعد فنائل کے گھول سے دھونے سے کام چل سکتا ہے۔ یہ گھول ۲۰۰ پاؤنڈ پانی میں ایک پاؤنڈ فنائل ملاکر بنایا جا سکتا ہے۔

ڈھابے کو کیڑوں سے صاف کرنے کا دوسرا طریقہ اسکو خوب گرم کرنا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق کامیابی حاصل کرنے کیلئے کوٹھے کی اندرونی حرارت تقریباً دو گھنٹے تک ۱۵۰° رکھنا چاہیئے۔ اتنے وقت میں اس حرارت سے سب کیڑے مرجاتے ہیں۔ اسلئے ۱۰۰۰ مربع فیٹ کے کمرے میں تقریباً ۲ پاؤنڈ کوئلہ جلانا پڑتا ہے۔ یہ کام ڈھابے کی سب کھڑکیاں اور دروازے بند کرکے کیا جاتا ہے۔ جلانے والا شخص سب گرسیوں کو جلاکر جلد ہی باہر نکل جاتا ہے۔ اور اپنے باہر نکلنے والے دروازے کو بھی جلد ہی بند کرلیتا ہے۔

(۶) نروگ اناج کو ہی جمع کرو۔ کھلیان سے سیدھے ڈھابے میں لے جایا جانا چاہیئے اور رکھنے سے پہلے اسکو دھوپ میں اچھی طرح سے سکھالینا چاہیئے۔ یہ کام کھلیان ہی میں کرلینا چاہیئے۔ مئی مہینے کی دھوپ میں اناج کو سکھانے سے اسکے سب نقصان دہ کیڑے مرجاتے ہیں۔

(۷) پرانے اناج کو نئے اناج میں نہ ملاؤ۔ پرانے اناج پر کیڑوں کا زیادہ حملہ ہوتا ہے۔ اسلئے اسے کبھی نئے اناج میں نہ ملانا چاہیئے، اور ان دو طرح کے اناجوں کو الگ الگ بھی ایک ہی کوٹھے میں کبھی نہ رکھنا چاہیئے۔ اسیطرح نیا اناج کبھی بھی خراب ڈھابے کے پڑوس میں نہ رکھا جانا چاہیئے، ورنہ نقصان دہ کیڑے وہاں سے جلد ہی اس مال پر دھاوا کر دینگے۔

(۸) کیڑوں سے صاف کوٹھی وغیرہ کا ہی استعمال کیا جائے۔ اناج کی کوٹھی وغیرہ کو اچھی طرح سے صاف کرکے دھوپ میں سکھا لیجئے، جس سے ان میں کے سب کیڑے مرجائیں۔ بوروں کو نئے ہونے پر بھی بھرنے کے پہلے دھوپ میں خوب سکھا لیجئے۔ پرانے بوروں میں اکثر کیڑے چھپے رہتے ہیں۔ اسلئے انھیں کام میں لانے کے پہلے ابلتے پانی میں ڈبوکر یا زہریلی گیس کے ذریعہ کیڑوں سے صاف کرکے ہی کام میں لانا چاہیئے۔ جہاں تک ہو پرانے بوروں کا استعمال ہی نہ کرنا چاہیئے۔

(۹) کوٹھے، بورے وغیرہ ڈھابے میں دیوار سے دو فیٹ کی دوری پر رکھو۔ کوٹھی، بوروں کی ٹھپی وغیرہ اور دیوار کے بیچ میں دو فیٹ کا فرق رکھنا چاہیئے۔ جس سے کہ انکے بیچ میں کیڑے نہ چھپ سکیں اور ہر وقت انکی جانچ کی جاسکے۔ اسیطرح انھیں فرش سے دو تین فیٹ اونچے تخت پر رکھنا چاہیئے۔ اور ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ کیڑے ان تک نہ رینگ سکیں۔

(۱۰) کیڑوں کو روکنے والی دواؤں کا استعمال

اناج کو کیڑوں کے حملہ سے بچانے کیلئے کئی دواؤں کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بیج کے لئے رکھے اناج میں انکا استعمال بلا خوف اور آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ مگر انمیں سے اکثر کے زہریلی ہونے کیوجہ سے کھانے کیلئے رکھے ہوئے اناج میں انکا استعمال کرنے کے پہلے انکے نقصان دہ نہ ہونے کی پوری طرح سے جانچ کرلینا چاہئے۔ خوراک کے اناج میں انکی مفید مقدار پر بھی توجہ رکھنا چاہئے۔ اکثر مندرجۂ ذیل چیزیں اس کام میں لائی جاتی ہیں۔

(۱) **راکھ**۔ باریک چھنی ہوئی لکڑی کی راکھ اناج میں ملائی جاتی ہے۔ اسکے باریک ذرّے اناج پر حملہ کرنیوالے کیڑوں کے نتھنوں میں بھر کر انھیں بند کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کیڑے مر جاتے ہیں۔ اسکا اثر تیز کرنے کیلئے اس میں باریک پسا ہوا کپڑے سے چھنا ہوا تمباکو کا سفوف ملا دیتے ہیں۔

(۲) **نیم کے پتے**۔ نیم کے پتے سکھا کر اور باریک کوٹ کر اناج میں ملایا جاتا ہے اسکی بو اور کیڑوں کو ختم کرنے والی صفت کیوجہ سے اناج پر کیڑوں کا حملہ نہیں ہوتا۔

(۳) **راستے کی دھول**۔ راکھ کیطرح چھان کر راستے کی دھول بھی اناج میں ملائی جاتی ہے۔ اسکے اوصاف بھی راکھ کی ہی طرح ہیں۔ یہ خاصکر چنا یا دیگر دو دل والے اناج میں ملائی جاتی ہے۔ جوار اور مکا میں بھی اسکا استعمال کیا جاتا ہے۔

(۴) **چونا**۔ اناج میں برابر برابر چونے کا سفوف ملا دینے سے وہ کیڑوں سے بچ جاتا ہے چونے کی مقدار زیادہ ہونے کیوجہ سے اسکا استعمال مہنگا پڑتا ہے۔ اسلئے اسکا زیادہ رواج نہیں ہے۔ چاول اور دال کیلئے یہ بہت مفید ہے۔

(۵) دو دلوں والے اناج کے اوپر ریت کی تین چار انچ تہہ دے دی جاتی ہے۔ جس سے دال کو نقصان پہونچانے والے کیڑوں کی دانے تک پہونچ نہیں ہو پاتی۔

(۶) انکے علاوہ اور بھی اچھا اثر کرنے اور کیڑوں کو روکنے والی دوائیں ہیں۔ مگر انکا استعمال خطرناک ہے۔ انمیں خاص:-

(الف) کیلشیم کاربونیٹ (ب) کاپر کاربونیٹ اور (س) سوڈیم فلا سلیکیٹ ہیں۔ یہ مندرجۂ ذیل مقدار میں استعمال کئے جاتے ہیں:-

(الف) کیلشیم کاربونیٹ ۔۔۱۰۰ پاؤنڈ اناج میں ۱ پاؤنڈ۔
(ب) کاپر کاربونیٹ ۔۔۱۰۰ پاؤنڈ اناج میں ۲½ اونس۔
(س) سوڈیم فلا سلیکیٹ۔۔۶۰ پاؤنڈ اناج میں ۱ اونس۔

سوڈیم فلا سلیکیٹ کے استعمال سے اناج کے انکھوے نکلنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر خان۔ اے رحمٰن کی تحقیق سے یہ ۵۳% تک کم ہوتی گئی ہے۔

کیٹل ساؤس (۲%) بورکیس (۱%) اور تمباکو کا سفوف (۲%) سے (۵%) دیگر کیمیاوی عناصر ہیں۔ انکا اثر دھیرے دھیرے ہونے کیوجہ سے کیڑوں سے کچھ حد تک نقصان ہو جاتا ہے۔

پارا۔ پارے کا استعمال اکثر پارا اور ٹین کی ملی جلی شکل میں کیا جاتا ہے۔ ایک من اناج میں ایک اونس مکسچر لگتا ہے۔

گھریلو خرچ کیلئے رکھے ہوئے اناج کو کیڑوں سے بچانے کیلئے پارے کا استعمال بہت مفید ہے۔ ایک من اناج کے لئے تین چار تولہ پارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پارے کو کپڑے کی دو انچ لمبی چوڑی تھیلیوں میں۔ فی تھیلی ایک تولہ پارہ کے حساب سے رکھکر اناج کی کوٹھیوں میں ڈال دیتے ہیں۔ کوٹھی میں پارے کی تھیلیوں کو اسطرح بانٹا جائے کہ پہلے دس بارہ انچ سطح میں ۴۵% تھیلیاں ہوں۔ باقی تھیلیاں کوٹھی میں یکساں طور پر تقسیم ہو جائیں۔ پارے کی تھیلیاں ڈالنے کے بعد کوٹھیاں اچھی طرح سے چھا دی جائیں جس سے انمیں باہری ہوا نہ جا سکے۔ پارے کی تھیلیاں کئی سالوں تک کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ اسکے استعمال سے

اناج زہریلا بھی نہیں ہوتا۔

سوڈیم۔ بیج کے واسطے رکھے ہوئے غلے میں سیڈیرن کا استعمال بہت بہتر ہے۔ ڈی۔ ڈی۔ ٹی اور ۶۶۶ ۔ بھی کیڑوں کو مارنے کیلئے اچھی دوا ہے۔ یہ کافی تیز ہوتی ہیں ۰٫۶٪ ۰٫۰۰۰۵ ڈی۔ ڈی۔ ٹی سے ۳ دن میں سب گھن مرجاتے ہیں۔

(۷) ہوا بند کوٹھوں کا استعمال۔ تجارت پیشہ لوگ ہوا بند کوٹھوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کیڑوں سے بالکل صاف اناج کیلئے انکا استعمال کامیابی کیساتھ کیا جا سکتا ہے۔ مگر ذرا بھی شک ہونے پر صرف ہوادار کمروں کا ہی استعمال کیا جائے ورنہ بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

(۸) دو دل والے اناج کو دال کی شکل میں رکھو۔ چنا، مٹر وغیرہ کی دالوں پر کیڑوں کا اثر نہیں ہوتا اسلئے انکی دال ہی اکٹھا کیجاوے۔ دال بنا کسی خطرے کے بوروں میں بھر کر رکھی جا سکتی ہے۔

(۹) 'کھپرا' کو پکڑ کر ختم کرو۔ جب 'کھپرا' کا زیادہ حملہ معلوم ہو، تب اناج کا ڈھیر لگا کر موٹے کپڑے یا بوروں سے ڈھنک دو۔ اس کیڑے کی عادت اناج کی اوپری سطح میں رہنے اور کھردری چیزوں سے لٹک جانے کی ہے۔ ان بوروں پر چپکے ہوئے کیڑوں کو مٹی کے تیل ملے پانی پر جھٹک کر برباد کر دو۔ یہ کام ایک دن کے فرق سے جب تک کہ سب کیڑے برباد نہ ہو جائیں۔ دوہراتے رہنا چاہئے۔

(۱۰) کیڑے لگے ہوئے اناج کو صاف کرو۔ اناج میں اگر 'گھن' یا 'سسری' کا حملہ معلوم ہو تو اسکی اڑاونی کرو، اور اسکو صاف کر کے دھوپ میں خوب سکھاؤ۔ چاول کو دھوپ میں خوب سکھاؤ۔ چاول کو دھوپ میں زیادہ نہیں سکھا سکتے۔ کیونکہ وہ زیادہ سکھانے سے خراب ہو جاتا ہے۔

(۱۱) زہریلے گیس کا استعمال۔ کیڑوں کے خطرناک حملہ کو روکنے کیلئے زہریلی گیس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت سائنٹفک کامیاب لیکن بہت خطرناک طریقہ ہے۔ اسکا استعمال جب تک ساری ضروری باتوں کا علم نہ ہو ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ اسکا مکمل طریقہ بعد میں بتلایا جائیگا۔

(ماخوذ)

پھلوں میں لگنے والا مشہور کیڑا

سن جو سے اسکیل نامی کیڑا جو بہت مشہور ہے اور دنیا کے سب حصوں میں پایا جاتا ہے حال ہی میں شمالی مغربی ہندوستان میں دیکھا گیا۔ اس کیڑے نے پھلوں کا بہت زیادہ نقصان کیا۔ مدراس پریڈنسی اور سلیم کے پہاڑی علاقوں میں بھی یہ پایا گیا۔ اس کیڑے اور پھل پھولوں میں لگنے والے ایک دوسرے کیڑے کے بارے میں تحقیقات جاری ہیں۔

ہندوستان میں کپاس کی سوکھے کی بیماری

از ڈاکٹر بی۔ ایل۔ سیٹھی۔ ایم۔ ایس۔ سی، پی۔ ایچ۔ ڈی (ویلس) ڈپٹی ڈائرکٹر
محکمہ زراعت مغربی حلقہ علیگڈھ

کپاس کے کھیتوں میں اکثر بہت سے پودے مرجھاکر سوکھ جاتے ہیں۔ اس بیماری سے ہر سال کپاس کی فصل کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اس مضمون کے مصنف نے اس بیماری کی پہچان اور اسکی روک تھام کی ترکیبوں پر روشنی ڈالی ہے جو کپاس کی کھیتی کرنے والوں کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

کپاس کے کھیتوں میں دیکھنے میں آیا ہوگا کہ بہت سے پودے مرجھاکر سوکھ جاتے ہیں۔ اس کو گاؤں میں اوگلنا یا سوکھے کی بیماری کہتے ہیں۔ اس بیماری سے ہندوستان میں کپاس کی فصلوں کو ہر سال بہت سا نقصان ہوجاتا ہے۔ اور یہ پنجاب۔ شمالی گجرات اور سندھ کو چھوڑ کر باقی تمام کپاس والے رقبہ میں نقصان ہوتا ہے۔ صوبہ بمبئی۔ برار، مغربی سی۔ پی، (ممالک متوسط) میسور اور مالوہ کے شمالی حصے میں اسکی زیادتی ہے۔ مغربی ممالک متحدہ میں بھی کچھ حد تک یہ پائی جاتی ہے۔ مشرقی خاندیش، برار اور دھار وال متصل ریاست نظام کے حصوں میں بھی اس کا اثر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاید مستقبل میں یہ بیماری ریاست میں بھی وبائی صورت سے پھیل جائے۔

ہندوستان میں ابھی تک اس بیماری سے ہوئے نقصان کا تخمینہ لگانے کی کوئی کوشش نہیں ہوئی ہے۔ لیکن بمبئی کے چار لاکھ روپیئے کے سالانہ نقصان سے تمام ملک کے نقصان کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بیماری کا سبب اور پہچان

مختلف محققین کی رائے سے یہ بیماری ایک خاص قسم کی "پھوئی" کے باعث پھیلتی ہے ایک کام کرنے والا بیماری کی وجہ خاص الومنیم نمک بتلاتا ہے۔ لیکن یہ تقریباً آخری تجربے سے ثابت ہوگیا ہے کہ یہ بیماری خاص صورتوں میں "پھوئی" (Fungus) کے سبب پھیلتی ہے۔ بیماری کے علامات ظاہر ہیں اور بیمار پودا کھیت میں بہت آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ پھوئی (Fungus) جڑوں کی کتھیوں میں بڑھکر ان کو بند کر دیتی ہے۔ جس سے پودے کی خوراک اور پانی اس کے اوپری حصوں میں نہیں جا سکتا۔ سوکھنا عام طور سے پتیوں سے شروع ہوکر پہلے ان کو پیلا اور پھر بادامی کر دیتا ہے۔ شاخیں نیچے لٹک جاتی ہیں آخر میں پودا سوکھ جاتا ہے۔ جب بیماری وبائی صورت اختیار کرتی ہے تو پودے فوراً سوکھ جاتے ہیں۔

بیماری کے آثار جماؤ کے ایک ہفتہ بعد دکھائی پڑتے ہیں۔ اور پودا بالیدگی کی کسی بھی حالت میں مر سکتا ہے۔ پکنے کے وقت تک بھی بڑے، تندرست پودے اس بیماری سے مرجھاتے دیکھے گئے ہیں۔ پودے کے کچھ حصوں ہی پر کبھی اسکا اثر ہوتا ہے کبھی کبھی پتیوں اور شاخوں کے نہ رہنے پر بھی مرجھایا ہوا پودا پھر سے نئی کونپلیں پیدا کرتا ہے۔ موثر پودے کے رنگ میں ظاہرا طور سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ بیماری کی ابتدائی حالت میں جڑیں اگر پھاڑ کر دیکھی جائیں تو ایک

پیلا پن سا دکھائی دیتا ہے جو کہ بعد میں کالی دھاریوں کی شکل میں بدل جاتا ہے۔

وہ قسمیں جن پر بیماری کا اثر نہیں ہوتا

ایسی بہت کم قسمیں ہیں جن پر اس بیماری کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ اُن میں ویرمس (Verum) ممالک متوسط میں بی۔ ڈی۔ ۸۔ برودھا۔ اور خاندیش میں۔ مالوی ٩ اور سی ٩۔ مالوہ اور مغربی یو۔ پی میں دھارواڑ۔ یکیٹہ وگیلے وغیرہ مخصوص ہیں اس سے یہ ظاہر ہے کہ رقبے اور نقصان کو دیکھتے ہوئے اس پر بہت کم تحقیقات کی گئی ہے۔ اسلئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہر ایک صوبہ میں ایسی قسمیں کھوج کر نکالی جائیں جن پر اس رقبہ میں یہ بیماری نہ لگے۔

پودے کی خوبی اور بیماری کا تعلق

شروع شروع میں یہ خیال ہوا کہ کھیتوں میں سے ایسے ایسے پودے چھانٹے جائیں۔ جنکی جڑوں پر بیماری اثر نہ کرتی ہو۔ جڑوں پر کافی تحقیقات کی گئی مگر کوئی نتیجہ نہ نکل پایا۔ یہاں تک کہ ١٩٤٠ء میں یہ پتہ چلا کہ گوڑ جڑوں کی تعداد کا بیماری سے کیا تعلق ہے۔ یہ بات محض مختلف قسموں ہی نہیں بلکہ اُسی قسم کے مختلف پودوں میں بھی دیکھی گئی۔ آخر میں یہ بہت مفید ثابت ہوگا کہ جڑوں کے اوصاف پر پودے چھانٹ لئے جائیں۔ جنکے بیج بو کر تندرست فصل پیدا کیجائے۔ ایسا کرنے کے لئے یہ بہت مناسب ہوگا کہ موٹی موٹی جو جڑیں چھانٹی گئی ہیں۔ اُنکا چھلکا کبھی موٹا ہو جن سے بیماری کے حملے میں رکاوٹ پیدا کر سکے یا جڑیں کسی اپنے دوسرے اوصاف کے ذریعے بیماری کے روک تھام میں مدد کریں۔ ایک لئے یہ بھی ظاہر کیگئی ہے کہ فصل کے اگیتی ہونے سے بیماری کا گہرا تعلق ہے یہ تو طے ہی ہے کہ پودوں کے اوصاف کا تعلق بیماری سے جاننا۔ یہ علم فصلوں کی نئی نئی قسم نکالنے والوں کیلئے بہت مفید معلوم ہوگا۔

بیماری کی روک تھام

یہ تو پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ یہ بیماری ایک پھپھوندی (fungus) کے باعث ہوتی ہے۔ جسکے بڑھنے کیلئے کچھ خاص صورتیں جیسے درجہ حرارت وغیرہ بہت ضروری ہیں اسلئے دیکھا گیا ہے کہ زمین کا درجہ حرارت اس بیماری کی تیزی میں بہت مددگار ہوتا ہے۔ دھارواڑ میں کپاس بونے کا وقت عموماً ماہ اگست ہے اور اس بیماری کی پھپھوندی کے بڑھنے کا سب سے موزوں وقت ماہ جون۔ جولائی ہے۔ اگیتی (جون جولائی) کی کپاس کی فصل بیماری سے بچ گئی اور اسکی پیداوار عام طور سے بوئی ہوئی فصل سے زیادہ ہوئی۔

رایا فارم (متھرا) کے نتیجے سے یہ صاف طور سے ثابت ہے کہ اس بیماری کا آب و ہوا کی نمی اور درجہ حرارت سے گہرا رشتہ ہے۔ یہ تعلقات بارش کی زیادتی کے ساتھ بڑھ جاتے ہیں۔ جولائی۔ اگست اور کبھی کبھی ستمبر میں اس سے زیادہ نقصان ہوتا ہے جبکہ بارش زور کی ہوتی ہے اور آب و ہوا کی نمی ٨٠۔ ٩٠ فیصدی ہے۔

قدرتی کھاد کا اثر اس بیماری پر مختلف صورت میں دیکھا گیا ہے۔ لُو اور دستور کا کہنا ہے کہ اس کے استعمال سے بیماری بڑھ جاتی ہے لیکن 'کلکرنی' بتلاتا ہے کہ اگر خوب کھاد دیا جائے تو آخر میں بیماری رُک جاتی ہے۔ اسی طرح بناوٹی کھاد کے متعلق کام کرنیوالوں کی مختلف رائے ہیں۔ ننگ کا کہنا ہے کہ تنہا پوٹاش سے یہ بیماری دور کیجا سکتی ہے۔

فصلوں کے ہیر پھیر اور ملاوٹ (rotation mixture) کا بھی بیماری سے خاص تعلق ہے۔ یہ سایہ سے اس بیماری کے پھیلنے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ مالوہ میں دیسی کپاس جب برسوا امریکن کپاس کے ساتھ بوئی گئی تو بیماری کا کم اثر ہوا۔ شاید برسوا امریکن کپاس اپنے چوڑے پتے کے ذریعے

ے درجہ حرارت کو کم کرتی ہے ۔ اسطرح سایہ سے بیماری
تی ہے ۔ دوسرے ان پر چونکہ پھپھوندی کا اثر نہیں ہوتا ہے
یہ پھوئی بڑھ نہیں پاتی ہے سائنسداں کی یہ رائے ہے
ین پودے کے بیج کے ساتھ ساتھ پھپھوندی پھیل جاتی
اسلئے بیمار پودوں کا بیج نہیں تقسیم کرنا چاہئے ۔ سنئے
ں میں بیماری پھیلنے کا یہی خاص سبب ہے ۔ اسلئے
پودوں کو پہلے ہی نکال دینا چاہئے ۔ جہاں پر بیمار
کی چھانٹ شروع میں نہیں ہو سکتی وہاں پر اُن کی
دار کو الگ رکھنا چاہئے گندھک کا تیزاب ، فور میلین
فو تھا وغیرہ سے جبکہ بہت سی بیج کی بیماریاں ٹھیک
لی ہیں ۔ اس بیماری پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ چونکہ
ندی مردہ چیزوں پر بھی زندہ رہ سکتی ہے ۔ اسلئے فصلوں
ر پھیر سے بھی اسکی روک تھام ممکن نہیں ہے ۔ اسلیے یہ
سکتا ہے کہ روک تھام کی کوشش اس وقت تک
ب نہیں ہو گی جب تک کوئی کپاس کی قسم ایسی نہ ہو
پر بیماری کا کم سے کم اثر ہو ۔

مسلۂ حل کرنے کے لئے کام

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہے کہ اس بیماری کی
ے تھام کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ایسی
ں نکالی جائے جس پر اس بیماری کا اثر نہ ہوتا ہو ۔
سی ۔ سی ۔ سی نے یہ رزولیوشن کیا کہ ایسی نسل
یصدی تک بھی اچھی ثابت ہو سکتی ہے ۔ کیونکہ مصر میں
ن نے ایسی ۹۵ فیصدی نسل کو کامیاب بنا کر دکھلا دیا

ہے ۔ مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ ایسی نسلیں تجارتی خیال سے
کامیاب نہیں ہوتیں ۔ لاکھوں میں کوئی شائد ہی ایسا ہوگا
جو دونوں قسم کے مناسب اوصاف کو ایک ہی پودے میں
پیدا کر سکے ۔ اب تک کی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ دوغلی
نسل طیار کرنے کے بجائے یہ اچھا ہے کہ چھانٹ کے ذریعے اچھی
نسلیں تیار کیجائیں ۔ لیکن افسوس ہے کہ دھار وار نمبر ۱ ونیلا ،
مالوی نمبر ۹ ، گورانی نمبر ۶ سی نمبر ۲۰ ۵ ۔ وغیرہ جو اچھی نسلیں ہیں ۔
اُن پر اس بیماری کا زیادہ اثر ہوتا ہے ۔ کیونکہ کام کرنیوالوں
کا خیال بیماری کیطرف نہ ہو کر محض پیداوار کی زیادتی اور
اچھائی کیطرف ہی رہتا ہے ۔ جبکہ یہ مناسب ہے کہ بیماری
اور پیداوار دونوں کا خیال ساتھ ساتھ رکھا جائے ۔ یہ
زیادہ مفید ہوگا ۔ کہ نئی نسل کی ایسی جگہ تجویز کیجائے جہاں
کہ یہ بیماری پھیلتی ہو اور پھر اُس میں چھانٹ کیجائے ۔

امریکن کپاسوں پر اس بیماری کا اثر نہیں ہوتا ۔
اسلئے یہ مناسب ہے کہ ایشیا کی کپاسوں میں بھی یہ خاصیت
پیدا کیجائے ۔ اسطرح کی چھانٹ کیلئے خاص طریقہ
استعمال کرنا زیادہ مفید ثابت ہوا ہے جو کہ سی ۵۲۰/۹ کی
چھانٹ کیلئے رایا فارم متھرا میں استعمال کیا گیا تھا ۔
یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے یہاں کی
سی ۵۲۰/۹ کپاس پر اس بیماری کا اثر نہیں ہوتا ہے ۔

افسانہ

بنجر کے اس بیلے کے ایک پھول کی وجہ سے دو خاندانوں کے تعلقات ختم ہوگئے مگر۔۔۔

بیلے کا پھول

از جناب اننت پرساد ودیارتھی بی۔اے

کھیت کے کنارے بیلے کی یہ جھاڑ اپنا سر اٹھائے کھڑی ہے۔ پتیاں ہوا میں ہل ہل کر گویا نیلے آسمان میں کھلے تاروں کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کر رہی ہیں۔ ڈالیں ایک دوسرے سے الجھ گئیں ہیں۔ نیچے خشک پتوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں جو ہوا چلنے پر کھڑ کھڑ کرکے اس سنسان ماحول میں گویا ایک درد پیدا کر دیتی ہوں اور جس سے وہ کراہ اٹھتا ہو۔ مدتوں سے کسی نے اس بیلے کی جھاڑ پر محبت کے ساتھ ہاتھ نہیں پھیرا۔ جنگلی جھاڑ کی طرح ہی یہ اٹھا ہوا ہے۔ بسنت رُت میں جب چاروں طرف ہریالی چھا جاتی ہے سرسوں پھول کر جب کھیتوں میں پیلا رنگ بکھیر دیتی ہے تب بھی بیلے کی یہ جھاڑ اسی طرح کھڑی ہوئی اپنے بائیں جانب پھیلے اس بیگھے بھر ادسر کو دیکھا کرتی ہے۔ اسکی ہری ہری پتیاں جو پرانی ہونے کی وجہ سے پیلی پڑ گئیں ہیں، جیسے کہتی ہوں کہ یہ زمین ادسر نہیں ہے۔ ادسر نہ سہی لیکن جب کوئی کبھی ہرا بھرا نہ ہوسکے تو اسے دنیا بنجر ہی تو کہتی ہے۔ اور بنجر میں اگر کوئی ہرا ہو بھی جائے تو بھلا پھولے کیسے؟ لہذا کسی نے بیلے کی اس جھاڑ میں کبھی پھول نہیں دیکھا۔ گاؤں کے نئے لوگ کہتے ہیں کہ بیلا جنگلی ہے۔ اس میں پھول آتے ہی نہیں۔ مگر بیلے کی یہ جھاڑ رات میں جب تاروں کی طرف دیکھتی ہے تو شائد سوچتی ہوگی کہ زمین پر اسکے پھولوں کا کیا کام؟ اسی کے تو یہ پھول ہیں جو تارے بنکر آسمان میں بکھر گئے ہیں۔

رام دین کے خاندان میں کوئی نہیں رہ گیا مگر بیلے کی یہ جھاڑ گویا انکے خاندان کی علامت بن کر رہتی ہو۔ کسی کی نرم ونازک انگلیاں جیسے یہ آج تک نہ بھولی ہو۔ اور اس کے انتظار میں پرانی پتیوں کو ترک کرکے یہ بسنت میں نئی پتیوں سے اپنا سنگار کرتی ہو۔ کبھی کبھی یہ اپنے ساتھی اس کوئیں کی طرف دیکھ لیتی ہے جسکی جگت کی اینٹیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں۔ اور پانی خشک ہوگیا ہے۔ اور جس میں دو چار کبوتروں کے جوڑوں نے اندر کی دیواروں کے کھنڈروں میں اپنا ڈیرا بنالیا ہے اور انکے بغیر پروں والے بچوں کی گٹرگوں سے دن بھر وہ بھرا رہتا ہے۔ اس کنوئیں کے پہلے پانی سے ہی اس بیلے نے اپنی زندگی حاصل کی تھی۔ اس بنجر زمین میں بیلے کی یہی ایک تاریخ ہے جاڑے کے دنوں میں گاؤں کے بڑے بوڑھے جب الاؤ کے پاس بیٹھکر اپنے جسم میں گرم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اکثر اس بیلے کی زندگی کا ذکر چھڑ جاتا ہے۔

بات ابھی بہت پرانی نہیں ہوئی۔ رام دین کا مکان اب بھی ایک کھنڈر کی شکل میں موجود ہے۔ جسکی دیواریں اب ایک ایک ہاتھ رہ گئی ہیں۔ اور جہاں کبھی آنگن اور کمرے تھے وہاں گھاس اور جھاڑ جھنگھاڑ اگ آئے ہیں۔ کبھی کبھی گاؤں کی دو چار بکریاں اس میں چرتی چراتی ہیں۔ اس کھنڈر کے بغل میں ہی گرو پرساد کا مکان تھا، لیکن وہ کھنڈر ہوکر زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہ سکا،

کیونکہ دھنّو چاچا نے وہاں اپنا نیا مکان بنوالیا ہے۔ کئی بار انھوں نے سوچا کہ اس کھنڈر کو بھی برابر کرکے اپنے گھر سے ملانے کیلئے دیوار سے گھیر لیں، فصل کے زمانہ میں کھلیان رکھنے کے کام آئیگا۔ لیکن پتہ نہیں ابھی تک انھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ رام دین اور گرد یرساد کی یادگار کیلئے ہی شاید وہ اسے چھوڑے ہوئے ہیں۔

دھنّو چاچا کہتے ہیں کہ رام دین ہیرا تھا۔ ایسا آدمی تو گاؤں میں اب کوئی ہے ہی نہیں۔ کسی کے کوئی دکھ سکھ پڑتا تو رام دین رات دن ایک کرکے اسکی مدد کرتا۔ گرد یرساد بھی ویسا ہی تھا، اور یہی وجہ تھی کہ دونوں میں اسقدر گہری دوستی تھی کہ ان کو دیکھکر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دونوں حقیقی بھائی نہیں ہیں۔ رام دین جات کا اہیر تھا اور گرد یرساد کاچھی مگر دونوں میں اسقدر گہرے تعلقات تھے کہ ایکبار تو رام دین کی برادری والوں نے محض اسلئے برادری سے خارج کردینے کی دھمکی دے دی تھی کہ وہ گرد یرساد کے ساتھ بیٹھکر کھاتا پیتا ہے لیکن رام دین نے بھی اس بات پر کوئی غور و فکر نہ کیا۔ برادری کو وہ چھوڑ سکتا تھا لیکن گرد یرساد کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکتا تھا۔

دونوں ملکر کھیتی کرتے۔ رام دین نے ایک گائے اور ایک بھینس بھی پال رکھی تھی۔ گرد یرساد کے پاس گائے بھینس نہ تھی لیکن دودھ کی کمی اسکو کبھی نہیں ہوئی۔ صبح شام رام دین کی بہو آدھا دودھ لے کر گرد یرساد کے یہاں پہونچا آتی۔ کہتے ہیں شروع جوانی میں ہی دونوں نے دو مختلف گاؤں سے آکر یہاں پاس پاس اپنا گھر بنایا، اور رہتے رہتے دونوں میں اسقدر گہرے تعلقات ہوگئے کہ دیکھنے والے حیرت سے دیکھتے۔ اگرچہ کوئی موروثی زمین جائداد تو گاؤں میں انکے پاس تھی نہیں لیکن گاؤں کے زمیندار خورشید علی سے انھوں نے چار چھ بیگھے زمین لگان پر لے لی تھی۔ اسکے سہارے وہ ساری زندگی نباہ کرتے رہے۔ مگر آہستہ آہستہ انکی محنت رنگ لائی۔ گرد یرساد نے دو بیگھہ میں ترکاریوں کی کھیتی شروع کی، اس کھیتی میں اسکو اچھا فائدہ ہوا اور اسکی زندگی آرام سے کٹنے لگی۔

رام دین کے ایک لڑکا تھا، رگھوناتھ۔ مگر پیار میں وہ اسے رگھو کہتے تھے۔ جب وہ پیدا ہوا تھا گرد یرساد نے بڑی خوشیاں منائی تھیں اور رگھوناتھ بھی جوں جوں بڑا ہونے لگا اپنے چچا چچی کے پاس ہی اسکا زیادہ وقت گذرنے لگا۔ گرد یرساد کے کوئی اولاد نہ تھی لہذا رگھو ہی اسکے سارے پیار و محبت کا مالک بن گیا۔ دو سالوں کے بعد گرد یرساد کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اسکو ایسا معلوم ہوا جیسے اب اسکے دو اولادیں ہوگئی ہوں۔ دونوں بچے ساتھ ساتھ ہی کھاتے کھیلتے۔

جب تک اولاد نہیں ہوئی مستقبل کی فکریں پریشان نہیں کرتیں۔ مگر اب جب گرد یرساد اور رام دین دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد شام کو بیٹھتے تو اکثر سوچا کرتے کہ اپنے بچوں کیلئے بھی کچھ کرنا چاہیئے ایک دن دونوں بیٹھے تھے کہ گرد یرساد نے بات چلائی۔ بھیّا اب میں سوچتا ہوں کہ ہمیں کچھ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہماری تو جیسے تیسے گذر رہی ہے لیکن رگھو کیلئے تو کچھ انتظام کرنا ہی ہوگا۔ چار ہاتھ زمین بھی اگر اسکے پاس نہ ہوگی تو کیا وہ بھی ہماری طرح لگان سے کھیت جوت بوکر زندگی گذارے گا۔

”ہاں ہے تو ٹھیک گرد یرساد، لیکن بتاؤ کہ زمین میں کہاں سے لاؤں، روپیہ دینے پر بھی تو زمین نہیں ملتی، گاؤں میں زمین ہے ہی کہاں؟“ رام دین نے جواب دیا۔

گرد یرساد لحہ بھر خاموش رہا پھر بولا بھیّا میرے دل میں ایک بات آئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ گاؤں کے پچھم وہ جو زمین پڑی ہے اسکا پٹہ کرالو۔ بیگھہ سوا بیگھہ زمین ہے۔ اگر ایک کچا کنواں پاس میں کھودلینگے تو بھی کام چل جائیگا۔

بات رام دین کو پسند آئی۔ دوسرے ہی دن دونوں زمیندار کے پاس پہونچے۔ نذرانہ ادا کیا گیا اور اس پڑی ہوئی بنجر زمین کا پٹہ انکے نام ہوگیا۔ دونوں اس دن بہت ہی خوش ہوئے۔

ماگھ کا مہینہ تھا۔ انھوں نے کنواں کھودنا طے کیا تاکہ اگلی برسات میں وہ اس بنجر زمین کو جوت کر کھیت بنا سکیں۔ دونوں نے ملکر کنوئیں کی کھدائی شروع کر دی۔ عورتیں بھی انکی مدد کرتیں۔ سویرے اٹھکر ہی وہ کھیت پر پہونچ جاتے۔ راگھو اور رکمن کی ماں بھی بچوں کو لیکر پہونچ جاتیں۔ رام دین کھودتا تھا۔ ایک اور مزدور رکھ لیا گیا تھا جو مٹی کو کھینچ کر اوپر پہونچانے میں مدد کرتا تھا۔ رام دین کی عورت ڈلیا پکڑتی اور گردیرساد کی عورت مٹی لے جاکر کنارے پھینکتی تھی۔ دونوں بچے آس پاس کھیتوں کی منڈیر پہ کھیلا کرتے تھے۔

کنواں کافی گہرا ہو گیا تھا۔ امید تھی کہ آج پانی نکل آئیگا۔ رام دین اور گردیرساد نے طے کیا تھا کہ وہ تھوڑی سی اینٹیں لے آدینگے اور کنوئیں کو تھوڑی دور تک تو ضروری پکا کر لینگے۔ راگھو اور رکمن اس دن کھیلتے ہوئے زمیندار کی باغ کی طرف نکل گئے، گاؤں کے اور لڑکے بھی پاس تھے۔ باغ کی صفائی ہو رہی تھی لہذا بہت سے پھولوں کے پودے اکھاڑ کر پھینک دئے گئے تھے لڑکے انکو اکٹھا کرنے گئے تھے۔ راگھو کو بیلے کا ایک چھوٹا پودا مل گیا۔ دونوں وہاں سے کنوئیں پر آئے۔ پودا پاکر وہ بہت خوش تھے۔ راگھو نے سوچا تھا کہ وہ اس پودے کو کنوئیں کے پاس لگا دیگا۔

پہونچتے ہی کنوئیں سے تھوڑی دور پر کھرپے سے زمین کھود کر انھوں نے پودا لگا دیا رکمن اس میں پانی دینے کیلئے لوٹا لینے دوڑی اسیوقت رام دین نے کنوئیں کے اندر سے پکارا، "پانی نکل آیا" سب لوگ دوڑکر کنوئیں میں جھانکنے لگے رکمن اور راگھو بھی دوڑ گئے۔

کنوئیں کا پہلا پانی بیلے میں ہی دیا گیا۔

کنواں تیار ہو گیا۔ دونوں دوستوں نے اینٹیں لاکر اسے کچھ دور تک پکا بھی کر لیا۔ کنوئیں کا پانی بھی بہت میٹھا تھا۔ راگھو اور رکمن دونوں اپنے بیلے کو روز سینچتے جانوروں سے بچانے کیلئے اسکو چاروں طرف کانٹوں سے گھیر دیا گیا۔ اسطرح حفاظت میں رہکر بیلا بڑھنے لگا۔

پھولنے کے دن آئے۔ چھوٹی چھوٹی دو ایک کلیاں کھلائی دیں۔ راگھو اور رکمن کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ دن بھر میں وہ کئی بار بیلے کو دیکھنے جاتے۔ بیلے کو خوب پانی دیا جاتا، اور اسکے تھالے کو روز صاف کیا جاتا۔

اس دن رکمن کی نیند جلدی کھل گئی۔ بستر سے اٹھکر وہ فوراً بیلے کو دیکھنے کیلئے دوڑ گئی۔ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا سفید پھول آہستہ چلنے والی ہوا میں ہل رہا ہے۔ رکمن لمحہ بھر محبت کے ساتھ اسکو دیکھتی اور سوچتی رہی راگھو اس پھول کو دیکھکر کتنا خوش ہوگا، سب کو وہ یہ پھول دکھائینگے۔

لمحہ بھر سوچنے کے بعد رکمن نے پھول توڑ لیا، اور رگھو کیطرف دوڑ چلی۔ راگھو ابھی سو کر اٹھا ہی تھا۔ دروازے پر پہونچتے ہی رکمن نے پکارا۔ "راگھو یہ دیکھو بیلے کا پھول۔"

راگھو باہر آیا۔ رکمن کے ہاتھ میں پھول دیکھکر وہ غصہ میں لال ہو گیا۔ اور اسی وقت جب رکمن نے اسکی طرف پھول بڑھایا کہ فوراً" رکمن کے گال پر چٹ سے ایک تمانچہ پڑ گیا۔ رکمن کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا اسکا سارا جسم سُن پڑ گیا ہو۔ پھیلی ہوئی آنکھوں سے وہ اس کی طرف لمحہ بھر دیکھتی رہی۔ پھر زور سے چیخ مارکر رو پڑی۔ اسکی ماں نے جب یہ سُنا تو وہ باہر نکل آئی دیکھتے ہی اسکو سارے حالات کا علم ہو گیا۔ رکمن کا ہاتھ پکڑ کر اسنے اسکو اپنی طرف کھینچ لیا اور راگھو کو ڈانٹ کر کہا۔ "بہت شیطان ہوا جا رہا ہے تیرے بھی ایسے اگر کوئی مار دے تو؟"

سنتے ہی راگھو پھپھک پھپھک کر رونے لگا۔ پھول کے ٹوٹ جانے کا اسکو پہلے ہی کیا کم رنج تھا اوپر سے چچی نے اسکو اس بری طرح سے ڈانٹ دیا۔ رکمن کا جرم اس کو اسقدر بڑا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اسکو معاف ہی نہ کر سکتا تھا۔ اندر جاکر چارپائی پر لیٹ کر وہ خوب رویا۔

اس واقعہ کیوجہ سے دونوں گھروں میں رنجش ہو گئی۔ جو ابھی تک ایک دوسرے کے دلی دوست تھے اب ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ دشمنی یہانتک بڑھی

کہ دونوں گھروالے ایک دوسرے کا منہ تک نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بنجر زمین کے بٹوارے کے متعلق دونوں میں مقدمہ چلے، اور آخرکار دونوں خاندان اسقدر غریب ہوگئے کہ اس بنجر کو جوت کر بونے کی نوبت ہی نہ آئی۔

سال گذرا۔ دوسرا جیٹھ آگیا، انھیں دنوں گرد پرساد کی عورت بیمار پڑگئی اور دوسرے ہی دن جھٹ پٹ اسکی موت ہوگئی سارے گاؤں میں ہیضہ آگ کیطرح پھیل گیا۔ قبرستان میں ایک کے بعد ایک لاشیں پہونچنے لگیں رام دین کی عورت اور لڑکا بھی خدا کے پیارے ہوئے۔ اور ایک دن جب اس نے سُنا کہ گرد پرساد بھی بیمار پڑگیا ہے تو جیسے وہ بے قابو ہوگیا۔

برسوں کی پرانی دوستی پر دشمنی کا جو پردہ پڑگیا تھا اسے مصیبت نے جیسے چیتھڑے چیتھڑے کرکے دور پھینک دیا ہو۔ رامدین کو اپنے خاندان کے تباہ ہوجانے کا اتنا افسوس نہیں ہوا تھا۔ خدا کی اس خفگی کو اسنے برداشت کرلیا تھا لیکن آج جب اسنے سُنا کہ تقدیر گرد پرساد کو بھی اس سے چھیننے کو تیار ہے تو وہ جیسے پاگل ہوگیا۔ زمانۂ ماضی کی دشمنی محبت کی گود میں لوریاں لے اٹھی۔ دوڑا ہوا وہ گرد پرساد کے گھر پہنچا۔

رامدین کو دیکھتے ہی گرد پرساد کے کالے ہونٹوں پر صبر کی ایک لکیر کھنچ گئی۔ درد کو دباکر اُسنے کہا۔ رامدین بھیا۔ جو میں نے کیا اسی کا پھل بھوگ رہا ہوں۔ ایک فکر باقی تھی کہ رکمن کو کسپر چھوڑ جاؤں پر اب وہ بھی جاتی رہی۔ اب خوشی خوشی مر سکوں گا۔

رامدین کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔

بڑی کوششوں کے باوجود بھی گرد پرساد کو وہ نہ بچاسکا، اور زندگی میں پہلی بار وہ جی بھرکر رویا۔

اسکے دوسرے ہی دن رام دین رکمن کو لیکر نہ معلوم کہاں چلا گیا۔

معلوم نہیں اس بنجر کے بیلے کی یاد اسکو کبھی آتی ہے یا نہیں۔

اگست کی ترکاریاں

اب آپکا باغیچہ برساتی ترکاریوں سے لہلہا رہا ہوگا۔ اگست کے مہینے میں سب سے زیادہ پانی گرتا ہے۔ اور اسکے لئے آپکو جلد ہی اپنے باغیچہ میں سے پانی نکالنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ باغیچہ میں کہیں بھی پانی نہ رہنے دیں۔ سہارے سے اوپر چڑھنے والے پودوں کیلئے ٹیک لگا دیجئے۔ اگر ضرورت ہو تو سہارا لگانے کے موجودہ انتظامات میں کچھ اصلاح بھی کیجئے۔

جتنی بھی زیادہ نرائی کی جاسکے اتنا ہی اچھا ہے۔ ایک ہی جگہ پر پودوں کی بھرمار نہ ہونے دیجئے۔ نازک پودوں کو خواہ انمیں پھول یا کلیاں بھی آگئی ہوں۔ بہت ہی نزدیک اگنے والے پودوں کے بیچ سے نکال لیجئے۔ برسات کی آخری ترکاریاں جیسے بھنڈیاں، کھیرا، ولائتی کمہڑا اور میٹھا اب بو دیجئے۔ اس مہینے کے شروع میں مونگ پھلی بھی بوئی جاسکتی ہے۔

شروع جاڑے کی ترکاریاں ۔ بیگن، مرچ، ٹماٹر شلجم اور پہلی فصل کی گوبھی کے پودوں کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ پر لگانے کا کام ختم کر دیجئے۔

آخیر جاڑے کی ترکاریاں ۔ گوبھی، بند گوبھی، گانٹھ گوبھی اور ہاتھی چک کی مختلف اقسام جو غیر ممالک سے منگائے گئے اور آب ہوا کے مطابق بنائے گئے بیجوں کو آخیر جاڑے کی فصل کیلئے بنائے گئے پودے گھروں میں بو دیجئے۔ مہینے کے آخر میں مولی بھی بوئی جاسکتی۔

پودوں میں لگنے والے کیڑے ۔ کھیرے کے پتوں اور پھولوں کو گبریلے خاص کر کھا جاتے ہیں۔ انھیں ہاتھ سے پکڑ کر ختم کرتے رہنے سے کھیرے کے پودوں کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ گیلی پتیوں پر جب آسمان صاف ہو، تو راکھ چھڑک دیجئے۔

پھول ۔ آم، امرود، نیبو، جامن اور کٹھل کے بیج بو دیجئے۔ مہینے کے آخیر میں آم، امرود اور نیبو ذات کے پودوں میں قلمیں لگائی جاسکتی ہیں۔ منقسم کرکے کیلوں اور انناس کے درختوں کو بڑھانے کا کام بھی کیا جانا چاہیئے۔

دُنیا کے اہم واقعات

ازرائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصرا

ادھر جاپان نے بھی ہار مان کر ہتھیار ڈال دے ہیں۔ اور اتحادیوں کی طرف سے امریکن جنرل میک آرتھر وہاں کا انتظام کر رہے ہیں جاپان کے میکاڈو (شہنشاہ) کے اختیارات تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ لیکن انکے حکم جنرل کے ماتحت رہینگے۔ جاپان کے نئے وزیر اعظم کونی کو مقرر کیا ہے۔ جو پوٹسڈم کے حکم کے مطابق وہاں خود سپردگی کا انتظام کر رہے ہیں۔ ابھی تک جاپانیوں کی طرف سے کوئی دھوکے بازی کی بات نہیں ہوئی ہے۔ روس اور چین میں بھی صلح نامہ ہو گیا ہے۔ جسکے مطابق منگولیا آزاد کر دیا گیا ہے اور منچوریا چین کو مل گیا ہے۔ کوریا بھی آزاد ہو گیا کیورائل کے جزیرے اور سارا سکھلن روس کے اختیار میں آگیا ہے۔ چین۔ روس صلح نامہ کی یہ بھی ایک شرط ہے۔ کہ مستقبل میں اگر کوئی طاقت اور دونوں سے جنگ کرے تو دونوں ملکر اس سے جنگ کریں۔ یہ صلح ۳۰ سالوں کیلئے ہے۔ چین میں کمیونسٹ جو اصل حکومت سے

وسطی برما میں جاپانیوں کی تلاشں میں ہوائی فوج کی ایک ٹکڑی

لڑنے کو تیار تھے ان سے بھی چین کے صدر چیانگ کائی شیک سے صلح ہو رہی ہے۔ امریکہ بحر پیسفک میں کئی بحری فوج کے متعلق اڈے قائم کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ جاپان میں اشیاء خورد کی کمی کا امکان ہے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے۔ امریکہ اتحادیوں کو ادھار پٹے کے سلسلہ میں جو ہر ماہ بہت سامان دیا کرتا تھا اس کا دینا جنگ کے خاتمہ کیوجہ سے بند ہو گیا ہے۔ اس پر برطانیہ کو سخت پریشانی ہے۔ مگر اس کے

سماترا کے نزدیک برطانوی بحری بیڑا

متعلق اب امریکہ سے معاملات طے ہو رہے ہیں۔ امریکہ کے صدر ٹرومین معتدل خیال کے انسان ہیں مگر امریکن کانگریس کی نظر کچھ ٹیڑھی ہے۔ اسی سلسلہ میں امریکہ برطانیہ سے تجارت کے متعلق سوالات اور آسٹریلیا اور ہندوستان کی جو بڑی رقمیں برطانیہ میں جمع ہیں ان کے معاملات کو بھی طے کرنا چاہتی ہے۔

ساری حکومتوں کے نمائندے انگلینڈ میں جمع ہیں۔ چیکوسلاویہ کے بھی کئی جھگڑے ہیں اور اسپین کے بھی۔ ٹینجر کا معاملہ قریب طے ہو چکا ہے۔ اسپین کے خلاف وہاں کی ریپبلکن پارٹی کوشش کر رہی ہے۔ اتحادی طاقتیں بھی

یہ تصویر اسوقت لیگئی تھی جب مسٹر چرچل نے جرمنی کے فتح ہونے کے بعد وہاں کا دورہ کیا تھا۔ تصویر میں مسٹر چرچل برطانوی فوجیوں کو نشانِ فتح دکھا رہے ہیں۔

اسپین کے موجودہ حکمران جنرل فرانکو
کے خلاف ہیں۔ اسپین کا رویہ پہلے
ہی سے عجیب رہا ہے۔ لڑائی کے
زمانے میں اسپین بالکل الگ رہا
اور اس نے جنگ میں جرمنی اٹلی
اور جاپان کا ساتھ نہیں دیا پھر بھی
اسکی ہمدردی فاسسٹ طاقتوں
کے ساتھ تھی۔ وہاں کے حکمراں جنرل
فرانکو بھی فاسسٹوں کے طرفدار
رہے ہیں اور بند ہی بند وہ جرمنی
اور اٹلی کی مدد کرتے رہے ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ وہاں کی عام رعایا
جنرل فرانکو کے خلاف ہے

ایک روسی افسر برطانوی فوجیوں کو ہٹلر کے چانسرلی کے باغ کا ایک حصہ دکھا رہا ہے۔ جہاں کہا جاتا ہے کہ ہٹلر اور اسکی بیوی ایوان براں کی لاشیں جلائی گئیں تھیں۔

جنرل فرانکو رعایا کی اس مخالفت کو
ابھرتے نہیں دینا چاہتے
انکی جانب سے اس مخالفت
کو دبانے کی پوری کوشش
کی جا رہی ہے۔ دیکھیں آگے
کیا کیا ہوتا ہے اور کون کون
سے واقعات رونما ہوتے ہیں۔
درہ دانیال، فارس اور اٹلین
نوآبادیات کے مسائل بھی پیچیدہ
ہیں۔ ذراتی بم کا حال ابتک
صرف امریکہ اور برطانیہ کو معلوم
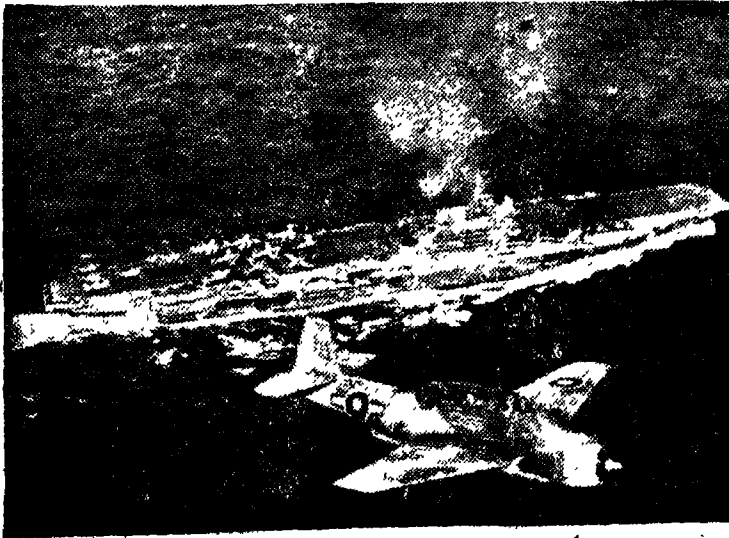
بحر پیسفک برطانوی بحری بیڑہ سکی سمیہ پر حملہ کرنے کے بعد لوٹتا ہے۔

تھا - مگر اب معلوم ہوا ہے کہ شائد روس بھی واقف ہے - برما، سنگاپور، ہانگ کانگ وغیرہ پر برطانیہ کا قبضہ ہوگیا ہے - مسلم لیگ کیوجہ سے شملہ کانفرنس ٹوٹ گئی وہ تو اب آئی گئی ہوئی - لیکن برطانیہ کی لیبر حکومت ہندوستان کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے کردینا چاہتی ہے - اسوجہ سے وائسرائے صاحب لندن تشریف لے گئے ہیں - ہندوستان کی اسمبلیوں کے انتخاب ہوکر معاملہ آگے بڑھے گا - شاید دستوری اسمبلی بھی قائم ہو - فلسطین
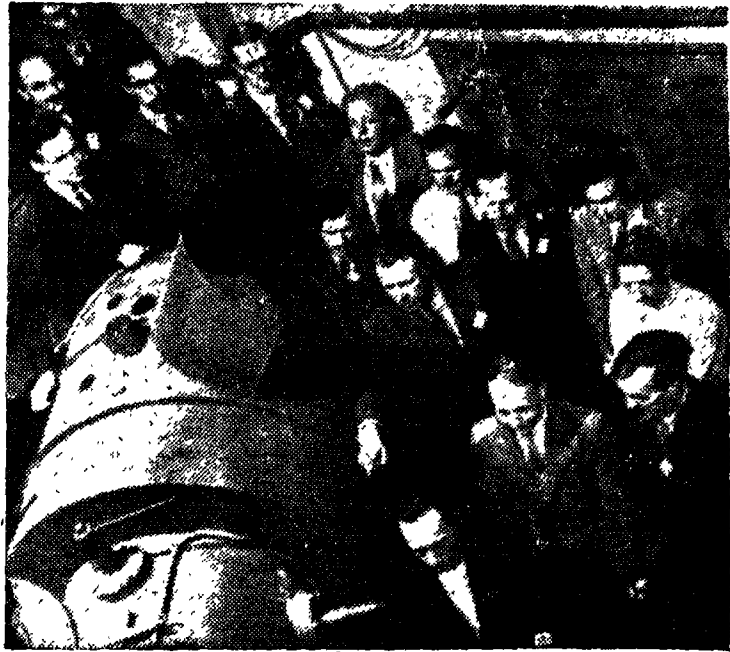
آٹیم بام کی کھوج کیلئے ۱۹۴۳ء میں برطانوی سائنسدانوں کی ایک جماعت امریکن سائنسدانوں کے ساتھ تجربے کررہی تھی - تصویر کے بیچ میں ڈاکٹر ارنسٹ او - لارنس دکھلائی پڑرہے ہیں - بائیں طرف ایکدم آخیر میں ڈاکٹر ایچ - ڈبلو - اس - میسو ہیں -
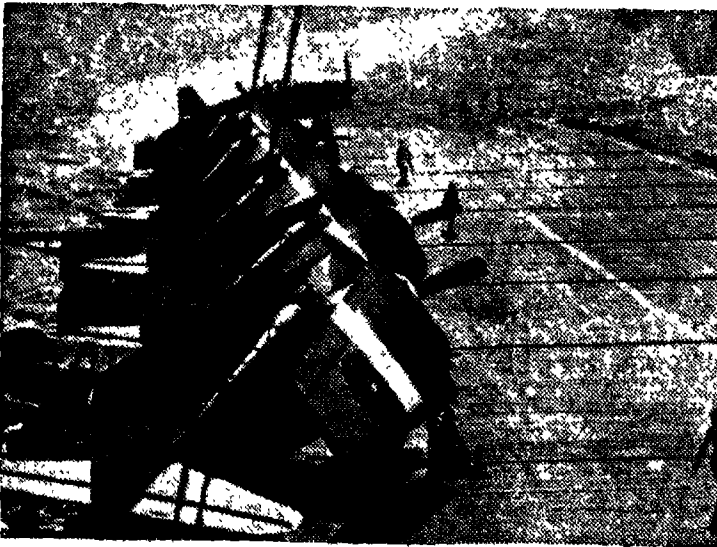
میں بھی یہودیوں اور عربوں کا جھگڑا چل رہا ہے - جس میں امریکہ یہودیوں کی حمائت کرتا نظر آتا ہے - اس مسئلہ کا حل مشکل ہے فرانس کے صدر امریکہ گئے تھے - انکی کوشش یہ ہے فرانس کا امریکہ سے گہرے تعلقات قائم ہوجائیں - ابھی اگرچہ مول بھاؤ ہی معلوم پڑتا ہے - لیکن بظاہر دنیا کے حالات امید افزا دکھائی پڑتے ہیں -

برطانوی ہوائی جہاز جاپانی ہوائی اڈوں کی جانب جانے کو تیار ہیں -

ملی جلی کھیتی

(از جناب بجیا ناتھ پرساد سنگھ)

ہندوستان میں نئے طریقوں اور سائنٹفک ذرائع سے کھیتی نہ ہو سکنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے کسان غریب ہیں لہذا وہ کھیتی کیلئے ترقی شدہ اوزار نہیں خرید سکتے۔ اسلئے ضرورت ہے اس بات کی کہ لوگ ملی جلی کھیتی کریں۔ اس مضمون میں ملی جلی کھیتی کے سلسلہ میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ملی جلی کھیتی، جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے ملکر کھیتی کرنے کو کہتے ہیں۔ ہندوستان میں کھیتی کا جو چلن ہے اسکو شخصی کہہ سکتے ہیں۔ ملی جلی نہیں۔

ہندوستان میں ملی جلی کھیتی کا پرچار نہ ہو سکنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہاں کا نظام زندگی خاصکر شخصی رہا ہے۔ شخصیت پرستی یہاں ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے اور اسکے اغراض پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے یہاں کے لوگ تیار پائے گئے ہیں۔ سماج نے خود اپنی فطرت سمجھنے کی کبھی کوشش بھی نہ کی۔ کسی خاص شخص کے اقوال کو ہی اس نے اپنے نئے حقیقت تصور کر لیا اور اسکے ذریعہ تعمیر شدہ دستور پر چلنا اپنا فریضہ سمجھ لیا۔ زراعت پر بھی اسکا اثر پڑا اور اسطرح ملی جلی کھیتی کا بیج یہاں بویا نہ جا سکا۔

شخصی طریقہ نے اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ الاپنا سکھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کھیتی کا مسئلہ مشکل ہو گیا۔ ہندوستان جیسے زرعی ملک میں بھی زراعت کا دھندا پنپ نہ سکا۔ غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ آج صدیوں کے بعد دنیا کی سب چیزوں کو پیدا کرنے میں سب سے زیادہ زرخیز زمین کو حاصل کرنے کے باوجود بھی یہاں کے کسان دوسروں کو پیدا کرنے میں سب سے زیادہ زرخیز زمین کو حاصل کرنے کے باوجود بھی یہاں کے کسان دوسروں سے بہت پچھڑے اور بگڑے والے بنے ہوئے ہیں۔ ہندوستانی تمدن کی بنیاد زراعت ہے اسکے برباد ہونے کیوجہ سے یہاں کا تمدن بھی تاریکی میں پڑ گیا ہے۔

زراعت کے ترقی نہ کر سکنے کی ایک خاص وجہ ملی جلی کھیتی کے فائدوں کو نہ سمجھ سکنا بھی ہے۔ ہندوستان کے کھیتوں کا بٹوارا کیا بلکہ ایک عجیب کھچڑی ہے۔ یہاں ہر خاندان کا (جس میں زیادہ تر پانچ چھ لوگ ہی شامل ہیں) اپنا الگ کھیت ہے۔ وہ بھی ایک چک کے اندر نہیں ہے۔ اگر اس خاندان کے پاس پانچ بیگھے زمین ہے تو وہ چھ سات ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اگر اسکا ایک ٹکڑا یہاں ہے تو دوسرا یہاں سے کافی دور پر۔ اسطرح سارے ہی ٹکڑے ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اب ذرا اس خاندان کی حالت پر بھی غور کیجیے۔ ایک خاندان کے سارے لوگ کام کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ اس میں عورتیں بچے اور بوڑھے کام کرنے کے لائق نہیں سمجھے جاتے۔ ایک خاندان میں کہیں دو اور کہیں چار ہی کام کرنے والے نکلتے ہیں ان میں بھی اگر کوئی مریض بن جائے یا ہاتھ پیر ٹھیک نہ ہوں تو وہ بھی بیکار ہو جاتا ہے۔

اسطرح ایک خاندان میں ایک ہی دو آدمی کام کرنے والے پائے جاتے ہیں۔ انھیں پر سارے خاندان کی پرورش منحصر ہوتی ہے۔ انکے پاس تلاش معاش دوسرے آسان ذرائع نہ ہونے کیوجہ سے انکو زراعت پر ہی پوری طرح

منحصر رہنا پڑتا ہے۔ وہ اپنی قابلیت کے مطابق اپنے کھیتوں کی حفاظت کرنے اور پیداوار بڑھانے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن انکو پوری کامیابی نہیں ہو پاتی۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ انھیں صرف اپنی کھیتی باڑی کی دیکھ بھال کرنے کا ہی کام نہیں رہتا۔ بلکہ اسکے علاوہ اور بھی کام رہتے ہیں۔ مویشیوں کو پالنا، گھر کا سودا وغیرہ لانا اور بیماروں کی دیکھ بھال بھی انھیں کے ذمہ رہتی ہے۔ اسطرح انھیں اپنی طاقت کا بھی بٹوارا کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ اپنی ساری طاقت کو صرف کھیتی باڑی کے کام میں ہی لگاتے تو بھی اس سے مناسب فائدہ نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے کھیت ایک جگہ نہیں ہیں۔ اگر انکی ساری زمین ایک چک کے اندر ہوتی تو نسبتاً زیادہ فائدہ حاصل ہوتا۔ کھیتوں کے ٹکڑے ہونے کیوجہ سے وہ انکی دیکھ بھال نہیں کر پاتے۔ انھیں اپنے کھیتوں کی نگرانی کرنے کیلئے ایک ہی وقت میں آٹھ جگہ جانا پڑتا ہے (اور وہ ہیں محض دو شخص) اگر وہ اپنے ایک ٹکڑے کی فصل کی حفاظت کرتے ہیں تو دوسرے ٹکڑے کی فصل کے چر جانے۔ کٹ جانے کا ڈر بنا رہتا ہے۔ وہ ایکبار اپنے ایک ہی کھیت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ باقی کھیت انکے یوں ہی پڑے رہ جائینگے۔ اس کشمکش و نتیجہ میں بیچارے کسان اپنے ایک کھیت کی ٹھیک سے حفاظت نہیں کر پاتے۔ اگر وہ اہل ہوتے تو ملازم رکھکر اپنے کھیتوں کی حفاظت کر سکتے تھے۔ لیکن اس شخص کیلئے جسکو اپنا پیٹ بھرنا بھی دشوار ہے۔ نوکر رکھنے کی بات کرنا گویا اسکا مذاق اڑانا ہے۔

بیچارے کسانوں کا اگر اپنے کھیتوں کی محض حفاظت سے کام چل جاتا تو وہ کسی طرح اپنے اوپر مصیبتیں جھیلکر ہر جانا مسئلہ کو اسکو بہت حد تک حل کر لیتے۔ لیکن یہاں تو اس سے بھی بڑھکر دوسرا سوال ہے۔ پیداوار کا۔ انھیں اپنی فصل کیلئے اندر بھگوان کی دوہائی دینی ہے۔ اگر کسی سال وقت پر پانی گرا تب تو غنیمت ہے۔ لیکن اگر کال پڑا تو بے موت مرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ اس بے بسی نے اسکے دل کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اگر کوئی کسان بٹائی کی بات نکالتا بھی ہے تو وہ اس کام کو کامیابی کیساتھ کر نہیں پاتا۔ کیونکہ اسکے کھیت اسطرح منقسم ہیں کہ ایک کنوئیں سے سب کا کام نہیں چل سکتا۔ ہر کھیت کے لئے الگ الگ کنواں چاہیئے۔ بٹائی کے قابل ایک کنوئیں کی کھدائی کیلئے ۲۵۰ روپیہ سے کم کیا چاہیئے۔ لہٰذا آٹھ کھیتوں کیلئے ۲۰۰۰ دو ہزار روپیے چاہیئے۔ تب کہیں وہ سینچائی کا کام کر سکتا ہے۔ اور اسکی بے بسی دور ہو سکتی ہے۔ مگر بیچارے کسان جو نیم عریاں ہیں جنکے بچے بغیر علاج کے بے وقت مرتے ہیں۔ جن کی عورتیں نمک لکڑی جوڑنے میں حیران رہتی ہیں۔ بھلا کسطرح دو ہزار روپیے کا خرچ برداشت کر سکتے ہیں۔ کنوئیں کے علاوہ بٹائی کیلئے بھی انکو دو چار نوکر رکھنے ہی پڑینگے، جنکا خرچ انکو اٹھانا پڑیگا۔ دو چار بیل بھی ضرور رکھنے ہونگے۔ انکا بھی خرچ اٹھانا پڑیگا۔ نتیجہ وہی ہوتا ہے جو ہونا چاہیئے۔ وہ ساری زندگی ناکامیوں اور مشکلات سے مرتے رہتے ہیں اور دنیا میں کسان لفظ کو داغدار بناکر سماج پر بھی کٹھن چھوڑ کر راہی عدم ہوتے ہیں۔

اگر انکے کھیت ایک چک میں ہو جائیں اور وہ ملکر کھیتی کرنے لگیں تو انکی مندرجۂ بالا مشکلات آہستہ آہستہ ہلکی پڑنے لگیں گی اور انکی زندگی نسبتاً آرام سے گذرے۔ مگر چونکہ کھیتی کا انتظام الگ الگ ہے اسلئے کھیتوں کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ ایک ساتھ مل کر کھیتی کرنے سے اسکی نوبت ہی نہ رہیگی۔ اس سے کھیتی کرنا اور کھیتوں کی نگرانی کرنا آسان ہو جائیگا۔ اگر کھیتی کرنے والے پانچ خاندانوں کے پاس آٹھ آٹھ بیگھ زمین ہو تو چالیس بیگھہ کی ایک چک نکل آئیگی۔

نل

دس بارہ آدمی کام کرنے والے بھی ان خاندانوں کے ہونگے وہ آسانی سے ایک چک کے اندر کی کھیتی کے کام کو سنبھال لینگے۔ ساتھ ہی ساتھ انھیں اپنے گھر کا بھی بہت کچھ کام سنبھالنے کا موقع مل جائیگا۔ انھیں محنت کرکے چار کنوئیں کھد والینے پڑینگے۔ اگر انکے پاس روپئے نہ بھی ہونگے تو ایسی حالت میں قرض لیکر بھی اس کام کو وہ بآسانی کر سکتے ہیں۔ پھر جیسے جیسے آمدنی ہوگی وہ ادا کرتے رہینگے۔ انھیں اسکے لئے چار جوڑے بیل رکھنے پڑینگے جنکو وہ مل جل کر آسانی سے کھلا پلا سکیں گے۔ انھیں کے ذریعہ کھیتوں کی جوتائی اور سینچنے کا کام میں انجام دینگے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی وجہ سے میڑ کی جو زمین برباد ہو جاتی تھی وہ بھی نہ جا سکیں گی۔ فصل کے کٹنے اور چر جانے کا بھی ڈر نہ رہیگا۔ کیونکہ ایک دو آدمی اسکی نگرانی کرتے رہینگے۔ وہ کھیتی کے نئے اوزار دں سے بھی کام لے سکتے ہیں اور کھاد وغیرہ دیکر اپنے کھیتوں کی پیداوار پہلے سے زیادہ بڑھا سکتے ہیں۔ کھانے پینے کے بعد جو پیداوار بچیگی اسکو فروخت کرکے وہ آسانی سے اپنا دوسرا خرچ چلا سکتے ہیں۔ شخصی طور پر کھیتی کرنے میں جو کھدرا اناج فروخت کرنا پڑتا ہے اور جسکی کم قیمت ملتی ہے اور کبھی کبھی تو اسکا خریدار بھی ندارد رہتا ہے۔ وہی تھوک میں ہونے سے اچھا دام ملیگا اور خریدار بھی کافی آئینگے۔ علاوہ اسکے بازار کی در ہر جگہ ایک ہو جائیگی اور اسطرح دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ مل جل کھیتی سے کاہلی بڑھ جائیگی ایک دوسرے کے بھروسہ سے کام کو چھوڑ دیا جائیگا اور پٹی داری کا کافی بول بالا ہو جائیگا۔ جس سے نقصان ہوگا۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ مل جلی کھیتی کاہلی کو دور کریگی ایک دوسرے کو کام کرتے دیکھکر جوش بڑھیگا۔ اور سب سے بڑھکر جب کسان اور انکے بال بچے آرام سے رہنے لگیں گے تو وہ اور بھی ڈٹ کر اپنے کاموں کو سنبھالینگے۔ جس دھندے کی وجہ سے ایک کسان کیچڑ سے نکلکر ترقی کے راستہ پر آگیا ہے اسکو چھوڑنا اور اس میں کاہلی دکھانا اس سے نہ ہوسکے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسکے پاس ایک کے بعد دوسرے کام اس سلسلہ میں آتے جائینگے جس سے اسکو سوا انکو سنبھالنے کے دوسری طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہ ملیگی۔ مختصر یہ کہ انکے کاموں میں اضافہ ہو جائیگا۔ انکو کام میں دلچسپی آنے لگیں گی۔ اور بعد کو وہ اسکے اسقدر عادی ہو جائینگے کہ اسکے بغیر اسکی زندگی بار معلوم ہونے لگیں گی۔

یورپ اور امریکہ کے ممالک میں بڑی تہذیب و شائستگی کیساتھ مل جلی کھیتی کا تجربہ کیا جاتا ہے۔ وہاں اسکی بہت سی تجربہ گاہیں کھل گئیں ہیں۔ جو موقع موقع پر اسکی نمائش کرکے اور مفید اشتہار تقسیم کرکے اس دھندے کو اہمیت دیتی رہتی ہیں۔ وہاں اسکا فائدہ ایک طرح سے ثابت ہو چکا ہے اور وہاں کے کسان کافی تعداد میں اسکی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہندوستان کے کسانوں کے وہ اس معاملے میں رہنما ہو سکتے ہیں۔

امید ہے کہ ہمارے کسانوں کی توجہ اس طرف منعکس ہوگی اور اس اسکیم سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔

پھلوں کی ٹکنے والی چیزیں

(ازجناب دوارکا بائی دیو)

بیر

بڑے بڑے اچھے اور بغیر داغ کے بیر لے لیجئے۔ اسکے بعد لکڑی کی باریک سینک سے بیروں میں خوب سوراخیں کر دیجئے۔ بیروں کو مل مل کر کپڑے میں رکھئے اور ان کو ابلتے پانی میں پانچ منٹ تک ڈالے رہیئے۔ تین پیالہ پانی اور ایک پیالہ شکر کے اوسط سے دونوں چیزوں کو لیکر ایکبار ابال دیجئے۔ (شکر کے گھول کی مقدار اتنی ہو کہ جس میں پھل ڈوب جائیں۔ شکر اور پانی کو ابلنے تک گرم کرتے جایئے اور مٹی کے برتن میں رکھے پھلوں (بیروں) پر اسکو گرم ہی گرم ڈال دیجئے۔ اس بات کا دھیان رکھیئے کہ پھل چاشنی میں اچھی طرح ڈوبے رہیں ۲۴ گھنٹے تک چاشنی اور بیروں کو اس میں رکھتے رہنے دیجئے۔ پھر چاشنی کو پھلوں سے نکال لیجئے۔ اور چاشنی بناتے وقت پانی میں جسقدر شکر ملائی گئی تھی اسکی ایک چوتھائی شکر (پاؤ پیالہ) چاشنی میں پھر ڈالکر گرم کر لیجئے۔ پھلوں (بیروں) پر اسے گرم گرم ہی ڈال دیجئے۔ اس کام کو ۲۴-۲۴ گھنٹے میں دہراتے رہنا چاہیئے (چاشنی کو نکالنا، پہلی مقدار کا ایک چوتھائی شکر چھوڑنا، چاشنی ابالنا، پھلوں پر چاشنی چھوڑ کر ۲۴ گھنٹے تک رکھنا) اس کام کو آٹھ سے دس دن تک (جب تک چاشنی بالکل شہد کی طرح نہ ہو جائے) دہراتے رہنا چاہیے۔ آخری بار پھلوں کو لگاتار تین دن تک چاشنی میں ڈال کر رکھنا چاہیے۔

اسکے بعد پھلوں کو نکالکر سایہ میں خشک کر لینا چاہیے۔ جب وہ اچھی طرح خشک ہو جائیں تب انھیں برتنوں میں بھر کر رکھ لینا چاہیے۔

ادرکھ

نرم ملائم ادرکھ لے لیجئے اور اسکو دھو کر خشک کر لیجئے۔ اسکے بعد اسکو برابر برابر کے ٹکڑے کر لیجئے ان ٹکڑوں کو دو چھٹانک کی مقدار میں "بھپا لیجئے" (بھاپ میں رکھنا چاہیے) اور پھر انھیں آگ پر سے اتار کر تول لینا چاہیئے۔ ایک سیر ادرکھ کے ٹکڑوں کیلئے ڈیڑھ سیر شکر اور پون سیر پانی کافی ہے۔ شکر پانی، اور سونٹھ کے ٹکڑوں کو ایک میں ملا کر کافی گرم ہونے تک ابالنا چاہیئے یہ حرارت ۱۰۱° سینٹیگریڈ تک ہونا چاہیئے۔ اسکے بعد اسکو آگ پر سے اتار کر ۴۸ گھنٹے تک نیچے رکھے رہنے دینا چاہیئے۔ اس مکسچر کو پھر ۱۰۳° سینٹیگریڈ کی حرارت تک ابالنا چاہیئے اور اسے اتار کر ۳ دن تک الگ رکھ لینا چاہیئے۔ اسکے بعد ٹکڑوں کو نکالکر سایہ میں اچھی طرح خشک کر ڈالنا چاہیئے۔

نوٹ۔ آنولہ، بیر، سونٹھ، سنترا اور نیبو کے چھلکے۔ آم کروندا وغیرہ پھلوں کو اسی ترکیب سے میٹھا بنا کر محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

دودھ کی ٹافی بنانے کی ترکیب

مندرجۂ ذیل چیزیں بتلائی ہوئی مقدار میں لے لینا چاہئے:-

شکر ... ... دو پیالے
شہد ... ... آدھ پیالہ
خالص دودھ ... ... تین پیالے
مکھن ... ... چائے والے چار چمچ

موٹی پینڈی کا برتن لیکر اس میں مکھن کو چھوڑ کر بقیہ ساری چیزیں ڈال دیجئے۔ اسکے بعد دھیمی آنچ پر گرم کیجئے۔ اور جب تک برتن گرم ہوتا رہے، تب تک چمچ سے اس میں ان چیزوں کو چلاتے رہنا چاہئے۔ ان چیزوں کا رنگ بدل کر بھورا ہوتا جائیگا۔ اسطرح جب یہ گھول شہد کی طرح گاڑھا ہو جائے۔ تب اس میں مکھن ملا دیجئے۔ اور گرم کرتے رہئے۔ گھول گاڑھا ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسکے تھوڑے سے حصہ کو پانی میں ڈالنے پر اسکی گولی بن جائیگی۔ ایک چوڑی تھالی لیکر اس میں گھی لگا دیجئے پھر اس میں اس گھول کو ڈال دیجئے۔ اسکو دو منٹ تک تھالی میں رہنے دیجئے اور آخر میں اسکی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں کاٹ لیجئے۔

نوٹ۔ اگر آپکے پاس تھرما میٹر ہو تو گھول میں مکھن ملانے کے بعد اسے ۱۱۶° سینٹی گریڈ کی حرارت تک گرم کیجئے۔ جب مکھن ملایئے تب ایک چمچ "کوکو" کی بھرکی بھی ملا دیجئے۔ جس میں "ٹافی" میں چاکلیٹ کا جیسا ذائقہ آجائیگا۔ تھالی میں ڈالتے وقت "بینیلا" کا عرق ڈال دیجئے اس سے ذائقہ بڑھتا جائیگا۔ گرم کرتے وقت کبھی کبھی شہد یا دودھ کے خراب ہوتے سے مکسچر خراب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے گھبرا کر آگے کے کاموں کو بند نہ کر دینا چاہئے۔ بلکہ آپکو آخیر تک تجربہ کی ترکیبوں کے مطابق کام کرتے رہنا چاہئے۔ بس "ٹافی" بن جائیگی۔

جوار سے بچوں اور کمزور لوگوں کیلئے مقوی خوراک اور شربت بنانے کی ترکیب

(یہ شربت چائے کی جگہ پر کام میں لایا جا سکتا ہے)

اچھی جوار لیکر اسے ایکدن رات پانی میں بھگو کر رکھنا چاہئے۔ اس میعاد میں کم سے کم چھ بار اسکا پانی بدلنا چاہئے۔ جوار کا ڈھیر بنا کر اسکو انکھوے آنے تک ڈھنک دینا چاہئے اور انکھوے کے پون انچ تک بڑھنے تک کبھی کبھی اس میں پانی چھینٹے رہنا چاہئے۔

جوار کو آٹھ گھنٹے تک خشک کرنا چاہئے۔ اور اسکے بعد دھوپ میں اچھی طرح خشک کیا جانا چاہئے۔ انکھوؤں کو پوری طرح نکالکر جوار کو اسکی رنگت بھوری ہونے تک۔ توے پر بھونتے رہنا چاہئے۔

پھر اس جوار کو چکی میں باریک پیس کر کپڑے سے چھان لینا چاہئے۔ یہ باریک پاؤڈر "جوار مالٹ" کہلاتا ہے۔ اسکی "کنجی" چھوٹے بچوں کو دی جا سکتی ہے "کھسکھسے" مالٹ بسکٹ بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ اس میں دودھ اور شکر ملاکر اسے شربت کے وقت استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تھوڑا سا نمک ملا دینے سے اسکا ذائقہ اور عمدہ ہو جاتا ہے۔

شربت بنانے کی ترکیب

گھریلو استعمال کے لئے ایک ہفتہ کام میں آنیکے لائق "جوار مالٹ" تیار کیا جانا چاہئے۔ ایک چمچ "جوار مالٹ" (آٹے) کو لیکر اور اسے تھوڑے سے گرم پانی میں ملاکر دو منٹ رہنے دینا چاہئے۔ اسکو دو پیالے ابلتے پانی میں ڈالکر لگاتار چلاتے رہنا چاہئے۔ اور دو منٹ تک ابلنے دینا چاہئے۔ پھر اسے کپڑے سے چھان کر اور شربت تیار کرنے کیلئے اس میں اپنی خواہش کے مطابق شکر دودھ یا نمک ملا لینا چاہئے۔

اچار بنانے کا نیا طریقہ

اچھی ککڑی، لال ہری مرچ، ہرے ٹماٹر، پھول گوبھی مولی اور پیاز وغیرہ لے لیجئے۔ پھر اسکو صاف پانی میں دھوکر انکا چھلکا نکال ڈالئے اور لمبے لمبے ٹکڑے کاٹ لیجئے۔ آٹھ پیالے پانی میں ایک پیالہ نمک کی مقدار سے نمک کا گھول تیار کر لیجئے۔ ان ٹکڑوں کو تین دن تک نمک کے گھول میں بھیگنے دیجئے (گھول اتنا ہونا چاہیئے جس میں ٹکڑے اچھی طرح بھیگ سکیں) تین دن کے بعد۔ ٹکڑوں کو گھول سے نکال لیجئے اور انکو صاف پانی سے تین چار بار دھو ڈالئے۔

مروجہ طریقے سے اچار رکھنے کیلئے جن گرم مصالحوں کی ضرورت پڑتی ہے انھیں لے لیجئے۔ پسے ہوئے مصالحہ میں "سرکا" ملا دیجئے۔

گرم مصالحہ والے سرکے میں ترکاری کے ٹکڑوں کو ڈال دیجئے اور انھیں اس میں اچھی طرح ملا دیجئے۔

صاف شیشیوں میں ٹکڑوں کو بھرکر رکھ دیجئے۔ اور ایک چوتھائی حصہ کو اور بھی "سرکے" سے بھر دیجئے۔

نوٹ:- کچھ لوگ "سرکے" کے استعمال کو پسند نہیں کرتے۔ اسلئے اسکی جگہ پر یہاں تیل کام میں لایا جا سکتا ہے۔ تین دن تک ترکاری کے ٹکڑوں کو نمک کے پانی میں ڈالے رکھنا چاہیئے۔
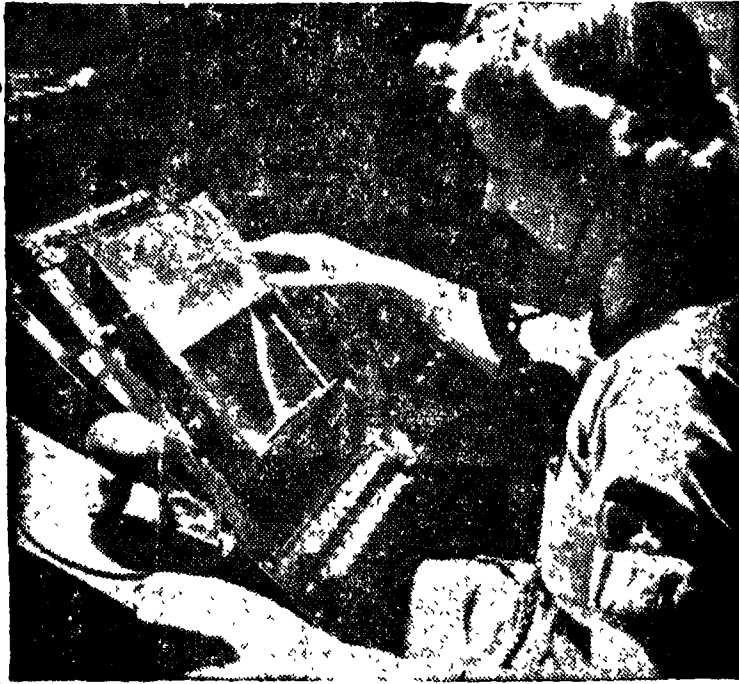
زمانہ جنگ میں برطانیہ کی بہت سی عورتوں نے گھر سے باہر نکل کر مردوں کے کام میں ہاتھ بٹایا۔ انھوں نے پیچیدہ سے پیچیدہ مشینوں پر کامیابی کیساتھ کام کیا۔ تصویر میں ایک انگریز عورت کے تھوڑے سے ٹیوب پر ایئر کرافٹ بنا رہی ہے۔

حیرت انگیز باتیں

(از کمل کمار)

تین کروڑ سالوں کا سفر - تمنے پڑھا ہوگا کہ زمین سے سورج بہت دور ہے - اگر دنیا کی سب سے تیز ریل گاڑی سے سورج تک سفر کیا جائے تو وہ ۱۷۵ سالوں میں سورج تک پہونچے گی - لیکن بشرطیکہ وہ مسلسل آسمان میں چلتی جائے، کہیں رکے نا۔

آسمان میں سورج کے سب سے نزدیک جو چھوٹا اور چمکیلا تارا ہے اسکا نام "ایلکا سینٹوری" ہے۔ اگر کسی تیز ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے، جو ایک گھنٹے میں ۴۰۰ میل جاتا ہو، تو سینٹوری تک پہونچنے میں تین کروڑ سال لگیں گے۔ اسی طرح ایک دوسرے نزدیک کے تارے پر کسی جادو کی گاڑی سے جانے کیلئے سالوں کا زمانہ چاہیئے۔ یہ تارا ۲۵۰ کھرب میل دور ہے۔ دراصل ہماری زمین اور سورج اور اسکے ساتھ چلنے والے ستاروں کے علاوہ بھی آسمان میں لا تعداد تارے ایسے ہیں جو بہت دور - بہت دور - ہیں۔

ہمالیہ پہاڑ پانی میں - تمہیں یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ ایک وقت سارا ہمالیہ پہاڑ پانی میں تھا اور اسکی سب سے اونچی چوٹی گوری شنکر کے اوپر سے سمندر کی لہریں آسمان چھونے کیلئے اٹھا کرتی تھیں - آج جس حالت میں زمین کے اوپر سمندر لہرا رہے ہیں کسی وقت وہ اس سے بھی بھیانک حالت میں تھے اور زمین کا بہت تھوڑا حصہ پانی سے باہر تھا۔ مگر آہستہ آہستہ زمین پانی سے باہر ہوتی گئی - ہمالیہ پہاڑ بھی جو بہت پہلے سمندر کے پانی میں ہوپل اور دوسری مچھلیوں کا ساتھی تھا - آہستہ آہستہ ہزاروں سالوں میں باہر نکل آیا حتی کہ آج وہ سمندر کی سطح سے ۲۹۰۴۲ فیٹ اونچا آسمان میں سورج اور چاند سے باتیں کر رہا ہے۔

ہمالیہ پہاڑ جن چیزوں اور عناصر کی چٹانوں سے بنا ہے انکی تحقیق کرنے پر ثابت ہوا کہ وہ چیزیں ہزاروں سالوں تک پانی میں ہی رہی ہیں - دوسری بات یہ ہے کہ ان چٹانوں میں سمندری جانداروں، پرانی مچھلیوں، گھونگھوں سیپوں وغیرہ کی ہڈیوں کا زیادہ حصہ ملا ہے - اور جوں جوں تحقیق ہوتی جا رہی ہے، معلوم ہوتا جا رہا ہے کہ سمندری نباتات کی علامتیں بھی ہمالیہ کی چٹانوں میں ڈھکی ہوئی ہیں۔

اتنا ہی نہیں - دنیا کے تقریباً سارے ہی پہاڑ پانی میں رہ چکے ہیں - بہت سالوں کے بعد ہی وہ آسمان دیکھ سکے ہیں - ایلپس، جو یورپ کا سب سے اونچا پہاڑ ہے کسی وقت پانی میں تھا - یوگوسلیہ ندیوں کے دہانے پر پہاڑوں سے بہہ کر آئی ہوئی کئی ایسی جونے سے بنی ہوئی چٹانیں ملی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہاڑوں کا زیادہ تر حصہ سمندری جانداروں اور چیزوں کے میل سے بنا ہے - سائنسداں اسبات کو دن پر دن ثابت کرنے میں لگے ہیں۔

کبھی پانی، کبھی زمین - سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انگلینڈ دن پر دن دھنستا جا رہا ہے - کہا نہیں جا سکتا کہ وہ آجکل جہاں ہے وہاں کبھی سمندر لہریں مارنے لگے - اسیطرح لوگوں کا خیال ہے کہ اٹلانٹک سمندر کبھی پیدل چلنے والے لائق زمین کی شکل میں تبدیل ہو جائیگا - پچھلے دنوں فرنیکٹو اور بٹائین نام کے آتشفشاں یکایک سمندر میں غائب ہو گئے۔ کتنے حصہ زمین سمندر میں دھنس گئے اور اسی درمیان میں کتنے ٹاپو اور زمین کے حصہ پانی سے باہر بھی آ گئے۔ جہاں آج نباتات کا ذخیرہ ہے اور انسان آباد ہو چکے ہیں - اسطرح اب تم سمجھ چکے ہو گے کہ قدرت دنیا میں کسطرح کھلواڑ کرتی ہے۔

ہندوستان میں مویشیوں کی نمائش

۴۴-۱۹۴۳ء کے سلسلہ میں شائع کل ہند نمائش مویشیان کمیٹی کی رپورٹ میں بتلایا گیا ہے کہ ہندوستان میں مویشیوں کی نمائش کا بہت پرچار ہو رہا ہے۔ اس سال مختلف صوبوں اور راجوں میں ۴۴ مویشیوں کی نمائشوں کا اہتمام کیا گیا۔ جبکہ اس سے قبل ہونے والی نمائشوں کی تعداد محض ۳۵ تھی۔ کمیٹی کے ذریعہ اسی سال میں ۱۹۹۶۵ روپیہ کی رقم انعام میں تقسیم کی گئی جبکہ اس سے پہلے سال صرف ۱۲۸۱۷ روپیہ اس مد میں خرچ کئے گئے تھے۔

۴۳-۱۹۴۲ء میں سوسائٹی کے ذریعہ ملک کے مختلف مویشیوں کو پالنے کی جگہوں میں چھوٹی چھوٹی نمائشیں کی گئیں۔ اور انکا سلسلہ جاری رکھنے کے نتیجہ میں نمائشیں دوسری بار ۴۴-۱۹۴۳ء میں پھر شروع کی گئیں۔ انکا تذکرہ موجودہ رپورٹ میں کیا گیا ہے۔

ان سالوں میں بھینسوں اور دوسرے مویشیوں کی ساری موجودہ نسلیں نمائشوں میں لائی گئیں۔ انکی تعداد ۵۸۷ تھی۔ اس سے پہلے سال میں ۳۵۶۶ طرح کی نسلیں مختلف نمائشوں میں لائی گئیں۔ جو جانور نمائشوں میں لائے گئے انکی قسم اور حالت بھی پہلے سے اچھی تھی۔ جن مویشیوں کو انعامات دئے گئے۔ انھیں فروخت کرنے سے خاص کر اچھی رقم حاصل ہوئی تقریباً ۳ لاکھ لوگوں نے ان نمائشوں کو دیکھا اور ایسی کئی لاکھ روپیوں کے مویشی خریدے اور بیچے گئے۔ زیادہ تر نمائشوں میں دودھ کے سلسلہ میں انتظام کیا گیا تاکہ دودھ کی پیداوار میں ترقی ہو۔

سوسائٹی نے ہندوستانی پولٹری کلب کو کھانے والے پرندوں کی نمائشوں کا اہتمام کرنے کے لئے ۵۰۰ روپئے کی امداد دی۔ اور اسطرح بہت سی نمائشیں مختلف مقامات پر منظم کی گئیں۔

اچھی قسم کا زیادہ پیدا ہونے والا چنا

حکومت ہند کے زراعت۔ بازار اہتمام محکمہ کے سلسلہ میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ جس میں ہندوستان میں چنے کی قسم سدھارنے اور فی صدی اسکی پیداوار بڑھانے کی سفارش کی گئی ہے۔

۱۹۳۹ء میں ختم ہونے والے ۱۰ سالوں میں ہندوستان میں چنے کی اوسط پیداوار فی ایکڑ ۵۰۳ پونڈ تھی۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ یہ پیداوار کم ہے، اور اسکو زیادہ پیدا ہونے والے چنے کو بو کر پورا کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کرنے میں چنے کی قسم بھی اچھی پیدا ہو جائیگی۔ ایسی اسکیم ہے کی حکومت کی زراعتی تحقیقی کمیٹی پونا اور پنجاب کے محکمۂ زراعت کے ذریعہ پیداوار اور اچھی قسم کا جو چنا پیدا کیا گیا ہے۔ کسانوں میں اسکا رواج دیا جائے اور کسان اپنے چنے کی جگہ پر اس نئے چنے کو بونا شروع کریں۔

آجکل تقریباً ایک کروڑ ۸۰ لاکھ ایکڑ زمین

میں چنے کی کاشت ہوتی ہے اور کل تقریباً ۴۴ لاکھ ٹن چنا
ہر سال پیدا ہوتا ہے۔ اس میں سے صوبۂ متحدہ برطانوی ہند
کی چنے کی کل پیداوار کے ۵۰ فیصدی سے زیادہ پیدا کرتا
ہے۔ پنجاب ۲۰۰۸ فی صدی اور بہار ۱۳.۲ فی صدی
پیدا کرتا ہے۔

رپورٹ میں سفارش کی گئی ہے کہ کسانوں کو
مناسب قیمت مل سکے۔ اس نقطہ نظر سے ضروری ہے کہ
چنے کی پیداوار کے حلقوں میں اسکی بازار اسکیم امداد
باہمی کی بنیاد پر کی جائے۔ بازار اسکیم کا خرچ بھی
باقاعدہ اور طے شدہ ہونا چاہیئے۔ اور اوسط حالات
کے دوبارہ آجانے پر چنے کی تجارت میں ذمہ دار ٹھیکہ
کے اہتمام کی کوشش ہونا چاہیئے۔

ایکسرے اور کپاس

کپاس کے متعلق کیئے گئے تجربات کے سلسلۂ
میں "اطلاعات عامہ" میں حسب ذیل اطلاع شائع
ہوئی ہے۔

ایکسرے سے پکائے گئے بنولے تجربات
کے ذریعہ اس طبقہ کے بغیر پکائے ہوئے بنولوں سے بہتر پائے
گئے۔ اسطرح انکی ایک قسم کی ترقی کی گئی ہے۔ پچھلے
دو سالوں میں کیئے گئے تجربات کے ذریعہ انکی
بہتری ثابت ہو چکی ہے۔ انکے ریشوں کی لمبائی تو
زیادہ ہوتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی انکی پیداوار بھی
زیادہ رہتی ہے۔

اندور کے انسٹیٹیوٹ آف پلانٹ انڈسٹری میں
کیے گئے تجربات سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ ایکسرے کے
ذریعہ پکائے ہوئے بنولوں میں اوٹائی کے بعد روئی
کا فی صدی حصہ بھی زیادہ نکلتا ہے۔ پکائے ہوئے
بنولوں میں سے ایسے بنولوں کو چھانٹنا بھی غیر ممکن ہے۔
ایک ہی قسم کے بنولوں سے کتنے ہی سالوں تک یکساں نتیجہ
برآمد ہوتے ہیں۔

پودوں کے کچھ بڑے ہونے پر منگاری کپاس کو
کیڑے سے بچانے کیلیئے ایک طریقہ نکالا گیا ہے۔ پودے
نکلنے پر کیڑا لگنا شروع ہو جاتا ہے اور اسکا زور ایک حد تک
زیادہ رہتا ہے۔ ادونی میں فصلوں کے تجربات کے ذریعہ
ظاہر ہوا ہے کہ بیج بیج میں کھیرا بو دینے سے کپاس کا نقصان
کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کیڑے کپاس کے پودوں کو چھوڑ کر
کھیرے کے پودوں میں لگ جاتے ہیں

ہمارے صوبے میں دیہات سدھار

اگست کا مہینہ کھیتی کے کاموں کے بڑھ جانے کی وجہ سے کسانوں کیلئے بہت مشغولیت کا مہینہ ہوتا ہے۔ اسلئے انھیں دیہات سدھار کے کاموں کے کرنے کا موقع کم رہتا ہے۔ پھر بھی گاؤں میں دیہات سدھار کے جو کام ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گاؤں والوں نے کام کی زیادتی کے باوجود بھی اس طرف کافی توجہ دیا۔

کھیتی کے لئے اچھی کھاد سب سے ضروری ہے۔ کھاد کی ترقی کیلئے اس مہینے میں ۶۴۵۶ کھاد کے گڑھے کھودے گئے۔ ۶۹۷۵ سوختے بنائے گئے۔ اچھی جوتائی کے لئے ۱۳۷۳ نئے قسم کے اوزار دیئے گئے۔ جانوروں کی نسل سدھارنے کیلئے ۵۵ سانڈ اور ۳۰۰ اچھی نسل کے جانور دیئے گئے۔ خراب نسل کے ۶۹۵ سانڈوں کو بدھیا کیا گیا۔ ۴۳۷۰ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا۔ پھل کے ۶۹۴۵۹ پودے روپے گئے۔ ۱۲۷۶ ایکڑ میں ایندھن کے درخت لگائے گئے۔

گاؤں کی صفائی اور عوام کی تندرستی کو سدھارنے کے لئے مختلف کام کئے گئے۔ گاؤں میں ۱۰۴۵ سوختے بنوائے گئے۔ مکانوں کیلئے ۲۱۷۹ روشن دان دیئے گئے۔ ۱۵۱ کنوؤں کی صفائی کی گئی۔ گاؤں سے گندا پانی باہر نکالنے کیلئے نالیاں بنائی گئیں جنکی کل لمبائی ۳۰۳ گز تھی ۹۴۳۲۲ سور باڑوں کو بستی سے باہر ہٹایا گیا۔ ۷۶۵۰ گھورے صاف کئے گئے۔ ۲۲۵۸ کھنڈر برابر کئے گئے۔ ۱۳۱۹ گڈھوں کو پاٹا گیا۔ ۵۱۵۹۳ بیماروں کو دوائیاں دی گئیں۔

گاؤں میں دیہات سدھار کا پرچار کرنے کیلئے ۴۹۷۰ سبھاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ ۲ نمائشیں کی گئیں۔ صوبے میں ۶ ناٹک کھیلے گئے۔ ۲۴۸ بھجن منڈلیاں شروع کی گئیں۔ تندرستی سدھارنے کے لئے ۸۳۷ اکھاڑے شروع کئے گئے۔ گاؤں میں سماجی کاموں میلوں وغیرہ میں والنٹیر کے کام کیلئے ۲۱۸ سیوادل بنائے گئے۔ ۶۱۰۳ گرام سیوکوں کو ٹریننگ دی گئی۔ کھیل اور صحت سدھارنے کی طرف گاؤں والوں کی توجہ منعطف کرنے کیلئے ۱۲۲ ٹورنامینٹ اور مقابلے کئے گئے۔

گاؤں میں پنچائت گھر اور ۱۷ نمونے کے مکان بنائے گئے۔ ۱۲ گھریلو دھندے شروع کئے گئے۔ ۱۰۴ آدمیوں کو گھریلو دھندوں کو تعلیم دی گئی۔

سوال جواب

سوال: مجھے لاکھ کے رنگ سے کھلونے رنگنے کا بڑا شوق ہے۔ کیا آپ ایسا رنگ بنانے کیلئے کوئی مستند ترکیب بتانے کی مہربانی کرینگے؟

جواب: کالا رنگ۔ ریزن (پیلی رال) ½ پونڈ، چپڑا لاکھ ۲ اونس، تارپین کا تیل ۴¾ اونس اور کانی کا جل۔

لاکھ کو پگھلا کر اس میں رال چھوڑیئے اور مکسچر کو یکساں بنا کر آگ سے دور اتار کر اس میں تارپین کا تیل دھیرے دھیرے ملائیے، اور پھر کاجل ملا کر گھوٹئے۔ گھوٹتے وقت مکسچر کو بھاپ پر رکھنے سے وہ گرم بنا رہتا ہے۔ اور گھوٹا بھی بخوبی جا سکتا ہے۔

نیلا رنگ۔ چپڑا لاکھ ۸ حصے، رال ۳½ حصے، کھڑیا مٹی ۲ حصے، تارپین کا تیل ۶ حصے، مگنیشیا ایک حصہ اور نیلا رنگ (برلن بلو) ۲½ حصے۔

سنہرا رنگ۔ پیلی رال ۸ اونس، لاکھ ۱۰ اونس، تارپین کا تیل ۵ اونس، مگنیشیا ۱ اونس اور سنہری برانج پاؤڈر ۳½ اونس،

لال رنگ۔ لاکھ ۱۲ حصہ، تارپین کا تیل ۸ حصہ، سنابار ۹ حصہ، اٹیل پائن ۲ حصہ اور مگنیشیا ۳ حصہ۔

ہرا رنگ۔ لاکھ ۸ حصے، رال ۴ حصے، تارپین کا تیل ۸ حصے، مگنیشیا ۱½ حصے، برلن بلو ۲½ حصے اور کروم پیلا ۲½ حصے۔

سارے رنگوں کی ترکیب اسی طرح کی ہوتی ہے۔ گھوٹنے پر مکسچر جب یکساں ہو جائے تب سانچے میں ڈھال کر لمبی اور چوکور کاڑیاں بنا لیجئے۔

سوال: مچھروں کی وجہ سے جو تکلیف پہونچتی ہے۔ وہ سبھی کو معلوم ہے۔ کیا آپ نے انسے بچنے کے کسی طریقے پر بھی کبھی توجہ دی ہے؟

جواب: مرکیوری سلفو سیانائٹ، لوبان، سنتروں کے ڈھیلوں کا سفوف، کافور، نیم کی لکڑی کا سفوف۔ ان سب کا ایک حصہ لیکر انمیں تھوڑا سا تھا ئمال ملا دیئے۔ اور پیس کر گھوٹئے۔ اگر ضرورت معلوم ہو تو تھوڑے سے گوند کے پانی کا استعمال بھی کیجیئے۔ آخر میں پنسلیں بنا کر انکو خشک کر لیجئے۔ انکے جلنے سے ہوا زہریلی ہو جائیگی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مچھر بھاگ جائینگے۔

مچھر چونکہ گندے پانی میں انڈے دیتے ہیں۔ اس لئے گندے پانی کے گڈھوں کو مٹی سے بھر دیجئے۔ یا مٹی کا تیل چھڑک کر انکی الیوں کو مار دیجئے۔ علاوہ اسکے سبزے کی خوشبو سے بھی مچھر بھاگ جاتے ہیں۔

سوال: کیا آپ یہ بتلانے کی مہربانی کرینگے کہ گاڑھا دودھ، پاؤڈر اور کیسن تیار کرنے کی کیا ترکیب ہے؟

جواب: دودھ کو بند برتنوں میں ہلکا ہلکا گرم کر لینا چاہیئے۔ جس سے اسکا پانی بھاپ کی شکل میں باہر نکل جائے۔ پہلے دودھ کی بالائی نکال لینا چاہیئے۔ نہیں تو دودھ کھٹا ہو جاتا ہے۔ ہلکا گرم کرنے سے دودھ کا ذائقہ خراب نہیں ہوتا۔ گرم کرنے کے بعد تک دودھ گاڑھا ہو جائے۔ تو اس میں دودھ سے دھلی شکر ملانا چاہیے۔ اور آخر میں یہ گاڑھا دودھ ہوا بند کارک لگا کر بیچنا چاہیئے۔

دودھ پاؤڈر۔ بالائی نکلا ہوا دودھ اوپر بتلائے ہوئے طریقے سے گاڑھا بنایا جاتا ہے۔ آخر میں اسقدر کم پانی دودھ پاؤڈر۔ بالائی نکلا ہوا دودھ اوپر بتلائے ہوئے طریقے سے گاڑھا بنایا جاتا ہے۔ آخر میں اسقدر کم پانی دودھ میں رہتا ہے کہ ٹھنڈا ہونے پر دودھ سخت ہو جاتا ہے۔ اسکو خشک کر کے باریک کر لیتے ہیں۔ اسطرح دودھ پاؤڈر بنا لیا جاتا ہے۔

کیسن —— بالائی نکلے ہوئے دودھ میں ہر امل (۱% ۹) اور سرکے کے تیزاب (6% Acetic acid.) کا گھول بوند بوند ملا کر کیسن کا سفید سا کا نیچے جمنے دیتے ہیں۔ اسے دو تین بار صاف پانی سے دھو کر امل کو نکال دیتے ہیں۔ اسکے بعد ایتھر سے دھو کر آخر میں پانی سے

پھلوں کی کاشت کی ضرورت

(از مسٹر رگھوبیر سہائے اسسٹنٹ گارڈن اور سپرسرکاری باغات سہارنپور)

پھلوں کی کاشت بڑھائے جانیکی گنجائش۔

پھلوں کی کاشت ہمارے ملک کے شمالی حصہ کے میدانوں میں سالہا سال سے کیجا رہی ہے اور فی زمانہ اسکی بہت کچھ اہمیت بڑھ گئی ہے۔ کاشتکار و زمینداران اب پھلوں کی کاشت کی طرف متوجہ ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اتنی توجہ زمانہ سابق میں نہ تو گورنمنٹ ہی کیطرف سے دی گئی اور نہ باغبانوں ہی نے کوئی خاص ترقی کا معیار اپنے سامنے رکھا۔ عام زراعتی ترقی کے ساتھ ساتھ پھلوں کی کاشت کو اسقدر فروغ حاصل نہ ہوسکا جتنا کہ ہونا چاہئے تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم اسکو اب محسوس کر رہے ہیں۔ پھلوں کی کاشت زیادہ تر پرانے ڈھنگوں کے اوپر چلتی رہی۔ جسکی وجہ سے باغبانوں کی مالی حالت میں کوئی خاص اضافہ نہ ہوا اور ۱۹۳۰ء کے آغاز سے مختلف صوبوں میں پھلونکی ترقی دادہ کاشت کے سلسلہ میں اسٹیشن قائم ہوئے جنکی معلومات نے ایک نئی روح اس سوئے ہوئے کام پر ڈالدی اور اب امید کیجاتی ہے کہ دیگر صنعت و حرفت کی ترقی کے ساتھ ساتھ فن باغبانی بھی دن پر دن ترقی کے راستہ پر چلیگا "اجناس زیادہ پیدا کرو" کی تحریک میں پھلوں کی زیادتی کاشت بھی شامل ہے اور یہ بھی اسکا ایکخاص جز ہے زمانہ نے ہر چیز کی ضرورت کو اس قدر بڑھادیا ہے کہ اسکا آسانی کے ساتھ بازار کی مانگ کے مطابق پورا ہونا مشکل ہورہا ہے۔ پھل اول تو پیشتر ہی سے ہماری ضرورت کو پورا نہ کرسکتے تھے۔ اس زمانہ میں اسکی اور بھی ضرورت بڑھ گئی اور قیمتیں اسقدر بڑھ گئیں کہ اب تو پھلوں کا استعمال معمولی آدمی کی طاقت سے بالکل باہر ہی ہوچکا ہے۔ بمبئی جیسے بازار کے متعلق ایک صاحب کا کہنا ہے کہ پھل و سبزی فی کس فی روز صرف ½ اونس ہے جبکہ لندن میں ۴ ½ اونس بکری کے کیواسطے دستیاب ہوسکتی ہے اور نیویارک میں ایک پونڈ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کسقدر کم ہماری خوراک کا ایک خاص جز ہم کو ملک کی پیداوار کیوجہ سے روزانہ کیلئے دستیاب ہورہا ہے۔ یہ تو ذکر ایک بڑے شہر کا ٹھہرا جہاں کہ ہر قسم کی چیز کی مانگ ہونیکی وجہ سے دور دور سے چیزیں روانہ کیجاتی ہیں۔ ہمارے گاؤں اور قصبوں کی ان بڑے شہروں سے بھی بدتر حالت ہے۔ معمولی طور سے ہری سبزی کا ہر گاؤں میں آسانی کے ساتھ ملنا دقت طلب ہوجاتا ہے اور پھلوں کا تو ذکر ہی کیا لہذا یہ سب باتیں ہم کو ترغیب دلاتی ہیں کہ ہم پھلونکی کاشت کو اسقدر بڑھا سکیں بڑھادیں اور یہ صورت پیدا کردیں کہ وہ تمام آدمی کی روزانہ خوراک کا ایک جزو بن جاویں۔ ترقی صحت کیلئے یہ چیز بہت ضروری ہے جسکو کہ موجودہ ڈاکٹروں نے ہر ممکن صورت سے ثابت کردیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں اب پھلوں کا استعمال بہت کچھ بڑھتا جارہا ہے اور جیسے جیسے زمانہ ترقی پکڑتا جاویگا ان ضروری خوراکی اشیا کی مانگ بھی اسی قدر بڑھتی چلی جاویگی لہذا اسی مانگ کے مطابق ہم کو پھلوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اور کم سے کم خرچہ پر پیدا کرنیکی حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے۔

موجودہ نقائص جو کہ ہمارے پھلوں کے باغات میں پائے جاتے ہیں اور انکے دور کرنیکی ضرورت

ایک خاص بات جو عام طور سے ظاہر ہے وہ یہ کہ ہمارے پھلوں کے باغات ضرورت سے زیادہ کم رقبہ کے ہیں سنہ ۱۹۲۸ء میں صوبہ پنجاب میں ۳۱۹۴ باغات ۳ ایکڑ یا اس سے زائد رقبہ کے تھے۔ ۳۱۴ باغات ۱۰ ایکڑ و اس سے زائد رقبہ کے اور صرف ۹ باغات ۵۰ ایکڑ و اس سے زائد رقبہ کے ہو ہو یہ ہی شکل اور سب

صوبوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ ۵۰۔ ایکڑ سے کم رقبہ کا باغ
ایک تجارتی باغ کہلانے کا حق حاصل نہیں رکھتا اور چھوٹے
رقبہ کے باغات میں ترقی شدہ کاشت کرنیکی بہت گنجائش
ہوتی ہے اور اسی وجہ سے پیداوار میں صرفہ زائد ہوتا ہے
جسکا اثر پھلوں کی بکری کے اوپر پڑتا ہے۔ کیونکہ جو چیز کہ مہنگائی
کے ساتھ پیدا کیجاویگی وہ لازمی طور سے بازار میں مہنگی ہی بکے
گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ معمولی آدمی پھل خریدنے سے محروم رہ
جاتے ہیں۔ لہذا یہ لازم ہے کہ باغات عام طور سے بڑے رقبہ
کے ہوں۔ جنمیں ترقی شدہ کاشت کرنیکی گنجائش ہو جس سے کہ
مصارف کم ہوں۔

۲۔ دوئم یہ کہ زیادہ تر باغبان گھٹیا قسم کے پھل لگاکر اپنے
باغات کو بھر دیتے ہیں جنکی کوئی خاص مانگ بازاروں میں نہیں
ہوتی۔ کسی حد تک اس میں ان کا کوئی قصور نہیں اول تو اُن کی
معلومات ہی اس امر کے متعلق بہت کم ہوتی ہیں۔ دوئم وہ
دور دراز سے اعلیٰ قسم کے پودے منگانے کی بہت کم فکر کرتے
ہیں۔ اور اتنا صبر و استقلال ہی رکھتے کہ چاہے باغ درجہ
بدرجہ ہی بھرا جاوے مگر اعلیٰ و بہترین قسم کے پھلوں کے پیڑ
اس کے اندر ہوں۔ آم ہی کو لے لیجیے۔ حالانکہ آم کی سیکڑوں
قسمیں باآسانی مل سکتی ہیں۔ مگر پھر بھی باغبان تخمی ہی لگاکر قناعت
کرتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود زمین گھرنے اور وقت
ضائع ہونے کے بہت گھٹیا قسم کے پھل تیار ہوتے ہیں جنکی
بازار میں کوئی خاص قدر نہیں کیجاتی۔ لہذا ہر باغبان کو لازم
ہے کہ وہ بجائے درختان جو کہ اُن کو اپنے باغ میں لگاتے ہیں
ان کی عمدہ قسمیں دور دراز سے سرکاری نرسریوں
یا پرائیویٹ نرسریوں سے حاصل کریں اور درجہ بدرجہ باغ
کو بھریں۔ اپنے صوبہ کی پھلوں کی اعلیٰ اعلیٰ قسم کے پیڑوں کی
مانگ پورا کرنے کیلئے گورنمنٹ گارڈن سہارنپور ایک
سے مشہور ہے اور یہ باغبان کو لازم ہے کہ وہ اپنے باغاتی
ضروریات کو وہاں سے پورا کرے اور کوئی نیک مشورہ
اس سلسلے میں درکار ہو تو اُن کیلئے جناب ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب
بہادر سرکاری باغات یو۔ پی لکھنؤ یا سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ
گارڈن سہارنپور کو لکھ کر حاصل کرے۔

سوئم یہ کہ پیڑوں کے درمیانی فاصلہ کا کوئی خاص
خیال نہیں رکھا جاتا جیسا جسکی طبیعت میں آیا اپنے رقبہ کے
مطابق اس نے اپنے باغ کو بھر دیا۔ چونکہ رقبہ کی قلت ہوتی
ہے جیساکہ اوپر بتایا جاچکا ہے اسلئے ہر شخص کی خواہش بھی
ہوتی ہے کہ کم سے کم رقبہ میں زیادہ سے زیادہ پیڑ بھر دیں۔
انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ باغ بہت گنجان ہوجاتا ہے اور
جملہ پیڑوں کو اتنی ہوا رتک پھیلنے میں بہت کچھ رکاوٹ
ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اچھے عمدہ قسم کے پھل
نہیں پیدا کر سکتے۔ سرکاری باغات میں بہت کچھ تجربہ کے
بعد یہ طے پایا ہے کہ کسی پھل کے درخت کو کسقدر درمیانی
فاصلہ کی ضرورت ہے۔ یہ امر مختلف جگہوں کی نمائشوں میں محکمہ
باغات کے افسران کی زبانی بتایا جاچکا ہے و نیز اسکے اور
اشتہارات وغیرہ بھی کافی سے زیادہ تعداد میں چھپ کر شائع ہوچکے
ہیں۔ مزید یہ کہ پھلوں کے پیڑ منگاتے وقت آپ اگر اُن کے درمیانی فاصلہ
سے بے بہرہ ہیں تو اس بات کو بھی آپ دریافت کرسکتے ہیں اور جو
مشورہ دیا جاوے اُسی کے مطابق پیڑ لگانا چاہئے۔ یہ بات اب
پوشیدہ نہیں کہ مقررہ درمیانی فاصلہ رکھنے سے اندر کی کاشت میں
بڑی بھاری سہولیت رہتی ہے اور پیڑوں کے درمیان ہوا و سورج
کی روشنی کا عام گذر آسانی کے ساتھ ہوتا رہتا ہے جو کہ اُنکی باڑھ میں
ہمیشہ مدد کرتا ہے۔

علاوہ ازیں کمی کھاد۔ غلط طریقہ آبپاشی۔ درمیانی کاشت
کا نہ کیا جانا۔ اور موسمی کٹائی چھٹائی کا دھیان نہ رکھنا بھی اس
بات کی دلیل ہیں کہ پھلوں کی ترقی شدہ کاشت میں ابھی بہت کچھ
خامیاں ہیں اور اُنکو دور کرنیکی بہت سخت ضرورت ہے۔

یہ بات غالباً معلومات سے باہر نہیں کہ باغبان کے دو
سب سے بڑے جوہر پانی اور کھاد ہیں۔ اگر یہ اسباب پوری مقدار

میں موجود نہیں ہیں تو باغبانی کامیابی کے ساتھ نہیں کیجا سکتی لہذا ہر ممکن کوشش سے اس بات کو مدِنظر رکھنا چاہیئے کہ وقت پر کھاد و پانی کی کمی نہ رہنے پاوے پانی کے دو ہی انتظام ممکن ہیں یا تو باغ نہری علاقہ میں ہو یا ٹیوب ویل ایریا میں ہو محض برسات کے بھروسہ باغبانی مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے۔ کھاد اگر ذرا سا دھیان دیا جاوے تو ہر باغبان اپنی ضرورت کے مطابق از خود ہی تیار کرسکتا ہے۔ "ما یا داس کمپوسٹ" بنانے کا طریقہ جو کہ لیف لیٹ نمبر ۲۔ بی۔ ایم۔ ایف سیریز میں تشریح کیساتھ ابھی حال ہی میں شائع کیا گیا ہے۔ اس طریقہ سے آپ اپنے باغ کی پت جھڑ کے زمانے میں ہر قسم کی سوکھی پتی کو اکٹھا کرکے ۳½×۴×۶" فٹ کے گڈھوں میں جنکے اندر نالی و باہر کی جانب ½" کے دائرہ کا سوراخ ہو بھر دیجئے اور ہر تہہ کو گوبر پیشاب کی مٹی و پرانے کھاد کے گھول سے چھڑکتے رہنا چاہیئے۔ جب تک کہ گڈھا بھر نہ جاوے۔ بھر جانیکے بعد ان گڈھوں کو تر رکھنے کی ضرورت ہے اور ہر پندرہ روز کے بعد پلٹتے رہنا چاہیئے۔ تین ماہ کے عرصہ میں بہترین کھاد فوراً استعمال کرنیکے قابل ملجاویگی جسکو کہ سبزی و پھلوں کے پیڑوں میں بخوبی اچھا نتیجہ حاصل کرنیکے لئے دے سکتے ہیں۔ اس طریقہ کے بارے میں مزید معلومات کرنے کیلئے اپنے نزدیک کے کسی بھی سرکاری باغ یا فارم پر اسکو ہوتا ہوا دیکھ کر خوب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

پھلوں کی کاشت کیونکر بڑھائی جاسکتی ہے:-

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں باغبانی ایک خاص قوم کے ہاتھ میں ہے جسکی کہ تعلیم۔ تربیت و مالی حالت نے کبھی اس بات کا موقعہ نہیں دیا کہ وہ اپنے اس بہترین فن میں کوئی خاص ترقی پیدا کرسکتی اور فن باغبانی کے کئے ہوئے تجربہ کا کوئی خاص فائدہ اپنی کاشتکاری یا باغبانی میں داخل کرنے کا احساس ہوتا۔ انھیں پرانے طریقوں پر زیادہ بھروسہ و اعتقاد ہوتا چلا آیا۔ چونکہ اب زمانہ ترقی پر ہے اور بہت سے کاشتکاران و زمینداروں کے لڑکوں نے تعلیم حاصل کرلی ہے لہذا ایسے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی تعلیمی معلومات سے فن باغبانی پر جو تجربات ہوچکے ہیں انکو پڑھیں سرکاری باغات میں جاکر سمجھیں اور انکو اپنے عام رواج میں ڈالیں اور اپنے قرب وجوار کے باغبانوں کو اکٹھا کرکے فروٹ پروڈکشن سوسائٹیاں قائم کریں اور ابتدا سے آخر تک مجموعی صورت میں کام کریں۔ کیونکہ فرداً فرداً کام کرنے میں جو دقتیں و رکاوٹیں حائل ہیں وہ مجموعی طور سے کام کرنے میں سب حل ہوجاتی ہیں اور صرفہ پیداوار بھی ضرورت سے زیادہ گھٹ جاتا ہے مجموعی طور پر کام کرنیکی بدولت ہی امریکہ۔ آسٹریلیا و لندن کی بہت سی فروٹ پروڈکشن سوسائٹیاں ہمارے ہندوستانی بازاروں میں ہمارے یہاں کے پھلوں کے مقابلہ میں پھل بھیج کر فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اور چونکہ وہاں کے پھل بہت اعلیٰ قسم اور ایک قاعدہ کے ساتھ بازار میں پیش کئے جاتے ہیں لہذا لوگ ان پر ٹوٹ کر گرتے ہیں اور آناً فاناً میں ٹوکرے کے ٹوکرے خالی ہوجاتے ہیں یہ بات کچھ مشکل نہیں اور بہت ہی آسانی کے ساتھ ہم لوگوں کو بھی حاصل ہوسکتی ہے بشرطیکہ ہم اس طرف توجہ دیں۔ ہمارے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی آب و ہوا مختلف قسم کے پھلوں کی کاشت کرنے کیلئے نہایت ہی موزوں ہے یہاں شمال سے جنوب تک مشرق سے مغرب تک مختلف قسم کی زمین پائی جاتی ہیں مگر زیادہ تر گہری دومٹ قسم کی زمین ہیں جو کہ بہت سے پھل کے پیڑوں کو موافق آتی ہیں۔ میدانی علاقوں میں آم بکثرت ہر جگہ پیدا ہوتا ہے و پہاڑی علاقہ کمایوں و ہمالیہ کے پہاڑوں پر سیب، ناشپاتی، دیگر ٹھنڈے علاقہ میں پیدا ہونے والے پھل نہایت کامیابی کیساتھ اگائے جاسکتے ہیں ترائی کے علاقہ میں خاصکر دہرادون۔ سہارنپور۔ مظفرنگر و میرٹھ کے اضلاع میں آڑو۔ آلو بخارہ۔ رس بھری۔ اسٹرابیری بہت کامیابی کے ساتھ اگائی جاتی ہیں اور انکے لئے ان شہروں میں بڑی مانگ ہے۔

مزیدار چٹکلے

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔ کیا آپکی بیوی کو آرٹ سے شوق ہے۔

فوراً ہی جواب ملا۔ اجی، اسکو تو آرٹ اور حسن سے اتنا شوق ہے کہ خواہ صابن کا ذائقہ کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو، اگر اسکا رنگ اچھا ہوا، تو وہ اسے فوراً ہی خرید لے گی۔

× × × × ×

ایک بار ایک عورت نے عدالت میں اپنے شوہر کے خلاف یہ درخواست دی کہ اسکا شوہر اسکے ساتھ برا برتاؤ کرتا ہے، جو کچھ پیدا کرتا ہے اسکا ایک پیسہ بھی وہ اسے نہیں دیتا، بلکہ سارا روپیہ بیکار کے کاموں میں پھونک دیتا ہے۔ اس لئے اس کو طلاق کی اجازت دی جائے۔

مجسٹریٹ نے شوہر سے پوچھا۔ آپکو اس سلسلہ میں کیا کہنا ہے۔

شوہر نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ جی ہاں، ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے جوا میں بیس ہزار روپیہ جیت لئے ہیں۔ بیدار ہونے پر اپنا خواب میں نے اپنی بیوی کو سنایا۔ بیوی نے پوچھا کہ وہ روپیہ میں نے کیا کیا، لیکن میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر اس نے مجھکو خوب پیٹا اور کہا کہ تمنے وہ روپیہ فوراً ہی بینک میں کیوں نہیں جمع کر دیا۔

× × × × ×

ایک فلم اسٹار اپنی بیوی کے ساتھ ایک دعوت میں سب سے کونے میں اکیلے بیٹھا تھا۔ بیوی کی عادت بہت ہی بری تھی، اور وہ اپنے شوہر کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔ اتنے میں کچھ دوست انکے نزدیک آگئے۔ عورت نے اسکو منہ دیکھا اور کہتی گئی۔ "میں سمجھتی ہوں پورے سانپ ہو سانپ، بالکل بیوقوف۔"

× × × × ×

ایک شخص نے کارخانے میں ملازمت کی۔ جلد ہی اسنے اپنے کام سے فورمین کو خوش کر رہا۔ پر ایک ہفتہ بعد ہی وہ اپنا استعفیٰ لیکر فورمین کے پاس پہونچا۔ فورمین نے تعجب سے اس کیطرف دیکھا اور اس سے استعفیٰ دینے کیوجہ دریافت کی۔

"بات یہ ہے کہ میرے ساتھ کام کرنیوالوں نے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ میں کتنا لمبا ہوں۔ میں نے بتا دیا کہ میں پانچ فیٹ لمبا ہوں۔"

"لیکن نوکری کیوں چھوڑتے ہو، کیا یہ سوال تمکو پسند نہیں۔" فورمین نے پوچھا۔

اس شخص نے جواب دیا۔ "مجھے سوال سے چڑھ نہیں ہے۔ پر ہر بار پانچ فیٹ پر مجھے وہ پانچ فیٹ والے رول کی جگہ پر استعمال کرنے لگتے ہیں۔ مگر یہ مجھے پسند نہیں۔

تعلیم بالغان کا نیا طریقہ

گاؤں میں بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کیلئے ابھی تک مانڈے کی پرائمر کا استعمال کیا جاتا تھا۔ مگر بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے سلسلۂ میں برابر تجربہ کئے گئے اور اب دیہات سدھار کے ملازمین کو ابتدائی کتابوں کے ذریعہ بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے طریقہ کے سلسلۂ میں ایک سرکلر شائع ہوا ہے۔ وہ طریقہ اسطرح ہے:-

پڑھانے والا اپنے شاگردوں سے گفتگو کرکے یہ معلوم کریگا کہ انمیں سب سے تیز اور ذہین طالب علم کون ہے۔ پھر پڑھانے والا اس طالب علم سے کہیگا کہ ہم تمکو پڑھنا لکھنا سکھلائینگے۔ اور تمکو درجہ کے بقیہ طالب علم کو پڑھانا ہوگا۔ تم اب اس درجہ کے ماسٹر ہوگئے۔ اور پڑھانے والا کتاب ہاتھ میں اٹھا لیگا اور طالب علموں کو ایک کہانی پڑھکر سنائے گا۔ یہ کہانی کتاب کے بائیں صفحہ پر لکھی ہے:- "ایک راجہ تھا، وہ ایک باجا چاہتا تھا۔ اس نے بابا کو باجا لانے کیلئے بھیجا، اور اس سے کہا باجا بجا۔"

اسکے بعد پڑھانے والا کتاب کو کھولکر داہنے صفحہ پر بنی ہوئی ڈھول کی تصویر کو دکھلائیگا۔ طلبا اسے وہ کہیگا۔ یہی باجا ہے۔ اور صفحہ پر لکھے ہوئے لفظ باجا کو طلبا کو دکھلا دیگا۔ اسیطرح وہ لفظوں کو پہچنواتا ہوا نیچے لکھے لفظ 'راجا' تک آ دیگا۔ پڑھانے والا طلبا سے لفظوں کو کئی بار دہرواویگا تاکہ وہ اس لفظ کو خوب سمجھ جائیں۔ کبھی کبھی دوسری بار لفظ دہروانے کی ضرورت نہیں پڑیگی۔

اسکے بعد اپنے چنے ہوئے طالب علم کو پڑھانے کیلئے کہیگا۔ دوسرے طالب علم کو پڑھانے میں پہلا طالب علم کتاب کے پہلے صفحہ کو پکا کریگا۔ جب پہلا طالب علم دوسرے طالب علم کو پڑھا چکے گا تب نمبر ۱ اور نمبر ۲ دونوں دوسرے طالب علموں کو الگ الگ پڑھانے لگیں گے۔ اسیطرح طالب علم نمبر ۱، ۲، ۳، اور ۴ الگ الگ طالب علم نمبر ۵، ۶، ۷ اور ۸ کو پڑھائینگے۔ اسطرح طلبا کا دماغ بیدار ہوجائیگا اور کافی آسانی سے بہت ہی جلد پڑھ سکیں گے۔ اتنی جلدی وہ حرفوں کو رٹکر نہیں پڑھ سکتے۔ پہلا سبق ختم ہوجانے کے بعد دوسرے دن دوسرا سبق شروع کیا جا سکتا ہے۔

پڑھانے والے کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ بالغ طلبا کو نہ کبھی ڈانٹے پھٹکارے اور نہ کبھی انکو برا بھلا کہے۔ ہمیشہ انکی تعریف کرے تاکہ وہ اور بھی اچھا کام کرنے میں دلچسپی لیں۔

ہر سبق کو شروع کرنے سے پہلے اور سبق ختم ہونے پر کوئی بھجن یا گانا طلبا سے گوانا چاہیئے۔

ہندوستان میں جنگل لگانے کا انتظام

دہرادون کے ادارۂ تحقیق جنگلات اور کالج نے دو کتابیں (نمبر ۸۳ اور ۸۴) حال ہی میں شائع کی ہیں۔ جن میں جنگلات کے درختوں کے شمار پر غور کیا گیا ہے۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں دہرادون میں ہونے والے چھوٹیں جنگلات کے سلسلۂ کے جلسہ میں جنگلات کے درختوں کے شمار کے سوال پر غور کیا گیا۔ جہاں یہ

ہل

طے کیا گیا کہ بقیہ سوتوں کا اندازہ لگانے کے اس کام کا معائنہ
کرنے اور اس میں تیزی لانے اور اسکو زیادہ صحیح بنانے کے
لئے سارے ہی موجودہ حقیقتوں اور اعداد کی جانچ پڑتال
کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دہرادون کے ادارۂ تحقیق جنگلات
کے ماہر جنگلات گرلینیتھ نے مائل کی تحقیق کی اور انکے نتائج
کو ان کتابوں کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان کتابوں
میں (۱) جنگلوں میں درختوں کی شمار کا مسلئہ اور (۲)
مدارس کے گرم خطہ میں نم اور ہمیشہ ہرے بھرے رہنے
والے جنگلوں پر غور کیا گیا ہے۔ ان سے پتہ لگتا ہے کہ جنگلوں
میں جلدی اور زیادہ شمار ضروری نہیں۔ اور جنگل کی
عمارتی لکڑی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانے کیلئے ۵ یا ۱۰
فیصدی کا جزدی نمونہ لینا ہی کافی ہوگا۔ ان کتابوں میں
دوسری باتیں بھی تفصیل کیساتھ دی گئی ہیں۔ جن میں نمونہ
لینے کے طریقہ کا اور نتائج کے اندازہ کے کام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہندوستان کے جنگلات کی کٹائی وغیرہ کی پابندی ان
اسکیموں کو چلا کر کے کیا جاتا ہے جو عمارتی لکڑی کی مقدار متعین کرتی
ہیں۔ ان اسکیموں کے مطابق جنگل کے سوتوں کی حفاظت
کرتے ہوئے ایک معینہ مقدار میں ہر سال لکڑی کاٹی جاسکتی ہے۔

اس کام کو کرنے سے پہلے اسبات کا صحیح صحیح یا
قریب قریب اندازہ ہونا ضروری ہے کہ جنگل میں کتنی
عمارتی لکڑی ہے۔ موجودہ جنگ نے ہندوستان کے جنگلوں
میں بڑے بڑے راستہ نکال دئے ہیں۔ اور ہمارے پاس
کتنی عمارتی لکڑی ہے اسکا پورا اندازہ مشکل ہوگیا ہے۔
لہذا ہمکو نئے سرے سے کام شروع کرنا ہے۔ اور اسکے ساتھ
ہی جب ہی جنگ ختم ہو ہمکو سبھی عملی جامہ پہن سکنے والی اسکیموں
کو کام میں لانا ہے۔ تاکہ جنگلوں کی لکڑی وغیرہ کی کٹائی کے
کام کو مضبوط بنیاد پر قائم کیا جاسکے۔ اسکے ساتھ ہی بعد از
جنگ اسکیموں میں ایسے سرکاری اور انفرادی دونوں طرح
کے جنگلوں کے بڑے بڑے رقبوں کے اندازہ لگانا بھی شامل
ہے جنکا ابھی تک اندازہ نہیں لگایا گیا ہے۔ ان سب باتوں
کا مطلب بہت بڑے پیمانے پر جنگلوں میں درختوں کا شمار کرنا
ہے۔ یہ کام ضروری ہے کیونکہ ہر سال کاٹی جانے والی
عمارتی لکڑی کی تعداد اسی پر منحصر ہے۔ دوسرے الفاظ
میں یہ درختوں کا شمار ہی جنگلات کے انتظام کی بنیاد
ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ یہ شمار بہت ہی خوبی اور ہوشیاری
کے ساتھ ہونا چاہئے۔

سینچائی رسرچ کمیٹی کا جلسہ

گزشتہ ۳ر اگست کو شملہ میں سینچائی کے مرکزی بورڈ
کی رسرچ کمیٹی کا پندرھواں جلسہ ہوا تھا۔ اس سال کے
لئے اسکے صدر ایف۔ ایچ۔ ہاچنسن مقرر کئے گئے تھے۔ جلسہ
میں مختلف صوبوں، دیسی ریاستوں اور سیلون کے نمائندے
کافی تعداد میں موجود تھے۔

کمیٹی نے ندیوں میں پھر پانی لانے اور ندی خشک
کرنے کے موضوع پر غور کیا۔ ندیوں کے پانی کو سینچائی کے کام
میں زیادہ سے زیادہ لایا جانے لگا ہے اور اسکا نتیجہ یہ
ہوا کہ مختلف صوبوں اور ریاستوں میں۔ جو کہ ندیوں
سے پانی لیتے ہیں۔ حاصل شدہ پانی کی تقسیم کو لیکر جو
پیچیدگیاں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ اسکی وجہ سے یہ موضوع
اہم ہوگیا ہے۔ جلسہ میں رائے بہادر کنور سین نے ایک
مضمون پڑھا، جس میں اسبات پر غور کیا گیا تھا کہ ہمالیہ
پہاڑ سے گر کر آنے والی برف کی چٹانوں کا
سینچائی کیلئے کام میں لائے جانے والے ندیوں
کے پانی کتنا اثر پڑیگا۔ اور برف سے بھی مستقبل
میں ندیوں کو کتنا پانی ملنے کا امکان ہے۔ اس
کمیٹی نے سارے ملک کی جانچ پڑتال کرکے اسبات
کا اندازہ لگانے کے لئے کچھ ٹھوس تجاویز منظور کیں
کہ مستقبل میں ندیوں کو برسات، برف اور برف کی
چٹانوں سے کتنا پانی حاصل ہوسکیگا۔

جلسہ میں جس دوسرے موضوع پر غور کیا گیا اسکا تعلق ٹیوب ویل سے تھا۔

ٹیوب ویل زیادہ اناج پیدا کرو، تحریک کی وجہ سے سارے ملک میں ایک بڑی تعداد میں لگائے جارہے ہیں۔ ٹیوب ویل کو بنانے اور اسکو چالو رکھنے سے وہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے، جس سے پانی کی کمی کیوجہ سے اکثر اوقات ملک کے کچھ حصوں کو ندیوں میں پانی کی کمی کیوجہ سے نہروں سے پانی ملنا کچھ عرصہ کیلئے ملتوی ہو جاتا ہے۔

ندیوں اور نہروں کی روانی کے موضوع پر جو کچھ جانچ پڑتال کی گئی تھی اس میں بھی ترقی ہوئی ہے۔ اس کمیٹی نے سینچائی کی نہروں بمبوں وغیرہ کی ڈیزائن کے سلسلہ میں بھی مختلف مسائل پر غور کیا۔ اور اسیطرح سینچائی تعلق رکھنے والے کئی دیگر موضوعات پر بھی غور کیا۔

علاوہ اسکے اس کمیٹی نے سیلاب کیوجہ سے نقصان اور اسکے ساتھ ہی سیلاب کا جو اثر نہر بمبوں وغیرہ پر پڑتا ہے۔ اس سب کو دھیان میں رکھکر سیلاب روکنے والے کاموں پر بھی اقتصادی نقطۂ نظر سے غور کیا۔

برین گن سے جانے والی گاڑیاں ہل جوتتی ہیں۔

برین گن سے جانے والی گاڑیوں میں لگے ہوئے ہلوں نے۔ جو کوہاٹ ضلع میں زراعت کے نقطۂ نظر سے بیکار وسیع زمین میں چل رہے ہیں۔ ایسی کتنی ہی ایکڑ زمین کو۔ زرخیز زمین کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ جو کہ زراعت کے لئے بیکار سمجھکر چھوڑ دی گئی تھی۔ یہ اس بے مثل تجربہ کا نتیجہ ہے جو فوجی اور شہری افسران کی مکمل امداد میں کیا گیا ہے

یہ اسکیم ۱۹۴۴ء میں چلائی گئی جبکہ فرانسس کاسٹیلبری کوہاٹ کے ضلع افسر ڈبلیو۔ او۔ او نے مقامی طور پر اناج کی پیداوار میں ترقی کرنے کے طریقوں پر غور کرنے کے لئے ایک جلسہ طلب کیا تھا۔ میجر جنرل اے۔ سی۔ ادسیوان نے، جو اسوقت کوہاٹ کے ضلع کمانڈر تھے۔ فوجی امداد کا وعدہ کیا۔

ایک فوجی افسر لکھتا ہے کہ ہنگو میں ایسی ۸۰ ایکڑ زمین کو منتخب کیا گیا جس میں کاشت نہیں ہوئی تھی۔ مقامی زمینداروں نے اس شرط پر زمین جوتنے بونے کیلئے دے دی کہ لگان کی شکل میں پیداوار کا پانچواں حصہ وہ لینگے۔

دھاتوں کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑوں سے ہل تیار کئے گئے اور ایک ہندوستانی نجر نبد فوجی ٹکڑی نے۔ جو کوہاٹ میں تھی۔ انکو چلانے کا ذمہ اپنے اوپر لیا۔ انھوں نے ان دیسی ہلوں کو "لوہے کے گھوڑوں" سے باندھ دیا اور پھر فوراً ہی ادھے درجن ایسے ہل جو برین گن کھینچنے والی گاڑیوں سے بندھے تھے۔ بیکار پتھریلی زمین میں اوپر نیچے کھٹ کھٹ کرنے لگے۔

وہ رقبہ اب کھیتی سے لہلہا رہا ہے۔ اس زرخیز زمین کا زیادہ حصہ جنگ میں کام کرنیوالے فوجیوں کا ہے۔ اور اسطرح انکے پاس ایک ایسا مفید روزگار ہے، جسکو جنگ کے بعد واپس آکر وہ سنبھال سکتے ہیں۔

ان کی غذا کو ہر طرح طاقت بخش بنایئے!
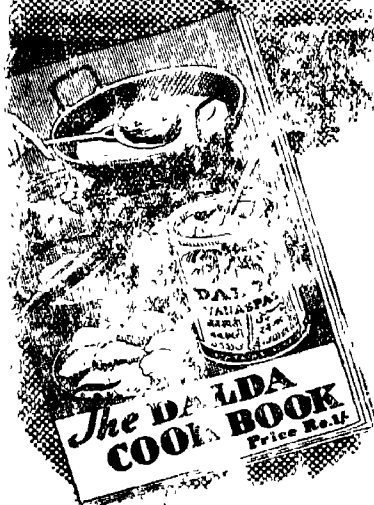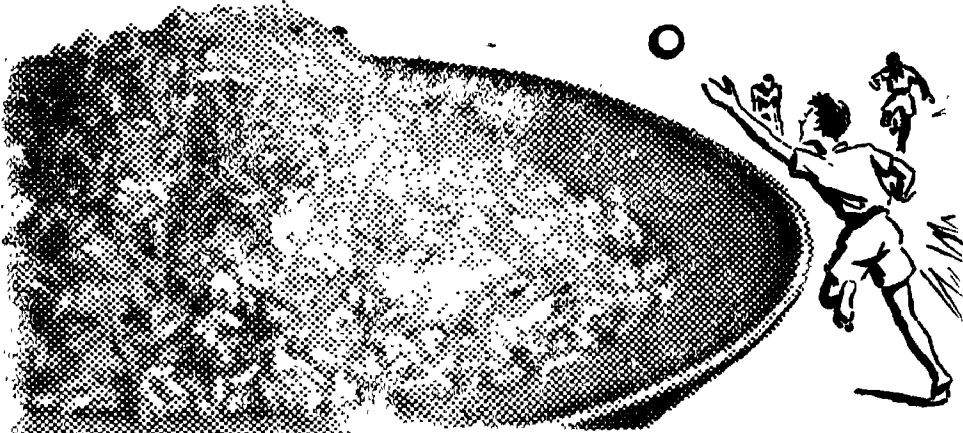
ب آپ بچوں کی غذا کے مسئلہ پر وچار کریں تو یاد رکھئے کہ انہیں ایسی
چیزوں کی ضرورت ہے جو طاقت بخش ہوں۔ بے حد طاقت بخش۔
بھی یاد رکھئے کہ غذائیں اپنے حیات بخش عناصر کے لحاظ سے ... در
تلف ہوتی ہیں کہ عموماً بچے پیٹ بھر کر کھانے کے باوجود ... سے
وم رہتے ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ ہر قسم کی غذائیں (وٹامن) آمیز
ڈالڈا میں تیار کرنے سے زیادہ قوت بخش ... جاتی ہیں۔ لہذا ڈالڈا
خوراک بنانے سے طاقت سے محروم رہنے کا امکان نہیں رہتا۔ کیونکہ
پکانے کا اعلیٰ روغن ان "غذائی عناصر" ... پُر ہوتا ہے جو قدرت
کے بہترین حیات بخش ہو ... ۔ ڈالڈا غذا کو خوش
اشتہا انگیز بناتا ہے اور ... نباتاتی ہے

تمام مستورات کو جاننا چاہیئے کہ کون کون سی اشیا زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں۔ ڈالڈا
کی کھانا پکانے کی کتاب (زبان انگریزی) میں مختلف اشیائے خوردنی کے
جزو ... و دیگر مفید معلومات اور کھانا پکانے کے ڈیڑھ سو سے
زائد طریقے ... درج ہیں۔ یہ کتاب آپ کو ضرور حاصل کرنی
چاہیئے ... آنے کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے۔

Dept. E121 P O Box No 353, Bombay

وٹامن آمیز ڈالڈا قوت کے لئے

THE HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING CO., LTD.
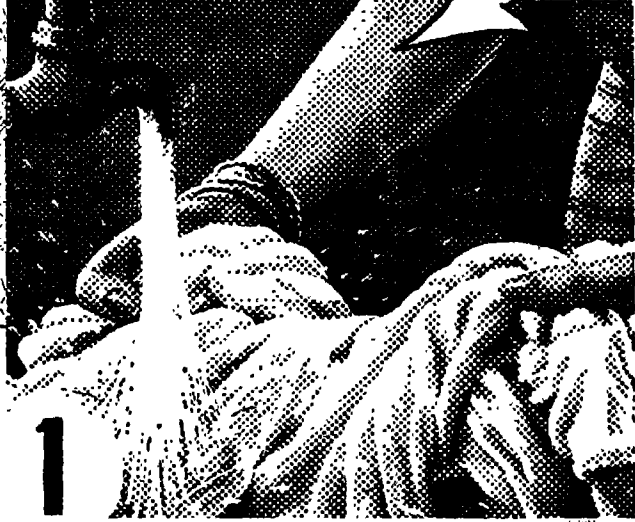
اس طریقہ سے دھوبیسے پٹکے جانے کے
نقصان سے بچاؤ ہوتا ہے
کپڑوں میں چھید، اُن کا پھٹنا یا اُدھیڑ جانا وغیرہ سب طرح کا غیر ضروری اور مہنگا نقصان ہمیشہ کپڑوں کو پہنچتا رہے گا جب کہ ان کو دھونے اور صاف کرنے کے لئے پٹکنے کا بُرا اور دقیانوسی طریقہ اختیار کیا جائے گا۔
1
2
3
4
اِن نمبر شدہ تصویروں کو دیکھیے یہ آپکو کپڑوں کو بغیر کسی نقصان کے دھونیکا طریقہ بتاتی ہیں۔ (۱) کپڑوں کو دھونیکے لئے پانی میں اچھی طرح بھگو لیجئے اُس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چاہے آپ نل کے نیچے ٹب میں تالاب یا ندی میں ایسا کریں (۲) جبکہ آپنے کپڑے کو پانی میں اچھی طرح بھگو دیا تب کپڑے کے ہر حصہ میں سنلائٹ صابن لگا دیجئے خاص طور پر میلی جگہ پر سنلائٹ اچھی طرح رگڑ دیجئے (۳) صابن لگائے ہوئے کپڑے کو نرمی سے مگر اچھی طرح ملئے اُسے پچھاڑیے مت اور اُسی طرح ملئے جیسا کہ روٹی کا آٹا گوندھا جاتا ہے صابن والے جھاگ میں اچھی طرح ملئے تا کہ کپڑے کے ہر ذرہ سے صابن آر پار ہو جائے پھر کپڑے کو سختی سے ملنے یا بے رحمی سے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں رہتی سنلائٹ کا خود بخود صاف کرنیوالا جھاگ اسکے میل کو بالکل نکال دیگا اگر آپ یہ احتیاط کریں کہ سنلائٹ کا جھاگ میل کی بنیاد تک پہنچ گیا ہے صابن کا جو کنا حصہ جو اس جھاگ میں ہوتا ہے ہر قسم کی غلاظت اور میل کو فوراً چھوتے ہی نکال دیتا ہے میل کو ہر اجزا کو کپڑے سے باہر نکال کر جھاگ میں اُس کو جذب کر لیتا ہے تا کہ جس وقت آپ کپڑے کو جھاگ سے صاف کریں تو میل بھی خود بخود علیحدہ ہو جائے (۴) کپڑے کو پانی میں اچھال کر جھاگ کو جو میل سے بھر پور ہے دور کر دیجئے۔ سنلائٹ کے اس آسان طریقہ پر دھوئے ہوئے کپڑے عرصہ دراز تک چلتے ہیں۔
سنلائٹ صابن
کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے
SUNLIGHT SOAP
LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

ایک پرچہ...

Regd. No A. 294.

Printed by C. O Forsgren at the Lucknow Publishi

سال سات] ستمبر ۱۹۴۵ء [نمبر نو

حکومت یو-پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

پبلشر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

سالانہ قیمت ۱۲ ایک پرچہ ۱

هل

جلد ۷-نمبر ۹ | با تصویر ماهوار رساله | ستمبر سنه ۱۹۳۵ء

فهرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر | ماہوار | رسالہ

جلد | ستمبر ۱۹۴۵ء | نمبر ۹

چاندسے

(از شہاب)

دور کتنی، تو ہے ہمارے چاند ۔۔۔ کچھ تو بتلا مرے پیارے چاند
تیری دنیا ہے کون سی دنیا ۔۔۔ اور یہ بھی بتا ہے واں کیا کیا
نیل نبھ وہ، جہاں تو رہتا ہے ۔۔۔ کوئی کچھ واں کسی سے کہتا ہے
کیسی واں کی زبان ہے پیارے ۔۔۔ کیسا واں کا جہان ہے پیارے
کیسے ہیں واں کے لوگ یہ بھی بتا ۔۔۔ اور باہم ہے انکا کیا رستا
دوست دشمن وہاں بھی ایسے ہیں ۔۔۔ گر نہیں تو بتا کہ کیسے ہیں
کچھ بتا انکی انجمن کا حال ۔۔۔ ہاں، بتا انکے کچھ وطن کا حال
وہ، کہ جو ساتھ تیرے رہتے ہیں ۔۔۔ وہ بتا تجھسے کچھ بھی کہتے ہیں
چہرے کیسے ہیں انکے کیسے بدن ۔۔۔ اور انکے بتا ہیں کیسے چلن
کیسے وہ زندگی بتاتے ہیں ۔۔۔ وہ بھی کیا روتے مسکراتے ہیں
گر نہیں ہے وہاں کا ایسا حال ۔۔۔ تو بتا پھر ہے واں کا کیسا حال
نور میں وہ نہانے والے لوگ ۔۔۔ گیت سکھ کے وہ گانے والے لوگ

حال واں کا بتا دے تو، اے چاند
میری الجھن مٹا دے تو، اے چاند

آرگینک کھاد

از جناب با مراؤ دا ستے بی۔ایس۔سی (زراعت)

زمین کی پیداوار بڑھانے کیلئے۔اس میں کھاد دینا بہت ضروری ہے۔کھاد کے بارے میں کافی معلومات نہ ہونے کیوجہ سے ہمارے کسان اکثر اس طرف توجہ نہیں دیتے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی کھاد برباد ہوجاتی ہے۔آرگینک کھاد کھیتوں کیلئے بہت مفید ہوتی ہے۔اس مضمون میں گٹر فلائے، ہری کھاد اور سون کھاد کے بارے میں تبلایا گیا ہے۔مضمون مفید اور پر از معلومات ہے۔

گٹر فلائے - سوت اور کپڑوں کی ملوں میں کپاس کو صاف کرنے کے بعد نکلا ہوا بیکار کپاس اور کوڑا کچرا گٹر فلائے کے نام سے ملتا ہے۔ ۱۰-۱۲ سال سے اسکو کھاد کی جگہ پر استعمال کیا جا رہا ہے۔اس چیز میں فی سیکڑا ۸۰-۸۵ تک آرگینک حصہ اور ایک حصہ نیترجن رہتا ہے۔ناگپور زراعت کالج کے تجرباتی کھیتوں میں اسکا استعمال کیا جاتا ہے۔وہاں ایسا محسوس کیا گیا ہے کہ یہ کھاد کافی گیلاپن ملنے پر دو چار ہفتوں میں بالکل سڑ جاتی ہے اور کافی مفید بھی ہوتی ہے۔ فصل خریف کیلئے دوسری جگہ سڑائی ہوئی کھاد کا استعمال کرنا چاہئے۔اگر اگلے سال کام میں لانا ہو تو گذشتہ سال خریف فصل کی کٹائی کے بعد اسکا استعمال کرنا چاہئے۔

پہلے کھاد کو زمین پر پھیلا کر پھر زمین بکھرنا چاہئے۔ تاکہ وہ مٹی میں پوری طرح مل جائے۔اگر سردیوں میں پانی زیادہ گرا تو وہ اچھی طرح سڑ جائیگی۔اگر ایسا نہ ہوا تو دوسرے سال کی بووائی کچھ دیر سے کرنا چاہئے اسکا زمین میں اچھی طرح سڑ جانا ضروری ہے۔ورنہ اگلی خاص کیلئے پانی کی کمی ہو کر پودوں پر اسکا اثر پڑیگا۔ربیع کی پیداوار کیلئے اسکو بہت اچھی طرح کام میں لایا جا سکتا ہے کیونکہ برسات میں زیادہ پانی ملنے سے وہ پوری طرح سڑ جائیگی۔زمین دوسری آرگینک کھادوں کا استعمال کرنے سے جو فائدے ہوتے ہیں وہ سب گٹر فلائے کی کھاد سے بھی ہوتے ہیں ایسا تجربہ کیا گیا ہے۔

اس سے فصل میں بھی زیادہ کفایت ہوتی ہے۔کپڑوں کی ملوں کے آس پاس رہنے والے لوگوں کو اس مفید چیز سے ضرور فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔گٹر فلائے دوسرے کاموں کیلئے بیکار ہونے کیوجہ سے سستا بھی ملتا ہے۔جنگ کے پہلے اسکا بھاؤ ناگپور میں فی ٹن تین روپیہ تھا۔زراعت کالج کے کھیتوں میں فی ایکڑ ۳ ٹن گٹر فلائے کو کام میں لایا جاتا ہے۔

ہریالی کی کھاد - ہریالی کی کھاد کو بعض لوگ ہیوڑ بھی کہتے ہیں۔ہندوستان سے باہر کے قریب سارے ہی کسان زمین کے اندرونی حصہ کے آرگینک عناصر کی مقدار بڑھانے کیلئے ہریالی کھاد کا استعمال کرتے ہیں۔کھیتوں کی بیلوں، خودرو پودوں یا آسانی سے بوے ہوئے چیزوں کو زمین میں بکھر کر یکساں کرنے کو ہرا کھاد ڈالنا کہتے ہیں۔ اسکے لئے جن پودوں کی ضرورت ہوتی ہے۔انکو ایک تو اسی جگہ بونا چاہئے یا کسی دوسری زمین میں بو کر کچھ دنوں بعد کاٹنا چاہئے اور جہاں پر ضرورت ہو وہاں لا کر وہاں کی زمین بکھر ڈالنا چاہئے۔پھلوں کے باغیچوں میں یا ربیع کی زمین میں آرگینک چیزوں کو پہونچانے کا یہ بہتر طریقہ ہے ہری کھاد دھان کی زمین کو بھی فائدہ پہونچاتی ہے۔ہری کھاد کے بارے میں ایک بات دھیان میں رکھنا ضروری ہے۔اور وہ یہ کہ اسکو سڑانے کیلئے جتنا ضروری ہو اتنا پانی ضرور ملنا چاہئے۔ہرے پودے زمین میں گاڑنے کے بعد

دھان کی فصل اچھی نکلنے کیلئے قریب ۱۲-۱۳ انچ تک برسات ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اس میں ضرورت کے مطابق پانی دینا چاہیئے۔ لہذا اسکا انتظام ہونا چاہیئے۔ دھان بونے کی زمین میں کھاد دیتے وقت جن جن ہرے پودوں کی ضرورت ہوتی ہے انکی پیداوار پہلے کی زمین پر بیج بوکر کرنی چاہیئے۔ بوائی کرنیکے ۱۰-۱۲ دن پہلے اسکو کاٹکر دھان کی زمین میں پھیلا دینا چاہیئے اور بعد میں زمین کو کھود ڈالنا چاہیئے۔ پھر گڈھے بناکر پانی دینا چاہیئے اور کیچڑ تیار کرنا چاہیئے۔ ۱۰-۱۵ دن میں وہ اچھی طرح سڑ جاتا ہے۔

ہریالی کی کھاد کیلئے کونسی نباتات منتخب کرنا چاہیئے

اسکے لئے حسب ذیل باتیں دھیان میں رکھنا ضروری ہے۔ (۱) پودے ایسے ہوں جو مہینے ڈیڑھ مہینے میں تیار ہو جائیں۔ جس وقت پودوں میں پھول نکلنے لگتے ہیں، اسوقت اسکو کاٹکر اور دباکر رکھ دینا چاہیئے۔ (۲) پودوں سے جسقدر ہرا مال مل سکے اتنا ہی اچھا۔ کیونکہ اگر کسی دو دل والے اناج کے پودے ہوں تو اسکے سارے پودوں میں سے جتنی نیترجن ملتی ہے اسکی ۷۵ فیصدی نیترجن صرف پتوں میں پائی جاتی ہے۔ (۳) پودے باہم سٹے ہوئے اور جلد بڑھنے والے ہونے چاہئیں۔ اس سے زمین بہت جلد ڈھنک جاتی ہے۔ اور کیاریاں بھر جاتی ہیں۔ (۴) دو دل والے اناج میں سے ہی کسی کو جہاں تک ہوسکے پودوں کیلئے منتخب کرنا چاہیئے۔ ایسے پودوں کی جڑوں پر جو گانٹھیں ہوتی ہیں انمیں ایک طرح کے جاندار (کیڑے) ہوتے ہیں۔ جو زمین کے اندر نیترجن اکٹھا کرتے ہیں۔ دو دل والے اناج کے پودوں میں سے ہی آرگینک چیزوں کیساتھ نیترجن بھی زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے پودے اگر اس زمین میں پہلے پہل لگائے ہوں تو وہ پہلے جہاں پر پیدا ہوئے ہیں اس جگہ کی مٹی لاکر اپنے کھیت میں ڈالنی چاہیئے۔ ایسا کرنے پر ہی نئے پودے اچھی طرح بڑھ سکیں گے۔

ہری کھاد کیلئے سن، اور کریلا چولائی وغیرہ کے پودوں کو کام میں لایا جاتا ہے۔ اگر تاگ کے کام کیلئے ہی اگر سن بویا جائے تو بھی اسکی زمین کو فائدہ پہونچتا ہے۔ سن کے پودوں سے گلکر نیچے گرے ہوئے پتوں اور زمین میں پھیلی ہوئی جڑوں سے آرگینک چیزیں اور نیترجن ملتی ہے۔ تاگ کی کٹائی ہونیکے بعد زمین کو ایک بار کھود ڈالنا چاہیئے۔ اس سے پتے اور دوسری چیزیں زمین میں اچھی طرح مل جاتی ہیں۔ ڈھینچہ، کریلا، چولائی وغیرہ ذاتوں کے موسمی یا ہمیشہ بڑھنے والے پودے دھان کے کھیتوں کی میڑوں پر یا کھیتوں کے دھوروں پر لگانے سے زیادہ محنت بھی نہیں پڑتی اور کافی ہری کھاد اور جلانے کیلئے کچھ ایندھن مل جائیگا۔ انکے پتے کھاد کے کام میں اور بڑی بڑی ڈالیاں جلانیکے کام میں لائی جاتی ہیں۔ اسکے علاوہ ان پودوں کی جڑیں بہت گہرائی تک پہونچتی ہیں۔ جس سے زمین کے نچلے حصہ کی جاندار اشیاء کھینچتے ہیں، اور وہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ کام خود بخود ہی ہوتا ہے۔

شروع برسات میں زمین کو کھود کر اس میں ایکڑ ۴۰-۵۰ پونڈ (کریلا صرف ۸ پونڈ) بیج بویا جاتا ہے۔ اور جب پودوں میں پھول آنے لگتے ہیں، تب انھیں دباکر پھر سے کھود ڈالتے ہیں۔ ہریالی کی کھاد فی ایکڑ ۵ سے ۱۰ ہزار پونڈ تک دینا ضروری ہے۔ اچھی زرخیز زمین میں وہ جلدی سڑتا ہے اور زیادہ مفید ہو جاتا ہے۔ نم زمین میں سڑن اچھی نہیں ہوتی اور نباتات کو نقصان پہونچانے والا زہر تیار ہوتا ہے۔ اسوجہ سے پال فائدہ نہیں دکھلائی دیتا۔ بونے کے کام کیلئے ہل میں کمانندار تختہ ہونا چاہیئے۔ گرا ہوا ہرا مال پوری طرح سے ڈھنک جانا چاہیئے۔ بوائی ختم ہو جانیکے بعد تختہ یا ڈسک ہیرو چلانا چاہیئے۔ اگر زمین پولی رہیگی تو ہرا مال خشک ہو جائیگا اور سڑن بڑی مشکل سے ہوسکیگی۔

ان سب نقصان دہ باتوں کو ٹالنے کیلئے جیمنسن صاحب نے جو طریقہ کام میں لانے کیلئے کہا ہے وہ شاید کچھ لوگوں کیلئے مفید ثابت ہو سکے۔ ہریالی کیلئے تیار کئے گئے پودے پہلے

کاٹ کر ایک دو دن پانی سے بھرے ہوئے گڑھوں میں بھگو کر رکھنے چاہئیں۔ اسکے بعد ایک سطح ان پودوں کی اور ایک مٹی کی۔ اس سلسلہ سے ایک کے اوپر ایک سطح جما دینا چاہئیے۔ سب سے اوپر مٹی کی سطح آنی چاہئیے۔ ڈھیر کو باہر کیطرف سے مٹی سے لیپ دینا چاہئیے۔ اور اسکو وقت وقت پر سینچتے رہنا چاہئیے۔ ڈیڑھ یا دو مہینے کے بعد ڈھیر کھود کر کھاد کو کام میں لانا چاہئیے۔ اس طریقے سے کچھ باتوں کی سہولیت رہتی ہے (۱) اگر زیادہ پانی نہیں برسا اور زمین مناسب طریقے سے گیلی نہیں ہو پائی تو کھاد کا استعمال ہم دوسرے پودوں کیلئے کرسکتے ہیں (۲) ہریالی کیلئے جو پودے بوئے جاتے ہیں انکو زیادہ سے زیادہ بڑھا کر جسقدر ہوسکے اتنا زیادہ ہرامال حاصل کرسکتے ہیں (۳) کسی فصل کو ضرورت کے مطابق ہم کم یا زائد کھاد دے سکتے ہیں۔ (۴) یہ کھاد پہلے سے ہی سڑائی ہوئی رہنے کیوجہ سے اناج کے پودے جب بالکل چھوٹے ہوتے ہیں اسوقت اس کھاد کا استعمال کرسکتے ہیں۔

آرگینک کھاد ایک اور طریقے سے بھی یعنی انسانی پیشاب پاخانہ [سون کھاد] کے ذریعہ بھی حاصل کیجاسکتی ہے۔ انسانی پیشاب پاخانہ والی زمین بہت زیادہ زرخیز کیوں ہوتی ہے؟ اسکی وجہ خاص طور سے بتلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے کھیت بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ انسانی پیشاب پاخانہ کی اہمیت کھلی ہوئی شکل میں جاننے پر بھی، اسکو کھیت میں ڈالنے کیلئے یکایک کوئی تیار نہیں ہوتا۔ وہ کام گھنونا تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی وہ معیوب بھی مانا گیا ہے۔ حکومت ہند نے الگ الگ شہروں کی میونسپلٹیوں سے سون کھاد کے ذریعہ بغیر بدبو کے کھاد تیار کرنے کیلئے کہا ہے۔ یہ کھاد سبھی طرح کے اناج کے پودوں کیلئے مفید ثابت ہوئی ہے۔ اس میں نیترجن کی مقدار فیصد ۰.۸ - ۱.۰ رہتا ہے۔ بڑے بڑے اور چوڑے گڑھے کھودکر انمیں ایک سطح گاؤں کا کچرا اور ایک سطح میلا، اسطرح ایک کے اوپر ایک کئی تہیں ڈالکر رکھتے ہیں۔ ۶ سے ۹ مہینوں میں اچھی سون کھاد تیار ہو جاتی ہے، یہ بدبودار بھی نہیں ہوتی۔

کچا میلا:- میونسپلٹی کی گاڑیوں کی مدد سے کھیتوں میں ہل بکھر کے ذریعہ تیار کیئے گڑھوں میں اسے اونڈیلنا چاہئیے۔ اور اوپر سے مٹی کے ذریعہ ڈھانک دینا چاہئیے۔ اس سے اچھی کھاد تیار ہوتی ہے۔ جہاں پر معمولی برسات ہوتی ہے۔ وہاں ۳۰ - ۳۵ گاڑیاں کھاد کافی ہوتی ہے۔

گندا اور میلا پانی - بمبئی پونا جیسے بڑے شہروں میں پانی چھوڑ کر پاخانے صاف کرنے کا انتظام ہے۔ یہ میلا پانی بھی کھیتوں میں ڈالنے کا انتظام ہونا چاہئیے۔ باغیچوں میں پیدا ہونے والی فصلوں، گنا وغیرہ کو یہ مفید ثابت کیا گیا ہے۔ فصل آنے کے مہینہ پندرہ دن پہلے، گنے میں یہ پانی دینا بند کردینا چاہئیے پھر صاف پانی ہی دینا چاہئیے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو انکو پکنے نہیں پاتی

سویز پانی - میلے پانی میں سے گندگی الگ کرنے کا انتظام جہاں نہیں رہتا وہاں کچے میلے کا ہی پانی کھیتوں میں دیا جاتا ہے۔ اسکو ہی سویز پانی کہتے ہیں۔ باغیچوں میں ہونے والی طرح طرح کی فصلوں کو یہ فائدہ پہونچاتی ہے۔ ایسے پانی میں طرح طرح کے بیماری کے جراثیم رہتے ہیں اور وہ دوبارہ پودوں پر رہنے لگتے ہیں۔ اس سے مرض پھیلنے کا امکان رہتا ہے۔ پچھمی ممالک میں ایسے پانی کو سبزیوں کیلئے استعمال نہیں کرتے۔

مرغیوں سے حاصل ہونیوالی کھاد

مرغیوں کی بیٹ ایک اچھی کھاد سمجھی جاتی ہے۔ جن لوگوں کو مرغیاں پالنے کا شوق ہے۔ انکو چاہیئے کہ وہ اسے جمع کرکے رکھ لیں۔ اس میں ۵۰ - ۶۰ فیصد آرگینک اشیاء، ۳ - ۴ فیصد نیترجن اور اسی مقدار میں فاسفورس ایسڈ اور ایک سے دو فیصد پوٹاس، اتنی

اشیاء رہتی ہیں۔ یہ کھاد جلدی سڑتی ہے۔ اور زمین کو بھی بہت جلدی فائدہ پہونچاتا ہے۔ اسکو جمع کر کے رکھنے کیلئے مٹی میں ملا کر ہمیشہ سایہ میں رکھنا چاہئے۔ اسمیں اگر لکڑی کی راکھ ملائی جائے تو اس سے بہت جلدی زمین زرخیز بنتی ہے۔ سب طرح کی سبزیاں خاصکر پیاز وغیرہ کیلئے یہ کھاد بہت ہی مفید ہوتی ہے۔

(ماخوذ)

زمین کو زرخیز بنانے کیلئے مٹی کو طاقتور بنانے کی بہت ضرورت ہے۔ مٹی میں آکسیجن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، گندھک، چونا، کاربن، فاسفورس، لوہا، سلیکون، میگنیز، کلورائن، میگنیشیم، الونیم، پوٹاس اور سوڈا وغیرہ کیمیاوی چیزیں ہوتی ہیں۔ انمیں سے چونا، پوٹاس، فاسفورس اور نائٹروجن کی ہندوستانی مٹی میں بہت کمی ہے۔ یہاں کی مٹی میں لوہا، گندھک اور میگنیشیم زیادہ ہے۔ زمین پر لگاتار کھیتی کرنے سے مٹی کو قدرتی طور پر ملنے والی پودوں کی خوراک میں کمی ہو گئی۔ مٹی میں پودوں کی خوراک کی یہ کمی صرف فصلوں کے ہیر پھیر سے اور جانوروں کی کھاد سے پوری نہیں ہو سکتی۔ اسکے لئے اور کھاد ضروری ہے۔

کھیتی کی پیداوار بڑھانا

کھیتی کی پیداوار نیچے لکھے ہوئے طریقوں سے بڑھائی جا سکتی ہے۔

(الف) ترقی دئے ہوئے بیج بو کر۔

(ب) ترقی دئے ہلوں سے گہری اور خوب جوتائی کر کے۔

(ج) کھیتوں میں زیادہ کھاد ڈال کر۔

زیادہ کھاد نیچے لکھے ہوئے طریقوں سے مل سکتی ہے۔

(۱) کھلیان یا بنی ہوئی کھادیں خرید کر۔

(۲) ہری پتیوں کی کھاد ڈال کر۔

(۳) گاؤں کے میلے اور کوڑے کرکٹ سے کمپوسٹ (ملی جلی کھاد) بنا کر۔

(۴) مینڈھ بندی کر کے کھاد کو جمع کر کر۔

(د) جہاں سینچائی کی سہولتیں نہ ہوں وہاں نئے پکے کنوئیں بنوا کر یا جو تالاب موجود ہوں اور ریت سے پٹ گئے ہوں ان کو گہرا کھدوا کر۔

کھیتی باڑی میں سدھار کے لئے جوتوں کی یکجائی بھی بہت زیادہ ضروری ہے۔ یو۔ پی کنسالیڈیشن آف ہولڈنگس ایکٹ ۱۹۳۹ء (جوتوں کی یکجائی کا قانون) کے ماتحت بلیا۔ بستی۔ بہرائچ۔ سیتاپور اور بجنور کے ضلعوں میں یہ کام سرکاری افسر کر رہے ہیں۔ اب یہ تجویز ہے کہ اس قانون کے ماتحت علی گڈھ۔ اٹاوہ۔ کانپور۔ مرادآباد اور گونڈہ کے ضلعوں میں کورٹ آف وارڈس کی اُن ریاستوں میں جو قرضدار نہیں ہیں جوتوں کی یکجائی کا کام کورٹ آف وارڈس کے افسر کریں۔

پھلوں کی مکھیاں

[از قلم مسٹر۔ ایچ۔ این سنگھ (کشوری) بی۔ ایس۔ سی۔ اے۔ جی]
انسپکٹر گورنمنٹ گارڈن لکھنؤ

پھلوں کو نقصان پہونچانیوالی مکھیوں کے بارے میں ذریعہ خطوط سوالات کی بھرمار اور دیگر اصحاب کی بیچینی کے باعث یہ مناسب سمجھا گیا کہ ذیل میں مضمون ہٰذا کی بابت روشنی ڈالکر انکی مشکلات دور کیجائیں۔ اسلئے اس مضمون کے بارے میں بیچین اصحاب کی تسکین خاطر کیلئے چند باتیں بتلائی جاتی ہیں۔

پھلوں کے مکھیوں کی کئی قسمیں ہیں جو اپنی شکل و صورت اور رنگ میں تھوڑا بہت فرق رکھتی ہیں۔ یہ مکھیاں اُن مکھیوں سے جو گھروں میں دکھائی دیتی ہیں خصوصاً کچھ چھوٹی ہوتی ہیں۔ انکے بھی دو چھوٹے پر ہوتے ہیں۔ اور جسم پر انکی قسم کے مطابق۔ پیلی۔ بھوری۔ سیاہ سفید وغیرہ رنگ برنگی دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہ باغات میں پیڑوں کی پتیوں اور پھلوں کے اوپر گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ (ان مکھیوں کو بزبان انگریزی "فروٹ فلائی" کہتے ہیں۔) یہ ترکاری کے کھیتوں میں بھی جب اُن میں پھل آجاتے ہیں دکھائی پڑتی ہیں ان کا گذر پھلوں کے اوپر ہی ہوتا ہے یہ پھلوں کو زیادہ تر انکی اُس حالت میں حملہ کرتی ہیں جب وہ پکنے کے قابل ہو جاتے ہیں یا اچھی طرح پک جاتے ہیں۔ جاننے کی بات یہ ہے کہ مکھی کس طرح پھلوں کو نقصان پہونچاتی ہے۔ اور اُن سے کیسے چھٹکارہ مل سکتا ہے۔

مکھیوں کی کئی حالتیں ہوتی ہیں۔ پہلے یہ انڈا دیتی ہے یہی انڈے بڑے ہو کر لاروی کہلاتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد اس لاروی کی شکل بھی بدل جاتی ہے جو میگاٹ کہلاتا ہے۔ لاروی جب بڑے ہوجاتے ہیں تو تمام کام بند کردیتے ہیں اور زمین کے نیچے گر پڑتے ہیں انکی اس حالت کو سوتی ہوئی حالت کہتے ہیں انگریزی زبان میں میگاٹ کہلاتے ہیں۔ میگاٹ ہی کچھ دن بعد مکھیوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح مکھی پھر انڈا دیتی ہے اور کام جاری رکھتی ہے۔

مکھی جب پھلوں پر آتی ہے تو انکے (پھلوں) چھلکے کو ڈنک کے ذریعے سوراخ کرکے اپنے انڈے اندر کر دیتی ہے اور وہ انڈے بڑے ہوکر اپنے "لاروی" کی شکل میں پھلوں کو نقصان پہونچانا شروع کر دیتے ہیں۔ مکھی کا بنایا ہوا سوراخ شروع میں کچھ بھی نہیں معلوم پڑتا لیکن کچھ ہی دن بعد وہ مقام پیلا پڑ جاتا ہے جس سے مکھی کا حملہ صاف طور سے معلوم ہونے لگتا ہے۔ کچے پھلوں پر بھی کبھی کبھی مکھی حملہ کر دیتی ہے ایسے پھلوں کا رنگ ہرے پیلے ملے ہوئے رنگ کیطرح معلوم ہوتا ہے۔ جہاں مکھی نے ڈنک مارا ہے۔ مکھیوں کے ڈنک مارے ہوئے مقام پر کہیں کہیں ابھری ہوئی مثلث نما شکل بھی بنجاتی ہے ان علامات کے دیکھنے کے بعد یہ اچھی طرح بتایا جاسکتا ہے کہ پھلوں پر مکھیوں کا حملہ ہوگیا ہے۔ ایسے پھلوں کو اگر کاٹا جائے تو اُس میں مکھی کے انڈے یا "لاروی" ضرور دکھائی دینگے۔ پھلوں کو نقصان محض "لاروی" سے ہوتا ہے یہ "لاروی" پھلوں کے گودے کھا کر ٹیڑھی میڑھی نالیاں بناتے ہوئے پورے پھل کو گھیر لیتے ہیں۔ اس طرح پھل بیکار ہو جاتا ہے۔ اور سڑنا بھی شروع ہوجاتا ہے مکھی کی صرف یہی صورت (لاروی) پھلوں کو نقصان پہونچانیوالی ہوتی ہے۔ یہ "لاروی"

جیسا اوپر بتایا جا چکا ہے کچھ دن بعد (۱۰ سے ۱۴ دن) اپنی شکل بدل دیتے ہیں اور باہر گر جاتے ہیں۔ یہی مکھی کی سوتی ہوئی حالت ہوتی ہے۔ میگاٹ زمین میں نیچے ایک یا دو یا ایچ کی گہرائی میں رہتے ہیں ان سے کسی طرح کا نقصان ہونیکا اندیشہ نہیں رہتا محض اس کے کہ یہ مکھی کی صورت کچھ دن بعد اختیار کر لیتے ہیں جو اپنا کام جاری رکھتی ہیں۔

پھل کی مکھیوں کا حملہ خاصکر اُن پھلدار درختوں میں ہوتا ہے جو جاڑے کے موسم میں پتیاں گرا دیتے ہیں جیسے آڑو۔ انجیر۔ سیب وغیرہ۔ آم۔ سنزارہ نارنگی۔ ترنج چکوترہ۔ لوکاٹ۔ لیچی۔ انار۔ پپیتہ۔ چیکو۔ دامینی وغیرہ کے پھلوں میں بھی ان مکھیوں کے "لاروی" پائے جاتے ہیں۔ خربوزہ۔ تربوز۔ کھیرا۔ لوکی۔ توری۔ اور دوسری قسم کی ترکاریوں میں بھی مکھی کا حملہ ہوتا ہے۔ کدو۔ کھیرا کے قسم کی ترکاریوں میں ان مکھیوں کے "لاروی" خاصکر پائے جاتے ہیں۔

مکھی کی شکل وصورت سمجھنے کے بعد۔ انکے روک تھام کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ مکھیوں کے دور کرنیکے کئی ذریعے ہیں۔ اپنے ملک اور دوسرے ملکوں میں خصوصاً فلوریڈا۔ کالیفورنیہ۔ جزیرہ ہوائی۔ مصر۔ اٹلی اسپین۔ سپاس۔ ٹائین، آسٹریلیا وغیرہ میں طرح طرح کے ذریعے استعمال میں لائے گئے ہیں۔ یہاں پر کچھ انھیں ترکیبوں کا بیان کیا جاتا ہے جو یہاں بھی بہ سہولیت استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ مکھیوں کے روکنے کے مختلف طریقے:۔

۱۔ باغ کے اندر اور ترکاری کے کھیتوں میں اچھی جوتائی کرنی چاہیئے جوتائی کرنے سے "میگاٹ" (مکھیوں کی سوتی ہوئی حالت) جو زمین میں ہیں وہ اوپر آجاتے ہیں۔ سورج کی تیز دھوپ یا جاڑے کی ٹھنڈک وغیرہ سے یہ "میگاٹ" مرجاتے ہیں۔ پھر مکھیوں کی صورت میں

نہیں ہوسکتے۔ جو انڈا دیکر اپنی تعداد بڑھا لیتی ہیں

۲۔ کیڑے لگے ہوئے پھلوں کو توڑ کر کھولتے ہوئے پانی میں اُبال دینا چاہیئے۔ اس سے "لاروی" جو پھلوں کے بھیتر ہوتے ہیں مرجاتے ہیں۔ اسطرح سے انکا بڑھاؤ بند ہوجاتا ہے۔

۳۔ زہریلا گھول:۔ اسکو تیار کرنے کیلئے مندرجہ ذیل چیزوں کو انکی لکھی ہوئی مقدار کے مطابق لینا چاہیئے۔

	(۱)	(۲)
ا۔ لیڈ آرسینیٹ	۴ اونس	۱۰ پونڈ
ب۔ چینی یا گڑ	۳ پونڈ	۲۰ پونڈ
س۔ پانی	۵ گیلن	۲۰۰ گیلن

پہلے دی ہوئی مقدار یعنی نمبر ایک چھوٹے پیمانے پر اور دوسری یعنی نمبر ۲ بڑے پیمانے پر تیار کرنے کیلئے دی گئی ہیں۔ ان سب کو ملا لینے کے بعد گھول کو کچھ گاڑھا کر لیتے ہیں۔ یہ گھول اب پیڑوں پر چھڑکنے کے قابل ہوجاتا ہے اسکو پیڑوں کے تنے پر یا انکی شاخوں پر باریک دھار میں پچکاری کے ذریعے چھڑکنا چاہیئے۔ چھڑکتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ زہریلا گھول پھلوں پر نہ جائے۔ پھلوں پر گھول پڑجانے سے کھانیوالوں کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس دوا سے مکھی کا خاتمہ جیسے ہی وہ بیٹھتی ہے ہوجاتا ہے۔ چینی یا گڑ کے کمیاب کے سبب شیرہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ مغربی آسٹریلیا میں "ایل۔ جے۔ نیومین" نے ایک دوا کا استعمال کیا جسکا تجارتی نام "کلنیسیل" ہے بہت مفید ثابت ہوا۔

بڑے شہروں میں اس دوا کے ملنے کی امید کیجاتی ہے۔ ایک حصہ در "کلنیسیل" کو (۲۰) حصہ پانی ملاکر استعمال کرنا چاہیئے۔

۵:- ۴ پونڈ چوکر، $\frac{1}{4}$ پونڈ شیرہ، $\frac{1}{2}$ پونڈ "بوریکس" اور ۴ گیلن پانی سب کو ملا کر جالیدار کپڑے یا جالوں میں تھوڑا تھوڑا رکھ کر پیڑوں پر جابجا لٹکا دینا چاہیے۔ اس پر مکھیاں رجوع ہوتی ہیں جو کھانے کے بعد مر جاتی ہیں۔ آسٹریلیا میں اس کا استعمال خاص طور سے ہوتا تھا لیکن "کلینسیل" کے ایجاد کے بعد اسکی وقعت کم ہو گئی اور اسکی جگہ آہستہ آہستہ جاتی رہی۔ "کلینسیل" کے نہ ملنے پر اس بتلائے ہوئے طریقے کو ہی استعمال میں لانا چاہیے۔

۶- اسپین اور الجیریا میں مکھیوں کے روکنے کا جو گھول استعمال ہوتا ہے اسکو ہم بھی بنا سکتے ہیں جیسا کہ نیچے لکھا ہوا ہے۔

$\frac{1}{2}$ سیر چوکر کو ایک گیلن پانی میں بھگو کر ایک دو دن تک اسکو سڑنے دینا چاہیے۔ جب بدبو آنے لگے تو چوکر کو ایک ایسے ٹین کے برتن میں رکھنا چاہیے جسمیں بہت سے تمام چھوٹے چھوٹے سوراخ بنائے گئے ہیں۔ کئی ٹینوں میں چوکر رکھ کر جابجا پیڑوں میں لٹکا دینا چاہیے۔ اس قسم کے ٹین اُس وقت پیڑوں میں لٹکانا چاہیے جب پھلوں میں رنگ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جب تک تمام پھل توڑ نہ لئے جائیں ٹینوں کو لٹکائے رہنا چاہیے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیے ٹینوں میں رکھا ہوا چوکر ایک ہفتہ کے بعد بدل دینا چاہیے۔ دوسری مرتبہ چوکر رکھنے کے پہلے ٹین کو اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے۔ پھینکے ہوئے چوکر کو ٹین سے نکالا گیا ہے مٹی میں دفن کر دینا چاہیے۔ اس ترکیب کو استعمال میں لانے سے مکھیوں کی کشش چوکر کیطرف ہوتی ہے جس سے پھل محفوظ رہ سکتے ہیں۔

یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اس چھوٹے سے مضمون سے بہت سی مشکلات ناظرین اور دیگر اصحاب کی آسان ہو جائینگی۔

بیج گوداموں سے کسطرح فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے

عمدہ قسم کے بیج، اوزار اور کھادیں اُنہی گوداموں سے کسانوں کو دی جائیں گی جو کھیتی باڑی کے محکمہ نے بہت سی جگہوں پر کھولے ہیں۔ کورٹ آف وارڈس کے انتظام سے نیا بیج گودام کھولنے سے یہ کہیں اچھا ہے کہ جو بیج گودام میں موجود ہوں اُن سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ ایک گودام اپنے اردگرد پانچ میل کے حلقہ میں تمام گاؤں کو آسانی سے بیج وغیرہ دے سکتا ہے۔ اس حلقہ کا رقبہ ۷۵ مربع میل ہوگا اور اس میں ۷۵ سے لیکر ۸۰ گاؤں تک ہوں گے۔ ایک گودام میں ترقی دئے ہوئے بیجوں کا ذخیرہ مثل اس رقبہ کے ایک تہائی حصہ کے لئے کافی ہوگا۔ جہاں گودام اچھی جگہ پر نہ ہوں وہاں اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے کہ کسی جگہ کوئی پکی عمارت ٹھیک کرایہ پر مل جائے اور گودام اس میں اُٹھ کر آجائے۔ اگر نیا بیج گودام کھولنا ہی ہو تو اس معاملہ کو کھیتی باڑی کے محکمہ سے صلاح کر کے طے کرنا چاہیئے۔

گھاس پات اور زمین

پونا کے ہندوستانی بحری راستے میں جو ایجادیں کی گئی تھیں اور جنکا تذکرہ مرکز کی ۱۹۴۳ء کی سالانہ رپورٹ (ٹیکنکل) میں کیا گیا ہے۔ انسے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ زمین کو گھاس پات سے صاف نہ ہونے دینے کا سب سے بڑا اثر طریقہ یہ ہے کہ زمین کو محفوظ رکھا جائے۔

اس ترکیب سے نہ صرف ملک کی پیداوار کی طاقت بڑھ جائیگی، بلکہ بہت کچھ حد تک ندی کے ساحلوں کا اونچا ہونا بھی روکا جا سکیگا۔ ندی کے ساحلوں کے اونچا ہو جانے سے ندی کے ساحل کٹ جاتے جاتے ہیں۔ اور سیلاب آجاتے ہیں جسکا اثر پبلک کی صحت پر برا پڑتا ہے۔ پہلے ندی کے ساحلوں کو اونچا نہ ہونے دینے اور سیلاب کا روک تھام کا محض ایک طریقہ باندھ بنانا ہی تھا۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے۔ کہ اس ترکیب سے ندیوں کے زیادہ اونچا ہو جانے اور باندھوں کو توڑکر اپنے بہاؤ کی سمت بدل دینے کو صرف وقتی شکل میں کچھ عرصہ کیلئے روکا جا سکتا ہے۔

مرکز میں جو تجربہ کئے گئے ہیں، انمیں اس بات پر روشنی پڑی ہے۔ کہ اگر ندی کیساتھ بہکر آنیوالی بالو، مٹی وغیرہ اتنی زیادہ ہو کہ ندی اسے بہا کر لے جا سکے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سطح میں بیٹھ جاتی ہے اور وسیع رتیلے ندی کے سطح بن جاتے ہیں اور ندی تیزی کیساتھ بہنے لگتی ہے۔ اسکی قابل ذکر مثال کوسی ندی ہے جو زیادہ ریت بہانے جانے کیوجہ سے لگاتار اپنا راستہ بدلتی رہتی ہے۔ ایسا یقین کیا جاتا ہے کہ ایکبار تو یہ ندی برہم پتر ندی میں مل گئی تھی۔ مگر یہ تو حقیقت ہے کہ مہاندی میں مل گئی تھی۔ اب یہ پچھم کیطرف ہوتی ہوئی دربھنگا کیطرف بہہ رہی ہے۔ ۱۸۱۲ء سے یہ ایک میل سالانہ کی اوسط سے پچھم کیطرف سرکتی جا رہی ہے۔ کوسی ندی سے جو بہت بڑا نقصان اور بربادی ہوئی ہے اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ پہاڑی زمین گھاس پات سے صاف ہو رہی ہے۔ پنجاب اور سندھ کی ساری ندیوں کی سطحیں آہستہ آہستہ اونچی ہوتی جا رہی ہیں اور موہن جو دوڑ میں جو سب سے نیچے کھودائی کی گئی تھی، اس سے پتہ چلا ہے کہ ... ۵ سال قبل یہ آبادی موجودہ زمین سے ۳۵ فیٹ نیچے آباد تھی۔ ۱۹۴۳ء میں دامودر کے پچھمی باندھ کا ٹوٹنا اسکی دوسری مثال ہے۔

جنگلات اور زراعت کے نقطۂ نظر سے مٹی کے گھاس پات سے خالی ہونے کا نتیجہ زمین کی زرخیزی طاقت کو نقصان پہونچنا ہوتا ہے۔ اکثر اسکی وجہ زراعت اور ایندھن حاصل کرنے کیلئے جنگلوں کا کاٹا جانا ہوتا ہے۔ پنجاب ہی ایک ایسا پہلا صوبہ تھا جسنے ٹھوس بنیادوں پر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی اور نمائشوں اور اشاعت کے ذریعہ یہ کام بہت کچھ کیا بھی جا چکا ہے پھر بھی ہندوستان کی اتری سرحد پر آباد ریاستوں میں، جہاں کسی طرح کی پابندی ممکن نہیں، مٹی گھاس پات سے خالی زیادہ پائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے بحری راستہ تجربہ کی سالانہ رپورٹ میں جن جاپچ پڑتالوں کا تذکرہ ہے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ منظم چبوتروں، ہوا روکنے کے پردوں، جانوروں کو دور رکھنے کیلئے بنائی گئی جھاڑیوں کی ٹیٹوں کی مدد سے اور گھاس پیڑ وغیرہ لگاکر پہاڑی علاقوں میں ہونیوالے نقصانات کو روکا جا سکتا ہے۔ ایسے علاقوں میں، جہاں زمین دور تک تھوڑی تھوڑی ڈھلوان ہو، چبوترے بناکر کافی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس زمین پر کافی باندھ بنا دیے جائیں۔

اس سال میں مرکز میں ۱۹، ایجادوں کے سلسلہ میں کارروائی جاری تھی۔ جن میں سے ۱۰ خاص تھے اور انکا بنیادی رپورٹ میں ندی اور نہروں سے تعلق رکھنے والے مسائل۔ مثال کے طور پر ندیوں کے راستہ کو پابند کرنا، بہاؤ کی تیزی کو روکنا، نہروں میں ریت نہ جانے دینا ایسی چھوٹی چھوٹی جگہوں سے جہاں برساتی پانی ندی میں گرتا ہے تیز رفتار

ہل
سے پانی کی نکاسی۔ کے متعلق کئے گئے بہت سے تجربات کا ذکر ہے۔ ندی کے راستہ کو پابند کرنے میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں ٹاپوؤں کا استعمال کرنا، ندی نالوں میں سے پتھر کی بٹیوں کو الگ کرنا، اور ندی اور نہروں میں اٹھنے والی چھوٹی بڑی لہروں کی کچھ بنیادی تعلیمات کا بھی رپورٹ میں تذکرہ ہے۔

(اطلاعات عامہ سے)

بیج کیسے بونا چاہیے

(از جمنا پرشاد سنگھ ایم۔ایل۔اے)

کھیتی کے سلسلہ میں بیج کو بہت اہمیت حاصل ہے اور بغیر اسکے کسی طرح کی کاشت ممکن نہیں ہے۔ مگر غور اسبات کا کرنا ہے کہ بیج کیا ہے اور وہ کسطرح جمتے ہیں۔ اچھے بیج کی پہچان کیا ہے اور وہ کسطرح رکھے جاتے ہیں۔ خراب بیجوں سے اچھے بیج بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر بنا سکتے ہیں تو کسطرح۔

عام طور پر بیج پودے کا وہ حصہ ہے جس میں اپنی نسل بڑھانے کی طاقت ہے کبھی کبھی یہ نسل بڑھانے کی طاقت پیڑ کے دھڑ کے کسی حصے میں بھی ہوتی ہے، جیسے کہ شکر قند، چقندر، پردل شیشم وغیرہ کی ڈاڑھ کے کسی حصے میں، جیسے کیتاری آلو وغیرہ کے انکھوے میں۔ کبھی دو والا بیج یا ایک والا بیج یا اناج کے انکر میں جیسے آم، لیچی، جامن، بوٹ، کیراؤ، مسور، کھساری وغیرہ دو دالوں میں اور گیہوں، دھان، سرسوں، تیسی ناریل وغیرہ ایک والا کے انکر میں بیج ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بوٹ کے دانے کو لے لیجئے۔ چاقو سے چھلکے کو الگ کر دیجئے پھر اسکے دونوں دانوں کو الگ کر دیجئے اور تب آپ بوٹ کے منہ پر ایک چھوٹا سا پیلا پتلا سوت نظر آئیگا جسکو انکر کہتے ہیں۔ اس انکر کی بوٹ کے دال دونوں طرف سے پکڑے ہوئے حفاظت کر رہے ہیں پھر اس دال کی حفاظت بوٹ کا چھلکا کرتا ہے اور اس چھلکے کی حفاظت بوٹ کے دانے کے اوپر کا چھلکا کرتا ہے جس سے بھوسی تیار ہوتی ہے۔ اس پیلے سوت کے آپسے انس کے منہ سے موٹے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ وہ جو نیچے کیطرف جاتا ہے یعنی جو اندھیار الپسند کرتا ہے اور جسکو جڑ کہتے ہیں اور اوپر والا حصہ جو اوپر جاکر روشنی پسند کرتا ہے اسکو انکر کہتے ہیں۔ یہ چھوٹے سے پیلے سوت کے ٹکڑے کو کھانا، اسوقت تک جبتک کہ وہ پیدا نہیں ہوتا تب تک یہ بیج پتیاں دیتی ہیں۔ جب بیج پیدا ہوجاتا ہے۔ تب وہ اپنی خوراک زمین ہوا پانی اور دھوپ سے حاصل کرتا ہے۔

بغیر جان کے یہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ جاندار چیز ہے خشک بیج کی حالت میں اسکو خوراک کم ملتی ہے۔ اسلئے سال دو سال تک یہ بچتا ہے اسکے بعد یہ مرجاتا ہے اور اسوقت بیج میں پیدا ہونے کی طاقت نہیں رہتی۔ زیادہ گرمی اور سردی سے بھی یہ مرجاتا ہے۔ اسلئے بیج کو زیادہ گرمی یا سردی سے بھی بچانا چاہیے۔ بیج کو اگنے کیلئے اور پیدا ہوکر پودے کی شکل اختیار کرنے کیلئے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان چیزوں کی تکمیل ہونے پر ہی بیج جمتے ہیں۔ ایسا ہوتا کیوں ہے ذرا ہم لوگ اس پر بھی غور کریں۔

(۱) بیج کو زمین میں بونا چاہیے۔ اگر زمین میں نہیں بویا جائیگا تو وہ مرجائیگا۔

(۲) زمین میں پودوں کی خوراک موجود رہنی چاہیے، بالو والی زمین میں خوراک نہیں موجود رہتی اسلئے بیج جم کر بڑھ نہیں سکتا۔ (۳) زمین میں نمی چاہیے۔ سوکھی زمین میں بیج ڈالنے سے وہ اپنی خوراک زمین سے حاصل نہیں کرسکتا۔

پودوں کے کھانے کیلئے جتنی چیزیں موجود ہیں وہ پانی
میں گھلنے والی ہیں جو پانی کے ذریعہ پودوں کو ملتی ہیں
(۴) زمین کڑی نہ ہو بلکہ ہلکی ہو جس میں پودوں کا سور آسانی
کیساتھ زمین میں گھس اور پھیل سکے۔ آدمی چلتا پھرتا ہے۔
جب اسکو بھوک لگتی ہے تب وہ دوسری جگہ جاکر کھا پی
سکتا ہے۔ پیڑ چلتے پھرتے نہیں ہیں۔ اسلئے اسکی سور
جتنی دور جائیگی اتنی ہی دور تک کی خوراک اسکو حاصل
ہوگی۔ بڑے بڑے پیڑوں کو زیادہ خوراک کی ضرورت ہوتی
ہے اسلئے اسکی سور زیادہ دور تک جاتی ہے۔ لیکن چھوٹے
پیڑوں کی سور کے کم دور تک جانے میں ہی کام چل جاتا
ہے۔ زمین ہلکی رہنے سے پانی اور ہوا بھی سور کے پاس رہ
سکینگی جنکا رہنا نہایت ضروری ہے۔ (۵) بیج کے جمنے
کے لئے ایک خاص قسم کی گرمی کی ضرورت ہے، جو جسم کی
گرمی ہے وہی گرمی زیادہ تر پودوں کے لئے ٹھیک ہے
اکثر آپنے کسانوں کو شکایت کرتے ہوئے سنا ہوگا کہ بوٹ
اور گیہوں کے بونے پر گیہوں جم کر اڑ گیا اور اب صرف
بوٹ بچا ہے۔ کچھ بیج سردی میں جمتے ہیں اور کچھ گرمی میں
سردی میں جمنے والے بیج کے انکر کو زیادہ گرمی لگ جائے
تو وہ مرکر سوکھ جاتے ہیں۔ بیج کو اگر آپ ابلتے ہوئے پانی
میں ڈالکر بوئیں تو بیج ہرگز نہیں جمے گا مگر جس بیج کے چھلکے
موٹے ہوتے ہیں اسکو اگر کم گرم پانی میں ڈالکر بویا جائے
تو جمنے میں آسانی ہوتی ہے (۶) زمین کے نیچے اور اوپر
ہوا کا رہنا نہایت ضروری ہے۔ ہم بتلا چکے ہیں کہ ہوا میں
نائٹروجن، اکسیجن اور کاربونک گیس رہتا ہے۔ یہ تینوں
گیس پودوں کے لئے بہت کام کے ہیں۔ کاربونک ایسڈ
تو پودوں کی جان ہے۔ دن کو سورج کی روشنی میں پتے
اور ہرے ڈانٹ میں جو جو چھوٹے چھوٹے سوراخ
کی روشنی میں پتے اور ہرے ڈانٹ میں جو جو چھوٹے چھوٹے
سوراخ ہوتے ہیں، اسکے ذریعہ پودا کاربن ڈائی آکسائڈ

گیس کھینچتا ہے۔ اور کھینچ کر اسکا کاربن اپنے استعمال میں لاتا
ہے، اور آکسیجن جو آدمی کیلئے زندگی ہے چھوڑتا ہے۔
اسلئے دن کو جب خاص کر دھوپ ہو تب درخت کے
نیچے بیٹھنا اچھا ہے، اور آرام دہ بھی معلوم ہوتا ہے۔
رات کو ٹھیک اسکے الٹا ہوتا ہے۔ اسلئے رات کو درخت
کے نیچے رہنا یا سونا منع ہے۔ پیڑ کا پتہ اور ہری ڈال
پیڑ کے پیٹ اور پھیپھڑے کا کام کرتی ہیں۔ جیسے ہم لوگ
ناک کے ذریعہ سانس لیتے ہیں اور اسکے آکسیجن کا
استعمال کرتے ہیں اور کاربونک ایسڈ گیس کو چھوڑتے
ہیں ویسے ہی پیڑ ہوا میں سے کاربونک ایسڈ گیس کو لیتا
اور کاربن کو اپنے استعمال میں لاتا ہے اور آکسیجن کو
چھوڑتا ہے۔ نائٹروجن جو کہ ہوا میں زیادہ موجود ہے
اور جو پیڑ اور پودوں کی خوراک ہے۔ اسکو پیڑ سیدھے
نہیں لیتا۔ نائٹروجن کے ساتھ پودوں کو گھلنے والی
خوراک ملتی ہے۔ دھوپ نہ لگنے سے پودے اور پیڑ
پیلے ہو جاتے ہیں اور ہوا نہ لگنے سے پیڑ سوکھ جاتے ہیں۔
اچھے بیج کی علامت اور پہچان کیا ہے، اسپر اب
ہم کچھ روشنی ڈالینگے اچھے بیج (۱) تازہ (۲) بھاری
(۳) نیروگ (۴) سنڈول (۵) چمکیلے اور خوبصورت
(۶) طاقتور (۷) رنگ کا پکا (۸) جلد جمنے والا (۹) ایک
ہی ذات کا (۱۰) خوب سوکھا ہوا (۱۱) اس چیز کی خوشبو
والا (۱۲) چوٹ کھائے اور ٹوٹے ہوئے نہیں ہوتے
ہیں۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ بیج میں جو انکر ہوتا ہے اسکو
خوراک بہت کم ملتی ہے۔ اسلئے وہ بہت دنوں تک نہیں
بچ سکتا۔ پرانا ہونے پر بیج میں جمنے والی طاقت کم ہوتی
ہے۔ سارے ہی بیجوں کو ایک سال کے پہلے بونا چاہئے
مگر کچھ ایسے بھی بیج ہیں جو دو تین سال تک اچھے رہتے
ہیں۔ کھساری دوسرے سال بھی اچھا رہتا ہے۔
آلو کم از کم چھ مہینے پرانا ہونا چاہئے اسکے جمنے کی

طاقت قریب چھ مہینے میں ٹھیک ہو جاتی ہے۔
اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو بیج بھاری ہوتے ہیں وہ ہلکے بیجوں سے پیداوار میں اچھے ہوتے ہیں۔ دھان کے .. ا بیج آپ تول لیں اور پھر .. اسیطرح کے دھان کے تولیں۔ جو زیادہ وزن دار ہیں انکی پیداوار اچھی ہوگی۔ دیہا دھان کو سٹرہٹی سے مقابلہ کرنا بیکار ہے نہ دیسی سٹھری کو کانپوری راہر سے اور نہ دیسی بوٹ کو کالی لوٹ سے جو دانے بھاری ہوتے ہیں وہ پکے ہوئے اور عمدہ دانے پکے ہوتے ہیں۔ اسلئے اسکی فصل اچھی ہوتی ہے۔ گھن لگا ہوا بیج نہ ہونا چاہیئے، اور نہ اس میں کسی دوسری طرح کی ہی بیماری لگی ہوئی ہو۔ جس کھیت میں کوئی بیماری ہوگئی ہو اسکی پیداوار بیہن کیلئے نہ رکھنی چاہئے۔ اگر اس کھیت کی پیداوار بیہن کیلئے رکھی جائیگی تو وہ بیماری فصل میں ضرور لگ جائیگی۔ جو لوگ انجان بیج کا استعمال کرتے ہیں انکو کبھی کبھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر بیہن خریدنا ہی پڑے تو سرکاری فارم سے یا کسی قابل اطمینان دوکان سے خریدنا چاہیئے۔ کبھی کبھی بیماری بیج میں چھپی رہتی ہے۔ جو فصل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسلئے تندرست پودے کی پیداوار کو بیج کیلئے استعمال کرنا چاہیئے۔
تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جس اناج کے دانے سڈول ہوتے ہیں اسکی پیداوار اچھی ہوتی ہے جسکے دانے چپٹے ٹیڑھے اور کڑے ہوتے ہیں اسکی پیداوار بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اچھا بیج اکثر سڈول ہوتا ہے چپٹا نہیں۔ چپٹا دانا اسی پودے کا ہوتا ہے۔ جو پودا پھولنے کے بعد کافی غذا نہیں پاتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیج چپٹا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ جس مکا کی بالوں کی دونوں قطاریں سیدھی ہوتی ہیں اسکے بیج کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ کسی چیز کی پھلی اگر ٹیڑھی کڑی رہے تو اس کے دانے بھی ایسے ہی ہونگے۔ ہر چیز میں سلیقہ چاہیئے۔ برتاؤ میں اتنی دور تک جانا بہت مشکل ہے۔

(ماخوذ)

نیم کے فائدے

نیم کے ذرات کو رد ادار شکل میں الگ الگ کرکے اہم دوا بنانے کے کام میں پہلی بار استعمال کیا گیا ہے۔ یہ دوا خطرناک جلدی امراض، بخاروں اور دوسرے پرانے امراض کیلئے مفید ہے۔ یہ کام سائنٹفک اور تجارتی تحقیقاتی ایشوشیئشن کی کیمیادی تجربہ گاہوں میں کیا گیا ہے۔ اور نئے طریقہ کا تجربہ کرکے بڑی مقدار میں مختلف دوا دار اور غیر دوادار چیزیں ایجاد کی گئی ہیں۔ جنکا استعمال تجارت میں کیا جا سکتا ہے۔
نیم کے ان نئے ہیولائے اول کے تجربی امتحان سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انکے ذریعہ ان سارے ہی امراض کا علاج ہو سکتا ہے۔ جس کیلئے نیم مشہور ہے۔ ان ہیولائے اول کی امداد سے پینے، ملنے اور لیپ کرنیکے کام آنے والی دوائیں تیار کی گئی ہیں۔ انسے دانت منجن اور غرارے کرنے کی دوا بھی بنی ہے۔

یہ باتیں "جرنل آف سائنٹفک اینڈ سٹیرل رسرچ" کے جولائی نمبر میں شائع ایک مضمون سے معلوم ہوئی ہیں۔ اس مضمون میں نیم کے ہیولائے اول اور نیم سے پیدا ہونے والی دوسری چیزوں کے استعمال کی پوری اسکیم رکھی گئی ہے۔

تجارت اور زراعت

امریکہ کے محکمۂ زراعت کے ذریعہ کئے جانے والی متعدد تجربات کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ وہاں زراعتی تجارت میں کافی ترقی ہوئی ہے۔ انمیں پینسلین، بیوٹینسیل، گلیکول، گیہوں کا الکوہل، اور رنگنس پلاسٹک وغیرہ شامل ہیں۔ دوسری تجربہ گاہیں پوریا کی مشہور تجربہ گاہ بھی ایک ہے۔ زراعت کی ردی چیزوں سے مفید چیزیں تیار کرتی ہے۔ اس وقت ... تعلیم یافتہ محقق جنگ کے سلسلہ میں لگے ہیں۔

بیلوں کی خوراک

اگر بیل کو خوراک کافی مقدار میں نہ ملے تو وہ اپنے ڈیل ڈول و قد کے مطابق پورا کام انجام نہیں دے سکتا۔ تھوڑا بوجھ کھینچنے میں بھی زیادہ دیر لگیگی۔ برخلاف اس کے اگر بیل کو پوری خوراک ملیگی تو تھوڑی دیر میں زیادہ بوجھ کھینچ لیجائیگا اور ہانکنے کی بہت کم ضرورت ہوگی۔ کتنے ہی مالکان مویشی جہالت اور غلط فہمی کیوجہ سے اپنے بیلوں کو اُنکی ضروریات کے موافق کافی غذا نہیں دیتے اکثر ناموافق اور ردّی قسم کی خوراک بیلوں کو دیجاتی ہے اور جو کچھ غذائیت ایسی خوراک میں ہوتی بھی ہے وہ زیادہ تر اس کے ہضم کرنے کے قبل ہی خرچ ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں بیلوں کو اکثر ایسی لاپروائی سے چارہ کھلایا جاتا ہے کہ بہت سا چارہ خراب ہوکر بیکار جاتا ہے۔

چارہ کھلانے میں اِن نقصوں کو دور کرنے کی غرض سے چند ہدایات ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

مویشیوں کے خوراک کے دو حصے سمجھنا چاہیے ایک موٹی قسم کا بھاری چارہ مثلاً گھاس۔ چری۔ کربی۔ بھوسہ وغیرہ دوم لطیف قوت بخش غذا جسکو عوام راتب اور بھاڑا کہتے ہیں جسمیں کھل یعنی کھلی۔ بھوسی۔ چوکر دانہ وغیرہ شامل ہیں۔ اول قسم کا چارہ وزن دار اور زیادہ مقدار میں ہوتا ہے جس سے جانور کا پیٹ بھر سکے اور یہ نہایت ضروری چیز ہے۔ جب جانور پوری عمر کو پہونچ چکا ہو اور اب بڑھنے کی ضرورت نہ ہو یا ایسا جانور جس سے کام نہ لیا جاتا ہو یا دودھ نہ دیتا ہو تو ایسی خوراک سے پرورش پاکر جانور تندرست رہ سکتا ہے لیکن جب اس سے سخت کام لیا جائے تو اکیلی اِس قسم کی خوراک کافی نہیں ہوتی۔ ایسے مویشیوں کو جن سے سخت کام لیا جاتا ہے خوراک میں چارے کے ساتھ کوئی بھاڑہ ضرور دینا چاہیے۔ بھاڑہ یا راتب میں بہت سا مادہ غذائیت بخش ہوتا ہے اور بہ نسبت چارے کے جلدی ہضم ہوجاتا ہے جس سے بیلوں کو سخت کام کرنے کی طاقت ہوجاتی ہے لیکن اگر اکیلا راتب ہی کھلایا جائیگا تو جانور تندرست نہیں رہیگا۔ پس اگر عمدہ طریقہ سے کام لینا چاہتے ہو تو دونوں قسم کی خوراک دینا چاہیے۔ چری (جوار کی کڑبی) نہایت عمدہ چارہ ہے۔ بشرطیکہ اس کو دانہ پڑنے پر فوراً ہی کاٹ لیا جائے بہت لمبی اور موٹی قسم کی چری جس سے جوار کا دانہ لے لیا گیا ہو۔ چارے کیلئے بہت کم درجہ کی ہوتی ہے۔ عمدہ اور قیمتی چارہ بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ دانہ پڑتے ہی چری کاٹ لیجائے اور جلد خشک کرکے اُسی وقت دبا دبا کر ڈھیر لگادی جائے اس بات کی احتیاط رکھی جائے کہ حتی الامکان پتیاں بہت کم جھڑنے پائیں۔ باجرے کی چری جوار کے مقابلے میں گھٹیا ہے۔ لیکن اگر اگائی کاٹی جائے اور ٹھیک طور سے خشک کرکے ڈھیر میں رکھدی جائے تو کسی قدر اچھی ہوجاتی ہے۔

گیہوں۔ جو اور دھان کا بھوسہ غذا کے لحاظ سے چری کی بہ نسبت کمزور ہے لیکن دال والے اناج مثلاً ارد۔ موٹھ۔ مسور۔ چنا۔ گوار وغیرہ کا بھوسہ بہت عمدہ ہوتا ہے اس قسم کا بھوسہ گیہوں یا جَو کے بھوسہ کے ساتھ ملا کر کھلایا جاتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا چارہ بن جاتا ہے۔

خودرو گھاس اور سبز بوٹیاں جو عام طور سے سکھا کر بے پروائی سے رکھ لیجاتی ہیں اُن کا کچھ اچھا چارہ نہیں ہوتا اگر ان گھاسوں کو بارش کے ختم ہوتے ہی کاٹ لیا جائے اور خشک کرکے فوراً ڈھیر لگا دیا جائے تو زیادہ طاقتور ہوسکتی ہیں۔

سبز چارہ اور گھاس جو پختہ ہوگئیں ہوں بیلوں کے لئے عمدہ خوراک ہے لیکن نئی گھاس جسمیں پانی کا حصہ زیادہ ہوتا

ہے۔ اور دستاویابی ہوتی ہے مویشیوں کیلئے اکثر خطرناک ہے۔
سبز مکا کا چارہ خواہ کسی حالت میں کھلایا جائے نقصان نہیں کرتا اور اچھا چارہ ہوتا ہے۔ گنی گراس اور لوسرن (رزقہ) مفید چارہ ہے اور راتب کے قریب طاقتور ہوتا ہے۔ راتب میں کھلی نہایت عمدہ غذا ہے۔ بنولہ اس سے کچھ کم غذائیت رکھتا ہے جئی۔ گیہوں کی بھوسی چنا یا ارہر کا چھلکا) باجرہ۔ جوار۔ گوار۔ موٹھ وغیرہ پکاکر یا بھگوکر راتب میں استعمال ہوسکتے ہیں۔ دھان کی بھوسی موٹے چارے میں شمار کی جاتی ہے گیہوں کی بھوسی یا جوکر زیادہ قیمتی چیز ہے اور صرف بڑے بڑے شہروں کے قریب ہی مل سکتی ہے۔ بڑے قد کے بیلوں کو جب ان سے کام لیا جائے تو دس سیر کڑبی کی روزانہ ضرورت ہے۔ اگر خشک گھاس یا دھان کی بھوسی دیجائے تو ۱۲ سے ۱۵ سیر تک ہونا چاہئے۔ اگر ۵ سیر چری کیساتھ ۵ سیر گیہوں کی بھوسی و دانہ ملا دیا جائے تو اوّل درجہ کا طاقتور راشن ہوجاتا ہے اگر جانور پورا بڑھ چکا ہے اور موٹا تازہ تیار ہو تو سوائے نمک کے اور کوئی چیز علاوہ دینے کی ضرورت نہیں۔ نمک اُس وقت دیا جائے جس روز مویشی کام میں نہ ہوں۔ جب ان سے کام لیا جائے تو روزانہ اُن کو تین سیر راتب ملنا چاہئے جسمیں کھلی۔ بنولہ۔ گیہوں کا چوکر چنے وغیرہ کا دانہ ایک ایک سیر ہو۔ اگر بیلوں کو یہی خوراک دیجائے گی تو زیادہ بوجھ کھینچ سکینگے اور زیادہ دنوں تک کام کے قابل بنے رہینگے اور تکان کم معلوم کرینگے۔ بڑے بیلوں کو اُن کے قد و قامت اور وزن کے لحاظ سے زیادہ خوراک کی ضرورت ہے۔
چارہ جو مویشیوں کو دیا جائے اُسکو کُٹی کاٹ کر دینا چاہئے چارہ سب کھلا دیا جائے تاکہ خراب نہ ہونے پائے ایسا انتظام رکھا جائے جس سے چارہ بیلوں کے پیروں میں پڑکر خراب نہ ہو۔ جو چارہ پیروں میں پڑکر خراب ہوجاتا ہے اسکو بیل نہیں کھاتے۔ بیل اور دوسرے مویشی جو جگالی کرتے ہیں اُن کو دن بھر میں صرف دو مرتبہ خوراک کی ضرورت ہے۔ لیکن گرمیوں کے دنوں میں جب کام بہت صبح شروع کیا جاتا ہے تو تیسری مرتبہ بھی خوراک دیجاتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جتنی خوراک ۲۴ گھنٹے میں دیجائے سب کا وزن ایک ہی ہونا چاہئے۔
جگالی کرنیوالے جانوروں کی خوراک اول اُنکے پہلے معدے میں جاکر وہاں جمع رہتی ہے اور ملائم ہوتی ہے۔ پھر منہ میں واپس آتی ہے جسکو وہ چباکر دوسری مرتبہ نگلتے ہیں۔ اس عمل کو جگالی کرنا کہتے ہیں اس مرتبہ نگلنے میں وہ اصلی معدے میں پہونچتی ہے اور وہاں ہضم ہوتی ہے۔ یہ عمل بعینہ انسان و دیگر جانوروں کی طرح ہوتا ہے جو اول ہی مرتبہ چباکر معدے میں لیجاتے ہیں۔ پس جب بیل کا پیٹ بھرا ہوا ہوگا تو وہ جب چاہیگا نکال کر جگالی کرکے منہ چلا سکیگا۔ اسلئے اسکو بار بار کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔
ہر ایک چارہ کے ہضم کرنے میں دو گھنٹے اور راتب کیلئے آدھ گھنٹہ لگتا ہے۔ پانی چارہ کھلانے سے پہلے اور ہضم ہونے کے بعد دینا چاہئے۔ راتب یا دانہ دینے کے بعد فوراً پانی نہ پلانا چاہئے۔ جب چارہ دو مرتبہ دیا جائے۔ تب راتب ہر ایک مرتبہ آدھا آدھا کرکے دینا چاہئے نہ کہ کل ایک دم یعنی رات کے وقت جبکہ بیل تھکے ہوں اور آرام کا وقت ہو۔ صبح کے وقت چارہ کھلانے کے آدھ گھنٹہ بعد بیلوں کو کام میں لگایا جائے تو بہتر ہے جب مویشی کھاتے کھاتے تھوڑی دیر کے لئے بند ہوجاتا ہے تو اُسکو کھلاتے رہنا بجائے فائدے کے نقصان دہ ہے جب بیل کا پیٹ بھرا ہوا ہے تو اسکو اور چارہ نہ دیا جائے۔ تاوقتیکہ وہ پہلے چارے کو جگالی کرکے ہضم نہ کرلے۔

(ماخوذ از مفید المزارعین)

پودا اور نمی

(از مسٹر گنگا سنگھ ،، دشارد ،، بیج گودام بھٹنی گورکھپور)

پودے کو نمی کی کتنی ضرورت ہوتی ہے یہ کسانوں کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کیونکہ نمی کے ہی سہارے پودے زمین سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور اُن کا بڑھاؤ ہوتا ہے۔ زمین میں پودے کی ہر قسم کی خوراک موجود رہنے پر بھی اگر نمی کی ہو تو پودھا بالکل مُرجھانے لگیگا اور آہستہ آہستہ خشک ہو جائیگا کیونکہ پودھا اپنی جڑوں کے ذریعہ زمین سے اپنی خوراک نمی میں کھلا کر حاصل کیا کرتا ہے۔ اگر نمی نہ ہوگی تو جڑوں کو پودے کی خوراک گھلانے میں مشکل ہوگی اور پودھا خوراک نہ ملنے سے آہستہ آہستہ سوکھنے لگیگا۔ اسلئے کسانوں کیلئے اپنی زمین میں نمی کو محفوظ رکھنے کی معقول کوشش کرنا چاہئے۔ ورنہ اُنکی ساری محنت برباد ہونیکا اندیشہ ہے۔ کسان اپنے کھیتوں میں نمی کی مقدار کس طرح زیادہ رکھ سکتے ہیں۔ اسی کا ذکر یہاں کیا جائیگا۔

سبھی کسانوں کو یہ معلوم ہے کہ جوتنے کے بعد سراون یا پٹیلہ پھیر دینے پر ان کے کھیتوں میں نمی کی مقدار زیادہ رہتی ہے اور جب پودے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور پانی برس جاتا ہے تو اُن کی گوڑائی کر دینے پر بھی پودوں میں چمک آجاتی ہے اور وہ زیادہ سرسبز و شاداب ہو کر بڑھنے لگتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ جن کھیتوں میں بارش کے بعد گوڑائی نہیں کیجاتی اُن کے پودوں کی بالیدگی آہستہ آہستہ کم ہو جاتی ہے۔ اور پانی زیادہ وقت تک نہ ملنے پر وہ مرجھانے لگتے ہیں۔ ہے تو یہ تجربہ صحیح۔ لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ ہمارے یہاں کے کسانوں کو شائد ہی معلوم ہو۔

اکثر کسان دیکھتے ہیں کہ جو پانی زمین پر برستا ہے اس سے کچھ تو بہہ جاتا ہے۔ کچھ زمین جذب کر لیتی ہے اور کچھ اِدھر اُدھر گڈھوں میں اکٹھا رہتا ہے۔ جسکو موقعہ پانے پر ہوا بھاپ بنا کر اُڑا لے جاتی ہے۔ لیکن ہوا محض اس گڈھے کے پانی ہی کو بھاپ نہیں بناتی بلکہ وہ زمین کے اندر جذب ہوئے پانی کو بھی بھاپ بنا کر اُڑاتی رہتی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ زمین کے اوپری حصہ کو بالکل خشک اور ٹھوس بنا دیتی ہے تعجب تو یہ ہے کہ زمین جتنی ہی زیادہ ٹھوس ہوتی ہے ہوا کو اتنا ہی زیادہ اس کے پانی کو بھاپ بنانے میں مدد ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلند اور ٹھوس کھیتوں کی نمی جلد خشک ہو کر بھاپ بنجاتی ہے اور وہاں کے پودے خشک ہونے لگتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

زمین کے اندر مختلف باریک باریک نالیاں ہوتی ہیں جن سے زمین کو پانی جذب کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اگر نالیاں جہاں جتنی زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہیں وہاں زمین کو پانی جذب کرنے میں اتنا ہی زیادہ کامیابی ہوتی ہے۔ لیکن اِن چھوٹی چھوٹی نالیوں کا کام یہیں نہیں پورا ہوتا ہے بلکہ یہ نالیاں بعد میں زمین کے اندر کی نمی کو اوپر بھی لے آنے کا کام کرتی ہیں اور زمین کے اندر کی نمی کو بھاپ بنا کر ہوا میں اڑا دیتی ہیں اور اُسے خشک بنا دیتی ہیں۔ کسانوں کو یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جب تک ان چھوٹی چھوٹی نالیوں کا تعلق اوپر کی زمین سے رہیگا۔ کھیتوں میں نمی کی مقدار برابر گھٹتی جائیگی اور پودے کی خوراک کیلئے کھیتوں کی نمی برابر کم ہوتی جائیگی۔ یہاں تک کہ

نمی کی کمی سے پودھا سوکھنے لگیگا اور اُسکی بالیدگی کم ہو جائیگی۔ ہمارے
کسان کن تدبیروں کے ذریعہ اپنے کھیتوں کی نمی کو زیادہ
محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اب اس پر روشنی ڈالی جائیگی۔

کھیتوں کی نمی کو محفوظ رکھنے کیلئے کھیتوں میں ہر ایک
جوتائی کے بعد پٹیلہ پھیرنا نہایت ضروری ہے اور یہ بات
ہمارے دیہات کے اکثر سبھی ہوشیار کسانوں کو معلوم ہے
کہ اس سے کھیت میں نمی قائم رہتی ہے۔ بات یہ ہے کہ
پٹیلہ دینے سے کھیت اوپر کی مٹی بھُربھری اور باریک
ہو جاتی ہے اور اُس کا تعلق زمین کی ان چھوٹی چھوٹی
اندرونی نالیوں سے بالکل ہی ہٹ جاتا ہے۔ اسلئے اسکی
نمی کو بھاپ بنانے میں ہوا کو زیادہ دیر نہیں لگتی اور
تھوڑے وقت میں ہی ہوا اسکی نمی کو بھاپ بناکر اسے
بالکل خشک مٹی کی صورت میں کر دیتی ہے لیکن اسکی
نمی اڑا لے جانیکے بعد ہوا کو زمین کی اندرونی نمی کو
بھاپ بنانیکا موقعہ نہیں ملتا۔ کیونکہ زمین کے اندر
کی نمی کو اوپر آنے والی نالیوں کا رشتہ اس زمین سے
ٹوٹا رہتا ہے اسلئے کھیتوں کے اندر نمی بھری رہتی ہے
اور وہ محض اوپر سے خشک نظر آتے ہیں۔

لیکن کسان کھیتوں میں پٹیلہ صرف بونے کے
وقت تک ہی چلا سکتے ہیں۔ بوائی کے بعد پودوں کے
جم جانے پر اُن کے نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ اسلئے
اُس وقت کھیتوں میں پٹیلہ کا چلنا غیر ممکن ہے اور اگر ایسے
وقت بارش ہو گئی تو کھیت کی زمین کے اندر کی ان چھوٹی
چھوٹی نالیوں کا رشتہ اوپر کی زمین سے توڑنے میں پٹیلہ کام
نہیں آتا۔ اس وقت تو صرف کھیت کی گوڑائی ہی کارگر
ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بجز گوڑائی کے ابھی ہمارے
کسانوں کے پاس ایسے وقت میں کھیت کے اوپر
کی پپڑی کو توڑنے کیلئے کارآمد ارزان آلات ہی نہیں
ہیں۔ لہذا جو کسان ایسے وقت میں اپنے کھیتوں کی
گوڑائی کر دیتے ہیں۔ اُن کے کھیتوں کے پودوں میں
جان آجاتی ہے اور پھر وہ شادابی کے ساتھ رات دن
میں اپنی بالیدگی پوری کر لیتے ہیں۔ لیکن جو کسان اپنی
غفلت کے باعث گوڑائی کیطرف توجہ نہیں دیتے اور
کھیتوں کو بغیر پپڑی توڑے ہی چھوڑ دیتے ہیں ان کے
کھیتوں کی نمی آہستہ آہستہ زمین کے اندر کی یہ چھوٹی چھوٹی
نالیاں اڑا کر بھاپ بنا دیتی ہیں اور اُن کھیتوں میں نمی
کی کمی کے باعث پودے مردار دکھائی دینے لگتے ہیں
اور وہ آہستہ آہستہ خشک ہونے لگتے ہیں۔ اسلئے
کسانوں کو خوب سمجھ کر اپنے کھیتوں کی ان پپڑیوں
کو حتی الامکان جلد توڑنے کی کوشش کرنی
چاہیئے۔ جتنی ہی جلدی کسان اپنے کھیتوں
کی پپڑی توڑ دینگے اتنا ہی جلدی اُن کے کھیتوں
کی نمی کا بھاپ بننا بند ہو جائیگا۔ اور پودوں کو خوراک
کے لئے زیادہ نمی قائم رہ سکیگی۔ لیکن کسانوں
کیلئے اپنے تمام کھیتوں کی گوڑائی تھوڑے سے وقت
میں کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ اس گوڑائی میں
کافی وقت لگتا ہے۔ ہمارے یہاں کے چھوٹے
چھوٹے کسان تو محنت کر کے دو چار دن میں اپنے
کھیتوں کی پپڑیوں کی گوڑائی کر کے کسی طرح توڑنے
میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن بڑے کسانوں اور
زمینداروں کہ جن کے پاس کافی زمین ہے۔ ایسا کرنا
بہت مشکل ہے اسلئے اُن کو ایسے وقت میں مندرجہ
ذیل آلات کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

ایسی صورت میں کھیتوں کی پپڑی توڑنے
کیلئے ہمارے ملک میں محکمہ زراعت نے "اسپرنگ
ٹوتھ ہیرو" یا کانٹا کا استعمال کرنا از حد مفید
بہت بڑے تجربے کے بعد ثابت کیا ہے۔ یہ دونوں
قسم کے آلات سبھی سرکاری زراعتی فارموں پر کسانوں

کو دیکھنے کیلئے مل سکتے ہیں۔ ان کو ایک جوڑی معمولی بیل بہت آسانی سے چلا سکتے ہیں۔ ان کے چلانے سے پودوں کو کسی قسم کے نقصان کا خطرہ نہیں رہتا ہے اور کھیتوں کی پیڑی کو بہت آسانی سے توڑ دیتے ہیں۔ ان میں کئی کانٹے ایک ہی ساتھ لمبائی، چوڑائی میں ایسے لگے رہتے ہیں کہ وہ کھیتوں میں الگ الگ اپنا کام پیڑی توڑنے میں کیا کرتے ہیں اور ایک دفعہ میں کافی چوڑائی میں جاتے ہیں۔ ان سے ایک دن میں کئی ایکڑ کھیت کی پیڑی توڑی جا سکتی ہے۔ بڑے بڑے کسانوں اور زمینداروں کو ان سے ایسے وقت میں فائدہ اٹھانا چاہئیے۔ ان کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔ لیکن ایسے وقت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والوں کو ہمیشہ نقصان اٹھانا پڑیگا یہ بالکل یقینی امر ہے،

ہمارے ملک کے کسان ابھی تک اپنی کھیتی سے صرف زیادہ پیداوار ہی لینے کی اُمید کرتے ہیں۔ لیکن زیادہ پیداوار کیلئے پودوں کو کن کن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہ چیزیں کن کن تدبیروں کے ذریعے پودے کو زیادہ مقدار میں مل سکتی ہیں ایسا نہ ہمارے یہاں کے کسان کبھی سوچتے ہیں اور نہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ تو اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ کھیتوں کو کسی طرح ادھر اُدھر دیسی ہلوں سے جوت کر اُس میں کسی طرح بیج ڈال دو۔ بس پھر اُن کا تمام کام ختم۔ خداوند کریم دیگا تو اُسی میں کافی ہو جائیگا۔ کسانوں کے بغیر خود بخود بیدار ہوئے اُن کی حالت کا سُدھار مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے۔ کوئی دوسرا اُن کی حالت کو دیکھ کر بارہا اُن کیلئے کوشش کرے۔ مگر جب تک اُن میں اپنے آپ اپنے سُدھار کی توجہ نہ ہو جائیگی اُن کا سُدھار ہونا مشکل ہے۔

کسانوں کو اپنے کھیتوں میں نمی کو قائم رکھنے کیلئے مذکورہ بالا باتوں کیطرف توجہ دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اگر وہ مذکورہ بالا باتوں پر عمل کرینگے تو وہ اپنی پیداوار کو برابر بڑھاتے جائینگے اور اپنی حالت کا سُدھار کرنے میں کامیاب ہو سکینگے۔

ستمبر کی ترکاریاں

میدان:-

ستمبر کے وسط یا تیسرے ہفتہ کے اخیر تک برسات ختم ہو جاتی ہے۔ اور رات کو سردی ہونے لگتی ہے۔ اس حالت میں سردی کے موسم کی بہت سی ترکاریاں بونا شروع کر دینا چاہئے۔ صرف چپٹا بند گوبھی، پھول گوبھی اور دوسری ان ترکاریوں کو چھوڑ کر جو خاص کر سردیوں میں ہی بوئی جاتی ہیں حسب ذیل ترکاریاں اس موسم میں بوئی جا سکتی ہیں:-

(۱) ولایتی سیم (مہینے کے اخیر میں) (۲) چقندر (۳) پالک (دیسی) (۴) مولی (۵) گاجر (۶) شلجم (دیسی) (۷) مرچا (۸) پھول گوبھی (بیج والا) (۹) بند گوبھی (۱۰) گانٹھ گوبھی (۱۱) سلاد (۱۲) ٹماٹر (ہر طرح کے) (۱۳) ہاتھی چک (۱۴) ایسپرگس، (۱۵) آلو میدان کے (۱۶) پتیا گوبھی (۱۷) چینی گوبھی (۱۸) پیاز کی گانٹھ، بڑی گانٹھ لینے کیلئے یا بیج کے واسطے (۱۹) لہسن (۲۰) چنسر (۲۱) پارسلی (۲۲) کھدا پالک (۲۳) رسبھری، اگر جولائی اور اگست میں نہ بوئی گئی ہو۔

باغ کے مالک جو ترکاری کی کھیتی سے واقف نہیں ہیں، اپنے مالیوں پر یقین کر کے انکے کہنے کے مطابق بیج منگواتے ہیں، جو ہمیشہ ضرورت کے موافق نہیں ہوتا۔ لہذا یہاں پر یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوا کہ ایک چار آدمیوں کے خاندان کی ضرورت کے لحاظ سے اس مہینے میں بوئی جانے والی ترکاریوں کے بیج کی کتنی ضرورت پڑیگی اور انسے تیار پودوں کو کھیتوں میں کتنی دور پر لگانا چاہئے اور کس وقت استعمال کے قابل ہو جائینگے۔ سلاد، چقندر، مولی چنسر، گانٹھ گوبھی وغیرہ کو ایک سلسلہ میں بونا چاہئے۔ جس سے یہ دیر تک حاصل ہو سکیں۔

پچھلے مہینے نرسری میں بوئی ہوئی ترکاریاں اس وقت تک دوسری جگہ لگانے کے قابل ہو گئی ہونگی۔ اسلئے اس کام میں دیر نہیں لگنا چاہئے۔ چھوٹے پودوں کو (بیوڑ) ہمیشہ شام کے وقت ہی بکھیرنا چاہئے۔ جبکہ دن میں بادل نہیں رہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے سورج کی سخت دھوپ سے پودوں کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ اس تجربہ کا نتیجہ ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل ترکاریوں کے تنوں میں مٹی چڑھانے سے بڑے پودوں کو کھڑا ہونے میں مدد ملتی ہے، اور اسکا نتیجہ بہت ثابت ہوتا ہے۔

(۱) ٹماٹر (۲) پھول گوبھی اگیتی اور بیج والے کو اگر یہ پہلے ہی بوئی جا چکی ہے (۳) بھنڈی (۴) ہاتھی چک (۵) مکا (۶) بیگن۔

اس سال ہمیشہ متحدہ میں برسات بہت کم رہی ہے، اور پانی بے وقت گرتا رہا ہے۔ لہذا ترکاریوں کی کاشت کم ہو گئی ہے۔ وقت پر پانی نہ گرنے سے کھیتوں میں سینچائی کرنا مفید ہوتا ہے۔ ان کھیتوں میں جن میں سنئی کی ہری کھاد تیار ہوئی ہو تب تک گڑائی کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ زمین اچھی نہ ہو جائے۔ جن کھیتوں میں کھاد نہ پڑی ہو سڑی ہوئے گوبر کی کھاد پودے لگانے کے پہلے ڈالکر اچھی طرح ملا دینا چاہئے۔ انڈی کی کھاد یا کمپوسٹ بھی اچھی کھادیں ہیں۔ ان کو بھی استعمال میں لانا چاہئے۔

پہاڑ

اس مہینے میں شروع جاڑے یا بسنت رت میں استعمال میں آنے والی کچھ ترکاریوں کو بویا جاسکتا ہے۔ مہینے کے آخیر میں جبکہ برسات کے ختم ہونے کی علامتیں دکھلائی پڑنے لگیں کھادوں کو جمع کرنے اور کمپوسٹ بنانے کا انتظام کرنا چاہئے۔ جو بیج بونے کے کام میں آتے ہیں۔ خالی کیاریوں میں گوڈائی کرنا اس وقت ضروری ہوتا ہے۔ وہ کیاریاں جن میں بسنت رت میں مٹر، بند گوبھی، اور بڑے دنوں میں سلاد، گاجر، اور چقندر تجربہ میں آوینگے۔ بونے کے لئے نالیاں وغیرہ بنانے کی طرف پوری توجہ رکھنا چاہئے۔ جن لوگوں کے پاس شیشے کے گھر وغیرہ ہوں وہ ان ترکاریوں کو آسانی سے کھلے صندوقوں یا تھالیوں میں بو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ان گھروں میں محفوظ رہ سکتے ہیں۔

آلو، ٹماٹر، مکئی، سیم وغیرہ کی ترکاریوں کو چونکہ اس وقت تک بالکل تیار ہو جائیگی کھیتوں سے نکالنا شروع کیا جاسکتا ہے۔ پیداوار سے ابھی چیزوں کو اگلے سال کے بیج کے لئے جمع کرنا چاہئے۔

نمبر	نام ترکاری	چار آدمیوں کے خاندان کیلئے بیجوں کی ضرورت	پودوں کا بیچ	لائنوں کے درمیان کی دوری	پیداوار کا وقت
۱-	ولایتی سیم	½ پونڈ	۶	۴-۵ فیٹ	فروری
۲-	ولایتی سیم (پودا چھوٹا)	۱ پونڈ	۸-۱۲	۲½	״
۳-	چقندر	۱ اونس	۶	۱۲-۱۵	نومبر تا اپریل
۴-	پالک (دیسی)	۲ اونس	۹-۱۲	۱۲-۱۵	״
۵-	مولی	۴ اونس	۲-۴	۹-۱۲	ہفتہ کے رکھانے لائق
۶-	گاجر	۲ اونس	۲-۴	۹-۱۲	نومبر تا مارچ
۷-	شلجم (دیسی)	۲ اونس	۶-۹	۱۲-۱۵	״
۸-	مرچا	ایک پیکیٹ	۱ فیٹ	۱ فیٹ	نومبر آخیر سے فروری تک
۹-	پھول گوبھی (پیچھے والی)	½ اونس	۱½-۲	۲-۲½	جنوری سے مارچ
۱۰-	بند گوبھی (پیچھے والی)	½ اونس	۱ فیٹ	۱½ فیٹ	دسمبر سے مارچ
۱۱-	گانٹھ گوبھی	½ اونس	۹-۱۲	۱½ فیٹ	״
۱۲-	سلاد	½ اونس	۹-۱۲	۱½ فیٹ	اکتوبر تا اپریل
۱۳-	ٹماٹر	۱ پیکیٹ	۲ فیٹ	۳ فیٹ	نومبر تا اپریل
۱۴-	ہاتھی چک	۱ ״	۲ فیٹ	۳ فیٹ	مئی تا جولائی
۱۵-	اسپیرگس	۱ ״	۱ فیٹ	۱½ فیٹ	״
۱۶-	آلو	۱۰ سیر	۸ ״	۲-۲½ فیٹ	دسمبر تا اپریل
۱۷-	پتیا گوبھی	۱ پیکیٹ	۱½ فیٹ	۲½ فیٹ	جنوری تا فروری

۱۸-	چینی گوبھی		، ،	۱ فیٹ	۲-۲½ فیٹ	جنوری تا اپریل
۱۹-	پیاز کی گانٹھ		۵ سیر	۸، ۹	۱ فیٹ	نومبر تا اپریل
۲۰-	لہسن		½ پونڈ	۴، ۶	۱ فیٹ	مارچ اپریل
۲۱-	چنسر		۴ اونس	باکس میں یا تھالیوں میں		۲۰ دن میں تیار
۲۲-	پارسلے		۱ پیکٹ	۶	۱ فیٹ	ایک ماہ بعد
۲۳-	کھا پالک		۱۱ اونس	۶-۹	۱½ فیٹ	مارچ اپریل
۲۴-	رسبھری		ایک بڑا پیکٹ	۱ فیٹ	۲ فیٹ	مارچ اپریل

غزل

(کیف بھوپالی)

جب سے نشیمن اُجڑا ہے کچھ اور چمن کا عالم ہے
کانٹوں کی طرح سے غنچے ہیں، شعلے کی طرح سے شبنم ہے

تم رُوٹھ گئے، دِل بیٹھ گیا، اب دل کی حقیقت کیا کہیئے
اِک چاند، کہ ڈُوبا ڈُوبا ہے، اِک شمع کہ مدھم مدھم ہے

آغازِ وفا، انجامِ وفا، دو وقت یہ نازک ہوتے ہیں
کل ہم سے زمانہ برہم تھا، آج اُن سے زمانہ برہم ہے

دیوانہ ہمیں سب کہتے ہیں، اور اِس کی حقیقت ہے اتنی
کچھ اپنی طرف سے بہکے ہیں، کچھ اُن کی ادا کا عالم ہے

اے کیفؔ سراپا عبرت ہیں، عبرت کی نظر سے دیکھ ہمیں
نغمہ بھی ہمارا نالہ ہے، ہنسنا بھی ہمارا ماتم ہے

———×———

گڑ تیار کرنے کا طریقہ

(جن جگہوں سے گنوں کو آسانی سے چینی کی ملوں تک نہیں پہونچایا جاسکتا۔ وہاں انکا استعمال گڑ بنانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ گڑ بنانا ایک فن ہے۔ سب لوگ اچھا گڑ نہیں بنا سکتے۔ اس مضمون میں اچھا، صاف اور خوش ذائقہ گڑ تیار کرنے کا نیا طریقہ بتایا گیا ہے)

گنوں کا رس نکالنے کے بعد اِسے ابال کر اکثر اسکا گڑ تیار کیا جاتا ہے۔ جو ضروری مشینیں خرید سکتے ہیں وہ گڑ ہی شکر یا مرزاپوری شکر بنا کر بھی فروخت کرسکتے ہیں اور راب سے پھر دوبارہ گڑ بنا کر بیچ سکتے ہیں۔

رس پکانے کی کڑھائیاں ۔ اس صوبہ میں سب جگہ دو طرح کی چوڑی کڑھائیاں استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ ۵ فیٹ چوڑی کڑھائی میں ۶ من رس اور ۷ فیٹ چوڑی کڑھائی میں ۱۲ من رس بخوبی ابالا جاسکتا ہے۔ ۱۲ من رس ابالنے کے لئے ۲۔ ڈھائی گھنٹے لگا کرتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ دن بھر میں دو بار کڑھائی ابالی جاسکتی ہے۔ رس نکالنے کے کولہو اور چولہے کتنے رکھنے چاہئیں یہ بھی طے کر لینا چاہیئے۔

گڑ تیار کرنے کا طریقہ ۔ رس کو پہلے کڑھائی میں چھان کر بھرا اسکے نیچے آگ جلانی چاہیئے۔ رس پکانا شروع کرنے پر پون گھنٹے میں وہ ابلنے لگتا ہے۔ اس وقت ۶ من رس کیلئے ۵ سیر تازی بھنڈی کو پیس کر تیار کیا گیا پانی اس کڑھائی میں چھوڑتے ہیں۔ اس سے رس کا نا گھٹنے والا جزو جھاگ میل کی شکل میں اوپر تیرنے لگتا ہے۔ یہ میل جتنا نکالا جائیگا اتنا ہی گڑ زردا دار رنگین اور ٹکنے والا ہوگا۔ رس ابلتے وقت اس میں کا پانی بھاپ بنکر اڑ جاتا ہے اور رس میں زور کا ابھان آنے لگتا ہے۔ اس وقت اوپر پہلی سطح جمنے لگتی ہے جسکو، سرتلی، کہتے ہیں۔ یہ میل بھی باہر نکالنا چاہیئے ساتھ ہی لکڑی کے پھاوڑے سے اسکو گھوٹتے رہنا چاہیئے۔ سرتلی چھلنی میں رکھنی چاہیئے۔ اس سے میل اوپر رہکر رس چھن جائیگا اور وہ پھر سے کڑھائی میں ڈال دیا جائیگا۔ اس میں جب بلبلے آکر پھوٹنے لگتے ہیں تب رس ہلایا جانا چاہیئے۔ ایسا نہ کرنے سے گڑ جلنے لگتا ہے۔ کڑھائی کا تھوڑا سا پاک ہتھیلی پر رکھکر پانی میں ڈبا کر دیکھیں۔ اگر اس کی کڑی سی گولی بن جائے تو اس کو گڑ بننے لائق سمجھ کر ابالنا بند کر دینا چاہیئے۔ گولی اگر چیکٹ بنی ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ زیادہ آنچ دی گئی ہے۔ اسطرح پاک تیار کرنے پر وہ پاک دوسری کڑھائی میں ڈال دیں یا زمین کے گڈھے میں رکھے لکڑی کے کوکل میں بھر دیں۔ لکڑی کے بلے پھاوڑے سے گھوٹ کر جمنے کیلئے چھوڑ دیں۔ گڑ تیار کرنے کے پہلے صوبۂ متوسط میں کڑھائی چولہے پر بغیر رس کے رکھتے ہیں۔ تھوڑی دیر تپنے پر تھوڑا سا رس اس میں چھوڑا جاتا ہے۔ پھر تھوڑا ارد کا بیسن بھی بھر کا یا جاتا ہے اور کڑھائی کا تلا دال کی بیل کے پتوں سے اسطرح گھسا جاتا ہے کہ اس سے کڑھائی کا تلا پٹ جائے۔ اس کام سے گڑ جلنے نہیں پاتا۔ ہر ۱۰۔ ۱۵ دنوں بعد یہ تجربہ کرنا چاہیئے۔ اسیطرح کڑھائی کو باہر سے راکھ اور مٹی

ان

سے بہت دینے سے وہ زیادہ کالی نہیں ہوتی۔ روزانہ کھانا تیار کرنے کے برتنوں کا بھی اسیطرح سے استعمال کیا جاتا ہے

اچھا گڑ بنانے کا طریقہ۔ گڑ تیار کرنا بھی ایک فن ہے جو کوششوں اور تجربوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر ایک آدمی ایکدم گڑ نہیں بنا سکتا۔ چھوٹی موٹی ساری باتیں صرف پڑھکر نہیں کی جا سکیں۔

گڑ تیار کرتے وقت ہوشیاری

(۱) ایک کڑھائی رس تیار ہوتے ہی اس کو ابالنے کیلئے رکھنا چاہئے (۲) آنچ دینا شروع کرنے پر ڈھائی تین گھنٹے میں رس ابلنے لگنا چاہئے۔ اسلئے چولہے کے مطابق کم زیادہ لکڑی جلانا چاہئے۔ چولہا اگر گہرا ہو اور لکڑی کم ہو تو کڑھائی کو اچھی آنچ نہیں مل سکتی۔ اسوجہ سے روادار شکر کی مقدار کم ہو کر گڑ بھی کالا اور چپکٹ بنتا ہے۔ (۳) رس گڑ بننے لائق گاڑھا ہوا یا نہیں یہ پاک کی گولی بننے پر ہی منحصر ہے کیونکہ ۱۱۸ سنیٹی گریڈ تک ابالنا شروع رکھنا چاہئے۔ پٹی بناتے وقت پانی کا ہاتھ لگانے سے بھی گڑ کا ذائقہ اور رنگ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسلئے پاک جب تیار رہے تبھی چھوٹی بالٹیوں میں بورے کے ٹکڑے بچھا کر انہیں وہ پاک بھر دیا جائے۔ ٹھنڈا ہونے پر گڑ کی اچھی رنگین بھیلیاں بن جائینگی۔ بالٹی کی پیندی میں سوراخ رکھنا چاہئے جس سے چکنائی نکلنے کے لئے راستہ رہے۔

اچھا رنگین، اور روادار گڑ کیسے بنایا جاتا ہے؟

گڑ بنانے کا معمولی طریقہ اوپر بتایا گیا ہے۔ گڑ زیادہ رواداراور لال پیلا بنایا جا سکتا ہے۔ اور ایسا گڑ برسات میں ٹک بھی سکتا ہے۔ طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

رس کو پہلے کپڑے یا بورے سے چھان کر اسکو ابلنے کیلئے رکھدو۔ ادھر گھنٹے بعد سفید بلبلے آنے لگتے ہیں۔ اس وقت ۲ من رس کیلئے ۲ سیر بھنڈی نچوڑ کر تیار کیا گیا بلبلوں والا پانی اس میں ملا دو۔ جب رس ابلنے لگے تب آگ میں ایندھن کر دینا چاہئے۔ پھر ایک بار ۰۔۵ سیر بھنڈی کا بلبلوں والا پانی اس میں ڈال دو اور اوپر جو میل آوے اسکو نکال دو۔ درجۂ حرارت ۱۱۸ سنیٹی گریڈ ہونے پر کڑھائی چولہے سے اتار کر اسکو دوسری کڑھائی میں یا لکڑی کی چوڑی پیٹیوں میں بھر دیا جائے۔ اور لکڑی کے بیلچے پھاوڑے سے اسکو گھوٹ دینا چاہئے۔ اس سے وہ رواداربنتا ہے ٹھنڈا ہونے پر اسکی ٹکیاں یا بھیلیاں بنا لینا چاہئے۔

فی الحال کیمیاوی کوئلے کا استعمال کرکے گڑ کا رنگ زیادہ اچھا بنایا جاتا ہے۔ مختلف طرح کے کوئلے بازار میں ملتے ہیں بھیکلک کول نام کا کوئلہ اس کے لئے کافی مشہور ہے۔ لیکن ہر شخص اسکو خرید کر کام میں نہیں لا سکتا ہے۔ اس کے عوض دھان کی بھوسی سے یہ کوئلہ کیسے بنایا جا سکتا ہے یہ آگے بتایا گیا ہے بھنڈی کا پانی ڈالکر اور میل نکال لینے پر گرم رس کیمیاوی کوئلے کی چھلنی سے چھان کر اسے ابالا جاتا ہے۔ اس طرح چھاننے سے گڑ کا رنگ کوئلے کے ذریعہ روکا جاتا ہے اور صاف اسکے نیچے گرتا ہے۔ اس میں قیمت بھی ۳۔۴ گنے زیادہ ملتی ہے۔

سجی کھار کا استعمال۔ بمبئی، صوبہ متحدہ اور بہار میں گڑ تیار کرنے کیلئے سجی کھار کا استعمال کرتے ہیں۔ بھنڈی کا پانی ڈالکر میل نکالنے پر ۴ من رس ½ سیر سجی کھار کا پاؤ ڈرمٹی کے دستے بھر پانی میں ڈالکر وہ پانی ¼ گھنٹہ ابالنا چاہئے اسکے ٹھنڈا ہونے پر اوپر کے صاف پانی کا استعمال کرنا چاہیے۔ اسکے لئے مٹی کی ہنڈی کا استعمال کرنا چاہئے۔ سجی کھار کا پانی ڈالنے پر میل نکال

لینا چاہیئے۔ اور پھر باقی سارا کام حسب معمول ہی کرنا چاہیئے۔

چونے کا استعمال

صوبہ متوسط میں گڑ زیادہ ٹپکنے والا اور اچھا رنگ دار بنانے کے تجربات میں چونے کا پانی، سوڈیم ہائی ڈرو سلفائٹ اور نرودار کوئلوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چونے کا پانی گنے کے رس میں ایک خاص مقدار میں ملا کر بنایا گیا گڑ اچھا ٹپکتا ہے، لیکن اسکا رنگ کالا ہوتا ہے۔ ہر ایک کڑھائی کیلئے چونے کے پانی کی مقدار طے کر لینا چاہیئے۔ گنے کے رس میں قدرتی کھٹاس رہتی ہے، چونے کے پانی سے وہ کھٹاس کم کی جاتی ہے۔ اس کھٹاس کی وجہ سے رودار شکر چکنی بن جاتی ہے۔ ہلدی کے پانی سے بھگوئے ہوئے کاغذ سے یا لٹمس (یہ کاغذ انگریزی دواؤں کی دوکان میں ملتا ہے۔) کاغذ کی مدد سے چونے کا پانی کافی ہے یا نا کافی اسکو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ نیلا لٹمس کاغذ کھٹاس کے لگتے ہی لال ہو جاتا ہے۔ اور لال لٹمس چونے کے پانی کے لگتے ہی نیلا بن جاتا ہے۔ ہلدی کے کاغذ کا کھٹاس کے لگنے سے رنگ ویسا ہی رہتا ہے۔ لیکن چونے کے پانی کے چھونے سے وہ لال ہو جاتا ہے۔ گنے کا رس چھاننے پر اسکو برتن میں رکھ دینا چاہیئے اور پھر اس میں دھیرے دھیرے چونے کا پانی چھوڑنا چاہیئے۔ پھر ہلدی کے کاغذ پر رس ڈالکر یہ دیکھنا چاہیئے کہ رنگ تبدیل ہوتا ہے یا نہیں۔ تھوڑا چونے کا پانی ڈالنے پر اگر کاغذ لال ہونے لگے تو پھر چونے کا پانی ڈالنا بند کر دینا چاہیئے۔ اس رس میں پھر تازہ ۵ - ۱۰ سیر رس ڈال دینا چاہیئے۔ کچھ عرصہ بعد رس کا کچھ حصہ نیچے جم جائیگا۔ اسکے بعد رس کو چھان کر اور اسے کڑھائی میں رکھکر کڑھائی کو آنچ دینا چاہیئے۔ باقی سارے کام حسب معمول رہینگے۔ جہاں برسات میں گڑ کو پانی چھوٹتا ہے وہاں چونے کے پانی کا استعمال مفید ثابت ہوگا۔

سوڈیم ہائی ڈرو سلفائٹ کا استعمال

چونے کے پانی کا استعمال کرنے پر بھی گڑ کا کالا رنگ ختم کرنے کیلئے اکٹیویٹیڈ کوئلے سے رس چھانا جاتا ہے۔ پاک تیار کرتے وقت سوڈیم ہائیڈرو سلفائٹ کا استعمال کر کے گڑ اچھا بنایا جاسکتا ہے۔ اسکو چھوٹی کڑھائی میں ایک سے ڈیڑھ چائے کے چمچے بھر اور بڑی کڑھائی میں دو تین چمچے ڈالنا چاہیئے۔ چونے کا پانی، سوڈیم ہائیڈرو سلفائٹ اور اکٹیویٹیڈ کوئلے کے استعمال سے گڑ کا رنگ، رودار بنانے کی صفت اور ٹکاؤ پن وغیرہ میں ضرور اصلاح ہوتی ہے۔

دھان کے بھوسے سے اکٹیویٹیڈ کوئلہ بنانا

ایک مٹی کی ہانڈی میں دھان کا بھوسہ بھرنا چاہیئے اور اسکا ڈھکن کو برابر مٹی سے لیپ کر بند کر دینا چاہیئے۔ ڈھکن میں ایک سوراخ کر کے اس میں بانس کی ایک نلی پھنسا دینا چاہیئے۔ ۱۰-۱۵ منٹ میں بھوسہ جل جائیگا۔ پھر ہانڈی کو نیچے اتار کر اسکو ٹھنڈی ہونے دینا چاہیئے۔ اسطرح ادھ جلا بھرا بھوسہ رس چھاننے کے کام آتا ہے۔ یہ بھوسہ ۲۰ فی صدی کی مقدار کے کاسٹک سوڈے کے پانی میں ادھا گھنٹہ ابال کر پھر اسکا پیلا پن نکلنے تک صاف پانی سے اسکو دھونا چاہیئے۔ ۵۰ فیصدی کی مقدار میں نمک کے تیزاب میں وہ کوئلہ پھر آدھا گھنٹہ رکھنا چاہیئے۔ اسکے بعد پانی سے بار بار دھوکر اسکو دھوپ میں سکھانا چاہیئے۔ پھر بھی اگر وہ کوئلہ باقی رہے تو اسکو بند ہانڈی میں جلانا چاہیئے۔ اس کوئلہ کی چھلنی بنانے کیلئے ایک چھوٹے ڈرم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈرم کے نیچے والے حصہ میں باریک باریک سوراخ بنانا چاہیئے۔ ڈرم میں پہلے ریتی بھر کر پھر اسکے اوپر کیمیاوی کوئلہ بھرنا چاہیئے۔ اس پر پھر صاف دھوئی ہوئی ریتی کی ایک سطح رکھ دینا چاہیئے۔ شروع میں اس میں دو تین بار پانی بار بار ڈالکر صاف ہونے تک چھاننا چاہیئے۔ اب جاکر یہ چھلنی رس چھاننے

کے قابل ہو جاتی ہے۔ رس چھانتے وقت اوپر کی ریتی گھسنے نہ پائے لہذا اسکے لئے ایک چھوٹا چپٹا پتھر چھلنی میں رکھکر پھر اس کے اوپر سے رس ڈالنا چاہئے۔ کچھ عرصہ بعد اوپر کی ریت کی سطح نکالکر دوسری سطح بنائی جانی چاہئے۔ اس سے چھاننے کا کام کم نہیں ہوتا۔ ایک بار استعمال کیا گیا کوئلہ دھوکر اور اسکو دھوپ میں سکھاکر پھر دوبارہ کام میں لایا جاسکتا ہے۔

ہڈی سے بھی مذکرہ بالا طریقہ سے کیمیاوی کوئلہ بنایا جاسکتا ہے لیکن مذہبی وجوہات کی بنا پر ہڈی کو کام میں نہیں لاتے۔ ہڈی سے بنایا ہوا کوئلہ بازار میں ملتا ہے۔

چولہے کا انتخاب

اگر مناسب طریقے سے چولہا بنایا جائے تو اس سے بھی اچھا فائدہ ہو سکتا ہے صوبۂ متوسط اور دیگر صوبوں میں پرانے چولہوں کے بدلے سرکاری محکمۂ زراعت کے ذریعہ ذکر کئے ہوئے چولہے بنائے گئے ہیں۔ جس سے چولہے بنانے اور اس میں جلانے کے ایندھن کے خرچ میں بچت ہو جاتی ہے۔ پرانے چولہے میں لکڑی زیادہ جلکر بھی رس ابلنے کیلئے زیادہ وقت لگتا ہے، جس سے گڑ گھٹا اور چپکٹ بنتا ہے۔ نئے چولہے بنانا بھی آسان کام ہے۔ ان پر رس ابالکر گڑ بھی اچھا اور صفائی کیساتھ بنایا جاسکتا ہے۔ گنے کے نچوڑے جانے پر بچے ہوئے فضلے کو جلاکر بھی کام نکالا جا سکتا ہے۔ لہذا محکمۂ زراعت کے ذریعہ پھیلائے گئے ان چولہوں کا ہی استعمال کرنا چاہیئے۔ چولہوں کے سلسلہ میں زیادہ معلومات محکمۂ زراعت کے افسران سے حاصل کی جاسکتی ہے کمبلیشن چولہے کا اور سندیواہی چولہے کا صوبۂ متوسط میں محکمۂ زراعت کے افسران کے ذریعہ پرچار کرنے کے پہلے پونا کے اکہرے چولہوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔

پونا اور سندیواہی کے چولہوں میں فرق

(۱) پونے کا چولہا باندھنے میں اگر دس روپئے کا خرچ لگتا ہو تو سندیواہی چولہا صرف پانچ روپئے میں بنایا جا سکتا ہے۔ ۱۵-۲۰ روپیہ خرچ کرنے سے تو پکا چولہا بھی باندھا جاسکتا ہے۔

(۲) گنے کے نچوڑے ہوئے حصہ کو ہی جلانے کیلئے استعمال کرکے باقی پتی وغیرہ کھاد کے کام آسکتی ہے۔ فی ایکڑ ۳-۴ ٹن پانی کا کوڑا اکٹھا ہو جاتا ہے۔ پونا کے چولہے میں جلانے کیلئے زیادہ ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۳) پونا کے چولہے میں ایندھن جلانے کے لئے تجربہ کار آدمی مفید ثابت ہوتا ہے۔ سندیواہی چولہے میں اناڑی آدمی بھی ایندھن ڈال سکتا ہے۔

(۴) پونا کے چولہے کی بہ نسبت سندیواہی چولہے پر کم وقت میں گڑ کی کڑاہی تیار ہو جاتی ہے۔

(۵) رس تپنے پر کڑاہی سندیواہی چولہے کے اوپر سے اتارنا بھی آسان کام ہے۔

اگر ایکدم دو تین کڑاہیاں تپانا ہو تو پونا کے 'دوہیرے' یا 'تہیرے' چولہوں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ شکر بنانے والوں کو بھی 'اکہرے' چولہوں کی بہ نسبت 'تہیرے' چولہے کام میں لانا چاہیئے۔ کیونکہ دو کڑاہی میں جب رس ابلنے لگتا ہے تبھی تیسری کڑاہی بھی تپائی جاسکتی ہے۔ اور ٹھنڈی کا پانی گرم رس میں ڈالکر اسے تھوڑے عرصہ میں ہی آگ پر سے جایا جاسکتا ہے۔ تھوڑی مقدار میں جنکو گڑ یا شکر بنانا ہو وہ 'اکہرے' چولہے سے ہی دونوں کام چلا سکتے ہیں۔ یہی مقصد سامنے رکھکر سندیواہی چولہا کس طرح بنایا جاتا ہے اسکو آگے بتایا گیا ہے۔

چولہے کی جگہ گنے کی باڑی سے نزدیک رہے جس سے
گنے کے آنے کیلئے زیادہ گاڑی بیلوں کی ضرورت نہ رہے۔
اسکے لئے برابر زمین پسند کرنا چاہیئے۔ ۷ فیٹ چوڑی کڑاہی
کیلئے اوپر سے ۴½ فیٹ چوڑا، تلی میں ۴ فیٹ ۵ انچ چوڑا
اور ۱½ فیٹ گہرا گڈھا کھودا جائے۔ اوپر کی چوڑائی نیچے
کی چوڑائی سے زیادہ رہنے کیوجہ سے کنارے کے حصے
ڈھلواں رہا کرتے ہیں۔ گڈھے کے وسط حصہ میں دونوں
طرف ۶-۶ انچ جگہ چھوڑکر ۱ فیٹ اونچی اور ۴ انچ چوڑی
چھوٹی دیوار باندھ دی جائے۔ پھر ۱۴ انچ چوڑی ۱۲۰ انچ
لمبی اور آدھا انچ چوڑے گزوں کی دو گزوں میں ½ انچ
فاصلہ چھوڑکر ایک جالی بنائی جائے۔ یہ جالی دیوار کی ایک
طرف اسطرح رکھیں کہ اسکا نیچے کا حصہ گڈھے کے اوپری
حصہ سے ۸ انچ دور رہے اور زمین میں ۳ انچ گہرا گڑا
رہے۔ اس سے اسی جگہ کڑاہی اور زمین انکے درمیان
۱۴×۷" جگہ کھلی رہے گی۔ اسطرف سے ایندھن ڈالا
جاسکے گا۔ ہوا جسطرف سے بہتی ہو اسی طرف جالی لگائی
جائے۔ جالی کی دوسری طرف کو ۱۵" گہری ۷" چوڑی اور
آٹھ فیٹ لمبی ایک بند نالی دھواں اور گرم ہوا بہا لے
جانے کیلئے باندھی جائے۔ یہ نالی اوپر سے ڈھنک دینی
چاہیئے۔ کڑاہی کے پاس سے نالی کا منہ ۸ فیٹ دور
رکھکر اس پر چمنی باندھنی چاہیئے۔ چمنی ۱۲×۹" کی اور
کم سے کم ۸ فیٹ اونچی رکھی جائے۔ جالی کے سامنے نیچے
زمین میں ۱½ فیٹ گہرا، ۳ فیٹ لمبا اور ۱ فیٹ چوڑا
ایک گڈھا بنانا چاہیئے۔ جسکی ایک سمت ڈھلواں ہو۔ اس
گڈھے کیوجہ سے ٹھنڈی ہوا سے چولہے کی حرارت ایکدم
کم نہیں ہونے پاتی بلکہ چولہا جلنے میں مدد ملتی ہے۔ ایندھن
ڈالنے والا شخص جالی کے پاس بیٹھکر ایندھن ڈالتا ہے۔
اسکے پاس گنے کے نچڑے ہوئے ٹکڑے لاکر رکھنے کا کام
دوسرے آدمی سے لینا چاہیئے۔ رس نکالنے پر ان
ٹکڑوں کو دھوپ میں اچھی طرح سکھا کر ہی کام میں لانا چاہیئے۔
گیلے ٹکڑوں کی نسبت سوکھے ٹکڑوں سے زیادہ آنچ ملتی
ہے۔ نئے ٹکڑوں کو کام میں لانے لائق بنانے میں ۸-
۱۰ دن لگتے ہیں اسلئے شروع میں کام نکالنے کیلئے ایک
سال پہلے ہی انکو اچھی مقدار میں بچاکر رکھ لینا چاہیئے۔

گنے کا انتخاب

گنے کا خاص ملک ہندوستان ہے۔ اور گنے
کی عمدہ ذاتوں کیلئے بھی ہندوستان کو ہی خصوصیت حاصل
ہے۔ اصلاح شدہ طریقوں سے مختلف ذاتیں یہاں
تیار کی جاتی ہیں۔ اس ہوائی جزیرہ میں بھی کوئمبتور نمبر ۲۹
نے پہلا انعام حاصل کیا ہے۔ ہندوستان کے مختلف صوبہ
جات میں ابھی تک پرانی ذاتیں (بمبئی میں پونڈیا اور
ایڈمارلیشن، صوبہ متوسط میں پونڈیا پچرنگ، کھاری،
صوبہ متحدہ اور بہار میں تھاؤ کھنڈیا، کاٹھا چین وغیرہ)
کسی مقدار میں بوئے جاتے ہیں۔

آخر میں دئے گئے نقشہ سے یہ صاف ہوجائیگا
کہ گنے کی پرانی ذاتیں کتنے ایکڑ زمین میں لگائی جاتی ہیں۔
گذشتہ ۱۰-۱۵ سالوں میں ۷۵ سے ۸۰ فیصدی حصہ
زمین میں نیا کوئمبتور ذات کا گنا ہی بویا جاتا ہے۔
دیسی ذاتوں کی بہ نسبت کوئمبتور ذات سے فائدہ
زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اس گنے کے چھلکے موٹے
رہنے سے لومڑیوں سے انکی حفاظت کرنے کے لئے
زیادہ خرچ کے کیا ڈنڈ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔
دوسرے کسی بھی اچھے گنے کی بہ نسبت اس گنے
میں روادار شکر کی مقدار کم نہیں رہتی بلکہ زیادہ
ہی نکلتی ہے۔ پی۔او۔جے ۲۸۷۸ اور ای۔کے
۲۸ یہ ذاتیں ابھی دکھنی ہند میں زیادہ تعداد میں
لگائی جاتی ہیں۔ لیکن جو کوئمبتور ۴۱۹ نام کی ذات

ل

کی تحقیق کی گئی ہے وہ بی۔ او۔ جے ۲۸۷۸ پر کامیابی حاصل کر گئی یہ بات بالکل طے شدہ معلوم ہوتی ہے۔

بی۔ او۔ جے اور ای۔ کے کوئمبتوران میں سے ہندوستان کی آب و ہوا اور زمین کو خیال میں رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئمبتور ذاتین ہی یہاں زیادہ پنپینگیں۔ کوئمبتور ذاتوں میں سے مندرجہ ذیل ذاتوں نے مختلف صوبہ ذات میں کامیابی حاصل کی ہے۔ کوئمبتور ۲۰۵، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۸۱، ۲۹۰، ۲۹۹، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۳۱، ۳۲۲، ۴۱۹ اور ۴۲۱۔ کوئمبتور میں تیار کی گئیں ذاتیں صوبہ ذاتی محکمۂ زراعت کو بھیج دی جاتی ہیں۔ وہاں انکا ۴۔۵ بار پھر معائنہ کیا جاتا ہے۔ اگر امتحان میں وہ اچھی ثابت ہوئیں تو پھر انکا پرچار کیا جاتا ہے۔ اسلئے اپنے صوبہ کے زراعتی افسران سے اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہیئے۔ اور وہ جیسا مشورہ دیں اس کے مطابق گنے کی ذاتیں منگانا چاہیئے۔ کاشتکاروں کو اپنی زمین پر ۲ یا ۳ ذاتیں یعنی (۱) جلد تیار ہونے والا (۲) دیر سے تیار ہونے والا (۳) دونوں کے درمیانی وقت میں تیار ہونے والا گنا لگانا چاہیئے۔

گنا تیار ہونے میں بہت وقت لگتا ہے۔ اگر ایک ہی طرح کا گنا بویا گیا ہو تو اسکے تیار ہونے کا زمانہ تھوڑا ہونے کیوجہ سے گڑ شکر بنانے کا کام زیادہ عرصہ تک نہیں کیا جا سکتا۔ وہی گنا زیادہ عرصہ تک رکھ چھوڑنے سے خراب بھی ہو جاتا ہے۔ گنا تیار ہونے کے پہلے کام بھی شروع نہیں کیا جا سکتا۔ اسلئے تین ذاتوں کا گنا لگانا مفید ہوگا ان ذاتوں کی تقسیم اسطرح کیجائے۔

(۱) جلد تیار ہونیوالا	(۲) بیچ کے زمانہ میں تیار ہونیوالا	(۳) دیر سے تیار ہونیوالا
کوئمبتور ۳۱۳، ۲۹۰ و ۲۸۱	کوئمبتور ۳۳۱، ۳۱۲، ۲۱۳	کوئمبتور ۲۰۵
۳۵۲	۳۵۶، ۴۲۱	۴۰۴

یہ ذاتیں تیار ہونے کا درمیانی زمانہ ایک ڈیڑھ مہینے کا رہا کرتا ہے۔ اس زمانہ میں آگے کے کچھ کام کئے جا سکتے ہیں۔

صوبۂ متوسط کے کاشتکاروں کو مندرجۂ ذاتیں پسند کرنا ٹھیک ہوگا۔ کوئمبتور ۳۱۲، ۳۱۳، ۴۱۹، ۱۲۳۷ ان میں سے ۴۱۹ یہ نئی ذات چھوڑ کر بقیہ ۳۱۳ ذات ہی سب طرح سے اچھی ثابت ہوئی ہے۔

جواری اور بانس کی ملی ذاتیں

کوئمبتور میں جواری اور گنا اور بانس اور گنا انکے میل سے نئی ذاتیں تیار کرنے کے تجربات کئے جا رہے ہیں۔ ان میں سے پہلے نمونے کی کچھ ذاتیں بہار، صوبۂ متحدہ اور مدراس میں بوئی جاتی ہیں۔ یہ ذاتیں صرف ۶ اور ۸ مہینے میں تیار ہوتی ہیں۔ اس سے معمولی گنے کے ساتھ ساتھ انھیں لگانے سے شکر کے کارخانوں کو عرصہ تک کام مل سکتا ہے۔ دوسرے نمونے کی ملی ذاتوں میں بانس کا جز ہونے سے ریتیلی زمین میں بھی وہ پیدا ہو سکینگی۔ نیچے گر پڑنا، کیڑے لگنا وغیرہ وباؤں سے بھی یہ گنا محفوظ رہیگا۔ ان ملی ذاتوں سے ایسے فائدوں کا امکان ہے۔

کپاس کی کھیتی کے بارے میں کچھ باتیں

(کپاس کی کھیتی کرنے والے کسانوں کو اکثر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے ملکوں میں کپاس کی پیداوار کو دیکھتے ہوئے یہاں کپاس کی پیداوار بہت ہی کم ہے۔ علاوہ اسکے کپاس کا پیلا کیڑا ابھی بہت نقصان پہونچاتا ہے۔ پیلے کیڑے کو برباد کرنے اور کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لئے نئے طریقے تلاش کرنے کے بہت سے تجربے کئے گئے ہیں۔ جس سے کپاس کی کھیتی کو بہت فائدہ پہونچ سکتا ہے)

کپاس کا پیلا کیڑا

پیلا کیڑا ساری دنیا کے کپاس پیدا ہونے والے رقبوں میں پایا جاتا ہے۔ شروع میں یہ ہندوستان ہی میں پایا جاتا تھا مگر آگے چلکر یہ ساری دنیا میں پھیل گیا۔ صوبۂ متحدہ میں اسکے ذریعہ سنہ ۱۹۰۴ء میں پہلی بار نقصان پہونچنے کا پتہ چلا۔ اسکے کچھ ہی پہلے صوبۂ متحدہ کے محکمۂ زراعت کے ڈپٹی ڈائرکٹر مسٹر جے۔ ایم ہیمین نے کانپور میں اس کیڑے کے بارے میں اور اسکو روکنے کی ترکیبوں کے سلسلہ میں جانچ پڑتال شروع کی۔

اس سلسلۂ میں سنہ ۱۹۲۱ء سے سنہ ۱۹۳۹ء تک تحقیقات ہوئیں اور اسکو مسٹر بی۔ پی رچرڈس نے کیا جو سنہ ۱۹۲۱ء سے سنہ ۱۹۳۹ء تک حکومت ہند کے ماہر کیڑا اور آگے چلکر صوبۂ متحدہ کے محکمۂ زراعت کے ڈائرکٹر کے عہدے پر رہے۔ تحقیق کا کام پہلے تو کانپور میں ہوتا رہا مگر پھر اسکی وسعت کئی کپاس پیدا ہونے والے رقبوں تک پھیل گئی۔ وقت پڑنے پر ڈیڑھ سے دس آدمی تک کام کرتے رہے۔ اس کام میں آٹھ لاکھ روپئے خرچ ہوئے۔ جسکا بار صوبۂ متحدہ کی حکومت اور ہندوستان کی مرکزی کپاس کمیٹی نے مشترکہ شکل میں برداشت کیا۔

سنہ ۱۹۲۱ء میں جب کھوج کا کام شروع ہوا تو پیلے کیڑے کے سلسلۂ میں معلومات بہت ہی کم تھیں۔ تجربہ گاہوں اور کھیتوں میں کھوج سے پتہ لگا کہ پیلے کیڑے سے مختلف رقبوں اور موسموں میں ۲۰ سے ۱۰۰ فیصدی کپاس کا نقصان ہوجاتا ہے۔ حساب لگاکر دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ مختلف سالوں میں اس کیڑے کیوجہ سے ایک کروڑ سے ۲½ کروڑ روپیہ تک نقصان پہونچا ہے۔ جن سالوں میں نقصان کی مقدار کم ہوئی ہے اسکی وجہ ان کیڑوں کے ڈر کیوجہ سے کپاس کی کاشت کرنیکے رقبوں کی کمی ہے۔

کیڑے کیسے لگتے ہیں؟

کھوج سے یہ پتہ چلا ہے کہ نئی فصل میں کیڑا لگنے کیوجہ ایسا بیج ہے جس میں کیڑے لگے ہوتے ہیں یہ کیڑے برسات ہوتے ہی نکل کر انڈے دینے لگتے ہیں۔ کھوج سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اگر بیج بونے سے پہلے اسکو کیڑوں سے صاف کر لیا جائے تو کیڑے برباد بھی ہوجائینگے اور بیج کے پیدا ہونے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ پیدا ہوگی۔ مصر وغیرہ ممالک میں کھوج سے پتہ لگا تھا کہ بیج کو اگر ۱۴۰ ڈگری فارن ہائٹ کی گرمی میں کچھ دیر اور ۱۲۰ ڈگری فرن ہائٹ کی گرمی میں دیر تک رکھا جائے تو پیلے کیڑے مرجاتے ہیں۔ ان کھوجوں کی بنیاد

پر تجربہ کرنے سے پتہ چلا ہے کہ اگر صوبہ متحدہ میں بیج کو اپریل یا
مئی کی دھوپ میں اچھی طرح سکھا لیا جائے تو کیڑے مر جاتے
ہیں۔ بنولے کو الگ کرکے اسکو خاص مشینوں سے سکھانے اور
کیڑا لگے ہوئے بیج کو ایک مقررہ میعاد کے بعد باہر سے
منگانے اور روک رکھنے پر پابندی لگانیکی رائے بھی دی گئی۔
۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۸ء کے درمیان کے
۱۲ سالوں میں جو نتائج برآمد ہوئے ان سے یہ پتہ لگا کہ فی
ایکڑ کپاس کی پیداوار میں ۲۳ روپیہ ۱۳ آنے قیمت کی
کپاس کا اضافہ ہوا۔ بعد کے سالوں میں جو کھوج ہوئی ہے اس
میں کچھ اختلاف رائے پیدا ہو گئی۔ لیکن ۱۹۴۳ء میں یہ بہت
حد تک کم ہو گئی۔ اور صوبہ متحدہ کی حکومت نے پرانی کھوجوں
کی بنیاد پر ایک نئی اسکیم کے مطابق کچھ چنے ہوئے رقبوں میں
پہلے کیڑے کو روکنے کا کام شروع کیا۔ اس میں ۱۱۱۵ گاؤں کی
۲۰۰۰۰ ایکڑ زمین شامل تھی۔ اسکے مطابق کسانوں کو بونے کے
لئے اچھا بیج دیا گیا۔ یہ اسکیم اب بھی رائج ہے۔ مگر پیداوار
اور لاگت کو دیکھتے ہوئے اسکے استعمال کے لئے قطعی طور
پر ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

کپاس کی پیداوار کو بڑھانے کا نیا طریقہ

۱۷۸۱ء میں پہلے پہل کوئیل رائٹر نام کے ایک
سائنسداں نے دو مختلف ذاتوں سے پیدا ہونیوالی طاقت
کا پتہ لگایا تھا۔ اور اسکے بعد سے اس سمت میں بہت چھان
بین کی گئی۔ زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے مقصد سے
اسکا استعمال مکئی اور کچھ حد تک ٹماٹر اور بینگن وغیرہ میں کیا
گیا ہے۔ اور اسمیں قابل ذکر کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔

تجارتی پیمانے پر پیداوار بڑھانے کیلئے ایسی ذاتونکی کامیابی
مختلف ذاتوں سے پیدا ہونے والے بیج کی پیداوار پر منحصر ہے۔
بہت سے کھوج کرنے والوں نے کپاس میں پائے جانے
والے کچھ ایک ایلس میں اس طاقت کا تجربہ کیا ہے۔ دھارواڑ
کے کپاس پیدا کرنے والے مرکز میں کے۔ ایف۔ ٹی ۱۲۔
۲۔ ۵ سے زیادہ بنولا نکالنے کے خیال سے کے۔ ایف
ٹی ۱۲۔ ۲۔ ۵ اور (۱) کرناٹک ہربیکیومس (۲) گجرات
ہربیکیومس اور (۳) جی۔ اربوریومس کی چنی ہوئی قسموں
کو کئی بار ایکدوسرے سے ملایا گیا۔ پہلی دو قسموں کو ملانے
سے .... پیدا نہیں ہوئے۔ لیکن کے۔ ایف
ٹی۔ ۱۲۔ ۲۔ ۵ کے ایف ایلس اور جی اربوریومس
کے میل سے .... کی سب سے زیادہ پیداوار
دیکھنے میں آئی۔ علاوہ اسکے ان دونوں قسموں کی ملاوٹ
سے پیداوار میں (تقریباً ۱۰۰) اور ریشے کی
لمبائی (۱½ انچ) میں اضافہ اور بیج میں بھی بھاری
پن دیکھنے میں آیا۔ فصل بھی جلدی ہونے لگتی ہے
"ہربیکیومس اور اربوریومس" کی ایک ملاوٹ کے
علاوہ سبھی میں بنولا نکالنے کی طاقت اگرچہ کم تھی۔ پھر
بھی پیداوار میں اضافہ ہونے کیوجہ سے یہ کمی پوری
ہو جاتی ہے۔

اس حیرت انگیز تجربہ سے کسانوں کو فائدہ
پہونچانے کے مقصد سے کئی طریقے کام میں لائے گئے
ہیں۔ دھارواڑ کے مرکز میں ان قسموں کو بڑے
پیمانے پر پیدا کرنے کے مقصد سے تجربے کئے گئے
ہیں۔

پھلوں کی جیلی بنانا

پھلوں کی ٹکنے والی چیزیں جیسے اچار، مربّے وغیرہ بنانے کے بہت سے طریقے "ہل" کے پچھلے نمبروں میں شائع کئے جا چکے ہیں۔ اکثر ناظرین نے پھلوں سے جیلی تیار کرنے کے طریقے دریافت کئے ہیں۔ یہاں پر ہم کچھ پھلوں سے جیلی بنانے کے طریقوں کو شائع کر رہے ہیں۔ ان طریقوں سے پھلوں کی جیلی تیار کر کے بازار میں اچھے داموں میں فروخت بھی کی جا سکتی ہے۔ اور اسطرح گاؤں والے اپنی آمدنی بھی بڑھا سکتے ہیں۔

امرود کی جیلی

اکثر لوگ امرود کی جیلی کم پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بہت میٹھی ہوتی ہے۔ برخلاف اسکے انار کی جیلی کھٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اگر انار اور امرود دونوں کو ملا کر جیلی بنائی جائے تو وہ لوگوں کو زیادہ پسند آویگی۔ یہ جیلی نہ تو زیادہ میٹھی ہی ہوگی اور نہ کھٹی ہی۔ اسکے بنانے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ امرود اور انار کے اچھے پکے پھلوں کو لیکر انکا رس نکال لیجئے۔ دونوں پھلوں کے رسوں کو برابر برابر حصوں میں ملائیے۔ اسکے بعد اس ملے ہوئے رس کو آگ پر پکنے کیلئے چڑھا دیجئے۔ جب یہ رس کھولنے لگے تو جتنا رس پہلے آگ پر چڑھایا گیا تھا اتنی ہی چینی کھولتے ہوئے رس میں ڈال دیجئے۔ کسی چمچ یا بڑے چمچ سے چینی کو چلاتے رہئے۔ تاکہ وہ رس میں، پوری طرح سے گھل مل جائے۔ تب اس رس کو آگ پر سے اتار کر موٹے کپڑے سے چھان لیجئے۔ پھر آگ کو خوب تیز کر کے رس کو آگ پر چڑھا دیجئے۔ جس سے جا سنی تیزی سے بننے لگے۔ جب وہ جیلی کی شکل میں آجائے تو اسکو اتار لیجئے اور صاف کئے ہوئے گرم برتن میں بھر دیجئے۔ جب وہ ٹھنڈی ہو جائے تو موم سے برتن کا منہ بند کر دیجئے۔

کیلے کی جیلی

ہندوستان میں کیلے کی کئی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن جیلی بنانے کے لئے ان کیلوں کو استعمال میں لانا زیادہ مناسب ہوگا جو کہ عام طور پر کھانے کیلئے کام میں لائے جاتے ہیں۔ جیلی بنانے کیلئے کیلوں کا انتخاب بہت ہوشیاری کے ساتھ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر کم پکے ہوئے کیلوں کا استعمال کیا جائیگا تو جیلی خراب ہو جائیگی اور اسکا ذائقہ کھٹا ہو جائیگا۔

پکے ہوئے اور کڑے کیلئے لے لیجئے اور ان کو چھیل کر انکے پتلے پتلے ٹکڑے کاٹ لیجئے ان ٹکڑوں کی تول کے برابر پانی میں تقریباً بیس منٹ تک آگ میں پکائیے۔ تاکہ کیلے کے ٹکڑے خوب ملائم ہو جائیں۔ پھر

اس رس کو خوب موٹے کپڑے سے چھان لیجئے۔

رس کو آگ پر تب تک گرم ہونے دیجئے جبتک کہ وہ کھولنے نہ لگے۔ اسکے بعد اس میں رس کی تول کے برابر چینی ڈال دیجئے۔ پھر کسی چیز سے رس کو چلا دیجئے تاکہ چینی اچھی طرح گھل جائے۔ پھر اسکو اسیطرح چھوڑ دیجئے۔ اس کے اوپر آرگینک چیزوں کی ایک موٹی سطح پڑ جائیگی۔ اس کے ابلنے کے پہلے اسکو نکال کر پھینک دیجئے اور رس کو چھان لیجئے۔ اسکے بعد ایک پونڈ رس پیچھے ایک اونس کے حساب سے اس میں نیبو کا رس ملا دیجئے۔

کیلے کا رس بہت دھندھلا ہوتا ہے۔ اسلئے رس میں تھوڑی سی فٹکری ملا دینا چاہئے تاکہ آرگینک چیزیں ابھر آویں۔ پھین کو پھر نکال دیجئے اور پھر اسکو جیلی بننے تک پکنے دیجئے۔ جب جیلی بن جائے تو اسے اتار کر صاف کئے ہوئے گرم برتن میں بھر دیجئے۔

ٹماٹر کی جیلی

ٹماٹر کی جیلی سب سے اچھی سمجھی جاتی ہے۔ اس میں بہت سے بٹامن ہوتے ہیں جو آدمی کی صحت کیلئے مفید ہوتے ہیں۔ اس سے بچے بوڑھے سبھی کی تندرستی کو فائدہ پہونچتا ہے۔ اسلئے جب تک ٹماٹر مل سکے اسکو روز کھانا چاہئے جس موسم میں ٹماٹر نہیں ملتا اس موسم میں اسکی جیلی کا استعمال کیا جانا چاہئے۔ ٹماٹر کی اور بھی کئی طرح کی ٹکنے والی چیزیں بنائی جا سکتی ہیں۔ جنکا استعمال ٹماٹر نہ ملنے والے موسم میں کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ہم ٹماٹر کی جیلی بنانے کا طریقہ بتلائینگے۔ ٹماٹر میں ایک اور خوبی ہے وہ یہ کہ اسکے ٹکنے والی چیزیں بنانے میں اسکے بٹامنوں میں کمی نہیں ہوتی۔ اسکی جیلی بہت خوش ذائقہ بھی ہوتی ہے۔

ٹماٹر کی جیلی بنانے میں ایک دقت ہوتی ہے وہ یہ کہ اس میں کھٹاس نہیں ہوتی جس سے ٹماٹر کی جیلی تب تک نہیں بن سکتی جب تک کہ اس میں کسی نہ کسی طرح سے کھٹاس نہ لائی جائے۔ بازار میں ملنے والی پیکٹن اس کام میں لائی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ نہ مل سکے تو نیبو کی کھٹاس سے بھی کام چل سکتا ہے۔ آٹھ حصہ ٹماٹر کیلئے ایک حصہ نیبو کی کھٹاس کافی ہے۔ ٹماٹر کو چھلکر اسکے رس میں اسکو ۱۵ منٹ تک پکائیے۔ نیبو کی کھٹاس بھی اسکے رس میں ہی اتنے ہی دقت تک پکانا چاہئے۔

تب رسوں کو موٹے کپڑے یا جیلی بیگ میں چھان لینا چاہئے۔

تین پونڈ رس کو آگ پر چڑھا دیجئے۔ جب وہ کھولنے لگے تو اس میں ڈھائی پونڈ چینی ملا دیجئے اور کسی چیز سے چلا کر اسکو گھلا دیجئے۔ پھر رس کے کھولنے کے پہلے اسکے اوپر بننے والی میلی تہ کو نکال دیجئے۔ اسکے بعد رسوں کو موٹے کپڑے میں دوبارہ چھان لینا چاہئے۔ پھر رس کو آگ پر چڑھا دیجئے۔ اور جب رس جیلی کی شکل میں آجائے تو اسے اتار کر صاف برتن میں بھر کر اسکو موم سے بند کر دیجئے۔

عجیب پرند

(از جناب کمل کمار)

ہندوستان کے پرندوں میں بھی کچھ ایسے پرند ہیں جو اپنی دنیا میں کسی جادوگر کو بھی حیرت میں ڈال سکتے ہیں کیٹرپلر ذات کی ایک چڑیا جسکا اگرچہ پیٹ بہت چھوٹا ہوتا ہے پھر بھی دن میں وہ اسی پیٹ میں اپنی تول کا تگنا کھانا جس میں کیڑے مکوڑے اور پتیاں ہوتی ہیں ڈال لیتا ہے۔ ایسا کرنے میں اسکو کسی طرح کی مشکل نہیں ہوتی مزے کیساتھ پھر پھر اڑا کرتی ہے۔ جس حساب اور پھرتی سے یہ چڑیا خوراک کھاتی ہے اگر اس حساب اور پھرتی سے گھوڑا کھائے تو اسے ۲۴ گھنٹے کے اندر ۲۸ من خوراک چاہیئے۔ ریشم کا کیڑا بھی ۶۰ دنوں میں اپنے وزن سے لاکھ گنا کھا ڈالتا ہے۔

رین اور باربلز نام کے پرند، جنکو ہم جلدی نہیں پہچان سکتے، بہت ہی جلد کیڑے مکوڑوں کو جھاڑ جھنکھاڑ سے کھوج نکالنے میں اس پرند کو دیگر سارے ہی پرندوں سے کم وقت لگتا ہے۔ کٹھپھوڑوا ذات کا پرند اپنی چونچ سے کسی بھی درخت کی چھال کا معائنہ کئے بغیر نہیں رہتا۔ اسلئے کہ شائد اسے کھانے کیلئے کوئی کیڑا مل جائے۔

صرف پورٹرچ نام کے پرند کے شکار کیلئے امریکہ میں ۵ لاکھ انسانوں نے بندوق کے لائنس لے رکھے تھے۔ یہ پرند اسقدر ہوشیار ہوتے ہیں کہ انکا شکار کرنا بہت ہی ہوشیار شکاریوں کا کام ہے۔ ہمارے ملک میں مہتر اور بھنگی کا کام کرنے والا گدھ پرند ہوتا ہے۔ لیکن دکھنی یوروپ کا گریفن گدھ دوسری ہی خصوصیات کے لئے مشہور ہے۔ یہ ہمارے یہاں کے گدھوں کیطرح پیٹو نہیں ہوتا۔ مہینوں بغیر کھائے ہوئے رہ جانا اسکے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر سڑا گلا مردہ دیکھتے ہی اسپر ٹوٹ پڑتا ہے اور خوب ٹھوس ٹھوس کر کھاتا ہے۔

ہندوستان کے گدھوں میں ایک ایسا گدھ بھی ہوتا ہے جو چھوٹے موٹے بندروں تک کو بھی پکڑ کر کھا جاتا ہے۔ یہ بندروں کے علاوہ دوسرے جانوروں کا شکار نہیں کرتا۔ ممکن ہے کہ اسکو بندروں کا ہی گوشت پسند ہو۔ پینگوئن، فنن بیرڈ ل ذات کے پرندوں میں بھی کچھ ایسے پرند ہوتے ہیں جو اپنی اپنی پسند کا ہی گوشت کھاتے ہیں۔

کچھ ایسے پرند بھی ہیں جو ہمارے خاص کام کے ہیں۔ سندیس لانے لے جانے کا کام کرنے والے کبوتر تو اس لڑائی کے زمانہ میں بہت ہی مفید ثابت ہوئے ہیں۔ یہ کبوتر بغیر بھولے ٹھیک اسی جگہ پر خط لے جاکر دیتے ہیں کہ جہاں انھیں بھیجا جاتا ہے۔ کبوتروں میں ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جس سے وہ سیکڑوں میل دور سے جان لیتے ہیں کہ انکا گھر کہاں ہے۔

کچھ پرند پانی میں بھی رہتے ہیں اور اسی کے اندر انکی خوراک بھی چھپی رہتی ہے۔ وہ پانی کے پاس ہی انڈے بھی دیتے ہیں گریب نام کا پانی کا پرند اپنا گھونسلہ سوکھے نرکل کا بناتا ہے اور اسکو ٹھیل کر ڈونگی یا بیڑے کی طرح پانی پر اتار دیتا ہے۔ گھونسلہ مادہ کے ساتھ ساتھ تیرتا رہتا ہے۔ اس بیڑے کے درمیانی حصہ میں اوپر کیطرف انڈوں کیلئے جگہ بنی رہتی ہے۔ دکھنی امریکہ کا ہوتجن نام کا پرند بھی دلدل میں یا ندی کے کنارے ہی گھونسلہ بناتا ہے اور بچوں کو پالتا ہے۔ ہوتجن کے انڈے کی طاقت عجیب ہوتی ہے۔ ایک سمندر پار کرکے دوسرے سمندر پر پہونچ

جانے اور وہاں سے اپنی پسند کی خوراک ٹھیک وقت پر گھرے آنے کا کام اس سے زیادہ جلد دنیا کا دوسرا پرند نہیں کر سکتا۔ موتجن کا بچہ انڈے سے باہر آتے ہی اسقدر پھرتی دکھلاتا ہے کہ بڑے بڑے سائنسدان اسکی پھرتی دیکھکر ڈنگ رہ جاتے ہیں۔ پیدا ہونے کے کچھ ہی سکینڈ بعد ہی درخت پر چڑھ جانا پھر پانی میں کود کر ڈبکی لگا لینا اور کبھی فرلانگ پر تیر کر نکلنا اس پرندے کے علاوہ دوسرے پرندے کے بس کی بات نہیں ہے۔

پانی کے کنارے رہنے والے پرندوں کے گھونسلوں کی مدد قدرت بھی کرتی ہے۔ اسکے چاروں طرف وہ گھاس پھوس اسلئے جمع کر دیتی ہے کہ انکے انڈے محفوظ رہیں۔ کوئیلیمور نام کا کبوتر اپنے انڈوں کو گھونسلوں سے لڑھک جانے سے بچا نہیں پاتے۔ جب گھاس پھوس انکے گھونسلوں کو گھیر لیتی ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس سے انڈوں کو لڑھک کر ادھر ادھر جانے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

بلیگ برڈ نام کے پرندے کے انڈے بہت جلد بچے نکال دیتے ہیں۔ انڈا دینے کے کچھ ہی گھنٹے بعد بچے کا سر اور منہ دکھلائی دینے لگتا ہے۔ پانچویں دن اسکے پَر باہر آجاتے ہیں۔ ۱۴ ویں دن بچہ اسطرح پھدکنے اور اڑنے لگتا ہے کہ معلوم ہی نہیں پڑتا کہ یہ ۱۴ دن کا ہے۔

کوڑلا ذات کا پرندہ اپنے انڈے بہت محفوظ جگہ پر دیتا ہے۔ انڈے بہت جلد سفید ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ ایسی جگہ میں انھیں کبھی نہیں رکھتا جو کہ کالی ہوتی ہے کہ ایسی جگہ جہاں دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ انڈا رکھا ہے۔ وہ "کیمو فلیج" کی مدد لیتا ہے۔ یعنی بالکل سفید چٹانوں کی دراڑ میں انڈوں کو رکھتا ہے جس پر دشمن کی نظر ان پر نہ پڑ جائے۔

پلوور نام کا پرندہ بھی ساحل سمندر پر ایسی جگہ تلاش کر کے انڈے دیتا ہے۔ جو کہ اسکے انڈے کے رنگ سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی تو اسطرح یہ سمندری بالو یا گھاس پھوس میں چھپ جاتے ہیں کہ پیروں سے روندے جانے پر ہی ان کا پتہ لگتا ہے۔ پلوور کے انڈے کا رنگ موسم اور آس پاس کے ماحول کے مطابق ہرا، بادامی نیلا، بھورا آسمانی وغیرہ کسی بھی رنگ کا ہو سکتا ہے۔

کچھ کی کھاڑی میں ہنسوں کی ذات کا ایک فلیمنگو نام کا ایک پرند پایا جاتا ہے۔ جو ہزار دو ہزار کا جھنڈ بنا کر رہتا ہے۔ اسکو ہم اپنے یہاں کے بطخ کے درجہ میں رکھ سکتے ہیں۔ لمبی گردن، سفید اور گلابی رنگ کے نرم و نازک پنکھ، لمبی لال ٹانگیں مزیدار چونچ اس پرند کی خصوصیات ہیں۔ یہ پانی میں تیرتا بھی ہے اور پیر رکھکر چلتا بھی ہے۔ دور سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی پر کوئی بہت بڑا پھول کھلا ہوا ہے۔ اسکے گھونسلے پانی پر چھوٹے چھوٹے ڈھوہ کی طرح دکھلائی دیتے ہیں۔ گھونسلہ پر لمبی لمبی ٹانگیں رکھکر کھڑا ہونا اسکے آرام کا ایک ڈھنگ ہے۔

تمنے اکثر پانی سے بھرے تال یا پوکھرے میں دیکھا ہوگا کہ سانپ کی طرح کوئی جانور تیرتا آرہا ہے۔ لیکن جب تک تم شور کرو گے یا کل بھاگنے کی کوشش کرو گے۔ سانپ بھی ایک پرند کیطرح اڑ جائیگا۔ اس پرند کو بالو ر کہتے ہیں۔ جب یہ پانی پر تیرتا ہے تو اسکی لمبی چونچ ہی باہر رہتی ہے۔ جو بالکل سانپ کیطرح معلوم ہوتی ہے اس عجیب پرند کو دھان کے بڑے بڑے تالوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

گداگری

(از سید حسن مثنا اسسٹنٹ رورل ڈیولپمینٹ افسر)

لوگ کہتے ہیں کہ ایک ایسا زمانہ بھی تھا کہ جب بھیک مانگنے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور صرف وہی لوگ مجبوراً بھیک مانگتے تھے جو واقعاً ہاتھ پیر یا آنکھ سے مجبور ہونیکی وجہ سے کسب معاش نہیں کرسکتے تھے مگر وہ نہ اسکو پیشہ سمجھتے تھے نہ اسکو اچھا سمجھتے تھے۔ بلکہ ان میں بعض ایسے غیور ہوتے کہ ترک وطن کرکے دوسرے مقاموں پر جاکر اپنے زندگی کے دن کاٹ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اپنے موضع یا قصبہ میں ہاتھ پھیلاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ شاید غالب نے ایسوں ہی کی غیرت کا ذکر اس شعر میں کیا ہے۔

مارا دیارِ غیر میں مجھکو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

حالانکہ ان کے لئے دست سوال پھیلانا کوئی شرم کی بات نہ تھی کیونکہ وہ خود سے لنگڑے لولے اور اندھے تو ہو نہیں گئے تھے۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا اور جہاں جہاں گیا صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دیگر ممالک ایشیا میں بھی مجھے تو یہ بھیک مانگنے والونکی تعداد روز بڑھتی ہی معلوم ہوتی ہے اور منجملہ دیگر پیشوں کے یہ بھی ایک پیشہ ہوگیا ہے صرف انہیں لوگوں نے یہ پیشہ اختیار نہیں کیا جن کے باپ دادا کرتے تھے بلکہ دوسرے روزگار سے اس میں محنت کم اور نفع زیادہ دیکھکر ایسے لوگوں نے بھی یہ کام شروع کردیا ہے جنکے یہاں کبھی نہیں ہوتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ مردم شماری کے وقت اگر ان کو بھی توجہ کے ساتھ شمار کیا جائے تو ہمارے صوبہ میں کاشتکاری کے بعد غالباً گداگری کے پیشہ والوں کی تعداد اکثر پیشہ والوں سے بہت زیادہ ہوگی۔

سطحی نظر سے دیکھنے والوں کو شاید میرا یہ دعویٰ غلط اور مضحکہ خیز معلوم ہوگا مگر ذرا غور کی نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ میرا یہ دعوےٰ غلط اور بے بنیاد نہیں ہے۔

گداگروں کے اقسام ہی اس کثرت سے ہیں کہ انھیں کا شمار اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے پھر انکے خود شمار کا کیا ذکر ہے میں یہاں پر صرف چند قسموں کا ذکر کرتا ہوں ورنہ کل اقسام کے لئے نہ میرے پاس وقت ہی ہے اور نہ اس مضمون کو طول ہی دینا چاہتا ہوں۔

ا۔ وہ لوگ جو کسی مرض میں مبتلا ہیں یا ہاتھ پیروں سے معذور ہیں اور کوئی کام نہیں کرسکتے ہیں۔

ایسے لوگوں کا ذکر ہی فضول ہے جب وہ مجبور ہیں اور ہمارے یہاں اُن کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ اور جب کوئی محتاج خانہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں وہ رہکر اپنے زندگی کے دن گذاریں تو آخر وہ کیا کریں۔ پیٹ کے ایسے ظالم کا پالنا ضروری ہے اس لئے ان پر کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ہمارے شہروں کی میونسپلٹیاں اس بات کا ارادہ کرلیں اور اپنے اپنے شہر میں ایک محتاج خانہ بنوادیں اور تعلقداران اودھ و زمینداران آگرہ اس طرف متوجہ ہوجائیں تو ایسے فقرا کی تعداد میں ضرور کمی ہوجائے اور ہر گلی اور کوچہ کی فضا جو ان کے سبب سے گندی رہتی ہے بہت کچھ صاف ہوجائے مگر اس موقع پر مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ قریب تیس سال کے ہوئے ہونگے جب اسی صوبہ کے ایک شہر میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کافی تعداد میں جذامیوں (کوڑھیوں) کو سڑکوں پر بلا تکلف بیٹھے بھیک مانگتے ہوئے دیکھکر مجھ پر بہت اثر ہوا میں نے اپنے میزبان سے سوال کیا کہ کیا میونسپلٹی کیطرف سے ان لوگوں کیلئے کوئی انتظام نہیں ہوسکتا؟۔ انہوں نے کہا کہ یہاں تو ایک

محتاج خانہ خاص طور پر ایسے مریضوں کے رہنے اور علاج
کے لئے موجود ہے۔ میں نے کہا کہ پھر یہ باہر کیوں نکلنے پاتے
ہیں اس کا جو جواب انہوں نے دیا اگر صحیح ہے تو میرے
ایسے کمزور آدمی کے دل کو ہلا دینے کیلئے کافی ہے۔ انہوں نے
فرمایا کہ محتاج خانہ میں علاج۔ خورد و نوش۔ لباس۔
سب چیزوں کا انتظام ہے اور سرمایہ اس کا کافی ہے جگہ
بھی وسیع ہے کافی تعداد میں یہ لوگ وہاں رہ سکتے ہیں مگر
افسر انچارج اس سخت جاڑے میں بھی ان کو پھٹے پرانے
بوسیدہ لباس میں صبح کو باہر نکلوا دیتے ہیں اور شہر کے
مختلف حصوں میں وہ پھیل جاتے ہیں اور تمام دن نہایت
آہ و زاری کے ساتھ جو کچھ پیدا کرتے ہیں وہ شام کو افسر
انچارج کیطرف سے ان کے ملازمین ان سے چھین لیتے
ہیں اور نہ دینے پر سختی کرتے ہیں اور کم دینے پر باز پرس
ہوتی ہے ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے کمائے ہوئے
پیسہ میں سے ایک پیسہ بھی خرچ کر دیں میں نے کہا کہ
اس سے تو بہتر تھا کہ یہاں محتاج خانہ ہی نہ ہوتا۔ اگر
یہ واقعہ صحیح ہے اور ایک جگہ ایسا ہوا تو یہ لازم نہیں
ہے ہر جگہ ایسا ہی ہو۔ میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ ہمارے
صوبہ کے رؤسا، تاجران تعلقداران زمینداران اور
میونسپلٹیوں کو اس طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے۔

۲۔ وہ لوگ جنکے اعضا درست ہیں بیمار بھی نہیں ہیں
لیکن اسقدر بڈھے اور ضعیف ہو گئے ہیں کہ کوئی
کام نہیں کر سکتے۔ اور اعزا و اقارب میں کوئی ایسا
نہیں ہے جو اونکی خبر گیری کر سکے۔

یہ لوگ بھی واقعی مستحق ہیں اور انھیں کی مدد کرنا
ہر مذہب و ملت میں ضروری سمجھا گیا ہے۔ مگر مشکل یہ
ہے کہ ان کا پتہ لگنا بہت دشوار ہوتا ہے وہ دوسروں
کیطرح ہاتھ پھیلا کر مانگتے نہیں ہیں اگر خود کسی نے کچھ
دے دیا یا کسی ذریعہ سے ان کے یہاں بھیج دیا وہ شکریہ
کے ساتھ لے لیں گے اور جو کچھ ملے گا اس پر قناعت کریں گے۔
دو دو تین تین وقت نہ ملے گا تب بھی نہ شکایت کریں گے۔
اور نہ ہاتھ پھیلائیں گے۔ فاقہ پر فاقہ کر لیں گے مگر مانگنا
عیب سمجھیں گے۔ جو لوگ ایسوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں وہ خود
ہی ان کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ وہ ہر کس و ناکس کے ہاتھ سے لینا
بھی معیوب سمجھتے ہیں اور صرف اسی حالت میں لے لیتے
ہیں جب کہ ان کو ضرورت ہوتی ہے اور انھیں کے ہاتھ سے
لیتے ہیں جنکو وہ سمجھتے ہیں کہ میرے حالات سے واقف ہیں۔

۳۔ جو کام کرنا چاہتے ہیں اور کر سکتے ہیں مگر کام نہ ملنے
کیوجہ سے بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔

ایسے لوگ بھی اکثر مل جاتے ہیں مگر میں نہیں سمجھتا
کہ جو کام کرنا چاہتا ہو اسے کام کیوں نہ ملے۔ یہ صرف اونکا
بہانہ ہوتا ہے واقعۃً وہ لوگ اپنے خواہش کے مطابق
کام نہ پانے سے کھانے کمانے کا یہ ذریعہ اختیار کر لیتے ہیں۔
کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے اگر یہ سوال کیا جائے
کہ ملازمت کیوں نہیں کرتے یا کوئی کام کیوں نہیں کرتے تو وہ
یہی کہیں گے کہ مجھے کوئی کام نہیں ملتا ہے اگر ان سے کہا جائے
کہ میں ملازم رکھنے کے لئے تیار ہوں پانی بھرنا پڑیگا جھاڑو
دینا ہوگا برتن صاف کرنا پڑے گا تو یہی کہیں گے کہ صاحب
اردو مڈل پاس ہوں نویں درجہ تک انگریزی بھی پڑھا ہوں
یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا یا یہ کہ میں شریف ہوں ایسے کام
کیسے کر سکتا ہوں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کام کرنا نہیں چاہتے
اور کام نہ ملنے کا عذر پیش کرتے ہیں ایسوں کی اعانت کرنا
میرے نزدیک بجائے ثواب کے گناہ ہے۔ ایک شریف آدمی
کیلئے بھیک مانگنے سے ادنیٰ درجہ کی ملازمت کہیں بہتر ہے۔

۴۔ جو اپنا موروثی پیشہ سمجھتے ہیں اور ہر طریقہ کے
روزگار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور بہتر سمجھتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچپن سے اپنے ماں باپ کو
سوائے اس کام کے کوئی اور کام کرتے نہیں دیکھا اور نہ خود

ان کو بھی سوائے اِس کام کے کسی اور کام کرنے کی تعلیم
اُن کے والدین نے دی ان کو اس کا احساس ہی
نہیں ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا کس قدر شرم
کی بات ہے اگر ان کو سمجھائیے تو ناراض ہوتے ہیں۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت ادھیڑ عمر کی صبح سے
دوپہر تک ایک سڑک کے کنارے بیٹھ کر مانگا کرتی
تھی جون کی دھوپ دسمبر کی سردی اگست کا مہینہ
کوئی اس کو اس سے روک نہیں سکتا تھا۔ مسلسل
مہینوں دیکھنے کے بعد ایک صاحب نے اس سے
کہا کہ اے نیک بخت جو تم اس طرح تکلیف اٹھاتی
ہو اس سے کیا فائدہ تمہارے قویٰ ابھی اچھے ہیں
اگر کوئی اور ذریعہ نہیں ہے تو کہیں نوکری ہی کر لو تمہاری
زندگی کا سہارا ہو جائے گا اس کو غصہ آگیا کہ اگر آپکو کچھ
نہ دینا ہو تو نہ دیجئے اپنا راستہ لیجئے۔ مجھے ذلیل
کیوں کرتے ہیں مجھے نوکری کرنے کو کہتے ہیں۔ بھلا آپ
مجھے نوکری میں تنخواہ کیا دلوائیں گے انھوں نے کہا
کھانے کپڑے کے علاوہ تین روپیہ ماہوار مل جائیں
گے جو تمہاری ضروریات کے لئے کافی ہونگے آخر تم
کیا چاہتی ہو اس نے کہا واہ صاحب واہ دوپہر تک
میں روزانہ دو روپیہ پیدا کر لیتی ہوں آپکے اس تین
روپیہ کی نوکری میں میرا کہاں گذر ہو سکتا ہے انھوں
نے پوچھا کہ ارے بھئی تم یہ دو روپیہ کرتی کیا ہو
اس نے کہا کہ کیا یہ بھی بتادوں اچھا سنئے۔
نہ آگے ناتھ ہے نہ پیچھے پگہا۔ میں تن تنہا ہوں
ایک اکیلی دم کے لئے دو روپیہ میں کچھ بچتا نہیں ہے
اور نہ میں بچانے کی کوشش کرتی ہوں ایک روپیہ ابھی
خوردہ کردوں گی اس اس دن کے کھانے کے لئے بالائی
شیرمال خریدوں گی زردہ دو پان الائچی لوں گی
دوسرے روپیہ میں سب کے لئے پھر اٹھ کے کباب برفی
لونگی پھر ناشتے کے لئے خربوزہ شکرچارا ان سب
اخراجات میں روپیہ ختم ہو جائے گا۔ کبھی کبھی ایک
آدھ چیز قرض لینی پڑتی ہے جو دوسرے دن ادا کر
دیتی ہوں۔

معترض نے کہا کہ جب اتنا پیدا کرتی ہو تو کچھ
بچاتی کیوں نہیں ہو اس نے جواب دیا کہ کس کے
لئے بچاؤں۔ جس نے دیا تن کو وہی دیگا کفن کو اب
ناظرین غور کریں کہ ایسوں کو دینا کس قدر زیادتی ہے
مگر سوائے قانون کے کون اس کو روک سکتا ہے۔
اگر آپ میں سے ایک نہ دیگا تو دوسرے دس دیکر
اس کی ہمت بڑھائیں گے۔ یہ بھی اسی لکھنؤ ہی کا ذکر
ہے کہ ایک عورت برقعہ پہنے سر راہ کھڑی ہوئی
بھیک مانگ رہی تھی کہ مزعفر کی دیگچی دم دیکر آئی
ہوں بالائی کے لئے پیسہ نہیں ہیں چار آنہ پیسہ خدا
کی راہ پر دے دیجئے غیر شہر کے ایک صاحب
ادھر سے گذر رہے تھے انھیں بڑا ناگوار ہوا اور بولے
کہ جاؤ آج بغیر بالائی کے مزعفر کھالو۔ دوسری طرف
سے ایک لکھنؤ کے بزرگ آگئے جنہوں نے ان دونوں
کی گفتگو سن لی تھی انھوں نے معترض پر فوراً اعتراض
جڑ دیا کہ واہ حضرت واہ آپکو نہ دینا تھا تو نہ دیتے مگر
اعتراض کرنے والے آپ کون۔ آپکو بڑی بی کی وضع
داری کی تعریف کرنی چاہئے تھی کہ باوجودیکہ بھیک
مانگتی ہیں مگر اب تک مزعفر بغیر بالائی کے حلق سے
نہیں اترتا (بڑی بی کیطرف مخاطب ہو کر) لو بڑی بی
لو اور ایک چونی جیب سے نکال کر دی اور خود چلتے
ہوئے۔ غیر شہری صاحب نے مسماۃ کے پیچھے جا کر
دیکھا تو واقعاً انھوں نے بالائی ہی خرید کی اور گھر چلی
گئیں۔ اب فرمائیے کہ ایک کے نہ دینے سے کیا ہوا
دوسرے نے دیا اور ہمت افزائی بھی کر دی آپ

خود خیال کیجئے کہ اس پیشہ میں جو آمدنی ہے وہ دوسرے میں کہاں
ہے۔ ایک مزدور تمام دن جب چوٹی کا پسینہ ایڑی کرتا ہے تو
آٹھ سات آنہ پیدا کرتا ہے اور پھر اس میں اسکو خاندان بھر کو پالنا
پڑتا ہے مگر یہ اکل حلال ہے اور وہ یقیناً حرام۔ مزدوری
میں خاندان کے صرف وہی لوگ کمانے میں مدد کر سکتے ہیں
جو اس عمر کے ہوتے ہیں ورنہ بوڑھے ضعیف بچے سب کا عموماً
صرف ایک ہی کمانے والے پر دارومدار ہوتا ہے اور یہاں
تو ہر عمر کے لوگ کچھ نہ کچھ پیدا ہی کر لیتے ہیں ایک ضعیفہ چند بچوں
کو لئے ہوئے بھیک مانگ رہی تھی کسی نے کہا کہ تم تو اب
بڈھی ہو گئیں تم نے تو اپنی عادت بھیک مانگنے کی ڈال کر
اپنی زندگی خراب کر لی ان بچوں کو ابھی سے بھیک مانگنا سکھا کر
کیوں خراب کر رہی ہو اس نے کہا پھر کیا کروں انھوں نے
جواب دیا کہ کہیں نوکر رکھا دو کسی کے یہاں کسی کام کے
سیکھنے پر بٹھا دو اس سے تو اچھا ہی ہوگا کہ ابھی سے بھیک مانگیں
اور زندگی بھر لوگوں کی جھڑکیاں کھائیں وہ بڑی بگڑی ہی۔
میرے نواسے اور نواسیاں ہو کر دوسروں کی غلامی اور
پابندی کریں یہ نہیں ہو سکتا۔ جس چین سے میں نے اپنی
زندگی گذاری ہے یہ لوگ بھی خدا کرے اسی طرح سے گذاریں
میں جو سکھا دوں گی وہ بھلا دوسرا کیا سکھا دیگا۔

۵- جو گداگری کے پردہ میں فریب اور دھوکہ دیکر مال
حاصل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نے خوب
بیوقوف بنایا۔

اس قسم میں بہت سی شاخیں ہیں اور سب کے
ذکر کے لئے ایک علیحدہ بڑے مضمون کی ضرورت ہے۔
مختصراً یہاں چند قسموں کا ذکر کرتا ہوں اس سے ناظرین نتیجہ
نکال سکتے ہیں۔

(۱)- بہت مغموم اور رنجیدہ صورت بنا کر آدیں گے
باتیں کرنے سے پہلے دو ایک ٹھنڈی سانسیں بھریں گے
دامن سے بلا آنسو کے آنکھوں کو پونچھتے جائیں گے اور
پھر باواز بلند رونے لگیں گے اور بہت مشکل سے اپنے مدعا
کو ظاہر کر سکیں گے جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ ماں باپ بھائی بہن
یا بیٹا کوئی مر گیا ہے گور و کفن کے لئے پیسہ نہیں ہے کچھ انتظام
ہو گیا کچھ آپ مدد کر دیجئے تو دفن سے فراغت ہو جائے۔
رات سے گھر میں لاش پڑی ہے۔ اب بتائیے کہ کون سخت
قلب ایسا ہوگا کہ جس کو یقین نہ آجائیگا اور مدد کرنے کیلئے
اپنے حتی المقدور تیار نہ ہو جائے گا۔ بعد کو اگر تحقیقات کیجائے
یا اسی وقت اگر کوئی کہے کہ اچھا چلو میں انتظام کئے دیتا ہوں تو
معلوم ہوگا کہ یہ سب غلط ہے مگر کون ایسا کرتا ہے اور کس کو اسی
قدر فرصت ہے سوائے اس کے کہ کچھ دیکر اپنا فرض ادا
کر دے مگر ایک ایسے ہی موقعہ پر ایک صاحب نے اپنے
آدمی سے کہا جاؤ اور جو کچھ خرچ ہو دیکر تجہیز و تکفین کرا دو
سائل کو لیکر آدمی باہر نکلا کچھ دور جانے کے بعد سائل نے
اس معاملت شروع کر دی کہ اتنا خرچ ہوگا ۲۵ فیصدی تم
لے لو باقی مجھے دیدو میں انتظام کر لونگا تم کہاں جاؤ گے
مگر چونکہ ملازم ایماندار تھا وہ اس کے کہنے میں نہ آیا اور
واپس آکر اپنے مالک سے کل واقعہ کہہ دیا۔

(۲) ایک عورت ایک بچہ کو اپنی گود میں ایک کو
کاندھے پر ایک کا ہاتھ پکڑے اور دو تین ساتھ ساتھ لئے
ہوئے آئے گی اور بہت بیچینی سے روتی ہوئی سوال کریگی
کہ شوہر بیمار تھا مڈیکل کالج میں علاج کے لئے لائی تھی وہ
مر گیا میں بیوہ ہو گئی اور یہ سب بچے یتیم ہو گئے اس کو تو
لوگوں نے چندہ سے دفن کرا دیا مگر اب میرا اور ان بچوں
کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کئی وقت سے فاقہ پر فاقے ہو رہے
ہیں کچھ مدد کیجئے مدد کے یہ معنی نہ ہونگے کہ آپ پیسہ دو
پیسہ دیکر ٹال دیجئے بلکہ وہ دو چار روپئے کی خواستگار ہوگی۔

(۳) ایک صاحب بہت درد سے اپنا قصہ بیان
کریں گے۔ فلاں جگہ سے آرہا تھا ریل میں سامان چوری
ہو گیا ایک پیسہ بھی نہیں بچا تین وقت سے کچھ کھایا نہیں

ہے مگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ہمت نہیں ہوتی تو میرا پیشہ ہے اور نہ میں بھیک مانگتا ہوں مجھکو میرے وطن تک پہنچوا دیجئے، پورا اگر ایہ بھی نہیں چاہتا ایک صاحب نے کچھ دیا ہے اس میں کچھ کمی ہے اوسے آپ پورا کر دیجئے۔ اون سے اگر کوئی کہے کہ چلو میں ٹکٹ دلوائے دیتا ہوں تو اس پر وہ راضی نہیں ہونگے بہت بہانہ کریں گے اور اگر شاید راضی بھی ہو گئے تو ٹکٹ کو کسی نہ کسی کے ہاتھ ادنے پونے بیچ دیں گے اور آپ کے سامنے سے غائب ہو جائیں گے رہیں گے اسی شہر میں مگر آپکو کبھی نہ ملیں گے اور کم وبیش اسی حیلہ سے مانگتے رہیں گے۔

بادل اور چاند

ازجناب حامد اللہ افسر

نیلے ساگر والے چاند	مجھ کو پاس بلالے چاند
برکھا میں جاتا ہے کہاں تو	لے کر شال دوشالے چاند
تارے ہیں یہ آس لگائے	مُنھ پردے سے نکالے چاند
بادل کا اک ہلکا ہلکا	منھ پر آنچل ڈالے چاند
گنگا کے دھارے میں اتر کر	پھر کچھ غوطے کھالے چاند
ابر سیہ میں لپٹ کر نکلا	کالی کملی والے چاند
لے آیا ہے کہاں سے یہ تو	اتنے روئی کے گالے چاند
کانپ رہے ہیں تارے ان کو	تو کمبل میں چھپالے چاند

بادل کے پھندے میں نہ پھنسا
سن اے بھولے بھالے چاند

[ماخوذ]

افسانہ

(از سری رام شرما رام)

> دلاری کا شوہر شرابی تھا رمیا نے اس پر نہ معلوم کیا جادو کر دیا تھا۔ لیکن ایک دن اسکو سمجھ آہی گئی.......... ۱

دولاری پریشان ہے۔ کیونکہ اسکا شوہر آئے دن کوئی نہ کوئی جھگڑا گھر میں کھڑا کر دیتا ہے۔ پڑوسن رمیا نے جیسے اس پر کوئی جادو کر دیا ہے کہ وہ بس اسی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوا کرتا ہے۔ یہ دیکھتے سوچتے آج پانچ سالوں کا پڑاؤ پیچھے چھوٹ گیا ہے۔ اور دولاری کو بار بار یہ یاد آتا ہے کہ نہ معلوم کس برے وقت میں دلہن کی شکل میں اسنے اس گھر میں پیر رکھا اور اپنے آپ کو زندگی کے بیچ چوراہے پر ٹھگا دیا۔ وہ سوچتی ہے کہ جب اسکا شوہر رمیا سے ہی خوش ہے اسی کو اپنی زندگی کی ساتھن سمجھتا ہے تو پھر مجھسے شادی کیوں کی .... اسنے کیوں ....

لیکن اب دولاری کے رونے دھونے اور شوہر کے راستہ کا روڑا بننے سے کچھ نہیں ہوتا اپنی اپنی قسمت۔ اور بڑے دسین ہیں کہ اپنے پیا کی چھاتی پر پنکھا جھلتی ہیں اور اپنے شوہر کی محبت پاکر پھولی نہیں سماتیں۔ مگر برخلاف اسکے دولاری سے۔ کہ کالی کالی راتوں میں گھر میں اکیلی بیٹھی ہوئی رات کاٹتی ہے۔ اور کبھی کبھی چونک کر دروازے کیطرف دیکھنے لگتی ہے۔ رات رات شوہر کا انتظار کرتی ہے۔ اور اپنی بھری نیند کو کھڑے پلکوں پر لئے رہتی ہے۔ اسکا شوہر شراب پیتا ہے اور کئی کئی راتیں رمیا کے یہاں گذار دیتا ہے۔ اپنی شادی کے ان پانچ سالوں میں جیسے تیسے دولاری نے صبر کرلیا ہے۔ اور اپنے آپکو ایسی حالت میں لاکر رکھ دیا ہے کہ اس میں نہ جلن ہے نہ کڑھن اس نے سارا قصور اپنی قسمت پر رکھ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب نہ وہ پہلے کیطرح اپنے شوہر کو شراب پینے سے روکتی ہے اور نہ رمیا کے یہاں جانے سے ہی۔

رام ناتھ۔ دولاری کا شوہر۔ اپنے گاؤں کے پاس شہر میں جاتا ہے اور دن بھر کی مزدوری سے جتنے پیسے لاتا ہے۔ اس میں سے آدھے کھانے پینے کیلئے وہ دولاری کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو ساتھی مل گئے تو شراب کی بھٹی میں سب کے سب پیسے نذر کر آتا ہے۔ اسدن گھر کے چولہے میں نہ آگ سلگتی، نہ روٹی پانی کی سدھ کی جاتی۔ ایسے وقت، دراصل دولاری اپنی قسمت کو اور ماں باپ کو کوستی اور کہتی ہاں، دولاری اور تو کیا ماں باپ نے ہی گائے کی بچھیا سمجھ تجھکو قصائی کے کھونٹے پر باندھ دی ...... اب رووں تو .... مروں تو........ انھوں نے اپنے سر سے ایک آفت اتاری۔

دراصل اسکو شوہر کی محبت نہ ملے تو نہ سہی،

لیکن جب وہ زندہ ہے تب تک اسکو پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور تن ڈھانکنے کیلئے کپڑوں کیضرورت ضرور محسوس ہوتی ہے۔

پڑوسین اسکی حالت دیکھکر سوچتی ہیں۔ ہائے ہائے پتھر پڑیں اس رام ناتھ کی عقل پر کہ جس نے گھر کی ٹھیر کی تھالی میں لات مار کر اس نے حیا، بے شرم رمیا کے یہاں جانا ٹھان لیا ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ دولاری کے سامنے رسیا تو پاسنگ نہیں۔۔۔۔ پیر کی دھوون۔۔۔۔!

لیکن انھیں میں کچھ ایسی بھی ہوتیں تو اس بات کی حقیقت پر غور کرتیں۔ "اس آدمی کے دل کی انتہا نہیں یہ ہمیشہ شکل ہی دیکھتا ہو ایسا بھی نہیں یہ نہ معلوم کس بات پر فریفتہ ہوتا ہے اور کیا دیکھتا ہے۔

مگر پڑوسیوں کی ان ماں بہنوں اور عورتوں کی نظر میں رام ناتھ کے یہ اعمال قابل معافی تو نہیں تھے۔ لہذا وہ انکی نظروں میں مجرم اور قابل نفرت تھا۔

اور دلاری کہ جس نے ایکبار جس مرد کا دامن پکڑ لیا وہ اسکا آج کیا جنم جنم کا شوہر بن گیا۔ نہ معلوم کس بات نے اسنے اس پر ایسا اثر کیا کہ نہ تو اسکو کسی دوسرے مرد میں حسن ہی نظر آتا اور نہ وہ رام ناتھ کے علاوہ کسی کی طرف بھول کر بھی دیکھنے کی کوشش ہی کی۔

پڑوسین دیکھتی ہیں تو کہتی ہیں۔ ارے یہ دولاری، بیوقوف کہیں کی۔ ایسا بھی کیا اندھا پن کہ شوہر پیٹ رہا ہے۔ سر کے بالوں کو پکڑ کر باہر گلیارے میں کھینچے لگا ہے۔ پر دولاری ہے۔ جیسے پتھر کہ اس شراب کے نشہ میں چور رام ناتھ سے یہ بھی تو نہیں کہا کہ تو کیا کر رہا ہے۔ کیوں۔ اسنے تو جیسے شوہر کی خواہش کے سامنے ایک بار سر جھکایا تو پھر نہیں اٹھایا۔ اس نے شوہر کی حیوانی اور بیہودہ خواہشات کے سامنے اپنے آپکو نذر کر دیا ہے۔

ایک دن پڑوس کی رام پیاری نے آکر کہا ـــ

"اری دولاری زندگی ایسے نہیں کٹتی ہے۔ سچی میں اگر تیری جگہ ہوتی تو رام ناتھ کو بتا دیتی اور وہ جتنے ہوائی قلعہ بنائے پھرتا ہے۔ ایک ہی لات میں سبکو گرا دیتی۔۔۔۔۔ آدمی کیا ہو گیا، جیسے سانڈ کہ اسنے اپنی گھروالی کی لاج شرم کو بھی کھو دیا، جانتی ہے کل جب تو پیٹ رہی تھی اور گلیارے میں کھینچ رہی تھی تو رام ناتھ نے یہ بات بھی نہیں سوچی کہ تو کس حالت میں تھی ننگی یا اگھاڑی۔ شور سنکر میں گھر سے نکلی تو دیکھا کوئی ہنس رہا تھا کوئی رام ناتھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ لیکن میں نے تو تجھے ننگی دیکھکر جب تک رام ناتھ سے چھڑا نہیں دیا چین نہیں لی۔

یہ سنکر دولاری کچھ نہیں بولی۔ وہ نیلے آسمان کی طرف منہ اٹھاکر دیکھنے لگی۔ اسنے چاہا کہ کہے۔ "رام پیاری نہیں میں ڈھکی رہوں یا اگھاڑی اسکی کیا اہمیت، جس کا شوہر شرابی ہے اور بدکردار اسکی عورت کی کیا اوقات؛ مگر اسنے کہا کچھ نہیں۔ صرف آنکھوں نے کہا، جنھوں نے یکایک رونا شروع کر دیا۔

یہ دیکھکر رام پیاری نے رحم کھا کر ہمدردی دکھلاتے ہوئے کہا۔ "تو اسے سمجھاتی کیوں نہیں دلاری، اس سے یہ کیوں نہیں کہتی کہ میری عزت میں تمہاری عزت ہے۔

دولاری نے روتے روتے کہا ـــ "یہ سب تو آدمی سے کہا جاتا ہے بہن، پتھر سے نہیں۔ پتھر پر پانی پڑیگا اور ڈھرک جائیگا۔

"ہوں"۔ رام پیاری نے بات کو پکڑ لیا اور دولاری کا راز سمجھکر کہا۔ "ایسے تو اس بھری جوانی میں ہی تجھکو موت کا منہ دیکھنا پڑیگا۔ دولاری تیری اس ننھی سی جان پر یہ دکھ کا بوجھ کب تک اٹھیگا"

یہ سنکر دولاری نے کچھ کہا نہیں۔ اسنے پھر اوپر آسمان کی طرف اپنا منہ اٹھا دیا۔

مگر رام ناتھ کے نشہ کا جو اثر تھا۔ اسکا بار دولاری
پر ہی پڑتا ہو، ایسا بھی نہیں تھا۔ جب کبھی وہ زیادہ پی
لیتا، تو اپنے گھر یا رمیا کے گھر جانا تو دور، وہ گلیارے
کے کیچڑ پانی میں گر جاتا اور پڑا رہتا۔ اسوقت رمیا اسکے
پاس نہیں آتی خود دولاری کو ہی اسکے پاس جانا پڑتا۔
جب وہ اسکے انتظار میں بیٹھی ہوتی اور کوئی آکر کہتا —
"اری دولاری دیکھ، رام ناتھ گلیارے میں پڑا ہے
بیہوش ....." تو اسوقت دولاری سے کیا
ایک لمحہ کیلئے بھی گھر میں بیٹھا جاتا۔ کل ہی وہ پٹ چکی ہے۔
اور سب کے سامنے اس رام ناتھ نے کتے بلی کیطرح
گھسیٹا ہے۔ مگر اسکا اثر رام ناتھ کی حالت کو سنتے ہی اسکے
دل سے ہلکے بادلوں کیطرح اڑ جاتا۔ رام ناتھ کے پاس
جاکر وہ دیکھتی کہ اسکی حالت پر کوئی ہنس رہا ہے، کوئی
اسکے اوپر کیچڑ پانی اچھال رہا ہے۔ دولاری لوگوں
اور بچوں کے اس کام کو دیکھکر منہ سے تو کچھ نہ کہتی،
مگر جن آنکھوں سے انکو دیکھتی ان نگاہوں میں ان
لوگوں کیلئے نفرت ضرور رہوتی۔ وہ مایوسی کیساتھ بھی
انکو دیکھتی۔ دولاری کی جذباتی اور محبت آمیز نظروں
کو دیکھکر لوگوں کی ہنسی غائب ہوجاتی۔ بچوں کے ذریعہ
رام ناتھ کے اوپر پھینکی جانے والی کیچڑ بھی رک جاتی
اور یوں یکایک دولاری ان لوگوں اپنے اور اپنے
شوہر کیلئے ہمدردیاں حاصل کرلیتی، اور انھیں مدد
سے رام ناتھ کو گھر میں لاکر چارپائی پر لٹا دیتی۔ اسکے
کپڑے اتار دیتی اور پنکھا لیکر ہوا کرنے لگ جاتی۔

اتنی محنت، محبت اور اپنے پن کے جذبات
کے عوض رام ناتھ اپنی طرف سے دولاری کو کیا
دیتا؟ نفرت حقارت اور چوٹ۔ لیکن اس مار پیٹ
میں علاوہ دولاری کے اوپری جسم کو ہی چوٹ پہنچا
سکتا تھا، دل کو تو کوئی چوٹ لگ نہیں سکتی تھی، لیکن

اسکے لئے رمیا کے مقابلہ میں جسطرح نفرت اور حقارت
کے جذبات کا اظہار وہ آئے دن کیا کرتا تھا وہ یقیناً
دولاری کی روح میں اضطراب اور اذیتیں پہنچانے
میں کامیاب ہوتے تھے۔ لیکن اب تو ایسا وقت آگیا
کہ جس حالت میں دولاری نے پانچ سالوں سے
زیادہ عرصہ گذار دیا، اسکے لئے جیسے وہ بھی زندگی
میں دیکھنے سننے کا ایک مسئلہ بن گیا۔ خوشی، غم، اپنا
پن اور محبت اسکی نظروں کے سامنے گویا ایک ہی
شئے ہوگئے۔ آہستہ آہستہ اسکی زندگی ایسی سپاٹ
بن گئی کہ اسکی چھاتی کے نیچے دل نام کی جو شئے ہے
اس میں اپنا پن اور محبت بھری ہوئی ہے، ایسا
اندازہ اسنے کرنا ہی چھوڑ دیا۔ اسنے تو سمجھا کہ
اسکے جسم میں جسطرح جگہ جگہ گوشت پوشت باہم جڑے
ہوئے ہیں اسیطرح اسکا دل بھی گوشت کا ایک
لوتھڑا ہے۔ جو ہلتا ہے اور کبھی کبھی یکایک آپنے
آپ ہی دھڑکنوں سے بھر جاتا ہے۔

کبھی کوئی پڑوسن کہتی — "دولاری، تو
رام ناتھ کو چھوڑ کیوں نہیں دیتی .... تو کیوں نہیں
کسی اور کے گھر جا بیٹھتی"۔

تو ایسے وقت بھی دولاری بات کا کوئی جواب
نہیں دیتی، وہ تب بھی نیلے آسمان کی طرف دیکھنے لگتی
اور مسکرا دیتی۔

لیکن جب دلاری تنہائی میں ہوتی ہے، تو ایسی
باتوں کو سن کر وہ اپنے آپ کہنے لگتی ہے۔ نہ معلوم کیا
سوچتی ہیں، یہ سب ..... کیا دیکھتی ہیں عورت یہاں
جانے ..... وہاں۔ گویا اسیلئے مالک نے عورت کو
پیدا کیا ہے۔

لیکن جب وہ اپنے شوہر کیطرف دیکھتی ہے،
تو اسے شرابی اور بدکردار پاکر گویا شرم سے وہ اپنے

آپ گڑ جاتی ہے۔ اگر وہ اتنا سمجھ پاتی کہ عورت بھی مرد کیلئے
ایک مسئلہ ہے پیچیدہ۔ تو شائد وہ نہ شوہر کو الزام دیتی،
نہ رمیا کو۔ لیکن اسنے تو جیسے کسی فلسفی کیطرح ان دونوں
کی خواہش پر غور کیا اور دیکھا کہ حقیقت یہ کہاں ہے۔۔۔۔
نہیں۔ یہ بلی کتے جیسی اسکی خواہشات ہیں جسکا مٹنا
اسکے جیتے جی کیا آسان ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دولاری نے ان دونوں کو
اپنی مرضی پر چھوڑ دیا ہے، بس اسکے لئے اتنا ہی
کافی ہے کہ وہ شادی شدہ ہے اور اسکا شوہر ہے۔

مگر اسکا شوہر رام ناتھ جب ہوش میں ہوتا، یا
بغیر پئے ہوتا تو کبھی کبھی وہ گھر میں بیٹھکر جیسے اپنے دل کی
کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی غرض سے ہی دولاری سے
کہتا، "تو مجھکو معاف کر دولاری، میں رمیا سے نہیں
چھوٹ پاتا...... دور میں کوشش کرکے بھی اس
سے منہ نہیں موڑ پاتا۔

جب تب دولاری یہ سنتی اور مطمئن بنی رہتی۔
وہ اپنے گھٹنوں پر سر رکھے پیر کے انگوٹھوں سے زمین
کریدنے لگتی اور آنکھوں سے آنسو بہانے لگتی۔ مگر
ان آنسوؤں کو وہ اسطرح اپنے آنچل میں چھپا لیتی
کہ رام ناتھ کی نظریں نہ پڑ سکیں اور نہ اسکے درد
کو سمجھ پاتے۔

لیکن رام ناتھ تو پھر کہتا ــــ "میں نے تجھکو
ٹھگ کر اور ریکایک تجھکو اپنی بیوی بنا کر غیر انصافی کی ہے
دولاری...... گناہ عظیم......!

تب یہ سنکر دولاری خاموش نہ رہ پاتی۔ وہ
فوراً کہتی ــــ "میں تجسے کیا کہہ رہی ہوں ــــ بتاؤ
کیا میں تمہارا راستہ روکتی ہوں۔ تم خوش رہو، میں
ہمیشہ کی طرح ایسی ہی آشس بناتی ہوں۔

ہاں دولاری میں جانتا تو ہوں، کہ تو مجھے
مانتی ہے۔ مار پیٹ اور غصہ سبھی کچھ تو سر آنکھوں پر لیتی
ہے اور پھر بھی ہنستی رہتی ہے۔ یہی سوچکر تو میں کہتا ہوں
کہ تو کیوں نہیں مجھے زہر دیدیتی۔ بدمعاش ہوں میں۔
..... گناہگار، ایسے شخص کو زمین سے اٹھاکر تو خدا سے
ثواب پا سکتی ہے۔ دولاری۔

اتنا سنکر تو جیسے دولاری کا درد دگنا ہو جاتا۔
وہ کوشش کرکے بھی اپنے درد کو رام ناتھ سے
نہ چھپا پاتی۔ وہ ابھی لمحہ بھر پہلے جسطرح اپنے آنسوؤں
کو چپ چاپ آنچل میں دبائے بیٹھی تھی، وہ پھر پھوٹ
پھوٹ کر رو پڑتی اپنی درد بھری نظروں سے وہ
رام ناتھ کی طرف دیکھکر کہتی ــــ "بس یہ مت کہو،
اتنا نہیں۔ اس دولاری کی قسمت میں اگر اور کچھ نہیں
ہے۔ تو سہاگ کا سندور اور ہاتھ کی دو کانچ کی
چوڑیاں بھی نہیں۔ تم ہو، تو یہ ہے، نہیں تو پھر
دولاری کی کوئی قیمت نہیں...... اس بھری دنیا
میں اسکا کوئی نہیں۔ میں کہتی ہوں تم ایک رمیا کے
پاس نہیں ہزار رمیا کے پاس جاؤ ہنسو کھیلو، پر اس
دوری کو کتنے جتنا بھی دیا ہے۔ اسکا سہاگ ــــ اسے
اتنے پر ہی زندہ رہنے دو"

چونکہ ایسے وقت رام ناتھ نشے میں تو ہوتا نہ
تھا۔ وہ سمجھداری اور آدمیت کی بات کرتا تھا۔ اسلئے
دولاری کے ایسے خیالات کو دیکھکر وہ خوش ہو جاتا
تھا۔ اسوقت جس قدر روپیہ اسکی جیب میں ہوتا۔ وہ
دولاری کے ہاتھ پر رکھ دیتا، اور کہتا ــــ "لے
چوڑی پہننا...... دھوتی کا جوڑا اور جمپر کے
نئے کپڑا......!

دولاری کہتی ــــ "یہ کتنی دیر کیلئے۔ کل نشے
میں چور ہوکر آؤ گے، تو ایک ایک پیسہ چھین لوگے
کم ہوگا تو سر کے بال پکڑ کر گلیارے میں کھینچنے لگو گے

ہیں
تمہیں رکھو ان روپیوں پیسوں کو۔

یہ سنکر رام ناتھ دراصل شرمندہ ہو جاتا۔ وہ
یکایک کچھ نہ کہہ پاتا۔ لیکن جب وہ وہاں سے اٹھکر
باہر جانے لگتا۔ تو یہ ٹھیک ہے کہ پیسے نہ مانگتا، لیکن
عورت کے متعلق۔ دولاری کے متعلق ہمدردی کے
جذبات میں کہتا ــــ "دولاری جب شوہر کمینہ سے
بدکردار ہے تو اسکی عورت کا یہ فرض ہے کہ اسکو
ٹھکرا دے یا مار دے۔ وہ سماجی مجرم ہے۔ تمہاری
شوہر پرستی کی قیمت جب ادا نہیں کی جاتی تو تمہارا
بھی فرض ہے کہ ایسے شوہر کا خاتمہ کر دو۔ خواہ ....

اور وہ باہر جاتے ہوئے کہہ جاتا ــــ
"دولاری اپنے فرض سے منہ موڑنا عورت
کی فرض ناشناسی ہے .... بیوقوفی۔

بھلا اتنا سنکر دولاری کیا کہتی ــ کیسی
کہتی کہ اسنے اتنا نہیں سمجھا ہے۔ لہذا ایسے موضوع
پر خاموش رہنا ہی اسنے اپنے لئے بہتر سمجھا ہے۔

ایک دن جب رام ناتھ شہر سے کام کر کے
واپس لوٹ رہا تھا، تو اسنے گاؤں کی تلیا پر دیکھا
کہ ایک نوجوان عورت نیم عریاں حالت میں اپنی
دھوتی نچوڑ رہی ہے۔ اسکے پاس ایک ہی دھوتی
تھی۔ اسلئے اسی کو آدھی نچوڑ کر آدھی پہننے والی
تھی رام ناتھ نے اسطرف دیکھا، تو جیسے محو ہو گیا۔
اسکا تھکا ہوا دماغ بھی یکایک کھل گیا۔ عورت کا
منہ دوسری طرف تھا۔ اتنا تندرست، ملائم
اور سڈول جسم جیسے رام ناتھ کو بہت دنوں سے
دیکھنے کو نہیں ملا تھا۔ چلتے چلتے وہ ذرا ٹھٹھک گیا۔
اپنی ان پیاسی آنکھوں میں اس نے خواہشات
کا عالم پیدا کر لیا۔ دل مست ہو گیا
اور اس میں خواہشات کا سمندر امڈ
آیا۔ لیکن اسی وقت جب وہ آگے
بڑھا تو اسنے دیکھا کہ درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا ایک
شخص نہ معلوم کب سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا
اور سیٹی بجاتا ہوا اپنے دل میں خوش ہو رہا
تھا۔ یہ دیکھکر رام ناتھ کے اپنے خیالات تو ختم
ہو گئے اور وہ اس شخص کے کمینے پن کے
متعلق جلن اور کڑھن کیلئے سوچتا ہوا گھر کی طرف
بڑھ گیا۔ جب رام ناتھ اپنے گھر کے دروازے
پر پہونچا، تو اسی وقت دولاری کو بھیگی دھوتی
پہنے سکڑتی ہوئی آتی دیکھ کر چونک کر بولا ــــ
"تم کہاں گئی تھی دولاری؟

"داری تو تلیا پر گئی، تو ہی وہاں اپنی
دھوتی نچوڑ رہی تھی"۔ یہ کہتے ہوئے رام ناتھ
دھم سے چارپائی پر بیٹھ گیا، اور کٹے دھڑ کی
طرح اسپر پڑ گیا۔

سوکھی دھوتی بدلکر دولاری نے اس کے
پاس آکر کہا ــــ "آج اداس کیوں ہو، پی نہیں"۔
رام ناتھ نے گویا زندگی میں پہلی بار رنجیدہ
ہو کر کہا ــــ "ہاں دولاری، میں نے نہیں پی"
دولاری نے پھر پوچھا ــــ "کیوں نہیں پی؟"

یہ سنکر رام ناتھ نے جذبات میں آکر دولاری
کا ہاتھ پکڑ لیا، اور یکایک روتے ہوئے بولا ــــ
"دولاری آج سے میں نے پینا چھوڑ دیا......
رمیا بھی......

اور اس نے اپنی وہ روتی ہوئی
آنکھیں، دولاری کی حسین آنکھوں پر ٹکا دیں۔

سورج

(از جناب عبدالباسط نعیم)

یہ سورج۔ روشنی دنیا کو دن بھر ہے جو پہونچاتا
خدا جانے کدھر ہے رات ہوتے ہی چلا جاتا
کہیں پیچھے پہاڑوں کے وہ جب روپوش ہوتا ہے
اندھیرے کا تسلط اور جہاں خاموش ہوتا ہے
میں سوتا ہوں اسی وقت نیند مجکو آتی ہے
کرن سورج کی ہی پہلی مجھے آکر جگاتی ہے
میں اٹھ کر دیکھتا ہوں۔ سب سیاہی دور ہوتی ہے
بدولت اس کی سب دنیا میری پرنور ہوتی ہے
یہ سن رکھا ہے اکثر میں نے ہم جسوقت سوتے ہیں
میاں سورج کہیں پر دوسرے ملکوں میں ہوتے ہیں
مگر انکا یہی ہے کام، یاں پر بھی، وہاں پر بھی
کہ بدلیں رات کو دن میں، دیں سب کو روشنی گرمی

(ماخوذ)

دنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصرا)
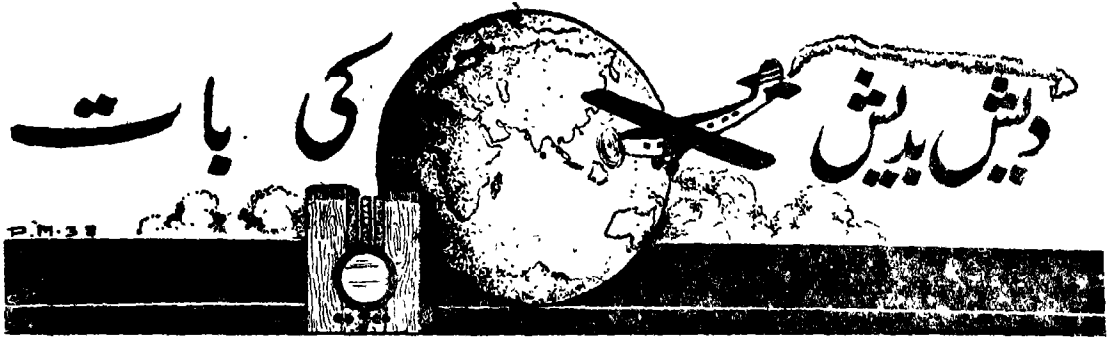
پوسٹڈم کانفرنس کے بعد اتحادی اقوام کے باہمی طور پر نہیں ملے تھے۔ اسلئے لنڈن میں ایک کانفرنس بلانے کا اہتمام کیا گیا۔ اس کانفرنس کیلئے روس کا لال ساگر اور اٹیلین نو آبادیات پر قبضہ کرنے کیلئے تجویز تھی۔ انگلینڈ اور امریکہ نے بالکن جزائر کے متعلق تجویز رکھی تھی۔ ٹرکی کو روس کی تجویز پر تشویش ہوئی۔ اس سے ٹرکی نے اپنی ریزرو فوج کو فوج میں شامل ہونے کا حکم دیا ہے۔ روس کی تجاویز سے اتحادی اقوام میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ پریسیڈنٹ ترومین نے روس کو جواب دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔ لیکن جہاں تک خیال ہے معلوم ہوتا ہے کہ جواب میں پریسیڈنٹ نے کہا ہے کہ یہ سارے معاملے پوسٹڈم کانفرنس میں طے ہو گئے ہیں۔ لنڈن کانفرنس کامیاب ہونے کے بجائے ناکام ہو گئی۔ روس کے مارشل اسٹالن بیماری کیوجہ سے آرام کر رہے ہیں۔ روس کی ایک خبر سے معلوم ہوا ہے کہ جرمنی کے حملہ سے روس کے کل ملاکر ۱۰ لاکھ شہری مارے گئے ہیں۔ جرمنی کے نازیوں کے ہمدرد ناروے کے لیڈر کسلنگ کو پھانسی دیدی گئی۔ کسلنگ نے اپنے ملک کیساتھ غداری کی تھی۔ جسکے نتیجہ میں اس ملک کے رہنے والوں نے اسکو سزائے موت دی۔ جرمنی کے اندر نازیوں کے لیڈر گرفتار کئے جا رہے

(دنیا کے نوجوانوں کا جلسہ لنڈن میں جو ابھی حال میں ہوا ہے)
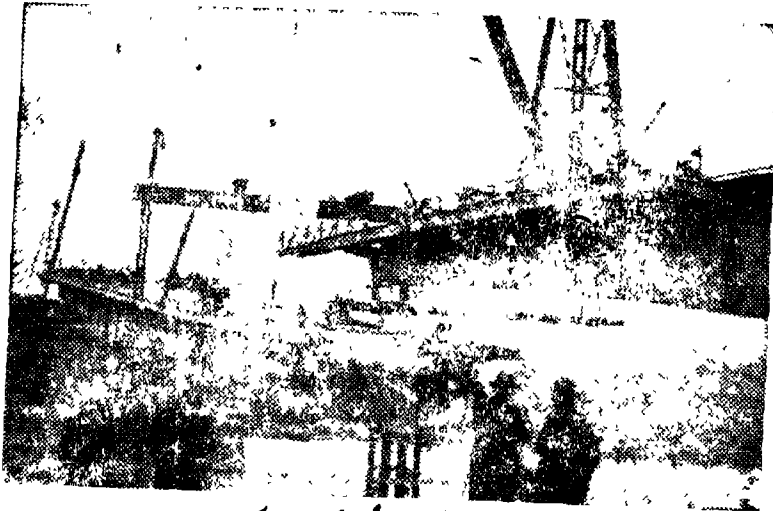
ہیں انکو بھی بہت جلد عدالت کے سامنے فیصلہ کیلئے پیش کیا جائیگا۔ ان نازیوں کے فیصلہ کیلئے برلن میں ایک ٹربیونل بیٹھے گا جس میں سب کے معاملے فیصلہ کئے جائینگے۔ ہر ہیس بھی انگلینڈ سے یہاں لائے جا رہے ہیں۔

جاپان میں ہیروشیما پر ایٹم بم سے جو عام بربادی ہوئی ہے۔ اس سے اس شہر کے بچے ہوئے لوگ اور اس ملک میں رہنے والے گوروں سے خاص کر امریکیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ جاپان کے وزیراعظم جنرل ٹوجو نے بھی دیگر کئی وزراء کی طرح خودکشی کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ کسی طرح بچالئے گئے۔ انکے اوپر مقدمہ چل رہا ہے۔ جاپان میں اب بھی ہارا کری چل رہی ہے۔ بہت سے افسران اور بڑے بڑے سیاسی لیڈر خودکشی کر رہے ہیں۔ جاپانیوں نے چین میں خود سپردگی پر دستخط کر دئے ہیں۔ اسی دن سے ہر جگہ خود سپردگی کا کام شروع ہوگیا ہے۔ سنگاپور میں برطانوی فوجیں داخل ہوگئی ہیں۔ وہ جاپانیوں سے ہتھیار ڈلوا رہی ہیں۔ اب جنگ کے بعد جاپانیوں پر مقدمہ چلایا جائیگا۔

(جرمن لوگ اپنے ٹوٹے ہوئے پلوں کی مرمت کر رہے ہیں)

چین کی دو پارٹیوں میں جو اختلافات چلے آرہے تھے۔ امریکہ کے سپہ سالار کی کوششوں سے دونوں پارٹیوں میں صلح کی چرچا چل رہی ہے۔ جنرل چیانگ کائی شیک اور کمیونسٹ پارٹی میں اتحاد کی کوشش کی جارہی ہے۔ چین کے وزیراعظم ڈاکٹر سنگ کئی بار ماسکو بھی گئے۔ اب روس سے بھی کہنے کیلئے دوستی ہوگئی ہے۔ دونوں ملکوں میں صلح ہوگئی ہے۔ روس چین کے تعمیر نو میں مدد دیگا۔ چین بھی روس سے دوستی رکھیگا۔ اسطرح چین کا

(ایڈمرل لارڈ لوئی ایک بندوق نذر کر رہے ہیں)

ایک بڑا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ وہ اب اپنے ملک کے مفاد کے کاموں میں لگیگا۔ چین کی راجدھانی چنگکنگ میں ہمارے معاملوں پر غور کیا جا چکا ہے۔

ادھر جاپان نے ہتھیار ڈالے چین کی قسمت جاگی۔ مگر اتری ایشیا کے ممالک میں بڑی بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے۔ جاوا کے رہنے والے جاپان سے نجات پاتے ہی اپنے آپکو آزاد ملک ہونے کا اعلان کر دیا۔ جاوا انگلینڈ والوں کی ایک نوآبادی تھی۔ یہاں رہنے والے خاص کر اسلام کے ماننے والے ہیں۔ یہ سولھویں صدی سے انگلینڈ کی نوآبادی ہیں۔ جاپان کے حملہ کے بعد سے ہی ان میں آزادی کی لہر نہیں آئی بلکہ انگلینڈ کی مہارانی وقت وقت پر انگلینڈ کی آزادی کا اعلان کر چکی ہیں۔ اسی بنیاد پر ان لوگوں کو اپنی آزادی کا اعلان کر دیا ہے۔ لیکن ڈچوں کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ انڈو چائنا میں بھی یہی حالت ہے۔ یہاں

(برطانوی جہاز جنگ کے بعد انگلینڈ کو لوٹ رہا ہے)

کے لوگ فرانس کے قبضہ میں تھے۔ مارشل پیتان نے جاپان کی بڑھتی ہوئی طاقت میں اس نوآبادی کو کھو دیا تھا۔ مگر جاپان کے ہار جانے پر وہ بھی اس نوآبادی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اسطرح پوربی ایشیا میں ایک نئی لڑائی چھڑنے کا امکان ہے پچھم ایشیا میں فلسطین کو لیکر عرب اور یہودیوں کا جھگڑا بڑھ رہا ہے۔ یہودی بغیر کسی پاسپورٹ کے ملک کے اندر داخل ہوتے آ رہے ہیں۔ عرب لوگوں نے برطانیہ اور امریکہ سے اس بیچ بچاؤ کرنیکی درخواست کی ہے۔ ایرانی وزارت نے اپنے ملک سے غیر ملکی فوجوں کے ہٹائے جانیکی درخواست کی ہے۔ فرانس میں نئے الیکشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لیکن فرانس کی موجودہ حکومت سیریا کو آزادی دینے پر بھی اس ملک کے حکومت میں دست اندازی کر رہی ہے۔ اسطرح یوروپین

(''ویلان'' کے کیمپ سے نکلنے کے بعد)

(بیس ہزار جاپانی افسروں اور آدمیوں کو والوں جزیرے میں نظر بند رکھا گیا ہے)

ممالک ایشیا امریکہ کے ملکوں میں ایک نئی حالت پیدا کر رہے ہیں

جاوا پر حملہ کرنے کے خلاف اسٹریلیا کے مزدوروں نے وہاں جاتے ہوئے سامان جہاز پر لادنے سے انکار کر دیا۔ مگر ابھی تک امریکہ جاوا وغیرہ ملکوں کے معاملے میں بالکل چپ ہے۔

ملک میں آجکل الیکشن کا زور بڑھ رہا ہے۔ اگرچہ کانگریس ایسے وقت میں الیکشن نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اسکے لیڈروں کا کہنا ہے کہ ملک کے بہت سے لیڈر اب بھی جیلوں میں بند ہیں۔ دوسرے یہ کہ الیکشن کیلئے بہت سے لوگوں کا نام نہیں درج۔ مگر لیگ کے لیڈر مسٹر جناح الیکشن کیلئے بہت بے چین ہیں۔ وہ اپنے مطالبہ پاکستان کو بلند آواز میں دہرا رہے ہیں۔ کراچی میں ایک نمائندہ پریس نے انسے پاکستان کے سلسلہ میں سوالات کئے تھے مگر مسٹر جناح اسپر کوئی خاص بات نہیں کہہ سکے۔ الیکشن کیلئے ساری ہی جماعتوں میں زور دار تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بمبئی میں کانگریس کا ایک اجلاس ہوا جس میں کانگریس نے الیکشن لڑنے کا پروگرام بنالیا ہے۔

اب ساری ہی جماعتیں الیکشن کی تیاری میں لگی ہوئی ہیں۔ لیگ کے مطالبۂ پاکستان کو لیکر مسلمانوں میں دو جماعتیں ہوتی جا رہی ہیں۔ مسٹر جناح ادھر بلوچستان اور سندھ کا دورہ کر رہے ہیں۔ سندھ کی صوبائی لیگ میں بھی دو جماعتیں ہوگئی ہیں۔ دونوں اپنے اپنے نمائندوں کو الیکشن میں کھڑا کر رہے ہیں۔ بلوچستان کا انجمن وطن کانگریس کیساتھ ہو گیا ہے۔ ملک کی کئی اور مسلم جماعتیں بھی لیگ کے اصولوں کے خلاف ہیں۔

حکومت ہند نے ۱۵ لاکھ ہندوستانی فوج کا ۲۰ فیصدی کم کرنیکا اعلان کیا ہے۔ ۱۳ لاکھ فوجی بہت جلد کم کر دئے جائینگے۔ لارڈ ویول لنڈن سے دہلی واپس آگئے۔ سبھی لوگ انکے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے دہلی سے مزدور سرکار کی نئی تجویز ملک کے سامنے پیش کی ہے۔ اس تجویز میں حکومت برطانیہ نے ہندوستانیوں کو آج بھی کرپس تجویز دینے کا خیال ظاہر کیا ہے جسپر لوگوں کو یقین نہیں ہے۔ مگر برطانیہ اس راستہ سے ہندوستان کو آزادی دینا چاہتی ہے۔ حکومت کا سب سے پہلا قدم الیکشن کرانا ہے۔ لہذا نئے الیکشن کی ابتدا لارڈ ویول نے کی

دھوبی کے ہاتھوں کپڑوں کا پھر ستیاناس!

جبکہ کپڑوں کی گرانی کا یہ حال ہے۔

جی ہاں اس طرح دھوبی آپ کو تباہ کر دے گا اگر آپ اسے ایسا کرنے دیں گے۔ ذرا سوچیئے تو کہ موجودہ قیمتوں کے حساب سے کتنا خرچ ہوگا۔ اگر وہ پھاڑ ڈالا جائے اور آپ دوبارہ بنواتے جائیں۔ اب زیادہ عرصے تک آپ کو اس کا یہ تباہ کن طریقہ برداشت نہ کرنا چاہئے۔ یہ محض مضر ہی نہیں بلکہ غیر ضروری بھی ہے۔ پوشاک اور گھریلو استعمال کے کپڑے بغیر کسی قسم کے نقصان کے اندیشہ کے "سنلائٹ" صابن اور بچت کے اعلیٰ طریقہ سے دھوئے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک آسان طریقہ ہے، اس میں پٹخنے کی ضرورت نہ سختی سے رگڑنے کی۔ خود بخود صاف کرنے والا سنلائٹ صابن کا جھاگ بآسانی میل مٹی کو خارج کر دیگا اور دھوبی سے کہیں زیادہ یہ کپڑے صاف اور اجلے نظر آئیں گے۔ اور طرہ یہ کہ کپڑے کے ایک دھاگے تک کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مندرجہ ذیل سہل طریقہ اپنے ملازم کو سمجھا دیجئے اور گھر ہی پر ہر چیز سنلائٹ سے دھو کر کپڑوں اور روپے کی بچت کیجئے۔

اپنے نوکر کو سنلائٹ صابن اور بچت کا طریقہ سکھائیے

۱۔ کپڑوں کو اچھی طرح بھگو دیجئے۔ اس طرح کپڑے صابن لگانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔
۲۔ کپڑے کے ہر حصے میں سنلائٹ صابن لگائیے۔ خاص طور پر میلی جگہ پر سنلائٹ کو اچھی طرح لگائیے۔
۳۔ پھر تھوڑی دیر تک کپڑے کو ہاتھوں سے ملیں۔ ہرگز رگڑیئے مت سنلائٹ کا خود بخود صاف کرنے والا جھاگ کپڑے سے تمام میل اکھیڑ کر اپنے اندر جذب کر لے گا۔ ۴۔ اب اچھی طرح نکلے پانی میں ہلائیے۔ اور تمام جھاگ نکال دیجئے کیونکہ جھاگ میں اب میل شامل ہے۔ بہت زیادہ میلے کپڑے کو ایک بار پھر صابن لگانے کی ضرورت ہوگی۔

S. 70-23 UD

LEVER BROTHERS (IN

ضرور اُس نے
لائف بوائے کی
عادت سیکھی ہے!

Regd No. A.—294.

کیا ہر چیز جو آپ کھاتے ہیں آپ کو طاقت بخشتی ہے؟

The DALDA COOK BOOK
Price Re. 1/-

تمام مستورات کو جاننا چاہیئے کہ کون کون سی اشیاء زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (بزبان انگریزی) میں مختلف اشیائے خوردنی کے جزو خوراک و دیگر مفید معلومات اور کھانے پکانے کے تقریباً سو سے زائد طریقے درج ہیں۔ یہ کتاب آپ کو ضرور حاصل کرنی چاہیئے۔ چار آنے کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے۔
Dept. D121 P.O. Box No 353, Bombay

بالضرور — کیونکہ غذا ہی سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔ مگر ہر غذا کسی صورت میں یکساں مقدار میں طاقت بخش نہیں ہوتی۔ بعض غذائیں زیادہ قوت پیدا کرتی ہیں اور بعض بہت کم اور یہی صحت کے لئے روزانہ خطرہ کا باعث ہیں۔ کیونکہ لوگوں کی ... بھاتی غذائیں بہت کم قوت پیدا کرتی ہیں۔ اور جو لوگ ایسی غذاؤں پر انحصار رکھتے ہیں اپنے کام میں اور تفریحی کھیلوں کے دوران میں زیادہ تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں۔ حسن اتفاق سے تمام غذائیں جب تیز ڈالڈا میں پکانے سے زیادہ سے زیادہ طاقت بخش ہو جاتی ہیں۔ یہ خالص وٹامن آمیز روغن خوراک میں ایسے اعلیٰ غذائی اجزا مہیا کر دیتا ہے جو قدرتی طور پر بیش بہا قوت بخش ہوتے ہیں۔ یہ ان ... قوت بخش اجزا کی کمی کو پورا کر دیتا ہے جو ہمارے بہت سے کھانوں میں نہیں ہوتے۔ یہ ہر چیز کو جو پکانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے طاقت بخش بنا دیتا ہے۔

بیش ڈالڈا قوت بخش

Printed by C. O. Forsgren at the Lucknow Publishing House, Lucknow.

سال سات] اکتوبر ۱۹۴۵ء [نمبر دس

حکومت یو۔پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔پی

لکھنؤ

پبلشر

گاؤں سدھار افسر یو۔پی

لکھنؤ

سالانہ قیمت ۱۲/ ایک پرچہ ۔۔۔ ۱/

ھل

جلد ۷-نمبر ۱۰ | با تصویر ماہوار رسالہ | اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء

فہرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر ماہوار رسالہ

جلد ۷ | اکتوبر ۱۹۴۵ء | نمبر ۱۰

غزل

(از جناب اختر نگینوی)

دردِ دل کیوں ہے، کبھی تم نے نہ جانا ہرگز
ہم نے بھولے سے بھی چاہا نہ بتانا ہرگز

وہی ہم تھے، کہ رہا پاؤں میں اپنے چکر،
وہی ہم ہیں، کہیں آنا ہے نہ جانا ہرگز

میرے ہی دل میں رہے کاش یہ افزائشِ غم
ہونے پائے نہ کہیں اور ٹھکانا ہرگز

آپ ہی سوختہ قسمت ہے ہر اک پروانہ
اور بھی شمع جلا کر نہ جلانا ہرگز

دلِ وارفتہ کو لینے کی نہ کوشش کیجئے
مجھ سے چھٹنے کا نہیں یار پرانا ہرگز

شوقِ دل جاننے کو ایک جہاں جان گیا،
ہاں نہ جانا تو مگر تم نے نہ جانا ہرگز

خاص راہیں بھی ہیں دل میں چلے آنے کی
تم نگاہوں میں کسی کی نہ سمانا ہرگز

تنگ ہیں شورِ قیامت سے قیامت والے
اب قیامت کوئی تازہ نہ اُٹھانا ہرگز

دلِ بیہوش مزہ ہے یہی بیہوشی کا
وہ بھی آئیں تو نہ تو ہوش میں آنا ہرگز

تجھ سے پوچھے جو کوئی رازِ محبت اے دل
نہ بتانا، نہ بتانا، نہ بتانا ہرگز

عالمِ وجد میں آجائے گا سارا عالم
یہ غزل حضرتِ اختر کی نہ گانا ہرگز

زمین کو زیادہ زرخیز بنانے کا طریقہ

(از مسٹر حسین داد ایگریکلچرل انجینیر الہ آباد ایگریکلچرل انسٹیٹیوٹ)

کھیتی کی پیداوار کو بڑھانے کیلئے مٹی کی اصلاح کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اس مضمون کے مصنف نے یہ بتلایا ہے کہ گاؤں کا معمولی کسان بغیر کچھ خرچ کئے اپنے کھیتوں کو کیسے زرخیز بنا سکتا ہے۔ امید ہے کہ گاؤں کے کسان اس اسکیم میں بتلائے گئے طریقوں کو کام میں لاکر اپنے کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ زرخیز بنانے کی کوشش کرینگے۔

زمین میں آدمی کی حسب خواہش فصل پیدا کرنے کی خصوصیت پیدا کرنا ہی زمین کی زرخیزی کہی جا سکتی ہے۔ زمین میں پانی جذب کر رکھنے کی طاقت کو زرخیزی کی ایک خصوصیت نہیں کہا جا سکتا، لیکن پھر بھی پانی جذب کرنے کی طاقت زمین کو زرخیز بنانے کیلئے ضروری ہے۔

مٹی میں مندرجۂ ذیل عناصر رہتے ہیں:—

(۱) چند نباتاتی اور کیمیاوی چیزیں، ان میں کچھ کی تو مٹی کو بہت ضرورت رہتی ہے۔ (۲) پانی۔ (۳) بنیاد یا میلچ جس میں پیڑ کو بڑھانے اور سنبھالنے کیلئے جڑیں رہتی ہیں۔ عام طور پر جڑیں کافی پانی سوکھتی ہیں اور پیڑ کو سنبھالے رہتی ہیں۔ نباتاتی اور کیمیاوی عناصر پانی کیساتھ ملکر مٹی سے پودوں کے مختلف اجزا کو خوراک کی شکل میں پہونچتے رہتے ہیں۔ مٹی کے گھلنے والی چیزیں سے ہی پودوں کو خوراک ملا کرتی ہے۔

مٹی میں تین طرح کے عناصر رہتے ہیں (۱) نباتاتی۔ جو چٹان کے ٹکڑوں کے ہٹانے سے بہت چھوٹے چھوٹے ذرات کی شکل میں بن جاتے ہیں۔ یہ ذرے جسقدر بڑے ہونگے مٹی اسیقدر ہلکی ہوگی یہ ذرے جتنے چھوٹے ہونگے مٹی اسیقدر بھاری یا چکنی ہوگی۔ مٹی کی پہچان ذرّوں کی شکل سے کی جاتی ہے۔ (۲) آرگینک چیزوں کی وہ حالت جو زیادہ سڑی ہوئی ہونے کیوجہ سے اور باریک ذرّوں کی شکل اختیار کرنے کیوجہ سے مٹی ہی سمجھا جاتا ہے۔

عام طور پر یہ عناصر مٹی کے نائٹروجن کو اپنے میں جذب کر لیتے ہیں جو کہ پودوں کو بآسانی حاصل ہوجاتے ہیں۔ اس آرگینک چیز کے رہنے یا نہ رہنے کا صرف نائٹروجن پر ہی اثر نہیں پڑتا بلکہ مٹی کی بناوٹ پر بھی پورا اثر پڑتا ہے۔ اس سے مٹی میں کام کرنے کی آسانی پر اثر پڑنے کے ساتھ ہی یہ پانی اور مٹی کے دوسرے عناصر کو اپنے میں کم جذب کرتی ہے۔ (۳) پھپھوندی اور جراثیم مٹی کے زندہ جزو ہیں۔ جراثیم ان آرگینک چیزوں کو کھاکر کھاد میں ملا دیتے ہیں۔ جس سے اسکا نائٹروجن اور پودوں کی دوسری خوراک پودوں کیلئے آسان ہوجاتی ہے۔ ان جراثیم میں کچھ تو نقصان دیتے ہیں جنسے بیماریاں پھیلتی ہیں۔ لیکن زیادہ تر جراثیم مفید ہوتے ہیں۔ کیونکہ بغیر ان جراثیم کے پودوں کے اشیائے خورد مٹی میں ہی پڑے رہ جائینگے اور وہ بڑھتے ہوئے پودوں کو نہ مل سکینگے۔

عام طور پر نباتاتی چیزوں کے یہ ذرات پودوں کو انکی خوراک، انکی خوراک کا نباتاتی حصہ پہونچانے کے ذرائع ہیں۔ انکا بہت تھوڑا سا حصہ آرگینک کھاد سے ملتا ہے۔ اسلئے یہ ممکن ہے کہ جن کیمیاوی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ فرٹلائزر کے طور پر دی

جاسکتی ہیں۔ عام طور پر کیمیادی کھادیں زیادہ تر مہنگی پڑتی ہیں اور اسلئے انکو اسی وقت دینا چاہئے جبکہ ان کے بغیر اچھی پیداوار کا امکان نہ ہو۔ کتنی زمین میں زرخیزی کے نباتاتی عناصر کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ بعض قسم کی مٹی میں نباتاتی عناصر کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔ لیکن بعض زمینوں میں نباتاتی عناصر ایسی حالت میں ہوتے جس سے وہ پودوں کو بہت تھوڑی مقدار میں زرخیز بناتے ہیں۔ ایسے پودوں کو کافی مقدار میں وہ چیز نہیں ملتی جو کہ مٹی کے ذریعہ انکو ملنی چاہئے۔

ان میں پودوں کی نباتاتی خوراک کافی مقدار میں ہونے پر بھی صرف نباتاتی عناصر کے ذرّے زرخیز بنانے کی وجہ نہیں ہوتے۔ آرگینک چیزوں سے ملنے والے کھادمیں نائٹروجن ہوتا ہے۔ جو بعض پودوں کیلئے کچھ حد تک اور بعض کیلئے بہت ضروری ہوتا ہے۔ بغیر آرگینک چیزوں کے زمین بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ کھاد سے زمین کو کچھ آرگینک چیزوں کے ذریعہ آرگینک ایسڈ ملتے ہیں جو پودوں کیلئے ضروری نباتاتی عناصر کو گھلا دیتے ہیں۔ اس سے مٹی کے گھلنے والی چیزیں جذب ہو جاتی ہیں۔ اور باہر نکلنے سے بچی رہتی ہیں۔ اور یہی مٹی کو خوراک پہونچاتے ہیں۔ جو کہ مٹی میں بہت مفید مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ خاص کر ہوا سے نائٹروجن لینا۔ نتیجہ زمین مردہ کہلاتی ہے۔ مگر یہ بہت ہی جلد زرخیز بنائی جاسکتی ہے۔ جب زمین میں نباتاتی کھاد کافی مقدار میں رکھنے کی باتوں کیطرف توجہ رکھی جاتی ہے۔ کیمیادی فرٹیلائزروں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ لیکن آرگینک چیزیں کافی نہیں ہوتیں وہ کمزور ہو جاتی ہیں۔ لہذا فصلوں کی پیداوار مندرجہ ذیل چار باتوں پر منحصر ہے۔ جراثیم کیمیادی، نباتاتی چیزوں کے سلسلہ کی پودوں کی خوراک، پانی اور مٹی کی بناوٹ۔ فصلوں کی اچھی سے اچھی پیداوار تبھی ممکن ہے جبکہ یہ چاروں چیزیں پوری مقدار میں موجود ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ جس قسم کا پودا لگایا جاتا ہے ویسی ہی پیداوار ہوتی ہے۔ کافی پیداوار اور زمین کو مناسب زرخیز بنانے کیلئے ضروری ہے کہ ترقی شدہ فصلیں بوئی جائیں۔ اس مضمون میں زمین کی زرخیزی کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ امید ہے کہ اس میں مناسب قسمیں بوئی جائیں گی۔

ہندوستان کے سب سے زیادہ نم حصّوں میں جہاں ۳۰ انچ یا اس سے زیادہ پانی برستا ہے زمین آرگینک چیزوں کے دینے سے بھی فصل کی پیداوار نائٹروجن اور پانی جذب کرنے کی طاقت کی کمی کیوجہ سے عام طور پر کم رہتی ہے۔ یہ اکثر گاؤں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ کھیت جو گاؤں کے نزدیک ہوتے ہیں انکو گاؤں سے سون کھاد آسانی سے مل جاتی ہے۔ اور ان میں کھاد پہونچانا بھی آسان ہوتا ہے۔ اسلئے ایسی فصلیں جن میں کھاد دینا مفید ہوتا ہے۔ گاؤں کے نزدیکی کھیتوں میں بوئی جاتی ہیں۔ ان کھیتوں کی فصل میں اکثر ان کھیتوں سے دوگنی پیداوار ہوتی ہے۔ جو کہ زیادہ دور ہوتے ہیں۔ اور جہاں کھاد نہیں پہونچائی جاسکتی۔

سارے ہندوستان میں، سرکاری اور ذاتی فارموں پر کئے گئے تجربوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زمین سے آرگینک چیزوں کو بڑھانے سے پیداوار بڑھتی ہے۔ گاؤں کے آس پاس کے کھیتوں میں یہ قاعدہ عیاں ہوتا ہے۔ پیداوار میں یہ اضافہ زیادہ زرخیز کھیتوں میں تو کم لیکن کمزور کھیتوں میں دوگنی تگنی یا اس سے بھی زیادہ پائی گئی ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ گاؤں کے کنارے کی مٹی میں آرگینک چیزوں کے بڑھنے سے وہاں کی پیداوار کم سے کم

دگنی ہوجاتی ہے۔ یہ کھاد بغیر بازار کی یا کیمیاوی کھادوں کے خریدنے سے بھی ہوسکتا ہے۔

اگر ایسا ہے تو اسکی کیا ترکیب ہے؟ اسکے لئے کیا کرنا چاہئے۔ اوران طریقوں کو ہندوستانی کھیتی میں کسطرح استعمال میں لانا چاہئے۔ آگے چلکر اس مضمون میں ان سوالات پر روشنی ڈالی جائیگی۔

(۱) کھر پتوار اور گھاس پات (۲) کوڑا کرکٹ کی کھاد جس میں کمپوسٹ بھی شامل ہے اور (۳) ہری کھاد۔

آجکل کھیتی کا جو طریقہ ہے، اسکے لئے جو اوزار کام میں لائے جاتے ہیں۔ انکی وجہ سے اوپر بتلائے گئے پہلے اور تیسرے ذریعہ کا استعمال بالکل نہیں کیا جاتا۔ دوسرا ذریعہ یعنی کھلیان کی کھاد اور کمپوسٹ استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اسکا استعمال جسقدر کیا جانا چاہئے اتنا نہیں کیا جاتا۔ کھیت کی کھاد اور کمپوسٹ سے فائدہ اور اسکے تیار کرنے کے طریقوں کے سلسلہ میں بہت سی کتابیں ہیں۔ آرگینک کھادوں کے ان سارے ہی ذرائع کا پورا پورا استعمال کرنا چاہئے۔ لیکن اگر کھیتوں کی کھاد اور کمپوسٹ کا پورا پورا استعمال کیا جائے تو بھی مٹی کی بہت سی ضرورتیں باقی رہ جائینگی ان کھادوں کے سلسلہ میں میں ایک بات اور بتلاؤنگا۔ آجکل گوبر کا زیادہ حصہ ایندھن میں استعمال کرلیتے ہیں۔ اس کمی کو کمپوسٹ کی کھاد سے پورا کیا جاسکتا ہے۔ کھانا پکانے کیلئے مناسب چولہوں کے ذریعہ گھاس پھوس پیڑ کی پتیاں، کوڑا کرکٹ اور فصلوں کی کھیڑی وغیرہ ایندھن کی طرح استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ اسطرح گوبر کھاد کیلئے بچ جائیگا۔ اور کمپوسٹ تیار کرنے کی محنت بھی بچ جائیگی۔ میرا خیال ہے کہ کمپوسٹ تیار کرنے کی محنت گاؤں میں اسکو رواج دینے کے خلاف ہے۔ گاؤں کے کوڑے کرکٹ سے بنی ہوئی

ایسی کمپوسٹ کھاد کی قیمت کا مقابلہ اپلے کی جگہ کام میں لانے والے ایندھن سے کی جاسکتی ہے۔ شائد ایسی چیزوں کو کم خرچ کیساتھ ایندھن کی طرح استعمال کرنے کے لئے پرچار کرنے میں اتنی ہی مشکلیں پیش آتی ہیں جتنی کہ کمپوسٹ کھاد کے استعمال بڑھانے کیلئے کئے جانے والے پرچار میں ہوتی ہیں۔ ایسے چولہوں سے ایندھن کی بچت تو ہوگی ہی ساتھ ہی دھوئیں سے ہونے والی پریشانی بھی کم ہوجائیگی۔ ان چولہوں میں جنگل کی پتیاں، لکڑی کے چور وغیرہ جو جہاں ملے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

پھر بھی ہم کھیت کی کھاد اور کمپوسٹ کے استعمال میں ترقی کرسکتے ہیں۔ اب بھی کھیت کی کھیڑی اور ہری کھاد کو زیادہ اچھی طرح استعمال کی ضرورت ہے۔ کیونکہ کمپوسٹ اور کھیت کی کھاد اور ہری کھاد کے نہ دینے سے نائٹروجن کی بہت کمی رہ جاتی ہے جو کہ فصل کیلئے نہایت ضروری ہے۔ کھیت میں چھوٹی ہوئی پتیاں یا ڈنٹھل وغیرہ فصل کاٹنے کے بعد پڑے رہ جاتے ہیں اور جو برسات کے پہلے جتائی نہ ہونے کیوجہ سے گرمی کی آندھیوں اور تیز ہوا میں پڑکر اڑ جاتے ہیں۔ کچھ کھونٹیاں اور ڈنٹھل ایندھن کیلئے بن لئے جاتے ہیں۔ کچھ تو اڑ جاتے ہیں اور دوسری فصل بونے کی تیاری کے پہلے گھاس پات کے ساتھ اکھاڑ کر باہر پھینک دئے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کھیت کی تیاری میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں یا یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسے مٹی میں زہریلی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ انکا سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ جنکو گاؤں والے عام طور پر نہیں سمجھتے کہ اگر بچے رہنے دیا جائے اور جوت کر مٹی میں ملا دیا جائے تو مٹی کے کیڑے انھیں سڑانے کے ساتھ

ساتھ انکے نائٹروجن کو استعمال کر لیتے ہیں۔ نائٹروجن کی کمی
کیوجہ سے اس زمین کے دوسرے زرخیز بنانے والی
چیزیں فصل کو بڑھانے میں پوری مدد نہ کر سکینگی۔ زمین
کے نائٹروجن کی بڑھتی سے بغیر پیڑوں کے بڑھاؤ
کی رکاوٹ بڑے اس آرگینک چیز کا استعمال زیادہ
ممکن ہوجاتا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مٹی زیادہ زرخیز
ہوجاتی ہے۔ بچی کھچی پتیاں، کھونٹیوں کو ہٹانا ٹھیک
نہیں ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسی حالت میں انکا اکھاڑنا
برا بھی نہیں ہے۔ انکو ایندھن میں استعمال کرنے سے
گوبر کھاد کیلئے بچایا جا سکتا ہے۔ کھیت فوراً جوت دینے
سے دوسری فصل بونے کے پہلے اس کھیڑی کو اکھاڑ
نے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس کام میں بہت سے
مشکلات ہیں لیکن اگر ہوشیاری سے کام کیا
جائے تو یہ کام لوہے کے چھوٹے ہلوں اور بیلوں
کے ذریعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ربیع یا خریف کی فصلوں
کو دیکھتے ہوئے اس کام میں دو الگ الگ مشکلیں
عام طور پر ارہر کو جری کیساتھ بونے کا رواج ہے۔
ارہر دوسری فصلوں کے کاٹنے تک کھیتوں میں
رہتی ہے۔ جہاں اس رواج کو جاری رکھنے کیضرورت
ہو وہاں ارہر ۵ منٹ یا اس سے زیادہ دوری پر بونا
چاہیئے۔ اگر ایسا ہو تو ارہر کو بغیر کسی قسم کے نقصان
پہونچائے کھیت کی جوتائی کی جا سکتی ہے۔ اگر جری
اچھی ہو تو ارہر کو جوت دیتے ہیں جس سے اس کھیت
کی زرخیزی بڑھ جاتی ہے۔ جری کیساتھ ارہر بونا
دن پر دن ناممکن ہوتا جاتا ہے۔ ارہر کو الگ بونا
زیادہ مفید ہوگا اور جری کے کٹنے کے بعد کھیت کو
صاف رکھنا اور بھی مفید ہے۔ یا یہ فصل سائیلج کیلئے
کاٹی جائے تو اس میں جاڑے کے بعد چنے کی فصل
بوئی جا سکتی ہے۔ جری کاٹ لینے پر کھیت میں ہمیشہ
کچھ نمی بنی رہتی ہے۔ اس سے فوراً ہی جتائی سے پتیاں،
کھونٹیاں اور دوسرے پودے اکھڑ کر زمین میں مل جاتے
ہیں اور نمی بھی قائم رہتی ہے۔ اسطرح ارہر کیلئے بھی نمی
بنائی جا سکتی ہے۔

ربیع کی فصلوں کے کٹنے کے بعد جتائی کا کام اور
بھی ہوشیاری سے کیا جانا چاہیئے۔ عام طور پر اناج
کٹنے کے بعد کچھ دنوں تک مٹی میں تھوڑی بہت نمی بنی
رہتی ہے۔ اس سے زمین چھوٹے ہل سے جوتنے کیلئے
کڑی نہیں ہوتی۔ چونکہ نمی فصل کاٹنے کے بعد اڑ جاتی
ہے اس سے مناسب یہ ہے کہ فصل کی کٹائی کے ایک
یا دو دن کے اندر ہی جتائی کر دیجائے۔ صبح کی کٹی
فصل دوسرے وقت اور شام کی کٹی فصل اس کے
دوسرے دن جتائی کرنا چاہیئے۔ اگر کسان اسطرح کی
جتائی کی قیمت سمجھ لیں تو اپنے لوہے کے ہل سے اس
کام کو آسانی سے کر سکتے ہیں۔ یہ کام لکڑی کے ہل سے
کرنا مشکل ہے۔ اگر فصل کٹنے یا اسکے بعد برسات ہوجائے
تو یہ کام لکڑی کے ہل سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس
کام کو کرنے کے لئے ہوشیاری سے پروگرام بنایا
جائے تو بیلوں کے ذریعہ مڑائی شروع ہونے کے
پہلے جو وقت بچتا ہے اس میں جتائی کی جا سکتی ہے۔
یہ کام کرنے کیلئے ضرورت ہے کہ لوہے کے ہل کا
استعمال اور کام کرنے کے ڈھنگ کا مناسب رواج
دیا جائے۔ جو زمین کھیت کی کٹائی کے وقت نم ہو اس
زمین میں چھوٹے پھل والا ہل یا مولڈ اڈ لڈ ہل استعمال
کیا جا سکتا ہے۔ جب زمین سخت ہوجاتی ہے تو یہ مناسب
ہوتا ہے کہ سیٹر کے ڈھنگ کے ہل استعمال کئے جائیں۔

دوسرے طریقے بھی زمین کو زرخیز بنانے کیلئے
کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ اور انکا استعمال کیا جانا چاہیئے
ہری کھاد کی فصل ہماری زمین کو زرخیز بنانے میں مفید

ثابت ہوگی اسکو ان کھیتوں میں بو سکتے ہیں۔ ہری کھاد کی فصل
ایسی فصل ہے جو زمین میں کھاد کیلئے بوئی جاتی ہے اور
جوت کر اسی میں ملا دیتے ہیں۔ کوئی بھی ایسی فصل
زمین کی آرگینک چیزوں کو بڑھانے میں مددگار ہوگی۔
پھلی دار فصلیں غیر پھلی دار فصلوں کی بہ نسبت زیادہ مفید
ہیں۔ کیونکہ یہ زمین کے کمیاب عناصر کی طرح نائٹروجن
کے علاوہ آرگینک چیزیں پہونچاتے ہیں۔ ہری کھاد کا
اچھا اثر حاصل کرنے کیلئے کسی مناسب پھلی دار فصل کو
ہیر پھیر کے ساتھ بویا جا سکتا ہے۔ اگر ہر کھیت میں ہر
سال ہری کھاد کیلئے پھلی دار فصلیں بوئی جائیں تو
زمین کی زرخیزی بہت جلد بڑھ جائیگی۔ جہاں ایسا
نہیں ہوسکتا وہاں دوسرا اچھا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی
کھاد کی فصل بوئی جائے اور دوسرے کوئی مفید پھلی
دار فصل۔ کیونکہ مٹی کے بنانے کے لئے یہ ضروری
ہے کہ کوئی مفید پھلی دار فصل بوئی جائے۔ کیونکہ اس کی
جڑوں میں موڈل نہیں رہتے۔ بلکہ جتنا نائٹروجن یہ
مٹی سے کھینچتے ہیں اس سے کہیں زیادہ نائٹروجن یہ
مٹی سے کھینچ لیتی ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ نائٹروجن
اس میں اکٹھا رہتا ہے۔ کچھ پھلی دار فصلیں جیسے سویا
بین کھاد کیلئے نہیں بلکہ فصل کے لئے بوئی جانی چاہئے۔
کیونکہ جتنا نائٹروجن یہ زمین سے لیتی ہے اتنا واپس
نہیں کرتی۔

زمین کو بنانے کیلئے کچھ ایسے طریقے ہیں جو کام
میں لائے جاسکتے ہیں جن میں ہری کھاد دینا بھی شامل
ہے۔ پہلا اچھے اوزار اور انکے استعمال کے طریقے کو
سمجھنا چاہئے۔ ہری کھاد بنانے کیلئے ایک لوہے کا ہل
استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ ہری کھاد دینے کا کام مولڈ
اولڈ ہل سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ ہل جتنا ہی بڑا ہوگا، اتنا
ہی فائدہ ہوگا ہری کھاد دینے کا کام چھوٹے ہلوں سے
کیا جا سکتا ہے، اگرچہ بڑے ہل استعمال کرنے سے زیادہ
فائدہ ہوسکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہونی چاہئے کہ کھاد کی
ایسی فصل نہ ہو جو اس وقت تک بنی رہے جبکہ کاٹی جانے
والی فصل بونا ہو۔ ملک کی پیداوار اتنی کم ہوتی ہے کہ زمین
کو سدھارنے کیلئے زمین کا استعمال بند نہیں کرسکتے۔
ہندوستان کے بہت سے حصوں میں سال میں صرف
ایک ہی فصل بوئی جاتی ہے۔ لہذا ربیع کی فصل کے لئے
کھیتوں پر خریف میں ہری کھاد کی فصل آسانی سے بوئی
جا سکتی ہے۔ جن کھیتوں میں خریف کی فصل بوئی جاتی ہے۔
وہاں اسکے پہلے ہی کھاد بونا آسان نہیں ہے۔ اس سلسلہ
میں آگے ہم یہ بتلائینگے کہ بغیر فصلوں کے ہیر پھیر کئے یہ کام
کیسے کیا جا سکتا ہے۔ تیسرا ہری کھاد دالے اور اسے
کھیت میں جوتنے کا کام ایسے وقت پر کیا جانا چاہئے
کہ جس سے کٹی ہوئی فصل سے دانا اکٹھا کرنے میں مشکل
نہ پڑے۔ کیونکہ فصل بوئی جاتی رہتی ہے۔ اسلئے ہری
کھاد کی فصل کو روکنا پڑتا ہے۔ چوتھا کہ کہنا ٹھیک ہے
کہ ہری کھاد کی فصل کاٹنے پر نہ تو آدمیوں کے خوراک
کے کام آتی ہے اور نہ جانوروں کے چارے کے ہی۔
اس سے اسکی پکی فصل کاٹنے کے بجائے اسکو ہری کھاد
کی شکل میں کام میں لاکر زمین کو اچھی حالت میں کیا جاسکتا
ہے۔ اس سے کچھ فصلوں کو پکنے پر کاٹنے کے پہلے ہی
زمین میں ملا دینے سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔
اس کو تسلیم کرکے یہ لوہے کے چھوٹے مولڈ اولڈ
ہل کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اوپر بتلائی گئی باتیں ایسی
زمینوں کی جا سکتی ہیں جن میں ربیع کی فصل بوئی
جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے۔ اگر ہوشیاری
سے کام کیا جائے تو فصل کاٹنے کے بعد کھیت کی
جتائی آسانی کیساتھ کی جا سکتی ہے۔ اگر کھیت کو
معمولی طرح سے جوتا جائے اور اس میں بڑے بڑے

ڈھیلے رہ جائیں تو جیٹھ کو برسات کے پہلے سن بویا
جاسکتا ہے۔ سن کے بیج ڈھیلوں کے بیچ میں پڑے رہنے
اور دھوپ کھانے سے خراب نہیں ہوتے۔ نہ تو ان کو
چڑیاں چگ سکتی ہیں اور نہ کیڑوں کے ذریعہ ہی
یہ خراب ہو سکتے ہیں۔ برسات شروع ہونے پر کھیت
کے ڈھیلے گھل جاتے ہیں جس سے سن کے بیج مٹی
میں کافی گہرائی میں پہونچ جاتے ہیں اور انکی جڑیں
زمین میں دور تک پہونچ جاتی ہیں۔ کھیت میں بڑے
بڑے ڈھیلوں کے ہونے سے ایک اور بھی فائدہ
ہے وہ یہ کہ ڈھیلوں کے بیچ سوراخوں میں بیج پڑے
رہتے ہیں۔ جس سے برسات کا پانی انکو بہا نہیں لے
جاسکتا۔ علاوہ اسکے جتی زمین کے مقابلہ میں اسطرح کی
اوبڑ کھابڑ زمین زیادہ اور جلد پانی جذب کرتی ہے۔
اسطرح خریف کی فصل کی بوائی کے پہلے ہری کھاد کی
بوائی ختم ہو جاتی ہے، اور اسطرح خریف کی بوائی
کے کاموں میں کوئی مشکل نہیں پڑتی۔ اسیطرح خواہ
ہری کھاد کی فصل بوئی جائے۔ مگر ربیع کی فصل کے
لئے تیار کئے جانے والے کھیت میں وسط اگست
میں جتائی شروع کر دینا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا
تو کھیت میں گھاس پات اسقدر اُگ آئیگا کہ اس
میں چھوٹے ہل سے کام کرنا آسان نہ ہو سکیگا۔ کھیت
کی بہت زیادہ نمی جاتی رہیگی اور گھاس پات مٹی
سے پودوں کی خوراک چھین لینگے۔ جو کہ فصل کے
پہلے پھر کھیت کو واپس نہ کر سکیں گے۔ گھاس
پات سڑی نہ ہونے کیوجہ سے کھیتی میں رکاوٹ
ڈالتی ہیں۔ ربیع کے چوماس کی تیاری کے وقت
ہری کھاد کے لئے سن بویا جانا چاہئے۔ یہ دونوں
کام ایک ہی ساتھ ہو جاتے ہیں، اور چوماس کی
تیاری اسکے بعد اسی طرح کی جاسکتی ہے۔ اسطرح
ہری کھاد کی اہمیت گرمی کی جتائی اور سن کے بیج کا عطیہ ہی
ہوتا ہے۔ فصل کاٹنے کے بعد تمام زمین کی جتائی کرنا
صرف ممکن ہی نہیں ہے بلکہ زمین کو زرخیز بنانے کا
ایک عملی طریقہ ہے۔

اگر اسکو تسلیم کر لیا جائے کہ لوہے کے ہلوں کا
استعمال کیا جاتا ہے تو اس طریقہ سے ساری ہی باتیں
آسان ہو جاتی ہیں۔ ہری کھاد کی فصل، اناج کی فصل
کے ساتھ زمین یا کسان کی محنت کیلئے ہوڑ (مقابلہ) نہیں
کرتی۔ سن ایک اچھی ہری کھاد کے علاوہ پک جانے
پر بھی کام میں لایا جاسکتا ہے۔ جس وقت اسکو ہری کھاد
کے لئے جوت کر کھیت میں ملایا جاتا ہے۔ اسکو وقت
وہ اتنا کافی پکا نہیں رہتا کہ اس کے ریشوں کا استعمال کیا
جاسکے بکریوں کے علاوہ دوسرے جانور اسکو نہیں
کھاتے اور نہ اس سے آدمیوں کیلئے کوئی اناج ہی
ملتا ہے۔ اور سن کی فصل کی بہ نسبت اسکے بعد کی بوئی
جانے والی فصل کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے
اس کے پکنے کے لئے کھڑی نہیں رہنے دیا جاسکتا۔
اسطرح ربیع کی فصل کیلئے سبھی زمینوں میں ہری
کھاد کی فصل بوئی جاسکتی ہے۔

خریف کی فصل کے بعد ہری کھاد کی فصل یا
کٹنے والی پھلی دار فصل بونا اتنا آسان نہیں جتنا
کہ ربیع کے پہلے خریف میں ہری کھاد کی فصل بونا۔
بہت سی پھلی دار فصلیں جوار، باجرہ اور مکا کے ساتھ
بوئی جاسکتی ہیں۔ اگر یہ فصلیں تھوڑی دور پر
بوئی جائیں۔ دوسری پھلی دار فصلوں کی بہ نسبت ارہر
جلدی نہیں دبتی۔ لیکن اگر ارہر کے ساتھ بوئی گئی
جوار یا باجرہ کی فصل بہت اچھی ہوئی تو وہ بھی دب جاتی
ہے۔ جہاں زمین اتنی زرخیز ہوتی ہے کہ خریف کے
چارے کی یہ فصلیں خوب اچھی ہوتی ہیں وہاں انھیں

اسطرح بونا چاہئے کہ وہ زمین میں پوری پوری بھر سکیں اور پھلی دار فصلوں کو انکے ساتھ بونے کے بجائے الگ بونا چاہئے۔ اگر ہم کسانی سال کی شروعات برسات شروع ہونے سے تسلیم کرلیں تو زمین کو بنانے والی کوئی بھی فصل یا کم سے کم کوئی ہری کھاد کی فصل جو خریف میں کٹ گئی تھی فصل کے طور پر بوئی جائے، اسکے بعد اصلی فصل بوئی جانی چاہئے۔ کہ وہ فصل اسکے پہلے بوئی جائے جیسا کہ ربیع کے کھیتوں کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اگر خریف کی فصل کو پکتے دیا جائے جیسا کہ عام طور پر کیا جاتا ہے تو اسکے کٹنے تک مٹی میں نمی کم رہ جاتی ہے، اور جن طریقوں سے عام طور پر کھیت کی تیاری کی جاتی ہے ان سے نمی اور بھی برباد ہو جاتی ہے۔ برسات میں ہری کھاد کی فصل کے مقابلے میں کھیت کی تیاری اور ہری کھاد کی بوائی کے کاموں میں اس وقت ربیع کی فصل کی بوائی اور دیکھ بھال ہونے لگ جاتی ہے۔ ہندوستان میں ایسی حالتوں میں بوئی جانے کیلئے کو مناسب ہری کھاد کی فصل نہیں سمجھی جاتی۔ الہ آباد کے زراعتی کالج میں اس سلسلہ میں کچھ تجربے کئے جا رہے ہیں اور خریف کی فصل کے بعد ہری کھاد کی مناسب فصل جو بارانی زمین کی بچی ہوئی نمی پر اگ سکے معلوم کرنے کی تحقیق جاری ہے۔ خریف کی ہری کھاد کی فصلوں کے سلسلہ میں جو کچھ کہا جا چکا ہے اسکو خیال میں رکھتے ہوئے اگر کھیتی کے موجودہ طریقوں میں کچھ تبدیلیاں کر دی جائیں تو یہ مشکل بہت حد تک دور ہو سکتی ہے۔ جلدی جتائی شروع کرنے سے بوائی بھی جلدی ہو سکتی ہے اور خریف کی فصل جلد ہی پک جائیگی۔ سوکھے موسم میں جتے ہوئے کھیتوں میں سورگھم کامیابی کے ساتھ فوراً ہی بوئی جا سکتی ہے۔ اسکے لئے زمین کی تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور پہلے پانی کے بعد ہی یہ بوئی جا سکتی ہے۔ اسطرح برسات شروع ہونے کے بعد پوری طور سے تیار کئے گئے کھیتوں میں بوئی گئی فصل سے دو تین ہفتہ پہلے اسکا بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے فصل اچھی ہوتی ہے۔ مثلاً سورگھم کی جلد پکنے والی قسم بونے سے کٹائی جلدی ہو سکتی ہے۔ ہری اور ادھپکی سورگھم کی فصل کو جانوروں کو کیلئے سلوں میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس سے کھیت جلدی صاف ہو جائیگا اور جوار باجرے کی کم پیداوار کی کمی مٹی کی ترقی کی شکل میں پوری ہو جائیگی۔ اوپر بتلائے گئے طریقوں کو کام میں لانے سے مناسب فصل کے انتخاب اور کھیتی کے طریقوں کو اسکے موافق بنانے کے لئے اصلاح کرنے کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ چنا کھیت کی مٹی کے لئے مفید سمجھا جاتا ہے، یہ لوگوں کی خوراک کے بھی کام آتا ہے۔ اور اسکے بڑھنے کے لئے مٹی کی تیاری اور نمی کی بھی بہت کم ضرورت پڑتی ہے۔ دوسری عام فصلوں کے مقابلے میں کبھی کبھی بہت کم نمی سے بھی اسکا کام چل جاتا ہے۔ اگر پہلے بتائے گئے طریقوں کا استعمال کیا جائے تو باقی ضروری تبدیلیاں بغیر کسی مشکل کے چنا بونے میں مناسب طریقوں کی محض ترقی ہوگی۔ ابھی اس سلسلہ میں کافی تجربہ نہیں کئے گئے اسلئے یقین کے ساتھ کسی طریقے کی سفارش نہیں کی جا سکتی۔ پھر بھی ذیل میں کچھ ایسے طریقے دئے جا سکتے ہیں جنکا استعمال کیا جا سکتا ہے:-

(۱) زمین کی تیاری کے لئے کسی ایسے اوزار کا استعمال کیا جائے جس سے صرف زمین کی صفائی ہو۔

(۲) اکیلے ہیرو کی جگہ پر پھلدار ہیرو کے استعمال کا امکان ڈسک ہیرو کے استعمال کرنے کی تجویز نہیں کی جا رہی، کیونکہ اسکا استعمال چھوٹے بیلوں سے نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور اس مضمون میں صرف انھیں باتوں

کا ذکر کرنا ہے جو چھوٹے بیلوں سے ہو سکتا ہے۔

(۳) بغیر اور زیادہ زمین کی تیاری کے گرمیوں کی فصل کی کھونٹیوں میں چنا بونے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ 'ہو' قسم کے ہلوں کی جگہ 'ڈسک' یا 'رنر پھردں' کے ہل استعمال کئے جانے چاہئیں۔ کیونکہ اس سے فضول چیزیں برباد کی جا سکتی ہیں۔ 'پھرد' ہلوں کے آگے بیچ بیچ میں 'ڈسک کولٹر' لگائے جا سکتے ہیں۔ کھیت کی گھاس پات پکنے کے قریب ہوگی۔ اور اگر بونے کا مناسب طریقہ معلوم کیا جا سکے تو سردیوں میں اگنے والی بہت سی گھاس پات برباد ہو جائیگی۔ چنے کی جگہ اور کوئی زیادہ اچھی پھلی دار قسم کی تلاش کی جا سکتی ہے۔ خاص کر جو کم سے کم نمی میں اگ سکے بہتر ہوگی۔

علاوہ اسکے ایسی پھلی دار فصلوں کی تلاش کی جا سکتی ہے جو خریف کی فصل کے ساتھ قریب قریب بڑی ہو سکتی ہے۔ لیکن فصل کٹنے کے بعد بڑھ سکے، اور جاڑے کے چھوٹے دنوں اور کم نمی میں بھی بڑھ سکے۔ یہ ایسا پودا ہونا چاہئے۔ جسکے بیج سردیوں کے شروع میں پڑے رہنے کے بعد پھر اگ سکیں اور کھیت کی تیاری میں وہ پودے بہت زیادہ ادھر ادھر کئے جانے پر بھی پھر مناسب حالات آنے پر اگ سکیں۔ اس کام کے لئے 'کدرج' سب سے مناسب ہے . . . . بھی اس کام کے لئے مفید ہے۔ اس کے سلسلہ میں تحقیق جاری ہے۔ مگر ابھی تک کچھ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ الہ آباد زراعتی کالج میں ایسی کسی پھلی دار فصل کی کوشش کی جا رہی ہے جو نومبر سے فروری مہینے کے اندر کم نمی میں اگ سکے۔ ساتھ ہی وہ ہری کھاد دینے کے کام میں بھی آ سکے۔ اگر اسطرح کا پھلی دار پودا معلوم کیا جا سکا تب پھر اسکو پیدا کرنے کے طریقہ کے بارے میں تلاش کی جائیگی۔ مناسب پھلی دار فصلوں کے بارے میں اطلاع دینے کے لئے ناظرین کے مشکور ہونگے۔

الہ آباد اور دیگر مقامات میں کئے گئے تجربوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں آرگینک اشیاء کے بڑھنے سے کھیت کی پیداوار بھی بڑھ جاتی ہے۔

زمین کے سدھارنے کے اس طریقے کا اگر برابر استعمال کیا جائے تو زمین کی پیداوار بڑھتی جائیگی۔ اور بازار میں ملنے والی کھادوں یا ایسی کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی جسکے لئے خرچ کی ضرورت کرنا پڑے گا۔ اور زمین سدھارنے کے وقت میں اناج کی فصلوں کا بھی کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ گنگا کی ترائی کی زرخیز زمین میں جتنی پیداوار ہوتی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے بشرطیکہ اس زمین میں نائٹروجن دیا جائے اور آرگینک اشیاء کے ذریعہ مٹی اچھی بنائی جائے۔

فصل کے بارے میں تلاش اب تک باقی ہے۔ امریکہ میں ابھی حال میں جو تحقیق ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ فصل کے زرخیز ہونے کی صفت مٹی میں چونا اور فاسفیٹ کی آسانی کے مطابق گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ جس مٹی میں مناسب مقدار میں فاسفیٹ ہوتا ہے اس کو جانوروں کو اگر کھانے کیلئے دیا تو وہ زیادہ جلدی بڑھتے ہیں۔ اور انکی کھادیں اچھی ہوتی ہے۔ اتنا ہی نہیں اگر جانوروں کو خود منتخب کرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو وہ اس زمین پر کی گھاس اور فصل کو کھانا زیادہ پسند کرتے ہیں جس میں طاقتور چیزیں متوازن مقدار میں رہتی ہیں۔ ابھی تک الہ آباد

میں یہ طے کرنے کیلئے تجربہ نہیں کئے گئے کہ اچھی پیدا وار کے لئے بازار میں ملنے والی کھادیں ضروری ہیں یا نہیں۔ اس سلسلۂ میں تحقیق ضروری ہے۔

اس مضمون کے مصنف کا خیال ہے کہ مٹی کو زیادہ زرخیز بنانے کا جو طریقہ اوپر بتلایا گیا ہے وہ معمولی کسان کیلئے بھی آسان ہے۔ اور گاؤں میں اسکو کام میں لایا جا سکتا ہے۔ لیکن اسکے لئے مکمل طریقے کی اشاعت کی جانی چاہیئے نہ کہ صرف 'ہری کھاد دینے'، 'اچھی قسم کے ہل' کا استعمال وغیرہ ہی۔ مکمل طریقے کو بتایا جانا چاہیئے۔

اس تجربہ کو ہندوستان کے کسانوں کے لئے مفید بنانے کے لئے۔ اس سلسلہ میں طریقوں اور تنقیدوں کا ہم استقبال کرینگے۔ زمین کو زرخیز بنانے کے بارے میں اس اسکیم یا کسی اسکیم کے بارے میں کئے گئے تجربوں کو معلوم کرکے ہم خوش ہونگے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس طریقے سے کھیتی کے عام طریقے میں تھوڑی سی تبدیلی کرنے سے کسان کی آمدنی بڑھ سکتی ہے۔

بیج گوداموں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے کیا کارروائیاں کرنا چاہئیں

جن جن گانوں کو بیج کے گوداموں سے چیزیں مل سکتی ہوں اُن کی ایک فہرست بنا لینا چاہیئے۔ ضلع یا تحصیل کے نقشہ میں نشان بنا لینا چاہیئے کہ کس گودام سے کن کن گانوؤں کو چیزیں مل سکتی ہیں۔ ہر وقت کے کام کے لئے اس نقشہ کا ایک عکس باریک کاغذ پر اتار لیا جائے اور اُس پر گانوؤں کے نشان بنا دیئے جائیں۔ گانوؤں چن لینے کے بعد یہ طے کرنا چاہیئے کہ کتنے کسانوں کو کس قدر بیج کی ضرورت ہوگی۔ کورٹ آف وارڈس کے اہلکاروں کو چاہیئے کہ وہ خریف اور ربیع کے بیجوں یا کھادوں کے منگانے کے لئے کھیتی باڑی کے محکمے کے فارم بھرنے میں مدد دیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ کتنے بیج اور کس قدر کھاد کی ضرورت ہوگی۔ اُس محکمہ کا حکم یہ ہے کہ خریف کے بیجوں کے فارم کھیتی باڑی کے انسپکٹر کے پاس مئی کے پہلے ہفتہ تک اور ربیع کے بیجوں کے فارم ۳۱ اگست تک پہونچ جانا چاہئے۔ اگر یہ فارم انسپکٹر کے پاس وقت سے نہیں پہونچیں گے تو اس بات کا ڈر ہے کہ جتنی چیزیں منگائی جائیں گی وہ پوری نہ مل سکیں گی منیجروں کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ کھاد اور بیج بانٹنے کے سب انتظام وقت سے بہت پہلے شروع کر دئے جائیں اور جو انتظام کئے جائیں اُنھیں کے مطابق بیج وغیرہ بانٹے جائیں۔ کورٹ آف وارڈس کے عملہ کے بیج بانٹنے اور بیج کا قرضہ اور کھاد کی قیمت وصول کرنے کے وقت دیکھ بھال کرکے کھیتی باڑی محکمہ کے افسروں کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔

جس طرح سرکار نے گودام سدھار کے گانوؤں میں انعام مقرر کئے ہیں اسی طرح کورٹ آف وارڈس کے گانوؤں میں بھی سنہ ۴۵-۱۹۴۴ء میں خریف اور ربیع کی سب سے اچھی فصل پیدا کرنیوالے کسانوں کیلئے کچھ انعام مقرر کرنا چاہیئے۔ کسانوں میں یہ بات پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اچھی فصل پیدا کرنے میں وہ ایک دوسرے کا مقابلہ کریں۔ یہ انعام کلکٹر ضلع کی رائے سے کسی خاص موقع پر جیسے ضلع کی نمائش یا ایسے ہی کسی دوسرے جلسہ میں دیا جانا چاہیئے۔

بات چیت

یہ مضمون ہم ایک نہایت مفید انگریزی کتاب سے ترجمہ کرکے شائع کر رہے ہیں۔ اس کے مصنف ایک نامعلوم شخصیت ہی رہنا چاہتے ہیں۔ لہذا انکا نام یہاں پر شائع نہیں کیا جا رہا۔ مضمون میں بتلائی گئی باتوں کو اگر ہم کو اپنی زندگی میں کر سکیں تو اس میں کلام نہیں کہ ہماری زندگی بہت حد تک بلند و بالا بن سکتی ہے۔

اچھے سماجی طریقے اور شیریں زبانی زندگی کو آرام دہ بنانے میں بہت مدد دیتے ہیں۔ لوگوں سے بات چیت کرتے وقت اپنے شوق یا اپنی تجارت کے متعلق باتیں کرنے سے پرہیز کیجئے۔ اپنی تکلیفوں کا ذکر کسی غیر سے نہ کیجئے۔ کیونکہ ان کے پاس اپنی تکلیفیں ہی بہت ہیں۔ جس موضوع پر آپکو گفتگو کرنا ہو وہ ایسا ہونا چاہیئے جس میں سننے والوں کو دلچسپی پیدا ہو۔ صرف آپکی ہی دلچسپی نہ ہو۔ کسی شخص کی مخالفت نہ کیجئے، اور نہ اپنے خیالات اور رائے بات چیت کے درمیان میں ظاہر کیجئے۔ ہر شخص کو اپنے خیالات پر قائم رکھنے کا حق ہے، اور آپکو اسکی عزت کرنا چاہیئے کسی شخص کو ایسے موضوع پر کچھ کہنے کا حق دیکر، جس سے اسکی دلچسپی ہے، اور جسکے مطالعہ میں اس نے وقت اور توجہ کی ہے۔ اس سے آپ اپنے علم میں اضافہ کرینگے، اور اسکے ساتھ ہی اپنے خیالات کو ظاہر کرنے کی اس شخص کی فطری خواہش کو بھی مطمین کرینگے۔ ہمیشہ دوسروں کی باتوں کو توجہ کے ساتھ سنئے اور خاص کر زیادہ باتیں کرنے والے شخص کی باتوں کو کافی توجہ کے ساتھ سنئے۔ زیادہ تر لوگوں میں اپنی ہی باتیں سننے اور اپنے ہی خیالات کا اظہار کرنے کی کمزوری ہوتی ہے۔ کسی عقلمند اور اچھے شخص سے بات چیت کرنا تعلیم کا اثر رکھتا ہے۔ اسکی شخصیت اور معیار زندگی اس کی رائے جس کا استعمال آپ اپنی ضرورت کے مطابق اور دماغی قابلیت کے مطابق کرینگے ہمیشہ آپ کے لئے محرک کا کام کریگی، اور اسکا اثر بھی مستقل ہوگا۔ ہمیشہ اپنے سے اچھے اور عقلمند لوگوں سے دوستی کیجئے، کیونکہ انکا معیار زندگی اور اثر نامعلوم شکل سے آپکو اوپر اٹھائیگا۔ برخلاف اسکے آپ سے نیچے درجہ والے لوگ اپنے پاس لے جانے کی کوشش کرینگے۔ دوسری مدد جو ہر ایک آدمی کو آسان ہے۔ وہ ہے کسی گذرے ہوئے شخص کی شخصیت۔ کسی ایسے بلند دماغ شخص کو اپنا معیار بنائیے جسکو آپ یا تو ذاتی طور پر جانتے ہوں یا جس کے سوانح حیات سے آپ بخوبی واقف ہوں۔ اس شخصیت کو آپ ہمیشہ اپنے سامنے رکھئے، اسکے ہر ایک کام کا اپنی روزانہ زندگی میں اتباع کیجئے۔ اسکی مثال آپکے اخلاق عادات اور معیار زندگی کی تعمیر کریگا۔ اسکی ہمیشہ کی موجودگی مصیبتوں میں آپکی رہنمائی کریگی کہ اس شخص نے ایسے حالات میں کیا کیا ہوتا۔

خاموش رہنے کی عادت ڈالئے۔ جو آدمی بہت زیادہ باتیں کرتا ہے وہ اپنے الفاظ یا جملوں کو سنجیدہ نہیں بنا سکتا۔ اپنی چالاکی اور اپنی بڑائی میں ہی وہ کھو جاتا ہے، اور دوسرے شخص کے

مدلل خیالات سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بحث مباحثہ
جہاں تک ممکن ہو بچنے کی کوشش کیجیئے۔ کیونکہ ہر شخص
کے کچھ اصول اور خیالات ہوتے ہیں۔ بحث کے ذریعہ
مخالف کے خیالات میں تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ وہ چڑھ
ضد در جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بہت ممکن ہے کہ
وہ آپ کے دوست کے بجائے آپکا دشمن بن
جائے۔ بات چیت کے وقت جوش آنے سے
دماغ کا ہلکاپن ظاہر ہوتا ہے۔ ہر ایک شخص سے
شیریں الفاظ میں بولنا چاہیئے۔ غصہ دکھلانا مذہب
سماج میں عیب میں داخل ہے۔ دوسرے کی
برائی یا اسکے کاموں پر تنقید ہرگز نہ کیجیئے۔ کیونکہ
آپ انکی مشکلات سے واقف نہیں ہیں۔ اگر آپ
خود اس حالت میں ہوتے تو شائد اتنا بھی نہ کر
پاتے۔ جو کچھ آپ کہیں یا کریں وہ ایسا ہونا چاہیئے
کہ اگر وہ ظاہر ہو جائے تو آپکو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔
اگر کوئی آدمی اچھا نہیں ہے۔ اور اس سے کچھ کہنا
آپ کا فرض نہیں ہے تو اسکی غلطیوں پر خاموشی
اختیار کیجیے۔ اسکو انجام کے اٹل قاعدے کے
ذریعہ جلد یا دیر میں ضرور سزا ملیگی۔ لیکن اگر آپکو
کسی شخص کے خلاف کچھ کہنا ہی ہو تو ظاہرہ طور پر
کہیئے۔ اور اگر ضرورت ہو تو اسکے روبرو کہیئے۔ اور
جو کچھ آپ کہیئے اس پر عمل کرنے کیلئے تیار رہیئے۔ پیٹھ
پیچھے کسی کی برائی ہرگز نہ کیجیئے۔ یہ کام بزدلوں کا ہے۔
دوسروں کی اچھائی برائی دیکھنا۔ یا دوسروں کی
غلطیوں پر نظر رکھنا فرض نہیں ہے۔ بلکہ اس کے
خلاف اگر آپ کے احباب آپکے کاموں کی تنقید کریں
تو انکا شکریہ ادا کیجیے۔ اور ان سے کہیئے کہ جب کبھی
اس کو آپ کی تنقید کرنے کا موقع ہاتھ آئے تو ضرور
کریں۔ ہر شخص اپنی مشکلات میں مبتلا رہتا ہے۔

اور اگر کوئی آپ میں اسقدر دلچسپی لیتا ہے کہ آپ کی
غلطیوں کی تلاش کر کے آپ کو آگاہ کرے تو اس کا
شکر گذار ہونا آپ کا فرض ہے۔ خواہ آپ اس
کے فیصلوں سے متفق نہ ہوں۔ اپنی بے عزتی کیجیئے
اور اپنی غلطیوں کو تلاش کر کے نکالئے۔ کیونکہ انکا علم
جسقدر آپ کو ہے اتنا اور کسی کو نہیں اور پھر ان برائیوں
کو دور کرنے کی کوشش کیجیئے۔ جس شخص سے آپ
بات چیت کر رہے ہوں اسکی سیرت کا مطالعہ کیجیئے
اور اپنے آپ کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش
کیجیئے۔ سارے ہی حالات میں متحمل مزاج رہیئے۔
کیونکہ متحمل رہنا ہی سماج کو چلانے والا تیل ہے۔
اپنی بہ نسبت جس سے آپ بات چیت کر رہے ہیں
اس شخص کی سہولیتیں، آرام اور خواہشات کا خیال
رکھنا ہی تحمل کا راز ہے۔ اسکے متعلق عزت کا اظہار
کیجیئے۔ اگر آپکے دلمیں اسکے لئے عزت نہیں ہے تو
بھی کم از کم ظاہرہ طور پر اسکی عزت کیجیئے۔ اس کو
یہ ہرگز محسوس نہ ہونے دیجیئے کہ موجودگی آپ کو
پسند نہیں ہے۔ یا آپ اس سے نفرت کرتے ہیں
دراصل مہذب انسان کی یہ ایک علامت ہے کہ
وہ کسی بھی شکل میں کسی طرح کا خیال ظاہر نہیں ہونے
دیتا۔ انسان کو صرف تھوڑی سی طاقت دی گئی ہے
اسکا استعمال وہ اچھے اور مفید کاموں میں کرنا چاہیئے۔
حسیات کا اظہار قوت کو سب سے زیادہ
نقصان پہونچاتا ہے۔ رونا، بہت زیادہ ہنسنا یا
زیادہ غصہ کے بعد ہم اپنے کو تھکا ہوا محسوس کرتے ہیں۔
اور اپنی معمولی طاقت اور فطری قوت فکر کے ساتھ کسی
سنجیدہ کام میں نہیں لگ سکتے۔ اسی طرح حسیات
کا اظہار خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو ہماری طاقت
کے مرکز کو کم کرتا ہے، اس سے کبھی کوئی فائدہ نہیں

ہو سکتا۔ جب آپ کو غصہ آئے تو خاموش ہو جائیے اور کچھ بھی
نہ بولئے۔ اس وقت ٹال جائیے تو آپ ایسا محسوس کرینگے
کہ آپ کو اس طرح غصہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ دوسرے
خیالات کی طرح ہی غصہ بھی اپنے آپ بڑھتا ہے اور
اسکی تپش غصہ کرنے والے کو کھا جاتی ہے۔ پہلے جب
غصہ آتا ہے تو اس میں کوئی تیزی نہیں ہوتی لیکن لوگ
اسکے متعلق سوچکر اسکو بڑھا دیتے ہیں۔ اور ایسے لفظ
کہتے یا ایسے کام کرتے ہیں جس کے لئے انکو اکثر زندگی
بھر پچھتانا پڑتا ہے۔ غصہ آنے پر ۲۰ تک گنتی گننے یا ایک
گلاس ٹھنڈا پانی پینے سے فوراً ہی غصہ کے اظہار کو ٹال
دینے پر زور ڈالتا ہے تاکہ غصہ کا یہ اظہار رہ کر مستقبل
میں ویسی غلطی نہ ہونے دیجئے یا ہو چکی غلطی پر جلدی قبضہ
پانے والا ہو سکتا ہے۔ غصہ پر قدرت حاصل کرنے کے
لئے سب سے ضروری غصہ کے اظہار کو فوراً ٹال جانا
ہے اور تب مسکراتے ہوئے مسرت کے ساتھ دھیرے
سے آہستہ آواز سے کہہ دینا چاہیئے۔ غصہ ہی نہیں
بلکہ دوسرے جذبات پر بھی قدرت حاصل کرنے
کی مشق آہستہ آہستہ بڑھائی جا سکتی ہے۔ اور آپ
امن اور بہترین زندگی گذارنے کے قابل ہو سکتے
ہیں۔ بعض لوگ بہت جلد غصہ ہونے پر آپے اوپر
فخر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور ایسا خیال کرتے ہیں
کہ دل کی صفائی کے ذریعہ غصہ کی زیادہ سے زیادہ
تیزی بھی قابل برداشت سمجھی جا سکتی ہے۔ ایسے لوگوں
کو چاہیئے کہ صاف دل سے اس اصول کا بھی تجربہ
کریں۔ انکو اپنی صحیح قیمت کا پتہ لگ جائیگا۔ نہ معلوم
اور مخالف حالات میں امن بنائے رکھنا اور چہرے
سے بھی یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ اسکے خیالات کو ٹھیس
لگی ہے بڑائی کی علامت ہے۔ ریاضت کا ایک
زینہ یہ ہے کہ انسان کو تکلیفوں سے مایوس اور کامیابی
سے خوش نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ تکلیف اور آرام کو بھی دماغ
پر سے اسطرح گذر جانے دینا چاہیئے جیسے روشنی اور
کالے بادل سورج کے چہرے کے اوپر سے گذر جاتے
ہیں۔ مگر روشنی کے اس مرکز کو کوئی نقصان نہیں
پہونچاتے۔ گرمیوں کی ہلکی ہوا سمندر پر کوئی اثر نہیں
ڈالتی۔ لیکن پانی کے اوپر کے تنکے ناچتے ہیں۔ انگریز
اور جاپانی اپنے ٹھنڈے دماغ کے لئے مشہور ہیں۔
کسی طرح کے بھی ان ہونے واقعات انکے دماغ
پر اثر نہیں ڈالتے۔ کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جنکا
دماغ اتنا سست ہوتا ہے، انکی عقل اتنی کند
ہوتی ہے کہ بہت سی ایسی باتوں کا ان پر اثر نہیں
پڑتا جن سے دوسرے لوگ ناراض ہو جاتے ہیں۔
ایسے لوگوں کے جذبات اور سستی کی اتباع نہ
کرنا چاہیئے۔ اپنے دماغ اور جذبات کو تیز بنائے
رکھنا چاہیئے۔ انکو سست اور بے لگام ہونے
دینے کی بہ نسبت اپنے قابو میں بنائے رکھنا بہتر ہے۔
ہم لوگ اکثر اس طرح توجہ نہیں دیتے کہ اس
پیچیدہ، نہ معلوم بلکہ بہت ہی طاقتور چیز جسکو ہم سرکار
کہتے ہیں کے متعلق ہمارا کیا فرض ہے۔ ہم اسکی شکایت
کرتے ہیں، اسکو برا بھلا کہتے ہیں، اسکی برائیاں بتلاتے
ہیں، اسکے ملازمین پر چیخ پکار کرتے ہیں۔ جو وہ نہیں
کرتی اسکے لئے اس پر غصہ کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی
تو یہ چاہتے ہیں کہ بہتر ہوتا کہ کوئی سرکار ہوتی ہی نا۔ لیکن
پھر بھی ہماری مفید انجمنوں کو یہ والدہ کی طرح پالتی
ہے۔ ہم اسکے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔
ہمارے مکان، جائداد اور زندگی اس کے ذریعہ
محفوظ رہے۔ سرکار ہمارے ملک کے حدود متعین
کرتی ہے۔ سڑکیں بناتی ہے اور اسکی مرمت کرتی
ہے۔ شادی پاکیزگی بنائے رکھنے کی کوشش کرتی

ہے۔ ہمارے بچوں کیلئے اسکولوں کا انتظام کرتی ہے۔ ڈاک کا انتظام کرتی ہے۔ جسکے ذریعہ چند پیسوں میں ہم اپنے خطوط دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہونچا سکتے ہیں۔ شہر، دیہات اور ملک کی انجمنوں کو مضبوط بنائے رکھتی ہے تاکہ انکے ذریعہ ہمارے ذاتی اختیارات کی وقت وقت پر حفاظت ہوتی رہے۔" یہ وہ الفاظ ہیں جنکو امریکہ کے متعلق ایک امریکن نے لکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کسی بھی سرکار کے لئے لاگو ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ سیاسیات میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر اپنے ملک کی حکومت میں آپ ہاتھ بٹانا چاہتے ہیں تو اس سرکار کا مطالعہ کیجئے۔ سیاسی سوالات میں دونوں پہلوؤں کے جاننے کی کوشش کیجئے۔ اور جب آپ وسعت پیدا کرلیں تب عملی تجربات کے ساتھ جو کہ آپکی رہنمائی کرینگے اور پختہ خیالات جو آپ کو انتہا پسندی کی طرف جانے سے روکیں گے۔ آپ سرگرم سیاست میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اور اپنے ملک اور قوم کی خدمت کر سکتے ہیں۔ اگر آپ سیاست کو اپنا پیشہ نہیں بنانا چاہتے۔ تو اس کا گہرا مطالعہ کیجئے۔ زندگی میں اس سے بھی بلند معیار ہے۔ اپنا سارا وقت اور طاقت اس میں لگائیے۔ اپنی طاقت اور اور وقت کو ان کاموں میں تقسیم کرنے کی کوشش نہ کیجئے جن میں کامیابی حاصل کرنا آپکا مقصد زندگی نہیں ہے۔ دوسرے فنون جیسے ڈاکٹری انجینری وغیرہ کی طرح سیاست میں بھی گہرے مطالعہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن ہر آدمی سیاست میں اپنا پاؤں اڑانے اور اپنے معتقد ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی معمولی آدمی پریشن کرنے انجن کو چلانے یا کوئی عمارت بنانے کی کوشش نہیں کرتا، لیکن ہر آدمی سرکار کی تنقید کرنے، اس پر الزام عائد کرنے اور یہ بتلانے کیلئے تیار رہتا ہے

سرکاری نظام کسطرح چلانا چاہیئے۔

ہندوستانی مکانوں میں فضول خرچی بھی ایک زیور ہے۔ سارے ہی ممالک میں عورتیں زیورات پسند کرتی ہیں۔ اس سے انکے حسن اور جاذبیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور مرد عورت کیطرف اسکے حسن کیوجہ سے ہی پہلے منعطف ہوتا ہے۔ لہذا یہ امر فطری ہے کہ عورتیں صاف بہترین کپڑے اور چمکدار ہیرے جواہرات پہننا پسند کرتی ہیں۔ لیکن ہیرے جواہرات اور زیورات کی محبت اور ان پر خرچ غیر ضروری نہ ہونا چاہیئے۔ زمانہ قدیم میں زیورات لوگوں کی محفوظ پونجی ہوتے تھے۔ جنکو آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک لے جایا جا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ اب امن قائم ہے لہذا اسکی ضرورت نہیں۔ دولت کا سب سے بہتر مقصد اس سے اور زیادہ دولت پیدا کرنا ہے۔ ورنہ یہ کہنا چاہیئے کہ اس دولت کا مناسب استعمال نہیں کیا گیا۔ زیورات پر اپنے اخراجات کو کم کرنے کی کوشش اسطرح کیجئے۔ کہ ان میں اضافہ ہو۔ روزانہ کے پہننے والے زیورات میں کسی اور دھات کا استعمال کیجئے۔ خالص سونا اور چاندی بہت ملائم ہوتے ہیں اور ہندوستان میں زیورات کی شکل میں روزانہ انکے پہنے جانے سے بہت زیادہ دولت برباد ہو جاتی ہے۔ روزانہ پہننے کے زیورات گھس کر ہلکے ہو جاتے ہیں جس سے انکی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ اس میں تھوڑی سی کوئی بڑی دھات ملا دیجئے جس سے وہ سخت ہو جائے۔ انکو خوب چمکیلا رکھئے اور اس نقصان سے بچائیے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایسے زیور جب فروخت کئے جاتے ہیں تو انکی قیمت بہت کم ملتی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ دس تولے کی چیز جسمیں ایک تولہ دوسری دھات ملا دیجئے تو ۹ تولے کی قیمت دیگی جتنا کہ اس میں خالص سونا ہے۔ اسطرح زیور کے مالک کو کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ زیور کو گھسنے سے بچا کر اس نے اپنی

ریگستان سے ٹڈیوں کو کھائی میں ہانکنا

از جناب ایم - ہارون خاں بی - ایس سی (الزرائ) ایم - آر سی - ایس
اسسٹنٹ ماہر جراثیم، امپیریل ایگریکلچر ریسرچ انسٹیٹیوٹ نئی دہلی

اکثر ٹڈیوں کے حملہ سے کھیتی کو بہت نقصان پہونچتا ہے۔ ٹڈیاں ریگستان میں پیدا ہوتی ہیں، اگر انکو وہیں ختم کر دیا جائے تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس مضمون میں ٹڈیوں کو برباد کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ جسکا استعمال دوسرے مقامات میں بھی کسی حد تک کیا جا سکتا ہے۔

ریگستان کی ٹڈیوں کو روکنے کیلئے کھائی بنانے کا طریقہ ریگستانی علاقوں میں بہت کافی مروج ہے۔ پودے راڈ، بالارڈ مسٹی کا بی اور روبیری وغیرہ ممالک غیر کے ماہرین نے اس طریقے کی بعض خرابیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن اسکی اصلاح کی بہت کم کوشش کی گئی ہے۔

ہندوستان میں بہت بڑے بڑے ریگستان اور نیم ریگستان ہیں۔ ان مقامات پر ٹڈیاں برابر پیدا ہوا کرتی ہیں۔ یہ مقامات ٹڈیوں کے مرکز نہیں۔ یہ رقبے تقریباً ۵ لاکھ مربع میل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اتنے وسیع رقبہ کے لئے جہاں آمد و رفت موجودہ ذرائع نہیں ہیں اور پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بھی کم ہے، کوئی ایسا طریقہ ہونا چاہئے جو بہت آسان ہو۔ انھیں وجوہات سے کھائی بنانے کا طریقہ زیادہ تر کام میں لایا گیا ہے۔ اور ٹڈیوں کا دورا شروع ہونے کے وقت اس خاص طریقے کو کام میں لانے کی سفارش کی گئی۔

ٹڈیوں کو روکنے کیلئے جال لگانا اور دوسرے ایسے طریقوں کے فائدے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ان طریقوں کو اسی وقت کام میں لایا جا سکتا ہے جبکہ ٹرینڈ آدمی کافی تعداد میں ملتے ہوں۔ کم از کم ۲۵۰ مربع میل کیلئے ایک آدمی نہایت ضروری ہے۔ جب تک اس طرح کے آدمیوں کی ایک جماعت نہ تیار ہو جائے تب تک ٹڈیوں کی روک تھام کا کام مقامی مال افسروں پر ہی رکھا جا سکتا ہے۔ اور ٹرینڈ آدمی جہاں تک ممکن ہو ان کی امداد اور انکے کاموں کی نگرانی کر سکتے ہیں۔ انھیں حدود کے اندر پچھلے چار سال (۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۴ء) تک ٹڈیوں کی روک تھام کا کام کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں جتنی ترکیبوں کو کام میں لایا گیا ہے انمیں کھائی والا طریقہ سب سے زیادہ محفوظ اور عملی ثابت ہوا ہے۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ یہ طریقہ ان مقامات کے لئے مفید نہیں ہے جہاں کی زمین سخت اور مٹی چٹانی ہو جیسی کہ بلوچستان میں ملتی ہے وہاں اس طریقہ کی جگہ پر دوسرے طریقہ کام میں لائے گئے۔

ترقی شدہ کھائیاں۔ اس وقت کھائی بنانے کا طریقہ بغیر سوچے سمجھے کام میں لایا جاتا ہے جس سے کافی وقت، طاقت اور دولت ضائع ہوتی ہے۔ پچھلے چند سالوں کے اندر اس طریقے میں بہت سے سدھار کئے گئے اور یہ دیکھا گیا کہ اس سے انکا مفید پہلو بھی بڑھ گیا ہے۔ ان سدھاروں کو چار حصوں میں اسطرح تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) کھائی کھودنے کیلئے مناسب جگہ کا انتخاب۔

(۲) کھائی کھودنے اور ٹڈیوں کو گھیر لینے والے لوگوں میں ضرورت سے زیادہ آدمیوں کا ہونا۔

(۳) کھائی کی لمبائی چوڑائی ۔ ٹڈیوں کو ہانک کر کھائی میں لے جانا۔

مناسب جگہ کا انتخاب۔ یوبے راؤ کا کہنا ہے کہ ٹڈیاں جس طرف کو چل پڑتی ہیں، پھر انکی سمت نہیں بدلی جاسکتی۔ اسلیئے ضروری سمت کی طرف ٹڈیوں کو ہانک کر لے جانے کیلیئے کافی کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑے بڑے رقبوں میں جو تجربے کئے گئے ہیں، ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خیال ٹھیک نہیں ہے۔ آدمیوں اور جانوروں کے نزدیک آنے پر ٹڈیاں اپنے راستوں کو بدل دیتی ہیں۔

کھائی کھودنے کے لئے سب سے مناسب جگہ وہ ہوگی جو برابر ہو جہاں پیڑ پودے یا تو کم ہوں یا بالکل نہ ہوں۔ زیادہ اچھا ہو کہ یہ جگہ ٹڈیوں کے جھنڈ کے سامنے تقریباً ۳۰ فیٹ کے فاصلہ پر ہو۔ چونکہ ٹڈیاں ہوا کے رخ کے ساتھ چلتی ہیں اسلئے کھائی سامنے کی طرف کھودنے سے انھیں جھاڑیوں میں سے باہر نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔

وقت بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ٹڈیاں کو بالو کے ٹیلے پر یا اسکے ڈھال پر روکا جائے۔ ایسی حالت میں ٹیلے کے اوپر یا ڈھال پر کھودی ہوئی بہت کارگر ہوتی ہے۔ لیکن چڑھاؤ کی طرف کھودی ہوئی کھائی میں کافی وقت بیکار جاتا ہے، اور مفید بھی بہت کم ثابت ہوتی ہے۔

زیادہ مزدوروں کی ضرورت۔ کھائی کھودنے میں کم سے کم مزدوروں کا استعمال اور ٹڈیوں کو روکنے کے لئے آدمیوں کو ٹھیک جگہ پر کھڑا کرنا ضروری ہے۔ اکثر بہت سے لوگ کھائی کھودنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے کھائی ضرورت سے زیادہ لمبی ہو جاتی ہے، اور اتنی مفید بھی نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے کھائی کھودنے میں زیادہ لوگوں کے کام کرنے سے آواز ہوتی ہے۔ اور ٹڈیاں اپنا رخ بدل دیتی ہیں۔ جس سے انکو ہانک کر کھائی کی طرف لانے کا کام مشکل ہو جاتا ہے۔

تجربات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کھائی کھودنے کیلیئے ۱۵ سے ۲۰ آدمیوں تک کافی ہوتے ہیں۔ باقی لوگوں کو ٹڈیوں کو گھیرنا چاہیئے۔ گھیرے جانے سے ٹڈیاں اپنا رخ نہیں بدلتیں۔ بلکہ گھیرے کے اندر آجاتی ہیں۔ اگر ٹڈیاں زیادہ تعداد میں ہوں تو جدھر سے وہ آرہی ہوں اس سمت کو چھوڑ کر باقی طرف سے انکو گھیرنا چاہیئے۔

جو لوگ کھائی کھود رہے ہوں یا ٹڈیوں کو گھیر رہے ہوں انھیں بغیر ضرورت ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنا یا شور غل نہ کرنا چاہیئے۔ اگر گھیرے سے ٹڈیاں باہر نکلتی ہوئی دکھلائی دیں تو ان لوگوں کو گھیرا اور بڑھا لینا چاہیئے۔ ٹڈیوں کو ہانکنے کے لئے کسی جھاڑی کی ایک شاخ زیادہ اچھی ہوتی ہے جو کہ اتنی لمبی ہو ٹڈیوں تک پہونچ سکے۔ ان ڈالوں کو ٹھیک طریقے سے ہلاتے رہنے سے ٹڈیاں گھیرے کے باہر نہ نکل سکیں گی۔

کھائی کی لمبائی چوڑائی اور طریقہ۔ کھائیاں ۳۰ فیٹ سے زیادہ سے زیادہ لمبی نہ ہونی چاہئیں، نہیں تو انکو ٹھیک سے کھودا بھی نہ جاسکیگا۔ اور ۱۵ ۔ ۲۰ آدمیوں کا گروہ ٹڈیوں کو ہانکنے میں کامیاب نہ ثابت ہو سکیگا۔ علاوہ اسکے کھائی کھودنے میں وقت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ کھائی کم وقت میں، ٹڈیوں کے آنے کے پہلے تیار ہو جانی چاہیئے۔ کیونکہ ٹڈیاں ہانکنے والے بہت جلد بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور ادھوری کھائی میں ہی انھیں ہانک دیتے ہیں۔

کھائی کی لمبائی ٹڈیوں کی چوڑائی کے برابر ہونے
کی نہیں ہے۔ آگے ہم یہ بتلانے کی کوشش کرینگے کہ ہانکنے
والوں کی تعداد زیادہ ہونے سے کھائی کے پاس پہونچنے
تک ٹڈیوں کو ½ تک گھٹایا جاسکتا ہے۔ ۱۵ مربع فیٹ
میں پھیلے ہوئے جھنڈ کو سمٹا کر ۹ مربع فیٹ لمبی کھائی
میں لایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑے پھیلے ہوئے
رقبہ کیلئے بڑی کھائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کام دو
طریقے سے کیا جاسکتا ہے (۱) دو یا تین گروہوں میں
آدمیوں کو تقسیم کر کے، لمبی کھائی کھود کر (۲) ٹڈیوں کے
جھنڈ کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے اور الگ الگ جھنڈ
کو الگ الگ کھائی نے جاکر۔

کھائی میں پانچ یا چھ فیٹ گہرے گڈھے زیادہ
مفید ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ اتنی گہرائی میں جب ٹڈیاں
ایک بار گرجاتی ہیں تو انکے نکلنے کا کوئی چارہ نہیں رہتا۔
یہ گڈھے لمبے یا گول ہوں لیکن ٹڈیوں کے جھنڈ کو دیکھتے
ہوئے انکی لمبائی چوڑائی بڑی یا چھوٹی ہونی چاہئے۔
اگر کھائی ۳۰ سے ۴۰ فیٹ تک لمبی ہو تو اسکے لئے
تین یا چار گڈھے کافی ہونگے۔ ایک ایک گڈھے دونوں
سروں پر اور ایک درمیان میں۔ لیکن لمبی کھائی میں
زیادہ گڈھے ہوسکتے ہیں۔ دو گڈھوں کے درمیان
کا فاصلہ سات سے دس فیٹ تک ہونا چاہئے۔

کھائی کھودنے میں کتنا وقت لگنا چاہئے؛
یہ کھائی کی لمبائی اور مٹی کی حالت پر منحصر ہے۔ ہلکی،
بلوی مٹی جیسے تھر ریگستان میں دیکھا گیا ہے ۳۰ فیٹ
لمبی کھائی کھودنے کے لئے آدھے گھنٹے کی ضرورت
ہوتی ہے، اور کھائی کی سیدھی دیواریں پھاوڑے سے
یا پانی سے گھسکر چکنی کی جاسکتی ہے۔

چونکہ کھائی کھودنے میں زیادہ وقت
نہیں لگتا۔ اسلئے تیاری کھائیاں نہیں استعمال کیجاتیں۔
لیکن جب انکا استعمال کرنا ہوتا ہے تو انکی دیواریں پھر
سے چکنی کی جاتی ہیں۔ کیونکہ تھوڑی دیر کی دھوپ
اور ہوا کی وجہ سے دیوار کی مٹی اڑجاتی ہے اور انمیں
درازیں پڑجاتی ہیں۔ جس سے ٹڈیاں نکل جاتی ہیں۔

سیدھی اور V کی شکل کی کھائیاں یکساں طور
سے مفید ہوتی ہیں۔ V کی شکل کی کھائی سے ایک
فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر ایکبار جب ٹڈیاں V کے
کناروں کی کھائی میں گر پڑتی ہیں تو پھر نکل نہیں پاتیں۔
لیکن اسی فائدے کے مقابلے میں کھائی کی لمبائی،
کھودنے میں زیادہ وقت اور زیادہ مزدوروں کی
ضرورت پڑتی ہے۔ اسلئے سیدھی کھائیاں سب
سے اچھی ہیں۔

ٹڈیوں کا ہانکنا۔ ٹڈیوں کو کھائی میں ہانکنے
کے لئے کوئی ٹھیک طریقہ کام میں نہیں لایا جاتا اور
اکثر ہانکتے میں بہت سی ٹڈیاں اور کبھی کبھی نصف
ٹڈیاں بچ نکلتی ہیں۔ ٹڈیاں ہانکنے کا جو طریقہ بتایا
جارہا ہے اگر اسکا استعمال کیا جائے تو کبھی ٹڈیاں
ہانک کر کھائی میں لائی جاسکتی ہیں۔

ٹڈیاں ہانکنے کا کام اسوقت شروع کیا
جانا چاہئے جبکہ کھائی تیار ہوجائے اور کھودنے
والے بھی ہانکنے والوں کیساتھ ہوجائیں۔ ان
لوگوں کو کھائی کی طرف چھوڑ کر برابر دوری پر
ایک گھیرے میں کھڑے ہوجانا چاہئے۔

ٹڈیوں کا ہانکنے کے لئے جو لوگ کھائی
کے ٹھیک سامنے اور گھیرے کی دوسری طرف
ہوتے ہیں۔ وہ ٹڈیوں کی چال کے ساتھ آگے
آگے بڑھتے ہیں۔ جو لوگ گھیرے کے دونوں
طرف گھیرے ہوتے ہیں وہ پہلے والوں کی بہ نسبت
اور دھیرے دھیرے چلتے ہیں، اور اسطرح جتنا

ہی جو کھائی کے نزدیک ہوگا اتنا ہی وہ دھیرے دھیرے آگے کیطرف بڑھیگا۔ کھائی کے پاس کھڑا ہوا آدمی اپنی ہی جگہ پر بنا رہیگا۔ اسطرح یہ گھیرا دھیرے دھیرے چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ پہلے گھیرے میں ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی دوری ۳۲ فیٹ دوسرے میں ۱۸ فیٹ اور تیسرے میں ۵ فیٹ ہوتی ہے۔ گھیرے بنانے کے بعد جب ٹڈیوں کو ہانکنے کا کام شروع ہو جائے تو کسی کو گھیرے میں اس پار سے اس پار نہ جانا چاہیئے۔ نہیں تو ٹڈیاں اپنی اڑان کا رخ بدل دیتی ہیں۔ جب ہانکنے والوں کا گروہ کھائی کے پاس پہونچ جائے تو دو سے چار آدمیوں تک گروہ سے الگ ہو جانا چاہیئے۔ اور ٹڈیوں کے دوسرے جھنڈ کا پتہ لگانا چاہیئے۔

کھائی کھودنے میں بڑی احتیاط رکھنے کے باوجود بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ کسی نہ کسی نقص کیوجہ سے ٹڈیاں کھائیوں سے باہر اڑ جاتی ہیں۔ خراب کھائیوں سے ٹڈیوں کو نہ ہانکنا چاہیئے۔ لیکن اگر ٹڈیاں بہت زیادہ ہوں اور انکو ہانکنے والے زیادہ ہوشیار نہ ہوں تو ساری ہی خراب کھائیوں کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں۔ ایسی حالت میں ٹڈیوں کو کھائی سے باہر نکلنے سے روکنا چاہیئے اسکے لئے گھیرے سے ایک یا دو آدمی کو نکل کر کھائی کے پیچھے پہونچ جانا چاہیئے اور ان مقامات پر آٹھ سے بارہ فیٹ کی دوری پر بیٹھنا چاہیئے، جہاں کھائی خراب ہو۔ کھائی کے خراب حصے سے ٹڈیاں آدمیوں کو دیکھکر نکلنے کی کوشش نہیں کرتیں بلکہ بالو کے ڈھیر پر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پھر اسکے بعد کھائی سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرتیں۔

ٹڈیوں کو کھائیوں کی طرف لے جانے میں خاص کر اس حالت میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ وہ جھاڑیوں میں بیٹھی رہتی ہیں۔ جہاں تک ہوسکے ان جھاڑیوں کو کاٹ ڈالنا چاہیئے۔ لیکن جو جھاڑیاں بچ جائیں ان سے ٹڈیوں کو باہر نکالنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جھاڑی کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کو فوراً آگے نہ بڑھنا چاہیئے اور دونوں طرف کھڑے ہوئے آدمیوں کو انکے سامنے آنا چاہیئے۔ چونکہ ٹڈیاں ہوا کے رخ کی طرف اڑتی ہیں۔ اسلیئے جھاڑی کے پیچھے بالو اڑانے یا جھاڑی کی دو ایک ڈالی کاٹ دینے سے وہ اڑنے لگتی ہیں۔ اگر جھاڑی بہت بڑی ہوئی تو ٹڈیاں اس میں چھپی رہتی ہیں، اور جلدی باہر نہیں نکلتیں۔ ایسی حالت میں انکو باہر نکالنے کے لئے سب سے آسان طریقہ دھواں کرنا ہے جو کہ آس پاس کی سوکھی گھاس اکٹھی کرکے اس سے کیا جاسکتا ہے۔ دھوئیں سے ٹڈیاں تو چار منٹ میں ہی جھاڑیوں سے باہر نہیں نکل پڑتیں بلکہ تیزی کیساتھ آگے بڑھتی ہیں۔

ٹڈیوں کو ہانکنے والے لوگوں کو ٹھیک طریقے سے کام کرنا چاہیئے، ہر آدمی کو اپنے دونوں طرف سے ہوشیار رہنا چاہیئے، تاکہ ٹڈیاں بچکر نہ نکل سکیں، پیچھے کی طرف کھڑے لوگوں کو کچھ شور غل کرنا چاہیئے۔ لیکن اگل بغل کے لوگوں کو چپ چاپ رہنا چاہیئے۔ اور اپنی حالت کے مطابق ٹڈیوں کو باہر نہ نکلنے دیکر دھیرے دھیرے آگے بڑھنا چاہیئے۔

یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر اگل بغل کھڑے لوگ شور کرینگے تو ٹڈیوں پر قابو پانا مشکل ہو جائیگا۔ اور ٹڈیاں مختلف جگہوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرینگی۔ اگر ہانکنے کا کام ٹھیک طریقے سے کیا جائے، تو ٹڈیاں اسی طرح سے آگے بڑھتی ہیں جسطرح ندی کی دھار اپنے فطری سطح پر آگے بڑھتی ہے۔ ٹڈیوں کا بہت بڑا جھنڈ جو تقریباً دو ہزار مربع فیٹ میں پھیلا ہوتا ہے۔ اگر ٹھیک سے ہانکا جائے تو کھائی میں فی سکینڈ سو یا اس سے زیادہ ٹڈیاں گرتی ہیں۔ اور اسطرح انکو کھائی میں ہانکنے کیلئے بیس سے تیس منٹ لگ جاتے ہیں۔

مرغیوں کی قسمیں اور انکی خوراک

(از جناب اے۔ای سیلٹر بی۔ایس۔اے)

انڈے کھانے والوں کو اس بات کا تجربہ ضرور ہوگا کہ کسی کسی انڈے کی زردی ہلکی اور پیلی ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ایسا خیال کرتے ہونگے کہ ایسے انڈے کسی خاص ذات کی مرغی کے ہوتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ انڈوں کا رنگ اور زردی منحصر ہے، مرغیوں کی خوراک پر۔ کیونکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ انڈوں کا رنگ گرمی کے موسم میں ہلکا رہتا ہے مگر جوں ہی برسات شروع ہوئی یہ رنگ گہرا ہونے لگتا ہے۔ جسکی وجہ گرمیوں میں ہری پتیوں کا نہ ملنا اور برسات میں ہری پتیوں کا ملنا ہے۔ اسطرح مرغیوں کی خوراک کے لئے ہری پتیوں کی ضرورت صرف رنگ کو گہرا کرنے کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ ان پتیوں کے ذریعہ بہت سے نمک اور وٹامن بھی جسم میں پہونچتے ہیں۔ جنکی صحت کیلئے بہت بڑی ضرورت ہے۔ اسلئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکی مرغیوں کے انڈے عمدہ اور قوت بخش ہوں تو آپ کو لازم ہے کہ انھیں ہری چیزیں کھلائیں۔ اس میں خرچ بھی کوئی زیادہ نہیں اٹھانا پڑتا۔

گاؤں کی مرغیوں کے انڈے جو شہر کی مرغیوں کے انڈوں سے بدرجہا بہتر اور قوت بخش ہوتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ گاؤں کی مرغیوں کو ہری پتیاں ملتی ہیں اور شہر کی مرغیوں کو ہری پتیاں نہیں ملتیں۔

اگر دیکھا گیا ہے کہ بہتیرے شوقین اپنی مرغیوں کو دانا کھلاتے ہیں۔ فی مرغی ایک مٹھی دانا صبح اور ایک شام کو دیکھ کر وہ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ مرغیوں کو اچھی اور کافی خوراک مل رہی ہے۔ مگر یہ انکی غلطی ہے۔ اسی طرح دوسری غلطی وہ لوگ یہ بھی کرتے ہیں کہ وہ اپنی مرغیوں کو بہت تھوڑا گوشت دیتے ہیں۔ جو انکے لئے بہت ہی کم اور ناکافی ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ تندرستی قائم رکھنے کے لئے اور انڈوں کے لئے مرغی کو ایک حد تک دانا کھلانا بھی ضروری ہے، مگر زیادہ تر انھیں گوشت (اوجھڑی) اور ہری پتیاں ہی دینا چاہئے۔

مرغی کے پیٹ میں اوسطاً تین چھٹانک کھانا آتا ہے۔ جسکے لئے اگر مرغی کو آدھی چھٹانک دانا روز دیا جائے اور باقی اوجھڑی، گھر میں بچی کچھی روٹیوں کے ٹکڑے اُبلی ہوئی سبزی اور بھوسی سے بنا ہوا راتب دیا جائے۔ تو کافی سستا بھی پڑیگا) اور اچھا بھی رہیگا۔ یہ راتب اور دانا ڈیڑھ چھٹانک صبح اور ڈیڑھ چھٹانک شام کو دینا چاہئے۔ ہاں، ایک بات اور بھی خیال میں رکھنا چاہئے کہ اگر مرغیاں تنگ جگہ میں بند رکھی جاتی ہوں تو یہ راتب چھترا کر دینا چاہئے۔ جس سے انکی ورزش بھی ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو چھترا کر دینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

ہری پتیوں سے مرغیوں کو وٹامن اے کئی طرح کے نمک اور پانی ملتا ہے۔ ان سے انکا پیٹ ٹھیک رہتا ہے اور انھیں بھوک بھی خوب لگتی ہے۔ زیادہ انڈے انھیں مرغیوں سے حاصل ہوتے ہیں جو خوب اور اچھا کھانا پاتی ہیں۔

جاڑے اور گرمی میں کھلانے کے لئے سبزی برسات میں ہی بو دینی چاہئے۔ لیکن بونے سے پہلے ان باتوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

۱۔ اس میں وٹامن ہے یا نہیں۔ ۲۔ اس کی فصل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ۳۔ اسکے کھلانے کا کونسا

موسم ہوگا۔

۴۔ وہ جمع بھی کی جاسکتی ہے یا نہیں۔

سبزی بونے کے پہلے ان باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ اس میں اچھی خوراک کے سب اجزاء موجود ہیں یا نہیں۔ علاوہ اسکے یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ وہ اچھی اور قوت بخش سبزی ہونے کے ساتھ ہی ساتھ مرغیوں کی پسند کی بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے سے محنت اور خرچ بیکار ہو سکتا ہے۔

بندگوبھی، لیٹس، گاجر، سورج مکھی، سرسوں، رجکا، برسیم، دوب گھاس۔ یہ سبزیاں بہت مفید ہیں۔ اور انکو مرغیاں پسند بھی بہت کرتی ہیں۔ مرغیوں کے بچے تو انھیں بہت ہی شوق سے کھاتے ہیں۔

بندگوبھی اور لیٹس کے پتے اور گاجر بھی مرغیوں کے لئے بہت اچھی چیز ہے۔ اس میں وٹامن بی کافی مقدار میں پائی جاتی ہے لیکن مرغیاں اسکو کچی نہیں کھاتیں۔ اسلئے اسکو ابال کر راتب میں ملاکر کھلانا چاہئے ہاں، بچپن سے عادت ڈالنے میں کچی گاجر کو بھی مرغیاں کھانے لگتی ہیں۔ رجکا کے کھیتوں میں مرغیوں کے بچوں کا چگتے رہنا انکے لئے بہت ہی فائدے مند ثابت ہوتا ہے۔ ایسے بچے عورتوں کی بہ نسبت بڑے ہونے پر بہت تندرست رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ رجکا کھلانے سے مرغیاں اچھے انڈے دیتی ہیں۔ اور انڈے دینے والی مرغیوں کی تندرستی بھی ٹھیک رہتی ہے۔ اور انڈا نہ دینے والی مرغیاں جلدی ہی انڈے دینے لگ جاتی ہیں۔

اسطرح رجکا اور دوسری سبزیاں کھلانے سے نہ صرف مرغیاں انڈے ہی اچھے قسم کے دینگی بلکہ انکی تعداد بھی زیادہ ہوگی۔

مرغیوں کی نسلیں۔ عام طور پر مرغی پالنے والوں کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ کس نسل کی مرغی اچھی رہیگی اس سوال کا کوئی طے شدہ جواب نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو مرغی جس جگہ کے مطابق ہو وہی وہاں کے لئے اچھی ہے۔ کیونکہ اگر ایک مقام کا رہنے والا اوربنگٹن نسل کی مرغی کو اچھا سمجھتا ہے تو دوسرا اسکو بالکل ہی پسند نہیں کرتا۔ ہاں، یہ بات بھی ضروری ہے کہ عام طور پر ایسے مقامات کے لئے جہاں ہری گھاس مل سکتی ہو۔ ائیلنیڈ ریڈ، ہوائٹ لیگ ہورن، لائٹ سسیکس یا اوسٹروپ تو اگر رکھے، تو کوئی نقصان نہیں۔ اسی طرح ایسے مقامات کیلئے جہاں ڈھوال اور کالی پیلی مٹی زیادہ ہو بلیک منارکا یا روڈ ائیلنڈ ریڈ رکھے تو فائدے میں رہیگا۔

ائیلنڈ ریڈ، ہوائٹ لیگ ہورن، روڈ ائیلینڈ ریڈ، بلیک منارکا کی دوغلی مرغیاں بھی انڈے دینے میں اچھی رہتی ہیں۔ کھانے کے لئے روڈ ائیلنیڈ ریڈ کی دوغلی نسل اچھی رہتی ہے۔ دوغلے نروں سے نسل نہ لینا چاہیئے کیونکہ اس سے آئندہ نسل خراب ہو جاتی ہے۔ جس سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

کس ذات کی مرغی کو کہاں رکھا جائے؟ ذیل میں ہم کچھ ایسی خاص خاص باتوں کا ذکر کرینگے۔ جس سے اسبات کا پتہ لگ جائیگا کہ کس ذات کی مرغی کو کہاں رکھنا زیادہ فائدے مند ہے۔

جہاں زیادہ برسات ہوتی ہو وہاں اورائیلنڈ ریڈ، لائٹ سسیکس یا اوسٹرلوپ اچھی طرح رہ سکتی ہے۔ اور جہاں پانی کم گرتا ہے وہاں بلیک منارکا کو رکھنا چاہیئے۔ علاوہ اسکے ہوائٹ لیگ ہورن ایسی ذات ہے کہ جسکو ہر جگہ پر رکھا جا سکتا ہے۔

مختلف ذات کی مرغیاں اور ان کی خصوصیتیں۔ ہوائٹ لیگ ہورن، مرغیوں کی وہ ذات ہے۔ جسکو دنیا میں سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے اٹلی کے لیگ ہورن نام کے مقام میں اس ذات کو ترقی دی گئی۔ مگر بعد میں انگلینڈ، امریکہ اور آسٹریلیا کے لوگوں نے سب سے زیادہ انڈا دینے والی مرغی بنا دیا۔ یہاں تک کہ انگلینڈ میں تو یہ "انڈا دینے کی مشین" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سب سے زیادہ انڈا دینے والی مرغی کی ذات کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا، مگر پھر بھی اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ وائٹ لیگ ہورن زیادہ انڈا دینے والی ذات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلینڈ اور امریکہ میں لوگ اسی ذات کو زیادہ پالتے ہیں۔ امریکہ میں نیویارک کے نزدیک فارم میں ۵۰۰۰۰ مرغیاں ہیں جو سارے نیویارک شہر کو انڈے سپلائی کرتی ہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ امریکہ میں مرغیوں کی "رانی کھیت" جیسی بیماری نہیں ہے۔ لہذا ہمارے ملک میں جب تک اس بیماری کا کوئی علاج نہیں دریافت کرلیا جاتا۔

اسنے بڑے بڑے فارم کھولنا فائدے مند نہیں ثابت ہوسکتا۔

روڈ آئیلینڈ ریڈ مرغی کی وہ ذات ہے جو نہ صرف انڈے ہی دیتی ہے بلکہ دیکھنے میں بھی خوبصورت ہوتی ہے۔ انڈے دینے میں یہ قریب قریب اوسط درجہ کی لیگ ہورن کے برابر ہے۔ یہ ہندوستان میں ہر جگہ اور ہر طرح کی آب وہوا میں رہ سکتی ہے۔ سردی گرمی اور برسات کسی موسم میں بھی اسکو کوئی دقت نہیں ہوتی۔

بلیک منارکا۔ یہ ذات ایسے مقامات میں جہاں مل وغیرہ ہوں یا جہاں کی آب وہوا سندھ، راجپوتانہ جیسے مقامات کی طرح ہو ——— پالی جاسکتی ہے۔ اسکا انڈا بھی دوسری ذات کی مرغیوں کی بہ نسبت بڑا ہوتا ہے

یہ آرزو تھی

آلِ احمد سرور

۱

یہ آرزو تھی کہ شعر و ادب کی دنیا میں
مرے حسین خیالوں کے باغ بھی ہوتے
دلوں کے سرد اندھیرے میں چاندنی کیلئے
مرے چراغ سے روشن چراغ بھی ہوتے

۲

یہ آرزو تھی کہ اس ملک کے جوانوں کو
ہم اپنے قلب کی ساری حرارتیں دیتے
حیاتِ تازہ کے وہ ولولے عطا کرتے
جو مشتِ خاک کو تاروں کی رفعتیں دیتے

۳

یہ آرزو تھی کہ ہم اپنی درسگاہوں میں
سیاستوں کے فریبوں کو فاش کر سکتے
یہ بن گئے ہیں روایت کے مصلحت کے بُت
بس ایک بار اُنھیں پاش پاش کر سکتے

۴

یہ آرزو تھی سیاست کے پہلوانوں کو
نیا خیال، نیا دل، نئی نظر دیتے
ان انقلاب کا نعرہ لگانے والوں کی
طبیعتوں ہی میں کچھ انقلاب کر دیتے

۵

مگر تری نگہِ لطف یاد آتی ہے
کسے خبر نگہِ لطف کل رہے نہ رہے
کسے خبر تری زلفوں میں بل رہے نہ رہے

۶

بس آج اور نظر کامیاب ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ کل انقلاب ہو جائے

ہندوستان میں بطخ بانی

از جناب زیدی - اے - ہاشمی اسسٹنٹ ریسرچ افسر
امپیریل ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ مکٹیسر

دنیا کی کل پالتو بطخوں کا تقریباً ۱۰ فیصدی ہندوستان میں اندازہ لگایا گیا ہے۔ ہندوستان میں بطخوں کی تعداد ۱۶۶۰۰۰۰۰ ہے لیکن کسقدر تعجب کی بات ہے کہ اس مفید پرندے سے اس ملک میں زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ اور نہ اس ملک میں اسکی نسل کی اصلاح کرنے کیطرف ہی کوشش کی گئی۔

ایک ہزار کروڑ کی اسکیم۔ کھیتی اور جانوروں کی ترقی کے لئے "زیادہ اناج پیدا کرو" تحریک کے ماتحت ابھی حال میں ایک اسکیم کا اعلان کیا گیا ہے جس میں ایک ہزار کروڑ کا سرمایہ لگیگا۔ اس اسکیم سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اناج کی پیداوار میں اگلے دس سالوں میں ۵۰ فیصدی اور ۱۵ سالوں میں ۱۰۰ فیصدی کا اضافہ ہوگا۔ انڈوں کی اہمیت کی معلومات کیوجہ سے اس رقم کا ایک اچھا حصہ مرغی پالنے کی تجارت میں لگایا جائیگا۔ اب تک اسطرح کی جتنی رقم ہوئی تھی انکا استعمال مرغیوں کی ترقی کے لئے کیا گیا۔ مگر ایک کروڑ ساٹھ لاکھ بطخوں کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ اسکی وجہ شائد یہ ہے کہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ بطخ اور مرغی دونوں میں سے ایک ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ لہذا دونوں فاؤل کو پالنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ مگر یہ خیال غلط ہے کیونکہ دکھن اور یورپ میں بطخیں بہت زیادہ پالی جاتی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ رقبہ انکے لئے بہت مناسب ہے اور وہاں انکی طرف سے بے توجہی ہونے پر بھی انکی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔

بطخ اور مرغیوں کی بیماریاں۔ اس ملک میں کسی طرح کے جانوروں کو پالنے اور انکو بڑھانے کیلئے ضرورت ہے اسبات کی کہ انکی بیماریوں کو بھی دھیان میں رکھا جائے۔ کیونکہ انکی تندرستی اور بیماری پر ہی نقصان اور فائدہ منحصر ہے۔ یہی بات مرغیوں کے متعلق بھی ہے۔ ہندوستان میں سب سے خاص "رانی کھیت" کی بیماری ہے۔ یہ چھوت سے اور بہت جلدی پھیلتی ہے۔ جہاں یہ پھیل جاتی ہے جھنڈ کے جھنڈ صاف کر دیتی ہے مرغیوں کا چیچک اور فاؤل اسپروچائٹوسیس مرغیوں کی دوسری بیماریاں ہیں۔ جو بہت خاص جگہ رکھتی ہیں۔ رانی کھیت بیماری روکنے کیلئے کوئی خاص دوا نہیں ہے۔ اسکو روکنے کے لئے جو ترکیبیں کی جاتی ہیں، وہ ابھی ابتدائی حالت میں ہیں۔ ان بیماریوں کے تجربوں کے ذریعہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ ان بیماریوں کو روکنے کے لئے مفید دوائیں نہیں ملتیں۔ لیکن ممکن ہے ان ترکیبوں کو کام میں لانے والوں کی کمی کیوجہ سے انکی اہمیت کچھ نہیں رہ جاتی۔ ایسا اندازہ کیا گیا ہے کہ عام طور پر ۲۳ سے ۵۰ فیصدی انڈے دینے والی مرغیاں ہر سال مرجاتی ہیں۔ اس سے اس تجارت میں جو نقصان پہنچتا ہے اسکا اندازہ تب کیا جا سکتا ہے جب یہ سوچا جائیگا کہ ان مرنے والی مرغیوں کی تعداد ہندوستان میں ۲۲۵ لاکھ ہوتی ہے۔ مرغیوں کی اس تعداد اموات کی متعدد وجوہات ہیں۔ لیکن اس میں چھوت چھات ہی خاص بیماری ہے منظری طور پر

رانی کھیت کی بیماری اور مرغیوں کی بہ نسبت بطخ زیادہ کر سکتی ہے۔ لہذا بطخیں مفید بھی زیادہ ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ مرغی اور بطخ کے انڈوں سے جب بچے پیدا کئے گئے، تو بطخوں کے بچوں میں مرنے والوں کی تعداد نسبتاً کم رہی۔ بچے پیدا کرنے کے لئے جہاں مرغیوں کے ۲۰ سیکڑے سے زیادہ انڈے ہوتے ہیں وہاں بطخوں کے ۹ - ۳ فیصدی انڈے کافی ہوتے ہیں۔ اسلئے بطخ کے انڈے زیادہ تعداد میں بازار میں جاتے ہیں۔

زیادہ اور بڑے انڈے۔ بطخیں جو کچھ کھاتی ہیں اسکو خوراک کی شکل میں بنانے والوں میں خاص درجہ رکھتی ہیں۔ ہندوستانی بطخیں سال ۱۹۰ انڈے دیتی ہیں۔ جبکہ مرغی صرف ۵۳۔ برمائی بطخوں کو ہندوستان کی بطخوں کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح اور کافی دیکھ بھال کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ یہاں کی بطخیں مرغیوں کی بہ نسبت وزن میں چھ گنے انڈے دیتی ہیں۔ ہندوستان کے متعدد مقامات میں بطخیں ۱۴۰ انڈے تک دیتی ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ اگر بطخوں کی نسل میں اصلاح کی جائے اور انکا انتظام زیادہ اچھی طرح اور انکا انتظام زیادہ اچھی طرح ہو تو وہ اور اچھی طرح انڈے دے سکتی ہیں۔ لیکن موجودہ حالت میں ملک کے کل انڈوں کا ۱۵ فیصدی ہوتا ہے۔ انڈوں کی شکل بھی بڑی ہوتی ہے۔ ۱۰۰ بطخوں اور ۱۰۰ مرغیوں کے انڈوں کا وزن ۱۴ پونڈ ۱۱ اونس اور ۸ پونڈ ۱۰ اونس ہوتا ہے۔

تجارتی نقطۂ نظر۔ کچھ مرغیوں کے فارموں کے علاوہ زیادہ تر مرغیاں چھوٹی موٹی تعداد میں دیہات میں کھیتوں کے سہارے پالی جاتی ہیں۔ مرغیوں کو اپنی خوراک اپنے آپ تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اسکے۔ اور انکے پالنے والے ان سے جو فائدہ اٹھاتے ہیں اسکے لئے انہیں کچھ صرف نہیں کرنا پڑتا اسلئے انڈوں کا اکٹھا کرنا انکو رکھنا اور انکی بکری کے کام میں بہت سی مشکلات سامنے آتی ہیں۔ کیونکہ ہر مرغی پالنے والے کے پاس بہت تھوڑے سے انڈے ہوتے ہیں۔ اس سے اسکو فائدہ بھی بہت کم ہوتا ہے۔ مرغیوں کی بہ نسبت بطخوں کے پالنے سے تجارتی نقطۂ نظر سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ کچھ رقبوں میں ۵۰۰ سے ۱۰۰۰ تک بطخوں کے جھنڈ ہوتے ہیں۔ انکے انڈے بکری کے لئے آسانی سے مل سکتے ہیں۔ روزی پیدا کرنے کے لئے بطخوں کا جھنڈ ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ اسلئے انکے مالک انکی بہتری کے لئے زیادہ توجہ بھی دیتے ہیں۔ اسلئے بطخوں کی اصلاح اور نظام زیادہ عملی اور مفید ہے۔

منافع۔ بطخ پالنے سے ایک اور فائدہ ہے، وہ یہ کہ بند پانی میں پیدا ہونے والے گھونگھوں کی تعداد کم ہو جائیگی۔ کیونکہ بطخیں گھونگھوں کو کھا جاتی ہیں۔ ان گھونگھوں سے جانوروں، بھیڑوں اور بکریوں کے پھیپھڑوں کی بیماریوں کے جراثیم ہوتے ہیں۔ یہ بیماری ان رقبوں میں زیادہ زور پکڑتی ہے، جہاں برسات زیادہ ہوتی ہے۔ مگر پانی نکلنے کے راستے کم ہوتے ہیں۔ اسکی ایک مثال حیدرآباد ہے جہاں اس بیماری کیوجہ سے سینچائی کی اسکیم بری طرح برباد ہو گئی ہے۔ آسٹریلیا، ممالک متحدہ امریکہ، نیوزیلینڈ اور دوسرے ملکوں میں جو کام ہوئے ہیں اسکے ثابت ہوتا ہے کہ پھیپھڑوں کی بیماری کو روکنے کے لئے گھونگھوں کو برباد کرنے کیلئے بطخیں بہت مفید ہیں۔ کیونکہ یہ گھونگھوں کو کھا جاتی ہیں۔ ایسے رقبہ بطخوں کے پالنے کے لئے بہت ہی مناسب ہیں۔

ہندوستانی بطخ۔ ہندوستانی بطخ بہت زیادہ انڈے دینے والی ہوتی ہے۔ جو بطخیں ہندوستان سے باہر بھیجی گئی ہیں۔ انہیں اونچی نسل کی چڑیوں نے ترقی کر کے اپنی قابلیت اور کام کا ذکر ذیل میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جو کہ انگلینڈ میں سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا ہے۔

"پہلے سال بحری فوج کا ایک کپتان بطخ کو یہاں لایا،

بل

ہندوستان میں داخل ہوتے ہی بطخ کے عجیب جسم اور عجیب عادتوں نے اسکو متوجہ کیا۔ جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ بطخیں بہت زیادہ انڈے دیتی ہیں۔ تو وہ کچھ بطخیں خرید کر انگلینڈ لایا۔ انکی چرچا بہت جلدی پھیلی۔ اور انکی تعداد بھی بڑھنے لگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستانی بطخیں جو پہلے پہل انگلینڈ لائی گئیں، اونچے قسم کی تھیں۔ جنکو دیکھکر لوگوں میں انکے لئے کشش پیدا ہوئی تھی۔ انکے بوتل کیطرح انکا جسم اسطرح بنا ہوتا ہے کہ وہ آزادی سے چل پھر سکتی ہیں۔ پیر پیچھے ہونے کیوجہ سے دوڑ سکتی ہیں۔ اسوجہ سے دوڑنے والی بطخ دوسری بطخوں کی بہ نسبت اپنی خوراک زیادہ آسانی سے حاصل کرلیتی ہے۔ اور زیادہ انڈے دینے والی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ ذات تیز چلتی ہے اسلئے اپنے کھانے کے لئے کیڑے مکوڑوں اور گھاس پات کی تلاش میں یہ بہت دور تک جاسکتی ہیں۔ اور اسے ہاتھ سے کھلانے کی ضرورت کم پڑتی ہے۔

یوروپ کی پہلی لڑائی کے بعد ہی انگلینڈ میں ہندوستانی دوڑنے والی بطخوں کی نسل بڑھانے کا کام تیزی کے ساتھ شروع کیا گیا۔ اور یہیں سب سے پہلے انڈے دینے والی بطخوں کی تجارت شروع ہوئی۔ انکی بہت سی قسمیں تیار کی گئیں۔ جیسے سفید، چتکبری وغیرہ جو بعد میں دوسری قسموں جیسے خاکی کیمپبل وغیرہ کو تیار کرنے کے لئے کام میں لائی گئیں۔

ترقی کے رقبے۔ مرغی میں اس ملک کے بہت سے حصوں میں بہت بڑھتی ہے۔ لیکن بطخوں پر ماحول کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ ہندوستان کے پورب اور دکھن میں جہاں پانی کی کثرت ہے بطخیں بہت زیادہ بڑھتی ہیں۔ لیکن اتر پچھم کے خشک حصوں میں انکے انڈے کم تعداد میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسلئے پہلے انکی ترقی کا کام انہیں حصوں میں کیا جانا چاہئے۔ پھر بھی ہندوستان کے بہت سے حصے جیسے بمبئی کے بعض حصے ایسے ہیں جہاں کا قدرتی ماحول بطخوں کے موافق ہے۔ لیکن وہاں بطخیں کم پالی جاتی ہیں۔ ایسے حصوں میں بطخیں پالنے کا کام کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ اسکے دوسری جگہوں میں بھی جیسے پنجاب کا وہ حصہ جہاں نہریں ہیں اسکے لئے مناسب ہے مقامی باتوں کا تجربہ کرنے کے لئے ایسے حصوں میں چھوٹے پیمانے پر بطخیں پالنے کا کام کیا جانا چاہئے۔

لڑائی کا نتیجہ۔ لڑائی کیوجہ سے ہندوستان کے بہت سے ایسے ذرائع کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول ہوئی ہے۔ جنکے متعلق اب تک کوئی تحقیق نہیں تھی۔ ہندوستان کی موجودگی کیوجہ سے کھانے کے لئے انڈوں کی ضرورت نے مرغی پالنے کی اسکیموں کو ترقی دی اور بطخ پالنے کے بہت سے فارم شروع کئے گئے ہیں۔ اسوقت اسبات کی ضرورت ہے۔ کہ سرکار ملک کی قوت بخش خوراک کی کمی کو دور کرنے کے لئے اسطرح کی اسکیمیں شروع کرے۔ فوجی بطخ پالنے کے یہ فارم پہلے فارم ہیں جہاں الگ الگ انگلینڈ میں بطخ پالنے کے مسئلے کے متعلق تجربات حاصل کئے جارہے ہیں۔ لڑائی کے بعد ان فوجی فارموں کو اپنے ہاتھ میں لینے کیلئے سول سرکاروں کے ذریعہ کوشش کیجارہی ہیں۔

تحقیق کی ضرورت۔ بطخ پالنے کے مسئلے کے لئے سب سے پہلے مندرجۂ ذیل باتوں کی ضرورت ہے بہترین قسم کی دیسی بطخوں کے انتخاب کے لئے ملک کا سروے کیا جائے۔ الگ الگ حلقوں کیلئے ان بطخوں سے مفید قسمیں تیار کی جائیں۔ ملک میں جو خوراک آسانی سے مل سکتی ہے اس کے مطابق کے کھانے کے پیمانے مقرر کئے جائیں۔ الگ الگ آب و ہوا کا بطخوں پر کیا اثر پڑتا ہے اسکا مطالعہ کیا جائے۔ اور مختلف آب و ہوائیں انکے پالنے کے لئے ذرائع تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔ بطخوں کی عام بیماریوں، اور انکے روک تھام کیلئے تحقیق کیجائے۔

دنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصرا)

جاپان کی لڑائی ختم ہو چکی ہے مگر اب بھی انام اور انڈونیشیا میں لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ دونوں ملک فرانس اور انگلینڈ کی نوآبادی تھے۔ جاپان کی لڑائی میں یہ جاپانیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ مگر آج انہوں نے جاپان کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد اپنے آپ کو آزاد اعلان کر دیا ہے۔ انکے خلاف ڈچ اور فرانسیسی فوجیں لڑ رہی ہیں۔ انکا ساتھ دینے کیلئے

بمبئی کے بندرگاہ میں شاہی ہندوستانی بحری فوج کے دو بڑے جہاز
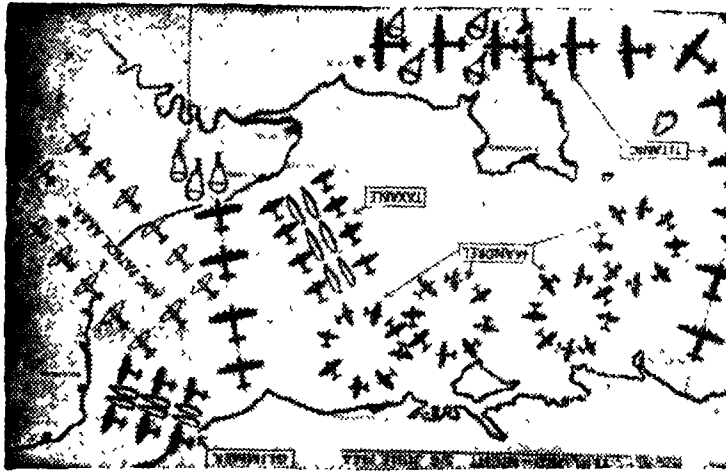
برطانوی اور ہندوستانی فوجیں بھی لڑ رہی ہیں۔ مگر ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لڑائی سے بہت سے ہندوستانی ناراض ہیں۔
چین میں خانہ جنگی بچانے کے لئے چیانگ کائی شیک اور کمیونسٹ لیڈروں سے گفت و شنید ہو رہی ہے مگر ابھی تک وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہونچے۔
فلسطین کا معاملہ بہت سنگین ہو گیا ہے۔ یہودی بغیر پاسپورٹ کے ملک کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ عرب لیڈروں نے دنیا کی مہذب اقوام سے اسکی اپیل کی ہے۔

راڈار کو روکنے کا برطانیہ میں انتظام

ہندوستان کے مسلمان لیڈروں نے بھی اپنی ہمدردی اس ملک کے رہنے والے مسلمانوں کیساتھ ظاہر کی ہے۔ مگر معاملہ امریکہ اور برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر یہ معاملہ کسی طرح سلجھ سکتا ہے تو وہ برطانوی اور امریکی لیڈروں سے، مگر ابھی تک ان دونوں ممالک کے لیڈر اسطرف بہت کم توجہ دے رہے ہیں۔
جنرل توجو کے بعد پرنس ہگاشی کونی نے وزارت بنائی تھی۔ اسکے وزراء اور جنرل میک آرتھر سے اختلاف کیوجہ سے وزراء نے استعفیٰ دے دیا۔ جنرل میک آرتھر نے مسٹر اویاما جاکی کو ہٹانے کیلئے کہا۔ مگر وزیر اعظم نے ایسا کرنے میں مجبوری کا اظہار کیا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری وزارت نے استعفیٰ دے دیا ہے۔
امریکہ کی ایک خبر رساں ایجنسی کے ذریعہ پنڈت جواہر لال سے اپنے مستقبل کے متعلق مشورہ طلب کیا ہے۔ جسکا مقصد یہ ہے کہ انکو ممالک متحدہ کیساتھ رہکر کس طرح اپنی ہستی کو قائم رکھنا چاہیئے۔
لندن کانفرنس کے ناکام ہو جانیسے امریکہ اور روس میں کافی اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ اخباروں نے امریکہ اور روس کے رخ کی بنیاد پر ایک نئی جنگ کا عنوان شائع کیا ہے۔ امریکہ کے پریسیڈنٹ ٹرومین نے ستمبر کے مہینے میں اپنے ملک میں لازمی فوجی تعلیم کا حکم دیا تھا۔ روس کے اخبارات نے اپنے ملک کے فوجیوں کو سنگین اور بندوقیں تیار رکھنے کیلئے متنبہ کیا تھا۔ ادھر جاوا کے اور ڈچ اور برطانوی فوجوں کے حملہ نے جاوا کے باشندوں کو پریشان
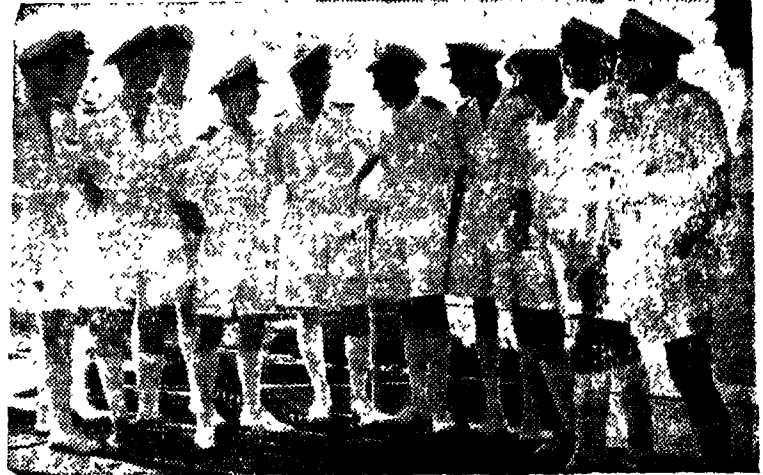
نئی شاہی ہندوستانی فوج کے افسر

کردیا۔ اس سے جاوا کی آزاد حکومت کے صدر ڈاکٹر سوکارنو نے دنیا کے چار بڑے سیاسی لیڈروں کو جاوا کیلئے مدعو کیا ہے۔ انہیں پنڈت جواہرلال بھی ہیں۔ اسکے بعد ڈاکٹر سوکارنو نے ممالک متحدہ امریکہ کے صدر ٹرومین اور مارشل اسٹالن کو جاوا کے معاملے میں دست اندازی کرنے کیلئے مدعو کیا ہے۔ اسپر امریکن صدر نے اپنے ۱۲ ویں عملی نکات کے مطابق دوسرے ملکوں کی سیاست میں دخل دینے یا صلح وغیرہ کرانے سے انکار کردیا ہے۔

ایٹم بم کو لیکر دنیا میں ایک بحث اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ ایٹم بم کے استعمال کو لوگ برا کہتے ہیں۔ کسی بھی مہذب ملک کے انسان نے اس بم کے استعمال کی تعریف نہیں کی۔ ہر جگہ سے اس مہلک بم کے استعمال کی مذمت کی تجاویز پاس ہو رہی ہیں۔

ارجنٹائن کی حکومت نے بھی استعفیٰ دے دیا ہے۔ وہاں کے فوجی اڈوں کی خبر ہے کہ سمندری اور تیسری پولیس آئرس ریجیمنٹ نے پریسیڈنٹ فیرل کے خلاف بغاوت کردی ہے۔ صدر فیرل نے اعلان کیا ہے کہ انکی وزارت نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس سے اس ملک کی سیاسی حالت بہت ہی پیچیدہ ہوگئی ہے۔

امریکہ کے صدر ٹرومین نے ایٹم بم کے سلسلہ میں اپنے ملک کا پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ برطانیہ سے وہ مشورہ بھی کرینگے۔

جرمنی کے نازیوں کے مقدمہ کی سماعت شروع ہوگئی ہے۔ روس، فرانس، برطانیہ اور امریکہ کے چار جج انکا فیصلہ کرینگے۔ ہرہیس بھی انگلینڈ سے جرمنی لائے گئے ہیں۔ ربن ٹراپ اور دوسرے بہت سے نازی لیڈروں کی پیشی اس عدالت میں ہوگی۔ فرانس میں نیا الیکشن ہو رہا ہے، جلد ہی نتیجہ نکلیگا۔ جنرل ڈیگال کی پارٹی کی کامیابی کی امید ہے۔ وینیزویلا میں بھی ایک نیا انقلاب ہوگیا ہے۔ وہاں کے انقلابیوں کے سامنے وہاں کے صدر اسیاس میڈینا نے ہتھیار ڈال دیا ہے۔ میڈینا کے ہتھیار ڈالنے کی خبر سنتے ہی کارکاس میں ہتھیار بند شہریوں نے لوٹ شروع کردی۔

نئی اڑنے والی ناؤ کا کنٹرول روم اور کاک پٹ

ہیں

وزارت کے بہت سے ممبر بھاگ کر میکسکو کے قصر شاہی میں پناہ گزین ہیں۔

ملک میں لیگ کے خلاف ساری مسلم جماعتیں ایک ہو کر الیکشن لڑنے کا پروگرام بنا رہی ہیں۔ دہلی میں اسکا مرکزی دفتر کھلا ہے۔ جمیعتہ العلماء ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی اس جماعت کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ خاکساروں کے لیڈر علامہ مشرقی نے بھی لیگ کے خلاف الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔ سر فیروز خاں نون وائسرائے کونسل سے مستعفی ہو کر الیکشن لڑنے کیلئے آزاد ہو گئے ہیں۔ سندھ کی لیگ میں دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔ بنگال میں ایک پرجا پارٹی اور دوسری مسلم جماعتیں لیگ کے خلاف الیکشن لڑ ینگی۔ مرکزی اسمبلی کے الیکشن کی نامزدگیاں ہو گئی ہیں۔ کسی کسی صوبہ میں کچھ دنوں کے بعد ہونگی۔ کانگریس اور قوم پرور مسلم جماعتیں ایک متحد ہو کر الیکشن لڑ رہے ہیں۔ ہندو مہا سبھا اور لیگ کانگریس کی مخالفت کرتی ہے۔ کئی سیٹوں سے کانگریس کے امیدوار بلا مقابلہ منتخب کر لئے گئے ہیں اور بعض سیٹوں سے لیگ کے امیدوار۔ لیگ کے لیڈر مسٹر جناح بمبئی سے الیکشن لڑ رہے ہیں۔ انکے مقابلہ میں بمبئی کے حسین بھائی لال جی کھڑے ہیں۔

جنکی کامیابی کی امید ہے۔ ڈاکٹر سشیاما پرشاد مکرجی (ہندو مہا سبھا کے صدر) بھی انتخاب لڑ رہے ہیں۔ انکے مقابلہ میں کانگریس کا امیدوار کھڑا ہو گا۔ اسطرح یہ الیکشن بڑے زوروں کے ساتھ لڑا جا رہا ہے۔ بنگال میں کانگریس کی دو پارٹیاں ہو جانے کیوجہ سے اس کی طاقت کم ہو گئی تھی۔ مگر اب فارورڈ بلاک کانگریس میں شامل ہو گیا ہے۔

ادھر ایک نیا واقعہ پیش آیا ہے وہ یہ کہ ہندوستان کے کئی گورنروں کی میعاد ختم ہو گئی ہے۔ ملک معظم کی حکومت نے انکی جگہوں کو پورا کیا ہے۔ انھیں جگہوں پر سر چندو لال ترویدی ایک ہندوستانی گورنر ہونگے۔ لارڈ سنہا کے بعد ترویدی صاحب دوسرے گورنر ہیں۔ آپکو اڑیسہ کا گورنر بنایا جائیگا۔ سر اوان جنکنس پنجاب، سر اولاف کیرو سرحد، سر ہیوڈ سندھ کے گورنر بہار گورنر اسٹفورڈ کی جگہ کام کرینگے۔ سر فرنیسس موڈی حکومت ہند کے ہوم ممبر سے صوبہ سندھ کے گورنر بنائے جائینگے۔

ادوے پور میں ہندی ساہتیہ سمیلن کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں ہندوستان کی قومی زبان ہندی کو بنانے کے لئے تجویز پاس ہوئی۔ سارے ملک میں باشندگان جاداکی بہادری اور حب الوطن پہ ہمدردی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

برطانیہ کے ایک شہر میں بجلی کی روشنی میں مکان بنائے جا رہے ہیں

مالی

(از جناب سری رام شرما "رام")

مالی کا پیدائشی پیشہ باغبانی کرنا ہے۔ آج بھی وہ یہی کام کرتا ہے۔ مالی بوڑھا ہے کمزور ہے، اسکی سفید بڑھی ہوئی ڈاڑھی کے اندر چھپی ہوئی وہ دو چھوٹی چھوٹی آنکھیں اب دھندلی اور بے نور ہوگئی ہیں۔ اسکا وہ لمبا چوڑا جسم جھک گیا ہے۔ وہ جیسے بے جان بن گیا ہے۔

مالی کے متعلق اتنا کوئی نہیں جانتا کہ کہاں وہ پیدا ہوا ہے، اور کہاں اسکی پرورش ہوئی۔ بس اتنا ضرور سنا گیا کہ جب وہ پردیش نیں آیا تو جوان تھا، اچھا لمبا چوڑا آدمی لگتا تھا، اور چلتا تھا تو جیسے کوئی پہلوان ہو۔ وہ ہمیشہ ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے سینہ تان کر نکلتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مالی اپنی جوانی کے دنوں میں دیوانہ دکھلائی دیتا تھا کسی سے بات کرنا تو جیسے لڑنے کے لئے ہمیشہ اپنی اینٹھ میں رہتا، مالی نے کبھی کسی کا بھلا کیا، بھلا سوچا ایسا بھی اسکے جاننے والوں کا خیال نہیں ہے۔

متعدد بار سنا گیا کہ مالی کسی دور دراز مقام سے آکر اس کوٹھی میں باغبانی پر مقرر ہوا۔ خدا معلوم کس جادو کے بل پر وہ وہیں کا وہیں بنا رہ گیا۔ مالی دو روپیہ ماہوار اور خوراک پر لگا۔ اور اب پورے بیس سال بعد دس روپیہ اور خوراک پر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مالی اب نوکر جیسا نہیں رہا۔ اس خاندان کا یعنی مالک کے گھر کا ایک آدمی بن گیا ہے۔

پڑوسیوں کا کہنا ہے کہ مالی کی زندگی میں جو جد وجہد آندھی اور جھنکھاڑ کا موسم آیا۔ وہ تھا مالک کے یہاں کام کرنے والی مہری رمیا کا اسکی زندگی میں آنا۔ کہتے ہیں کہ رمیا نے خود ہی اپنے آپ کو مالی کے سپرد کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن مالی کا خشک مزاج، جانوروں جیسا حال ہمیشہ رمیا کو ابائے رہتا تھا۔ لیکن خود مالی نے جب رمیا کو اپنی طرف جھکتے دیکھا، اپنے دکھ سکھ کی بات پوچھتے دیکھا۔ تو اسنے بھی اپنا دل، زندگی اور روح کو اس رمیا کے سپرد کر دیا۔ پر معلوم یہ ہوتا تھا۔ کہ رمیا اور اسکو ایک نہ ہونا تھا۔

جس دن مالی نے اپنے جمع کئے ہوئے روپیوں سے رمیا کے لئے بندی، سرمہ دانی اور لہنگا اوڑھنی کیساتھ ہاتھوں میں رچانے کیلئے مہندی، پیروں کے لئے سلیپر وغیرہ سامان کی پوٹلی رمیا کے گھر کے دروازے پر جاکر رکھی تو اسنے اندر ایک آدمی کو بھی دیکھا۔ اس شکل کو مالی نے پہچان لیا۔ رمیا اس سے کیا بات کر رہی تھی، اسکو بھی اسنے سن لیا۔ لہذا اسنے سامان کی پوٹلی پھر ہاتھ میں اٹھالی۔ اسکو ایسا معلوم ہوا کہ اسکے دل کی دھڑکن بھی یکایک رک گئی ہے۔ سانس بھی تیز ہوگئی اور ایک بار اسکے دل میں ایک بات اٹھی کہ وہ اندر جائے اور اس سامان کو رمیا کے منھ پر جاکر مار دے۔ اور وہ پڑوسی ہرکھو جو گھل مل کر باتیں بنا رہا ہے۔ رمیا کے ساتھ اسکو بھی زمین پر پٹک دے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ یہ وہ اپنی عادت کے خلاف ہوگا اور وہ کسی دور اندیش انسان کیطرح اپنے دل کو تھامے ہوئے اپنے مقام پر واپس لوٹ آیا۔

اسی دن شام کو جب رمیا آئی، تو وہ پہلے ہی کی طرح مسکرائی، آنکھوں سے ہنسی مگر مالی نے نہ معلوم کتنی مشکل سے اپنے دل کے درد کو روک کر اس سے کچھ نہ کہا بلکہ پہلے کی

ہی طرح جوابًا مسکرا دیا۔ اسوقت وہ نہ معلوم کسقدر حیرت
کے ساتھ اس پر اسرار عورت کو دیکھنے لگا، اور سمجھنے
کی کوشش کرنے لگا۔

اسطرح جب کئی دلوں تک بھی دونوں میں سے
ایک بھی اپنے دل کی بات اصلیت پر نہ آیا۔ اور مانی نے
اپنی طرف سے رمیا کے سامنے محبت کا ایک لفظ بھی نہ کہا نہ
اسکا اظہار کیا تب تو رمیا نے ایکدن کہا کیوں جی تم کیسے
ہو، بولتے نہیں، کچھ کہتے نہیں؟

مانی نے اسوقت اپنے سوکھے ہونٹوں سے ہنس
کر کہا۔ "میں کیا کہوں رمیا......... کیا؟"

رمیا نے کہا۔ "اپنے دل کی باتیں......... وہ"

یہ سُن کر مانی نے صرف "ہوں" کر دیا۔ اور اپنی
غصّہ سے بھری ہوئی آنکھوں کو ایکا یک آسمان کیطرف اٹھا دیا۔

رمیا نے کچھ بھی نہ سمجھکر پھر کہا۔ "میں تم سے محبت
کرتی ہوں، مانی تمکو دل دیتی ہوں، دیکھتے ہو میں تمہاری
راہ تکتی ہوں"

یہ سنکر بھی مانی مسکرا دیا، اسنے ایک بار دفعتاً
رمیا کیطرف دیکھا، اور زور سے قہقہہ مارکر اسطرح
ہنس دیا کہ جس نے ایکا یک رمیا کو بھی کنپا دیا۔

یہ دیکھکر رمیا تنگ بھی گئی، اور سہم بھی گئی اور
اسوقت وہ وہاں سے چلی گئی۔

دوسرے دن پڑوسی ہرکھو مانی کے پاس آکر
بیٹھا اور کہنے لگا۔ "مانی بھائی، ایک بات کہوں۔ سنوگے!
مانو تو کہوں"

مانی نے جسطرح پہلے دن رمیا کی طرف دیکھا تھا،
اسیطرح ہرکھو کیطرف دیکھکر بولا "کہو"

ہرکھو نے کہا۔ "مجھکو بیس روپیئے چاہیئے۔ سنو
میں رمیا سے شادی کر رہا ہوں۔ اسکے لئے کچھ کپڑا اور
بندی چوڑی چاہیئے۔ ابھی پیسہ میرے پاس نہیں ہے۔
آئیگا تو تمہیں واپس کر دونگا۔ اسیوقت وہ پھر بولا۔ میرا
تو خیال تھا کہ کچھ ٹھہر کر اس رشتہ کو جوڑ دونگا۔ لیکن رمیا کہتی
ہے کہ مجھسے اکیلا نہیں رہا جاتا ویسے دیکھتے تو تم بھی ہو
کہ بیچاری کی ماں کیا مرگئی وہ تنہا اور بے سہارے رہ
گئی۔ اور اب وہ جوان بھی ہوگئی ہے۔ پڑوس کی جو
وہ رام دین کی ماں ہے اسنے ہی یہ بات مجھسے کہی۔

اسیوقت مانی نے گھور کر ہرکھو کی طرف دیکھا،
اور ارادہ کیا کہ زور سے اسکے منہ پر تماچہ مار دے
اور کہہ دے بدمعاش چھوٹا کہیں کا۔ لیکن ہرکھو نے
اسیوقت پھر کہا۔ میں تمہارا احسان مند رہونگا مانی۔
میرا کام چل جائیگا تو تمہارے اس احسان کو کبھی نہ
بھولونگا۔ ہرکھو نے کہا۔ "ہاں بھائی آج ہی"

"دیکھو سن شادی مجھکو بھی ایک لڑکی سے کرنی
تھی۔ ایک دن میں اسکے لئے سب کچھ لایا تھا، وہ ابھی
رکھا ہے۔ اور میں اس لڑکی کا ارادہ بدل گیا،
بولو تم وہ سامان لوگے؟ لو تو دکھلاؤ؟"

مانی نے پھر سامان دیکھلا دیا، ہرکھو خوش
ہوگیا۔ بولا۔ "یہ کتنے میں آیا؟"

مانی نے کہا۔ "آیا تو تئیس روپئے میں، لیکن
تم لے جاؤ، میں کچھ نہ لونگا"

"کیوں، کیوں مانی بھائی؟" اور اسنے پوچھا۔
ہاں لیکن تمنے یہ نہیں بتلایا کہ آخر اس لڑکی نے تمسے
کیوں رشتہ توڑ لیا؟ اسکو کیا تمسے بھی اچھا شوہر ملا؟"

مانی نے کہا۔ "ارے تمکو اس سے کیا، ہاں اسکو
مجھسے اچھا شوہر مل گیا، بس۔ جاؤ تم یہ سامان لے
جاؤ، دیکھو اتنا اچھا ہے یہ لہنگا، اور اوڑھنی کا
کپڑا اور یہ سلیپر...... ہاں اور ہرکھو۔ جب رمیا دلہن
بنکر تمہارے گھر جائیگی۔ تو ان کپڑوں میں بالکل پری
معلوم ہوگی۔

مانی ہنس پڑا، ہرکھو چل دیا۔

× × × × × × × × ×

کس کو پتہ کہ آج اتنے سالوں کے بعد کہاں رمیا ہے کہاں ہرکھو ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں کون جانے کہاں ان دونوں نے بسیرا کیا ہے۔ رمیا نے ہرکھو کے ساتھ ہوتے ہی وہ شہر چھوڑ دیا تھا۔ اس نے شادی بھی دوسری جگہ کی تھی۔ ممکن ہے اسکو مانی سے ڈر رہا ہو۔ لیکن جب ہرکھو اس شہر سے چلا تھا، تو مانی کو بتا گیا تھا، اور اپنی نئی سنگت کے لئے اس سے دعا بھی حاصل کرلی۔

تب سے مانی نے شائد کبھی رمیا اور ہرکھو کو یاد کیا۔ کبھی بیچ بیچ میں ہرکھو آیا گیا۔ ایک بار یہ بھی سنا گیا کہ وہ دو بچوں کا باپ ہے۔ رمیا دو بچوں کی ماں ہے۔

مانی نے جب یہ سنا تو مسکرا دیا۔ اسنے ہرکھو کی کمر تھپتھپا کر یہ بھی کہا تھا' واہ بیٹھے، شاباش'

جواب میں ہرکھو نے کہا۔ 'تمہاری دیا ہے بھائی'

ہاں، ہاں سب مالک کا دیا ہے۔ موج کر، مانی نے کہا تھا۔

لیکن اب مانی کئی سالوں سے ادھر نہیں آیا، مانی کو بھی اسکا پتہ نہیں لگا۔ ویسے اتنا تو مانی آج بھی سوچتا ہے کہ رمیا کے دل میں کیا سمایا کہ جو اسنے [illegible] سے اسقدر مکاری کی .... جھوٹ بھلا میں اسکو [illegible]وک لیتا ہرگز نہیں وہ تھی اسکا دل تھا۔ اسکی جہاں خواہش تھی اسکو وہیں تو رہنا تھا۔ مجھ سے کہتی تھی ...... تم فرشتہ ہو میرے مالک ہو .... جھوٹی کہیں کی ...... عورت کے دل کا کیا پتہ؟

آخر مانی بھی آدمی تھا۔ اسکو کسی سہارے [illegible] زندہ رہنا تھا۔ اسکے دل میں جو فطری جذبات کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ آخر کیوں؟ وہ روسے کیسا تھ

ہنسنا چاہتا تھا، وہ بھی کہیں نہ کہیں اپنے دل کو ٹکانا چاہتا تھا۔

ویسے اسکے مالک نے کئی بار کوشش کی کہ مانی شادی کرے اپنا رفیقہ حیات منتخب کرے لیکن یہ سنکر وہ ہمیشہ ہنس دیتا اور کہتا۔ نا مالک، مانی کو ایسا ہی رہنا چاہیے'...... تنہا'

اتنا سنکر مالک خاموش ہو جاتے، وہ لمحہ بھر کے لئے مانی کے اس خشک زندگی کی طرف دیکھکر اس میں الجھ جاتے۔

اکثر مالک اور مالکن میں مانی کو لیکر بحث مباحثہ چلتا اور انکو اسکا فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا کہ یہ پھول پودوں کو سینچنے والا مانی شادی کیوں نہیں کرتا؟ یہ کیوں نہیں سب کی طرح عورت بچے اور دولت کی خواہش کرتا ...... یہ مانی۔ انھوں نے ایک دو جگہ رشتہ بھی طے کئے، لیکن مانی نے منظور نہ کیا۔

لہذا یہ سوال سب کے سامنے تھا کہ مانی کیوں پتھر بن گیا۔ لیکن کسی کو اسکا جواب نہ سمجھ پڑتا تھا۔

× × × × × × × ×

کچھ دن گذرے کہ مالک کا ایک لڑکا مر گیا، ویسے تو دنیا مرتی ہے جیتی ہے۔ شاید اسی لئے بچے کے ماں باپ نے اپنے آپ کو جلد ہی سمجھالیا لیکن انکو نہ معلوم کتنے دنوں بعد اس بات کا پتہ چلا کہ انکا بوڑھا نوکر مانی جب صبح تازے تازے پھول توڑتا مالک اور مالکن کے کمروں کیلئے گلدستہ بناتا تو ایک ہار بنا کر اس مرے ہوئے بچے کی تصویر پر ضرور ٹانگ دیتا ہے۔ بہت دنوں تک اسکا یہی سلسلہ چلتا رہا۔ روز وہ تصویر پر ہار ٹانگتا اور ایک ٹک ہوکر وہ تصویر کو دیکھتا رہتا۔ جب مالک اور مالکن کو اسکا پتہ چلا، تو انھوں نے بھی دیکھا کہ مانی اس تصویر

بل
کے سامنے کھڑا ہوکر اسقدر جذباتی ہوجاتا ہے کہ رو پڑتا ہے۔
ایسے وقت ان دونوں آدمیوں کو یکایک اپنے
بچے کی یاد تازہ ہوجاتی اور ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ آج
ہی مرا ہے۔ آج ہی انکے ہاتھوں سے پنچھی اڑ گیا ہے۔
متعدد بار ماتی نے کہا۔ "ارے یہ تو کیا ہے ماتی؟
اسکو چھوڑ بچے کی یاد میں اتنا ڈوبا، اس سے کیوں نہیں
مالک میں دل لگایا، اسکو کیوں نہیں ......؟"

لیکن اسوقت ماتی صرف اتنا ہی کہتا۔ "مالک، خدا
تو بچے میں بھی تھا ...... وہ مجھکو نظر آتا تھا"
"پاگل ہے تو"، مالک کہتا۔ "مرے مردوں کو
یاد کرتا ہے، زندوں کو نہیں تو زندوں کو پیار کر ماتی۔"
اسوقت ماتی کچھ نہ کہتا، شائد کہنا چاہتا ہے
مگر کہہ نہیں پاتا۔

ملیریا روکنے کیلئے کُرچی کی چھال

سائنٹفک اور صنعتی تحقیقی بورڈ کی کیمیادی تجربہ گاہ میں کئے گئے تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستانی کُرچی کی چھال میں جو عناصر ہوتے ہیں وہی روڈیشیا سے حاصل ہونیوالی افریکن ہولاریبا فیبرگٹ یوجا کی چھال میں پائے جاتے ہیں روڈیشیا کے لوگ اس افریکن چھال کا استعمال ملیریا کو دور کرنے کے لئے علاج کی شکل میں کرتے ہیں لیکن ہندوستان میں کُرچی کی چھال کا استعمال اس کام کیلئے ابھی تک نہیں کیا گیا متذکرہ بالا بورڈ کے ترجمان میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جسمیں اس چھال کو ملیریا دور کرنیکے لئے علاج کی شکل میں استعمال کرنیکا مشورہ دیا گیا ہے۔

گداگری

(از سید حسن مثنا اسسٹنٹ رورل ڈویلپمنٹ افسر)

اس مضمون کا پہلا حصہ ستمبر کی اشاعت میں شائع کیا جا چکا ہے۔ یہاں پر ہم اسکا بقیہ حصہ شائع کر رہے ہیں۔ اس مضمون سے ہندوستان کی گداگری پر روشنی پڑتی ہے۔ چونکہ ناظرین کے لئے کافی دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔

(۴) ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب دیکھا کہ مکان کھلا ہے اور سامنے لوٹا گلاس رکھا ہے وہ بلا تکلف اندر چلے گئے۔ اگر کسی کی نظر پڑ گئی تو خدا بھلا کرے کی صدا لگانے لگے اگر کوئی سامنے نہیں ہے تو جو چیز با آسانی لیجا سکے لی اور چلتے ہوئے۔

(۵) صرف ظروف اور دوسری چیزوں وغیرہ پر ہی منحصر نہیں ہے۔ سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ بعض فقیر کے بھیس میں آکر لڑکے اور لڑکیوں کو اٹھا لیجاتے ہیں۔ اور ان کے جسم پر اگر کوئی زیور (جیسا کہ ہندوستانی لڑکوں کو اکثر پہنائے جاتے ہیں) ہے تو اس کو اتار لیتے ہیں اور بچوں کو دوسرے صوبوں میں لیجا کر فروخت کر لیتے ہیں۔ مار ڈالنے کے بھی اکثر واقعات ہوتے ہیں

(۶) بعض ہاتھ پیر کو اس طرح ٹیڑھا کر لیتے ہیں کہ معلوم ہو کہ ان کے ہاتھ پیر ٹھیک نہیں ہیں کوئی مرض ہے۔ آنکھ بند کر کے اندھے بنے رہتے ہیں اور آپکی ہمدردی حاصل کرنے کا یہی ذریعہ بنا رکھا ہے کیونکہ اکثر لوگوں نے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ ہاتھ پیر آنکھ والوں کو نہ دیں اب بتائیے کہ آپ اپنے اصول کے کہاں تک پابند رہ سکتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ضرورت کے وقت اور تنہائی میں ہاتھ پیر اور آنکھ والے بن جاتے ہیں۔

۶- جو دوسرے پیشہ اور روزگار کے ساتھ بھیک کو بھی ایک ذریعہ آمدنی بنائے ہوئے ہیں۔ ایسے فقیر بھی اکثر شہروں میں بالخصوص لکھنؤ میں دیکھے گئے ہیں جو دیہات کے رہنے والے ہیں اور وہاں کاشتکاری کرتے ہیں گھر گرہستی بیل گائے مویشی سب موجود ہیں بہت اطمینان سے گذر ہوتی ہے مگر خاندان کا ایک فرد اور خالی زمانہ میں کئی افراد خاندان شہر چلے آتے ہیں اور مختلف طریقے اختیار کر کے بھیک مانگتے ہیں۔ مہینہ ختم ہونے پر تیس چالیس روپیہ کا منی آرڈر بھیجتے ہیں جو کچھ یہاں اپنے اوپر خرچ کرتے ہیں وہ اس کے علاوہ۔ یا یکہ تانگہ کرایہ چلتا ہے بھائی بھتیجے لڑکے یہ کام کرتے ہیں اور خود بھیک مانگتے ہیں۔ ایک فقیر امین آباد میں اکثر نظر آتا ہے جس کے متعلق سنا ہے کہ اس کو سات آٹھ روپیہ سرکار سے وثیقہ ملتا ہے اور خود تنہا ہے کسی اور کا بوجھ اس کے اوپر نہیں ہے مگر یہ سات آٹھ روپیہ اس کے لئے پورے ہوتے ہیں اس لئے وہ بھیک بھی مانگا کرتا ہے کیونکہ افیون کا بھی شوق ہے۔ سات آٹھ روپیہ تو افیون کے لئے کافی نہیں ہوتے اب ایسے لوگوں کو دینا کہاں تک جائز ہے اور مستحقین کی کس قدر حق تلفی کرنا ہے۔)

۷- جن سے دوسرا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ جو بچپن سے والدین کے ساتھ رہکر اس کام کو کرنے لگے ہیں اُن کو نہ مانگنے میں شرم وحیا اور

نہ ان سے دوسرا کام ہو سکتا ہے۔ شروع سے والدین نے اپنے ساتھ رکھکر یہی تعلیم دی اب وہ دوسرا کوئی اور کام کیا کریں اور کر بھی نہیں سکتے ہیں۔

۸۔ جو بدکاری اور بدمعاشی کے لئے بھیک مانگتے ہیں۔

بہت سے ایسے ہیں جو اس کرب دبیچنی سے سوال کریں گے کہ سخت سے سخت دل پسیج جائے اور کچھ نہ کچھ دے دے۔ ایسے لوگوں کو ملتا بھی زیادہ ہے مگر اگر دینے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ ملتا ہے اس کا وہ کیا استعمال کرتا ہے تو شاید اس کو کبھی ایک پیسہ بھی نہ ملے کیونکہ اُس کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کو مے نوشی اور عیاشی میں صرف کر دیتا ہے حقہ پان افیون چانڈو استعمال کرنے والوں کی تعداد بہت کافی ہے اور یہ لوگ انھیں ضروریات کے پورا کرنے کیلئے مانگتے ہیں ورنہ ضروریات زندگی کے لئے ان کے یہاں کمی نہیں ہوتی ہے۔

۹۔ جو اپنے کو بہت خدا رسیدہ اور متقی و پرہیزگار دکھا کر آپکی ہمدردی حاصل کرتے ہیں۔

بہت سے ایسے ہیں کہ اپنے تقدس و تقویٰ کا اظہار کر کے دست سوال پھیلاتے ہیں مثلاً ایک صاحب کے یہاں ایک فقیر آیا رمضان المبارک کا زمانہ تھا ہاتھ میں تسبیح تھی پیشانی پر سجدہ کا گٹھا تھا ہونٹوں پر پپڑی جمی تھی چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور بہت منت و لجاجت سے کہا کہ تین دن سے روزہ پر روزہ رکھ رہا ہوں پانی سے افطار کر لیتا ہوں سحر کے وقت بھی پانی پی کر سو رہتا ہوں اب ضعف سے چلا نہیں جاتا اس لئے اظہار حال کیا ورنہ بھیک مانگنے کو معیوب سمجھتا ہوں۔ رئیس صاحب ان سے کچھ جرح بھی کر رہے تھے کہ انکا ملازم آگیا اس کو ان کے حال پر بہت رحم آیا ادھر رئیس نے اشارہ کیا کہ کچھ دے دو۔ ملازم کو جو قصہ مل گیا سے پہر کا وقت تھا افطار کا سامان سب تیار ہی تھا ملازم آقا کی مرضی معلوم ہوتے ہوئے اُس کو باورچی خانہ کی طرف لے گیا اور ایک پلیٹ میں پورا سامان افطار کا دیدیا وہ لیکر رخصت ہو گئے آقا نے ملازم کو بلا کر پوچھا کیا دیا اس نے پوری فہرست بتا دی آقا نے کہا کہ تم نے بلا وجہ اس قدر سامان دے دیا ایک آدھ ٹکڑا دے دینا چاہئے تھا باقی سامان کسی مستحق کو دیتے تو ثواب بھی ہوتا۔ ملازم نے کہا کہ یہ بھی تو روزہ دار تھا تین دن کے فاقہ سے تھا کیا مستحق نہ تھا رئیس نے کہا کہ ابھی وہ دور نہیں گیا ہوگا اس سے پوشیدہ جاؤ دیکھو کیا کرتا ہے ملازم چلا تھوڑی ہی دور پر ایک پانی کے نل کے پاس اُس کو بیٹھے کھاتے دیکھا اور قریب قریب سب سامان ختم ہو چکا تھا۔ نوکر کو بہت تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ میاں تم تو روزہ سے تھے اس نے کہا کہ کون کمبخت روزہ سے تھا صبح سے تین دفعہ کھا چکا ہوں جب خدا دلواتا ہے تو کیوں نہ کھاؤں۔ ملازم نے کہا کہ پھر یہ غلط بیانی کیوں کی تو اس نے کہا کیا خوب اگر یہ نہ کہتا تو اتنی چیزیں گرما گرم مزیدار تمہارے مالک کے باورچیخانہ سے کھانے کو کیونکر ملتیں۔ ملازم واپس آیا اور آقا سے کل قصہ بیان کر دیا۔ دیکھا آپ نے اس بے شرمی کے جواب کو ملازم بہت نادم ہوا کہ آقا نے صحیح اندازہ کیا تھا میں نے خواہ مخواہ زیادہ دیکر ضائع کیا۔

ایک بہت دبلی کمزور عورت جو عمر میں بھی زیادہ تھی مگر ظاہر اس سے بھی زیادہ کرتی تھی سخت سردی میں بہت سویرے جب کچھ لوگ سو کر اٹھے بھی نہیں تھے دریا کیطرف سے آتی ہوئی معلوم ہوئی۔ اس کے جسم پر سوائے چند گز کے ایک چیتھڑے کے کچھ نہ تھا سردی سے بری طرح کانپ رہی تھی اور بہت

درد و کرب نے اس سخت سردی میں کپڑے نہ ہونیکا حال کہہ رہی تھی کہ سننے والے بے چین ہو جاتے تھے میں ایک ہوٹل میں دوسری منزل میں ٹھہرا ہوا تھا دور سے اس کی آواز سنکر برآمدے میں آگیا اسی ہوٹل میں تیسری منزل پر چند عورتیں بھی تھیں ان کا قلب کہاں متحمل ہو سکتا تھا کہ اس فریاد کو سن سکیں اوپر ہی سے کسی نے چادر کسی نے ساری کسی نے قمیص کرتا کسی نے نقد پیسہ پھینکا اُن کو جمع کرکے وہ دینے والوں کو دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔ دینے والوں نے اپنے دل میں خیال کیا ہوگا کہ آج سویرے سویرے بہت بڑا کار خیر کیا آج کا دن بڑے امن و چین سے گذرے گا۔ دو تین ہی دن گذرے تھے کہ اُسی وقت پر مجھے اپنے کمرے میں ایک ویسی ہی درد بھری آواز دور سے آتی ہوئی سنائی دی۔ میں کمرے سے نکل آیا اور برآمدے میں انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد وہی عورت اُسی حالت سے نیم برہنہ اور اُسی آواز سے صدا لگاتی ہوئی آئی چونکہ میں ان مکاریوں سے کافی واقف ہو چکا ہوں مجھے کچھ تعجب نہ ہوا اس سے پہلے دن بھی کچھ نہ دیا تھا اس دن کیا دیتا مگر بعض دینے والیاں اتفاق سے ابھی موجود تھیں انھوں نے وہیں سے سوال کرنا شروع کیا وہ جواب کیا دیتی سمجھ گئی اور فوراً دوسری طرف چلدی۔ اب بتائے اس کو دینے کا کیا نتیجہ ہوا۔

۱۰۔ جو مذہب کو آلۂ شکار بناتے ہیں۔ یہ بھی ایک خاص طریقہ بھیک مانگنے (یا بیوقوف بنانے کا) نکلا ہے ایک صاحب آتے ہیں کپڑے نہایت بوسیدہ مگر چہرے سے شرافت کا اظہار اور صورت سے نمازی اور پرہیزگار مالک خانہ کے یہاں پہلے اطلاع کرائیں گے جب وہ بلائیں گے تو زبان سے خود کچھ نہ کہیں گے صرف جیب سے ایک کاغذ نکالکر دیں گے جو چند عالموں کا مصدقہ ایک سرٹیفکٹ ہوگا کہ یہ شخص نہایت درجہ محتاج ہے قابل اعانت ہے اس کی مدد کرنا ثواب دارین کا باعث ہے اگر آپ میں ذرا بھی مذہبی جوش موجود ہے تو ایک اٹھنی تو ضرور ہی مل جائیگی ورنہ روپیہ سے کم کیا دیں گے کیونکہ دینے والا یہ سمجھے گا کہ میں نے عالم دین کے حکم کی تعمیل کی مگر پانے والے کو اس پر اطمینان نہ ہوگا اور اس کے کم ہونے پر اعتراض کریگا بلکہ بعض وقت سخت وسست بھی کہہ ڈالیگا یہ بھی مدنظر رہے کہ یہ سرٹیفکٹ یا لائسنس گداگری اسی مذہب کے کسی عالم یا عالموں کا ہوگا جس مذہب کے آپ پابند ہیں اور جب دوسری جگہ پہنچیں گے تو دوسرے مذہب کے عالم کا سرٹیفکٹ پیش کر دیں گے چنانچہ ایک موقعہ پر ایک وکیل صاحب ایک منصف صاحب کے مکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آئے اور علمائے شیعہ کا ایک مصدقہ کاغذ دکھا کے اپنی حالت زار بیان کرنے لگے منصف صاحب کی نظر میں مذہبی پیشواؤں کی بڑی عزت تھی اس کاغذ پر دستخط و مہر دیکھکر انھوں نے کچھ مدد کی اور سائل صاحب چلے گئے اتفاق سے وکیل صاحب وہاں سے اٹھکر اپنی ضرورت سے ایک ڈپٹی صاحب کے یہاں پہنچے ڈپٹی صاحب حنفی المذہب تھے وکیل صاحب بیٹھے ہی تھے کہ وہی صاحب وہاں پہنچے اور سلام علیک کے بعد دوسری جیب سے دوسرا کاغذ نکالکر ڈپٹی صاحب کے سامنے پیش کیا یہ علمائے فرنگی محل کے دستخط و مہر سے اجازۂ گداگری تھا جبتک ڈپٹی صاحب کچھ دیں یا دینے کا حکم دیں وکیل صاحب نے کہا کہ کیوں صاحب ابھی تو آپ منصف صاحب کے یہاں شیعہ بنکر گئے تھے اتنی ہی دیر میں حنفی ہو گئے دوسرا اگر ہوتا تو شرم سے

پانی پانی ہوجاتا مگر وہ بحث کرنے لگے واللہ باللہ میں سنیں تھا آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی میں کبھی بھی رافضی نہیں تھا ڈپٹی صاحب کو غصہ آگیا اور انھوں نے کہا کہ آپ لیڈر سے ہیں ابھی آپکو پولیس کے حوالہ کرتا ہوں اور جامہ تلاشی لی جاتی ہے اس وقت حقیقت معلوم ہوجائے گی کہ وکیل صاحب کو غلط فہمی ہوئی یا آپ کو مغالطہ ہوا اس کے بعد ڈپٹی صاحب نے پولیس کے بلانے کا حکم دیا اور خود وکیل صاحب سے باتیں کرنے میں مشغول ہوگئے اس طرح جو سائل کو موقعہ ملا تو چل دیا اور پھر پتہ نہیں چلا۔

ایسے لوگ بھی اکثر آتے ہیں کہ ہندو تھا مسلمان ہوگیا یا سنی سے شیعہ ہوگیا ہوں ایک مشترکہ جائداد کا مالک ہوں مگر مذہب تبدیل کرنیکی وجہ سے سب اعزا نے مار کر گھر سے نکالدیا اب کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے دو دو وقت فاقہ ہوجاتا ہے بھیک مانگنے کا عادی نہیں ہوں وقت پڑا پڑا ہے اس لئے صرف مدد چاہتا ہوں جو کچھ ہوسکے مدد کیجئے۔ میں اس مذہب کو حق سمجھتا ہوں اسی پر قائم رہوں گا ہرگز ہرگز ان کے ڈرانے اور دھمکانے سے ترک نہ کروں گا۔ لیکن یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ میری مدد کیجئے اور دعا کیجئے کہ میں اپنے راستہ سے نہ ہٹوں لیکن اگر تحقیقات کیجائے یا ان سے معقول طریقہ سے جرح کیجائے تو سب قلعی کھل جاتی ہے اور اصلی حال معلوم ہوجاتا ہے کہ نہ انھوں نے مذہب تبدیل کیا ہے اور نہ پہلے یہ کسی مذہب کے پابند اور نہ اب ہیں محض کھانے کمانے کے لئے سب باتیں بنا رہے ہیں۔

کوئی صاحب اگر معہ تمہید لبسیار کہتے ہیں کہ میرے قصبہ میں کوئی مسجد نہ تھی جو تھی وہ بہت بوسیدہ حالت میں تھی میرے گاؤں والوں کو اس طرف توجہ نہیں ہے میں نے بخوف خدا اس کا ارادہ کیا ہے کہ اس مسجد کی مرمت کرا کے چین سے بیٹھوں گا مہینوں اور ہفتوں سے اسی دھن میں مارا مارا پھر رہا ہوں کچھ آپ بھی مدد کیجئے اگر آپ پھنس گئے اور ان کو خاطر خواہ مل گیا تو اسی وقت بازار میں جاکر خوب قلفی اڑائیں گے شربت نوش کریں گے سگریٹ پیئیں پان کھاتے ہوئے دوسری طرف چلدیں گے۔ اور اگر آپ نے نہ دیا تو برا بھلا کہیں خدا کا خوف دلاتے کسی دوسری جگہ پہنچیں گے یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ صرف مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ ملیں گے ہندو بھی ایسے ہیں جو گئو شالہ اور مندر سنگھٹن اور شدھی کو پیسہ حاصل کرنیکا ذریعہ بناتے ہیں۔

ایک طریقہ نہایت قابل اعتراض یہ بھی نکلا ہے کہ ایک معمر دو لڑکوں کے ساتھ ایک رجسٹر اور رسید بھی لیکر آتے ہیں خود باہر کھڑے رہتے ہیں لڑکوں کو زنانہ مکان میں بلا تکلف گھسا دیتے ہیں دربان چوکیدار ملازمین کچھ بھی کہیں اور کتنا ہی روکیں وہ لڑکے اندر چلے ہی جاتے ہیں اور اپنے کو یتیم ظاہر کرتے ہوئے کوئی نظم گانا شروع کر دیتے ہیں۔ عورتیں عموماً رقیق القلب ہوتی ہیں کچھ نہ کچھ دے دیتی ہیں یہ لوگ لاہور دہلی امرتسر کے کسی یتیم خانہ کا اپنے کو ظاہر کرتے ہیں اگر آپ طلب کریں تو اپنے معمر ساتھی سے لیکر رسید بھی دے دیں گے۔ یہ بات یقینی تو نہیں ہے کہ واقعی وہ کسی اصلی یتیم خانہ سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ فلاں فلاں کے یتیم خانے بھی فرضی ہوا کرتے ہیں اور اگر واقعی وہ کسی اصلی یتیم خانہ سے اسی غرض سے بھیجے جاتے ہیں تو مجھے اس یتیم خانہ کے کارپردازان پر سخت اعتراض ہے کیونکہ یہ طریقہ تو بہت معیوب ہے بجائے اسکے کہ یتیم بچوں کو کچھ تعلیم دی جاتی اور ان کے اخلاق درست کئے جاتے انکو ابھی سے بھیک مانگنے کا عادی بنانا کہاں تک مناسب ہے اور ایسی صورت میں

ایسے یتیم خانے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ خود ملنگئے ملازم
رکھکر چندہ وصول کیجیے ان غریب یتیم بچوں کو دست سوال
بڑھانیکا کیوں عادی بنایئے۔ صرف ملنگا تو نہیں ہیں یہ لوگ
نہیں گھستے بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک ریل
سے جاتے ہیں اور ریل کے خانوں میں جاجاکر نظمیں گا گا
کر وصول کرتے ہیں۔

اب غور کیجیے کہ جب استطرحوں سے بھیک مانگی
جاتی ہے اور مانگنے والوں کیلئے نہ جگہ کی قید ہے اور نہ
وقت کا خیال صبح شام دوپہر سڑک پر مکان میں راستہ میں
کچہری میں بازار میں مسجد و مندر میں مزار پر جس وقت اور
جہاں آپ جایئے کوئی نہ کوئی آپ کو مل جائیگا۔ بعض وقت
ایک ایک قدم چلنا دشوار ہو جاتا ہے یا کسی ضرورت سے تانگہ
یا موٹر بازار میں روکنا مشکل ہو جاتا ہے ایک ادھر سے ایک ادھر
سے اسطرح گھیر لیتے ہیں کہ جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے پہلے
ریل کا سفر کرنیوالے اس طوفان سے محفوظ رہتے تھے مگر اب
وہاں بھی ان سے پناہ نہیں ملتی ہے اب صرف اسٹیشن کے عمارت
کے باہر گاڑی تانگہ یا یکہ کھڑے ہونیکی جگہ پر یہ مجمع نہیں ہوتا
ہے۔ پہلے جونپور میں اسٹیشن سے نکلکر سواری میں بیٹھنا دشوار
ہو جاتا تھا۔ ایک عورت نہایت بوسیدہ لباس میں مگر نہایت قیافہ
شناس اسطرح گھیر لیتی تھی کہ اس سے جان بچانا مشکل ہو جاتا
تھا کسی سے پیر دستگیر کا واسطہ دیتی تھی کسی سے مولا مشکل کشا
کے نام سے مانگتی تھی کسی سے پنجتن پاک کے صدقہ میں سوال
کرتی تھی کسی کو مہیشور و بھگوان کا خوف دلاتی تھی مگر وصول کرکے
ہی ٹلتی تھی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکے کئی مکانات
ہیں جو کرایہ پر چلتے ہیں کئی گھوڑے گاڑیاں کرایہ پر چلتی ہیں جوان
جوان لڑکے سب برسر روزگار ہیں خیال کیجیے کہ ایسے کو
دینے سے سوائے اسکے کہ مستحقوں کا حق مارا جائے اور کیا
فائدہ ہو سکتا ہے۔ بہرائچ و گونڈہ کے درمیان کسی اسٹیشن
پر غالباً پیاگپور اسٹیشن پر ایک لڑکا کسی نیچ ذات کا نو دس
برس کی عمر کا ریلوے سگنیلنگ کے قریب ٹرین کے آنے پر پاس کرب
جو بچپن سے سماتا تھا کہ اسکو کچھ مدد کرو باپ مرگیا ماں اندھی ہے
تین دن سے بھوکے ہیں وغیرہ وغیرہ اب ٹرین سے لوگ اتر اترکر اسکو
دیتے تھے اور ہر ٹرین سے دو چار آنہ پیدا کرلیتا تھا حالانکہ [illegible]
یہ نہ تھا نہ باپ مرا تھا نہ ماں اندھی تھی بچے تو خود اسکے بھی ہونے
ہونیکا یقین نہیں ہے حالانکہ پہلے دن جب میں نے اسکی صدا سنی
تھی تو میں نے بھی اسے کچھ دینے کی بیوقوفی کی تھی اب تو ریل کے
اسٹیشنوں پر اور ریل کے خانوں میں وہ لوگ آکر پریشان کرتے
ہیں ای۔ آئی۔ آر کے تو ملازمین ریل انکو ہٹانیکی کوشش
کرتے ہیں اور پلیٹ فارم پر حتی الامکان انکو نہیں آنے دیتے تو
وہ ٹرین کی دوسری طرف سے جب تک ٹرین کھڑی رہتی ہے
اسکو گھیرے کھڑے رہتے ہیں خصوصاً فیض آباد کے اسٹیشن
پر یہ لوگ بیحد پریشان کرتے ہیں۔ بندروں کی کثرت کچھ کم ہوئی
ہے تو یہ لوگ کھانا کھانا مشکل کردیتے ہیں بعض عورتیں دوڑتی
پیٹتی ہوئی آتی ہیں اور کھانا کھاتے دیکھکر مانگنا شروع کردیتی ہیں
بچے طرح طرح کی نقلیں کرتے ہیں اور جب تک کچھ نہ مل جائے
ہٹتے ہی نہیں ہیں۔

او۔ ٹی۔ آر کے ملازمین تو خیال ہی نہیں کرتے ہیں
وہاں تو پلیٹ فارم پر گداگروں کا مجمع اس طرح ہوتا ہے کہ
معلوم ہوتا ہے کہ مثل خوانچہ والوں کے انکو بھی ریل سے
لائسنس ملا ہوا ہے کہ ٹرین رکی کہ ہر عمر اور مذہب کے بھیک
منگوں نے گھیر لیا کسی ایک کو دیکر کوئی بچ نہیں سکتا پھر تو
بندروں کی طرح وہ آپکے کپڑے نوچ ڈالیں گے اور جان
کے پیچھے پڑ جائیں گے۔

ریلوے کے ملازمین اگر تھوڑی سختی کریں تو وہاں
ان سے نجات ملنا امکان میں ہے مگر بازاروں سڑکوں گلی اور
راستوں کا کیا انتظام کیا جائے سوائے اسکے کہ کوئی قانون
پاس کیا جائے اور اس پر عمل درآمد سختی سے کیا جائے
کوئی چارہ نہیں ہے۔

رانی کھیت نام کے مرض سے پرندوں کی حفاظت کرنے کیلئے ایک نیا علاج تلاش کرنے کے لئے کافی کام کیا جا چکا ہے۔ تجربہ گاہوں کے باہر وسیع پیمانے پر تجربہ کرنے سے پتلا چلا ہے کہ ٹیکا لگانے کا یہ علاج غیر نقصان دہ اور مفید ہے۔ شاہی مویشی اسپتال کی تجربہ گاہ کے ڈائرکٹر کا کہنا ہے کہ اس سمت میں ایسی کوشش کی جا رہی ہیں جس سے سارے ہندوستان میں ٹیکا لگانے کا یہ علاج دستیاب ہو سکے۔

ٹیکا لگائے پرندوں میں سے زیادہ سے زیادہ پانچ فیصدی پرندا ایسے ہوتے ہیں جنپر اس مرض کا اثر ہوتا ہے اور جو کھانے کے علاوہ اور کسی کام کے نہیں ہوتے۔ علاوہ انکے جن پرندوں کو ٹیکا لگایا جاتا ہے وہ تقریباً ۱۴ سے ۱۸ دنوں تک انڈے دینے میں بھی بیکار رہتے ہیں۔ اس سے نقصان ضرور ہوتا ہے۔ لیکن مرض پھیلنے پر مرنے والے پرندوں کی بھاری تعداد کے مقابلے میں یہ نقصان کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

ٹیکا لگانے کا یہ علاج صرف مرض کو روک سکتا ہے۔ اس میں مرض کو دور کر دینے کی صفت نہیں ہے۔ معمولی حرارت میں یہ علاج تھوڑے ہی عرصہ تک محفوظ رہتا ہے۔ زیادہ عرصہ تک اسکو محفوظ رکھنے کے لئے تقریباً برفیلے درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی مشکل کیوجہ سے یہ علاج کسی ایک تجربہ گاہ سے دور دور تک نہیں پہونچایا جا سکتا۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے سارے ملک میں آسان مقامات پر تجربہ گاہیں کھولنے کا انتظام کیا جا رہا ہے اور مدراس پریسیڈنسی اور اتر پچھم صوبۂ سرحد میں تو یہ تعلیم ختم بھی کر چکے ہیں امید کی جاتی ہے کہ تعلیم حاصل کرنے والے لوگوں کے حاصل ہونے پر بنگال اور بمبئی صوبوں میں اور صوبہ متحدہ میں بھی ایسے مرکز کھولے جائینگے۔

اطلاعات عامہ

ہندوستان میں جانوروں کی نمائش

۱۹۴۳-۴۴ء کے متعلق شائع کل ہند نمائش جانوران کمیٹی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں جانوروں کی نمائشوں کا زیادہ سے زیادہ رواج ہو رہا ہے۔

اس سال مختلف صوبوں اور دیسی ریاستوں میں ۴۴ نمائشوں کا اہتمام لیا گیا جبکہ اس سے پہلے کے سالوں ہونیوالی نمائشوں کی تعداد صرف ۳۵ تھی۔ کمیٹی کے ذریعہ اسی سال میں ۱۹۹۶۵ روپے کی رقم انعامات کی شکل میں تقسیم کی گئی جبکہ اس سے پہلے سال صرف ۱۷۸۱۲ روپے اس مد میں خرچ کئے گئے تھے۔

۱۹۴۲-۴۳ء میں سوسائٹی کے ذریعہ دیس کے مختلف جانور پالنے والے خطوں میں چھوٹی چھوٹی نمائشیں کی گئی اور انکا سلسلہ جاری رکھنے کے مطالعہ کیوجہ سے نمائشیں دوبارہ ۱۹۴۳-۴۴ء میں پھر کی گئیں۔ اور انکا ذکر اس موجودہ رپورٹ میں شائع کیا گیا۔

اس سال میں بھینسوں اور دوسرے جانوروں

کی سارے ہی مشہور نسلیں نمائشوں میں لائی گئیں انکی تعداد
۵۸۷ تھی۔ اس سے پہلے سال میں ۵۲۳ طرح کی
نسلیں مختلف نمائشوں میں لائی گئیں۔ جو جانور نمائشوں
لائے گئے انکی قسم اور حالت بھی نسبتاً اچھی تھی۔ جن جانوروں
پر انعامات دئے گئے تھے انکو فروخت کرنے سے خاص
طور سے زیادہ رقم حاصل ہوئی۔ اندازاً تقریباً تین لاکھ
لوگوں نے ان نمائشوں کو دیکھا اور انہیں کئی لاکھ روپئے
قیمت کے جانور خریدے اور فروخت کئے گئے۔

زیادہ تر نمائشوں میں دودھ کے مقابلے کا
انتظام کیا گیا تاکہ دودھ کی پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔

سوسائٹی نے ہندوستانی پالٹری کلب کو
کھانے والے پرندوں کی نمائشوں کا انتظام کرنے کیلئے
۵۰۰ روپے کی امداد دی اور اس طرح مختلف
نمائشیں مختلف مقامات پر کی گئیں۔

گنے کے امراض کا علاج

گنے کی فصل کو مختلف امراض کا سامنا کرنا پڑتا
ہے۔ انمیں ایک ایسا مرض ہوتا ہے جس کے ہونے
سے گنے کے پودے کی چوٹی سے ایک لمبے کالے کیڑے
جیسا انکر نکلتا ہے جس میں اس مرض کے لاکھوں بیج
ہوتے ہیں۔ اس مرض والی گنے کی قلمیں لگانے سے
مرض مستقل صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اگر اس مرض والے
گنے سے پودوں کے پاس اچھے تندرست پودے ہوں
تو اس مرض سے گنے کی فصل کو بہت نقصان پہونچتا
ہے۔ کرنال میں گنے کے ۱۲ ایکڑ کے ایک کھیت میں کئے
گئے تجربوں سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر لگاتار تین موسموں میں
اس مرض والے پودے نکالکر الگ کردئے جائیں۔
اور گنے کے اچھے بیج بوئے جائیں تو مرض پوری طرح
سے قابو میں آجاتا ہے۔ مرض والے پودوں کو الگ
کرنے میں دو باتوں پر خاص توجہ دینا چاہئے۔ پہلے جس انکر
کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اسکو ہوشیاری کیساتھ کاٹنا چاہئے اور
ان انکروں کو تھیلے بنے ہوئے بوروں میں رکھنا چاہئے۔ تاکہ
مرض کے بیج بکھر نہ جائیں بلکہ مرض لگے ہوئے ایسے پودوں
کو ہی کاٹ ڈالنا چاہئے۔

تمباکو کے امراض کو دور کرنے کا طریقہ

ہندوستان میں تمباکو کی فصل کو بھی ایک مرض سے بہت
نقصان پہونچتا ہے۔ اس مرض سے تمباکو کا پتا موٹا اور
ٹیڑھا میڑھا ہوجاتا ہے۔ اور اسکے پودے بڑھنے میں
رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ مرض ایک چھوٹے کیڑے کی
شکل میں پودے میں داخل ہوتا ہے اتری ہندوستان
میں یہ ایک معمولی مرض ہے مگر اس سے بہت بڑا نقصان ہوتا
ہے۔ تحقیق کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ تمباکو کی فصل کو
اسکے بڑھنے کے زمانے کے دو مہینوں کے اندر یہ مرض ہوتا
ہے اور اگر یہ میعاد میں چھوٹے پودوں پر ایک ایک ہفتہ
کے بعد مچھلی کے تیل اور رزوجن کے صابنوں کا پانی چھڑکا
جائے تو یہ کیڑے مرجاتے ہیں اور مرض بہت حد تک کم ہو
جاتا ہے۔ اسطرح کا ایک پاؤنڈ صابون ۱۲ گیلن پانی میں
گھولنا چاہئے اور اسکو پودوں پر چھڑکنا چاہئے۔ ہر قسم کے
تمباکو کو یہ مرض ہوتا ہے اور اسکو دور کرنے کا سب سے بہترین
طریقہ ہے ان اقسام کی تمباکو پیدا کرنا جنکو یہ مرض جلد نہیں ہوتا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ کاربونیشن پریس کی کیچ کو مناسب
حرارت [مثال کے طور پر تقریباً ۶۰۰ ڈگری] سے
جلانے سے ایک ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جسکا ایک کالا
دانتوں کا منجن بنایا جاسکتا ہے۔ اس میں باریک ذرے
نہیں ہوتے بلکہ کھردلیا اور کاربن ہوتا ہے۔ دانتوں کے
منجنوں کے بہت سے اوصاف اس میں موجود
ہوتے ہیں۔

سوال جواب

سوال :- ٹڈی فصل کو جتنا نقصان پہونچاتی ہے وہ کسی سے چھپا نہیں ہے۔ اسلئے کیا آپ کوئی ایسی ترکیب بتانے کی مہربانی کرینگے جس سے فصل کو ٹڈیوں سے بچانا ممکن ہو سکے ؟

جواب :- اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ فصل کو نقصان پہونچانے والی بیماریوں کی طرح ٹڈیوں کا حملہ بھی فصل کیلئے بہت ہی نقصان دیتا ہے۔ پیشاور پنجاب اور سندھ جیسے صوبوں میں ٹڈیاں آکر پہونچ جاتا ہے۔ جنوبی ایشیا اور اتری امریکہ میں تو انکے حملے بہت بڑی تعداد میں اور ہمیشہ ہوتے رہتے رہتے ہیں۔ جس سے کسانوں کو بے شمار نقصان پہونچتا ہے۔

اسنے بچنے کیلئے ایک نئی کیمیاوی ایجاد کی تحقیق کی گئی ہے جو اب تک کام میں لائے جانیوالے سوڈیم آرسینائٹ سے کئی درجہ زیادہ مفید ہے۔ عراق، ایران، مصر میں آجکل اس سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ انکو ابھی تک پوشیدہ رکھا گیا ہے "۶۶۶" کے نام سے ہی اسکو بیچا جاتا ہے۔ ٹڈیوں کو دور کرنیوالے اس زہر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جانوروں کو نقصان نہیں پہونچاتا۔

سوال :- گلگھوٹا کی بیماری سے گاؤں میں جانوروں کو جو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اسنے ہم لوگ بڑے پریشان رہتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی ترکیب ہو جس سے اس مرض کا علاج کیا جا سکے تو بڑی مہربانی ہوگی۔

جواب :- اس بیماری کا تعلق بھی چھوت سے ہے، اس میں زیادہ تر جبڑے کے نیچے سوزن ہوتی ہے۔ جو جانور کم خوراک پاتے ہیں۔ انکو اگر اچھی خوراک ملے تو اس بیماری کا اثر بہت جلد دور ہو جاتا ہے۔ اس بیماری کے ہونے، اور بیماری کی علامت ظاہر ہونے میں ۱۲ گھنٹے سے ۲۴ گھنٹے تک لگتے ہیں۔

گاجر کے فائدے

(از جناب سوریندر پرشاد ایم۔ اے۔ این۔ ڈی)

خوبصورتی بڑھانے کی غرض سے گاجر اپنا جواب نہیں رکھتی۔ گاجر کھانے سے خون بڑھتا اور صاف ہوتا ہے جسم کے چمڑے میں نرمی آتی ہے، چہرہ چمکنے لگتا ہے۔ صحت، فرحت وغیرہ حاصل ہوتی ہیں۔ فطری چیز ہونے کی وجہ سے یہ بچوں کے جسم میں خون، گوشت پوشت وغیرہ بناتی ہے۔ اور مضبوط بھی کرتی ہے۔ گاجر کھانے سے قبض نہیں رہتا۔ ساون کا جمع ہوا میل بھی نکلتا ہے۔ یہ فائدے اس وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب ہم تھوڑی بہت گاجر کچی اور مع چھلکے کے کھائیں۔ اسکا چھلکا نکال ڈالنے فضلا جاتا رہتا ہے اور وہ دستاور نہ رہ کر قابض ہوجاتی ہے۔ گاجر کھاتے وقت اسکے نیچے کے حصے کو جسکو گاجر کی ہڈی کہتے ہیں، پھینک دینا ٹھیک نہیں ہے۔ گاجر روٹی کے ساتھ یا پھلوں کی جگہ پر پیٹ کھائی جا سکتی ہے سبزی پکاتے وقت بھی گاجروں کے چھلکے وغیرہ نہ پھینکنا چاہئے۔ سبزی کو آہستہ آنچ میں آدھ کچا پکانا مناسب رہتا ہے

گاجر کا عرق بھی بڑا مفید ہوتا ہے، اس سے دماغ تر و تازہ رہتا ہے، اور جسم میں منی کا اضافہ ہوتا ہے۔ کمزور مریضوں جیسے پیچش، آؤں کا دق ٹوٹنیا وغیرہ امراض سے پریشان لوگوں کے لئے گاجر کا عرق آبِ حیات کی طرح ہے۔ جگر اور گردے کی بیماریوں میں بھی یہ خاص طور سے فائدے مند ہے۔ عرق نکالنے کیلئے آٹھ دس تازی گاجروں کو دھوکر انکی مٹی صاف کر لیجئے۔ پھر انکو کدوکس پر کس کر انکے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیجئے۔ پھر ان باریک ٹکڑوں کو کسی مٹی پتھر یا شیشے کے برتن میں نچوڑے۔ کدوکس نہ ہونے پر چاقو سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جا سکتے ہیں۔ اور انکو کپڑے میں رکھکر ذرا کوٹ پیس کر پھر انکا عرق نکالا جا سکتا ہے۔ عرق کو نکالتے ہی پی لینا چاہئے۔ ورنہ وہ خراب ہوجائیگا۔ اگر ضرورت ہو وہ عرق میں ذرا سا خالص شہد یا دیسی گڑ ملایا جا سکتا ہے۔

اکثر لوگ گاجر کے اوصاف کو جانتے ہیں، لیکن اسکے استعمال کے ٹھیک طریقہ نہیں جانتے۔ گاجر کا حلوا بنا کر کھانا بھی استعمال کا برا طریقہ ہے۔ گاجر کا حلوا قابض ہوتا ہے۔ اور قوت ہاضمہ پر ایک طرح کا بار ڈالتا ہے۔ حلوا بنانے سے گاجر کے فطری اوصاف جاتے رہتے ہیں۔ حلوا بنانا تو شوقین لوگوں کی ایک ایجاد ہے لہذا گاجر کی صفتوں سے فائدہ حاصل کرنے والے حلوے بچیں۔

گاجر کی فصل کے دنوں میں اپنے جانوروں۔ گائے، بیل وغیرہ کو بھی خوب گاجر کھانا چاہیے۔ اس سے انکے جسم اندر سے صاف ہو جاتے ہیں۔ انکے تھنوں خالص دودھ پیدا ہوتا ہے۔ بچوں کی ماؤں کو اکثر گاجر کھانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ لیکن گاجر سے دودھ صاف ہو کر اور اضافہ ہوتا ہے۔

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ گاجر ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا سردیوں میں اسکا استعمال کم کرنا چاہیے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ پھلوں سبزیوں میں گردی سردی کا جھگڑا لگا کر انکا استعمال نہ کرنا سخت غلطی ہے۔ کچھ لوگ گاجر کو زمین قند کہکر اس سے پرہیز کرتے ہیں مگر ایسے لوگ جہالت کیوجہ سے ایک مفید چیز سے محروم رہتے ہیں۔

زرعی تجربات

اگیتا چھدرا کرنیسے آڑو موٹے ہوگئے

نیویارک سٹیٹ تجرباتی سیشن برمقام جنیوا (GENEVA) پروفیسر ٹکی (TUKEY) نے آڑوؤں کو چھدرا کرنے کے متعلق جو تجربات کئے ان کے نتائج ظاہر کرتے ہیں۔ کہ آڑوؤں کو کسی خاص تاریخ یا وقت پر چھدرا نہیں کرنا چاہیے۔ سب سے بہترین موقع وہ ہے جبکہ پھل کی لمبائی ۱/۲ انچ ہو جائے۔ ایسے پھل کو توڑ کر پھل کو چھدرا کرنے سے جون کے ماہ میں پھل بہت کم گرا۔ اور آڑوؤں کی ایک سال زیادہ اور ایک سال کم پھل دینے کی عادت بھی بدل گئی۔ چھدرا کرنے سے گو بلحاظ وزن پیداوار کم ہوگئی مگر پھل کا رنگ اور قد اور لہذا اس کی قیمت بڑھ گئی۔ اس لئے آڑو اس وقت چھدرے کئے جائیں جبکہ ان کی لمبائی ۱/۲ انچ ہو جائے۔

سیب کے پھلوں کو شوخ رنگ بنانیکے متعلق تجربات

مسٹر ای۔ پی۔ کرسٹوفر (CHRISTOPHER, E. P.) فرماتے ہیں کہ پختہ مگر کم رنگدار سیبوں کو توڑنے کے بعد اگر ایک سے دو ہفتوں تک دھوپ میں رکھا جائے اور انکو جالی دار کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے تاکہ دھوپ چھن کر پڑے تو انکا رنگ شوخ ہو جاتا ہے۔

روس میں سنگتروں پر کھاد کے تجربات

سنگتروں کو مندرجہ ذیل کھادیں دی گئیں۔

(۱) گوبر کی کھاد (۲) نائٹروجن۔ فاسفورس اور پوٹاش (۳) نائٹروجن اور پوٹاش (۴) پوٹاش اور فاسفورس (۵) نائٹروجن اور فاسفورس (۶) کوئی کھاد نہ دی گئی۔

ان تجربات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے گئے۔

(۱) گوبر کی کھاد سے پھل دیر سے پکا۔

(۲) پوٹاش والے ٹکڑوں کا پھل جلدی پک گیا۔

(۳) نائٹروجن والے ٹکڑوں کے پھل کا چھلکا موٹا تھا۔ مگر میٹھا س زیادہ اور رس کم۔

(۴) پوٹاش اور نائٹروجن سے پھل کی ترشی بڑھ گئی۔

(۵) فاسفورس کی کھاد سے پھل کی ترشی کم ہوگئی مگر کھانڈ اور قابل تحلیل اجزا کی مقدار بڑھ گئی۔

(۶) پوٹاش کی کھاد سے پھل میں گودا کی مقدار زیادہ ہوگئی۔ مگر فاسفورس کا ایسا کوئی اثر نہ ہوا۔

منھ صاف کرنا اور دانتوں کے امراض

(از جناب راما نند دید)

اپنی روزانہ ضروری کاموں میں صبح کو اٹھکر پیشاب پاخانے سے فارغ ہوکر ہاتھ منھ دھونے کا ہی کام ہے۔ یہ کام جسقدر اہم ہے اور اس میں کاہلی کرنے کیسا برا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اس طرف عام لوگوں کی توجہ نہیں جاتی۔ اصلیت تو یہ ہے کہ جبتک دانتوں کا درد، مسوڑوں کا پھوڑا، پائریا وغیرہ کوئی بیماری نہیں ہوتی تب تک لوگوں کی توجہ ادھر نہیں جاتی۔

دانتوں کے امراض کا اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ہم کھاتے ہیں اسکے چھوٹے چھوٹے ذرات مسوڑوں کے میل کی جگہ میں لگے رہتے ہیں۔ اور وہاں پر دھیرے دھیرے سڑنے لگتے ہیں۔

پیٹ کی خرابی اس میں مددگار ہو جاتی ہے۔ اس سے منھ میں پانی بہت آنے لگتا ہے اور وہ سڑن کو اور بھی زیادہ کر دیتا ہے۔ علاوہ اسکے گرمی زیادہ ہونے سے منھ میں چھالے بھی پڑ جاتے ہیں۔

پیٹ کی خرابی کے بغیر بھی منھ کو صاف نہ رکھنے پر یہ اناج کے ذرات جو میل کی جگہ پر سڑتے رہتے ہیں۔ درد، دانتوں کی گندگی، پھوڑے، دانتوں کے کیڑے وغیرہ امراض کو پیدا کرتے ہیں۔

مسوڑوں اور دانتوں کی کمزوری اور گندگی چھوت کے جراثیم کے رہنے قابل حالات تیار کرتے ہیں۔ کمزوری سے گندگی بڑھتی ہے۔ اسطرح یہ چکر چلتا ہی جاتا ہے۔ جس سے آہستہ آہستہ طرح طرح کے دانتوں کے مرض پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ مسوڑے کمزور ہو جاتے ہیں۔ انسے خون آنے لگتا ہے۔ اور آگے چلکر یہی پائریا میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی مسوڑوں میں مواد نکلنے لگتا ہے۔ اور منھ سے بدبو آنے لگتی ہے۔

دھیرے دھیرے دانت کی جڑ پیپ کی شکل میں گھل گھل کر نکل جاتی ہے دانت ہلنے لگتا ہے اور اسکے آس پاس کے دانتوں میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ پائریا عام صحت کے لئے ایک زہر ہے جو کہ لار کے ساتھ پیٹ میں جاتا ہے اور اسکے .... قبض، گٹھیا وغیرہ سیکڑوں مرض پیدا ہو جاتے ہیں۔ پائریا والوں کو اکثر قبض رہتا ہے، اور جیسا کہ سب کو معلوم ہے قبض سارے ہی مرض کی بنیاد ہے۔ پائریا دراصل بہت خطرناک بیماری ہے۔ صرف انگلینڈ میں ہی پائریا اور دوسرے دانتوں کے مرض پر پانچ ارب سے بھی زیادہ روپیہ ہر سال خرچ ہوتا ہے۔ اسی سے ہی اسکی عالمگیریت سمجھی جاسکتی ہے۔

جب بیڑی، صبح اٹھتے ہی بغیر ہاتھ منھ دھوئے چائے پینے کا فیشن چل گیا ہے، تب سے تو اس سلسلہ میں اور بھی بڑی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ یہ بڑی ہی بری عادت ہے۔ اس سے رات کے وقت منھ اکٹھا ہوئی خرابیاں صاف کر کے باہر نکالنے کے بجائے پیٹ کے اندر چلی جاتی ہیں۔

مرض کو دور کرنے کی بہ نسبت اس سے بچنے کی ترکیب کرنا ہی ہمیشہ اچھا ہوتا ہے منھ کو صاف رکھنا بہت ہی آسان ہے۔ اسکے لئے کھانا کھانے کے بعد ہر بار دانتوں کو اچھی طرح صاف کر دینا کافی ہوتا ہے۔ منھ میں کسی بھی غذائی چیز کے ساتھ رہنے سے بھی اس میں گندگی ہوتی ہے۔ منھ میں ہمیشہ پانی بھرے رہنے والے لوگوں کے دانتوں میں مرض پیدا ہو جانا بہت فطری ہے۔ تمباکو پان کھانے والوں کو دانتوں کے کیڑے اور پائریا وغیرہ کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

روز صبح سو کر اٹھتے ہی، اور رات کو سونے کے پہلے دانتوں کو صاف کرنے کا اصول احتیاط کیساتھ عمل میں لانا چاہئے۔ یہ بہت معمولی سی بات ہے۔ اسکے لئے کوئی زیادہ اُلجھن کی بات نہیں ہے۔ علاوہ اسکے جب بھی کچھ کھایا پیا جائے۔ اسیوقت کلی کرکے منھ کو اچھی طرح صاف کرلینا چاہئے۔ اگر کلی کے پانی میں ذرا سا نمک ملا دیا جائے اسکی منھ کو صاف کرنے کی خصوصیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

آج تک تعلیم یافتہ لوگوں میں اکثر برش کرنے کا رواج ہوگیا ہے، لیکن ہا دانتوں کو صاف کرنے میں برش کی بہ نسبت دیسی داتون مفید ہے۔ ہاں داتون چبانی ضرور اچھی طرح سے چاہئے۔ اسکے آگے کے حصہ کو اچھی طرح چبا کر بہت جلد ایک برش بنا لینا چاہئے۔ اگر برش باریک نہ تو موٹے ریشے مسوڑوں کو چھیل ڈالیں گے، اور انکو نقصان پہونچائینگے۔ داتون اکثر نیم اور ببول کی بنائی جاتی ہے ببول کی داتون کی کوچی اچھی بنتی ہے۔ لیکن نیم میں منھ کے جراثیم کو مارنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے ببکل وغیرہ کی بھی داتونیں بنائی جاتی ہیں۔

داتون کی کوچی تقریباً پاؤ انچ لمبی بنانا چاہئے۔ کوچی کے درمیانی حصہ کو ڈاڑھوں میں ذرا ترچھا کونا بنائے ہوئے پکڑ کر چبانا چاہئے، اور داتون کو وہیں پھراتے جانا چاہئے۔ اسطرح کوچی کے بیچ میں سارے ریشے دب کر بہت ملائم اور باریک ہوجائینگے۔ اور پھر اسے نرم سے نرم مسوڑھے بھی نہ چھلیں گے۔ ایسی داتون بنانے میں ایک فیٹ سے دو فیٹ کا وقت کافی ہوتا ہے۔ داتوں اور مسوڑوں کی مناسب ورزش بھی ہوجاتی ہے۔ اور اسکو جاتے ہے اندر تک کی گندگی دب کر باہر نکل جاتی ہے جیسا کہ برش کرنے میں نہیں ہوتا۔ اگر برش کو کام میں لایا جائے تو اسکو صاف رکھنا بہت ضروری ہے۔ اکثر گندے برش ہی امراض کو پیدا کرنے کی وجہ بنتے ہیں۔ برشوں کی جڑ میں وہی ہوتا رہتا ہے جو گندے دانتوں کی جڑوں میں۔ لہذا برش کو ہمیشہ کاربونک ایسڈ کا پانی یا دوسری کسی ایسی ہی چیز میں رکھنا چاہئے۔ اور برش بھی بہت سخت نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ بھی مسوڑوں کو چھیل سکتا ہے۔ اور کی اوپری سطح کو جو انیمل کا ہوتا ہے اسکو گھس ڈال سکتا ہے۔ برش کے ساتھ کوئی عمدہ منجن یا پیسٹ کا استعمال کرنا چاہئے۔ جو جراثیم کو مارنے والا بھی ہو۔

جب دانت ایک بار پوری طرح سے صاف ہوجائیں اور منھ کو صاف رکھنے کیطرف پوری توجہ رکھی جائے، تو پھر دانتوں کی صفائی کیلئے صرف نمک کو انگلی سے دانتوں پر رگڑ کر کلی کر ڈالنا ہی کافی ہوتا ہے۔ یونہی سرسوں کا تیل اور نمک سے دانت صاف کرنا چاہئے اس سے متعدد دانتوں کے مرض اچھے ہوجاتے ہیں اور مستقبل میں ہونیوالے امراض کو روکتا ہے۔

اگر دانتوں پر میل جم جائے جسکو ٹارٹار کہتے ہیں تو اسے کسی اچھے ڈینٹسٹ سے صاف کرانا چاہئے۔ اکثر ادھر کے ڈینٹسٹ دانتوں کی سطح کے انیمل کو بری طرح کھرچ ڈالتے ہیں جو بہت نقصان دہ ہوتا ہے۔

دانتوں کو صاف کرتے وقت انکو باہر اور اندر دونوں طرف سے صاف کیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ برش سے دانتوں کو باہر سے صاف کرتے ہیں۔ انکو اوپری طور پر چمکیلا دیکھکر مطمئن ہوجاتے ہیں۔ دانتوں کے منجن کو خوبصورتی بڑھانے کا ذریعہ نہ سمجھنا چاہئے بلکہ خاصکر صحت کی حفاظت کا ضروری جزو سمجھا جانا چاہئے۔

دانتوں کے علاج کی ضرورت

پہلا کل ہند دانت کانفرنس کی افتتاح کرتے ہوئے حکومت ہند کے ممبر صحت آنریبل جوگیندر سنگھ نے جو تقریر کی تھی۔ اسکا مختصر مندرجہ ذیل ہے۔

جیسا کہ اسکے قبل میں کسی دوسرے موقع پر کہہ چکا ہوں۔ کسی بھی تجارتی جماعت کا اثر بہت کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ

اپنی تجارت کے محدود دائرے سے آگے عوام کی بھلائی کی وہ کتنی فکر کرتی ہے۔ مجھکو پورا یقین ہے کہ آپ لوگ اس اصول کو سامنے رکھکر اپنی جماعت کو ترقی دینگے۔ کوئی تجارتی جماعت حکومت کو مدد پہونچانے لئے ایک بہت بڑا ذریعہ بن سکتی ہے۔ کیونکہ اسکے ذریعہ حکومت کو اس تجارت سے تعلق رکھنے والے متعدد سوالات اور مسائل کی معلومات آسانی کے ساتھ حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے دانت کی تجارت اور تجارت سے تعلق رکھنے والے سوالات پر ہم آپکی مدد کی اُمید کرینگے۔ ان دنوں میں آپکی کانفرنس کو اہمیت خصوصی حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ اسوقت حکومت ملک کی آیندہ صحت کے نظام کے متعلق اسکیمیں تیار کر رہی ہے۔ جس میں دانت کی صحت کی اسکیم کو شامل کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔

تعلیم کا پیمانہ

بدقسمتی سے ہندوستان، علاج کی دوسری شاخوں کے مقابلے میں۔ دانت کے معاملے میں بہت پیچھے ہے۔ کل ۲۵ سال پہلے ۱۹۲۰ء میں کلکتہ میں دانت کی تعلیم اور علاج کے لئے پہلا کالج اور اسپتال ڈاکٹر آر۔ محمد کی کوششوں سے کھلا تھا۔ اسکے بعد ۱۹۳۶ء میں لاہور میں دانت کے پہلے سرکاری کالج ڈیمانیمار لیسی ڈینٹل کالج کا قیام عمل میں آیا۔ اس تجارت کو قانونی طور پر آج بھی اجازت حاصل نہیں ہے۔ اور نہ معالجوں دانت کے ڈاکٹروں کی رجسٹری کا ہی کوئی انتظام ہے۔ اور نہ کوئی ایسی با اختیار جماعت ہی ہے جو ان لوگوں کے لئے جو دانت کے علاج کی تجارت میں آنا چاہتے ہیں اس کام کی تعلیم اور ٹریننگ مناسب پیمانہ مقرر کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ صحت کا جائزہ لینے والی کمیٹی دانت کے علاج کرنے کی اہلیت حاصل کرنے والے لوگوں کی رجسٹری کے لئے دانت جماعتیں اور ضروری تعلیم کے پیمانے کیلئے ایک کل ہند کونسل کے قیام کی سفارش کرنے جارہی ہے۔ یہ فوراً غور کرنے والے موضوع ہیں۔ اور کمیٹی کی رپورٹ حاصل ہوتے ہی۔ اسکی اس سلسلہ کی سفارشوں کو عملی شکل میں لانے کی میں امید کرتا ہوں۔

دانتوں کے علاج کا انتظام

جنگ کے بعد کی اسکیم میں ہمکو عوام کیلئے دانتوں کے علاج کا پورا انتظام کرنا ضروری ہے یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ کیا شہروں تک کیا گاؤں کے لئے دانتوں کے علاج کا ہمارا انتظام ابھی تک ناکافی رہا ہے۔ بلاشک آئندہ کے لئے سرکاری انتظام کرنا پڑیگا۔ لیکن اس انتظام کے لئے ابھی ہمارے پاس خاص تعلیم یافتہ اشخاص نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سارے ملک کی ۴۰ کروڑ آبادی کے لئے شائد کل ۱۰۰۰ سے زیادہ دانتوں کے علاج کی تعلیم پائے ہوئے علاج کی تعلیم پائے ہوئے لوگ نہ ہونگے۔ لہذا اس کام کے لئے ہمکو دانتوں کے علاج سے متعلق ٹریننگ کی آسانیوں میں کافی وسعت دینی ہوگی۔ دانتوں کی تعلیم کے معیار کو مقرر کرنے کے لئے متعدد اہم سوالات پیدا ہونگے۔ ہمکو طے کرنا ہوگا کہ کیا ہم اونچی تعلیم حاصل کئے ہوئے "ڈینٹسٹ" چاہتے ہیں یا مختص انکی تعداد میں اضافہ چاہتے ہیں۔ انکا ایک ہی طبقہ رکھا جائے یا بہت سے درجہ رکھے جائیں دیہاتی حلقوں میں اونچی تعلیم پائے ہوئے دانتوں کے سرجن رکھے جانے چاہئیں یا نہیں؟ یہ متعدد سوالات ہیں جنکے متعلق ہمکو غور کرنا ہوگا۔

تحقیقات کی ضرورت

دوسرے سوالات جن میں حکومت ہند کو خاص دلچسپی ہے، تحقیقات کا ہے دانتوں کے مرض کا علاج اور آسانیوں کو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمکو اپنے نظام صحت کو کامیاب بنانا ہے تو مرض کو اچھا کرنے سے زیادہ اسکو روکنے کی کوشش کرنی ہوگی علاج سے روکنا کہیں زیادہ اچھا ہے۔ اور اس کام کے لئے ہمکو تحقیقات سے ہی مدد دینی ہوگی۔

کل ہند گائے سیوا کانفرنس

ملک کی گایوں کی حفاظت کیوں ضروری ہے؟

از جناب بھگوان پرشاد ترپاٹھی (جرنلسٹ)

پچھلے دنوں واردھا میں کل ہند گائے سیوا کانفرنس کا سالانہ اجلاس ہوا تھا۔ ہندی کے نوجوان جرنلسٹ ترپاٹھی صاحب نے اس مضمون میں کانفرنس کے چشم دید حالات کا تذکرہ کیا ہے جو قابل مطالعہ اور پر از معلومات ہے۔

پچھلے ۱۱-۱۲ فروری کو گوپوری وردھا میں کل ہند گائے سیوا کانفرنس کا دوسرا اجلاس بڑی دھوم دھام سے ڈاکٹر راجیندر پرشاد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ کانفرنس کی رسم افتتاح گاندھی جی کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ کئی باتوں کی وجہ سے یہ کانفرنس کو اہمیت حاصل رہی۔

کانفرنس کا پہلا دن

کانفرنس میں تقریباً سارے ہی صوبوں سے خدام گائے موجود تھے۔ ٹھیک ڈھائی بجے کانفرنس کی رسم افتتاح گاندھی جی نے ادا کی۔ لیکن چونکہ اس دن دوشنبہ ہونے کی وجہ سے گاندھی جی کا برت خاموشی تھا۔ لہذا عوام کو محض زیارت دیکر چلے گئے۔ اس کے بعد کانفرنس کا کام شروع ہوا۔ اسٹیج پر آچاریہ ونوبا بھاوے، جانکی دیوی بجاج (مرحوم جمنا لال بجاج کی بیوی) ڈاکٹر راجیندر پرشاد اور کئی دوسرے لیڈر موجود تھے۔ اسدن ڈاکٹر راجیندر پرشاد کی تقریر بہت ہی بہترین ہوئی۔ اسی دن مرحوم جمنا لال بجاج کا یوم وفات تھا۔ اسلئے گائے کی خدمت سے متعلق انکے جسقدر کام تھے، انکی تعریف کی گئی۔ بابو راجیندر پرشاد نے اپنی تقریر میں گایوں کی اہمیت بتلاتے ہوئے کہا کہ وہ یہی ملک ہے جہاں گایوں کی پوجا ہوتی تھی۔ بغیر گایوں کی پوجا کوئی بھی شخص کھانا کھانا گناہ تصور کرتا تھا۔ لیکن آج ہم اسکے خلاف ہی حالت دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہم دراصل اپنے ملک کی آزادی چاہتے ہیں تو گایوں کی خدمت کرنی ہی پڑیگی۔ گایوں کی خدمت آزادی اپنے ملک کی آزادی چاہتے ہیں تو گایوں کی خدمت کرنی پڑیگی۔ گایوں کی خدمت آزادی کا ایک جزو ہے۔ آج بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ مرتے دم بھی گودان کرکے اپنے نجات ہو سمجھنے کا ٹکٹ کٹاتے ہیں۔ یہ گایوں کی خدمت کی اہمیت ہے۔

یہاں اسکو نہ بھولنا چاہیے کہ اسدن عظیم الشان اجتماع نے بہت سکون کیساتھ تقریر سنی۔ والینٹر مہلا آشرم کی طالبات تھیں۔ اسکا انتظام دیکھکر ہری پورہ کانگریس کی یاد تازہ ہو آتی تھی۔ لوگوں نے خوب پیٹ بھر پانی پیا، پانی پلانے کا انتظام طالبات کے ہی ذمہ تھا۔ اکثر ہر ایک جلسہ میں شور وغل کرنے کا کام عورتوں کے ہی ذمہ ہوتا ہے۔ خاص طور سے گود والی مائیں اور بھی اس میں پیش پیش ہیں۔ یہی حالت یہاں بھی دیکھنے میں آتی تھی۔ مہلا آشرم کی استانی مالتی بائی کا ان ماؤں کو باہر نکالنے کا اعلان بھی ذرا مہنگی رہی۔ کچھ لوگوں کے اختلاف کرتے ہی اُن کو اپنا اعلان واپس لینا پڑا۔ اس دن گائے کی خدمت کی ترقی کے متعلق کئی اہم تجویزیں ہوئیں۔

دوسرے دن کا پروگرام

دوسرے دن صبح ہی آچاریہ ونوبا بھاوے گائے کی خدمت پر تقریر تھی۔ تقریر عالمانہ اور غور طلب تھی۔ ایک طرح سے ہم یہ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کانفرنس میں جسقدر بھی تقریریں ہوئیں ان سب میں ونوبا بھاوے کی تقریر سب سے بہترین تھی۔ بھاوے صاحب کی تقریر ہو ہی رہی تھی کہ ارونا آصف علی تشریف لائیں۔ عوام انکی زیارت سے باغ باغ ہوئے۔ عوام کے بہت درخواست کرنے پر ارونا آصف علی نے ایک مختصر تقریر کی۔ اپنی تقریر میں انھوں نے بتلایا کہ بنگال میں آج چالیس لاکھ انسان انسان جو جانور کی شکل میں تھے، مرگئے۔ ہمکو ان گایوں کی حفاظت کرتے ہوئے ہم لاکھو جانوروں کی جیسی زندگی گذارنے والے انسانوں کی بھی حفاظت کرنی ہے۔ دوپہر کو کچھ عرصہ کیلئے کانفرنس ملتوی کردی گئی۔ تین بجے پھر شروع ہوئی اور عوام نے تالیاں بجاکر گاندھی جی کا استقبال کیا۔ گاندھی جی نے ان تقریر میں بتلایا کہ میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ بھوکوں مر رہے ہیں۔ ابھی تک اناج کو ضائع نہ کرکے اسکو جمع کیجئے۔ اگر آپ ایسا نہ کرینگے تو ہر ایک صوبہ میں بنگال نظر آئیگا۔ روپیہ پیسہ پاس ہوتے بھی لوگ موت کی گود میں سو جائینگے۔

آنے والے مہمان

اس کانفرنس متعدد خاص لوگ شامل ہوئے تھے۔ باہر کے اور یہاں کے بھی متعدد اشخاص کانفرنس کو کامیاب بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ ان میں سری ست نرائن بجاز، بشمبر پرشاد شرما، لچھمن سنگھ یادو سری رام تیوڑی والے، برام کرشن بجاز، بابا راگھو داس جی زکا وغیرہ قابل ذکر ہیں عورتوں میں جانکی دیوی بجاز، شانتا بہن، رانی اِلا اور مہلا آشرم کی ساری ہی عورتیں۔ جس سلیقے اور انہماک کے ساتھ کانفرنس کو کامیاب بنایا۔ اسکی جسقدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کانفرنس میں گائے کانفرنس ہوتے ہوئے بھی جوتا کانفرنس بھی بہتر رہی۔ جوتا اور چپلوں کو عوام نے خوب خریدا، فروخت کیا۔ کانفرنس کے گیٹ پر راشٹر بھاشا پرچار سمیتی کی ایک کتابوں کی دوکان لگی تھی سمیتی کے ذریعہ شائع شدہ کتابیں خوب فروخت ہوئیں۔ اسکے پاس ہی شنکر اگروال کی بھی ایک کتابوں کی دوکان تھی۔ جہاں پر کمیونسٹ لٹریچر ملتا تھا۔ اگروال صاحب ڈنڈے اور لاٹھی سے مسلح ہوئے بیٹھے تھے۔ انکو ڈر تھا کہ کہیں سے کوئی عدم تشدد والا حملہ نہ کردے۔ حیدرآباد سے بھی ایک جماعت آئی تھی۔ جسکی نمائندگی مکن چند ربیدی کررہے تھے۔ بیدی صاحب بالکل لیڈر معلوم ہوتے تھے۔

جب وہ ٹیڑھی ٹوپی پہنکر نکلتے۔ تو عوام کو سبھاس بابو کی غلط فہمی ہوجاتی تھی۔ بیدی جی کے ساتھ اسکی فوج کے سپہ سالار دھرم چند ریریم چند آنند چند ربھی تھے۔ یہاں پریم شمبھوناتھ شہ ما ایڈیٹر "الوک" کو بھی یاد کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انھوں نے اس موقع پر "الوک" کا گائے نمبر نکالکر اپنی ہمدردی کا ثبوت دیا۔

حفاظت گاے کا معیار

مقامی گاے کی حفاظت کے کام کو دیکھنے کے لئے جہاں پر کہ دو سو گائیں پالی گئی تھیں گایوں کی حفاظت کے انتظام کو دیکھکر سارے ہی لوگوں نے سری رام تیوڑی والے کو مبارکباد دیا۔ سری رام جی بردھا کے ایک خاص تجار ہیں۔ ایسی جماعتیں ہندوستان میں بہت کم ہیں۔ بغیر کسی چندے کے ۳۵ ہزار روپیہ سالانہ خرچ کے کام کو چلانا آسان نہیں ہے۔ سارے ہی لوگوں نے کھلے دل سے سری رام صاحب کی تعریف کی۔

ایک دلخراش واقعہ

یہاں اکثر ساری ہی قومی جماعتوں میں اسدن چھٹی تھی لیکن راشٹر بھاشا پرچار سمیتی نے ملازمین کو اس موقع پر ہڑتال کرکے جانا پڑا۔ سمیتی کے قائم مقام منظم رامیشور دوبے نے نہ تو کانفرنس میں ہی خاص طرح سے حصہ لیا اور نہ اپنے لوگوں کو ہی حصہ لینے دیا۔ اتنا ہوتے ہوئے بھی سمیتی کے اکثر لوگوں نے (دوبے صاحب کو چھوڑکر) کانفرنس میں پورے جوش و خروش کیساتھ حصہ لیا۔

یہ کانفرنس اپنے طرز کی پہلی تھی۔ اسکی کامیابی میں کوئی شک نہیں جس کانفرنس کو آچاریہ ونوبا بھاوے، گاندھی جی اور راجیندر پرشاد

Printed by C. O Fursgren at the Lucknow Publishing House, Lucknow, (650)—947-12-'45

سال سات] نومبر ۱۹۴۶ء [نمبر گیارہ

حکومت یوپی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

پبلشر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

سالانہ قیمت ۱۲

ایک پرچہ ۱۰

ھل

جلد ۷—نمبر ۱۱ | باتصویر ماھوار رسالہ | نومبر سنہ ۱۹۴۵ء

فہرست مضامین

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

بالتصویر | ماہوار | رسالہ

جلد ۷ | نومبر ۱۹۴۵ء | نمبر ۱۱

گاؤں

از رسول احمد

کیسی دل کش ہے گاؤں کی دنیا — کیا بتائیں کہ ہے یہاں کیا کیا

کھیت ہیں یاں، ہیں یاں چراگاہیں — اور ہیں سیدھی ٹیڑھی یاں راہیں

پیڑ پودے یہاں ہیں ایک سے ایک — خوبیوں میں نرالے ہیں ہر ایک

ہے کہیں آم تو کہیں جامن — کون گائے کہاں تک انکے گن

پیڑ مہوے کا ہے کہیں پہ کھڑا — اور پیپل کا پیڑ سب سے بڑا

اپنے اپنے یہ پھل کھلاتے ہیں — سب سے یہ اپنا پن نبھاتے ہیں

چڑیاں اپنی بتاتی ہیں راتیں — اور آپس میں کرتی ہیں باتیں

گونجتی ہیں فضائیں صبح و شام — زندگی، وہ نہ جانے بن آلام

اور دیکھو کسان ہل لیکر — جاکے پہونچا ہے اپنے کھیتوں پر

دیکھکر کھیت کو وہ ہے مسرور — کھیت ہی کھیت سب ہیں پاس اور دور

جس طرف دیکھو دائیں اور بائیں — بیل بچھڑے ہیں اور ہیں گائیں

ساری دنیا یہاں کی ہے آزاد — زندگانی یہاں پہ ہے آباد

کوئی یاں پر نہیں رکاوٹ ہے — یاں ذرا بھی نہیں بناوٹ ہے

زندگی کا یہاں ہے سچ آدھار

جھوٹ کا یاں نہیں ہے کاروبار

زہریلے چارا

از جناب بینکٹا چلم، رسرچ افسر، میڈیکل کالج مدراس

ہمارے ملک میں مویشیوں کو مناسب چارا نہیں ملتا، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ بھوکے رہتے ہیں اور اکثر ایسی گھاسوں اور پودوں کو کھانے کیلئے مجبور ہوتے ہیں جو زہریلے ہوتے ہیں۔ اس مضمون میں مصنف نے ایسے متعدد پودوں کا ذکر کیا ہے جو مویشیوں کے لئے نقصان دہ ہیں۔ ان زہریلے پودوں کیوجہ سے ہر سال ہندوستان کے بہت سے جانور موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ اگر جانوروں کو ان زہریلے پودوں سے بچایا جائے تو انکی مرنے کی تعداد میں بہت کچھ کمی ہو سکتی ہے۔

کھیتی کی ترقی کے لئے سائنس کا استعمال ہندوستان میں گذشتہ ۵۰ سالوں سے کیا جا رہا ہے۔

مویشیوں کو پالنے کے سلسلہ میں بھی سائنس کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں مویشیوں کے بارے میں تحقیق کرنے والے صوبوں اور ریاستوں میں سول ویٹنری کے محکمے اور مویشیوں کے بارے میں تحقیق کرنے والی دوسری کمیٹیوں کو قائم کرکے اس طرف کافی توجہ دی گئی ہے۔ ہندوستان میں قریب ۲۱۵۰ لاکھ مویشی ہیں۔ یہ تعداد دنیا کے مویشیوں کی کل تعداد کا ۳۳ فیصدی ہے۔ ہمارے جانوروں کی قیمت قریب دو ہزار کروڑ روپیہ ہے اور ان مویشیوں سے ہونے والے تجارتوں اور انسے ہونے والے فائدے کی قیمت اس سے بہت زیادہ ہے۔

ہندوستان کے مویشیوں کی اس بڑی جائداد کا ایک بڑا حصہ چھوت چھات کی بیماریوں سے برباد ہو جاتا ہے۔ مویشیوں میں پھیلنے والی بیماریاں اکثر جراثیم کے ذریعہ پھیلتی ہیں۔ ان بیماریوں کی روک تھام کرنے والی دواؤں کی تلاش میں جہاں تک کامیابی حاصل ہوتی ہے اسنے اس نقصان میں ایک حد تک کمی ہو گئی ہے۔ لیکن زیادہ نقصان زہریلے پودوں کو کھانے سے ہوتا ہے۔ اور یہ نقصان کسی بھی بڑی بیماری سے ہونے والے نقصان سے زیادہ ہے۔ زہریلے پودوں کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہے۔ اکثر مویشیوں کو ان زہریلے پودوں سے جو نقصان پہونچتا ہے اسکو چونکہ معلوم نہیں کیا جاتا لہذا اسکا انجام صرف یہی نہیں ہوتا کہ مویشی مرجاتا ہے بلکہ اس سے حسب ذیل نقصانات بھی ہوتے ہیں جو اقتصادی نقطۂ نظر سے کسی قدر کم اہمیت نہیں رکھتے۔

(۱) دودھ میں کمی یا دودھ کا خشک ہو جانا۔

(۲) گوشت یا اون کی کمی۔

(۳) اسقاط حمل۔

(۴) بانجھپن۔

(۵) جسم کے مختلف اعضا کو مستقلاً یا وقتی نقصان پہونچا۔

زہریلے پودوں کے ذریعہ ہر سال ہندوستان کے مویشیوں کی قیمت کے ۲۰ فی صدی کا نقصان ہوتا ہے یعنی ۴۰۰ کروڑ روپیے کا نقصان ہوتا ہے۔ عام طور پر مویشی جنگلوں یا مختلف طرحکے چراگاہوں میں چرتے ہیں ان جانوروں کے لئے مفید اور مناسب خوراک نہیں ملتی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مویشی بھوک کے شکار بنے رہتے ہیں۔ اس سے وہ زہریلے

پودوں کے کھانے کی خواہش کو روک نہیں سکتے۔ اگرچہ اسطرح کے بہت سے پودے ہوتے ہیں جو بدبودار تیکھے تیز ذائقہ کے ہوتے ہیں۔ جس سے جانور انہیں کھا نہ سکیں۔ جانوروں میں ایک فطری علم ہوتا ہے جو انہیں ان خطرناک پودوں کے کھانے سے روکتا ہے۔ علاوہ اسکے اور بھی بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔ جن میں سے خاص خاص یہ ہیں:

(۱) جاڑے اور بسنت کے شروع میں ذائقہ دار چارے کی کمی۔
(۲) تھکان۔
(۳) نمک کی کمی یا نمک کا نہ ملنا۔
(۴) گھاس یا جانوروں کے کھانے کے پودوں کے ساتھ ساتھ زہریلے پودوں کا اگنا۔
(۵) خشک گھاس میں زہریلے پودوں کا مل جانا۔
(۶) اور سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ مویشیوں کے چارے کے پودوں میں خاص موقع پر زہر پیدا ہو جاتا ہے۔

ہندوستان میں جانوروں کو متوازن خوراک نہیں ملتی۔ اسلئے مویشی زیادہ تر چراگاہوں پر گذر کرتے ہیں۔ اور ان چراگاہوں مین زہریلے پودے اگتے ہیں جس سے اکثر مویشیوں کے جسم میں انکا زہر پہونچ جاتا ہے۔

علاوہ چارے کے ساتھ اس زہر کے اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ زہریلے پودوں اور نباتاتی اشیاء کے ذریعہ جسم میں زہر پہونچ جاتا ہے۔ بعض بعض قسم کی جنگلی اور بیماریوں کے جراثیم بھی مویشیوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اور اسلئے مویشیوں کے جسم مین جو زہریلا اثر پڑتا ہے اس کے متعلق ہندوستان مین بہت کم لوگوں کو معلومات حاصل ہیں۔

تقریباً ۸۰ فی صدی لوگوں کی جائداد صرف مویشی ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ انکے پالنے والے ان زہریلے پودوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ انکی فطرت، انہیں ہونے والا نقصان اور اسکو دور کرنے کی ترکیبیں معلوم کریں۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ مویشی پالنے والا ایسے زہریلے وجود سے بھی باخبر رہے جو کہ تجربات اور ادوں کے ساتھ کام میں لائے جاتے ہیں۔ ذیل میں کچھ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

زہریلے پودے

کودو۔ کودو کی کھیتی ہندوستان کے بہت سے حصوں میں ہوتی ہے۔ اس پودے کا دانا اکثر زہریلا ہو جاتا ہے، اور زہر اسکے چھلکے میں رہتا ہے۔ اسکے پودے خشک کرکے جانوروں کو کھلائے جاتے ہین۔ اور اسطرح مویشی مع چھلکے کے اسکے دانے بھی کھا جاتا ہے، کودو کو چارے کی شکل مین مویشیوں کو دینا اس لئے خطرناک ہے کیونکہ اسکے خشک ہوتے پر بھی اسکے بیج آسانی سے اس سے الگ نہیں ہوتے۔ اسکے زہر کی علامتیں حسب ذیل ہیں۔

مویشی کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پیٹ پھلا کر سانس لیتا ہے۔ چارا نگلنے اور سر ہلانے یا گھمانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ قبض رہتا ہے، پیشاب کم ہوتا ہے۔ نلی خشک ہو جاتی ہے۔ پٹھے اکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ نبض آہستہ چلتی ہے۔ پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ جسم سے پسینہ نکلنے لگتا ہے۔ حتٰی کہ مویشی کو بیہوشی آنے لگتی ہے۔ زہر کی یہ علامتیں ان مویشیوں میں زیادہ نظر آتی ہیں جو سہتے نہیں کر پاتے۔

کیسری

کیسری کی کھیتی اکثر پچھم، صوبہ متوسط اور بنگال کے میدانوں میں دال کے لئے کی جاتی ہے۔

ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اسکو برابر کھانے سے اور جانور کو کھلانے سے لقوے کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس میں کمر کے نیچے کے حصے میں یکایک لقوا مار جاتا ہے۔ گھوڑے اور بیل بھی جنھیں یہ اناج کھلائے جاتے ہیں اکثر اپنے جسم کے ان حصوں کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہ جاتے گھوڑوں کا پچھلا حصہ لقوے کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اس سے مویشی کی موت بھی ہو جاتی ہے۔

سنگکھی

اسکو سنگ کھیولی بھی کہتے ہیں۔ اس کا پودا سیدھا اور بغیر پتیوں کے ہوتا ہے جو ہر سال پیدا ہو جاتا ہے یہ پچھم ہمالیہ، گنگا کے میدان اور عام طور پر دکھن میں ہوتا ہے۔ اس پودے کی ملائم پتیوں اور جڑوں کو کھانے سے جانوروں کے جسم میں زہر داخل ہو جاتا ہے۔ اسکی مثالیں مدراس اور بہار میں کافی ملتی ہیں۔ اس زہر کی خاص علامت یہ ہے کہ اس میں جانور کو بہت دست آنے لگتے ہیں۔

بلّی

یہ کافی بڑی اور کٹیلی جھاڑ ہوتی ہے۔ جو ہمالیہ کے اونچے رقبوں اور نیلگری پر پائی جاتی ہے۔ وہاں اسے بلّی یا پوادرم کہتے ہیں۔ اسکی پتیاں بھیڑ بکریوں کے لئے زہریلی ہوتی ہیں۔ اسکے زہر کی علامتیں اس طرح ہیں۔

مویشی کو بہت زیادہ دست آتا ہے۔ منہ سے پھین نکلنے لگتی ہے۔ آنکھ اٹھنے لگتی ہے اور مویشی درد سے چلاتا ہے۔ اگر ٹھیک وقت پر اس کا علاج نہ کیا جائے تو مویشی مر جاتا ہے۔

ہندوستانی ربر

اس کی ملائم پتیاں مویشیوں کے لئے زہریلی ہوتی ہیں۔ اس سے مویشی کے پیٹ میں شول درد ہونے لگتا ہے۔ جسم سے بہت پسینہ نکلنے لگتا ہے۔ جسم میں لقوا مار جاتا ہے اور اکثر مویشی مر جاتا ہے۔

بانس

بانس سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے برسات ختم ہونے پر اسکی ملائم اور نئی پتیاں ہر جگہ مویشیونکو کھلانے کے کام میں لائی جاتی ہیں۔ اسکی پتیاں اور ٹہنیاں خاص چارہ سمجھی جاتی ہیں۔ ہاتھی بھی عام طور پر اس کو بہت کھاتے ہیں۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس کی بڑی بڑی پتیان زہریلی ہوتی ہیں۔ جن کے کھانے سے مویشی مر جاتے ہیں۔ لیکن مویشیوں کی موت جلدی نہیں ہوتی بلکہ اسکے زہر کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے اور اس طرح جانور کئی مہینے میں مرتا ہے۔ اس کی پتیوں میں زہر کس طرح آجاتا ہے؟ اس سلسلہ میں کوئی معلومات نہیں حاصل کی جا سکی اور نہ اس کے زہر کو دور ہی کرنے کی کوئی ترکیب نکالی جا سکی ہے۔

کاربر

سارے ہندوستان کے باغون مین یہ بویا جاتا ہے
اس مین لال یا سفید پھول ہوتے ہین۔ اسکی جڑین
بہت زہریلی ہوتی ہین۔ جڑون کا اندرونی حصہ
بہت زہریلا ہوتا ہے۔ مگر پودون مین پائے جانیوالے
زہرون مین دو خاص زہر جڑون مین نہین ہوتے۔
اسکی پتیون، چھال اور پھول مین بھی ایک طرح کا
زہر ہوتا ہے۔ یہ جنگلی قسمون مین زیادہ پایا جاتا ہے
دل اور رگون کے لئے یہ مہلک زہر ثابت ہوا ہے۔

پیلا کنیر

ہندوستان کے میدانون مین یہ پودا قریب قریب
ہر باغ مین پایا جاتا ہے۔ اس سے نکلنے والا سفید دودھ
بہت زہریلا ہوتا ہے۔ اسکا بیج بہت کڑوا ہوتا ہے
گٹھلی مین بھی تیز ایکرد ناکوٹک زہر ہوتا ہے۔ اس سے
مویشی کو بہت زیادہ قے اور دست آنے لگتے ہین
اور آخر مین وہ مرجاتا ہے۔

ریڑ

اسکی دو قسمین ہوتی ہین (۱) جس مین بڑے بڑے
اور لال بیج ہوتے ہین جن سے جلانے کیلئے تیل نکلتا
ہے۔ (۲) اس کی دوسری قسم سالانہ طور سے
ہوتی ہے۔ اس مین کھورے رنگ کے بیج ہوتے
ہین۔ جن پر کالے دھبے ہوتے ہین۔ اس سے
دواؤن کے لئے رینڑی کا تیل نکالا جاتا ہے۔
اسکی پتیان مویشی بہت شوق سے کہاتے ہین،
لیکن تیل نکالنے کے بعد اسکی کھلی مویشیون کے
لئے نقصان دہ سمجھی جاتی ہے۔ رینڑی کے بیج مین
ایک طرح کا البومین ہوتا ہے جسکو رسین کہتے ہین۔ اسکو
خشک یا پانی کے ساتھ مویشیون کو دینے سے آنتون مین
سوجن آجاتی ہے۔ بیج کی طرح اس کی پتیان، تنے
اور جڑون مین بھی زہر ہوتا ہے۔ اس زہر کا یہ اثر
ہوتا ہے کہ مویشیون کو ڈائریا ہو جاتا ہے جن
سے سستی کی وجہ سے وہ اونگھنے لگتا ہے۔ کبھی
کبھی بیہوشی بھی ہو جاتا ہے۔ یہ بے ذائقہ زہر
رینڑی کی کھلی مین کافی مقدار مین ہوتا ہے۔ اسکا
کوئی مفید اور مناسب علاج نہین ہے۔

جمال گوٹہ

اس کا پیڑ چھوٹا ہوتا ہے۔ اور ہندوستان کے
اکثر حصون مین پایا جاتا ہے اس کے بیجون کا استعمال
تیز جلاب کے لئے کیا جاتا ہے۔ زیادہ ہونے پر یہ
ایکرد ناکوٹک زہر کا کام کرتا ہے۔

لانگولی

یہ قریب قریب سارے ہندوستان مین پایا جاتا
ہے۔ اس کی جڑین گانٹھہ دار گول لمبی یا چپٹی
ہوتی ہین۔ جب جڑین پوری طور سے بڑھ جاتی
ہین تب دو گانٹھین برابر کونون پر ایک دوسرے
سے ملکر ایک گانٹھہ کی شکل اختیار کرلیتی ہین — یہ
یہ اسکویل ذات کا سمجھا جاتا ہے۔ اور بہت
زہریلا ہوتا ہے۔ اس مین ایک سکھا زہر ہوتا ہے جسکا
۲۰ گرام بھی ایک بڑی بلی کو مارنے کے لئے کافی ہوتا ہے

گھونگھچی

یہ ایک طرح کی بیل ہوتی ہے جو تقریباً ہندوستان
کے ہر حصہ مین پائی جاتی ہے۔ اسکی تین قسمین ہین۔

(۱) جس مین لال پھول ہوتے ہین - بیج لال ہوتا ہے اور اسپر ایک کالی آنکھ ہوتی ہے (۲) جس کا پھول گہرے رنگ کا ہوتا ہے - بیج کالا ہوتا ہے - اور اس پر سفید آنکھ ہوتی ہے - (۳) جسکا پھول اور بیج دونون سفید ہوتے ہین -

گھونگھچی کے بیج مین ابرن نام کی ایک زہریلی چیز ہوتی ہے - بیجون کو ابلنے پر یہ زہر جاتا رہتا ہے گھونگھچی کے بیج بہتر اور چمار مویشیون کو زہر دینے کے کام مین لاتے ہین - بیج نکال کر گھاس مین لپیٹ کر مویشی کے منہ مین ٹھوس دیا جاتا ہے - ایسے مویشیون مین زہر کی علامتین دکھائی دینے لگتی ہین - مویشیون کو زہر دینے والے لوگ مویشی کے چمڑے مین سوراخ کرکے ان سوئیون کو اس کے اندر ٹھوس دیتے ہین - کبھی کبھی ایک لکڑی مین ان سوئیون کو لگا کر مویشیون کے پٹھون پر دے مارا جاتا ہے - جہان ہر سوئی گڑائی جاتی ہے وہان پر سوجن ہو آتی ہے اور مویشی بہت تکلیف کے بعد مر جاتا ہے - اگر سوئی کا پتہ لگ جائے اور فوراً نکال لی جائے تو مویشی بچ بھی سکتا ہے - اسکی اور کوئی دوا نہین بتائی جا سکتی -

جوار

اسکی کھیتی سارے ہندوستان مین بہت کافی ہوتی ہے - پک جانے پر اسکی کربی کو بالیون کے ساتھ کاٹ کر کٹی بنائی جاتی ہے - جو ہرے پر یا سکھا کر کئی مہینے تک کھلائی جاتی ہے - جوار کا پودا جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس مین ایک طرح کا زہر ہوتا ہے جسکو ہائڈروسینک ایسڈ کہتے ہین - زہر کی مقدار پودے کے مختلف حصون مین اور اس کے اُگنے کی مختلف حالتون مین الگ الگ ہوتی ہے - جب پودا ۹ سے ۱۵ انچ تک ہوتا ہے تب اس مین زہر کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے - حساب لگا کر یہ دیکھا گیا ہے کہ ۳ فیصدی زہر ہوتا ہے - جو پودے خوب بڑھتے ہین - اسکی بہ نسبت کم بڑھنے والے پودون کے زیادہ زہر ہوتا ہے - اسکی جڑ مین بھی کافی زہر ہوتا ہے - لیکن پھول اور بیجون مین زہر بالکل نہین ہوتا - بھولی جسم والے گائے یا بیل کے لئے اس زہر کا ۲۰ گرین کافی ہوتا ہے اور یہ مقدار تقریباً ساڑھے نو پونڈ کربی مین ہوتی ہے - جوار کے زہر کا اثر اکثر مویشیون پر دیکھنے مین نہین آتا - اسکی علامتین پیٹ مین درد اٹھنا - منہ سے پھین آنا غصہ کا بڑھنا - سانس لینے مین تکلیف ہونا ہے - اور اس مین مویشی مر جاتا ہے -

بارو

بارو تقریباً سارے ہندوستان مین پایا جاتا ہے اور جانورون کے لئے اچھا چارہ سمجھا جاتا ہے - لیکن اس کے چھوٹے پودے یا پانی کی کمی سے کم بڑھے ہوئے پودون کو کھانے سے مویشیون کو نقصان پہونچتا ہے ایسا یقین کیا جاتا ہے - جب پودے بڑے ہو جاتے ہین اور انمین پھول نکل آتا ہے تب اسکا زہر ختم ہو جاتا ہے - اس پودے کو کھانے سے سندھ - اجمیر میرواڑا مین مرنے کے واقعات پیش آئے ہین - پیٹ درد اٹھنا - سانس لینے مین تکلیف ہونا - اس کے بعد بیہوشی اور ایک گھنٹے مین مویشی کی موت ہو جانا - اس زہر کی علامتین ہین - اس پودے مین ہائی ڈروسینک ایسڈ نام کا زہر ہوتا ہے - یہ زہر سوکھے ہوئے پودون مین ۰۰۰۲ فیصدی ہوتا ہے ہرے پودون مین اس زہر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے کیونکہ سوکھنے مین یہ زہر بہت زیادہ ختم ہو جاتا ہے -

دھرتی کے روگ (زمین کا کٹاؤ و دیگر بیماریان)

{ یہ وہ تقریر ہے جسکو جناب سید ابن علی صاحب - بی - ایس سی (اے - جی) ایگریکلچر پبلسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو - پی لکھنؤ نے مورخہ ۲۹ - جولائی ۱۹۴۵ء کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کیا - }

ہماری آج کی بات چیت زمین بیماریون اور زمین کے کٹاؤ کے مضمون پر ہوگی - زمین کی ان بیماریون سے یہ مطلب نہین ہے کہ زمین کو بخار ہیضہ یا طاعون وغیرہ ہو جاتا ہے - بلکہ جس طرح جاندار بیماری کی حالت مین اپنا کام بخوبی انجام دے سکتے اسی طرح جو زمینین اچھی پیداوار نہ دے سکتی ہون وہ کسی نہ کسی مرض کی مریض ہوتی ہین - اب دیکھنا یہ ہے کہ زمین کو کس قسم کی بیماریان ہوتی ہین - مین آپ کے سامنے چند خاص خاص بیماریون کا تذکرہ کرون گا -

اول زمین کا کٹاؤ - جو اکثر تیز ہوا اور پانی کے ذریعے ہوتا ہے اس سے زمین ناہموار، غیر زرخیز اور ناقابل کاشت ہو جاتی ہے - دوسرے زمین مین شوریت کا ہو جانا یہ بھی ایک بری بیماری ہے کیونکہ شور یا اوسر زمینون مین فصلین پیدا نہین ہوتین - تیسرے زمینون پر غیر ضروری گھاس پھوس - کھر پتوار، کانس وغیرہ کا پایا جانا یہ بھی ایک عجیب مہلک بیماری ہے کیونکہ پودون کی خوراک جو زمینون سے حاصل ہوتی ہے وہ بجائے فصلون کو پہونچنے کے اس گھاس پھوس کے کام آتی ہے - یہان پر مین ان گھاس پھوس اور کھر پتوار کا تذکرہ کرون گا - مثلاً ہرن کھری - لنفٹھا - لٹ زیرہ - کانس وغیرہ -

یہ سب بتانے کے بعد یہ سوال پیدا ہوا ہوتا ہے کہ یہ بیماریان کس طرح شروع ہوتی ہین اور کن طریقون سے اپنی زمینون کو ان بیماریون سے بچایا جاسکتا ہے -

اول زمین کا کٹاو - یہ دو وجوہات سے ہوتا ہے ایک ہوا - دوسرے پانی کا بہاؤ - اس کٹاؤ سے ہندوستان کو ہر سال بہت کافی نقصان ہوتا ہے - صوبہ بمبئی اس کی ایک خاص مثال ہے - اکثر غیر ہموار اور ڈھالو زمینون مین کٹاو زیادہ ہوتا ہے - دوسرے بارش کی تیزی اور زیادتی سے بھی زمینین کٹتی رہتی ہین تیسرے کم گہری جوتائی کم کھاد وغیرہ بھی زمین کے کٹاو کے اسباب ہین - اگر زمین کم جوتی جائیگی تو اس مین پانی جذب کرنیکی طاقت کم ہوگی اور جب زمین مین کم پانی جذب ہوگا تو اس مین کٹاؤ ہونے کا زیادہ امکان ہے - اگر زمین کی جوتائی ڈھال کی طرف ہوگی تو کٹاو اکثر زیادہ ہوگا بہ نسبت اس کے کہ یہ جوتائیان ڈھال کے خلاف کیجائین - چونکہ جنگلات کی دن بدن کمی ہونے کی وجہ سے گوبر کا استعمال ایندھن کے بجائے خوب ہو رہا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری زمینون کو کافی مقدار مین گوبر کی کھاد نہین ملتی اور زمینون مین نباتاتی کھاد کی کمی کی وجہ سے پانی روکنے کی طاقت کم ہو گئی ہے - نتیجہ یہ ہے کہ کٹاؤ بڑھتا جا رہا ہے جس سے زمین ناہموار ہوتی جاتی ہے - اوپری زرخیز سطح زمین، اور پودون کی مفید خوراک بہہ جاتی ہے اور نیچے کی سخت سطح کو زرخیز بنانا مشکل ہو جاتا ہے اسلئے زمین کو کٹاؤ سے بچانے کے لئے اونچی نیچی زمینون مین دو تین فٹ اونچی پشتے بنا دینا چاہئے

تاکہ اوپری سطح سے جو مٹی بہہ کر آئے وہ نیچے حصون مین جمع ہوتی رہے ۔ بیکار اور فالتو پانی نکالنے کے لئے مناسب نالیان بنانی چاہیئن ۔ اس طریقے سے کچھ عرصہ بعد زمین ہموار ہونے لگے گی اور قابل کاشت ہو جائیگی ۔ دوسرے ایسی کٹی ہوئی زمینون پر ببول وغیرہ کے درخت لگا دینا چاہیئے ۔ کیونکہ زمین پر درخت لگانے سے اس کا کٹاؤ کم ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ایندھن کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے اور جب ایندھن آسانی سے ملنے لگے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہین کہ تقریباً ۷۰ — ۸۰ فیصدی گوبر جو بطور ایندھن استعمال کیا جاتا ہے ۔ آسانی سے بچایا جاسکے گا تیسرے گہری جوتائیان سبز کھاد ۔ گوبر و کمپوسٹ کی کھاد کا استعمال کرنے سے یہ زمینین سدھر جاتی ہین ۔ چوتھے جو زمینین کم ڈھالو ہین انہین کرہے یا پاٹے سے ایک سطح مین لے آنا چاہیئے ۔ ان زمینوں کو برابر و یکسان بنانے کیلئے لیولنگ کرہا ہوتا ہے جو محکمہ زراعت کے گوداموں سے ہر وقت باآسانی مناسب قیمت پر مل سکتا ہے ۔

اب زمین اوسر یا شور زمین یہ وہ زمینین ہین جس مین کافی لونا یا شورہ پایا جاتا ہے کبھی کبھی ریہہ بھی ہوتی ہے ۔ ان زمینون مین ریہہ دار اور کلر زمینین بھی شامل ہین ۔ اگر سچ پوچھیئے تو کلر زمینون کا کاشت مین لانا ایک مشکل مسئلہ ہے ۔ عام طریقے سے نشیبی اور گہری زمینین جن کا فالتو پانی کسی نہ کسی وجہ سے باہر نہین نکل پاتا اور سورج دیوتا اس پانی کو بھاپ بنا کر اڑاتے رہتے ہین ۔ بس انہین زمینون مین اندرونی بتون کا پانی بہت چھوٹے چھوٹے سوراخون کے ذریعہ اوپر آتا ہے اور پانی کے اندر گھلے ہوئے نقصان دینے والے نمک بھی اوپر تک آجاتے ہین اور سال بسال نمک کی یہہ تہین یکے بعد دیگرے جمع ہوتی رہتی ہین ۔ جن زمینون پر مدت تک یہی ہوتا رہتا ہے وہ یا تو شور یا کلر ہو جاتی ہین ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو ایسی زمینون مین فصل اُگتی ہی نہین اور اگر اُگی بھی تو کمزور اور ریلی ہوتی ہے ۔ ایسی زمینون کے سدھار کیلئے بس ایک ہی ترکیب ہے کہ زمین کی سطح کے اوپر آجانے والے نمک دور کر دئے جائین اور صرف وہی فصلین اگائی جائین جن پر ریہہ کا اثر زیادہ نہ پڑے ۔ محکمہ زراعت نے اوسر یا بنجر زمینون کو زرخیز بنانے کی کافی تجربہ کئے ہین مثلاً ایسے کھیتون مین جہان اوسر یا بنجر ہو ۱½ — ۲ فٹ اونچی مینڈین بنانی چاہیئن اور اپریل یا مئی کے مہینے مین ان کھیتون مین پلیوہ کرکے ۴۸ گھنٹہ تک پانی بھرا رہنا چاہیئے ۔ اسکے بعد اس پانی کو نکال دینا چاہیئے ایسا کرنے سے اوپری سطح کے نمک دھل جاتے ہین ۔ پھر کم از کم تین چار جوتائیان دو طرفہ کرنی چاہیئے اور پھر سنئی ہری کھاد کے لئے بو دینا چاہیئے ۔ ان کھیتون مین دھان کی فصل بھی بوئی جاسکتی ہے ۔

جن مقامات پر آبپاشی کا کوئی ذریعہ نہ ہو وہان کے کھیت صرف برسات ہی مین ٹھیک کئے جاسکتے ہین ۔ ان کھیتون کے چارون طرف ایک فٹ اونچی اور دو فٹ چوڑی مینڈین بنانی چاہیین اور زمین کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑون مین تقسیم کر دینا چاہیئے اور اس طرح برسات کے موسم مین پانی کو ان ٹکڑون مین ۸ — ۱۰ دن تک روکنا چاہیئے ۔ اور پھر پانی نکال دینا چاہیئے ۔ برسات کے موسم مین اس عمل کو کئی دفعہ کیا جاسکتا ہے

اگر کھیت کے قریب کوئی دریا یا نالا نہ ہو تو ایک کچا کنواں کھود دینا چاہیئے تاکہ پانی اس مین بہہ جائے

ہری کھاد اور چونے کے استعمال سے بھی شوریت کم ہو جاتی ہے۔

تیسرے گھاس پھوس، کھرپتوار اور کالنس وغیرہ بھی زمین کی زرخیزی کے جانی دشمن ہین۔ ہمارے ملک میں اکثر یہہ دیکھا گیا ہے کہ کاشتکاران دشمنوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ زمینوں کی یہہ بیماری دیرپا ہوتی جا رہی ہے۔ دوسرے جو خوراک فصلوں کو ملنی چاہیئے۔ اس میں یہہ گھاس پھوس اور کھرپتوار کالنس وغیرہ بھی اپنا حصہ لگا لیتے ہین ان چیزوں کی موجودگی سے پودوں کے خوراک کی مقدار ہی نہیں کم ہو جاتی بلکہ فصلوں کی پیداوار اکثر ہوتی ہی نہیں۔ اکثر یہہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب کھرپتوار کافی زور پکڑ جاتے ہیں تو ان کا نکالنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے اور کافی لاگت خرچ کرنے پر بھی زمین زرخیز نہیں ہوپاتی۔ اس مین بہت سے کھرپتوار دودھ دینے والے مویشیوں کو بھی نقصان پہونچاتے ہین۔ اس مصیبت سے بچنے کیلیے سب سے عمدہ اصول تو یہہ ہے کہ کھرپتوار اور کالنس وغیرہ کھیت میں اگنے ہی نہ دیا جائے اور اگر کسی طرح اگ بھی آئے تو پھول آنے سے پہلے ہی کھیت سے نکال کر جلا دینا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ کیلیئے ان کے بیج کھیت مین نہ گرین۔ دوسرے فصلیں ادل بدل کر بوئی جائیں۔ تیسرے کھیتوں کی جوتائی کافی گہری کی جائے۔ چوتھے فصلوں کے بیج بوائی کے وقت خالص اور صاف ہونے چاہئیں۔ پانچویں گوبر کی کھاد جب تک خوب گل سڑ نہ جائے کھیت میں نہ ڈالی جائے۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ گوبر کی کھاد میں کھرپتوار کے بیج صحیح و سالم پائے جاتے ہیں۔

اب رہا کالنس کا مسئلہ یہہ سب سے زیادہ موذی مرض ہے اور قریب قریب سال کے ہر موسم میں کسی نہ کسی طرح پایا جاتا ہے اسکی جڑین زمین میں بہت گہرائی تک پائی جاتی ہین۔ ایسی زمینوں میں جہاں اچھی جوتائی نہیں ہوتی کالنس بہت جلد پھیل کر زمین کی طاقت چوس لیتی ہے اور اسلئے ایسی زمینوں میں کوئی بھی فصل ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔ کالنس بہت سخت قسم کا پودھا ہے اس کے ڈنٹھل اور پتیاں ملائم ہوتی ہین اور نمی پاکر بہت عرصہ تک ترسبز رہتی ہے اسکی جڑ سخت اور لچکدار اور زمین کی نچلی تہوں میں زنجیر کی طرح پھیل جاتی ہین اور پانچ چھ فٹ گہرائی تک چلی جاتی ہین اس کا وہ حصہ جو اوپری سطح زمین پر رہتا ہے جال کے مانند پھیل جاتا ہے اور دیسی ہلوں کی جوتائی سے بچا رہتا ہے اسلئے گہری و کافی جوتائی کرنے اور متواتر فصلین لینے سے کالنس کا اگنا کم ہو جاتا ہے۔ کالنس کے پھیلاؤ کو روکنے کیلئے اس کا بیج بڑھنے سے پہلے روکنا چاہیئے۔ گہری و کافی جوتائی کرنا چاہیئے۔ تاکہ کالنس کی جڑین برباد ہو جائین۔

آج کی اس بات چیت کا نتیجہ یہہ ہے کہ کسان زمین کیطرف پوری توجہ دے اور اُسکو مختلف عملیات کے ذریعے ایسی حالت میں رکھے کہ اس سے حسب منشا پوری پیداوار لے سکے اور اگر زمین مرض میں مبتلا ہے تو کسان کے ذمہ اس کا فوری علاج واجب ہے۔

آلو کی کاشت

(اکرام اللہ خان - بی - ایس - سی (اے - جی) اسسٹنٹ پبلیسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو - پی لکھنؤ)

جہانتک پتہ چلتا ہے، آلو کی کاشت ہندوستان میں انیسویں صدی کے اوائل میں شروع کی گئی اور رفتہ رفتہ تمام ہندوستان میں اسکی کاشت کی جانے لگی ہمارے صوبہ میں آلو ڈیڑھ لاکھ ایکڑ سے زائد رقبہ میں بویا جاتا ہے۔

ضلع فرخ آباد میں اس فصل کی کاشت بہت محنت جانفشانی اور ہوشیاری سے کی جاتی ہے اور ایک ایکڑ کھیت سے چار سو من آلو تک حاصل لیا جاتا ہے۔

غالباً یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ غذائی فصلوں میں آلو سب سے زیادہ پیداوار دیتا ہے "زیادہ غلہ پیدا کرو" کی تحریک یہ بھی ہے کہ آلو کی کاشت کی طرف توجہ کی جائے اور فی ایکڑ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

زمین:- آلو کے لئے مٹیار اور نشیبی زمینیں غیر موزوں ہیں۔ زرخیز دومٹ اور ہلکی دومٹ زمین جہاں پر کہ پانی کی نکاسی کا اچھا انتظام ہو سکے کاشت کرنی چاہئے۔ زیادہ بھوڑ زمین بھی اس کی کاشت کے لئے منتخب نہیں کرنا چاہئے جبتک کہ بہت زیادہ کھاد اور کافی آبپاشی کا انتظام نہ کر لیا جائے۔

کھاد:- اگر کھیت میں ہری سنئی جوت دیجائے جس سے کھیت میں تقریباً ۴۰ پونڈ سے ۵۰ پونڈ نائٹروجن فی ایکڑ کا اضافہ ہو جائے گا۔ اور اسکے بعد دس من فی ایکڑ کے حساب سے انڈی کی کھلی کھیت میں ڈالدی جائے تو تقریباً چالیس پونڈ نائٹروجن اور حاصل ہو گی اس طرح ۸۰ پونڈ نائٹروجن فی ایکڑ آلو کی ضروریات کے لئے کافی ہو گی۔ انڈی کی کھلی کو پیس کر کھیت میں یکساں پھیلا دینا چاہئے۔ اگر ممکن ہو تو ۴ من فی ایکڑ کے حساب سے کھیت میں سپرفاسفیٹ بھی ڈالا جائے ایسا کرنے سے اچھے قسم کا آلو پیدا ہو گا جو کہ (Disease Free) بھی ہو گا۔ چونکہ سپرفاسفیٹ زمین میں زیادہ عرصہ میں تحلیل ہوتا ہے اسلئے اسکو آلو بونے سے ایک مہینہ پیشتر کھیت میں ڈالدینا چاہئے۔

کھیت کی تیاری:- آلو کی کاشت میں جوتائی کی طرف خاص طور سے توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چار جوتائیاں مٹی پلٹنے والے ہل سے کی جائیں اور چار جوتائیاں دیسی ہل سے کی جائیں۔ ہر جوتائی کے بعد کھیت میں پاٹا دیا جائے۔ جوتائیاں اسوقت تک جاری رکھی جائیں جب تک کہ زمین اچھی طرح سے بھربھری نہ ہو جائے۔

بیج اور بوائی:- ایک ایکڑ کی بوائی کے لئے چھ من سے آٹھ من بیج تک صرف ہو جاتا ہے۔ چھوٹے

آلو بونے سے بیج کم خرچ ہوتا ہے اور بڑے آلو
بونے سے آٹھ من فی ایکڑ تک صرف ہوجاتا ہے
عام طور سے ہمارے صوبہ مین تین قسم کے آلو
بوئے جاتے ہیں۔ دیسی یا پھلوا آلو جسامت مین
یکسان نہین ہوتا ہے بلکہ اس مین چھوٹے بڑے
غرضیکہ ہر سائیز کے آلو پائے جاتے ہین۔ اور
اس مین سپتے سڑنے کی بیماری بھی بہت ہوتی
ہے۔ پٹنہ آلو ایک جلد پکنے والی قسم کے جو کہ جسامت
مین متوسط اور قریب قریب یکسان سائیز کا
ہوتا ہے اس کی اگر جلد بوائی کر دیجائے تو یہ
پالے سے محفوظ رہتا ہے۔ تیسری قسم پہاڑی
آلو ہے جسکا بیج ہر سال کمایون کی وادی سے
اس صوبہ کے میدانی حصون مین لایا جاتا ہے۔
یہ آلو بڑے سائیز کا ہوتا ہے اور اسکے دام
بازار مین اچھے ملتے ہین۔

پھلوا - اکتوبر مین بویا جاتا ہے، پٹنہ آلو ستمبر سے
اکتوبر تک بوتے ہین اور پہاڑی آلو بونے کا
زمانہ اکتوبر سے دسمبر تک ہے۔

آبپاشی :- بونے کے تقریباً پندرہ روز بعد جبکہ
آلو کے کلے نکلنے لگین، کھیت مین پانی دیا جائے
اسکے بعد ہر ہفتہ یا پندرہ دن بعد ضرورت کے
مطابق پانی دیا جائے۔ جب پالا پڑنے کا ڈر ہو
تو آبپاشی کے ذریعہ زمین مین تری قائم رکھی
جائے تاکہ پالے کا اثر فصل پر نہ ہو۔

مٹی چڑھائی اور نکائی - پہلی آبپاشی کے بعد
کھیت مین نکائی کر دی جائے تاکہ زمین کی پپڑی
ٹوٹ جائے، مٹی بھربھری ہوجائے اور گھاس
نکل جائے دوسری آبپاشی کے بعد نکائی اور
مٹی چڑھائی ساتھ ساتھ کی جائے۔ مٹی چڑھانے سے
کھیت مین آلو زیادہ بیٹھتا ہے اور آبپاشی
کے لئے نالیان بن جاتی ہین جس کی وجہ سے
کھیت کی سینچائی آسانی سے ہو سکتی ہے اور
پانی بھی کم خرچ ہوتا ہے۔ اگر کھیت مین گھاس
پیدا ہو جائے تو حسب ضرورت ایک دو نکائیان
اور کر دی جائین۔

بیماریان - آلو کی خاص بیماریان دو ہین -
۱۔ بیجون کا اینٹھنا اور ۲۔ آلو کا سڑنا۔ آینٹھے
کی بیماری کو پہنچانا بہت آسان ہے۔ اسمین پتیان
چھوٹی، پیلی، اور اینٹھی ہوئی ہوتی ہین۔ اس بیماری
کو روکنے کے لئے کھیت مین سے تمام مریض پودے
کھود کر نکال دیئے جائین اور آئندہ تین سال
اس کھیت مین آلو، تمباکو یا بینگن کی فصلین نہ
لیجائین۔ اور اینٹھے ہوئے پودون سے بیج نہ لیا
جائے۔ آلو ٹھسرنے کی بیماری سونڈیون کے
ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے جو کہ بیج کے اندر
داخل ہو جاتی ہین۔

اس بیماری کو روکنے کے لئے یہ ضروری
ہے۔ کہ پتنگون کو آلوؤن پر انڈے دینے کا
موقع نہین دینا چاہیئے ورنہ انکے انڈون سے
سونڈیان پیدا ہونگی اور وہ آلوؤن کے اندر
سوراخ کر دین گی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ آلوؤن
کا گلنا اور سڑنا شروع ہو جائے گا۔ کھدے
ہوئے آلوؤن کو کھیت سے جلد از جلد ہٹا لینا
چاہیئے تاکہ آلو کا پتنگہ اسپر انڈے نہ دے سکے
آلوؤن کو چلنے سے چھانٹ کر گودام کے اندر
بالو مین دبا دیا جائے ہر سال نئی بالو استعمال
کی جائے اسلئے کہ پرانی بالو مین پتنگون کے
انڈے موجود ہوتے ہین۔

ہل کھدائی۔ پٹنہ کا آلو بوائی کے دو مہینہ بعد تیار ہو جاتا ہے اور اس کی پیداوار کا اوسط ۱۵۰ من فی ایکڑ ہوتا ہے۔ دیسی آلو تین مہینوں میں تیار ہوتا ہے اور اس کی اوسط پیداوار ۳۰۰ من فی ایکڑ ہوتی ہے۔ پہاڑی آلو چار مہینے میں تیار ہوتا ہے اور اس کی پیداوار ۲۵۰ من فی ایکڑ ہوتی ہے۔ بعض اوقات اینٹھے کی بیماری کی وجہ سے دیسی آلو کی فی ایکڑ پیداوار صرف ڈیڑھ سو دو سو من فی ایکڑ ہی رہجاتی ہے اس لئے دیسی آلو کی بجائے پہاڑی آلو کثرت سے بویا جانے لگا ہے۔

بہرے سن سکتے ہیں

منہ سے نکلنے والے الفاظ، آواز اور موسیقی اب اشاروں اور علامتوں میں تبدیل کئے جا کر ایک پردے پر بہرا لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ اور اس طرح وہ ایک آلہ کی مدد سے بولنا سیکھ سکتے ہیں اس آلہ کو نیو یارک کی بیل ٹیلیفون کمپنی نے تیار کیا ہے۔

دو طرح کے آلے ہیں۔ ان دونوں کی نمائش اور معائنہ امریکہ میں ہو چکا ہے۔ ایک تو تلفظ کئے ہوئے الفاظ کو ایک پردے پر علامتوں کی شکل میں رکھتا ہے۔ یہ پردہ ایک فیٹ اونچا اور چھ فیٹ لمبا ہوتا ہے۔ دوسری مشین اشاروں کو ایک مقناطیسی پٹی پر چھاپ دیتی ہے۔

بیل کمپنی کے ذمہ داران کا کہنا ہے کہ اس سے بہترے لوگ بولے ہوئے لفظ کو پڑھ تو سکینگے ہی لا محالہ ہی وہ خود اپنے بولنے کی کوششوں کا بھی مطالعہ کر سکینگے۔ یہ مشین غلط تلفظ کو بتلا دینگی اور بولنے کی خرابیوں کو بھی دور کر دینگی۔

بول کی تینوں باتیں۔ اسکی اونچائی زور یا دھیما پن اس میں صاف آتی ہیں۔ ہر ایک آواز اور اسکی ہر ایک حرکت اس میں ایک اپنا نمونہ بناتا ہے۔

بچوں کی تعلیم میں ابھی اس طریقہ کو نہیں آزمایا گیا ہے۔ لیکن یہ امید کی جاتی ہے کہ بہرے بچوں کو بولنا سکھانے میں اس سے بڑی مدد ملیگی۔ بہرا لڑکا اسکول کو اپنے پہلے سال میں ۲ لفظ بولنا سیکھتا ہے۔ جبکہ ۳ سال کے لڑکے کی اوسط معمولی لفظ کی تعداد (۳۰۰) لفظ ہوتی ہے۔

مرغی پالنا کس طرح شروع کیا جائے

از جناب اے - ای - سلیٹر بی - ایس - اے

گاؤں میں مرغی پالنے کا کام ایک مفید تجارت بنائی جا سکتی ہے۔ مرغی پالنے کا کام شروع کرنے کے لئے کونسی ذات رکھنی چاہئے اور انکے لئے کیسے دربے وغیرہ ہونے چاہئیں۔ اس مضمون میں یہی سب بتلایا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں کہ مرغی کی کونسی ذات پالنا چاہئے لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ لیکن تجربات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک ہلکی ذات اور بھاری ذات رکھنا مفید ہے۔

اگر محض انڈوں کے لئے مرغی رکھتی ہوں تو ہلکی ذات میں ہوائٹ لیگہارن اور بھاری ذات میں روڈ آئی لینڈ ریڈ لائٹ سسیکس یا آسٹرو لوپ رکھنا چاہئے۔

انڈوں کے لئے دوغلی مرغی رکھنا بھی اچھا ہے۔ ان دوغلی ذات کو دو اصلی ذاتوں سے ملا کر بنانی چاہئے۔

اصلی ذات اور معمولی دیسی یا دوغلی مرغی سے پیدا کی نسل متذکرہ بالا مرغی سے اچھی نہیں ہوتی۔ لیکن دوغلی ذات رکھنے والے کو دونوں اصلی ذات کی مرغیوں کا رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ وہ دوغلی نسل پیدا کر سکے۔

مرغی پالنے کا کام شروع کرنے کے طریقے

مرغی پالنے کا کام شروع کرنے کے کئی طریقہ ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ایک ٹرایو (ایک مرغا اور دو مرغی) خرید کر اسسے اسٹاک بڑھانا۔

(۲) کافی تعداد میں چھوٹے بچے خرید کر اسٹاک بڑھانا۔

(۳) انڈے دینے والی بہت سی مرغیاں خریدنا۔

(۴) انڈے خرید کر بچے نکالنا۔

طریقہ نمبرا سب سے عمدہ ہے۔ مگر اس سے فائدہ دیر میں حاصل ہوتا ہے۔ شروع میں اس طریقے کو دوسرے دھندوں کے سہارے کر سکتے ہیں۔ جتنے انڈوں کی ضرورت ہو۔ اتنا ہی اسٹاک بڑھانا چاہئے۔ اس طرح اسٹاک بڑھانے پر ہونے والا خرچ منافع سے زائد نہ ہو۔ ایسا کرنے پر بھی اگر کامیابی نہ ہو تو نقصان بھی کوئی خاص نہ ہوگا شروع کرنے سے پہلے جو حالت تھی اس سے خراب نہ ہوگی۔

طریقہ نمبر۲ میں اگر خرچ کم ہوگا ۶-۷ ماہ تک انڈوں کے لئے انتظار کرنا پڑیگا۔ اتنے دنوں خرچ طریقہ نمبر۳ کے لئے کافی رقم کی ضرورت پڑیگی مگر آمدنی بھی شروع سے ہی ہونے لگے گی۔

گاؤں میں مرغی پالنا کس طرح شروع کیا جائے

سارے ملک میں اگر مرغی پالنے کا کام پھیلایا جائے تو انہیں طریقوں پر عمل کیا جانا چاہئے تو اپنا اور اس کے آس پاس کے اضلاع

میں اختیار کئے گئے ہیں ضلع کی خاص خاص جگہوں
میں ایک چھوٹا مرغی خانہ نمائش کے لئے کھولا جائے
جس میں نئے طریقے سے مرغیوں کے گھر بنانا
رکھوائی، کھلانا، بیماریوں کے روک تھام کے
طریقے۔ عمدہ طریقون سے نسل کی ترقی رکھنا۔
انڈون سے بچے نکالنا وغیرہ اچھی طرح دکھائے
جا سکیں۔ چنے ہوئے گاؤں میں بہت چھوٹے
چھوٹے مرغی پالنے والے فارم کھولے جائیں۔
جنکا تعلق کھولے ہوئے مرغی پالنے والے فارم سے
ہو۔ ایک گاؤن میں ایک ہی ذات رکھنا مفید ہوگا
فارم سے گاؤں والوں کو ٹھیک رکھنے کیلئے
نمائش فارم سے نئے مرغے اور مرغیاں سال بہ سال
دینا چاہیئے۔

مرغی اور دربے کی قیمت

گاؤں کے ایک مرغی پالنے والے فارم میں
۱۰ مرغیاں رکھی جائیں۔ انکے لئے ایک لوہے کا
دربہ ۶ × ۴ × ۴ ایک احاطہ اور کچھ دیگر سامان کی
ضرورت ہوگی۔ ۱۰ مرغیوں کی قیمت ۱۰۰ روپیہ لوہے
کا دربہ ۴۰ روپیہ اور دیگر ضروری سامان کی قیمت ۱۱۰
روپیہ۔ اس طرح کل ۲۵۰ روپئے شروع میں خرچ
ہونگے۔ انکے رکھنے اور نوکر کی تنخواہ وغیرہ کے لئے
۲۵۰ روپیہ سالانہ خرچ پڑیگا (اوپر لکھی ہوئی قیمتیں
لڑائی سے پہلے کی ہیں) ضلع مین کتنی نمائش گاہیں
کھولی جائیں یہ اس بات پر منحصر ہے کہ ضلع کتنا روپیہ
مرغیوں کی ترقی کے لئے خرچ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن
ایسے فارم میں (۱۰ مرغیوں کی) ایک یونٹ یا اس سے
زیادہ یونٹ رکھے جا سکتے ہیں۔ قیمت کا اندازہ اوپر
دیا جا چکا ہے۔ اگر مرغیون کے دھندے کو پھیلانا ہے
اور یہ خواہش ہے کہ گاؤں والے اسکو کرنے کے فائدہ
اٹھائیں۔ تو مصنف کی رائے یں گاؤں مین فارم
کھولنا زیادہ ضروری ہے۔ اگر نمائش گاہیں نہ کھولی
جا سکیں تو بھی اس میں رکاوٹ نہ ہوگی۔

دیسی نسل کی مرغیون کی ترقی

بہت سے لوگ یہ پسند کرتے ہین کہ دیسی دوغلی مرغیون
کی نسل ترقی شدہ اصلی ذات کے نر سے ملاکر اچھی بنائی
جائے۔ اس طریقے کو انگریزی میں "گریڈنگ" کہتے ہیں۔
ایسا کرنے کے لئے دیسی دوغلے مرغ جو گاؤں
میں ہوں، انکو ہٹانا پڑیگا۔ اور انکی جگہ اصلی ذات کے
بلیک منارکا، سوائٹ لیگ ہارن یا روڈ آئی لینڈ ریڈ
مرغ رکھنے پڑینگے۔ اس میں سے کسی ایک ذات کا مرغ
منتخب کر لینا چاہیئے۔ پہلی بار جو دوغلی نسل تیار ہوا اسکو
پھر اصلی ذات کے نر سے ملایا جائے۔ اس سے جو
نسل ہو اسکو پھر اصلی ذات کے نر سے ملایا جائے اس
طرح قریب پانچ سال میں جو ترقی شدہ نسل بنیگی وہ
قریب قریب اصلی نسل کی طرح ہوگی یہ۔ خیال رکھنا
چاہیئے کہ جس ذات کا مرغ پہلی بار نسل کشی کے لئے
استعمال کیا جائے اُسی ذات کا مرغ ہر بار استعمال
کیا جائے۔ جتنے دوغلے مرغ ہون انکو ہٹا دیا جائے یا
خسی کر دیا جائے۔ اگر دوغلے نر سے ان مرغیوں کو
جنکی نسل کی ترقی کی گئی ہے۔ ملایا جائے تو پچھلی کی گئی
نسل کی ترقی ختم ہو جائیگی۔ اور اس سے جو بچے ہون گے
وہ اس خاصیت کے ہو جائینگے جسطرح کی مرغیوں سے ابتدا کی گئی تھی
پہلی بار جو دوغلی نسل تیار ہوگی وہ دیسی ذات سے
کہیں اچھی ہوگی۔ اسکے انڈے بڑے ہونگے اور بدن
مین بھی اچھی ہوگی۔ اگر روڈ آئی لینڈ ریڈ نر استعمال
کیا جائے تو مرغی وزن مین بھی کافی بھاری ہوگی۔

جس جگہ یہ کام شروع کرنا ہے وہاں کی ضرورت کے مطابق یہ طے کیا جائے کہ کونسی ذات کا نر مناسب ہوگا۔ اگر انڈوں کے لئے نسل کشی کرنی ہے تو ہوائٹ لیگھارن اور بلیک منارکا ٹھیک رہینگے۔ لیکن اگر کھانے کے لئے مرغیوں کی ضرورت ہے تو روڈ آئی لینڈ ریڈ ذات کا نر ٹھیک ہوگا۔

یہ بات بھی گاؤں کی حالتوں پر منحصر ہے۔ کہ اصلی ذات رکھکر اسکے انڈوں سے بچے نکالے جائیں اور بچے نکالنے کیلئے دوسروں کو بھی بیچے جائیں۔ اصلی ذات کے نر رکھکر دیسی ذات کی ترقی کی جائے یعنی گریڈنگ کیا جائے۔ اگر گاؤں میں کچھ ہی لوگ مرغیاں پالتے ہوں۔ اور وہ اسبات پر تیار ہوں کہ دیسی نسل کے نر ہٹا دینگے تو مصنف کی رائے میں اصلی ذات کی مرغیوں کو رکھنا اور بڑھانا زیادہ مفید ہے گاؤں والوں کو اس طرح زیادہ آمدنی ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر گاؤں بڑا ہو اور زیادہ لوگ مرغی پالتے ہوں تو گریڈنگ کا طریقہ ٹھیک رہیگا۔ کیونکہ گاؤں کے زیادہ آدمیوں کو اسبات پر مشکل سے رضامند کیا جاسکیگا کہ وہ اپنے دیسی نر ہٹا دینگے۔

اسبات کا مطلب یہ ہے کہ مرغیوں کی ترقی کرنے کے اوپر بتائے گئے دونوں طریقے ٹھیک ہیں گاؤں کے نمائشی فارم میں تو اصلی ذات کی مرغیوں کی ایونٹ ایک لوہے کا مکان یا احاطہ جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے۔ ہونا چاہیئے۔ گاؤں والوں کو ایک آنہ فی انڈے کے حساب سے بچے نکالنے کے لئے انڈے دئے جائیں اور اصلی ذات کی مرغیاں پالنے کے لئے جوش دلایا جائے، یہ بات مشن پولٹری فارم ایٹا کے ۱۲ سال کے تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے کہ اصلی ذات کی مرغیاں گاؤں میں اچھی طرح پالی جاسکتی ہین وہ وہاں تندرست بھی رہتی ہین ایک گاؤں کے فارم میں ایک ہی ذات کی مرغی رکھی جائے۔ کچھ ذاتیں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں۔ لیکن ایٹا فارم کے تجربہ میں یہ آیا ہے کہ ہوائٹ لیگ ہارن اور منارکا ذاتیں انڈا دینے والی مرغیوں کی ذاتین ہیں۔ اور انکی مرغیاں کڑک نہیں ہوتیں۔ روڈ آئی لینڈ ریڈ انڈے دینے اور کھانے دونوں کے لئے بہتر ہے اس ذات کی مرغیاں کڑک ہوجاتی ہیں۔ مگر مرغیاں بڑی اور خوبصورت ہوتی ہیں اور انکی طلب بہت ہے چونکہ جسامت کے لحاظ سے یہ بڑی ہوتی ہیں۔ اسلئے لیگ ہارن اور منارکا کی بہ نسبت انکے کھلانے کا خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

مرغیون کے گھر

مرغیوں کے رہنے کے دڑبے سادہ اور کم خرچ ہونے چاہین۔ انکو کوئی شاندار مکانوں کی ضرورت نہیں جنگلی مرغیاں تو آج بھی درختوں پر بسیرا کرتی ہیں۔ لیکن مرغیوں کو رات میں درخت پر رکھنا فائدے مند نہیں۔ کیونکہ بلی وغیرہ سے کافی نقصان ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ دن مین انڈے دینے کے لئے انھیں کوئی جگہ چاہیئے۔ کچھ گاؤں کے لوگ اپنی مرغیوں کو درختوں پر رکھتے ہیں۔ ایسی مرغیوں کو تندرست اور بہتر حالت مین دیکھا گیا ہے۔

مکان خواہ کیسا ہی ہو مگر اس میں روشنی اور ہوا کا انتظام ہو۔ ٹکس (کلنی) جوئیں (لائس مائٹس) بیماریوں کے کیڑے اندھیری اور بند جگہوں میں خوب پیدا ہوتے ہیں۔ مٹی کے کچے مکان سب سے خراب ہوتے ہین۔ انمیں ٹکس جلد ہو جاتے ہیں اور پھر نکالے نہیں جاسکتے۔ انمین چوہے اور سانپ بھی گھر کر لیتے ہیں۔ جو مرغیوں کے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ لہذا کچے مکان استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ بہت سے نوسکھیوں نے بہت اچھی مرغیوں کا اسٹاک خریدنے کے بعد انہیں پرانے گوداموں مین اسطبل میں، یا نوکروں کے پرانے مکانوں میں

رکھ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریب ایک ہفتہ مین
ساری مرغیاں مرگئیں۔ اس حالت میں یہ
پتہ لگا کہ انکو "ٹکس" فیور تھا۔ جو ان مکانوں
کی دیواروں یا چوکھٹوں کی درازوں میں
بہت اندر رہنے والے ٹکس کی وجہہ سے ہوا
تھا۔ اگر یہ بات کسی نو سکھئے سے کہی جائے تو وہ
ہرگز یقین نہ کریگا۔ مگر چوکھٹ توڑنے سے یا
کسی دیوار کے گرانے سے یہ بات بالکل
صاف ہو جائیگی۔

اگر مٹی کا تیل یا کریوجوٹ کسی پچکاری کے
ذریعہ کافی تعداد میں درازوں میں بھرا جائے
تو ٹکس جھنڈ جھنڈ نکل آئینگے۔ کوئی بھی تیز سے
تیز دوا ٹکس کو جب کہ وہ دیواروں کے اندر
گھسے ہوتے ہیں۔ نہیں مار پاتی۔ اسلئے مصنف
لوہے کا مکان پسند کرتا ہے۔ جیسے کہ آگ
لگا کر ٹکس کو آسانی سے برباد کیا جا سکتا ہے
یہ مکان ½۱ انچ جعلی لگا کر بنائے جا سکتے ہین۔ چھت
پر لوہے کی سفید چادر یا ایسبسٹس ٹھیک رہتا
ہے۔ ایسے مکان مہینے میں ایکبار آگ سے اچھی طرح
گرم کئے جا سکتے ہیں اس طرح انہین ٹکس کا ڈر
نہیں رہتا۔

ایک چھوٹا گھر جو ۴×۴×۶ ناپ کا ہو ۸ یا ۱۰
مرغیوں کے لئے بہت اچھا ہے۔ ایک مرغی کو ۳
مربع کی جگہ چاہئے۔ اس گھر کی چھت ڈھالو ہونا
چاہئے۔ اگر زیادہ مرغیاں رکھنی ہوں تو بڑا
مکان چاہئے۔ ۵۰ مرغیوں کے لئے ۱۶ فٹ لمبا
۱۰ فیٹ چوڑا (بیچ مین ۷ فیٹ اونچا ہو) اور
اسکو چھت نوکیلی یعنی دونوں طرف (پورب پچھم)
ڈھالو ہو۔ دونوں طرف ۳ فیٹ اونچے اینگل
پر چھت کا ڈھال رکھے۔ بیچ میں ۷ فیٹ اونچے
۲ انچی اینگل پر چھت کا بوجھ رہے۔ اتر کی طرف
لوہے کی چادر سے اور باقی تین طرف جعل سے
ایک انچی اینگل لگا کر اس دربے کو بند کرنا چاہئے
دروازہ دکھن کی طرف ہونا چاہئے۔ اس میں ہر
مہینے آگ لگانا چاہئے۔ جس سے کلینوں کا کوئی
خطرہ نہ رہے۔

کچھ لوگ کچے مکان پسند کرتے ہین۔ مصنف نے
بھی انکو استعمال کیا ہے لیکن کلینوں سے حفاظت نہیں
ہوئی۔ اگر ایسے مکان بنائے جائیں تو پھر سب مکان
پکا ہو اور دروازے میں بھی سیمنٹ کی ٹیپ کر دی
جائے اگر ایسے مکانوں میں کوئی دروازہ نہ رہنے
دیا جائے اور انکو ماہوار آگ سے گرم کیا جا سکے
یا مٹی کا تیل اور کریوجوٹ کا استعمال کیا جائے، تو امید ہے
کہ کلنیاں نہ ہونگی۔ مصنف نے لکڑی کے مکان بھی استعمال
کئے ہیں۔ مگر وہ بالکل اچھے نہیں ہین، کیونکہ انمین کلیان
بہت جلد گھر کر لیتی ہیں۔ اگر کوئی انہیں کو استعمال کرنا
پسند کرے تو اسے چاہئے کہ لکڑی کو بار بار مٹی کے
تیل، تارکول یا کریوجوٹ سے پوت دیا کرے۔

لیکن ان سب باتون سے بچنے کا صرف ایک ہی
طریقہ ہے، اور وہ ہے لوہے کا مکان استعمال کرنا۔

اگر پہلے سے بنی ہوئی کسی عمارت میں مرغیوں کو
رکھنا ہے تو "ٹک پروف" پرچ (وہ لکڑی جسپر رات
کو بسیرا لیتی ہے) استعمال کرنا چاہئے۔ یہ لکڑی (پرچ)
دو لوہے کی چھڑوں کے اوپر ٹک لگا کر رکھ دی جاتی
ہے۔ ان چھڑون میں ایک پیالہ جوڑ دیا جاتا ہے۔
اور اسکو زمین میں گاڑا جا سکتا ہے۔ علاوہ اسکے
اگر چاہین تو چھت سے بھی لٹکا دیا جا سکتا ہے۔ مگر دونوں
صورتوں میں پیالے ہونا بہت ضروری ہے

اور ان مین ہروقت مٹی کا تیل بھرا رہنا چاہیئے - لکڑی کے سرے دیوار دل سے قریب دو فٹ دور رہنے چاہیئن جس سے کہ مرغی کی پوچھ بھی دیوار سے نہ چھو سکے ایسا کرنے سے مکان مین کلنیان اگر ہین تو بھی مرغیون کو ان سے کوئی خطرہ نہین باقی رہتا - لیکن اگر پیالون مین مٹی کا تیل بھرنے مین لاپروائی کی گئی تو اس وقت آپ کی ساری محنت چوپٹ ہو جائیگی -

احاطہ یا گھیرا

اگر ایک ہی ذات کی مرغیان رکھنی ہون تو گھر کے آگے کا احاطہ انکے لئے کافی ہوگا - اس مین انکو کافی ہری پتیان اور کیڑے مکوڑے کھانے کیلئے ملین گے اور وہ خوب انڈے دینگی - لیکن اگر ڈربہ بڑا ہو اور مرغیون کا جھنڈ بھی بڑا ہو تو ڈربے کے دونون طرف ایک ایک دروازہ بنا کر احاطے کو دو حصون مین تقسیم کر دینا چاہیئے جب ایک حصے مین مرغیان رہین تو دوسرے حصے مین سبزی بو دینا چاہیئے - اور جب سبزی بڑی ہو جائے تو مرغیون کو سبزی والے حصے مین چھوڑ دینا چاہیئے اور دوسرے حصے مین سبزی بو دینا چاہیئے - اس طرح باری باری کرنے مین مرغیون کو برابر سبزی ملتی رہیگی - جب انکو کسی گھیرے مین رکھا جائے تو کم سے کم ۲۵ - مربع فیٹ فی مرغی کے حساب سے گھیرا بنانا چاہیئے اگر اس سے بڑا ہو تو نہایت اچھا ہے - اور اگر دو گھیرے مین ہری پتیون والی سبزی پیدا کیجائے - جب سبزی ہو جائے تو مرغیون کو سبزی والے گھیرے مین ہٹا دیا جائے - اس سے مرغیون کو خوب ہری پتیان اور کیڑے مکوڑے کھانے کیلئے ملین گے - دوسرا جو اب خالی ہے اس مین سبزی پیدا کیجائے اور جب سبزی تیار ہو جائے تو مرغیان اس مین رکھی جائین - اس طرح باری باری کرنے سے مرغیون کو ہری پتیان برابر ملین گی - جگہ بدلتی رہیگی اور سبزی کے ساتھ کیڑے مکوڑے بھی ملین گے - ہر گھیرے مین سایہ کیلئے ایک پھل والا درخت ہونا ضروری ہے - اگر دو ہون تو اور بھی اچھا ہے - مرغی پالنا اور پھل پیدا کرنا - دونون ملا کر کرنے سے اچھی آمدنی ہوتی ہے مرغی کی بیٹ کی کھاد بہت مفید ہوتی ہے -

انڈے دینے کیلئے لکڑی کے بنے ہوئے گھونسلے مرغیون کے لئے ٹھیک نہین - مٹی کی ناد (جو لمبی اور گول ہوتی ہے اور گاؤن مین اناج بھرنے کے کام آتی ہے) اس کام کے لئے بہت اچھی ہے کیونکہ اس مین گھاس پھوس ڈال کر لگائی جاسکتی ہے اور جوئین - کلنی یا دوسری طرح کے کیڑون کا خطرہ نہین رہتا - یہ زمین پر لٹا کر رکھنی چاہیئے - اس کے اندر بالو اور تھوڑی سی پسی تمباکو کی پتی ملا کر رکھنا چاہیئے - انڈے بار بار اٹھانے چاہیئن - اگر مرغیان زیادہ ہون تو ایسی نادین رکھی جائین - ایک ناد تین مرغیون کے لئے ٹھیک ہے - پرچ (بسیرا کرنے کی لکڑی) کو تارکول سے پوت دینا چاہیئے اور مٹی کا تیل بھی (بسیرا کے نزدیک لگانا) چاہیئے -

پینے کا پانی سایہ مین رکھنا چاہیئے اور دن مین دو یا تین بار بدلنا چاہیئے - اگر آس پاس کوئی بیماری ہو تو پینے کے پانی مین بہت تھوڑا سا پوٹاسس پرمیگنیٹ ڈالنا چاہیئے - مرغیون کو لوٹنے کیلئے ایک اتھلا گڈھا ہو جس مین تیل مٹی اور باریک پسی ہوئی تمباکو اور گندھک ہو - اس سے مرغیون کو جوئین ہونے کا ڈر نہین رہتا -

ہماری فصل کے دشمن

از جناب مہیندر ناتھ اپادھیائے

جب ہندوستانی کسان اپنے بچوں کی طرح پرورش کی ہوئی فصل کو لہلہاتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے وہ خدا سے یہی درخواست کرتا ہے کہ اسکی فصل زیادہ یا کم برسات سے - کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کے حملوں سے بچکر بخیر و خوبی گھر آجائے - لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اسکی یہ خواہش پوری ہوگی - خدا معلوم کون سا مرض پیدا ہو جائے نہ معلوم کون سے کیڑے مکوڑے پیدا ہو کر لہلہاتی فصل کو برباد کر دیں - آخر ہندوستانی کسان بیج بو کر قدرت سے جوا ہی تو کھیلتا ہے - اگر داؤں میں چوک گیا تو گیا اور جیت گیا تو نہال ہو گیا -

دنیا میں کئی چھوٹے چھوٹے لاتعداد جاندار ہیں جنکی طرف اگرچہ آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی ہم بیکار سمجھتے ہیں لیکن انہیں جانداروں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ننھے ہوتے ہوئے بھی ہمارے لئے نہایت مضرت رساں ہیں - ان پر قابو پانا ہمارے لئے ایک عقدہ لاینحل ہو جاتا ہے - ٹڈی - ماہو وغیرہ تو کھیتی ہی چاٹ جاتے ہیں - کسی عالم کا قول ہے کہ فصلوں کو نقصان پہونچانے والے کیڑوں کے ذریعہ ہمارے ملک کو ہر سال ...... ۲۰ روپیہ کا نقصان ہوتا ہے - ان کیڑوں کی چھوٹی شکل کو دیکھ کر ہم وہم و گمان میں بھی نہیں لاتے کہ یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے بھی ہمارے ملک کی پیداوار کا اسقدر کثیر حصہ برباد کر دیتے ہیں جسم میں یہ جسقدر چھوٹے ہیں تعداد کے لحاظ سے اتنے ہی یہ بے انتہا بھی ہیں ان کیڑوں میں نر کی بہ نسبت مادہ ہی زیادہ ہوتی ہے جنکی افزائش نسل کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے - تجربات سے پتہ چلا ہے کہ ایک دیمک فی منٹ ۲۰ - ۳۰ کے حساب سے ۲۴ گھنٹے میں قریب ۲۸ - ۴۳ ہزار انڈے دیتی ہے کیڑوں کی زندگیوں کو خاص طور سے مطالعہ کرنے پر یہی پتہ چلا ہے کہ ہر ایک ذات کا کیڑا ایک مفید حرارت میں رہکر ہی ترقی کر سکتا ہے - مگر کچھ ایسے بھی کیڑے ہیں جو پانی کے جمنے اور اُبلنے حرارت سے بھی زیادہ حرارت میں اپنی زندگیوں کی ہل چل بنائے رکھتے ہیں - لیکن سب سے زیادہ ان کیڑوں کی ہلچل اور ترقی انکے موافق حرارت ملنے پر ہوتی ہے - مثال کے طور پر کپاس کے پودے پر حملہ کرنے والی سفید مکھی کو ہی لیجئے - یہ مکھی سب سے زیادہ انڈے ۲۹ - ۳۰ سینٹیگریڈ کی حرارت پر دیتی ہے اور ۱۹ سینٹیگریڈ پر تو قطعاً نہیں دیتی -

حرارت کے علاوہ کیڑوں کو ایک حد تک نمی کی بھی ضرورت پڑتی ہے - گنے کے تنے میں سوراخ کرنیوالے کیڑے نمی سے بھرے ماحول میں بھی زندہ رہتے ہیں - لیکن کچھ ایسے کیڑے بھی ہیں جنکو نمی کی بالکل ہی ضرورت نہیں رہتی - حرارت اور نمی کے ساتھ ہی ساتھ روشنی بھی کیڑوں کے لئے بہت ضروری ہے - زیادہ سے زیادہ روشنی کیڑوں کو کوئی نقصان نہیں پہونچاتی لیکن زیادہ حرارت اور زیادہ نمی کیڑوں کے لئے ضرر نقصان دہ ہے - کچھ کیڑوں کی ضرورت کا وقت روشنی پر ہی منحصر رہتا ہے - موسرن نام کی

گہاس کی اتی صرف صبح اور شام ہی خوراک حاصل کرتی ہے۔ بقیہ دن وہ پتیوں یا ڈھیلوں میں چھپ کر گذارتی ہے اسی طرح کچھ کیڑوں میں انڈے دینے کا وقت روشنی پر ہی منحصر ہے۔ کپاس کے ڈینڈوکا کیڑا اور دوسری ذات کے کیڑے زیادہ تر رات ہی میں انڈے دیتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ روشنی کی مختلف حالتوں کا انڈوں پر بھی مختلف اثر پڑتا ہے۔ کپیرا نام کا کیڑا اپنی ابتدائی حالت یعنی الی کی شکل میں رہتا ہے تو روشنی کا اس پہ کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو روشنی سے وہ گھبراتا ہے۔ کپیرا مادہ انڈا دینے کے وقت روشنی سے نفرت کرتی ہے مگر نر کیڑے تو ساری زندگی روشنی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حرارت۔ نمی اور روشنی کے بعد برسات بھی کیڑوں کی زندگی پہ کسی قدر اثر ڈالتی ہے جب اگست اور ستمبر میں برسات نہیں ہوتی تو کپاس کے پودوں پر سفید مکھی کا حملہ بڑھ جاتا ہے۔ ایسے ہی زیادہ برسات سے بھی کئی طرح کے کیڑے پیدا ہو کر پودوں کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حرارت نمی روشنی اور برسات وغیرہ مل کر کیڑوں کی زندگی پر بہت اثر ڈالتے ہیں اور انکی افزائش اور کمی کے مسئلہ پر بہت اثر ڈالتے ہیں۔

اب ہم مختصراً ان کیڑوں کی خوراک پہ غور کرتے ہیں۔ جسم کو پالنے کیلئے جس طرح ہم کو خوراک کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح ان کیڑوں کو بھی۔ کیڑوں کی زندگی کی حالت جسکو ہم الی کی حالت کہتے ہیں صرف خوراک حاصل کرنے اور اسکو ہضم کرنے ہی میں گذرتی ہے۔ خوراک کا مناسب وقت پہ ملنا اور مناسب ہونا کیڑوں کی زندگی سے بہت نزدیکی کا رشتہ رکھتا ہے۔ ریشم کے کیڑوں اور ریچھو نارنگی کے جھاڑوں پہ رہنے والے کیڑوں کے لئے۔ ملائم پتیاں ہی خوراک کے لئے مفید ہوتی ہیں۔ کپاس کی سفید مکھی پرانی پتیاں پسند کرتی ہیں۔

اصل میں دیکھا جائے تو خود کسان ہی ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس سے اسکے کھیت میں مختلف قسم کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی فصل کو بار بار اسی کھیت میں بونا گنّے کو ہر سال " رتن" کے لئے چھوڑ دینا۔ کھیت میں کئی طرح کی گہاس پات اُگنے دینا وغیرہ باتیں۔ کیڑوں کے پیدا ہونے اور ان کی ترقی کے لئے بہت مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اگر کسان غور و فکر سے کام لے اور فصلوں کو گہاس پات وغیرہ سے صاف رکھے تو وہ بہت کچھ حد دن تک ان کیڑوں کی باڑھ کو روک سکتا ہے۔ یوں تو فطرت خود ہی انکی ترقی کو روکتی ہے کئی طرح کے چرند پرند اور کیڑے انہیں کھا کر اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ اور خاصکر پرند تو زندگی بھر مسلسل ان کیڑوں سے جنگ کرتا رہتا ہے اور اسکی ترقی کو بہت حد دن تک روک دیتا ہے۔

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کیڑوں میں لاتعداد بڑھنے کی بہت طاقت رہتی ہے مگر انکی یہ بے انتہا تعداد اسکے خلاف حرارت زیادہ نمی۔ خوراک کی کمی اور انکے دشمنوں کی کثرت کے ذریعہ روک لی جا سکتی ہے۔ اگر انمیں سے ایک چیز کی بھی کمی ہوئی تو انکی تعداد کئی گنا ہو کر ایک وبا کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہر ایک ذات کا کیڑا اپنے موافق ماحول میں ہی زندہ رہ سکتا ہے ایک معین حرارت اور نمی مقررہ قسم کی خوراک بھی اسکے بڑھنے میں مددگار ہوتی ہیں۔

ہمارے ملک میں کیڑوں کی دنیا کا مطالعہ اور ان پر قابو پانے کی تاریخ ابھی اپنے طفلی ہی میں ہے۔ کاٹ دو۔ اور جلا دو۔ کے علاوہ ہمارے پاس ہماری فصلوں کو ان مہلک کیڑوں سے بچانے کے لئے

کوئی ترکیب ہی نہین ہے۔ کیڑون کی زندگی کا ان کے
موافق حرارت، نمی، روشنی، برسات اور خوراک
وغیرہ کی نگاہ سے تحقیق کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ دوسرے
ملکون مین کیڑون کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے تو کیڑون
کے موافق ماحول اور موسم کو دیکھکر کسانون کو پہلے سے باخبر
کر دیتے ہین کہ کون سے کیڑے وبائی شکل مین فصلون کو
نقصان پہونچائینگے۔ اس خبر کو پاکر کسان اپنی
فصلون کو کیڑون کے حملون سے بچانے کی پوری کوشش
کرتا ہے۔ ہمارے ملک کے ماہرین زراعت اور محکمہ زراعت
کیلئے اس سمت مین تحقیق کرنے کے لئے بہت ضروری ہے
اور ہمارے ہندوستانی غریب کسانون کی قسمت انہین
ماہرین کے مطالعہ اور تحقیق پر منحصر ہے۔

[انڈین فارمنگ کے ایک مضمون سے ماخوذ]

لٹیری شہد کی مکھیان

[ازجناب ایچ۔ ایس لودی بی۔ اے اسسٹنٹ مارکیٹنگ آفیسر مرکزی اگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ]

شہد کی مکھیون کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے
چھتون سے شہد لوٹ لاتی ہین۔ دنیا بھر کی سبھی طرح کی
شہد کی مکھیون مین شہد لوٹنے کی یہ عادت پائی جاتی ہے
لیکن ایپس انڈیکا نام کی شہد کی مکھی مین یہ عادت اورون
سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ شہد کی مکھی جنگل اور پالتو
دونون حالتون مین دوسرے چھتون سے شہد
لوٹ لاتی ہین۔ جنگلی حالت مین یہ مکھیان کسی
بھی وقت شہد لوٹ سکتی ہین۔ مگر شہد کی مکھی پالنے
والے مقامات مین یہ کام گرمی کے اخیر یا برسات
کے شروع مین ہوتا ہے۔

شہد کی مکھیون مین شہد لوٹنے کی اس
عادت کے مختلف وجوہات ہین۔ سب سے بڑی
وجہ پھولون مین خوشبو کی کمی ہے۔ مناسب موسمون
مین شہد کی مکھیون کو پھولون کی خوشبو کے لئے ذرائع
کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ وہ لوگ مٹھائی کی دوکانون
گنے کے گوداموں وغیرہ مقامات کی تلاش کرتی
پھرتی ہین اس طرح انہین شہد کی چوری کی تحریک ہوتی
ہے۔ اور وہ اور زیادہ ایسے مواقع کی تلاش مین لگ
جاتی ہین۔ شہد کی مکھیون کے دوسرے کمزور چھتون
کی تلاش کرکے وہ ان پر حملہ کر دیتی ہین اور ان کا
شہد لوٹ لاتی ہین۔ اسی طرح خراب چھتے۔ چینی کی
چاشنی کا چھڑانا۔ شہد کا کھلا رکھنا۔ شہد کی مکھیون
کو پوری خوراک نہ ملنا وغیرہ ایسے وجوہ ہین جن
سے ان کے شہد لوٹنے کی عادت کو بڑھاوا ملتا ہے
دیکھ بھال کرنے کے وقت کمزور چھتون کو زیادہ دیر
تک کھلا رہنے دینے سے ان شہد کی مکھیون کے حملہ
کا خطرہ رہتا ہے جن کی چوری کرنے کی عادت
پڑ گئی ہوتی ہے۔

شہد کی مکھی پالنے والے مقامات مین کمی کے
موسم مین کسی بھی دن شہد کی چوری ہو سکتی ہے
شہد کی مکھیون کا ایک جھنڈ دوسرے چھتون کی
تلاش مین نکلتا ہے۔ اس چھتے مین شہد کی خوشبو

پاکر شہد کی مکھیوں کا یہ جھنڈ چھتے کے خاص دستے کے علاوہ
کسی دوسرے راستے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے
اگر کسی دوسرے راستے سے وہ چھتے میں گھس سکیں تب
تو کوئی بات نہیں ورنہ وہ سامنے سے حملہ کرتی ہیں ۔

جہاں کہ حفاظت کرنے والی شہد کی مکھیاں اپنے
چھتے کی حفاظت کے لئے باخبر اور مستقل ارادہ رہتی ہے
حملہ کرنے والی ہر شہد کی مکھی پر تین یا چار مکھیاں لگ
جاتی ہیں ۔ حملہ کرنے والی مکھی پکڑ جانے پر حفاظت
کرنے والی مکھیوں کو دھوکہ دینے یا اس کا سامنا
کرنے کی کوشش کرتی ہے ۔ اور ان کے چنگل سے
نکل کر بھاگنے کی بھی کوشش کرتی ہے ۔ مگر حفاظت
کرنے والی مکھیاں حملہ کرنیوالی مکھی کے پیروں کو پکڑ لیتی
ہیں۔ اسکے پیروں کو کاٹ ڈالتی ہیں اور اس کے
پیٹ اور گلے کے درمیان کے حصہ میں ڈنک مار دیتی
ہیں ۔ لڑنے والی مکھیاں چھتے کے دروازے سے
نیچے اڑ آتی ہیں اور تب تک لڑتی رہتی ہیں جبتک
کہ حملہ کرنے والی مکھی بری طرح زخمی نہیں ہو جاتی
یا مر نہیں جاتی تب حملہ کرنے والی مکھی کی لاش
کو گھسیٹ کر چھتے سے کچھ دور پر پھینک دیا جاتا ہے
اگر حملہ کرنے والی مکھی ۔ حفاظت کرنے والی مکھی کے ہاتھ
سے بچ کر نکل جاتی ہے تو وہ پھر اس چھتے پر حملہ کرتی ہے
اور پھر انہیں مکھیوں کا سامنا کرتی ہے جن سے لڑکر وہ
ایک بار بھاگ چکی ہے ۔ اگر چھتا کافی مضبوط ہوا
اور حملہ کرنے والی مکھیوں کا سامنا کرنے کے لئے
برابر حفاظت کرنے والی مکھیاں بھیجنے میں کامیاب
ہو سکیں تو لٹیری مکھیاں موت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں
اور جو بچ رہتی ہیں وہ شرم سے منہ نیچا کئے ہوئے
اپنے چھتے کو لوٹ آتی ہیں اس طرح حملہ بیکار ہو جاتا
ہے ۔ اگر حملہ ہونے والے چھتے کے پاس حفاظت
کرنے والی مکھیوں کی تعداد کافی نہ ہوئی تو لٹیری شہد کی
مکھیاں حفاظت کرنیوالی مکھیوں پر فتح پالیتی ہیں اور
وہ فتح کی خوشی میں چھتے کے اندر داخل ہوتی ہیں
اور بے رحمی کے ساتھ شہد لوٹتی ہیں ۔ شہد کے
خانوں میں اپنے سر ڈال کر وہ بھرپیٹ شہد پیتی ہیں
اور اپنے چھتے کو لوٹ آتی ہیں ۔ لوٹا ہوا شہد اپنے
چھتے میں جمع کردیتی ہیں اور پھر دوہرے جوش سے
اور شہد لوٹنے کے لئے اس چھتے کی طرف چل پڑتی ہیں ۔

ہارے ہوئے چھتے کی مکھیاں غیر جانبدار ہو کر
ایک طرف ہٹ جاتی ہیں اور اپنے چھتے کو بیرحمی
کے ساتھ لوٹے جاتے ہوئے دیکھتی رہتی ہیں اسوقت
تک جب تک کہ سارا شہد ختم نہیں ہو جاتا ۔ ہارے
ہوئے کچھ چھتوں کی مکھیاں تو اسقدر گر جاتی ہیں کہ وہ
خود ہی اپنے چھتے کے شہد کو حملہ کرنے والی شہد کی مکھیوں
کے چھتے میں پہونچا دیتی ہیں ۔

ایک بار فتح ہو جانے پر لٹیری شہد کی مکھیوں
کو فخر ہو جاتا ہے ۔ وہ دوسرے چھتوں پر حملہ کرتی
ہیں انکا شہد لوٹ لاتی ہیں ۔ اور اپنی پڑوسی شہد
کی مکھیوں کو مار ڈالتی ہیں ۔ وہ اپنی لوٹ اسوقت
تک جاری رکھتی ہیں جب تک کہ انہیں اپنے جوڑ کا ہی
کوئی نہیں مل جاتا اور ان کی اس لٹیری زندگی کا
خاتمہ نہیں کر دیتا ۔

اس طرح کی لوٹ کا اثر پورے شہد کی مکھی پالنے
والے مقامات پر بہت برا پڑتا ہے ۔ جیتنے
اور ہارنے والے دونوں طرح کے چھتوں کی
بہت سی مکھیاں مر جاتی ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ
اس طرح کی لوٹ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارے ہی
چھتوں کی مکھیوں کی توجہ اپنے سے دوسری طرف
ہو جاتی ہے ۔ جس سے ان کے کام کو کافی نقصان

ہو سکتا ہے ۔ اس طرح کی لوٹ کے نتیجے مین ۔
(۱) چھتے کی مکھیان مار ڈالی جاتی ہین (۲) چھتے
کی رانی مکھیان ختم ہو جاتی ہین (۳) چھتا بُری حالت
کو پہونچ جاتا ہے ۔ (۴) آسانی سے دشمنون
کا شکار ہو جاتا ہے ۔ اسلئے ہماری رائے مین
(۱) جدید طریقے سے شہد کی مکھی کا پالنا (۲) چھتے کو
مضبوط بنائے رکھنا ۔ (۳) اور ان سے زیادہ
شہد حاصل کرنے مین شہد کی مکھیان پالنا شروع
کرنے والون کی ناکافی کی یہ سب سے بڑی
وجہ ہے ۔ شہد کی یہ لوٹ شہد کی مکھیان
پالنے کے کام کے لئے ایک عذاب ہے ۔
شہد کی مکھی پالنے والے مقامات مین
اس لوٹ سے بچنے کے لئے " دوا کی بہ نسبت روک
تھام مفید ہوتی ہے " کا اصول کام مین لانا
سب سے اچھا ہے ۔ شہد کی مکھیون کے چھتے اس
طرح کے ہون کہ ان مین گھسنے کیلئے خاص دروازے
کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ ہو ۔ خاص راستہ
½ یا ۱ انچ کا ہو اور اس دروازے کو بھی خالی
موسم مین بند رکھنا چاہیئے ۔ چھتے کے سوراخون کو
برابر برابر مٹی اور گوبر سے ڈھنک دینا چاہیئے ۔
لکڑی کے ڈھکن کے اندر کالا کاغذ لگانا بھی مفید ہے
چینی کی چاشنی شام کو جانے کے بعد دفتی
کی طشتریون مین جن کے کنارے مڑے ہوئے
ہون یا ٹین کی طشتریون مین کھلانا چاہیئے ۔ اس
طشتری کو چھتے اور فریم کی دیوار کے درمیان
رکھنا چاہیئے ۔ چاشنی بالکل گرنے نہ پاوے ۔
اگر لاپرواہی سے کچھ گر بھی جاوے تو اسے دھوکر
صاف کر دینا چاہیئے ۔ جس چھتے کی مکھیون کو
چاشنی دینا ہو اوس کے دروازے کو
اس قدر چھوٹا کر دینا چاہیئے کہ صرف ایک ہی مکھی اس
مین آ جا سکے ۔ کمزور چھتون کی مکھیون کو چینی کی چاشنی
دینا چاہیئے انہین کھانڈ یا مضبوط چھتون سے شہد کا
فریم دینا چاہیئے ۔ اس طرح کی مصنوعی خوراک کو
کم کرنے کے لئے یا بالکل ختم کرنے کے لئے سب سے بہتر
طریقہ یہ ہے کہ شہد نکالتے وقت ہر چھتے مین کم سے کم
۱۵ پونڈ شہد چھوڑ دیجئے ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ
دوپہر کے بعد ہوشیاری کے ساتھ لیکن جلدی بہت
سے چھتون کو ایک ساتھ کر دیا جائے ۔ شہد کی
مکھی پالنے کی جگہ مین شہد کی چوری سے بچنے کے لئے
کمزور چھتون کو معمولی چھتون کے ساتھ ملانے کیلئے
(مصر کی اخبار اسکیم) کام مین لائی جا سکتی ہے ۔
اگر لوٹ کی روک تھام کرنے کے باوجود
بھی شہد کی مکھی پالنے کی جگہ مین لوٹ شروع ہی ہو جائے
تو پالنے والے کو چاہیئے کہ وہ سارے حلقہ کے
دروازون کو اتنا چھوٹا کر دے کہ صرف ایک ہی
مکھی ایک بار مین اس مین آ جا سکے ۔ دروازے
کے سامنے بھیگی گھاس یا کاربولک ایسڈ مٹی کا
تیل یا فنائل سے بھیگا ہوا کپڑا رکھ دینا چاہیئے ۔
جس چھتے پر لٹیری مکھیون کا حملہ ہو اسکے چارون طرف
کاربولک ایسڈ اور پانی ملا کر چھڑک دینا چاہیئے
اس مکسچر مین کاربولک ایسڈ نصف یا ایک فیصدی
ہونا چاہیئے ۔ اگر اتنا سب کرنے کے باوجود بھی
لوٹ جاری ہی رہے تو لوٹے جانے والے
چھتے کو ہٹا کر اس جگہ پر رکھ دینا چاہیئے جس جگہ
مکھیان اسے لوٹتی ہین اور لٹیرے چھتے کو لٹنے والے
چھتے کی جگہ پر رکھ دینا چاہیئے یا لٹنے والے چھتے
کو کسی ٹھنڈے کمرے مین رکھ دینا چاہیئے
جہان وہ تین دن تک پڑا رہے ۔ لٹنے والے

چیتے کو اس سے کم سے کم دو میل کے فاصلہ پر لے جایا جاسکتا ہے اور اس طرح سے لیڈی گھیون کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ لیڈی گھیون کے چھتوں کا پتہ لگانے کی ترکیب یہ ہے کہ جب وہ شہد لوٹ کر چھتے سے باہر نکلنے لگیں تو ان کے اوپر گیہوں کا آٹا چھڑک دینا چاہیئے اس طرح اس کا پیچھا کرکے ان کے چھتے کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔

گوداموں میں اناج کی حفاظت

سید ابن علی۔ بی۔ ایس سی (اے۔جی) اگریکلچر
پبلسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو۔ پی۔ لکھنؤ

دنیا میں جنگ کا خاتمہ ابھی چند مہینے پہلے ہی ہوا ہے۔ مگر اس جنگ کے زمانہ میں اور اسکے بعد بھی ہماری زندگی ایک احتیاط کی زندگی بن گئی ہے۔ زندگی کے جس حصے پر بھی غور کیجئے۔ بجز احتیاط کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ جانداروں کی زندگی کا انحصار بہت سی باتوں پر ہے۔ مگر غذا یعنی کھانا پینا سب سے اول اور ضروری ہے چاروں طرف یہ دھوم مچی رہتی ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں بہت کمیاب ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کھانے پینے کی چیزیں پیدا ہی کم ہوتی ہے۔ یا پیدا ہوتی ہیں تو ان کے برتنے کی احتیاط صحیح طور پر ہوتی ہے یا نہیں۔ آج میں آپ کو اناج کی حفاظت پر چند باتیں بتاؤں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اناج کافی مقدار میں پیدا کیا جاتا ہے مگر اسکو اچھی حفاظت سے نہیں رکھا جاتا ہے کہ وہ اچھی حالت میں ہر جاندار تک پہونچ سکے۔ ہندوستان کے تمام صوبے اور ریاستیں اس معاملے میں خاص طور پر توجہ دے رہی ہیں۔

ہمارا غلہ اکثر گوداموں میں رکھا جاتا ہے۔ گودام خواہ کچے ہوں یا پکے۔ کمرے نما ہوں یا کھتیاں یا بکھاریاں ان گوداموں ہی کی بدولت جہانگر غلہ جمع کرنیوالے احتیاط نہیں برتتے۔ غلہ کیڑے مکوڑوں کے پیٹ کا ایندھن بن جاتا ہے۔ بجائے اسکے کہ وہ اچھی حالت میں انسانوں اور جانوروں کے کام آسکے۔

گیہوں کی خرید و فروخت کرنیوالی کمپنیوں کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ گھن سے گیہوں کو تقریباً ۱۲½ فیصدی نقصان پہونچتا ہے۔ یہ تخمینہ بہت کم معلوم ہوتا ہے کیونکہ کیڑوں سے دس فیصدی نقصان پہونچ جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ کبھی کبھی دیکھنے میں آیا ہے کہ گیہوں میں ان کیڑوں سے پچاس فیصدی یا اس سے بھی زیادہ نقصان ہوجاتا ہے۔ چاول۔ چنا۔ جو اور دالوں کو جو کیڑوں سے نقصان پہونچتا ہے اس کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہے بہر حال اگر یہی مان لیا جائے کہ ان کیڑوں سے ۱۲½ فیصدی نقصان پہونچتا ہے تو بھی ہر سال ہندوستان میں کروروں روپیہ کا

غلہ کیڑے کہا جاتے ہین - اس زمانے مین جبکہ
اناج کی کمی ہے اس نقصان سے بچاؤ کی اور
بھی زیادہ ضرورت ہے -

اناجون مین جو کیڑے لگتے ہین ان مین سے
گھن - سرسلی خاص طور سے قابل ذکر ہین - یہ
کیڑے اور سونڈیان اناج کے دانون کو کاٹ
کاٹ کر بیکار کر دیتی ہین - اور جب یہ کیڑے
زیادہ تعداد مین ہو جاتے ہین تو غلہ کا بالکل
آٹا بنا دیتے ہین - یہ کیڑے بھی اور کیڑون کی طرح
اپنی زندگی انڈون سے شروع کرتے ہین - انڈون
سے بچے نکلتے ہین - جو اناج کے دانے کھا کر
پرورش پاتے ہین - ان کیڑون کا حملہ عام
طریقے سے کھلیان ہی سے شروع ہو جاتا ہے

اس کے علاوہ یہ کیڑے اور طریقون سے بھی
لگتے ہین - مثلاً :-

(۱) یہ کیڑے یا ان کے انڈے بچے - گودامون
مین پہلے سے موجود ہوتے ہین اور گودام کی دیوارون
اور فرش کی درازون مین چھپے رہتے ہین -
گودام مین غلہ رکھتے ہی ان کا حملہ شروع ہو جاتا ہے
اور وہ اناج کھانا شروع کر دیتے ہین -

(۲) چونکہ یہ کیڑے چل پھر سکتے ہین اور ضرورت پڑنے
پر اڑ بھی لیتے ہین اس لئے ایک گودام سے دوسری
گودام مین بھی پہونچ جاتے ہین - بعض دفعہ جب
اناج بورون مین ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجایا
جاتا ہے - ان مین کیڑے اور ان کے بچے چھپے ہوئے
چلے جاتے ہین اور اس طریقے سے یہ کیڑے نئے
گودامون مین بھی پہونچ جاتے ہین -

(۳) جب اناج دھوپ مین سکھایا جاتا ہے - اس وقت
یہ کیڑے دھوپ سے بچ کر سایہ مین پناہ لینے کی کوشش
کرتے ہین اور اس طریقہ سے یا تو اپنے پرانے گودامون
مین یا کسی اور نئی جگہ جہان پر اناج جمع ہو پہونچ جاتے ہین

(۴) کسان عام طور پر اناج مٹی کی کوٹھیون یا
سنجاریون مین رکھتے ہین جس مین بہت سے جوڑ
ہوتے ہین - یہ کیڑے انہین جوڑون کے درمیان
رہتے ہین چنانچہ یہ کوٹھیان بھی کیڑون سے محفوظ
نہین رہ سکتیں -

(۵) کھتّون مین جو عام طور پر کچی ہوتی ہین اور
کہین کہین پکی بھی ہین - ان مین اناج رکھنے کا سب سے
بڑا نقصان یہ ہے کہ اناج زمین کی نمی کو جذب کر لیتا ہے
اور بعض مرتبہ سیاہ پڑ جاتا ہے جس کا کہ استعمال
مشکل ہو جاتا ہے -

اب رہین بچاؤ کی ترکیبین وہ یہ کہ جس
گودام مین اناج رکھا جائے اُسے پہلے ہی کیڑے کوڑون
سے صاف ہونا چاہیئے یہ کمرے ہوادار ہونے چاہئین
اور اناج اکٹھا کرنے کے بعد فوراً ہی انہین مہر لگا کر بند
کر دینا چاہیئے اور ایسا انتظام کرنا چاہیئے جس سے
ان مین سیلن نہ پہونچ سکے اور ان کے اندر کیڑے کوڑے
نہ گھسنے پا دین -

(۱) یہ زیادہ اچھا ہوگا اگر اناج کو سیمنٹ کی کوٹھریون
یا سیمنٹ کئے ہوئے یا پکے گودامون مین اکٹھا کیا جائے -

(۲) اگر اناج کھلی ہوئی صورت مین اکٹھا کرنا ہو
تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تھوڑی تھوڑی مقدار
مین اناج جمع کرنے کے بجائے اسے زیادہ مقدار
مین جمع کرنا چاہیئے کیونکہ اس صورت مین کیڑون وغیرہ
سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ کم رہتا ہے -

(۳) جہان تک ممکن ہو اناج کو کھلیان سے سیدھے
گودام مین بھیجنا چاہیئے اور ان دونون جگہون
کے درمیان کم سے کم ۱۵۰ گز کا فاصلہ ہونا چاہیئے -

جب تک کہ بہت ضروری نہ سمجھا جائے اناج کے ڈھونے مین دیر نہ کرنا چاہیئے اور نہ اسے کچے گوداموں مین زیادہ عرصہ تک نہ رکھنا چاہیئے۔

(۴) پھٹکنے۔ چھاننے۔ اور صاف کرنے کے بعد اناج کی بھوسی۔ چھلکوں اور دوسری چیزوں کو فوراً ہی کسی محفوظ جگہ مین الگ رکھہ دینا چاہیئے اور ہوشیاری کے ساتھہ جلد ہی انہین بیچ دینا چاہیئے یا دوسرے کاموں مین لانا چاہیئے تاکہ ان کے ذریعہ سے کوئی بیماری یا کیڑے مکوڑے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔

(۵) ہر صورت مین کوٹھریوں اور گوداموں کے فرش۔ چھت اور دیوارین چکنی ہونی چاہئین اور ان مین کسی طرح کے سوراخ یا درازین نہونی چاہئین اور کمرہ کی کرسی ایسی ہونی چاہیئے کہ اس مین سیلن نہ پہونچ سکے۔

(۶) فصل کٹنے کے بعد ہی نئے اناج کے رکھنے کے لئے کمرے یا کوٹھری کو اچھی طرح صاف کرکے مٹی یا گوبر سے پلاستر کرکے یا سفیدی کرکے تیار رکھنا چاہیئے اگر کمرے کی دیوارین یا اندر کی چھتین وغیرہ چٹخی ہوں یا ان مین درازین ہون جو کیڑوں کے رہنے کی جگہین ہوسکتی ہون تو کمرہ کو بہت زیادہ گرم کردینا چاہیئے کمرہ زیادہ گرم رکھنے کیلئے ایک ہزار مکعب فٹ مین ۲ سیر کوئلہ جلانا چاہیئے تاکہ کمرہ کی حرارت بڑھکر ۱۰۵ ڈگری فٹ تک پہونچ جائے۔ مثلاً اگر کوئی کمرہ ۱۰ فٹ لمبا۔ ۱۰ فٹ چوڑا اور دس فٹ اونچا ہو تو اس کے بیچ مین ۲ سیر کوئلہ ایک اینٹوں کی بھٹی مین رکھہ کر اسوقت تک جلانا چاہیئے جب تک کہ کمرہ اچھی طرح گرم نہ ہو جائے اور پھر اس کے دروازہ کو کس کر بند کر دینا چاہیئے۔ ۲۴ گھنٹے کے بعد کمرہ کو کھول دینا چاہیئے اور اسے ٹھنڈا ہونے دینا چاہیئے اور پھر اناج رکھنے کیلئے اسے تیار کرنا چاہیئے۔

(۷) اگر دیمک لگنے کا ڈر ہو تو فرش اور دیواروں کو کم سے کم ۵ فٹ کی اونچائی تک کولتار سے پوت دینا چاہیئے۔

(۸) اناج لیجانے اور رکھنے کے لئے صرف صاف بورے استعمال کرنا چاہیئے۔ جو بورے بہت پرانے ہوں انہین الگ کرلینا چاہیئے۔ جو بورے اناج رکھنے کیلئے استعمال کئے جاتے ہوں اور جن مین بعد مین کیڑے پائے گئے ہوں ان کو۔ اسے ۱۵ منٹ تک کھولتے پانی مین رکھہ کر اور پھر اچھی طرح سکھا کر کیڑوں سے پاک کردینا چاہیئے۔ کم سے کم اتنا تو کیا جاسکتا ہے کہ ان بوروں کو الٹا کرکے کم سے کم پانچ گھنٹہ تک خوب تیز دھوپ مین رکھہ دیا جائے۔

(۹) بورے مین رکھے ہوئے اور کھلے رکھے ہوئے اناج کو بھی ان کے چاروں طرف صاف اور دھوپ مین سکھائے ہوئے بھوسہ کی ۱۲ انچ موٹی تہہ لگاکر اکٹھا کرنا چاہیئے۔

(۱۰) اکٹھا کئے ہوئے اناج کی اس بات کو جانچنے کے لئے وقتاً فوقتاً جانچ کرتے رہنا چاہیئے کہ اس مین کیڑے تو نہین لگ گئے ہین اور اگر اس مین کیڑے پائے جائین تو اناج اور کمرہ دونوں کو کیڑوں سے پاک کرلینا چاہیئے۔

(۱۱) برسات کے موسم مین اناج کے گودام کو جہاں تک ہوسکے کم کھولنا چاہیئے۔ تاکہ اسکے اندر سیلن نہ پہونچ سکے۔ لیکن اس بات کو دیکھنے کے لئے کہ کہین اناج مین پھپھوندی یا کیڑے تو

نہین لگ گئے ہین۔ کسی گرم دن جب دھوپ نکلی ہو اناج کو دیکھتے بھالتے رہنا چاہیئے۔

(۱۲) جب کسی کمرے کا کل اناج باہر نکال لیا گیا تو اس کمرے کو فوراً جھاڑ دینا چاہیئے اور دھو کر اچھی طرح صاف کر دینا چاہیئے اس طرح جو کوڑا کرکٹ اکٹھا ہو اسے باہر پھینکنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ اُسے فوراً جلا دینا چاہیئے یا گہرے گڈھون مین گاڑ دینا چاہیئے

اور زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ حضرات محکمہ زراعت یو۔پی کے انٹومولوجسٹ جن کا دفتر کانپور مین ہے خط و کتابت کر سکتے ہین۔

کسان کا خواب

'افسانہ'

[از جناب "دیہاتی"]

رام ناتھ کے والد اسکو پڑھا لکھا کر کسی اونچے عہدے پر دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر رام ناتھ کسان بننا چاہتا تھا۔ اپنی رفیقہ حیات اس نے رجنی کو منتخب کیا۔ کیونکہ اسکو بھی گاؤن کی ہی زندگی عزیز تھی۔ دیہاتی زندگی کی یہ کہانی عمدہ ہے۔

شام کے ڈوبتے ہوئے سورج کی سنہری کرنین دہان کے لہلہاتے کھیتون پر بکھری ہوئی تھین۔ دور سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دھان کے بالون مین سونا بھرا ہو۔ کھیتون کے درمیان پتلی مینڈ ہری دوب کی پوشاک پہنے ہوئے زمین پر لیٹی تھی رام ناتھ کھیتون کی اس سنہری دنیا کے بیچ سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا گھر پاس کے ہی گاؤن مین ہے۔ باپ اچھے زمیندار ہین۔ وہ اپنے لڑکے کو پڑھا لکھا کر کسی اچھے عہدے پر دیکھنا چاہتے ہین۔ اس لئے انہون نے رام ناتھ کو شہر مین پڑھنے کے لئے بھیجدیا۔ مگر رام ناتھ کو شہری ماحول جیسے کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ بچپن مین وہ ان کھیتون اور گاؤن کے جھوپڑون کے بیچ پلا ہے۔ اسکو دیہات کی فطری زندگی سے ایسی محبت ہو گئی ہے کہ وہ اسے چھوڑنا نہین چاہتا مگر باپ سے کہنے کی اسکو جرأت ہی نہین ہوتی۔

جب وہ گھر آیا تو اس نے اپنے دل مین طے کیا کہ وہ باپ سے اپنی خواہش کا ضرور اظہار کریگا یہ ضرور ہے کہ باپ اسکی خواہش کو سنکر خوش نہ ہونگے۔ اپنے اکلوتے لڑکے کو وہ کسان نہین بنانا چاہتے مگر رام ناتھ کی زندگی کا گویا یہی مقصد ہے۔

تالاب کے نزدیک آکر رام ناتھ بیٹھ گیا۔ شام کی آہستہ آہستہ چلنے والی ہوا مین تالاب کا صاف شفاف پانی لہرین لے رہا تھا۔ لمحہ بھر تالاب اور اسکے چارون طرف پھیلے ہوتے ہرے بھرے کھیتون کو دیکھتا رہا۔ کتنی زندگی ہے گاؤن کے ان کھیتون کے

پیچ اور شہر۔ اف شہر کی اینٹ پتھر کی دیواریں تو جیسے پتھر کی بے جان زندگی کی مثال بنکر کھڑی رہتی ہیں۔ اتنے شور و غل کے باوجود بھی جیسے یہاں زندگی کی علامت بھی نہ ہو۔ رام ناتھ کو شہر کے اس بے جان زندگی سے اسی لئے تو نفرت پیدا ہو گئی ہے۔

تالاب سے تھوڑی دور دھان کے ایک کھیت میں کچھ عورتیں کام کر رہی تھیں ان کے شیریں نغمہ کی آواز رام ناتھ کو کتنی عمدہ معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اٹھا اور ادھری کو ٹہلتا ہوا چلا گیا کھیت کے کنارے آکر وہ کھڑا ہو گیا۔ نرائی کرنیوالی عورتوں نے ایکبار نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا ان کے نغمہ کی آواز میں ایک کپکپی ہوئی اور جیسے کسی نے لہر کو روک لیا ہو۔ رام ناتھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھل گئی اور وہ بولا تم لوگوں نے اپنا گانا کیوں بند کر دیا؟

ہنسی کی آواز ایکبار دھان کے پودوں کے اوپر لہرا گئی۔ رام ناتھ کو ایسا معلوم ہوا کہ نغمہ کی مشترک آواز میں کہیں کوئی خامی پیدا ہو گئی ہو۔ جیسے اسکا ایک تار ٹوٹ گیا ہو۔ اسلئے تو اس تار کے ٹوٹ جانے سے اب اسکو نغمہ میں وہ شیرینی نہ مل رہی تھی۔ تجسس کی ایک نگاہ اس نے گانیوالیوں پر ڈالی۔ اسیوقت یکایک اسنے دیکھا قریب ہی ایک لڑکی اپنے پر تکلف ہاتھوں سے کام کر رہی ہے جسنے اپنا سر نیچے جھکا رکھا ہے۔ اس کے ہونٹھ ہل رہے ہیں مگر نغمہ کی وجہ سے نہیں۔ اچھا تو یہ گا نہیں رہی۔ اسکی یا تو شیریں آواز کی تو اسکو تلاش تھی۔

ایک بار رام ناتھ نے پھر اسکی طرف دیکھا۔ تندرست اور سڈول جسم۔ گورے چہرے پر جوانی کی صحت لہریں لے رہی تھی۔ کالمحہ بھر تک وہ اسکو دیکھتا رہا۔ پھر یکایک اسکو اپنی حالت کا علم ہوا اور وہ آگے کی طرف بڑھ گیا۔ کھیت کے حدود وہ پار بھی کر رہا تھا کہ گانیوالیوں کے نغمہ میں ایک نیا سُر بہہ چلا۔ ایک مٹھاس آہستہ آہستہ سارے ماحول میں بھرنے لگی رام ناتھ نے سوچا کہ میری موجودگی کی وجہ سے ہی شاید اس نے گانا بند کر دیا تھا۔

خود بخود اسکے لبوں پر مسکراہٹ کی ایک پتلی لکیر کھنچ گئی۔

من ہی من میں کچھ گنگناتا ہوا رام ناتھ گھر پہنچا والد صاحب باہر چوپال ہی میں بیٹھے ہوئے کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ رام ناتھ کو دیکھ کر اسکو انہوں نے اپنے پاس بلاتے ہوئے کہا۔ "رمّو یہاں آ" یہ دیکھ ہمارے پرانے دوست جگ جیت کشور رہتا ہیں۔

رام ناتھ نے پاس آکر انکو جھک کر سلام کیا اور پاس پڑے مونڈھے کو کھینچکر اسپر بیٹھ گیا۔ جگجیت بابو نے رام ناتھ سے اوسکی تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں دریافت کرنے کے بعد کہا۔ رمّو بابو معلوم ہوتا ہے کہ ادھر تمہاری صحت ٹھیک نہیں ہے۔

جی ہاں۔ جب سے شہر گیا میری تندرستی کچھ ٹھیک نہیں رہتی۔ وہاں کی آب و ہوا کچھ میرے مناسب نہیں پڑ رہی۔ دوسرے میں تو یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں شہری زندگی کے لئے نہیں بنا۔

جگ جیت بابو نے حیرت کے ساتھ پوچھا۔ ایسا تم کیوں کہہ رہے ہو؟

رام ناتھ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسکے والد صاحب نے درمیان ہی میں کہا۔ بھائی اس کا لڑکپن ابھی گیا نہیں۔ کہتا ہے کہ مجھکو تو گاؤں میں رہکر کھیتی کرنا زیادہ پسند ہے۔

سوالیہ انداز میں جگ جیت بابو نے جب اسکی طرف دیکھا تو رام ناتھ نے کہا۔ "جی ہاں" میں چاہتا

ہوں کہ گاؤں میں ایک فارم شروع کردوں اور اس پر
موجودہ طریقہ سے کھیتی کروں - مجھکو کسان کی زندگی زیادہ
پسند ہے -

جگجیت بابو اور اسکے والد ہو - ہو کرکے
ہنس پڑے -

بعد میں جگ جیت بابو نے کہا - سب لوگ
ایک ہی کام کے لئے نہیں ہوتے -

رام ناتھ نے کوئی جواب نہ دیا - تھوڑی دیر
تک بات چیت کرکے وہ اندر چلا گیا -

اندر والدہ نے جتلایا کہ جگ جیت بابو
اس کے بیاہ کے لئے آتے ہیں - رام ناتھ کے
دل میں آیا کہ وہ کچھ کہے مگر وہ کچھ کہہ نہ سکا -
جگ جیت کے سلسلہ میں وہ بہت دنوں سے سنتا
آیا ہے مگر ان سے ملنے کا یہ پہلا ہی موقع تھا - جب
وہ چھوٹا تھا - تب جگ جیت بابو شہر ہی میں نوکر
تھے - والد صاحب کبھی کسی کام سے شہر جاتے
تو جگ جیت بابو کے یہاں ٹھہرتے تھے - کچھ عرصہ بعد
جگ جیت بابو کا تبادلہ ہوگیا - ان کے خط کبھی کبھی
آتے رہتے - جب رام ناتھ کے والد نے اسکو پڑھنے
کے لئے شہر بھیجنے لگے تو انہیں جگ جیت بابو کی
بہت یاد آئی - اگر ان کا تبادلہ نہ ہوگیا ہوتا - تو
میں رمّو کو انہیں سپرد کرکے بے فکر ہو جاتا - اب رام ناتھ
کو مجبوراً ہوسٹل ہی میں رکھنا پڑا -

دوسرے دن جگ جیت بابو چلے گئے -
والدہ کے ذریعہ رام ناتھ کو معلوم ہوا کہ والد نے
اسکی شادی طے کر لی ہے - اگلی لگن میں ہی سب کچھ
ہو جائیگا - رام ناتھ نے سنا تو اسکو بہت تعجب
ہوا - جیسے اسکو امید تھی کہ رام ناتھ کی رائے کے بغیر
والد صاحب ایسا نہ کرینگے - لہذا اس نے کہا -

"لیکن والدہ صاحبہ میں تو وہاں شادی نہ کرونگا"

کیا کہا، وہاں شادی نہ کریگا؟ والدہ نے حیرت کے ساتھ
کہا - وہاں نہ کریگا تو کہاں کرے گا - اتنی اچھی لڑکی،
اتنا اچھا گھر پھر تمہارے والد کی سالوں کی انکی دوستی؛

'ہاں' رام ناتھ نے ذرا سنجیدہ ہو کر کہا - لیکن عورت
تو ایسی چاہیئے جو زندگی بھر ساتھ دے سکے ؛

کیا - مطلب ہے تیرا ؟ والدہ نے کہا -

دیکھو، ماں، میں تم سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میں
پڑھ لکھکر نوکری نہیں کرونگا - میں تو کھیتی کرونگا
اور ایک کسان کے گھر کے لئے کیا شہر کی پڑھی لکھی لڑکی
کی ضرورت ہے - مجھے تو ایسی عورت کی ضرورت
ہے جو کھیتوں میں میرے ساتھ کام کر سکے - جو
کھیتی کے کاموں کو سمجھتی بوجھتی ہو - جو وہاں کی
گوبر مٹی صاف کر سکے - گائے بھینسوں کو لگا سکے وغیرہ -
تمہیں بتلاؤ کیا جگ جیت بابو کی لڑکی یہ سب کر سکے گی -

والدہ جیسے آسمان سے گر پڑی ہو - لڑکے کو
پڑھا لکھا کر کسان بنانا نہیں چاہتی - لیکن اگر وہ
کسان ہی بننا چاہتا ہے تو اس میں شک نہیں
کہ جگ جیت بابو کی لڑکی اس کے مناسب نہیں ہے -

جس دن والدہ نے والد سے سب کچھ کہا
تو وہ خاموش رہ گئے رام ناتھ کو بہت کچھ سمجھایا
بجھایا گیا - لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہا - آخر کار
والدہ کو بھی ہار ماننی پڑی - جگ جیت بابو کو
انہوں نے لکھدیا کہ شادی ابھی نہیں ہو سکتی - اپنی
لڑکی کے لئے وہ کوئی دوسرا لائق بر تلاش کرلیں -
اور رام ناتھ کو انہوں نے آگے پڑھانا فضول سمجھا -
ہائی اسکول تو وہ پاس ہی کر چکا تھا - اب اگر نوکری
نہیں کرنا ہے تو پھر آگے پڑھنے سے کیا فائدہ - لہذا
رام ناتھ کھیتی کے کاموں میں معلومات حاصل کرنیکے لئے

ایک فارم پر بھیجد یا گیا۔

نئی جگہ مین رام ناتھ کو نئی زندگی محسوس ہوئی سارا دن وہ مزدوروں کی طرح کام کرتا لیکن کبھی اسکو اسکا خیال نہ ہوتا۔ اسکو اس زندگی مین ایک خاص طرح کی راحت مل رہی تھی۔ فارم مین زیادہ تر گاؤن کے ہی لوگ کام آتے تھے۔ صرف فارم کے مالک اور دو چار نوکر وہان پر رہتے تھے۔ رام ناتھ کا بھی وہان رہنے کا انتظام کر دیا گیا۔ فارم کے مالک رام ناتھ کی ہی ذات کے تھے۔ بہت محنتی اور لگن کے آدمی تھے۔ دن بھر وہ اپنی عورت اور بچیون کے ساتھ کھیتون مین کام کرتے۔ خود داری ان کو ذرا چھو بھی نہین گئی تھی۔

آہستہ آہستہ رام ناتھ فارم کے لوگون مین ہر دلعزیز ہو گئے۔ یہان تک کہ جانور بھی انکو پہچان گئے۔ فارم کے بہت بیل اور گائین تو اس سے اتنا ہل گئے کہ جب تک وہ جا کر ان کے جسم پر ایک بار ہاتھ نہ پھیر دیتا تب تک وہ اپنے چارے مین منھ نہ ڈالتے۔ فارم کے مالک یہ دیکھ کر اکثر کہا کرتے۔ رام ناتھ تم دراصل ایک کسان بننے کے لئے پیدا ہوئے ہو۔

رام ناتھ مسکرا دیتا۔

فارم کے مالک کے یہان وہ کھانا کھاتا۔ انکے اس چھوٹے سے کنبہ مین وہ زیادہ گھل مل نہ سکا مالکن اکثر کہا کرتی کہ رام ناتھ بابو بہت شرمیلے ہین۔ پر رام ناتھ اس کو بیچ بیٹھنے کا کبھی موقع نہ آنے دیتا شام کو کام سے لوٹنے کے بعد کھانا وغیرہ کھا چکنے پر وہ اپنے کمرے مین چلا جاتا اور زراعت سے متعلق کتابین پڑھا کرتا۔

باجرہ کھیت سے لاکر کھلیان مین لگا یا گیا تھا۔ اس بار باجرہ کی فصل بہت اچھی ہوئی تھی۔ کاٹنے کی جتائی ہو رہی تھی ایکدن شام کو جب سب لوگ فارم پر سے لوٹے۔ تو یکایک ہوا تیز چلنے لگی۔ اور آسمان پر بادل کے ٹکڑے نہ معلوم کہان سے آگئے۔ کھانا وغیرہ کھاتے ایک گھڑی رات گذر گئی۔ سب لوگ چوپال مین آ کر بیٹھ گئے۔ یکایک آسمان کی طرف دیکھکر رام ناتھ نے کہا ــ " معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادل برس جائینگے

فارم کے مالک نے فکر کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھا اور پھر بولے۔ اگر ایسا ہوا تو ـ

بات پوری بھی نہ ہو نے پائی تھی کہ مالک کی لڑکی رنجنی نے کہا۔ ہمارے باجرے کا کیا ہوا۔ بابو چلو اسکو وہان سے اٹھا کر سایہ مین رکھدو

رام ناتھ نے آنکھون مین تعریف کا سمندر بھر کر اسکی طرف دیکھا۔

والد نے کہا ــــ رنجنی کہتی تو تم ٹھیک ہو لیکن آدمی سب جا چکے ہین۔ ہم لوگ ملکر یہ کام کر نہین سکتے۔

لیکن کیون بابو' ہم لوگ چار تو ہین ہی پھر کر کیون نہ سکین گے۔ رجنی نے کہا۔

رام ناتھ کی طرف پر امید آنکھین دیکھنے لگین تھوڑی دیر بعد جب بادل اور گہرے ہو رہے تھے تب وہ چار دن باجرہ کو سایہ مین رکھ رہے تھے باجرے کے دو ٹیلے بڑے بڑے پلندے بنے ہوئے تھے ایک پلندہ کو رام ناتھ اور رجنی دونون ڈھونے لگے

رام ناتھ کو آج کی محنت مین جتنا آرام مل رہا تھا اسکے پہلے کبھی نہین ملا تھا۔ بوجھ ڈھالتے ہوئے اس نے رجنی سے کہا ــ رجنی اگر تم کسی کسان کی بیوی ہوئین تو اسکی قسمت چمک اٹھیگی ــ

ہل

گہرے اندھیرے میں بھی رام ناتھ کو رجنی کے پتلے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آگئی جوانی کی صحت سے بھرا ہوا چہرہ لال ہو اُٹھا۔

آسمان سے بوندیں چھوٹنے ہی کو تھیں اور رجنی تھک گئی تھی۔ رام ناتھ نے محسوس کیا کہ اب جیسے اسے بوجھ سر پر رکھنے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ رام ناتھ نے لمحہ بھر سوچا اور پھر بوجھ باندھنے کی دو رسیاں دوڑ کر وہ اُٹھا لایا۔ اور رجنی سے بولا "اس طرح بہت دیر لگے گی۔ تم ان رسیوں کو لو اور پانچ چھ بوجھ ایک ساتھ باندھ دو میں اُٹھا کر سایہ میں رکھ آیا کروں گا۔"

رجنی جیسے سمجھ گئی ہو۔ تکلف کے ساتھ اُس نے کہا "تمھیں تم کو تکلیف نہیں ہو گی۔"

دونوں کو ایک دوسرے کی تکلیفوں کا خیال ہے لیکن بات رجنی کو منظور کرنی پڑی۔ کئی بوجھ ایک ساتھ باندھ کر رام ناتھ کے سر پر اُٹھا دیتی۔ جب وہ بوجھ اُٹھانے لگتی تو اسکی گرم سانسیں رام ناتھ کے رخساروں کو چھو جاتیں۔ اس کے سارے جسم میں ایک بجلی دوڑ جاتی اپنے خیالات میں الجھا ہوا وہ مشین کی طرح بوجھ ڈھوتا رہا۔

میلہ ختم ہونے ہی کو تھا کہ آسمان سے بوندیں چھوٹ گئیں اور زور کی بارش ہونے لگی۔ گھر پہونچتے تک تو بھیگ جانا ہوگا۔ لہذا دونوں بھاگ کر وہیں قریب بنی ہوئی ایک مڑئیا میں کھڑے ہو گئے بارش کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔ یکایک رام ناتھ نے رجنی کو باہنوں میں جکڑ لیا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "رجنی"

رجنی نے اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔ بڑی بڑی آنکھوں سے اس نے رام ناتھ کی طرف دیکھا۔ رام ناتھ بھی اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا۔ پھر جیسے بہت جرأت کر کے اس نے کہا۔ "رجنی کیا تم مجھ سے شادی کر دگی میں تم سے محبت کرتا ہوں"

"میں کیا جانوں"۔ جواب ملا۔ اور ایک جھٹکے کے ساتھ چھڑا کر وہ بارش میں بھاگ گئی اور رام ناتھ وہیں کھڑا لمحہ بھر دور جاتی ہوئی اسکے پیروں کی چھم چھم سنتا رہا۔ پھر لکڑی کے کھمبے کا سہارا لیکر کھڑا ہو گیا۔

اگر رجنی اسکی بیوی ہو سکے تو اسکی زندگی کس قدر آرام دہ ہو جائے گی۔ خیالات کے ساتھ وہ اسی طرح کھیلتا رہا۔

پانی بند ہونے والا نہ معلوم ہوتا تھا۔ اب رام ناتھ کو سردی بھی معلوم ہونے لگی تھی۔ بارش کے ڈر سے یہاں کیوں کھڑا رہے۔ لہذا بھیگتا ہوا گھر کی طرف چل پڑا۔ برسات تیز تھی اور رام ناتھ کے سر پر متعدد خیالوں کا بوجھ تھا۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ گھر کی طرف چل رہا تھا۔

جب وہ اپنے کمرے کے سامنے پہونچا۔ پانی سے وہ تر بتر ہو رہا تھا۔ سردی سے اس کے دانت بج رہے تھے۔ لیکن اسکو جیسے اس کا کچھ خیال ہی نہ ہو۔ اسی دن رات میں اسکو بخار ہو آیا۔ صبح جب وہ اپنے وقت پر چارپائی پر سے نہ اُٹھا تو رجنی کو ذرا فکر ہوئی۔ رام ناتھ کے کمرے میں آکر اس نے دیکھا کہ وہ چارپائی پر کمبل اوڑھے پڑا ہے۔ نزدیک جا کر دیکھا تو اندیشہ سے کانپ اٹھی۔ پیشانی پر ہاتھ رکھا تو جیسے توا جل رہا ہو۔ لیکن رام ناتھ کو کچھ پتہ نہ تھا۔

وہ ہفتوں تک رام ناتھ بخار میں پڑا رہا۔ رجنی نے اسکی خدمت کا بار اپنے اوپر لے لیا تھا۔

بیماری میں آدمی زیادہ سنجیدہ ہو جاتا ہے۔ رام ناتھ ہر وقت رجنی کے متعلق سوچتا رہتا۔ رجنی ہی پہلے کیطرح اب یہ نہ کہہ پاتی کہ " میں کیا جانوں "۔

اچھے ہو جانے پر ایکدن اس نے رجنی کے والد سے رجنی کے ساتھ شادی کرنے کی تجویز رکھی۔ بھلا انکار کیا تھا۔ پھر کیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی رجنی کے لئے ایک محنتی اور لائق کسان چاہتے تھے۔

دوسرے ہی دن رام ناتھ اپنے والد کی اجازت لینے کیلئے چل پڑا۔ والد رام ناتھ کے فیصلہ کی اہمیت سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے لہذا انہوں نے اجازت دیدی۔

شادی کے بعد رام ناتھ نے اپنے گاؤں میں ایک فارم کھول لیا۔ اسمیں وہ اپنے تجربات کے ساتھ کھیتی کرتا ہے۔ اسکو خوب فائدہ ہو رہا ہے۔ اکثر وہ رجنی سے کہتا ہے۔ اگر تمہارے بجائے میری شادی شہری کسی لڑکی کے ساتھ ہوئی ہوتی تو میں کچھ نہ کر سکتا۔ بھلا سوچو کھیتی کے یہ کام وہ کیسے سنبھال سکتی تھی۔

رجنی ہنس کر کہتی۔ " اگر میں کبھی شہر میں بیاہی گئی ہوتی تو مجھے دیہاتن کو در در ذلیل ہونا پڑتا۔

تندرستی

میعادی بخار

تعریف یہ ایک چھوت کی بیماری ہے۔ چھوت بیمار آدمی سے تندرست کو لگتی ہے اس بیماری کے جراثیم تندرست آدمیوں کی آنتوں میں کھانے پینے کی اشیاء کے ذریعہ سے پہونچ جاتے ہیں اور اس طرح تندرست آدمی کو بھی بخار آنے لگتا ہے۔

علامات مریض اول درد سر کی شکایت کرتا ہے بعدہٗ، بخار چڑھتا ہے جو رفتہ رفتہ تیز ہو جاتا ہے تھوڑا بہت بخار ہر وقت رہتا ہے بالکل کسی وقت نہیں اترتا۔ اکثر شروع میں سردی بھی لگتی ہے پہلے ہفتہ میں بخار صبح کے وقت ۱۰۱ ڈگری اور شام کو ۱۰۳ و ۱۰۴ ڈگری ہوتا ہے۔ درد سر کی شکایت زیادہ ہوتی ہے اور زبان پر ایک تہہ سی جم جاتی ہے۔ غذا کی طرف رغبت بالکل نہیں ہوتی۔ پیٹ میں درد اور ریاح کی شکایت زیادہ ہو جاتی ہے کبھی قبض ہوتا ہے اور کبھی دست آنے لگتے ہیں۔ دوسرے ہفتہ میں بخار ترقی پر ہوتا ہے۔ صبح کو عموماً ۱۰۲ سے کم نہیں ہوتا اور شام کو ۱۰۴ و ۱۰۵ تک رہتا ہے۔ تمام بدن پر سرخ سرخ دانے مثل پسو کے کاٹنے کے نشان کی طرح پڑ جاتے ہیں زبان یا لبوں پر سیاہی مائل بھوری پپڑی پڑ جاتی ہے۔ اکثر مریضوں کی آنتوں سے خون بھی آنے لگتا ہے اور بعض اوقات اس قدر کثرت سے آتا ہے کہ مہلک ثابت ہوتا ہے بعض اوقات بخار کی شدت اور جراثیم کے زہر کے اثرات کی وجہ سے سرسامی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مریض بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے اور اکثر اٹھ اٹھ کر بھاگنے لگتا ہے۔ تیسرے ہفتہ میں

بخار آہستہ آہستہ اترنے لگتا ہے اور بیماری کے شروع ہونے کے اکیسویں دن بخار بالکل اتر جاتا ہے چونکہ اس بیماری میں آنتوں میں زخم پڑ جاتے ہیں اس لئے تیسرے ہفتہ میں ان میں سوراخ ہو جانے اور خون آنے کا بہت ڈر رہتا ہے۔

بخار پھیلنے کا طریقہ

اس بخار کے کیڑے مریض کے پیشاب اور پاخانہ میں ہوتے ہیں اور اکثر تھوک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بیمار کی غلاظت اکثر بد احتیاطی سے پھیل جاتی ہے کہ اس سے تالابوں اور کنوؤں کا پانی خراب ہو جاتا ہے یا مریض کے کپڑے وغیرہ تالاب میں یا کنوؤں کی جگت پر دھوئے جائیں اور اس طرح پر چھینٹیں پڑ کر پانی خراب ہو جائے اور اس میں سبزیاں اور ترکاریاں دھوئی جائیں تو ایسی سبزی اور ترکاریاں کھانے سے میعادی بخار ہو جاتا ہے۔

علاوہ اس مریض کے پیشاب پاخانہ پر مکھیاں بیٹھ کر اپنے بدن پر گندگی سے غلاظت کے ساتھ بیماری کے کیڑے لے جاتی ہیں اور جب یہ مکھیاں کھانے پینے کی چیز پر بیٹھتی ہیں تو اسکو بھی گندہ کر دیتی ہیں اور وہ بیماری کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ایسے کنوئیں جو کہ خام ہیں یا ان کی باقاعدہ جگت وغیرہ نہیں بنی ہوئی ہیں یا اس کے نزدیک گندی نالی و نالے ہیں یا چہ بچہ ہیں ان کا پانی رس کر ان کنوؤں میں جاتا ہے اور اس طرح پر کنوؤں کے پانی میں بیماری کے کیڑے جو کہ ایسے گندے پانی میں ہوتے ہیں پہونچا دیتا ہے اور ایسے خراب شدہ پانی کو استعمال کرنے والا ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ٹائیفائیڈ کے چار فیصدی مریض ایسے ہوتے ہیں جن کے پیشاب و پاخانہ میں برابر ٹائیفائیڈ کے جراثیم موجود رہتے ہیں ایسے لوگوں کو ٹائیفائیڈ کیڑوں سے کوئی اثر نہیں ہوتا مگر مرض کو وبائی شکل میں پھیلانے کے اکثر یہی لوگ ذمہ دار ہوتے ہیں۔ زیادہ تر اس کی وبا دودھ اور پانی کے خراب ہونے سے پھیلتی ہے پانی کے خراب ہونے کے ذرائع اوپر بتائے گئے ہیں اور دودھ کے خراب ہونے کے ذرائع حسب ذیل ہیں۔

(۱) مکھیاں دودھ میں کیڑے پہونچا دیں۔
(۲) گوالے دودھ کے برتن کو گندے پانی سے دھوویں۔
(۳) یا گندہ پانی دودھ میں ملا دیا جائے۔

مرض کی روک تھام

جس موسم میں قریب کے محلہ یا گاؤں میں ٹائیفائیڈ مرض پھیلا ہو تو ہر شخص کو اپنے بچاؤ کے واسطے حسب ذیل باتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

۱۔ سب سے پہلے حلقہ کے سینیٹری انسپکٹر یا ہیلتھ افسر صاحب کو اطلاع دو۔
۲۔ پانی اور دودھ کو ابال کر پیجئے۔
۳۔ تازہ کھانا کھاؤ اور کھانے کی چیزوں کو ڈھک کر رکھو تاکہ خاک اور مکھیوں سے بچا رہے۔
۴۔ گھر کے استعمال کے برتن صاف پانی سے دھوئیے
۵۔ گھر کے پاخانہ اور نالیوں کی خاص طور پر صفائی کرائیے۔ روزانہ چونہ یا فنائل ڈالو
۶۔ پھل اور ترکاریاں وغیرہ جو کہ بغیر پکائے ہوئے کھائی جاتی ہیں۔ ان کو پوٹاس پرمینگنیٹ کے تیز رنگ پانی میں دھوکر کھائیے۔
۷۔ جس پانی میں مریض کے کپڑے وغیرہ دھوئے گئے ہوں اسکا استعمال مت کیجئے۔
۸۔ ٹائیفائیڈ کا ٹیکہ لگوائیے۔

جس گھر میں مریض ہو

(۱) بہتر یہ ہے کہ مریض کو شفاخانہ بھیجدیا جاوے اور اگر یہ ممکن نہیں ہے تو مکان میں ایک علیحدہ کمرہ یا دالان میں مریض کو رکھا جاوے۔ گھر کے ہر ایک آدمی کو اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ زیادہ آدمی جمع ہونے سے مریض گھبرانے لگتا ہے۔

(۲) مریض کو پیشاب پاخانہ ایک برتن میں کرایا جائے جس میں فنائل یا چونہ پڑا ہو۔ جب برتن بھر جائے تو کل غلاظت کو جلادینا چاہیئے یا آبادی کے باہر گڈھوں اور نالیوں سے دور گڈھا کھود کر گاڑ دینا چاہیئے۔

(۳) مریض کے کھانے پینے کے برتن علیحدہ کردینا چاہیئے۔

(۴) جو شخص کہ مریض کی تیمارداری کررہا ہو اسکو چاہیئے کہ جتنی مرتبہ وہ مریض کو یا اسکے برتنوں کو یا اسکے جسم کو چھوے تو ہر مرتبہ وہ اپنے ہاتھ لال دوا کے گرم پانی سے دہولے۔

(۵) مریض کے بیٹھنے کی جگہ خوب صاف رکھی جائے اگر فرش پختہ ہے تو فنائل سے روزانہ دہو ڈالا جائے اور اگر فرش خام ہے تو اس پر روزانہ چونہ چھڑکنا چاہیئے۔

(۶) پاخانہ یا پیشاب اگر برتن کے باہر ہو جاوے تو اس پر بھی فنائل یا چونہ ڈال دینا چاہیئے۔

(۷) مریض کے مرجانے یا اچھے ہو جانے کے بعد مریض کے بیکار کپڑے جلادئے جائیں۔ کمرہ یا دالان کا فرش دیواریں اور مریض کے استعمال کا اور کل سامان مثلاً میز کرسی پلنگ وغیرہ کو فنائل کے پانی سے خوب اچھی طرح دہو دیا جائے۔

(۸) مریض کے مکان کے پاخانہ اور تمام نالیوں کی روزانہ صفائی کرنا چاہیئے اور اس میں فنائل یا چونہ ڈالنا چاہیئے۔

(۹) مریض کو سوائے دودھ کے اور کوئی غذا نہ دیجائے۔

دیگر ہدایات

(۱) اس بخار کی فصل میں اگر متواتر دو تین دن تک کسی کو بخار رہا ہے اور کسی وقت بالکل نہ اترے تو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ ٹائیفائیڈ بخار ہے۔ ایسی حالت میں غذا بالکل بند کردیجاوے اور صرف دودھ دیا جائے۔

(۲) اس مرض میں مریض کی تیمارداری ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اچھی تیمارداری سے بہت سے مریض بچ سکتے ہیں۔

(۳) اگر اسپتال ہو تو مرض کی تشخیص ہوتے ہی مریض کو اسپتال بھیجدینا چاہیئے۔ وہاں تیمارداری اچھی ہوگی اور مرض دوسروں کو نہیں پھیلے گا۔

(۴) مریض کو اگر اسپتال نہیں بھیجا جاسکتا تو اس کا علاج گھر ہی پر ہو مگر مریض کو پلنگ پر سے اٹھانا نہیں چاہیئے اور نہ ہلانا جھلانا چاہیئے۔ پاخانہ پیشاب بھی پلنگ پر لیٹے لیٹے کرایا جائے۔

(۵) اگر سرسامی کیفیت پیدا ہو تو سر پر برف کی تھیلی رکھی جائے۔ اگر برف اور تھیلی میسر نہ ہو تو ٹھنڈے پانی میں تولیا بھگو کر اور نچوڑ کر مریض کے سر پر رکھی جائے اس بات کی احتیاط رہے کہ سر پر پانی نہ لگا رہے۔

(۶) مریض کا بخار جب اتر جاتا ہے تو اسکو بھوک بہت لگتی ہے۔ بلا ڈاکٹر کے مشورہ کے کوئی چیز اسکو کھانے کو نہ دیجاوے ورنہ بخار دوبارہ چڑھ آئیگا اور پھر اپنی میعاد پوری کرکے اترے گا۔

(۷) مریض کا تیسرا ہفتہ نہایت خطرناک ہوتا ہے اگر بخار زیادہ اور پیٹ میں نفخ ہو تو دودھ بھی بند کردیا جائے اور دودھ پھاڑ کر اس کا پانی دیا جائے۔

یہ مضمون ہم ایک نہایت مفید انگریزی کتاب سے ترجمہ کر کے شایع کر رہے ہیں اس کے مصنف نامعلوم ہی رہنا چاہتے ہیں ۔ لہذا ان کا نام یہاں نہیں شایع کیا جا رہا ہے ۔ مضمون میں بتلائی گئی باتوں کو اگر ہم اپنی زندگی میں لا سکیں تو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ہم اپنی زندگی کو بہت اچھی طرح گذار سکتے ہیں ۔

ہر شخص چاہتا ہے کہ اسکی یادداشت بہت اچھی ہو ۔ ایسے بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنی یادداشت پر بھروسہ کر سکیں ۔ اکثر سب کو ہی اپنی بری یادداشت کی شکایت رہتی ہے کسی شخص کی یادداشت پیدائشی طور پر خراب نہیں ہوتی بلکہ اس کا صحیح استعمال نہ کیا جانے کی وجہ سے وہ خراب ہو جاتی ہے ۔ میری یادداشت اچھی نہیں ہے یہ کہہ کر ہی لوگ شبہہ میں پڑ جاتے ہیں اور اسکی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے ۔ جسم کے دوسرے اعضاء کی طرح یادداشت بھی ورزش کے ذریعہ اچھی بنائی جا سکتی ہے یادداشت کی کوشش کیجئے تو کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کی یادداشت میں بہت بڑی اصلاح ہو گئی ہے ۔ یادداشت کو تیز کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ شام کے پرسکون ماحول میں بیٹھ کر دن میں کسی سنی ہوئی تقریر یا کسی کے ساتھ ہوئی بات چیت کو دہرانے کی کوشش کی جائے ۔ جو لفظ یا جملہ استعمال میں لائے گئے تھے ۔ انہیں کو دہرانے کی کوشش کیجئے ۔ اسی طرح دن میں پڑھی گئی کسی کتاب کے الفاظ کو یا واقعات کو یاد کرنے کی کوشش کیجئے ۔ اگر آپ کسی کتاب یا پیراگراف کو یاد کرنا چاہتے ہیں تو اس میں دلچسپی محسوس کیجئے ۔ اسکی ساری باتوں کو یاد کرنے کے بجائے اسکی کچھ خاص باتوں کو یاد کر لیجئے ۔ خیالات جتنے صاف اور یکساں رہینگے دماغ انکو اتنے عرصہ تک یاد رکھیگا۔

یادداشت بڑھانے کا ایک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی نہایت خشک کتاب ، کسی سائنس یا فلسفہ کی کتاب سے جسکی طرف آپ کا فطری رجحان نہیں ہے ایک جملہ پڑھئے ۔ پھر کتاب بند کر کے اس جملہ کو رک رک کر اونچی آواز سے دہرائیے ۔ پھر کتاب کھول کر دیکھئے ۔ آپ کہاں کہاں پر بھول گئے تھے ۔ جبتک پھر کوئی جملہ ایسا نہ ہو جو آپ کو بہت پسند آیا ہو تب تک اسکو رٹنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ روز یہ مشق کیجئے اور آہستہ آہستہ سطروں کی تعداد بڑھاتے جائیے ۔ کچھ دن بعد آپ دیکھیں گے کہ جہاں پہلے ایکبار کتاب پڑھنے کے بعد کچھ بھی اپنے دماغ میں نہیں رکھ پاتے تھے وہاں اب آپ کو کتاب کے باب کے باب حفظ رہتے ہیں

جس طرف ہمارا رجحان رہتا ہے وہ ہم کو

یاد رہتا ہے مگر جس طرف دماغ کا رجحان نہیں رہتا اسکو وہ یاد نہیں رکھ سکتا - اپنے کسی کام میں دلچسپی پیدا کیجیے - اس کے لئے دلمیں محبت پیدا کیجیے - اس سے آپ کو اسے یاد رکھنے میں مدد ملے گی - آپ رجحان طبعی اور محبت کے اس خیال کو بہت آسانی سے پیدا کر سکتے ہیں - اور اگر آپ ایک بار ارادہ کریں تو وہ سے یکایک پیدا کرلیں گے تو آپ میں اسکے لئے سچی محبت پیدا ہو جاے گی - جو کتاب بھی آپ پڑھیں اس میں دلچسپی لیجئے - اسکو صرف سیاہ روشنائی میں چھپے ہوے حروف ہی نہ سمجھیے بلکہ انکو جاندار بنا دیجئے - کسی کی سوانح حیات پڑھتے وقت جسکی حیات ہے اس کے ساتھی بن جائیے اس کے ساتھ اسکے بچپن کے مکان میں رہئے - اسکی ترقی میں اسکے ساتھ محنت اور کام کیجیے - اس کے مصائب اور تکالیف میں ساتھ دیجئے - اسکی خوشی میں اسکے ساتھ رہیئے اسکے ساتھ راجہ مہاراجاؤں کے جلسوں میں جائیے - اسکی ساری زندگی کو اپنی آنکھوں کے سامنے ڈرامے کی طرح پھرنے دیجئے جس میں خود آپ ایک کیریکٹر ہیں - جس میں آپ خیالات کو محسوس کرتے ہیں - اس کے خاص کیریکٹر کی تکلیفوں میں آپ مدد کرتے ہیں اور اس کی کامیابی کے لمحوں میں مسرت محسوس کرتے ہیں بے جان کتاب کی جگہ پر یہ آپ کیلئے ایک خوشگوار یاد بن جائیگی جسکو آپ دہرا سکیں گے - اور ساتھ ہی یہ آپ کو تحریک دے گی اور آپ کی رہنمائی بھی کرے گی - اپنی دلچسپی اور فائدے کے لئے جب آپ کوئی کتاب پڑھ چکے ہوں تو پھر ذرا دیر کیلئے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے جاندار بنا لیجئے - جس سے وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے

اسی طرح جب آپ کبھی باہر جائیں تو قدرتی مناظر اور واقعات سے دلچسپی لینے کی عادت ڈالئے اور گھر لوٹنے میں جو واقعات اور مناظر آپ کو زیادہ پسند آئے ہوں انکو یاد کرنے کی کوشش کیجئے - جب کبھی آپ کوئی ڈرامہ سینما یا اور کوئی چیز دیکھنے جائیں تو لوٹنے پر اسے اپنی آنکھوں کے سامنے لانے کی کوشش کیجئے - جس سے آپ کا دماغ اسکی تصویر کشی کر سکے -

دماغ کی طاقت کو بڑھانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی فن سیکھئے اور ہر روز اس میں کچھ وقت صرف کیجئے اسکولوں میں یہ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ جن لڑکوں کو کوئی دستکاری سکھلائی جاتی ہے - جیسے مصوری نقشہ بنانا وہ ان لڑکوں کی نسبت امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتے ہیں جو کہ محض اپنی درسی کتابوں کو ہی پڑھنے میں لگے رہتے ہیں - باہری چیزیں سیکھ کر آپ اپنے دماغ کی ان رگوں کو طاقت ہو جاتی ہے جن پر ادبی مطالعہ میں زور پڑتا ہے - یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ داہنے ہاتھ سے کام کرنے والے کے متعلق بائیں ہاتھ سے بھی استعمال سے اس کے دماغ کی طاقت بڑھتی ہے - بائیں ہاتھ سے بھی لکھنے کی کوشش کیجئے - اپنی روزمرہ کی زندگی میں چیزوں کو اٹھانے رکھنے - چھاتا - چھڑی وغیرہ لینے میں بائیں ہاتھ کا استعمال کیجئے -

اصل مطالعہ محض کتب بینی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ سارے انسانی اعمال کا باقاعدہ جائزہ ہے - کتابوں کے اوراق سے ہی علم حاصل کرنا - اچھے خیالات رکھنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان کا روزمرہ کی زندگی میں کوئی نہ کوئی حصہ ہونا چاہئے - علم طاقت ہے جیسے کوئلے کی کان میں کوئلہ - انجن بہت تھوڑا سا کوئلہ لیتا ہے - لیکن

ہاں اسکو طاقت مین بدل دیتا ہے۔ اسی طرح آپ کو چاہئیے کہ جو کچھ بہی علم حاصل کیجئے اسکو ایسے کامون مین لگائیے کہ وہ زیادہ بڑہ سکے۔ غور کیجئے کہ آپ سارے علم کا مناسب استعمال کر رہے ہین۔ اگر نہین تو آپ کا اتنا وقت اور طاقت بیکار گئی جو کہ آپ نے اس علم کو حاصل کرنے مین صرف کی تہی۔ محض اصولی نہ بنئے۔ حقیقت کا پتہ لگانے اور راستے مین آنیوالے خطرات کا سامنا کرنے کے لئے بہی کچہ کیجئے۔ اپنا علم بڑہاتے رہئیے لیکن ساتہ ہی اپنی کامیابیان بہی بڑھاتے رہئیے۔ کامیابی یہ بتاتی ہے کہ آپ پر محض خواب و خیال نے ہی اثر نہین رکہا۔ غور کیجئے کہ جو کچہ آپ کو معلوم ہے اس کا کس طرح استعمال کر سکتے ہین کس طرح اپنے علم مین اضافہ کر سکتے ہیں کس طرح سماج کا بہلا کر سکتے ہین۔ یا کس طرح زیادہ مفید چیزکے سیکہنے مین مدد دے سکتے ہین۔ جد وجہد کے اس زمانے مین علم کی اصلاح کو وسیع کرنا ضروری ہے تاکہ اس مین مادی ترقیان بہی جگہ پا سکیں

باہری باتون مین دلچسپی لیجئے اور اپنی زندگی کے نقطہ نظر کو وسیع بنائیے۔ زیادہ سے زیادہ محسوس کرنے زیادہ جگہون کو دیکہئے۔ طرح طرح کے لوگون سے ملئے۔ اور جہان تک ممکن ہو مسرت آمیز یاد داشتون سے اپنے دماغ کو پر کرنے کی کوشش کیجئے۔ جہان تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ بہترین کتابین پڑہئیے۔ زیادہ سے زیادہ فنی شاہکارون کو دیکہئے انکو عزت اور احترام کے ساتہ دیکہئے۔ وہ تحریک شدہ انسانون کے شگفتہ دکہ امید اور معیار کی نمایندہ ہین۔ اس کے ماحول کو اپنے آپ مین لانے کی کوشش کیجئے۔ ان کے جذبات کو سمجہئے۔ ساری بہترین تصویرون مین یہ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ کہ کس موضوع کا کس طرح احاطہ کیا ہے۔ بغیر کسی مقصد کے اسنے برش نہین چہوڑا یہ ٹہیک اسی طرح ہے جسطرح اچہی کتاب کا ہر ایک لفظ اور جملہ اپنا مخصوص مقصد رکہتا ہے۔ شاید اسکی جگہ پر دوسرے لفظ یا جملہ کا استعمال نہین کیا جا سکتا ہم مین سے اکثر لوگ قدرتی حسن کیلئے اندہے ہوتے ہین صرف تہوڑے سے لوگ محنت کرکے اسکو سمجہ پاتے ہین۔ ان کا ترجمہ کرکے ہمارے لئے منقوش کرتے ہین۔ فطرت کے حسن کی تعریف کرتے ہین آپ اپنے رجحانات کو جیسے معمولی گہریلو منظر۔ ہری پتیون سے روشنی کی چمک یا ڈوبتے ہوئے سورج کے رنگون کا اثر کتنی خوبی کے ساتہ کہینچا ہے۔

فطرت۔ جانورون کی زندگی۔ پرند دوسرے جاندار وغیرہ کا مطالعہ کرنے کی کوشش کیجئے۔ اسکے رہن سہن اور عادت کو دیکہئے ان کے سلسلہ مین کتابین پڑہئیے۔ ان کی تصویرین دیکہئے۔ اس سے آپکی روزمرہ کی پریشانیان دور ہون گی۔ آرام ملیگا۔ اور زندگی مین دلچسپیون کا نیا راستہ کہل جائیگا۔ پیڑ۔ پودون۔ پہاڑون اور ندیون کو دیکہئے۔ فطرت کو اس کے حسین روپ مین سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت گرجتے ہوئے بادلون۔ چاندنی رات کی آہستہ چلنے والی ہوا۔ برف کے ڈہکے ہوئے پہاڑون کی چوٹیان۔ بہتے ہوئے دہارے اور آسمان مین تارون اور چاند کو تیرتے ہوئے بادلون کو دیکہئے۔ ان کے حسن کو محسوس کیجئے۔ اس سے آپ کو ایک طرح کا سکون اور سنجیدگی حاصل ہوگی۔ جس سے آپ دن بہر کی تکلیفون کو بہول جائین گے اور آرام سے وقت کٹ جائیگا۔ حسین گانے اور باجون مین اپنے دل مین مسرت محسوس کیجئے۔ اس سے نکلنے والے سرون کی روانی مین اپنے کو ڈال دیجئے۔ حسین عمارتون

اور فنی شاہکاروں کو دیکھئے۔ کسی نئی چیز۔ تھیٹر۔ سرکس یا مقامی میلوں کو دیکھنے میں دلچسپی لیجئے۔ کتابوں میں آپ انسانی سماج کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ہی ساتھ حقیقی زندگی میں بھی انکا مطالعہ کیجئے۔ طرح طرح کے لوگوں کو دیکھئے۔ انکی اچھی باتوں کو لیجئے۔ لیکن انکی برائیوں اور ناکامیوں کو جاننے کی کوشش نہ کیجئے۔ ہر ایک شخص خواہ وہ کتنا ہی ذلیل کیوں نہ ہو۔ کتنے ہی گہرے اخلاق کا کیوں نہ ہو۔ اس میں کچھ نہ کچھ اوصاف ضرور ہوتے ہیں۔ اسکی برائیاں دیکھنے کا کام اوروں کے لئے چھوڑ دیجئے اور یہ دیکھئے کہ اس میں کون صفتیں ہیں اور ان صفتوں کی تعریف آپ کے پڑوسی میں جو شخص ایک معمولی حالت سے عظمت حاصل کی ہے اسکا۔ مطالعہ کیجئے اس میں کوئی نہ کوئی صفت ضرور ہوگی ۔ جسکی وجہ سے اور لوگوں کی بہ نسبت وہ اونچا اٹھ سکا ہے بخیل بھی آپکو سودا خریدتے وقت آپکو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ کس طرح دولت کو مناسب طریقہ سے خرچ کرنا چاہئے۔

اپنے سماجی نقطہ نظر کو۔ اپنی سماجی زندگی کو محض گھر تک ہی محدود نہ کر دیجئے۔ جہاں یہ ضروری ہے کہ انسان کو بہت سی باتیں کرنی اور اکثر باتوں میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کو اپنے رجحانات کو وسیع بنانا اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے بہت سے لوگ اپنے کام پر آنکھیں بند کئے ہوئے چلے جاتے ہیں اور ویسے ہی لوٹ آتے ہیں اور اپنے محدود حلقہ کے باہر کچھ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ مگر ضرورت اسکی ہے کہ اپنے رجحانات کے حلقہ کو وسیع کیجئے اور جب کبھی آپ سے کسی آدمی کی ملاقات ہو تو اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ ہر آدمی آپکو اپنی تجارت کے سلسلے کچھ نہ کچھ معلومات مہیا کر سکتا ہے۔ جسکے سلسلہ میں آپ ابھی تک کچھ بھی نہ جانتے تھے اور جو باتیں آپ کیلئے کسی وقت بہت ہی مفید ثابت ہو سکتی ہیں کسان نے کھیتی کے بارے میں کچھ حاصل کیجئے ایک تجارت پیشہ۔ ایک اسکول ماسٹر ڈاکیہ۔ مزدور۔ یا ایک تعلیم یافتہ آدمی آپ کی یادداشت کو وسیع بنا سکتا ہے عقلمند انسان کسی بھی جگہ سے کچھ حاصل کر لینے میں نہیں چوکتا۔ اور کچھ معلوم کرنے یا اس غلطی سدھارنے میں اسکو شرم نہیں معلوم ہوتی۔ کچھ لوگ جن کو اپنے سے نیچا سمجھتے ہیں۔ ان سے کچھ معلوم کرنا ذلت کی بات سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی بھر جاہل اور نا اہل بنے رہتے ہیں۔ کچھ باتیں پوچھتے وقت یہ دھیان رکھیئے۔ آپ مہربانی کے خواستگار رہیں آپ کے برتاؤ میں تہذیب اور ترقی ہونی چاہیئے

اپنے دماغ کے ارتقا میں اپنے جسم کی ضرورتوں کو نہ بھول جائیے۔ انسان کا دماغ۔ کام۔ تبدیلی اور آرام چاہتا ہے۔ ایک سال کی مسلسل زندگی میں تبدیلی لانے کیلئے ایک ہفتہ کا باہر جانا جبکہ آپ کو اپنی خوراک خود ہی تیار کرنی پڑتی ہے۔ کافی ہوگا۔ ہر چیز میں دلچسپی لیجئے۔ اور روزانہ کام کے علاوہ کسی اور کام کا شوق پیدا کیجئے۔ آپ کے دماغ کو بہت سی باتیں حاصل ہیں۔ ان کا استعمال کیجئے۔ اور ہر ایک میں دلچسپی لیجئے۔

بہت سی ایسی انجمنیں ہیں جو کافی کاموں میں نوجوانوں کی مدد چاہتی ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے کام کے لحاظ سے مفید بھی ہیں وہ نوجوانوں کی زندگیوں کو وسیع بنا دیتی ہیں۔ ان میں نئے رجحانات پیدا کرتی ہیں۔ اور انکو خود غرضی اور محدود ماحول سے دور لئے جاتی ہیں۔ یہ سبھی اچھا کام کرتی ہیں۔ مگر ایسے کاموں میں ضرورت سے زیادہ جوش نہ دکھانا چاہئے۔ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے۔ صرف زندگی میں تبدیلی لانے کیلئے انکو اپنی زندگی کے خاص مقصد کی جگہ نہ لینے دیجئے

انسان میں ایک سب سے بری عادت یہ پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ یہ سوچنے لگتا ہے کہ جسقدر وہ اپنے محدود دائرے میں جانتا ہے اتنا وہ کسی سے پوچھ نہیں معلوم کرسکتا۔ دراصل یہ سوچنا جہالت ہے کہ جو پرانے لوگ جانتے تھے یا لکھ گئے ہیں اس سے زیادہ اس موضوع پر کچھ جانا جاسکتا یا اسپر ترقی نہیں کیجاسکتی یا اسکو غلط نہیں بتلایا جاسکتا۔ دنیا برابر تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے اور محض یہ کہنے سے پرانے لوگوں کی ذلت نہیں ہوتی کہ آجکل کا ایک اسکول کا لڑکا جسقدر علم اپنی زبان پر رکھتا ہے۔ اتنا ان بڑے لوگوں کے پاس نہ تھا۔ جو آسانیاں ہم کو حاصل ہیں آمد و رفت کی جو سہولتیں ہیں سائنس اور علم العلاج کی نئی ایجادوں کا پرانے زمانے میں خواب بھی نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ جن لوگوں نے مشکلات کا سامنا کرکے اتنا کیا۔ اسکی عزت مسلم، مگر ان میں اور اصلاح کرنے کی کوشش کیجئے اور اپنی محنت سے حاصل نتائج کو اپنی آئندہ نسل کیلئے چھوڑ جائیے۔ جو آپ کے بزرگوں کے لئے ٹھیک تھا وہ ممکن ہے کہ آپ کے لئے ٹھیک ہو اپنے بزرگوں سے بھی بڑا بننے کی کوشش کیجئے۔ یہ صرف ایک کہاوت ہی نہیں ہے کہ دنیا میں ہر روز ہم کو نئے نئے موقع حاصل ہوتے رہتے ہیں۔

یہ ساری ہی باتیں فضول ثابت ہونگی اگر ان پر کام کرنا نہ شروع کیجئے گا۔ شروع میں آپ میں جوش ہوگا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھیئے کہ یہ جوش کم نہ ہو جائے۔ کوئی بھی آدمی ابتدائی کوششوں میں یا ساتویں کوششوں میں بھی کامیاب نہیں ہو جاتا۔ ہر شخص کو شروع میں بہت کم کامیابی حاصل ہوتی ہے جس سے وہ پیچھے کو ہٹتا ہے۔ کچھ بہت کامیابی ہوئی اور پھر اور زیادہ پہلے سے بھی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

لیکن سال کے آخر میں کامیابی کی مقدار بہت زیادہ ہو جاتی ہے

شوہر اور بیوی کا معیار

[از ۔ مہاتما گاندھی]

شوہر کے متعلق میں رام کو اور بیوی کے متعلق سیتا کو معیار سمجھتا ہوں ۔ لیکن سیتا رام کی لونڈی نہ تھیں ۔ یا یوں کہیئے کہ دونوں ایک دوسرے کے خادم اور خادمہ تھے ۔ بیوی کو اپنے خیالات کے مطابق چلنے کا پورا اختیار رہے ۔ اور اسکو بے ڈر ہو کر کسی بھی نتیجے کے لئے تیار رہنا چاہیئے ۔ جبکہ اسکو اس بات کا یقین ہو کہ اسکا خیال صحیح ہے اور وہ ایک اونچے مقصد کے لئے ۔ شوہر کے سامنے اڑ گئی ہے ۔

میری ایک عورت دوست نے ۔ جنکو میری عقل اور سچائی پر کچھ یقین ہے ۔ مجھ سے کچھ پیچیدہ سوالات کئے ہیں میں ان سوالوں کو اس ڈر سے ٹال جاتا تھا کہ کہیں اس کے جواب سے ایسے منصہ ہو کر شادی کیلئے نہ تیار ہو جائیں جو اپنا اختیارات کے لئے ڈرتے رہتے ہیں ۔ لیکن ایسے شوہر مجھے معاف کرینگے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجھ میں اور میری عورت میں کبھی کبھی کھٹ پٹ ہوتے ہوئے بھی میرے خود شادی شدہ زندگی کے چالیس سال آرام کے ساتھ گذر رہے ہیں ۔

پہلا سوال مفید اور وقت کے مطابق ہے [اصلی سوال مرہٹی زبان میں ہے لیکن نے اسکا آزادانہ ترجمہ کیا ہے]

" کیا کسی عورت یا مرد کو صرف رامائن پڑھنے سے ہی اور بغیر ملک کی خدمت کئے ہی عرفان حاصل ہو سکتا ہے ؟ اور یہ سوال اس لئے کرتی ہوں کہ کچھ بہنوں کا خیال ہے کہ گھربار کے کام کرنے اور کبھی کبھی غریبوں کی مدد کرنے کے علاوہ اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے "

اس سوال نے محض عورتوں کو ہی نہیں بلکہ بہت سے مردوں کو بھی الجھن میں ڈال رکھا ہے اور میرے لئے تو اکیلا رہ کر رہ گیا ہے میرا فلسفہ کے ان متبعین سے بھی تعارف ہے جو ساری کوششوں کو فضول سمجھنے کی تعلیم دیتا ہے ۔ لیکن میں اس خیال کے لوگوں سے اسوقت تک متفق نہیں ہو سکتا ۔ جب تک کہ میں خود اس کا تجربہ نہ کر سکوں ۔ میرے خیال سے ترقی ہونے کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے اور یہ کوشش یہ سوچکر ہی نہ کیجائیں کہ اس کا نتیجہ مفید بہ آمد ہو گا ۔ رام کا نام یا اسی طرح کا کوئی نام ضروری ہے ۔ درد کیلئے نہیں بلکہ روح کی پاکیزگی کیلئے ۔ جس سے آپ کی کوششوں میں مدد ملے اور آپ یہ محسوس کریں کہ آپ کا کوئی رہنما ہے ۔ لہذا رام کا نام یا کوئی اور نام کوششوں کا قائم مقام ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ وہ تو آپ کو ٹھیک راستہ بتانے میں یا آپ کے جوش کو

بچانے میں ہی مددگار ہو سکتا ہے - اگر ساری کوششیں بلا ضرورت ہی ہیں تو کنبہ کی فکر اور کبھی کبھی غریبوں کی مدد سے ہی کیا فائدہ لیکن اس کوشش میں ہی قوم کی خدمت کے جراثیم موجود ہیں اور میرے خیال سے قوم کی خدمت کے معنی ہیں - انسانیت کی خدمت - کنبہ کی خدمت کی طرف ہی زیادہ توجہ نہ کرنا قوم کی خدمت ہے بےغرض کنبہ پروری کرنے سے انسان قوم پروری کی طرف متوجہ ہوتا ہے - خدا ام انسان کو تارک اور مستقل بناتا ہے - اور پیچیدہ حالات میں دل کو ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتا میرے خیال سے سب سے غریب کی خدمت اور اپنے اور اس کے درمیان کوئی فرق نہ مان کر چلنے میں انسان کو عرفان حاصل ہو سکتا ہے - ورنہ نہیں -

دوسرا سوال یہ ہے -

" ہندو مذہب کے مطابق سب سے بلند مقصد یہ ہے کہ عورت مکمل طور سے شوہر کی فرمانبردار رہے خواہ شوہر محبت کا دیوتا ہو یا بالکل شیطان مجسم - اگر بیوی کے متعلق یہی بہتر تسلیم کر لیا جائے تو کیا شوہر کی جانب سے سخت مخالفت کئے جانے پر بھی قوم کی خدمت کا کام کرنا چاہیئے ؟ یا اسکو اتنا ہی کرنا چاہیئے جتنا کرنے کیلئے شوہر اسکو اجازت دے ؟ "

شوہر کے سلسلہ میں میں رام کو اور بیوی کے سلسلہ میں سیتا کو معیار تصور کرتا ہوں - لیکن سیتا رام کی خادمہ نہ تھی یا یوں کہیئے کہ دونوں ہم ایک دوسرے کے خادم اور خادمہ تھے - رام نے ہمیشہ سیتا کے خیالات کا احترام کیا - اگر محبت بھی ہے تو یہ سوال - اور جہاں بھی محبت نہیں ہے وہاں شوہر بیوی کوئی پابندی ہے ہی نہیں لیکن آج کل کا ہندو کنبہ ایک پہیلی کی طرح ہے - شوہر یا بیوی کا جب شادی ہوتی ہے دونوں ایک دوسرے کے سلسلہ میں کچھ نہیں جانتے بہرسم ازدواج کے ذریعہ مذہبی منظوری اور شادی شدہ زندگی کے مستقل کے حالات کی وجہ سے زیادہ تر ہندو گھروں میں امن کے ساتھ دن گذرتے ہیں لیکن اگر عورت یا مرد کے خیالات میں اختلاف ہوتے تو باہم کھٹ پٹ ہونے کا امکان ہے - شوہر کے متعلق کسی طرح کا شک نہیں کیا جا سکتا -

فرض کے نقطۂ نظر سے وہ یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ اپنی بیوی کی خواہشات کا اسکو دھیان رکھنا چاہیئے بلکہ وہ بیوی کو اپنی جائداد محض سمجھتا ہے اور بیچاری بیوی کو جسکو اپنے شوہر کے خیالات سے ہی مطمئن رہنا پڑتا ہے اسکو اکثر اپنی خواہشات کو دبانا پڑتا ہے - میرے خیال سے یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے - میرا بائی نے ہم کو اس کا حل بتایا ہے - بیوی کو اپنے خیالات کے مطابق چلنے کا تو راستہ ہے اور اسکو نرمی اور بہادری کے ساتھ کسی بھی نتیجہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے - جبکہ اسکو یقین ہے کہ اسکا ارادہ صحیح ہے اور وہ ایک اونچے مقصد کیلئے شوہر کے سامنے اڑ گئی ہے -

تیسرا سوال یہ ہے -

" اگر شوہر گوشت خور ہے اور بیوی گوشت کھانا گناہ تصور کرتی ہے تو کیا بیوی کو اپنے ہی خیالات کے مطابق چلنا چاہیئے؟ کیا اسکو محبت کے طریقوں سے شوہر سے گوشت کھانے یا اسی طرح کی دوسری عادتیں چھڑانا چاہیئے ؟ یا وہ شوہر کیلئے گوشت پکانے کیلئے مجبور ہے - یا اس سے بھی ذلیل کام یعنی اگر شوہر اس سے گوشت کھانے کیلئے کہے تو کیا وہ گوشت کھانے کے لئے مجبور ہے ؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ بیوی کو اپنے خیالات کے مطابق چلنا چاہیئے تو ایک با عزت کنبہ اس حالت میں کیسے چل سکتا ہے جبکہ ایک تو دوسرے کو مجبور کرتا ہے اور دوسرا مخالفت کرتا ہے ؟

اس سوال کا جزوی جواب دوسرے سوالوں کے جوابوں میں دیا جا چکا ہے - بیوی اپنے شوہر کے ذریعہ گناہوں میں شامل ہونے کے لئے مجبور نہیں ہے - اگر وہ کسی کام کو غیر مناسب سمجھتی ہے تو وہ اسکو صرف مناسب کام ہی کرنا چاہیئے لیکن اس خیال سے کہ بیوی کا کام گھر کا انتظام کرنا اور کھانا تیار کرنا ہے اور شوہر کا کام کنبہ کیلئے دولت کمانا ہے اور اگر شوہر اور بیوی دونوں پہلے سے ہی گوشت خور ہوں تو بیوی کنبہ کے لئے گوشت تیار کرنے کو مجبور ہے - دوسری طرف اگر کسی

ملنے آیا تھا۔ تھکا ماندہ بھوکا پیاسا تھا۔ مگر بھابی نے نہ نہانے کو پوچھا نہ کھانے کو
آخر کار بے شرم ہو کر خود ہی کہا "اچھا بھابی تو ابھی ہم نے تو بابھی نہیں ہے
میں نہا دھو آؤں تو پھر کھانا کھاؤں؟" بیچارہ اٹھا اور گاؤں کے تالاب پر
نہانے چلا گیا۔ بھابی نے ذرا ناشتہ کیلئے بھی نہ پوچھا۔ یہی کہا کہ تالاب پر کیوں
جاتے ہو گھر پر پانی ہے یہیں کیوں نہیں نہا لیتے۔ لہٰذا موہن اٹھا اور
اٹھکر تالاب پر نہانے چل دیا۔ اور راستہ میں دل میں سوچتا جاتا
کہ بڑے بھائی آ جائیں تو اچھا ہو۔ اس طرح تالاب پر جا کر نہا آیا۔ مگر جب
آ کر دیکھا تو اس نے کھانے وغیرہ کا کوئی ڈول نہ دیکھا۔ تب بھابی
سے پوچھا۔ آج کھانا نہ بنا ڈگی کیا۔ بھابی بولیں۔ کیا کریں گھر بھر
کا اناج ختم ہو گیا ہے۔

موہن۔ کوئی بات نہیں اناج تو پڑا ہی ہوگا۔ تھوڑا سا پیسا جا سکتا ہے
بھابی اٹھیں اور کبھی اس مٹکی میں دیکھ کبھی اس مٹکی میں دیکھ
تھوڑی دیر کے بعد ایک پاؤ کے قریب جوار نکال لائیں اور بولیں۔ کیا بتائیں
اتنی تلاش کے بعد اتنا ہی نکلا ہے اب اسکو کیا کروں۔

موہن۔ کوئی بات نہیں بھابی انہیں ہی پیس لو۔

بھابی کیا کریں مگر بھابی بھی کم نہ تھیں۔ وہ اٹھیں اور اندر
جا کر چکی پاٹ اٹھا کر بڑی غیرت میں آ کر ہاتھوں میں انگلی دبا کر
بولیں۔ اب کیا کریں چکی کا پاٹ چیل لے گئی۔

موہن نے سمجھ لیا کہ اب کچھ کھانا نہیں ملنے کا۔ بولا غضب ہو گیا بھابی جا ادر۔
جب بھیا جی آ جائینگے تب پھر کبھی آؤنگا۔ اور بیچارہ اپنا جیسا منہ لئے اپنے گاؤں لوٹ آیا۔

ادھر جب بڑے بھائی چھوٹے بھائی کے گھر پہنچے تو چھوٹے بھائی کی بیوی
نے بڑی آؤ بھگت کی غریب بیچاری کے پاس در اصل کچھ نہ تھا۔ لیکن اس نے
جلدی اٹھ کر جیٹھ کے پیر دھلائے اور بیٹھنے کیلئے بستر بچھا دیا۔ فوراً گرم پانی
کرنے کے لئے برتن چولہے پر چڑھا دیا اور پاس پڑوس میں جا کر کہا کہ میرے
جیٹھ آئے ہیں۔ جلدی سے کچھ دال چاول گھی مٹھا وغیرہ مانگ لائی اور
جیٹھ کے نہانے دھونے تک اس نے کچھ ہی۔ دال چاول وغیرہ
تیار کر لیا۔ اور انہیں بٹھا کر گرم گرم روٹیاں اور کڑھی دال۔ چاول
وغیرہ [illegible] عزت کے ساتھ کھلایا۔ اور جب وہ چلنے لگے تو کچھ
پوریاں اور حلوے بھی راستہ کیلئے باندھ دئے۔

اب ادھر سے چھوٹے بھائی اور ادھر بڑے بھائی چلے تو دونوں نے
ایک ہی راستہ پکڑا۔ اور درمیان میں ایک باغ میں ملاقات ہو گئی
دونوں بھائی بڑی محبت سے ملے اور انکو معلوم ہوا کہ وہ دونوں ایک دوسرے
سے ملنے کیلئے گئے تھے۔ بیچارے چھوٹے بھائی نے کہا۔ بھائی صاحب
گھر پر کچھ نہ تھا آپکو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی؟ بڑے بھائی نے
چھوٹے بھائی کی بیوی کی بڑی تعریف کی اور سب حالات بیان کئے
اور ڈرتے ڈرتے اپنے گھر کا حال کہ بھابی نے چھوٹے بھائی کی کیا عزت
کی اس نے بھی دریافت کیا۔ چھوٹے بھائی نے بھی اپنا حال سنایا
اس نے کہا۔ بھائی صاحب بھابی بیچاری کیا کرتی۔ پاٹ ہی چیل لے گئی
یہ سنکر بڑے بھائی کی طبیعت کڑھ گئی اور چھوٹے بھائی کو اسکے گھر سے
لائی ہوئی پوریاں اور حلوے دیکر بولے۔ بھائی تو لو یہ کھاؤ اور جب تک
میں لوٹ کر نہ آ جاؤں اسی باغ میں ٹھہرے رہو۔

بڑے بھائی گوبند گھر پہنچے تو بڑی اداس اور غمزدہ شکل بنائے ہوئے
سر پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گئے۔ جب بیوی نے پوچھا کہ ایسے اداس کیوں بیٹھے ہو تو بولے
کیا بتائیں بہت برا ہوا تمہارے مائکے میں آگ لگ گئی۔ سب کچھ کھانا پینے
بچھانا اوڑھنے کا سب ہی کچھ جل گیا۔ اب بیوی ہائے ہائے کرکے رونے لگی۔ گوبند نے کہا
کہو تو کچھ کھانا پینے کا سامان اور کپڑے لتے وہاں پہنچا دوں۔ نہیں تو ادن
بیچاروں کی بہت خراب حالت ہوگی۔ بیوی جھٹ سے کہا۔ ہاں ضرور جلدی کیجئے
گوبند نے ایک گاڑی میں چار پانچ بوری چاول۔ اناج وغیرہ اور بہت سے کپڑے
اوڑھنے بچھانے اور پہننے کے لیکر باغ میں اپنے بھائی کے پاس پہنچے۔ اور سب
مع گاڑی بیل انکو دیکر بولے۔ تمہاری عورت کے لئے یہ میری طرف سے نذر
ہے۔ چھوٹا بھائی خوشی خوشی رخصت ہوا اور اپنے گاؤں پہنچا۔

ادھر بڑے بھائی گوبند دھول میں لوٹتے۔ کپڑے پھاڑے ہوئے۔
کانوں سے الجھے روتی صورت بنائے ہوئے گھر پہنچے اور اپنی بیوی سے بولے۔
بڑا برا ہوا۔ راستہ میں بڑی تیز آندھی آئی وہ گاڑی بیل کپڑے لتے سب اڑ گئے۔
میں کسی طرح گرتا پڑتا لوٹ آیا ہوں۔ بیوی جھٹ سے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ جھوٹ
بولتے ہو آندھی میں گاڑی بیل نہیں اڑا کرتے۔ گوبند نے فوراً گرج کر کہا
اور چیل پاٹ لے جاتی ہے؟" بیگم کا سمجھ گئیں کہ گاڑی بیل
سب کچھ چھوٹے بھائی کے گھر پہنچ گیا۔ اور گردن جھکا کر بیٹھ گئیں۔

دنیا کے اہم واقعات
دیش بدیش کی بات

[از - رائے بہادر پنڈت سکھ دیو بہاری مصر]

ان دنون امریکہ مین لوہے کے کام والون اور کچھ دوسرے کام والون نے مزدوری بڑھوانے کے ارادے سے ہڑتال کر دی ہے جو مہینے ڈیڑھ مہینے سے چل رہی ہے۔ سرکار ان لوگون کو رضامند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دنون کے بعد ہڑتال ختم ہو گئی۔ صدر روزویلٹ کے بعد ہال ٹرومین صاحب قاعدے کے مطابق صدر ہوئے ہین پہلے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امریکہ والے ان سے خوش ہین لیکن انہون نے پرانے صدر روزویلٹ کے زمانے والے۔ بڑے بڑے افسران وزیر نائب وزیر وغیرہ کو دھیرے دھیرے علیحدہ کر کے انکی جگہ پر اپنے پرانے مہربانون کو مقرر کیا ہے۔ بہت سے

امریکہ والوں کا ایسا خیال ہے
کہ یہ تقریریں شبہات نہیں
اور [illegible] کے [illegible]
کی مقبولیت میں یا فرق آگیا ہے
معلوم ہوا ہے کہ سدر کا جو انتخاب
۱۹۴۵ء میں ہونے والا ہے
اس میں آپ امیدوار نہ ہوں گے
اگرچہ دل میں انہوں نے اس
خبر کی تردید کر دی ہے مگر یقینی
طور سے نہیں کہا ہے کہ وہ انتخاب
میں ضرور کھڑے ہونگے
لڑائی کی وجہ سے برطانوی اثبات
میں بہت کمی ہو گئی ہے۔ لہذا
وہ امریکہ سے کئی ارب روپیوں کا
قرضہ مانگتا ہے مہینے ڈیڑھ مہینے
تک گفتگو ہونے کے بعد اس سلسلہ
میں دفعات طے ہو گئی ہیں اور برطانوی
پارلیمنٹ نے اسکو منظور بھی کر لیا
ہے۔ لیکن امریکن کانگریس ابھی
جھگڑے اٹھا رہی ہے۔ لیکن ایسا
خیال کیا جاتا ہے کہ ممبران کے
بحث مباحثہ کے بعد آخر کار یہ
بات طے ہو جاویگی۔ لیکن ابھی
سے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔
جاپان پر امریکہ کا قبضہ چار بڑی
طاقتوں یعنی امریکہ۔ روس۔ برطانیہ
اور چین کی طرف سے ہے۔ جس پر
روس کچھ اعتراض کر رہا ہے۔ ابھی
تک اختیارات امریکہ کو ہی
حاصل ہیں۔ اگرچہ وہ دیے

جارحون (؟) طاقتون کی طرف سے
ہے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ ان
طاقتون کی یہی کہ نو چین جاپان
کے قبضہ مین شامل کیجائے گی۔

جاپان سے ادہر اور سائبیریا
سے پورب کی طرف جو کیورائیل
نام کا جزیرہ ہے۔ اس پر
روس کا قبضہ ہو رہا ہے
منگولیا روس چین معاہدے
سے مطابق آزاد ہو گیا ہے لیکن
مجبوریا ملنا چاہیئے تھا چین کو
مگر اس مین روس ابھی جھنجھٹ
کر رہا ہے۔ ابھی تک معاملہ
صاف نہین ہوا۔ برطانوی
ہانگ کانگ کو بھی چین چاہتا ہے
انڈو چائنا پر کسی وقت چین کا
قبضہ تھا۔ لیکن بہت عرصہ سے

وہان فرانس کا قبضہ چلا آتا
تھا دوران جنگ مین اسے
جاپان نے لے لیا تھا۔ مگر
جاپان کی شکست کے بعد
وہ آزاد ہونا چاہتا تھا۔
پر فرانس نے برطانوی امداد
سے وہان پھر سے قبضہ جما لیا
صرف کمبوڈیا کو ہی اس سے
آزاد رہنے دیا ہے۔ کوریا
جاپان سے تو چھوٹ گیا ہے لیکن
اس کے ادھری حصون پر
روس کا اثر قایم ہو گیا ہے

اور دکہنی حصہ پر امریکہ کا۔ کوریا اپنی ازادی کیلیے کوشاں ہے اور امریکہ بہی اسکی مدد کرتا ہوا معلوم پڑتا ہے ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ابہی نہین تو دو چار سالون کے بعد کوریا آزاد ہو جائیگا۔ جاپان سے چین تو اگرچہ بالکل آزاد ہو گیا ہے مگر اسمین مرکزی حکومت کی طاقت ابہی کم ہے۔ بلکہ اتری حصون مین کمیونسٹون کا زور ہے۔ امریکہ نے ان دنون کوشش کرکے چین سرکار سے ان کمیونسٹون کی صلح کرادی ہے۔ پہر بہی تہوڑا بہت جہگڑا ابہی تک ہو بہی رہا ہے امید ہے کہ چار چہہ مہینون مین وہ بہی ختم ہو جائیگا روس کا منچوریا مین جو جہگڑا چل رہا ہے وہ بہی شاید ختم ہو جائے۔ شام جیسے ظاہرہ طور پر جاپان سے ملا ہوا تہا مگر اندرونی طور پر برطانیہ اور امریکہ کا بہی دوست تہا جاپان کی شکست کے بعد اسکی ان دونون طاقتون سے صلح ہو گئی ہے۔
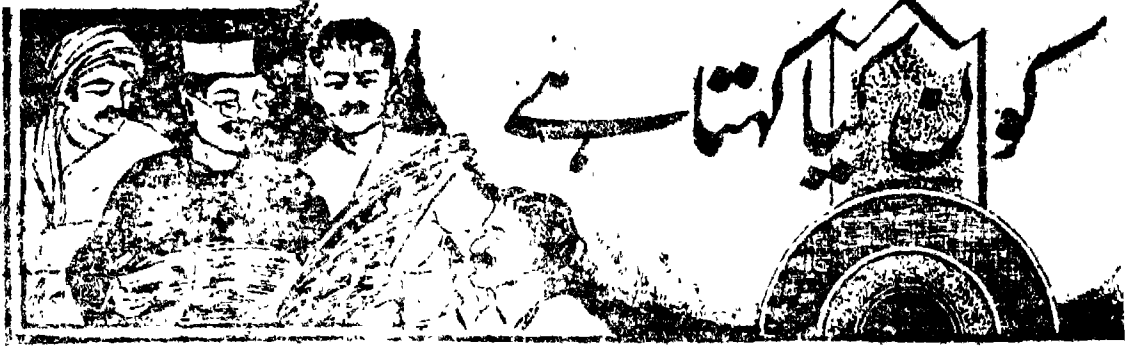
پھل اور ترکاریوں سے بنی ہوئی چیزیں

موجودہ حالات میں ان چیزوں کی قسم کے مقررہ توازن کے مطابق پھل اور ترکاریوں سے بنائے جانیوالی چیزوں کے پیدا کرنیکے سلسلہ میں حکومت ہند نے صوبائی سرکاروں اور پھل محفوظ رکھنے والی جماعتوں سے مشورہ کرکے ایک پھل پابند آرڈر جاری کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں جو معیار قایم کئے گئے ہیں انکو آل انڈیا فروٹ پریزرورس اسوسیئیشن نے اکثریت سے تسلیم کرلیا ہے۔ اور فیڈریشن نے اس حکم کے جاری ہونے تک بخوشی اسپر عمل کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔ امید ہے کہ اسکا انجام ہندوستانی پھلوں کی شاخ کو نقصان نہ پہونچیگا۔ اور بازار میں ملاوٹ والی اور نیچے درجہ کی چیزیں نہ بکنے پاوینگی۔

اس حکم کے مطابق برطانوی ہند میں پھلوں کو بیچنے والوں۔ پیدا کرنیوالوں [جیسے پھلوں کے عرق، ٹماٹر کی چٹنی، جام، جیلی، اچار، مربے اور بغیر پانی کے محفوظ رکھے گئے پھل اور ترکاریاں] کو لائسنس لینا پڑیگا۔ اور اس حکم پر یکم مارچ ۱۹۴۶ء سے پوری طرح سے عملدرآمد ہونے لگیگا۔

لائسنس دینے والا افسر حکومت ہند کا زراعتی انتظامات کو مشورہ دینے والا ہوگا اور انکے ذریعہ اختیارات حاصل کرنیوالا کوئی اور شخص ہوگا۔ اسے متعلقہ صوبائی مشورہ دینے والے بورڈ سے مشورہ کئے بغیر کسی پیدا کرنیوالے کے لائسنس کو رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

ان بورڈوں میں [الف] حکومت ہند کے ذریعہ ایک افسر نامزد کیا جائیگا۔ جو اس کا مہتمم ہوگا۔ [ب] پیدا کرنیوالوں کا ایک نمائندہ ہندوستانی پھل حفاظتی جماعتوں کے ذریعہ نامزد کیا جائیگا۔ اور [س] استعمال کرنیوالوں کا ایک نمائندہ صوبائی سرکاروں کے ذریعہ نامزد کیا جائیگا۔

حکم کی اصطلاحات کے مطابق "پیدا کرنیوالے" سے مطلب اس شخص سے ہے جو پھلوں کو اکٹھا خرید کرکے بعد میں انکو فروخت کرتا ہے۔

اس حکم کے جاری ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر پیدا کرنیوالوں کو اپنا بچا ہوا مال فروخت کرنیکی اجازت دیگئی ہے۔

چھڑکاؤ سے سینچائی کرنیکا تجربہ

ہندوستان میں پودوں پر پانی چھڑک کر سینچائی کرنیکا تجربہ کیا جائیگا۔ یہ تجربہ سب سے پہلے کیلیفورنیا اور امریکہ کے دیگر مقامات میں کیا گیا تھا اور آسٹریلیا میں بھی اسکو جاری کیا گیا تھا۔ اس طریقے سے پانی کھینچنے والی مشینوں کے ذریعہ کنوؤں اور نہروں سے پانی لیکر ہوا میں چھڑکا جاتا ہے۔ مقصد یہ رہتا ہے کہ پودوں کے سارے حصے پانی سے تر ہو جائیں اور اسکا اوپر والا حصہ سوکھا نہ رہے جیسا کہ اکثر سینچائی کے دوسرے طریقوں میں رہتا ہے۔ زراعت، مویشی پالنے والے بورڈ، فصل اور زمین شاخ کا جو اجلاس ۱۹ دسمبر کو دہلی میں ہوا تھا اس میں چھڑکاؤ کے ذریعہ سینچائی کا تجربہ کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ شاہی زراعت ریسرچ ایسوسی ایشن

بھی اس مسئلہ پر غور کر رہا ہے۔

حاصل شدہ پانی کے استعمال کے متعلق بورڈ نے سفارش کی ہے کہ پانی کی قدر و قیمت کو محسوس کیا جائے۔ سیلاب کے پانی کو کھیتوں کے کام میں لانے سے جو نتائج برآمد ہونگے انہیں صوبوں اور ریاستوں کے فائدہ کیلئے کام میں لایا جائیگا۔

پانی رستے اور سیم پانی کی زمین میں نقصان دہ نمکوں کے اکٹھے ہونے سے بچنے کیلئے بورڈ نے طے کیا ہے کہ جہاں پانی کی سطح اونچی اٹھی ہوئی ہو وہاں اسکو پست بنانے کی کوشش کیجائے۔ اس کے لئے نالی بنا کر پانی کی نکاسی کرنے زمین کے اندر سے پمپوں کے ذریعہ پانی نکالنے، نہروں کے کناروں میں پلستر لگانے اور سینچائی میں کمی کے طریقہ اختیار کئے جائیں۔ جہاں کفایت ہوتی ہو وہاں ٹیوب ویلوں کے ذریعہ پانی نکالنے کی بھی سفارش کی گئی ہے۔

ہر ایک صوبہ اور ریاست سے زمین کی اصلاح کیلئے انجمن قایم کرنے کے لئے کہا گیا ہے بورڈ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ کلر والی زمین کو ٹھیک کرنے کا سب سے بہتر طریقہ اس کے نچلے حصہ کو نمک سے دھو کر نکال دینا اور مناسب طریقوں کے ذریعہ نمک کی مقدار میں کمی کرنا ہے۔ سطح زمین کے نیچے پانی سیلاب کی شکل میں زمین میں موجود رہتا ہے اور نمک کی اس جمع ہوئی مقدار کو گھٹانا ضروری ہوتا ہے تاکہ اناج کی فصلیں اچھی ہوسکیں۔

پھول اور سبزی اُگانا

بورڈ نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ اگلے پانچ سالوں میں پھول اور سبزی بوئے جانیوالے کھیتوں میں ۵۰ فیصدی کا اضافہ ہونا چاہیئے۔ صوبوں اور ریاستوں سے کہا گیا ہے کہ انہیں بعد از جنگ تعمیر اسکیموں میں اضافہ کو پہلی جگہ دینا چاہیئے۔ کہا گیا ہے کہ ایسا تجارتی بنیادوں پر اور پھلوں کی نکاسی کو دھیان میں رکھ کر کرنا چاہیئے۔ جس میں ہندوستان کو خصوصیت حاصل ہے۔ انہیں اپنے تجربہ کار افسران کو باغبانی کی اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے امریکہ بھیجنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اور لڑکے اور لڑکیاں درسگاہوں میں پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے خاص سلسلۂ مطالعہ بھی جاری کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ حکومت ہند دہلی میں کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری ترکیبیں۔ پودے اور بیج تیار کرنے کی انجمنوں کا قیام۔ کسانوں کو رعایتی دروں پر بیج پہونچانا اور سینچائی کا کافی انتظام کرنا بتایا گیا۔ پودوں میں سدھار کرنا اور بیج پیدا کرنیکے موجودہ طریقوں میں جو ترقی ہوئی ہے اسپر بھی غور کیا گیا۔ بورڈ نے سفارش کی کہ حکومت ہند کو اس سلسلہ میں ایک علیحدہ انجمن قایم کرنا ہے۔ یہ مختلف ممالک میں خط و کتابت کے ذریعہ اور لوگوں کو بھیج کر پودوں کی مختلف قسمیں حاصل کریگی۔

ابر سے خطاب

(از حضرتِ اختر شیرانی)

برس! نہ دیر کر اے ابرِ نو بہار برس — برس کہ دیر سے ہے تیرا انتظار برس!

برس کہ سوز کا گہوارہ بن رہی ہے زمیں — برس کہ تشنہ ہیں وادی و سبزہ زار برس!

برس کہ آگ برستی ہے گل فضاؤں سے — برس کہ شعلے لٹاتے ہیں کوہسار برس!

فسردگی سی ہے طاری گل و ریاحیں پر — الم زدہ سے ہیں اشجار و کوہسار برس!

ترشح سے نہیں تسکین، قلبِ سوزاں کو — بہ رنگِ جوششِ طوفانِ آبشار برس!

برس کہ رنگ ابھی بدلا نہیں درختوں کا — ہیں انتظارِ جوانی میں لالہ زار برس!

برس کہ خاک کا دل ہو نہیں سکا سیراب — ہیں صیدِ تشنہ لبی، اب بھی غنچہ زار برس!

برس نہ شہر پہ گر شہریوں سے نفرت ہو
مگر ہیں منتظرِ لطف، کاشتکار برس!

اور اُس نے لائف بوائے کی عادت سیکھ لی ہے

اگرچہ وہ کھلونوں سے کھیل رہا ہے پھر بھی وہ اپنے دست و دماغ کو بہتر بنا رہا ہے اور ہوشیار بن رہا ہے۔ اس کی ماں دیکھ رہی ہے اور جانتی ہے کہ ایک عادت جو اُس نے اس سے سیکھی ہے وہ کھیل میں بھی اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ یعنی لائف بوائے صابن کا روزانہ استعمال جو میل کے اُس خطرہ سے جو گھر اور کھلونوں میں بھی موجود ہے، اُسے محفوظ رکھتا ہے۔

یہ لازمی طور پر خوش ذائقہ اور اطمینان بخش ہو
. . . لیکن اسے قوت بخش بھی ہونا چاہیئے
ڈالڈا اس کا یقین دلاتا ہے ذرا ہمارے کنبہ کو تو دیکھئے
DALDA VANASPATI
The DALDA COOK BOOK
Price Re 1/-
کیا آپ اپنے گھر والوں کے لئے کھانے پکانے کے معاملے میں اس بات کا
خیال رکھتے ہیں. خوراک کا صرف خوش ذائقہ ہونا ہی کافی نہیں. بلکہ اس کیلئے
لازمی ہے کہ وہ کھانے والوں کی قوت میں بھی اضافہ کرے. کچھ اشیا دمقابلتاً زیادہ
قوت بخش ہوتی ہیں. مگر ہماری روزانہ کی خوراک میں بہت سے ایسے
کھانے ہوتے ہیں جو قوت آمیز نہیں ہوتے. یہ ہماری صحت کے لئے
مناسب نہیں. بلکہ ضرر رساں ہے خاص طور پر بچوں کے لئے خوراک کو
زیادہ مقوی بنانا کچھ مشکل نہیں ہے. اس کا ایک طریقہ یہ
کہ وٹامن آمیز ڈالڈا سے اپنے کھانے پکایئے. کھانے پکانے
کا یہ روغن یقینی طور پر قدرتی قوت بخش اجزاء مہیا کر دیتا ہے.
علاوہ ازیں ڈالڈا سے بہتر خوش ذائقہ کھانے کسی دوسری (
سے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے. ذرا اسے استعمال کر کے تو دیکھئے.
تمام مستورات کو جاننا چاہیئے کہ کون کون سی اشیا زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں
ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (بزبان انگریزی) میں مختلف اشیائے
خوردنی کے جزو خوراک و دیگر مفید معلومات اور کھانے پکانے کے
ڈیڑھ سو سے زائد طریقے درج ہیں. چار آنے کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے
Dept. A121 P.O. Box No. 353. Bombay.
وٹامن آمیز ڈالڈا
قوت کے لئے
THE HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING

Regd.No. A.—294.

Printed by C. O. Forsgren at the Lucknow Publishing House, Lucknow. (650)—1202-10-'45

صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر ماہوار رسالہ

جلد ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء نمبر ۱۲

کھیت کی رانی

[از رسول احمد]

کیا ہے تو بھی او کھیت کی رانی
جیسے ہو میری جانی پہچانی

سر پہ رکھکر وہ ایک لوٹا جل
پی سے ملنے کو دیتی ہے جب چل

کیسی ہوتی ہے چال مین مستی
خوب ہی ہوتی ہے تری ہستی

بن سراپا تو عشق جاتی ہے
ہرا دارنگ تیری لاتی ہے

بیچ کھیتون کے جب گذرتی ہے
راہ پر جب تو پاؤن دھرتی ہے

ایسا لگتا ہے، جیسے کوئی حور
چھوڑ جنت کو آئی اتنی دور

تتلیان ساتھ ساتھ اڑتی ہین
جسطرف جاتی ہے تو، مڑتی ہین

کھیلتی ہین وہ کھیل تیرے ساتھ
ہین نبھاتی وہ میل تیرے ساتھ

کون ہے تو، وہ جانتی ہین تجھے
اس لئے وہ بھی مانتی ہین تجھے

ترا دل پاک، اور سیرت پاک
سر سے پا تک ہے تیری مورت پاک

تو طہارت کہ ایک تتلی ہے
وہ بھی تتلی ہے تو بھی تتلی ہے

وہ بھی اڑ جاتی ہین ہواؤن مین
تو بھی چھا جاتی ہے فضاؤن مین

ہے عجب شے تو کھیت کی رانی
کون جگ مین بھلا ترا ثانی

"غلہ زیادہ پیدا کرو" کی تحریک

[از ڈپٹی ڈائرکٹر آف اگریکلچرل مغربی حلقہ میرٹھ]

پہلے پہل ۱۹۴۳ء میں "غلہ زیادہ پیدا کرو" کی جو تحریک منظور کی گئی تھی وہ ۴۵-۱۹۴۴ء میں بھی جی - او - نمبر ۲۴۷۵ اے (۴) / ۱۲ - اے ۹۶ - ۱۹۴۵ مورخہ ۱۷ - جولائی ۱۹۴۴ء کے بموجب جاری رکھی گئی - اسکیم مذکور کے مطابق ۱۹۴۳ء میں بیج کے جو ۱۰ گودام کھولے گئے تھے وہ سال رواں میں کام کرتے رہے اور غلہ زیادہ پیدا کرو " کی تحریک کا پرچار محض گودام کے حلقہ تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اس سرکل کے تمام گوداموں کے حلقوں میں کیا گیا گوداموں کے کام کے رقبے بڑھا دئے گئے اور گوداموں سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے بہت بڑی مقدار میں کسانوں کو بیج بانٹے گئے تاکہ غلہ کی پیداوار میں کافی اضافہ ہو سکے - گذشتہ سال ربیع کی فصل کے لئے ۳۷۷۴ من اور خریف کی فصل کے لئے ۱۳۳۴۴ من بیج بانٹے گئے تھے برخلاف اس کے اس سال ربیع کے لئے ۱۹۷۷۹ من اور خریف کے لئے ۳۳۸۸۳ من بیج بانٹے گئے -

زیر رپورٹ سہ ماہی میں ربیع کی فصل میں بانٹنے کے لئے ۱۱۶۷۲۰ من بیج کا اسٹاک (ذخیرہ) موجود تھا برخلاف اسکے گذشتہ سال ربیع کی فصل کے لئے ۱۹۷۷۹ من اور ۶۶۹۱ من خریف کی فصل کے لئے اسٹاک تھا -

معمولی سالوں کی پیداوار کے مقابلہ میں اس سال غلہ کی پیداوار کو ۵ فیصدی بڑھانے کا ارادہ تھا - خریف کے موسم میں بارش دیر میں شروع ہوئی اور وہ ہر جگہ برابر نہیں ہوئی جسکی وجہ سے خریف کی فصلوں کو بہت کافی نقصان پہونچا - ستمبر کے مہینہ میں بہت زیادہ بارش ہو جانے سے فصلوں کو تھوڑا بہت نقصان پہونچا تھا لیکن نشیب کے علاقوں میں زیادہ نقصان ہوا - دھان کی شروع فصل ہی کچھ خراب ہو گئی لیکن دیر میں بوئی ہوئی دھان کی فصل اچھی ہوئی - ربیع کے لئے موسم سرما میں بارش بہت کم ہوئی اور دھان کے دانوں میں رس پڑنے کے وقت پچھوا ہوا چل جانے سے بھی فصل خراب ہو گئی باوجودیکہ ربیع اور خریف دونوں فصلوں کے لئے موسم خراب رہا تھا پھر بھی غلہ کی پیداوار میں جو اضافہ حاصل کرنے کی حد مقرر کی گئی وہ تقریباً پوری ہو گئیں -

حالات ناخوشگوار ہونے کے باوجود بھی ربیع اور خریف دونوں ہی فصلوں کے لئے بیج کے ذخیرے کو بڑھایا گیا ہے - تاکہ کسان کی مانگ پوری کیجائے اور اس طرح " غلہ زیادہ پیدا کرو " کی تحریک کی فائدہ پہونچے

ردلبندی کرنا اور کوآپریٹیو کے اصول پر کمپوسٹ کھاد تیار کرنا

سب سے پہلے ۱۹۴۵ء میں یہ اسکیم اس حلقے کے گرام سدھار کے ۲۵ بیج کے گوداموں کے لئے منظور ہوئی تھی --- ۳۰۰ ایکڑ رقبہ پر ردلبندی کرنا مقصود تھا - اور کوآپریٹیو کے اصول پر کمپوسٹ کھاد تیار کرنیکی

کسانون کو ترغیب دینا تھی۔ اس کام کے لئے ہر سنٹر پر خرچے کا حصہ کسانون کو بطور امداد دیا گیا۔ رولبندی کے لئے ۲½ روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے امداد دی گئی اور کھاد تیار کرنے کیلئے ہر سنٹر پر اس موسم مین پانچ ہزار من کھاد کے لئے ۵۰۰ روپیہ دئے گئے یہ کام بہت اطمینان بخش طریقہ پر ہوتا رہا ہے جیسا کہ اس بات سے ظاہر ہے کہ سال رواں کے لئے ۲۱۲۵۰ روپیہ کی سرکاری گرانٹ مین سے ۱۰۳۱۹ روپیہ صرف کئے گئے۔

۱۹۴۵-۴۶ء مین رولبندی کرنے کیلئے

۵۰۰ ایکڑ کا رقبہ مقرر کیا گیا ہے اور کمپوسٹ کھاد تیار کرنے کے لئے ۱۴۰۰۰ روپیہ اس سرکل کے کسانون کو ان کامون کے کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے منظور کیا گیا ہے اس رقم مین سے ۱۰۳۱۹ روپیہ صرف کیا جا چکا ہے۔

انفرادی طور پر کمپوسٹ کھاد تیار کرنا

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی اسکیم جاری رہی۔ جسکے مطابق ہر تین سو مکعب فٹ کھاد کیلئے ۲ روپیہ بطور امداد کے دئے گئے۔ یہ اسکیم ان مقامات پر کھاد تیار کرنے کیلئے تھی کو آپریٹو کے اصول پر کمپوسٹ تیار کی جانے والی اسکیم مین شامل نہ تھے اور جہان پچھلے سال کوئی مالی امداد اس کام کے لئے نہین دی گئی تھی۔ گذشتہ سال کے ۸ ہزار روپیہ کے خرچہ کے مقابلہ مین اس سال ۷۳۳۲ روپیہ صرف ہوئے ہین۔ ان تینون مہینون مین کلی طور پر ۴۱۴۰۴۶ مکعب فٹ کمپوسٹ تیار کی گئین۔ مالی امداد تقسیم کرنے کا کام جاری ہے۔

گذشتہ سال کی منظوری کے بموجب اس سال کے لئے ۹۰۰۰ روپیہ منظور کیا گیا ہے اور بڑے پیمانے پر کھاد تیار کرنے کی ترغیب دیجا رہی ہے ان نئے علاقون مین بھی جہان دھان بویا جاتا ہے یہ کام جاری ہے۔ مختلف سنٹرون پر کمپوسٹ کھاد کے گڑھون کا معائنہ کرنے کے بعد مالی امداد دینا شروع کیا جائیگا۔

کھلی بانٹنا:- گذشتہ سال کی اسکیم مین جسکے بموجب خرچہ کا ⅕ حصہ مالی امداد کے طور پر دیا جاتا تھا۔ اس سال ترمیم کر دی گئی ہے۔

اب کسانون کو کھلی خرید کی قیمت پر یعنی بحساب ۳ روپیہ ۲ ر فی من دیجائیگی اور بار برداری کا خرچہ ان سے نہین لیا جائیگا یہ صرفہ سرکار خود برداشت کریگی۔ جسکو ایک طرح کی مالی امداد سمجھنا چاہیئے۔

چونکہ رینڈی کی کھلی فرم کے پاس سے ان مقامات پر جہان کے لئے وہ مقصود تھی پہونچ چکی ہے اس لئے وہ اوپر بتائے ہوئے طریقے پر کسانون مین تقسیم کی جا رہی ہے۔ ۶۲۲۰۰ من کھلی یعنی رینڈی کی کھلی ۲۵۲۰۰ من سرسون کی کھلی ۲۵۰۰۰ من مونگ پھلی کی کھلی ۱۲۰۰۰ من امسال کسانون کو سرکاری طور پر امداد دیئے جانے کے طریقہ کے مطابق تقسیم کی جائیگی بشرطیکہ امداد کے لئے منظور شدہ ۱۵ ہزار روپیہ کے علاوہ ۳۰۰۰۰ روپیہ کی مزید منظوری دیدی جائے۔

ہری کھاد کے لئے سنئی بانٹنا

اس اسکیم کا منشا یہ تھا کہ کسانون کیلئے دام پر سنئی کے بیج مہیا کئے جائین جس سے وہ

ہری کھاد تیار کرنیکین سنئی کے بیج کے دم بہت زیادہ چڑھ گئے تھے - کسانون سے صرف اسکی خرید کی قیمت لیجاتی تھی اس کا اوپری خرچہ مالی امداد کی منظور شدہ رقم مین سے برداشت کیا جاتا تھا۔

ہری کھاد کے لئے ابھی تک کوئی امدادی رقم منظور نہین کی گئی ہے - پھر بھی جہان تک ممکن ہوگا سنئی کے بیج کسانون کو معمولی سوائی پر اور نقد قیمت ادا کرنے پر دیئے جاتے رہینگے -

۱۳۵۲ فصلی مین گیہون کی کاشت کے تجربون کے نتائج

گیہون کے قسم	کالائی فارم	رایا فارم	بلندشہر فارم	میرٹھ فارم	ریمارک
پی بی ۵۹۱	۲۱-۲۰-۱۲	۲۰-۵-۰۰	۲۴-۰۰-۰۰	۳۷-۰۰-۰۰	۳ بار پانی دیاگیا
پی بی ۵۱۸	-	*۱۶-۰۵-۰۰	-	۳۵-۱۳-۰۵	۳ بار پانی دیاگیا
سی ۱۳	۱۵-۳۸-۰۱	*۱۵-۰۱-۱۰	-	۳۵-۳۳-۰۵	۳ بار پانی دیاگیا
آئی پی ۱۲۵	-	۱۱-۲۲-۰۸	-	۲۲-۳۵-۰۰	۲ بار پانی دیاگیا
آئی پی ۱۶۵	-	۷-۰۹-۰۰	۲۵-۰-۰۰	۲۴-۰۰-۰۰	۲ بار پانی دیاگیا

اوپر کا نقشہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ پی-بی - ۵۹۱ قسم کے گیہون کی فی ایکڑ اوسط پیداوار ہر مقام پر بہت اچھی ہوئی اور یہ پتہ چلتا ہے کہ مناسب حالات مین ان علاقون کے لئے یہ سب سے بہتر قسم ہے - دوسری قسمون کے گیہون سے سب جگہون پر تجربے نہین کئے گئے اور جو کچھ اعداد ان کے بارے مین مل سکے ہین ان سے کوئی خاص نتیجہ نہین نکالے جا سکتے اسکے متعلق اس سال زیادہ اطلاعات فراہم ہونے کی امید کیجاتی ہے جبکہ چارون مقامات پر سب قسمون کے گیہون کی کاشت کیجائیگی۔

بندیل کھنڈ میں ورجینیا تمباکو کی کاشت اور پکا کر تیار کرنا

ہمارے ملک میں تمباکو کا اگرچہ کثرت کیساتھ استعمال ہوتا ہے۔ مگر باوجود اسکے اس سلسلہ میں ہم لوگوں کو بہت کم معلومات ہیں۔ اس مضمون میں مصنف نے تمباکو کے سلسلہ میں بہت سی مفید باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے ناظرین پل کو کافی فائدہ اور معلومات حاصل ہونگی۔

(از مسٹر کرشن گپتہ ٹوبیکو انچارج ہے چرگاؤں ضلع جھانسی)

تمباکو ہندوستان کی قیمتی فصلوں میں ایک ہے۔ یہہ ایک ایسی چیز ہے جس کو ہر ایک مذہب، قوم و ملک کے امیر و غریب سب استعمال میں لاتے ہیں ہندوستان میں تمباکو کی اتنی زیادہ کھیت ہوتے ہوئے بھی یہاں پر اسکی کاشت کا اوسط ایک ہزار ایکڑ کی کاشت میں صرف چار ایکڑ ہے۔

ہندوستان میں تمباکو کی خاص خاص قسمیں

۱۔ کلکتہ۔ ۲۔ دیسی

یہاں کی تمباکو کی پتیاں عام طور سے بھدی اور بھاری ہوتی ہیں۔ جنکا رنگ گھرا اور خوشبو تیز ہوتی ہے۔ اس قسم کی تمباکو کا بیشتر اور زیادہ تر کھپت اسی ملک میں ہی ہو جاتی ہے۔ یہہ اکثر دوسری قسم کی تمباکو کی پتی کے ساتھ ملا کر حقے کی تمباکو بنانے کے کام میں لائی جاتی ہے۔

سب سے عمدہ سگریٹ کی تمباکو کے مخصوص اوصاف ہیں
۱۔ ہلکا سنہرا رنگ۔ ۲۔ ہلکی خوشبو۔ ۳۔ بخوبی جلنے والی۔ ۴۔ اور کٹی ہوئی پتی میں کچھ لچک۔

تمباکو میں رنگ خاص چیز ہے کیونکہ خوشبو رنگ کے اوپر ہی منحصر ہے۔ ہلکے سنہرے رنگ کی تمباکو میں ہلکی خوشبو ہونے کے باعث وہ سگریٹ بنانے کے لئے نہایت عمدہ ہے۔ لیکن گہرے رنگ کی پتی ہمیشہ تیز اور کڑوا خوشبودار دھواں دیتی ہے جو کہ کھانے اور حقے میں پینے کے لئے اچھی ہوتی ہے۔

جلنے کی خوبی دوسری خاص بات ہے۔ سگریٹ کی تمباکو کو بآسانی جلنا چاہیئے اور اس کا دھواں زیادہ گرم نہیں ہونا چاہیئے۔ لچکیلا پن کٹی ہوئی پتی میں نمی روکنے کی طاقت کے اوپر منحصر ہے۔ بغیر اس کے سگریٹ میں تمباکو خشک ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگی۔ اور باہر گرنے لگیگی کوئی بھی دیسی تمباکو عمدہ سگریٹ بنانے کے کام میں آ سکتی۔ دیسی تمباکو کی پتی گہرے رنگ کی اور بھدی ہوتی ہے جو کڑوا تیز دھواں دیتی ہے کیونکہ اگر کھڑے سے چھڑکا جائیگا تو بڑی بڑی بوندوں سے زیادہ پانی گرنے کے سبب بیجوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونے کا یا بیجوں کے منتشر ہو جانیکا خوف رہتا ہے۔ کیاریوں کے اوپر پپڑی بھی نہ بننے دیا جاوے۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی دو مشکلات اور پیدا ہو سکتی ہیں۔

۱۔ زیادہ بارش سے کیاریوں کی سطح سے بیج کا بہہ جانا۔
۲۔ زیادہ نمی کے باعث چھوٹے چھوٹے پودوں کا سڑ جانا۔

ان دونوں مشکلات سے بچنے کیلئے کیاریوں کے اوپر بانس لگا کر ہلکے چھپر رات کو اور پانی برستے وقت لگا دینا چاہیئے۔ یہہ چھپر دن میں جبکہ بارش نہ ہو ہٹا کر الگ رکھ دئے جاویں تاکہ

پودوں کو دھوپ سے لو اور ۵ گز دراور لمبے و پتلے نہ ہوجائیں
پانی کا اچھا نکاس بھی مذکورہ دونوں باتوں سے بچاتا ہے۔
پود پھپھوندی سے جو کہ ایک قسم کے کیڑے سے پیدا ہوتی ہے
سڑ جاتی ہے۔ یہہ کیڑے زیادہ نمی کے باعث بڑھ جاتے
ہیں۔ اسلئے اس سے بچنے کے لئے سینچائی کا اچھا انتظام
اور پانی کا مناسب انتظام ہونا ضروری ہے۔

کھیت میں پود لگانے کے لئے کھیت کی طیاری

تماکو کے لئے زمین خوب جتی ہوئی۔ باریک۔ بھربھری، نرم اور
پھسکی ہونی چاہئے۔ ہلکی دومٹ یا پڑوا سب سے اچھی ہوتی ہے
کم سے کم ایک جوتائی مٹی پلٹنے والے ہل سے اور ۵ یا ۶ دیسی
سے ہونی چاہئے۔

اسکے لئے کھیت کی طیاری کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی
کہ دوسری فصلوں گیہوں وغیرہ کے لئے۔

پود کا لگانا:- کھیت میں پہلے پانی لگا کر پھر دونوں طرف
سے دو ۲-۳ فٹ کے فاصلے پر نشان لگا کر لائنیں بنا دیجاتی
ہیں۔ کیاری سے پود نکالتے وقت بہت ہوشیاری کی ضرورت
ہے۔ پود اکھاڑنے سے ۳ یا ۴ دن پہلے سے سینچائی کم
کر دیجاتی ہے تاکہ پودے کچھ طاقتور اور مضبوط ہوجائیں
اس طرح پودے میں پانی کی کمی کو برداشت کرنیکی طاقت
آجاتی ہے۔ جس سے کہ پودے کے کھیت میں لگجانے کے
بعد مرنے کی کم امید رہتی ہے۔ لیکن پود اکھاڑنے سے
پہلے تھوڑا پانی چھڑک کر مٹی کو ملائم کر لینا چاہئے تاکہ جڑوں
کو کوئی نقصان نہ پہونچے اور پود بہ آسانی اکھڑ آوے۔
پھر کسی نوکیلی کھونٹی یا کھرپی سے پود اکھاڑ کر چھچھلی ٹوکریوں
میں رکھ کر کھیت پر لیجا دیں۔ کھیت میں جو پہلے دونوں
طرف سے تین فٹ کے فاصلے پر لائنیں بنی ہوئی ہیں اور
جہاں ایک دوسرے کو قطع کرتی ہیں وہیں پر کھرپی سے
سوراخ بنا دئے جاتے ہیں۔ پود کو ان سوراخوں میں
ہوشیاری سے رکھ کر چاروں طرف طرح سے مضبوطی کے
ساتھ دبا دینا چاہئے۔

پود لگاتے وقت دو باتوں کا خاصکر خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

۱- سوراخ میں پود رکھتے وقت جڑ مڑ نہیں جانی چاہئے۔
۲- پودے کو چاروں طرف سے مٹی دباتے وقت اسکی بیچ
کی سب سے چھوٹی پتی یعنی کونپل پر مٹی نہیں آنی چاہئے۔
اس طرح سے پود لگانے کی ترکیب کو کیچڑ میں پود لگانا کہتے
ہیں۔ اور یہہ سب سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ اس طریقے سے
پود بہت کم مرتی ہے۔

دوسرے طریقے میں سوکھے میں ...... پود لگا کر
پودوں کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے اتھلے گڈھے یعنی
تھانے بنا دئے جاتے ہیں تاکہ پہلی سینچائی میں پود کے
چاروں طرف تھوڑا پانی رک جاوے جو کہ پودے کی جڑ کو
نیچے والے حصہ تک کی مٹی کو تر کر دے پود لگاتے وقت گھڑوں
سے پانی پودوں کی جڑوں میں ڈالنا چاہئے۔

کھیت میں پودے کو ہمیشہ دوپہر کے بعد یعنی شام کو لگانا
چاہئے۔ تاکہ پود رات کی ٹھنڈی ہوا میں اور کم گرمی سے
فائدہ اٹھا کر بہ آسانی لگجاوے۔ یا اگر دن میں تیز دھوپ
نہ ہو اور بادل ہوں تو دن میں لگائی جا سکتی ہے اگر تھوڑی
تھوڑی بوندیں پڑتے میں لگائی جاوے تو اور بھی اچھا ہے۔
پود لگنے کے دو چار دن بعد جو کچھ تھوڑے بہت پودے
مر جائیں تو ان کے مقام پر فوراً ہی نئے پودے لگا دئے
جائیں۔

فصل میں نکائی و گوڑائی:- تماکو کی کاشت میں بہت
ضروری ہے۔ اسلئے پود لگانے کے بعد گوڑائی کی
نہایت ضروری ہے۔ پہلی دو جتائی "کدال" کو یا "کلٹیویٹر" سے
اتھلی ہونی چاہئے۔ تاکہ چھوٹے چھوٹے پودوں کی جڑوں کو
نقصان نہ پہونچے۔ یہہ دونوں جتائی پود لگانے کے ۸ یا ۱۰

دن بعد جبکہ پودے جڑ پکڑ لیتے ہیں کیجاتی ہے اسکا مقصد
محض پپڑی توڑنے کا ہے۔ پھر تقریباً دو یا تین ہفتے کے
بعد قطاروں کے بیچ بیچ میں گہری جتائی کیجاتی ہے تاکہ
مٹی بھربھری ہو جائے اور پودے کی جڑیں آسانی سے نیچے
بڑھ سکیں اس سے مٹی کے اندر نمی روکنے کی طاقت بھی
آجاتی ہے۔

ہر ایک سینچائی کے بعد کھرپی یا کھونٹی والے ہل
سے گوڑائی ہونا ضروری ہے بلکہ جوتائیاں گوڑائی میں
جو پودوں کے چاروں طرف تھوڑی تھوڑی جگہ چھوٹ
جاتی ہے اسکی گوڑائی کھرپی سے کر دینا چاہئے۔ پھر جبکہ
پودے ایک فٹ یا اس سے زیادہ بڑے ہو جائیں تو ہل
یا "اکولہ ہو" سے جتائی کرنے میں بیلوں یا ہل سے پودوں
اور اُن کی پتیوں کے ٹوٹنے کا ڈر رہتا ہے۔ اسلئے اُس
وقت کھرپی سے ہی گوڑائی کی جاتی ہے۔

کھاد:- دیسی تمباکو میں زیادہ سے زیادہ پیداوار ہونا
ہی ضروری ہے اسلئے اُس میں اچھا سڑا ہوا کھاد زیادہ
مقدار میں دیا جاتا ہے جس سے نائٹروجن پودے کو مساوی
طور سے ملتی رہے اور پتیاں گہری ہری موٹی اور بھاری
ہو جاویں اور پیداوار زیادہ ہو جاوے۔ لیکن سگریٹ
تمباکو میں پتی کا رنگ اور ہلکا پن اسکے وزن کی بہ نسبت
زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو پتلی ہلکی سنہرے رنگ
کی پتی چاہئے۔ اُس تمباکو کیلئے جو نائٹروجن زمین میں رہتی
ہے وہی بہتر ہے۔ محض کمزور کھیت میں تھوڑی سی خاص
کھاد (نائٹروجن) چھڑک دیا جاتا ہے۔ اس کھاد کے علاوہ
تمباکو کے لئے بناوٹی کھاد جیسے مونو، ڈائی اور ٹرائی کے لئے
فاسفیٹ اور پوٹاشیم سلفیٹ وغیرہ زیادہ مفید پائے گئے
ہیں۔ بلکہ سنہرے رنگ کی پتلی پتی پیدا کرنے کے لئے
۸۵ پونڈ فاسفورس اور ۵۰ پونڈ پوٹاس فی ایکڑ کی ضرورت
ہے۔

آبپاشی:- اگر کیچڑ میں پودہ لگائی گئی ہے تو پہلی آبپاشی
تقریباً بیس دن بعد ہی کی جاتی ہے۔ اور پھر دوسری آبپاشی
بھی تقریباً بیس دن بعد کرنی چاہئے۔ لیکن اونچی ریتیلی زمین
میں فوراً ہی آبپاشی کی ضرورت پڑیگی۔ تیسری آبپاشی کی
اُس وقت ضرورت ہوگی جبکہ فصل پوری طور سے بڑھ گئی
ہو اور گرم آب و ہوا کے باعث زمین کی نمی قائم رہی ہو۔
اکثر جو تمباکو ستمبر کے وسط تک لگا دیجاتی ہے اس میں
دو سے زیادہ سینچائی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر اس سے
اور پتی موٹی و بھدی ہوتی ہے اگر سینچائی کے بعد بارش ہو
جائے تب بھی پتیاں موٹی اور بھدی ہو جاتی ہیں خاصکر
جبکہ پیداوار بڑھانے کے باعث اوپر کا گلہ توڑ دیا جاتا ہے۔
اسلئے سینچائی کے لئے خاص خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

بغلی ٹہنیاں توڑنا:- کچھ شاخیں پودے کے تنے پر پیدا ہو
جاتی ہیں اور پودے کی ہی خوراک سے بڑھنے لگتی ہے۔ اُن
کو توڑ دینا چاہئے اگر پودا بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور
پتیاں موٹی اور بھاری ہوتی جا رہی ہیں تو ان بغلی ٹہنیوں
کو نہیں توڑنا چاہئے بلکہ انھیں بڑھنے دیا جاوے تاکہ وہ
پھولیں اور پھلیں۔ اس طرح خوراک پتیوں میں نہ جاکر ان
ٹہنیوں میں جائیگی اور پتی موٹی اور بھاری نہ ہوگی۔

گلے توڑنا:- پیداوار بڑھانے کے لئے مثل کاغذ کے پتلی
پتیوں کو موٹی کرنے کے لئے، اور اگر فصل کو بدیر پکانا ہو تو گلا
یعنی اوپر کی کلی جس میں بیج آتا ہے توڑ دینا چاہئے۔ ایسا کرنے
سے خوراک اوپر کے گلے میں نہ جاکر پتیوں میں ہی جائیگی۔
یہ دیسی تمباکو کے لئے بہت ہی مفید ہے جہاں کہ گہرے رنگ
کی موٹی اور بھاری پتیاں اور زیادہ پیداوار کی ہی ضرورت
ہوتی ہے سگریٹ کی تمباکو میں گلہ توڑنے کا خاص خیال رکھنا
چاہئے۔ خاصکر سینچائی کے وقت کیونکہ اگر گلہ توڑنے کے بعد
فوراً ہی سینچائی کر دیجائے تو پتیاں پہلی دفعہ توڑنے کے بعد
زیادہ موٹی اور بھاری ہو جاتی ہیں اس طرح گلے اور کلنی کا

کے رنگ ڈھنگ اور پودے کے بڑھاؤ پر منحصر ہے۔

بیماریاں: - تمباکو کی سب سے خاص بیماری پتیوں کا سکڑنا ہے۔ یہہ بیماری پانچ قسم کی ہوتی ہے۔ اے۔ بی۔ سی۔ ڈی اور ایکس۔ مندرجہ ذیل باتیں ان پانچوں قسم کی بیماریوں میں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ پودے کا بڑھاؤ رکنا اور پتی کا چھوٹا ہو جانا۔
۲۔ تھوڑی یا کل پتی کا سکڑ جانا۔
۳۔ پتیوں کی رگوں کا ٹیڑھا ہو جانا۔ موٹا ہو جانا یا ہرا ہو جانا۔
۴۔ بہت سے پھولوں کا ایک جگہ مل جانا۔
۵۔ بیماری قلم لگانے سے پھیلتی ہے بیج یا رس سے نہیں۔

اس بیماری کے روکنے کا ایک ترکیب یہی ہے کہ بیماری والے پودوں کو نکال کر الگ کردیں اور نئے اچھے پودے لگادیں۔

ان کے علاوہ تمباکو میں اور بھی بیماریاں ہوجاتی ہیں۔ مثلاً - ۱۔ پتی پر دھبے آجانا - ۲ - ایش بیماری - ۳ - ٹوکرا ۴ - موزیئق (کوڑھ)

۱- لیف اسپوٹ: - (پتی پر دھبے آجانا) پتیوں میں کالے رنگ کے دھبے آجاتے ہیں جو کہ پودے کی نیچے والی پتیوں سے شروع ہوتے ہیں۔ یہہ زیادہ نمی ہونے کے باعث ایک قسم کے کیڑے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے نیچے کی پتیوں کو توڑ کر الگ کر دینا چاہئے اور جتائی وگوڑائی کرکے اوپر کی مٹی میں روشنی اور ہوا پہونچانا چاہئے۔

۲- ایش بیماری: - یہہ بیماری پھپھوندی لگجانے سے ہوتی ہے۔ زمین کے پاس والی پتی سفید راکھ سے ڈھک جاتی ہے۔ بیماری والی پتیاں توڑ کر نکال دینا چاہئے۔

۳- ٹوکرا: - یہہ ایک قسم کا بندا ہے جو پودے کی جڑ سے خوراک لیتا ہے اس سے فصل کو بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ یہہ بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کو یکایک روکنے کی ترکیب یہی ہے کہ جیوں ہی یہہ دکھائی پڑے اسے توڑ کر زمین میں دبا دیں۔

۴- موزیئق یا کوڑھ: - اس بیماری میں پتی پر ہلکے اور گہرے ہرے رنگ کے چھوٹے چھوٹے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ یہہ چھوت کی بیماری ہے اور فوراً ہی ایک پودہ سے دوسرے میں پھیل جاتی ہے۔

پکنگ: - (پتیوں کا توڑنا) پود لگانے کے قریب ۳ ماہ بعد پتیاں پکنے لگتی ہیں اور پتی توڑنی شروع کر دیجاتی ہے۔ پتی توڑنے میں بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے اور اس کے توڑنے کا مناسب وقت اور حالت جاننا اور بھی ضروری ہے۔ پکی ہوئی پتی کا بہتر ہونا زیادہ تر اس کے مناسب وقت پر توڑنے پر ہی منحصر ہے۔ اگر ہری کچی پتی توڑلیجاوے تو اس کا رنگ پکتے وقت ہرا ہی رہیگا اور پھر سیاہ رنگ ہو جاوے گا۔ زیادہ پکی ہوئی پتی پکتے وقت زیادہ پتلی اور پھر بھوری ہو جاوے گی جبکہ پتی کا رنگ کچھ کچھ پیلا ہو گیا ہو تھوڑی چپکاہٹ آگئی ہو اور چھونے میں نرم نہ ہو، وہی وقت اور حالت پتی توڑنے کے لئے مفید ہے اسلئے اسے بہت زیادہ ہوشیاری سے آزمائش کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ سب پتیاں ایک ساتھ نہیں پکتیں اسکے لئے سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ کھیت کے ہر ایک پودے سے ۲ یا ۵ پتیاں جو پیلی ہوتی جاتی ہوں توڑلیجاویں۔ پتی توڑنے کا سب سے عمدہ وقت صبح اور شام ہے۔ تیز دھوپ میں نہیں توڑنی چاہئے۔ کیونکہ دھوپ میں سبھی پتیاں پیلی ہی معلوم ہوتی ہیں۔ بارش کے بعد بھی پتی نہیں توڑنی چاہئے۔ کیونکہ پتی کے اوپر کی چپکاہٹ دھل جاتی ہے۔ جس سے وہ پکنے پر اچھی نہیں ہوتی۔ اکثر پتی ۵ یا ۶ مرتبہ توڑی جاتی ہے۔ پتی ٹوٹنے کے بعد اسکے اٹھانے اور رکھنے میں اور بھی زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہونچ سکے۔ پھر پتی ہوشیاری سے پتلی پتلی تہوں میں گاڑی میں بھر کر پتی باندھنے کی جگہ پر لائی جاتی ہے جہاں وہ زمین پر پھیلا کر یا کھڑی کر کے رکھ دیجاتی ہیں۔ پتیوں کو دھوپ سے بچانے رکھنا بہت ضروری ہے۔

پتی کو پکانا:- پتی میں سے کسی خاص طریقے سے نمی نکال کر اس میں حسب خواہش رنگ و خوشبو لانے کی ترکیب کو پتی کا پکانا کہتے ہین:-

پتی پکانیکے چار طریقے ہین:-

۱- **گراونڈ کیورنگ:-** زمین پر پتی پھیلا کر سکھانا-
۲- **پٹ کیورنگ:-** گڈھے میں پتی دبا کر سکھانا-
۳- **ریک کیورنگ:-** پتی کو کھلی ہوا و دھوپ مین لٹکا کر سکھانا-
۴- **فلیو رکیورنگ:-** بند کمرے میں گرمی پہونچا کر پتی پکانا-

۱- **گراونڈ کیورنگ:-** علی الصباح پتیاں زمین پر پھیلا کر سکھائی جاتی ہین اور شام کو اکٹھا کر دیجاتی ہین اس طرح ہرروز پتیاں سکھائی جاتی ہین- جب تک کہ پتی کی ریڑھ اچھی طرح نہ خشک ہو جائے- پتی کا رنگ اس طرح سوکھنے پر گھرا بادامی اور کالا سا ہو جاتا ہے اور اس میں مٹی کی ایسی خوشبو آنے لگتی ہے جو کہ اسے عمدہ سگریٹ بنانے کے لئے بالکل ناقابل کر دیتی ہین-

۲- **پٹ کیورنگ:-** پتی گڈھے مین دبا کر الٹ پلٹ کیجاتی ہے یہ پتی بھی سگریٹ بنانے کے قابل نہیں ہوتی-

۳- **ریک کیورنگ:-** پتیاں بانس کے ڈھانچے میں لٹکا دیجاتی ہین- اور اوپر پھوس کا چھپر ڈال دیتے ہین- اس طرح دن مین تو کچھ پتی سوکھ جاتی ہے لیکن رات کی ٹھنڈی ہوا سے پھر کچھ نم ہو جاتی ہے جس سے پتی کے سکھانے میں دیر ہوتی ہے اسلئے پتی بادامی رنگ کی ہو جاتی ہے- اگر ہوا میں زیادہ نمی ہو تو پتی کا رنگ کالا پڑ جاویگا- اسلئے پتی کا رنگ آب و ہوا پر منحصر ہے اور اچھے سنہرے رنگ کی پتی اس طریقے سے نہیں طیار کی جا سکتی-

۴- **فلیو کیورنگ:-** پتیاں ایک ایسے کمرے میں بلیوں کے ڈھانچے پر لٹکا دیجاتی ہین جس سے کہ بھٹیاں اور ہوا کے آنے جانے کے لئے کھڑکیوں کا خاص طور سے بندوبست ہوتا ہے جس سے درجہ حرارت اور نمی کی کافی طور سے روک تھام کی جا سکتی ہے اس طریقہ سے تمباکو پکانے میں زیادہ صرفہ ہوتا ہے اور یہہ بہت زیادہ مشکل بھی ہوتا ہے لیکن یہی ایک طریقہ ہے جس سے اول درجہ کی سگریٹ کی تمباکو پکائی جا سکتی ہے-

اس کا عمل دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:-
۱- ہری پتی کا باندھنا- ۲- پتی کا پکانا-

۱- **ہری پتی کا باندھنا:-** ہری پتی کھیت سے توڑ کر لانے کے بعد چار قسم (۱- زیادہ ہری پکی- ۲- کچھ کچھ پیلی پکی ہوئی- ۳- زیادہ پیلی خوب پکی ہوئی اور ۴- مریض پتیوں) میں چن لی جاتی ہین- پھر وہ ۴½ فٹ بانس کی لکڑی پر ستلی سے اسطرح باندھی جاتی ہین کہ پکنے پر آسانی نکالی جا سکیں تاکہ پتی ٹوٹ نہ جاوے- بانس کی لکڑی جس میں پتی باندھی جاتی ہے ایک سرے پر ستلی باندھ کر تین پتیاں ایک ساتھ ستلی کے پھندے میں لٹکا دیجاتی ہین- پتیاں ایک دوسرے کی پشت سے لگا کر باندھی جاوین- اس طرح پتیاں لکڑی کے دونوں طرف لٹکا دیجاتی ہین مختلف اقسام کی پتیاں مختلف لکڑیوں مین باندھی جاویں تاکہ پکتے وقت ایک ساتھ پکیں- پتی باندھنے کے ساتھ پکانے کے کمرے میں لیجا کر بلیوں کے ڈھانچے پر رکھ دیجاتی ہین- ایک کمرے مین ۱۰۰۰ سے ۱۴۰۰ تک لکڑیاں لادی جا سکتی ہین- زیادہ ہری اور مریض پتیوں کی لکڑیاں سب سے اوپر اور زیادہ پکی ہوئی پتیوں کی لکڑیاں ٹھیک بھٹی کے اوپر ہی رکھی جاوین-

۲- **پتی کا پکانا:-** اس ترکیب سے آہستہ آہستہ پتی کی نمی نکالی جاتی ہے تاکہ پتی مین لیموں کا سا چمکیلا رنگ اور ہلکی خوشبو آ جاوے- یہہ دیکھنے میں تو مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے دو عام اصول ہین:-

بل

۱- پتی کی آہستہ آہستہ نمی نکالنا -
۲- مختلف حالات میں درجہ حرارت اور نمی کے کم وبیش کرنیکا مناسب وقت مقرر کرنا -

پتی کے پکانے کی چار مخصوص حالتیں ہین

۱- پتی کا پیلا کرنا -
۲- پتی کے رنگ کو پختہ کرنا -
۳- پتی کے پھار کو سکھانا -
۴- پتی کی ریڑھ کو سکھانا -

۱- پتی کا پیلا کرنا :- اس حالت میں پتی حسب خواہش رنگ کی ہو جاتی ہے - اس میں جو وقت لگتا ہے وہ پتی کی حالت پر منحصر ہے - اس وجہ سے ایک سی ہی پتی توڑنا ضروری ہے ہر طرح کی ملی ہوئی پتی پکنے پر اچھا رنگ نہیں دیتی - ہری پتی مین قریب قریب ۸۰ فیصدی نمی ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ نکالی جاتی ہے نمی نکالنے کا یہہ سب سے پہلا تجربہ ہے - کمرے کی درجہ حرارت اور نمی اس طرح رکھی جاتی ہے کہ پتی کا رنگ بخوبی پیلا ہو جاوے - جسکے لئے تقریباً (۸۰ درجہ فارن ہائٹ سے (۱۰۰) درجہ فارن ہائٹ اور ۸۰ فیصدی نمی کی ضرورت ہے - کیونکہ پتیوں کا یکساں ہونا مشکل ہے وہ ایک ہی وقت پیلی نہیں ہو سکتین - زیادہ پکی ہوئی پتی زیادہ پیلی اور پھر بھوری ہو جاویگی - اور ہری کچی پتی پکنے پر ہری ہی رہیگی - اسلئے جبکہ ۹۰ فیصدی پتیاں پیلی ہو جاویں تو پتی کو رنگ دینا بند کر دیا جاوے -

اس عمل میں سب کھڑکیاں بند کرنے کے بعد بھٹی میں آگ دیجاتی ہے - درجہ حرارت آہستہ آہستہ ۸۰ درجہ فارن ہائٹ تک لاکر قریب قریب ۵ و ۶ گھنٹہ رہنے دیا جاتا ہے پھر اگر اچھی پتی ہو تو ۸۵ درجہ فارنہائٹ تک بڑھاکر تقریباً ۲۰ گھنٹہ رکھا جاوے - موٹی بھاری پتیاں ہوں تو وقت زیادہ لگیگا - اس درجہ حرارت پر پتیوں سے زیادہ نمی نکلتی ہے اور وہ کچھ کچھ پیلی ہو جاتی ہین - درجہ حرارت پھر آہستہ آہستہ ۹۰ درجہ فارن ہائٹ تک بڑھاکر تقریباً دس و بارہ گھنٹے رکھا جاوے - نمی برابر نکلتی رہتی ہے - اگر پتیوں میں نمی کی کمی ہو تو ۹۰ درجہ فارن ہائٹ پر درجہ حرارت بڑھانے کے پہلے کمرے میں پانی کچھ چھڑک دینا چاہئے - اس وقت رنگ اور بھی خوشنما دکھائی دینے لگتا ہے اور پتیاں کچھ سکڑ جاتی ہین - درجہ حرارت پھر آہستہ آہستہ بالترتیب ۹۵ درجہ فارن ہائٹ تک بڑھایا جاتا ہے جبکہ تقریباً ۶۰ فیصدی پتیوں کا رنگ پیلا ہو گیا ہو - اسی وقت اکثر پتیوں میں لال دھبے پڑ جاتے ہین - جب تقریباً ۷۰ فیصدی پتیاں پیلی ہو جاتی ہیں تو درجہ حرارت ۱۰۰ درجہ فارن ہائٹ تک بڑھا دیتے ہین - یہہ حالت بہت قابل غور ہے جبکہ نہایت ہوشیاری کی ضرورت ہے -

پتیوں میں سے زیادہ نمی نکلکر جمع ہو جاتی ہے جو کہ کھڑکیاں بند ہونے کے باعث باہر نہ نکلکر پتیوں میں لال دھبے ڈال دیتی ہے اس سے پتی کی قیمت کم ہو جاتی ہے اسلئے اس سے پتی کو محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے اس حالت میں کھڑکیاں آدھی کھولکر درجہ حرارت بڑھا دیا جاوے جس سے نمی باہر نکل جاویگی اور دھبے نہیں پڑینگے -

پتی کے رنگ کو پختہ کرنا :- پہلی حالت میں جو رنگ پتی میں آگیا ہو اُسے اس عمل سے پختہ کیا جاتا ہے اگر پہلی صورت میں پتی کافی پیلی ہو گئی ہو اور ... رنگ پختہ کر دیا جاوے تو وہ اچھی طرح پکنے اور دبانے میں بھورے لال رنگ کی ہو جاوے گی - لیکن پتی میں کچھ کچھ ہرا پن رہتے ہوئے ہی اگر رنگ پختہ کر دیا جاوے تو پکنے کے بعد اس کا اچھا رنگ ہو جاویگا - اس لئے یہہ جاننا بہت ضروری ہے کہ کس حالت و وقت میں پتی کا رنگ پختہ کیا جاوے رنگ پختہ کرنے کے لئے پتی کی دبی ہوئی نمی فوراً ہی باہر نکال دیجاتی ہے - اس وجہ سے کھڑکیاں کھول کر درجہ حرارت ترتیب وار ۲ و ۳ درجہ فارن ہائٹ تک

ھا پایا جاتا ہے۔

اس حالت میں پتی کے حاشیہ وچوٹی کا جلنا اور تی پر لال لال دھبے پڑنا اکثر یہ دو خاص مشکلات ہوتی ین ۔جو کہ درجہ حرارت کے فوراً ایک ساتھ بڑھانے سے ور اکٹھا ہوئی نمی کے باہر نہ نکلنے کے باعث ہوجاتی ہے۔ ور درجہ حرارت کا بالترتیب بڑھاتا اور کھڑکیوں کا کھولنا بہت ضروری ہے۔

۳۔ پتیوں کے پھار کو سکھانا:۔ اس عمل میں درجہ حرارت آہستہ آہستہ ۳ درجہ فی گھنٹہ ۱۲۰ درجہ فارن ہائٹ سے ۱۴۰ درجہ فارن ہائٹ تک بڑھایا جاتا ہے۔ اور سب کھڑکیاں کھلی رہتی ہیں۔ اس سے پتی کی سب رگیں اور ریڑھ کا کچھ حصہ سوکھ جاتا ہے۔

۴۔ پتی کی ریڑھ کو سکھانا:۔ درجہ حرارت ۱۴۰ درجہ فارن ہائٹ سے ۱۵۵ درجہ فارن ہائٹ تک بڑھایا جاتا ہے۔ اور ایندھن کی کمی کے لئے سب کھڑکیاں بند کر دیجاتی ہیں۔ ۱۵۰ درجہ فارن ہائٹ پر پتی کی ڈنڈی کے علاوہ اسکا پورا حصہ سوکھ جانا چاہئے۔ اس کے بعد درجہ حرارت ۱۵۵ درجہ فارن ہائٹ پر اُس وقت تک رکھا جاتا ہے جب تک کہ ڈنڈی اچھی طرح خشک نہیں ہوجاتی۔ پھر آگ بجھا دیجاتی ہے اور کمرے کو ٹھنڈا ہونے دیا جاتا ہے۔

پتی کو نرم کرنا:۔ پتی پکنے کے بعد اتنی سوکھ جاتی ہے کہ ذرا سا چھو جانے پر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی ہے۔ اس لئے پتی کو کمرے سے نکالنے کے پہلے اس میں نمی اس مقدار میں پہونچائی جاوے کہ وہ نرم ہوجاوے جس سے اٹھانے اور رکھنے کے قابل ہوسکے۔ کمرے کا دروازہ اور کھڑکیاں کھول دیجاتی ہیں اور اگر ہوا میں نمی زیادہ ہے تو پتی خود بخود کمرے میں ہی نرم ہو جاوےگی۔ لیکن گرم آب و ہوا میں جیسا کہ اکثر بہ ملکتہ

میں پایا جاتا ہے پتی کو گڈھے میں لاکر نرم کیا جاتا ہے۔

دائرے نما گڈھے میں بانس کے ڈھانچے پر پتیاں جیوں کی پتیوں بندھی ہوئی کمرے سے لاکر لٹکا دیجاتی ہیں۔ گڈھے کو پھوس اور مٹی سے بھر کر گوبر اور کیچڑ سے لیپ دیتے ہیں اور اس کے چاروں طرف ایک تین فٹ گہری اور ایک فٹ چوڑی نالی بنا کر اس میں پانی بھر دیا جاتا ہے جو گڈھے کو نم رکھتا ہے۔ پھر گڈھے کو چاروں طرف سے بند کرکے ہوا سے محفوظ رکھا جاتا ہے اس طرح پتیاں تقریباً ۲۴ و ۳۶ گھنٹے میں نرم ہوجاتی ہیں۔ جبکہ پتی چھونے اور رکھنے کے قابل ہوجاتی ہے۔ تو اسکو گڈھے سے نکال کر دبا دیتے ہیں۔ اس طریقے سے پتی نرم کرنے میں زیادہ صرف وقت لگتا ہے اور پتی کو گڈھے میں لانے میں کچھ پتی کے ٹوٹ جانے سے نقصان بھی ہوجاتا ہے۔ اسلئے پتی پکانے کے کمرے میں ہی ایک دوسری ترکیب سے بھی نرم کی جاسکتی ہے۔ پانی سے بھیگی ہوئی بوریاں یا ٹاٹوں کے اوپر ڈال کر کمرے کی درجہ حرارت ۹۰ فارن ہائٹ سے ۱۱۰ فارن ہائٹ تک بڑھائی جاتی ہے۔ بھاپ بنکر پتیوں میں نمی پہونچاتی ہے جس سے پتی دو و تین گھنٹہ میں ہی نرم ہوجاتی ہے۔

پتی کو دبا کر رکھنا:۔ پکی ہوئی پتیاں تہہ لگا کر کچھ دن کے لئے دبا دیجاتی ہیں۔ تاکہ پتی کا رنگ چمکیلا ہوجاوے۔ پتی میں بندھی ہوئی لکڑیاں گڈھے سے نکالنے کے بعد ایک دائرہ نما ڈھیر میں ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر دبا دیجاتی ہیں۔ دبانے کی جگہ ہوا سے محفوظ نم اور تاریک ہونی چاہئے تاکہ باہری خشک ہوا سے پتی سوکھ نہ جاوے۔ چند دنوں کے بعد لکڑیوں کو ڈھیر سے نکال کر پتیاں کھول لیجاتی ہیں اور پتی کا ڈنٹھل اسی شکل سے باندھ کر ایک دائرہ نما ڈھیر میں مثل پہلے کے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر دوبارہ دبا دیجاتی ہیں یہ ڈھیر بانس کی

لکڑیوں پر لگا کر بوروں سے ڈھک دیا جاتا ہے جس سے کھلی ہوئی ہوا ڈھیر کے چاروں طرف لگ سکے اور پتی کو کوئی نقصان نہ پہنچے دبانے میں پتی کا رنگ زیادہ سنہرا ہو جاتا ہے اور اس میں ایک قسم کی خوشبو آ جاتی ہے۔ ڈھیر کے اندر زیادہ گرم نہ ہونے دیئے جانے کی ہوشیاری رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسلئے اس کو اس حالت میں ۱۰ دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے یا تو اس کو اٹھا کر دوسری جگہ پر لگا دیا جاوے اور چنائی کے لئے دیدیا جاوے۔

پتی کی چنائی:- دبانے کے بعد پتی کو اس کے رنگ، صورت اور بناوٹ کے مطابق جانچ کر الگ الگ درجہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ڈھیر سے پتی نکال کر ستلی کھول دیجاتی ہے اور ہر ایک پتی جانچ کرنے کے بعد اپنے اپنے درجہ کے مطابق لکڑی کے تقسیم کئے ہوئے ڈھانچ میں رکھ دیجاتی ہے اسکے بعد ہر ایک درجہ کی پتی کا منیجر پر لاکر دوبارہ جانچ کی جاتی ہے پھر وہ گانٹھ باندھنے کیلئے دیدی جاتی ہے۔

انڈین لیف ٹوبیکو ڈولپمنٹ کمپنی کی ہر ایک درجہ کے سگریٹ کی تمباکو کا بیان مندرجہ ذیل ہے

۱- آئی- ایم:- اس درجہ کی پتی چمکیلی لیموں کے رنگ کی ہوتی ہے۔ جس پر برائے نام بھی دھبہ نہ ہو اور جو لمبائی میں نو انچ سے کم نہ ہو۔

۲- آئی- او:- چمکیلی لیموں کے رنگ کی پتی میں قدرے سرخی ہو تو اس کا شمار اس درجہ میں ہو جاویگی۔

۳- آئی- ڈی:- ہلکے بھورے رنگ اور کچھ کچھ لال دھبے والی پتی اس درجہ میں آتی ہے۔

۴- آئی- وی- ایف:- اول اور دوئم درجہ کی پتی میں کچھ ہرا پن ہونے سے اس کا شمار اس درجہ میں ہوگا۔

۵- آئی- ایکس:- اس درجہ کی پتی بھورے رنگ کی ہوتی ہے اور کچھ دھبے لال رنگ کے ہوتے ہیں۔

۶- آئی- ایس:- اس درجہ کی پتی میں کافی دھبے ہوتے ہیں۔

۷- آئی- سی- ایف:- ہری اور لال پیلی اور بھورے رنگ کی پتی اس درجہ کی ہوتی ہے۔

ان کے علاوہ کچھ بہت زیادہ ہری پتیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ پتیاں ٹوٹ کر برباد ہو جاتی ہیں ان دونوں درجوں کی پتیاں سگریٹ بنانے کے کام میں نہیں لائی جائیں۔ کچھ پتیاں سفوف کی صورت میں بھی رد جاتی ہیں۔

گانٹھ باندھنا:- ہر ایک درجہ کی پتی کی، چنائی کے بعد گانٹھ بندی کیجاتی ہے۔ تاکہ پتی خشک نہ ہو سکے۔ پتی دائرے نا لکڑی کے ڈھانچے میں پیرے سے دبا کر بھر دیجاتی ہے اور پھر دبانے کی مشین سے بخوبی دبائی جاتی ہے۔ بعد میں لکڑی کے ڈھانچے سے علیحدہ کرکے گانٹھ کے چاروں طرف ٹاٹ اور بورے پیسٹ کرا سے رسی سے باندھ دیا جاتا ہے۔

صرفہ کاشت تمباکو فی ایکڑ:-

مد	روپیہ	آنہ	پائی
۱- پود	۵	۰	۰
۲- جوتائی	۱۰	۰	۰
۳- پود لگانا	۵	۰	۰
۴- نکائی و گوڑائی	۱۵	۰	۰
۵- نہر کا لگان	۴	۰	۰
۶- آبپاشی	۲	۰	۰
۷- نیچے کی سڑی پتی، کلے و بغلی ٹہنیوں کا توڑنا	۴	۰	۰
۸- کھاد	۳۵	۰	۰
۹- لگان	۱۰	۰	۰
۱۰- سود صرفہ بشرح ۶ فی صدی	۵	۸	۰
۱۱- صرفہ بیروس فیصدی کی شرح سے کاروبار کا خرچ	۹	۸	۰
کل میزان	۱۰۵	۰	۰

ایک کمرے کی تقریباً ۶۵۰ پونڈ پکی پتی کے پکانے کا صرفہ :-

مد	روپیہ	آنہ	پائی
۱- پتی توڑنا و کرایہ گاڑی ...	۳	۰	۰
۲- سُتلی	۱	۰	۰
۳- پتی کا باندھنا اور کمرے میں لادنا	۳	۰	۰
۴- بھٹی جھونکنا	۴	۰	۰
۵- کوئلہ ایک ٹن	۱۵	۰	۰
۶- پتی کو نرم کرنا	۱	۸	۰
۷- پتی کو کمرے سے نکالنا ...	۰	۱۲	۰
۸- ڈھیر میں دبانا	۰	۱۲	۰
۹- پتی کو لکڑی گھوڑ کر دبانا ...	۱	۸	۰
۱۰- پتی کی چھنائی	۷	۸	۰
۱۱- گانٹھ باندھنا	۲	۰	۰
۱۲- کمرے کی قیمت تین ہزار روپے پر ۶ فیصدی جبکہ ۲۰ مرتبہ پتی ایک کمرے میں ہر سال پکائی جاوے ...	۹	۰	۰
۱۳- صرفہ پر دس فیصدی کی رو سے کاروبار کا صرفہ	۵	۱۳	۰
کل میزان	۵۴	۱۳	۰

ایک ایکڑ کی پیداوار ۶۵۰ پونڈ پکی ہوئی خشک پتی ہونی چاہیئے۔

	روپیہ	آنہ	پائی
اس لئے ایک ایکڑ پتی کی کاشت اور پکانے کا صرفہ	۱۵۹	۱۳	۰
قیمت ۶۵۰ پونڈ پکی پتی کا بشرح پانچ آنہ چھ پائی فی پونڈ	۲۲۳	۷	۰
قیمت ۴۰۰ پونڈ خراب پتی کا بشرح ایک آنہ فی پونڈ	۲۵	۰	۰
میزان کل آمدنی	۲۴۸	۷	۰
میزان کل صرفہ	۱۵۹	۱۳	۰
فائدہ فی ایکڑ	۸۸	۱۰	۰

کھیتی کی کچھ ضرورتیں

[از - جمنا پرشاد سنگھ ایم - ایل - اے]

جہاں پانی کے لئے کوئی ذریعہ نہیں ہوتا وہاں لوگ کنوؤں کا سہارا لیتے ہیں - کنواں کس طرح بنایا جاوے یہ آسان مسئلہ نہیں ہے - پہاڑی علاقوں میں تو کنوؤں کی کھدائی ایک اہم مسئلہ ہے - پہاڑی اضلاع میں کنوؤں کے اندر جو چٹانیں ملتی ہیں انکو ڈریلنگ مشین سے کاٹتے ہیں تب پانی نکالا جاتا ہے - محکمۂ زراعت کی طرف سے ڈریلنگ مشین ۱۸۰۰۹ روپیہ میں ملتی ہے اور اس کے ذریعہ سخت سے سخت چٹان کاٹ کر پانی نکالا جاتا ہے - اگر کم خرچہ میں پانی نکل جاے تو اسے کر لینا چاہیئے - زمین کے اندر پانی کی دھارا ہمیشہ موجود رہتی ہے - اگر کوئی کنواں پانی کی دھارا کے اوپر ٹھیک پڑ جاتا ہے تو پانی کا سوتا ہمیشہ جاری رہتا ہے - جس سے کہ پانی ہمیشہ میٹھا نکلتا ہے - دیہات میں زمین کے اندر سوراخ کر کے بھی پانی نکالتے ہیں - لیکن یہ بورنگ کی طرح مفید نہیں ہوتا - بورنگ میں پائپ کے نیچے ایک جالدار جیسی چیز لگا دینے سے سوراخ بالو وغیرہ سے بھرنے نہیں پاتا - کنوئیں سے جب زیادہ پانی لینا ہو تو اس میں بورنگ کے ذریعہ پائپ ضرور بیٹھوا لینا چاہیئے - جسقدر زیادہ پانی لینا ہو اتنا ہی موٹا پائپ لگوانا چاہیئے - ایک انچہ سے لیکر پانچ انچ تک کا موٹا پائپ لوگ کام میں لاتے ہیں - اگر کنوئیں میں پانی کا سوتا خود نکل آئے تو بورنگ کروانے کی ضرورت نہیں ہوتی - ہر ایک کنوئیں کو گرمیوں کے مہینے میں صاف کروانا چاہیئے تاکہ مٹی وغیرہ سے جو سوراخ بند ہو گئے ہوں وہ صاف ہو جائیں -

اگر کنوئیں سے رہٹ کے ذریعہ پانی نکالنے کا خیال ہو تو ایسے کنوؤں کا منہ کافی چوڑا رکھنا چاہیئے - اگر کنوؤں کا منہ کافی چوڑا رہتا ہے اور اندر کافی جگہ ہوتی ہے تو اس حالت میں امید رہتی ہے کہ پانی نکلنے کے لئے بہت سے سوراخ نکل آدیں گے - اکثر دیکھا گیا ہے کہ بورنگ کرانے کے سلسلہ میں لوگ غلطی کر بیٹھتے ہیں - بہت سے لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ بورنگ کروانے کے پہلے ہی کنوئیں کو پکا بندھوا لیتے ہیں کیونکہ انکو پورا پورا یقین رہتا ہے کہ پانی ضرور نکلیگا - کبھی کبھی تو کنوئیں میں بورنگ کرنے پر بھی پانی نہیں نکلتا - اور کبھی اس کے اندر چٹان کا بہت بڑا ٹکڑا پایا جاتا ہے - اس حالت میں تو کنواں چھوڑ کر بھاگ ہی جانا پڑتا ہے - گیا میں جو کھیتی فارم ہے اس میں یہ کڑوا تجربہ لوگوں کے ہاتھ لگا - اتنا ہی نہیں - میرے کئی دوستوں کو بھی اسی طرح دھوکا کھانا پڑا - جب کنوؤں میں سوراخ اچھی طرح ہو جائے اور پانی آنے لگے تب پکا بندھوانا چاہیئے - بیساکھ اور جیٹھ میں کنوؤں کو پکا بندھوانا چاہیئے کیونکہ اسوقت پانی ایکدم نیچے رہتا ہے - جتنی دور تک کنواں پانی میں ڈوبا رہتا ہے اتنی دور تک سیمنٹ سے باندھنا اچھا ہے - اب سیمنٹ کا چھوٹ بھی لوگ دینے لگے ہیں - جامن وغیرہ لکڑی

کا جھوٹ تو سیکڑون سالون سے کام مین چلا آرہا ہے - بالو دار زمین مین کنوان باندھنے مین خاص دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے - پہلے مٹی کا کیا یا ہوا تین چار ہاتھ موٹے والے کا گولر دیکھ کر کنوان گلایا جاتا تھا - اب سمینٹ کا موٹا پائپ یا سلنڈر دیکر کنوان گلا سکتے ہین -

ابھی ہندوستان مین نہر کی بڑی گنجائش ہے - اور اس مین کافی فائدہ بھی ہے - جہان جہان نہر کھودی گئی ہے - وہان وہان کی حالت بدل گئی ہے اور سکھی ہو گیا ہے سوکھا پڑنا اور فصل کا مارا جانا ختم ہو گیا ہے - اب تو ٹیوب ویل کے ذریعہ سینچائی کا انتظام کر رہی ہے اور میرٹھ سے لیکر بہار شریف تک اس کا انتظام بھی صوبائی سرکار کی طرف سے کیا جارہا ہے - کانگریس وزارتون کی کوشش سے صوبہ کے ڈیری نام کے علاقہ مین بجلی سے ٹیوب ویل چلا کر تجربہ کیا جا رہا تھا کہ اس مین کتنا فائدہ ہے اور یہ سارے صوبہ مین جاری کیا جا سکتا ہے یا نہین اخراجات کے حساب سے دیکھا گیا ہے کہ بجلی سے چلنے والا ٹیوب ویل کی سینچائی کا خرچ فی ایکڑ سوا روپیہ پڑتا ہے - اگر بجلی کے ذریعہ سب علاقون مین سینچائی کا ہونا شروع ہو جائے تو زمانہ بدل جائے سستی بجلی ہر جگہ ملنے سے ہزارون کی تعداد مین چھوٹے چھوٹے کارخانہ کھل جائینگے - اور زرعی ہندوستان مین صنعتی انقلاب کا منظر سامنے آجائیگا اگر بجلی کے بدلے کوئی انجن کے ذریعہ ٹیوب ویل سے سینچائی کرنا چاہے تو اسکو نقصان ہی ہاتھ آئیگا انجن کے خریدنے ہی مین پانچ چھ ہزار روپے لگ جائینگے علاوہ اس کے پٹرول، میکنیک، ڈرائور وغیرہ مین بہت خرچ پڑ جائیگا - اس کے ذریعہ ہر ایک دن مین صرف دس ایکڑ زمین آٹھ گھنٹہ مین پٹ سکتی ہے -

* کسی کھیتی فارم کی سب زمینون مین گرائی چھڑون کی بھی گہری کھیتی نہین کیجا سکتی - ایک رہٹ کے ذریعہ صرف دس بارہ ایکڑ تک گہری کھیتی کیجا سکتی ہے - ٹیوب ویل کے ذریعہ سینچائی اور ٹریکٹر کے ذریعہ جتائی ہونے پر انجن اور اس کے اوزار رکھنے کی ضرورت پڑیگی لیکن بیل رکھنے سے شروع سے لیکر آخر تک کھیتی کا سب کام بیل کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے اور کھاد کیلئے گوبر بھی مل جاتا ہے - پانچ چھ سو بیگھے کی کھیتی کرنے والون کو بھی ہمنے ٹریکٹر اور ٹیوب ویل کے ذریعہ نقصان اٹھاتے دیکھا ہے - ایک من سوکھا غلہ پیدا کرنیکے لئے ۳۰۰ من سے لیکر ۱۰۰۰ من تک پانی کی ضرورت پڑتی ہے ہر طرح کا غلہ زمین اور آب و ہوا پر منحصر رہتا ہے - اگر ایک من گیہون پیدا کرنے مین ۵۰۰ من پانی کی ضرورت ہوتی اور ایک ایکڑ مین ۱۵ من گیہون اور ۴۵ من بھوسہ ہوتا ہے تو دونون ملاکر ۶۰ من گیہون اور بھوسہ پیدا کرنے کیلئے ۳۰۰۰۰ = ۶۰×۵۰۰ من پانی چاہیئے - یہ بھی حساب لگا کر دیکھا گیا ہے کہ ایک ایکڑ زمین پر اگر ایک انچ پانی بھر دیا جائے تو ۲۲۷۰۰ گیلن یا ۲۲۷۰۰۰ پاونڈ یا ۲۸۳۷ من پانی لگے گا - اس حساب سے ایک ایکڑ مین ۱۵ من گیہون اور ۴۵ من بھوسہ پیدا کرنے کیلئے $\frac{۳۰۰۰۰}{۲۸۳۷}$ = ۱۱ انچ پانی لگے گا - اس مین مینہ کا کوئی حساب نہین شامل ہوسکے ہے - ڈبلیو لیڈر صاحب نے ہر فصل کیلئے پانی کا حساب نکالا ہے - جو اس طرح ہے :-

گیہون ۵۴۰ — ۶۵۰ کیراڈ ۶۰۰ — ۸۰۰ مکی ۶۰۰ — ۱۰۰۰ سرسون ۴۰۰ — ۵۰۰ - ان

اعداد پر جب ہم غور کرتے ہین کہ ایک من خشک اناج پیدا کرنے کیلئے ۳۰۰ من سے ۵۰۰ من تک

پانی کی ضرورت ہوتی ہے - تو بہ زیادہ نہیں معلوم پڑتا - دومٹ زمین میں فصل اچھی طرح سے پانے کے لئے کم سے کم تین انچ پانی چاہیئے - دو انچ پانی تو زمین میں خشک ہو جائیگا - اور پہلا دن چھوڑنے کے وقت ایک انچ پانی کھیت میں جمع رہیگا جو صرف چند گھنٹہ بعد خشک ہو جائیگا - اتنا پانی دینے سے بیاکہ جیٹھ کے مہینوں میں بھی آٹھ دن تک پھر پانی دینے کی ضرورت نہیں ہوگی - کھیت ذرا سا خشک ہو جانے پر دوبارہ پانی دینا اچھا ہوتا ہے

سیڈ ڈرل سے بیج بونے کے فوائد

(از مسٹر اکرام اللہ خان - بی - ایس - سی (اے - جی) اسسٹنٹ پبلسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو، پی لکھنؤ)

ہمارے صوبہ کے کاشتکار عام طور سے ربیع اور خریف کی فصلوں کی بوائی زیادہ تر دیسی ہل کے پیچھے کرتے ہیں اور چارے کی فصلیں عام طور سے چھٹکواں بوتے ہیں - چارے کی فصل کو چھٹکواں بونے سے کاشتکار کو فائدہ زیادہ رہتا ہے لیکن جن فصلوں کو دانہ حاصل کرنے کے لئے بویا جاوے ان کو ضرور سیڈ ڈرل سے بونا چاہیئے ورنہ مندرجہ ذیل نقصان ہوگا -

۱- دیسی ہل کے پیچھے بوائی کرنے سے بیج فی ایکڑ زیادہ صرف ہوگا
۲- بونے کیلئے ہلواہے کے علاوہ ایک اور آدمی کی ضرورت پڑیگی
۳- بیج مناسب گہرائی پر نہیں پڑے گا -
۴- کونڈ کے اندر بیج کہلا رہ جائیگا -
۵- بیج کہیں کم پڑے گا کہیں زیادہ -
۶- زیادہ گہری بوائی ہونے کی وجہ سے پودے جلد سوکھنے لگیں گے - اس لئے آبپاشی کی زیادہ ضرورت پڑے گی -
۷- بیج کی بوائی میں وقت زیادہ لگے گا -

ہمارے کاشتکار بھائیوں کو چاہیئے کہ کاشت کے خرچہ کو کم کریں اور ہمیشہ اس فکر میں رہیں کہ ایسی مشینوں کی مدد لی جائے جن سے مزدوروں کی بچت ہو سکے اور زیادہ کام کم وقت میں ہو جائے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ محکمہ زراعت کے اہلکاروں سے وقتاً فوقتاً مشورہ لیا جایا کرے - مان لیجئے کہ آپ کو فصل ربیع کی بوائی کے لئے مزدور نہیں مل رہے ہیں - جتنے مزدور آپ چاہتے ہیں انکی نصف تعداد ہی مل سکتی ہے - اگر آپ اس وقت کو حل کرنے کیلئے محکمہ زراعت کے کسی اہلکار سے مشورہ کریں گے تو وہ آپ کو بتائیگا کہ بیج بونے کے لئے امریکہ کا بنا ہوا سکار لک سیڈ ڈرل بہت مفید ہے اس کے ذریعہ ایک جوڑی بیل سے ایک دن میں ۳-۴ ایکڑ کی بوائی ہو سکتی ہے - اور اس کے ساتھ ساتھ بیج بھی ڈھک جاتا ہے جسکی وجہ سے پاٹا دینے کی ضرورت نہیں رہتی - ہر ضلع میں محکمہ زراعت کے مرکزی گودام پر یہ سیڈ ڈرل ڈیمانسٹریشن کیلئے دیجاتی ہے اگر یہ سیڈ ڈرل نہ مل سکے تو ہندوستان ایگریکلچر اسٹور اینڈ کمپنی کھاریاں ضلع گجرات (پنجاب) کا بنا ہوا "وکٹری سیڈر" بیج بونے کے لئے استعمال کیا جاوے اس کے استعمال سے کاشتکار مندرجہ ذیل فائدے اٹھا سکتا ہے -

ہل

۱- بوائی میں ایک آدمی کی بچت ہو جائیگی۔
۲- فی ایکڑ کم بیج پڑے گا۔
۳- بیج تمام کھیت میں یکسان پڑے گا۔
۴- بیج کھلا نہ رہیگا۔

اس سیڈ ڈرل کی قیمت صرف سولہ روپیہ ہے اس کو دیسی ہل کے پیچھے فٹ کر دیا جاتا ہے۔ معمولی بڑھئی اس کام کو آسانی کے ساتھ کر دے گا۔ اس مشین میں سادگی کو بہت مدنظر رکھا گیا ہے اور معمولی بڑھئی اسکی مرمت کر سکتے ہیں اس کے استعمال کی ہدایات کمپنی کی طرف سے مل سکتی ہے میں نے اس سیڈ ڈرل کے ذریعہ لالہ شیام نہال ریلا صاحب کے فارم پر جو کہ موضع بلوا تحصیل بریلی میں ہے گیہوں کی بوائی کامیابی کے ساتھ کرائی۔

کاشتکاروں کو چاہیئے کہ اس قسم کی بیج بونے کی مشینوں کو خریف اور ربیع کی بوائی میں استعمال کریں۔ موجودہ زمانے میں مزدوروں کی کمی ہونے کی وجہ سے اس قسم کی مشینوں کا استعمال ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بڑے زمینداروں اور محکمہ امداد باہمی کے انجمنوں کو اس قسم کی بیج بونے کی مشین خرید کر کاشتکاروں کو دینا چاہیئے تاکہ وہ انھیں استعمال کر کے اپنی پیداوار بڑھائیں اور اپنی کاشت کے خرچے میں کمی کر سکیں۔

اس کے علاوہ دیہات میں محکمہ جات زراعت، کوآپریٹو اور ویٹرنری کے افسران کو بھی اس طرف توجہ دینا چاہیئے کہ کاشتکاروں کو انعام بانٹتے وقت اس قسم کی مشین انعام میں دیجائیں تاکہ وہ چار دناچار ان مشینوں کو اپنے استعمال میں لاکر ان کے فائدے کو محسوس کر لیں اور پھر دیہات میں ان کا رواج ہو جائے۔
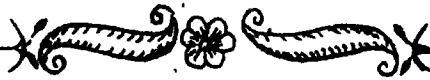
نیند نہ آنا اور اسکا علاج

(از جناب کرپا شنکر شرما)

سارے جاندار دن کے لئے نیند کی ضرورت
خوراک سے کچھ کم نہیں ہے۔ جن لوگوں کو نیند نہ آنے کا
مرض ہو جاتا ہے اس کی جیسی تکلیف دنیا میں شاید ہی کسی
کو ہو گی۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ جسمانی آدمی آرام کے
لئے نیند کی جسقدر ضرورت رہتی ہے، وہی آرام کیلئے
اس سے کم نہیں رہتی۔ سارے انسانوں کی زندگی
طرح طرح کی تکلیفوں اور تفکرات سے گھری رہتی ہے۔
نیند کی محض ایک ایسی چیز ہے جو ۲۴ گھنٹے میں ایک تہائی
وقت کے لئے انسان کو ان سب تکلیفوں اور تفکرات
سے نجات دیکر آرام دیتی ہے۔ مگر جو لوگ نیند نہ آنے
کے مرض کا شکار بن جاتے ہیں انکے دن بھر کے تفکرات
اور پریشانی رات میں سو درجہ زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نیند نہ آنے کا مرض کبھی کبھی خطرناک شکل اختیار
کر لیتا ہے جتا کہ اس سے نجات پانے کے لئے مریض
خودکشی کرنے تک کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ نیند نہ آنے
کے مرض کا مریض خودکشی کرنے کے لئے عجیب طریقے
کام میں لاتا ہے۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت
قائم کرنے والا رابرٹ کلایو نیند نہ آنے کے مرض
سے بری طرح پریشان رہا کرتا تھا۔ ہندوستان میں
انگریزی حکومت کا نشان پہرانے کے بعد جب وہ انگلینڈ
لوٹا بت سے اسکا یہ مرض دن پر دن بڑھتا گیا۔ اسکا
دل جن گذشتہ تفکرات سے ہر وقت پریشان رہتا تھا
وہ رات میں نہایت خطرناک شکلیں اختیار کر لیتیں۔
آخیر کار اسکے لئے یہ سب فکریں ناقابل برداشت ہو گئیں
اور ایک دن چھرے اسنے اپنا گلہ کاٹ کر خودکشی کرلی۔

خودکشی کرنے والے لوگوں میں اکثر نیند آنے
کے مرض سے پریشان رہے ہیں۔ یہ مرض انسان
کو یا تو گل مبنا دیتا ہے یا اس میں خودکشی کے رجحانات
پیدا کر دیتا ہے۔ لہذا جسم اور دل کو تندرست
رکھنے اور زندگی کو فطری شکل سے گذارنے کے
لئے اسبات کی بہت ضرورت ہے کہ نیند نہ آنے
کے مرض سے بچا جائے۔

تندرست اور فطری زندگی گذارنے والے
انسان ۲۵ سال کی عمر سے لیکر ۷۰ سال کی عمر تک
۱۵ سال کا زمانہ سونے میں گذار دیتے ہیں اور تب
بقیہ ۳۰ کو بیدار زندگی گذارنے میں وہ ناکام ہوتے
ہیں۔ اچھی نیند حاصل کرنے کے لئے کچھ معمولی اصول
ہیں جنکو عمل میں لانے سے کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔
رات میں کھانا کھانے کے بعد ہی سو جانا اچھا نہیں
ہے۔ کھانا سونے کے کم از کم دو یا تین گھنٹے پہلے
کھا لینا چاہئے۔ تاکہ سونے کے وقت پیٹ کا بھاری پن
کچھ کم ہو جائے۔ سونے کے پہلے چائے قہوہ وغیرہ
نیستل چیزیں ہرگز نہ پینا چاہئے۔ کیونکہ یہ چیزیں خون
نے والی رگوں کو حوک کر دیتی ہیں۔ جنکی وجہہ سے
نیند ٹھیک طرح سے نہیں آپاتی۔

نیند کو بلانے کے لئے ایک بات کی بڑی ضرورت
ہے۔ وہ یہ کہ سونے کے پہلے دن بھر کی ان سب باتوں
کو ایک دم بھول جانے کی عادت ڈالی جائے

جو دلکو بری لگنے والی ہوں ۔ دفتروں میں کام کرنے والے بابو لوگوں کو دن بھر کافی ذہنی محنت کے علاوہ بہت سی پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں ۔ اور اپنے سے بڑے افسران کی بہت سی بھلی بری باتیں سنی پڑتی ہیں ۔ جب وہ دفتروں سے گھر لوٹتے ہیں تو ان پریشانیوں کو بھولنا کو درکنار وہ اپنے تخیلات سے انکو اور بڑھا وادے دیتے ہیں ۔ یہ عادت بہت خطرناک ہے، کیونکہ اس سے رات میں اچھی نیند نہیں آتی ۔ ایک تو دفتر کی پریشانیاں پھر روز بروز کی خاندانی تفکرات اور اسپر رات میں نیند کا نہ آنا ۔ ایسی حالت ہے کہ مرض لاعلاج ہو جاتا ہے ۔

کچھ لوگوں کی یہ دلیل ہے کہ وہ دن بھر کی فکروں کو بھولنا چاہتے ہیں مگر بھول نہیں پاتے ۔ اسطرح کی دلیلیں دینے والے لوگ غلط کہتے ہیں دراصل انکا دل فکروں کو بھولنا نہیں چاہتا ۔ اور جان بوجھ کر اپنی اصلی پریشانیوں کے اوپر خیالی پریشانیوں کو لادتا رہتا ہے ۔ ایسے لوگ ہر وقت تفکرات میں ڈوبے رہنے کی عادت میں ڈال لیتے ہیں ۔ اگر وہ مخالف سمت میں عادت ڈالنے کی کوشش کریں تو کچھ عرصہ کے بعد انکو خود اپنی عادت کے بدلنے پر حیرت ہونے لگے گی ۔ ہوئی عادت ڈالنے میں بری مشکل محسوس ہوتی ہے ۔ لیکن ابتدائی حالت کو پار کر لینے میں راستہ آسان ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ نئی عادت جڑ پکڑ لیتی ہے ۔

اس لئے اگر نیند نہ آنے کے مرض کا مریض ہمیشہ اسبات کی کوشش کرتا ہے کہ دن بھر کی پریشانیاں رات میں انکے دل و دماغ پر اثر نہ ڈالنے پادیں تو ایک دن اس عادت کو ڈالنے میں وہ کامیاب ہو جائینگے اور وہی عادت بعد میں انکی فطرت بن جائیگی ۔

ہمارے ایک دوست ہیں جنکا کہنا ہے کہ وہ نیند نہ آنے کے مرض کا شکار بنتے جا رہے تھے لیکن اپنی کوشش یہی تھی، جو ہم اوپر بتلا چکے ہیں ۔ دن بھر کی سیکڑوں چھوٹی ہوئی فکریں انکو بہت ستایا کرتی تھیں، اور رات میں بھی وہ انکا پیچھا نہ چھوڑتی تھین ۔ بلکہ اور بڑھ جایا کرتی تھیں ۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اکثر رات رات بھر انکو نیند نہ آتی تھی ۔ بعد مین انھوں نے یہ عزم کر لیا کہ رات مین سونے کے لئے جانے کے پہلے دل بھر کی فکروں کو بھلانے کی کوششوں میں وہ کبھی ڈھیل نہ دینگے ۔ شروع میں وہ کامیاب نہ ہوئے ۔ اور کوششوں کے باوجود دن کی فکریں انکو دبا لیا کرتی تھین ۔ لیکن وہ اپنی کوششوں میں لگے رہے ۔ یہاں تک کہ بعد میں انھوں نے یہ کیا کہ جب بھی دن کی ۔ پریشانیاں انکے سامنے آنے لگین تو وہ دوسری فکروں میں اپنے دماغ کو لگا دیتے ۔ وہ نئی فکریں ان واقعات کے متعلق ہوتی تھین جنکی یاد انکے لئے بھلی لگنے والی ہوتی تھی ۔ خواہ وہ کچھ مہینے اور سال پہلے ہی کی کیوں نہ ہوں ۔

اس عادت کا کافی اچھا نتیجہ انکو دکھلائی دینے لگا ۔ پہلے انکو قطعی نیند نہ آتی تھی ۔ لیکن جب سے یہ نئی عادت پڑ گئی تب سے تھوڑی بہت نیند انکو آنے لگی ۔ وہ اس عادت کو بڑھاتے چلے گئے ۔ اس سلسلہ میں انکو ایک نیا تجربہ بھی ہوا، وہ یہ کہ انھوں نے دیکھا کہ عزیز موضوعات کی فکر بھی اگر ضرورت سے زیادہ کی جائے تو وہ بھی دماغ کو متحرک کر دیتی ہیں ۔ اور اس سے بھی نیند میں ایسی ہی رکاوٹ پہونچنے لگتی ہے جیتنی دوسرے باتوں کی فکر سے ۔ اسلئے انھون نے درمیان کا راستہ اختیار کیا ۔ سونے کے پہلے زندگی کی عزیز باتوں کو وہ دماغ میں ضرور لانے لگے ۔ لیکن دماغ کی پوری قوت کو ان باتوں کی فکر میں نہ لگا کر انکے بعض حصہ کا اس میں استعمال کرنے لگے ۔ اور دماغ کی بقیہ قوت کو آرام کے لئے چھوڑ دیتے تھے ۔ یہ ترکیب میٹھی نیند کو

بلانے کے لئے بہترین ثابت ہوا - اور بہت سے کبھی نیند
نہ آنے کے مرض کے لئے بتایا -

آدھی رات کے پہلے کی ایک گھنٹہ کی نیند آدھی
رات کے بعد کی دو گھنٹے کی نیند کے برابر بتلائی جاتی ہے۔
رات کے پہلے حصہ کی نیند دل و دماغ اور جسم کو تندرست
بنا دیتی ہے - اسلئے ہمیشہ اس بات کی کوشش کرنا چاہئے -
کہ رات کے پہلے حصہ میں ہی آرام کرنے کی عادت ڈالی جائے۔

آدمی کے لئے ۲۴ گھنٹے میں ۶ گھنٹے کی نیند ضروری
ہے - کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ زیادہ طاقتور آدمی
تھوڑی ہی نیند میں کام چلا لیتا ہے - اور نیند کی کمی سے
اسکی صحت میں کوئی خرابی نہیں آنے پاتی - اس سلسلہ
میں وہ لوگ نپولین کی مثال دینے لگتے ہیں - نپولین کی
سوانح حیات لکھنے والے بعض مصنفین نے یہ غلط خیال
لوگوں میں رائج کر دیا ہے کہ چونکہ وہ ۲۴ گھنٹے مختلف کاموں
میں مشغول رہتے تھے - اسلئے انکو سونے کا وقت ہی نہیں
ملتا تھا - اور وہ ایک یا دو گھنٹے سے زیادہ کبھی نہ سو پاتے
تھے - لیکن باوجود اتنی کم نیند کے بھی انکا دل و دماغ ہمیشہ
تروتازہ رہتا تھا - لیکن نپولین کی عادتوں سے زیادہ واقفیت
رکھنے والے مصنفین نے بتلایا ہے کہ اگرچہ انھیں سونے کا
وقت بہت کم ملتا تھا لیکن وہ کبھی رات، کبھی صبح اور کبھی شام
تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے جھپکیاں لے لیا کرتے تھے -
اور اس طرح کل ملاکر وہ قریب قریب اتنا ہی سو لیا کرتے
تھے جتنا کہ اوسط آدمی سوتا ہے -

نپولین کے متعلق ایک بات اور قابل توجہ ہے - وہ کیا
کرتے تھے کہ انھوں نے اپنے دماغ کو، ڈرائر کی طرح سے
کچھ خانوں میں بانٹ رکھا ہے - جب جس بات کے متعلق غور
کرنے کی ضرورت ہوتی تھی تب وہ صرف اسی فکر سے متعلق
خاص ڈرائر کو کھولتے تھے - اور جب بھی وہ سونے کی ضرورت
محسوس کرتے تھے تو دماغ کے سارے، ڈرائروں، کو
بند کرکے فوراً سو جاتے تھے - یہی وجہ تھی کہ جنگ کے موقعوں
پر وہ اکثر گھوڑے کی پیٹھ پر بھی سو جایا کرتے تھے -

اگر رات میں کسی وجہ سے نیند ٹھیک طرح سے نہ
آپائے تو دن میں کھانا کھانے کے بعد ذرا دیر کے لئے
سو لینا ضروری ہے - اس گرم ملک میں ایک آدھ گھنٹے کیلئے
سو لینا کبھی نقصان نہیں پہونچاتا بلکہ اس سے جسم اور دماغ
کو فائدہ پہونچتا ہے - ٹھنڈے ملکوں میں بھی جو لوگ زیادہ
دماغی کاموں کے کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ بھی دن
میں ایک آدھ گھنٹے کی نیند لے لینا پسند کرتے ہیں - انگلینڈ
کے گذشتہ وزیراعظم مسٹر چرچل صبح سے لیکر دن میں ۲ بجے
تک گہری نیند میں سو جاتے تھے، یہ انکا روز کا قاعدہ تھا -
دن میں دو گھنٹے کی نیند سے جو آرام انکو ملتا - اس سے انکے
جسم میں بڑی پھرتی آجاتی اور وہ بھرپور قوت سے ملک
اور دنیا کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے کاموں میں لگ جاتے
تھے - اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ دن کی نیند بھی
نہ ہو - دن میں زیادہ سونے سے الٹے نتائج کا ڈر رہتا ہے -

اگر رات میں نیند نہ آئے تو دوسرے دن اس بات
سے گھبرانا نہ چاہئے - نیند نہ آنا بذات اتنی خطرناک نہیں ہوتی
جتنی اس کے متعلق کی جانے والی فکریں - اگر نیند نہ آنے
کے مرض کا انھیں یہ فکر کرنے کہ چونکہ اسکو رات میں نیند نہیں
آئی - اسلئے اسکا برا نتیجہ انکے دماغ اور جسم پر پڑتا چلا جا رہا ہے
تو اس طرح کی فکر سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس طرح کی
فکر سے نقصانی وجوہ کی بنا پر نیند نہ آنے کا برا اثر کئی حصہ
زیادہ بڑھ سکتا ہے - نیند نہ آنے کے مرض کے مریض کو
اپنی قوت ارادہ کو کام میں لاکر یہ سوچنا چاہئے کہ رات میں
نیند نہ آنے کا کوئی خراب اثر اسکے جسم و دماغ پر نہیں پڑا
اور نیند نہ آنے سے آرام کی جو کمی رہی ہے اسکی تکمیل
سکون دل سے بھی بیداری کی حالت میں بہت کچھ ہو جائیگی -

اس طرح جسمانی اور ذہنی دونوں طرح کے فائدوں

کا اگر مناسب استعمال کیا جائے تو نیند نہ آنے کے مرض سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

کانس دور کرنے کا سستا طریقہ

از جناب اکرام اللہ خان اسسٹنٹ پبلسٹی افسر محکمہ زراعت یو۔پی لکھنؤ

جولائی ۱۹۴۲ء میں نے بریلی کے قریب ایک ذاتی فارم پر جو کہ بیلوا گاؤں میں ہے کانس دور کرنے کا ایک دلچسپ تجربہ کیا۔ فارم کے ایک ٹکڑے میں جو کہ ½ ایکڑ تھا کانس۔گھاس بہت زیادہ جمی ہوئی تھی۔ جولائی کے مہینے میں اس ٹکڑے کی کانس ہنسیا سے کاٹ دی گئی اور اس ٹکڑے پر گھاس پھوس کے ڈھیر کی ایک تین فیٹ اونچی تہہ بچھا دی گئی۔ پہلی برسات کے بعد جب ڈھیر دب کر دو فیٹ رہ گیا تب اسپر ایک فیٹ کی اور تہہ بچھا دی گئی جس سے وہ ڈھیر پھر تین فیٹ کا ہو گیا اسکے بعد ڈھیر کی طرف پھر کچھ توجہ نہیں دی گئی۔ اکتوبر میں جب ڈھیر کو ہٹایا گیا تو زمین صاف پائی گئی۔ اور کھودنے پر معلوم ہوا کہ کانس کے ۸۰ فی صدی (RHIZOMES) مر گئے ہیں اور باقی ۲۰ فی صدی بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ جنکو آسانی سے کھود کر باہر نکال کر جلا دیا گیا۔ کانس دور کرنے کا یہ طریقہ اندور کے انسٹیٹیوٹ آف پلانٹ انڈسٹری" میں معلوم کیا گیا ہے۔

اور اسکے کامیاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب کانس کو زمین سے ملا کر کاٹ دیا جاتا ہے اور اسکے اوپر گھاس پھوس کا ڈھیر ڈالا جاتا ہے تو کانس کی جڑ دن کو چونکہ ہوا میں ملتی ہوا وہ برسات کے دنوں میں گل کر مرجاتی ہیں۔ نومبر ۱۹۴۵ء میں جب میں دوسری بار بیلوا فارم پر گیا تو فارم کے منیجر نے بتلایا کہ جس ٹکڑے میں کانس دور کرنے کا تجربہ کیا گیا تھا وہاں اب کانس بالکل جاتی رہی۔ ان تجربات کی بنیاد پر کسانوں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ اپنے کھیتوں سے کانس دور کرنے یہ سستا طریقہ کام میں لاکر فائدہ اٹھا دیں۔

چنے کی اچھی کھیتی اور اسکے فائدے

(از جناب آتما رام برما)

دنیا میں ایسا آدمی غالباً تلاش کرنے کے باوجود بھی ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے جو چنے کے نام و نشان سے ناواقف ہو۔ غریب کی جھونپڑی سے لیکر راجہ مہاراجاؤں کے محلوں تک میں چنے کو ہمیشہ عزت ملتی ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ اسقدر بہترین چیز یا اناج ہوتے ہوئے بھی ہمارے ہندوستان غریب اگر اس سے فائدہ حاصل کر سکیں تو کسقدر نقصان دہ بات ہے۔ اگرچہ ہماری سرکار نے ہندوستانی کاشتکاروں کے لئے محکمہ زراعت کا ایک محکمہ بھی قائم کر رکھا ہے۔ لیکن اسپر بھی یہاں باقاعدہ کاشت نہ ہونے کی وجہ سے کہ لوگ پورا فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی اقتصادی حالت سدھارنے میں ناکام رہتے ہیں۔

ان دونوں کسانوں سے متعلق متعدد مضامین نظمیں، روزنامہ، پندرہ روزہ۔ اور تاہم اور رسالوں میں کثرت کیساتھ چھپتی رہتی ہیں۔ لیکن کیا آپنے کبھی اس طرف بھی توجہ دی ہے کہ ان شائع ہونے والے مضامین سے کسان بھائی کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آجتک کے مضامین وغیرہ "اندھا پیسے کتا کھائے" والی کہاوت کو بھی ثابت کرنے کے لئے شائع کئے جاتے ہیں یوں چھاپنے کے لئے تو آپ خواہ ٹیٹا گڈھ پیپر مل کا کل اسٹاک بھی چھاپنے میں ختم کردیں لیکن ایسے کسانوں کی اصلاح ٹیڑھی کھیر ہے۔

کاشتکاری کے لئے تین چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ زمین، پانی، بیج۔ ایک کے نہ ہونے سے بقیہ دو بیکار ہوجاتی ہیں تو زمین اور پانی کوئی ایسی چیزیں نہیں ہیں۔ جسے کوئی واقف نہ ہو۔ اب رہا بیج کا سوال۔ بیج کسکو کہتے ہیں؟ فن زراعت کے مطابق پودے کا ہر ایک حصہ جو کھیت میں بویا جاتا ہے بیج کہلاتا ہے۔ یہ سبکو معلوم ہے کہ جیسا بیج بویا جاتا ہے ویسی ہی فصل ملتی ہے۔ لیکن یہاں کے کسان یہ جانتے ہوئے بھی اچھے بیج کے لئے کوشش نہیں کرتے۔ اچھے بیج سے کیا مطلب ہے۔ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ پیداوار زیادہ حاصل ہو، فصل پیدا کرنے میں خرچ کم پڑے، بازار میں اچھی قیمت ملے

بیج کیسا ہونا چاہئے؟ سب طرح سے بیجوں کے لئے خاصکر اناج کے بیج کے لئے حسب ذیل باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ بیج خالص اور بغیر میلاوٹ کا ہو۔
۲۔ اچھی طرح پکا ہوا ہو۔
۳۔ نیا ہو، پرانا نہ ہو۔
۴۔ پوری طرح سے بڑھے ہوئے ہوں، قد کے مطابق وزن دار ہوں، شکل میں تازگی چمکیلا پن اور سڈولی ہوں۔

چنے کی اچھی پیداوار حاصل کرنے کے لئے بیج کو مندرجہ

بالا ہر ایک چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین بھی اچھی ہونی چاہئے چنا اس زمین میں زیادہ پیدا ہوتا ہے جہاں پر بالو کی کثرت ہو۔ چنے کے لئے زمین کی زیادہ گڑائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دیسی ہل سے زمین کو ۵-۶ بار اور ولائتی ہل سے ۳-۴ بار جوتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ پٹیلا ہر جتائی کے بعد دینا چاہئے ایسا کرنے سے زمین باریک اور بغیر ڈھیلوں کے ہوجاتی ہے۔ جس کھیت میں زیادہ ڈھیلے رہ جاتے ہیں اکثر اس میں بیج نیچے زمین میں نہیں پہونچ پاتا اور اوپر ہی زمین پر پڑا رہ کر سوکھ جاتا ہے۔ لہذا زمین کو بیج بونے سے پہلے باریک کرنا ضروری ہے۔

اگرچہ چنے کی کھیتی کے لئے، پانی کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اسپر بھی پانی ایک ایسی چیز ہے کہ جسکے بغیر اناج پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر پودے کھیت میں اگ بھی جائیں تو وہ بغیر پانی کے سوکھ جاتے ہیں۔

ہاں! اب بیج کو اکثر کہاں لوگ مٹی سے بنی ہوئی بڑی ڈہیریوں میں جنکو وہ لوگ کسٹھرے، کہتے ہیں بھر کر انکا منہ بند کرکے رکھ دیتے ہیں۔ لیکن میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس طرح چنے کے بیج میں ایک طرح کا کیڑا جس کو ڈھورا، کہا جاتا ہے، لگ جاتا ہے، اور یہ چنے کو بالکل کھوکھلا کر ڈالتا ہے۔ ہمارے اکثر ناواقف غریب کسان اسکو ہی لیکر کھیتوں میں بودیتے ہیں یہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ جیسا بیج بویا جائیگا ویسی ہی فصل ہوگی پیدا ہوگی۔

اس کا بہتر بیج رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ عمدہ چنوں کو نئے بوروں میں بھرکر رکھا جائے۔ ان بوروں میں نیم کی پتیاں بھی رکھی جائیں۔ جس سے کیڑے نہ پیدا ہوسکیں۔ اسکے بعد ایک بڑے صاف ستھرے گودام میں بھوسے کے اندر رکھ دیا جائے۔ بوروں کے چاروں طرف بھوسے کی دو فیٹ کی تہہ ہونی چاہئے۔

کسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے گاؤں کے پاس والے

ڈپو (سیڈ اسٹور) سے بیج لیکر بوائی کریں۔ اس طرح
کے عمدہ بیج رکھنے اور حاصل کرنے کے بہت سے طریقے
ہو سکتے ہیں۔

چنے کی بوائی تو موسم پر منحصر ہے لیکن اکثر کوار یا اکتوبر
کے آخری مہینوں میں شروع ہوتی ہے۔ اور تقریباً ۱۵
دنوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ چنا ایک ہفتہ میں زمین سے باہر
نکل آتا ہے۔

عام طور پر اسکی بوائی گیہوں سے پہلے کی جاتی ہے۔
ایک ایکڑ میں ۲۵ سیر سے ۳۰ سیر تک بیج پڑتا ہے۔

تقریباً ایک یا ڈیڑھ مہینے میں ہی چنے کے پودے
۲ - ۳ انچ بڑے ہو جاتے ہیں اس وقت سے اسکا
استعمال شروع ہو جاتا ہے۔ شائد ہی کوئی اور ایسا
اناج ہو جو کثرت استعمال میں چنے کا مقابلہ کر سکتا ہو۔
شروع میں لوگ اسکا ساگ بنا کر کھاتے ہیں۔ اس کے
بعد جب چنا پھلنے لگتا ہے اور دودھ پکا ہو جاتا ہے تو
لوگ اسکو ہولوں کی شکل میں استعمال کرتے ہیں۔

اس کے بعد مارچ کے مہینے میں چنا پک جاتا ہے
کسان لوگ اس کو کاٹ کر کھلیان میں جمع کر دینے
کر دیتے ہیں۔ چنا ضلع سہارنپور میں ۴ - ۵ من
اور کبھی ۲ - ۳ دن فی بیگہ پیدا ہوتا ہے۔ لوگ اسکی
روٹیاں بنا کر کھاتے ہیں۔ مگر روٹیاں صرف غریب
لوگ ہی کھاتے ہیں۔ چنے کے دانوں کو بھڑبھونجے لوگ
بھون کر بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔ جو بہت
ہی خوشذائقہ ہوتے ہیں۔ جانوروں کو اس کا
دانا کھلایا جاتا ہے۔ علاوہ اسکے اس سے طرح
طرح کی مٹھائیاں بنائی جاتی ہیں۔

اس کا بھوسا بھی اور اناجوں کے بھوسوں سے
عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکو بیل اور گھوڑے کھاکر
بہت مضبوط ہو جاتے ہیں کھلیان میں جو اس کے
دنٹھل رہ جاتے ہیں اگر اس کا استعمال کھاد
کی شکل میں کیا جائے تو یہ بہت مفید ہو سکتے
ہیں۔

افسانہ

وہ پاگل

وہ دراصل پاگل تھا یا نہیں؟ اسکو دیوانگی کو ہی کیوں منظور کرنا پڑا؟ اس میں کوئی راز ضرور ہے۔ لوگ پاگل کو تنگ اور پریشان کرتے ہیں، لیکن وہ اسکو دیکھتے ہی اسکی دیوانگی پر درد کو محسوس کرتی۔ اس بہترین افسانے میں مصنفہ نے دیوانگی کے راز کو افسانہ کیا ہے۔ جسکا دل پر اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

وہ پاگل ہے، کیونکہ دنیا اسکو اس نام سے پکارتی ہے۔ کہا کرے دنیا اسکو پاگل، لیکن میں اس کو پاگل کیسے کہوں؟ میں تو آج سے نہیں پورے پچیس سالوں سے روز اس کو دیکھتی آرہی ہوں میں نے تو اس میں کبھی کوئی پاگلوں جیسی بات نہیں دیکھی۔ میں اسکے ریشہ ریشہ سے واقف ہوں۔ ہنسنے، رونے اور گانے سے۔ بھلا میں اسکو نہ پہچانونگی تو اور کون پہچانیگا۔

لیکن میں خاموش ہوں۔ میں اسکے پاگلوں جیسی حالت کو دیکھکر بھی خاموش رہ جاتی ہوں۔ کون جانتا ہے کہ گلی گلی کی ٹھوکریں کھاتے جو دروازے سے گذر جاتا ہے پچیس سالوں سے اسی طرح سے دیکھتی آئی ہوں۔ جب کبھی بھولے سے میری اور اسکی آنکھیں چار ہوتی ہیں، تو وہ چلتے چلتے رک جاتا ہے۔ گویا ایک لمحہ کے لئے اسکی دیوانگی جاتی رہی۔ ماضی کی شیریں یادگاریں اسکو میری آنکھوں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں عزت و احترام سے اس کی پیشانی لمحہ بھر کے لئے جھک جاتی ہے۔ لیکن میری اسپر سے آنکھیں ہٹتے ہی وہ پھر پاگل کا پاگل ہوجاتا ہے اپنے ماضی کو بھول جاتا ہے۔ وہ ماضی جو اسکو جان سے زیادہ عزیز ہے۔

میں اس کے درد کو بخوبی سمجھتی ہوں، دنیا اس کو پاگل کہکر اسکا مذاق اڑاتی ہے۔ لیکن میں اپنے کلیجہ کو اپنے ہی ہاتھوں مسل دیتی ہوں۔ جب بچے اسپر ڈھیلا پھینک کر اسکو کنکر دل پر دھکیل دیتے ہیں تو میں اپنی آنکھیں بند کرلیتی ہوں۔ وہ کبھی اپنی ہی دھن میں چلتے ٹھوکر کھاکر گر پڑتا ہے۔ اور میں دو آنسو بہا دیتی ہوں، ضرورت پر دوڑ کر اسکو اٹھاتی نہیں۔ اٹھاؤں بھی تو کیسے؟ میرے چاروں طرف سماج کی دیواریں میرے راستے میں رکاوٹ پیدا کررہی ہیں۔ انہیں میں کیسے پار کرکے جاؤں؟ میرے پیروں میں خاندان کی عزت کی بیڑیاں جکڑی ہیں، انہیں توڑکر کیسے آگے بڑھوں؟

آج پھر میں نے اپنی انہیں آنکھوں سے، اپنے ہی سامنے اسے سڑک پر گرتے اور موٹر سے کچلتے دیکھا ہے چاروں طرف سے عزت و حرمت کی بیڑیوں سے جکڑا ہوا میرا دل ہاہاکار کر اٹھا۔ آج مجھکو عزت و حرمت کی حفاظت ختم ہوتے ہوتے دکھلائی پڑتی ہے۔ یہ دیواریں اب میرا راستہ نہ روک سکینگی۔ آج میں اسکے قریب جاؤنگی۔ لیکن جانے کے پہلے میں دنیا کے کانوں میں ڈال دینا چاہتی ہوں کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ پاگل تو نہیں ہے اسکو بنایا ہے وہ تمہارے ہاتھوں سے چلنے والا محض ایک کھلونا ہے۔
گھبراؤ مت، اسکے قریب جانے کے پہلے میں یہ بتلا کر جاؤنگی کہ اسکو کیوں اور کیسے جانتی تھی؟ اسکا اور میرا آپس میں کیا تعلق ہے؟ مجھسے زیادہ اسکو جانتا ہی کون ہے؟ صرف میں ہی تو تھی جسکو وہ دعوی کیا تو کہہ سکتا تھا کہ میں اسکو بچپن سے دیکھتا

ہل
آیا ہوں" لیکن میرے چاروں طرف پھیلے ہوئے جال کو کاٹ
دینا اسکے لئے غیر ممکن تھا۔

ہاں، تو سنو، میرا اور اسکا کیا رشتہ تھا؟ نہ بتلاؤنگی تو
دنیا مجھپر انگلی اٹھائیگی ہے اسلئے اسکے دل کو تکلیف پہونچیگی۔
میں اس آخری وقت میں اسکے دل کو تکلیف نہیں پہونچانا
چاہتی۔ میں اسکو پورے یقین کیساتھ جانتی کہ جب تک میں
اسکے قریب نہ پہونچونگی اسکا دل میری وجہ سے تڑپیگا۔ اسکو
وہ جب اچھی طرح جانتا ہے کہ اتنی بڑی دنیا میں صرف
میں ہی تو اسکے مرنے کے بعد اسکی یاد میں آنسو بہاؤنگی۔

سنا والد صاحب کا تبادلہ کانپور کو ہوگیا ہے۔ پہلے
تو بدایوں چھوڑتے ہوئے بڑی تکلیف ہوئی لیکن کانپور جیسے
شہر کی ہر وقت کی چہل پہل دیکھکر بہت ہی جلد بدایوں کی
پرانی سہیلیاں بھول گئیں۔ ابھی ہمکو لئے کسال میں آئے
زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ ایکدن دیکھا ہمارے پڑوسی
کی لڑکی اپنے بڑے بھائی کی سائیکل پر چڑھنے کی کوشش کر
رہی ہے۔ مجھکو ہنسی آگئی اسکا درمیان چوک گیا، دھڑام
سے سائیکل نالی میں گر گئی، اسکے اوپر خود بھی اسکے اوپر
لڑھکی پڑی تھی۔ دوڑ کر میں نے اسے اٹھایا۔ اور مجھکو اچھی
طرح یاد ہے اسدن سے میری دوستی ہوگئی۔ وہ مجھکو
صرف ایک سال چھوٹی تھی۔ دھیرے دھیرے ایک دوسرے
کے گھر پر جاکر بھی کھیلنے لگے۔

زمانہ گذرتے دیر نہ لگی۔ ہم دونوں ایک ہی درجہ
میں پڑھتے تھے۔ انٹرنس بھی ساتھ پاس کیا تھا۔ ایک دن
کی بات ہے کہ میں آپکے کمرے میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی
تھی۔ اسکا کمرہ دوسری منزل پر تھا اسکے کمرے کی کھڑکی سڑک
کی طرف کھلا کرتی تھی۔ ہاں تو سندھیا نے ہنس کر کہا۔ جی جی
کیا تمنے کبھی بندر بھی دیکھا ہے؟ وہ مجھکو جی جی کہکر بلایا کرتی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں پر"
"اُدھر سے وہ بندر نہیں جو درختوں پر رہتا ہے"

"تو کون سا بندر"
"جو میں نے پالا ہے"
"تو نے کب بندر پالا، مجھکو تو کبھی نہیں دکھلایا" میں ایک
سانس میں کئی سوال کر گئی، اور وہ ہر سندھیا کا منہ تاک
رہی تھی۔
تو دیکھو گی، ہنسی کو روکتی ہوئی میرا آنچل پکڑ کر مجھکو وہ
کھڑکی کے نزدیک لے گئی۔ کھڑکی کا ایک پٹ زور سے
بند کر کے کھول دیا۔
"ارے کیا کرتی ہے؟ کیا دروازہ توڑتا ہے" لیکن
دوسرے ہی لمحہ سامنے والے مکان کی کھڑکی کھل گئی اور
سامنے ایک نوجوان ہنستا ہوا نظر آیا۔
"ہیں یہ کیا؟" میں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے دیکھا کہ
سندھیا نے ہوا میں کچھ لکھا، شائد اسکو میرا تعارف کرایا جارہا تھا
جب وہ لوٹ کر آئی تو ہنس کر بولی، دیکھا میرا بندر خوب ناچنا
جانتا ہے"

"بڑی بے شرم ہوگئی ہے تو۔ تو یہی تیرا یعقوب ہے
جسکو ہمیشہ تو باتیں کیا کرتی ہے۔ اسکو تو میں نے کئی بار
آتے جاتے دیکھا ہے"
"ہاں جی جی"
"تجھے میں نے پہلے بھی سمجھایا اور آج بھی سمجھاتی ہوں کہ تیرے
کہ تیرا اور اسکا ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ آخر وہ مسلمان ہے،
کایستھ اور مسلمان میں شادی کیسے ہو سکتی ہے۔ اسکو تو بھول
جا، اسکے بھولنے میں ہی تیری بھلائی ہے"
"نہیں جی جی، ایسا نہ کہو" گویا وہ رونے والی ہے"
"میں اسکے بغیر زندہ نہ رہونگی" وہ بھی میرے پاگل ہو
جائیگا"
اسیوقت سندھیا کی والدہ نے آکر ہم لوگوں کی باتوں
کو وہیں ختم کر دیا"
سندھیا طبیعت کی بڑی بھولی تھی۔ وہ ایک بے وقوفی

کر بیٹھی، وہ تھا اسکا۔ محبت کرنا اور ایک غیر مذہب کے ساتھ۔ اسنے مجھسے کچھ چھپایا نہ تھا۔ سب کچھ اسنے میرے سامنے ظاہر کر دیا۔ میں اسکو سمجھاتی، دلائل پیش کرتی لیکن اسپر میری کسی بات کا اثر نہ ہوتا۔ آخر کار اس سے ہار کر میں نے یعقوب سے تعارف بڑھایا۔ اور سمجھایا، لیکن اسپر تو گویا بھوت سوار تھا۔ محبت کا بھوت، وہ اندھوں کی طرح ایسے راستہ پر بڑھ رہا تھا۔

ایکدن وہی ہوا، جسکا مجھکو ڈر تھا، بڑے بھائی نے سندھیا کو یعقوب سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا، وہ غصہ بھر گیا، دنیا کو دیکھے اور سمجھے ہوئے تھا، ماں پر بہت بگڑا گو بوڑھی کر بھی جوان لڑکی کو دیکھ بھال نہیں کر سکتی۔ والد بچپن میں ہی اپنی بیوی پر سارا بار چھوڑ کر اصل حق ہو گئے تھے۔ ماں نے مختلف پریشانیاں جھیل کر بچوں کو کسی قابل بنایا۔ جب سے بڑا لڑکا کمانے لگا، ماں نے سکون کا سانس لیا تھی سندھیا کا بڑا بھائی بڑی لگن کیساتھ ماں اور بھائی بہنوں کی خدمت کرتا تھا۔

کسی طرح بڑے بھائی بچے نے دوڑ دھوپ کر سندھیا نے انکار کرنے پر بھی اسکی شادی کر کے اسکو سسرال روانہ کر دیا، اور اسطرح اپنے فرض سے اسے نجات ملی۔ روتی تڑپتی سندھیا سسرال پہونچکر یعقوب کو بھلانے کی بیکار کوشش کرنے لگی۔ لیکن جو اسکے نس نس میں سما گیا تھا، اسکو یکدم نکالنے میں وہ کامیاب نہ ہو سکتی۔

ایک دن یعقوب کو یکایک خبر ملی کہ اسکی سندھیا ایک بچہ کو پیدا کر کے دوسرے ہی دن مر گئی جو آخری لفظ اسکے منہ سے نکلا وہ تھا، یعقوب، لیکن کوئی بھی اسکو آخری خواہش کو پورا نہ پایا۔ اسکی جان بڑی دیر تک اٹکی رہی گویا یعقوب کا راستہ دیکھتی رہی ہو۔ یعقوب نے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔ جی بھر کر سماج کو کوسا اور گالیاں دیں۔ گھر کا سارا سامان اٹھا کر پھینک دیا اور سارا دن اپنی اسی کھڑکی پہ کھڑا روتا رہا۔

یہ قسمت تو [illegible] سے ہی تھا ہوش سنبھالنے پر جب اسکو معلوم ہوا کہ جس مسلمان خاندان میں اسکی پرورش ہوئی وہ گھر اسکا اپنا نہیں ہے۔ ماں باپ بھی پتہ نہیں اس کا کون ہے؟ ایک دن شہر میں ہندو مسلم فساد ہو رہا تھا۔ چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا، کافی رات گذر چکی تھی۔ یکایک اس سناٹے کو توڑتے ہوئے ایک نوزائیدہ بچے کی چیخ سنائی دی۔

محلہ مسلمانوں کا ہی تھا۔ اسکے رونے کی آواز سنکر چوکیدار نے بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ سویرے سب نے اٹھکر بچہ کو دیکھا۔ بہت لوگوں نے کہا کافر کا بچہ معلوم پڑتا ہے۔ مار ڈالو۔ رحیم چاچا کو بچے پر رحم آگیا، انکے کوئی اولاد نہ تھی، انھوں نے خدا کا عطیہ سمجھکر بچے کی پرورش کی۔ بڑے پیار کیساتھ پل پوس کر وہ بڑا ہوا۔ لیکن جس دن یعقوب کو اصلیت کا پتہ چلا وہ غصہ ہو کر ایک دن چپ چاپ گھر چھوڑ کر چلا آیا کانپور میں ایک کرایہ کا مکان لیکر وہیں ملازمت کر لی۔

سندھیا کی موت کی خبر سنکر گویا وہ پاگل ہو گیا۔ مجھے اس کا رونا نہ دیکھا جاتا تھا، میں اسکو بہت سمجھاتی مگر میری باتوں پر وہ ذرا بھی توجہ نہ دیتا تھا۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ وہ کچھ دیر کیلئے خاموش ضرور ہو جاتا تھا۔ میں نے اسے بہت سمجھایا کہ قسمت میں جو کچھ تھا وہ آخر ہو کر ہی رہا۔ بھلا اس طرح کب تک کام چلیگا؟ بیکار اپنی جان پریشانی میں ڈالنے سے کیا فائدہ؟ وہ نہ معلوم کتنے دنوں تک کھانا نہ کھاتا۔ اکثر کام پر نہ جاتا اور کھڑکی پر کھڑا روتا رہتا۔

ایک دن دھوم دھام کیساتھ میں بھی سسرال کے لئے رخصت ہو گئی۔ میں نے ڈولے کے کونے سے پردہ اٹھا کر دیکھا کہ وہ اپنی کھڑکی پر کسقدر مایوسانہ انداز میں کھڑا تھا۔ وہ ٹکٹکی سندھیا کے کمرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شائد اب بھی وہ اس انتظار میں تھا کہ کب کھڑکی کھلے اور مسکراتی ہوئی سندھیا نظر آوے۔ باجوں کی آواز سے اسکا تخیل ٹوٹ گیا۔ اسنے میرے ڈولے کی طرف دیکھا اسکی نظریں میری

تلاش کرتی ہوئی دکھلائی دیں۔ لوگوں کو نظریں بچا کر میں نے آہستہ سے اوپر کا پردہ اٹھا دیا۔ میں نے دیکھا کہ دو موتی جیسے آنسو چمک کر یعقوب کے رخساروں پر سے لڑھک پڑے۔

سسرال میں آئے کئی سال گزر گئے تھے۔ اس درمیاں والد صاحب کی کانپور سے تبدیلی بھی ہو گئی یعقوب کی بھی کوئی خبر نہ لگ سکی تھی۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھی تکیہ کا غلاف کاڑھ رہی تھی دور سے بچوں کا شور سنائی پڑا، یکایک سوئی میرے ناخون میں چبھ گئی۔ آنکھوں میں درد کیوجہ سے یکایک آنسو نکل آئے۔ سوئی وہیں رکھکر کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی اور نیچے جھانکنے لگی۔ دیکھا بہت سے لڑکے ایک آدمی کو گھیرے تھے، ڈاڑھی بھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ مگر وہ شخص محض ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ ایک لمحہ اگر وہ رو یا اور ایک لمحہ ہنستا۔ میں نے اسے بار بار سندھیا کا نام لیتے ہوئے سنا۔ وہ بچوں کی کسی بھی شرارت کی مخالفت نہ کرتا تھا۔

اس قدر تغیر کے بھی اسکو پہچاننے میں مجھے دیر نہ لگی۔ یعقوب سے میں بھائی سے بھی زیادہ محبت کرتی تھی۔ سندھیا کے مرنے کے بعد اس سے میرے دل میں ہمدردیاں اور زیادہ ہو گئیں تھیں اس کو اس حالت کو دیکھکر میرا دل رو اٹھا۔ زیادہ نہ دیکھا گیا۔ کھڑکی سے ہٹ کر پلنگ پر دراد دیر تک پڑی پڑی روتی اور سماج کو کوستی رہی۔ اگر سندھیا اور یعقوب کی شادی ہو جاتی تو یعقوب تو یعقوب کی ایسی حالت کیوں ہوتی۔ کیا سماج کی اس کا ذمہ دار نہیں ہے؟

پھر تو میں روز ہی یعقوب کو اس سڑک سے گزرتے دیکھتی۔ بچے اس کو چاروں طرف سے گھیرے رہتے، ڈھیلے مارتے اور تنگ کرتے۔ کبھی کوئی رحمدل بچہ اپنے گھر سے روٹی لاکر بھی کھلا دیتا۔

میں کھڑکی پر کھڑی تھی۔ یعقوب کی آنکھیں میری آنکھوں سے ٹکرا گئیں۔ اسکے اٹھتے ہوتے قدم وہیں رک گئے۔ تھوڑی دیر کیلئے اسکو ساری دیوانگی جاتی رہی وہ گم سم سا میری طرف کھڑا دیکھتا رہا۔ لیکن پلک جھپکتے ہی وہ پھر پاگل ہو گیا۔ وہ پھر ویسے ہی بار بار رونے ہنسنے اور سندھیا کو پکارنے لگا۔

اس طرح پچیس جاڑے، گرمی اور برسات اسپر سے گزرے۔ میں نے اس میں اور اسکی دیوانگی میں کوئی تغیر نہ دیکھا میں اسکو دور سے آتے دیکھتی اور جبتک وہ میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جاتا برابر دیکھتی رہتی۔ لیکن نیچے اتر کر دروازے پر کھڑی ہو کر کبھی اسے نہ دیکھا۔ اور نہ اسکی مصیبت کی کوئی بات دریافت کی۔ کیونکہ اگر کہیں کوئی دیکھ لے اور ٹوک دے کہ اتنے اونچے خاندان کی لڑکی ایک مسلمان پاگل سے باتیں کر رہی تھی وہ خاندان کی ناک نہ کٹ جائیگی؟ لہذا خاموش ہی رہنا پڑا۔

مگر آہستہ آہستہ دنیا کی طرف سے میری بیزاری بڑھنے لگی۔ اس سکے رہن سہن، رنگ ڈھنگ سے نفرت ہونے لگی لیکن مشین کی طرح بے جان سی رات دن کام میں لگی ہوئی اپنے کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتی رہتی۔

ابھی جب بچوں کے منہ سے پاگل پاگل کی آواز سنی، تو ہاتھ کا کام وہیں چھوڑ کر سیدھے اپنے کمرے میں پہونچکر کھڑی ہوئی۔ ابھی میں اسکا منہ ٹھیک سے دیکھ بھی نہ پائی تھی کہ سامنے سے آتی ہوئی موٹر سے دھکے سے گرتے اور چلتے دیکھا۔ خدا نے کیا یہ دکھ دکھلانے کے لئے ہی مجھکو زندہ رکھا تھا؟ اے بے رحم سماج تو نے

اب تک نہ معلوم کتنے بد قسمت انسانوں کو ایسے رسم و رواج کی بیڑیوں میں جکڑ کر انکی زندگی کو ختم کر دیا۔

یہ ہے اس بد قسمت پاگل کا افسانہ زندگی اس لئے کہتی ہوں کہ آخر میں تو یہ کر دل گی اسکے نزدیک جاؤنگی اور اس کی قبر پر اپنے ہاتھوں سے پھولوں کا ہار چڑھا کر چراغ جلاؤں گی۔ آج مجھکو اس کا ڈر نہیں ہے کہ دنیا کیا کہیگی؟ میرے خاندان کی ناک بٹہ ہے کٹا کرے مجھکو ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔

آنکھیں کھول کر دیکھو تو میں یعقوب کے قریب کھڑی ہوں۔ منہہ پر انچل ڈالنے والی کا منہہ کھلا ہوا ہے وہ آخری ہچکیاں لے رہی ہے۔ ذرا دیر میں سب کچھ ختم ہو جائیگا۔ میرے چاروں طرف بھیڑ امڈی چلی آ رہی ہے۔ تند اور جٹھانیاں بڑی دشمن کیسا تھ میری طرف نفرت کیسا تھ دیکھ رہی ہیں۔ میرے شوہر ہاتھ میں لکڑی لئے میری طرف تیزی کیسا تھ چلے آ رہے ہیں۔ لیکن میری آنکھوں کے سامنے تو تاریکی چھائی جاری ہے۔ شائد جب وہ مجھے گھر لے جانے کے لئے پکڑ کر ہاتھ کھینچیں گے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکے قبل ہی میں بے ہوش ہو کر یعقوب کی قبر پر لڑھک جاؤں گی۔

چاند

از جناب ایم ریاض احمد ریاض

آجا پیارے چاند تو آجا　　آ ہم سب کا دل بہلا جا

آجا پیارے چاند تو آجا

تو آیا تو بادل بھاگے　　تارے بھی خوش ہو کر جاگے

آجا پیارے چاند تو آجا

رات کو تو نے دن ہے بنایا　　ہم سب کو رستہ ہے دکھایا

آجا پیارے چاند تو آجا

آجا مجھکو کھیل کھلا جا　　اک اچھا سا گیت سنا جا

آجا پیارے چاند تو آجا

خوش رہنے کا بھید بتا جا　　ریاض کے دل کو تو بہلا جا

آجا پیارے چاند تو آجا

عورتیں کیا کریں

[از رام رانی دیوی صاحبہ]

اگرچہ ہندوستان باقاعدہ شکل میں میدان جنگ میں نہیں رہا لیکن باوجود اسکے جنگ کا ہندوستان پر ہمہ گیر اثر پڑا ہے۔ ملک کو خوراک اور کپڑے کے لئے بے انتہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ غربت کی مارے پریشان ہندوستان روز بروز غربت کے پنجہ میں پھنستے گئے ہیں۔

آج اس بات کی ضرورت ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں محلہ محلہ اور گاؤں گاؤں کی عورتوں تک پہنچ کر انکے مسائل سمجھیں اور انکی روزمرہ پریشانیوں کو جلد از جلد ختم کرنے کی کوشش کریں۔ آج طبقہ ادنا اور طبقہ تھا۔ آہستہ آہستہ طبقہ اوسط بھی اسی حالت میں آ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خاندانی زندگی سے نفرت پیدا ہو جائیگی۔

ایسی حالت میں بچوں کی تعلیم و ترتیب کی عام تعلیم پرسوں کا انتظام کنڈر گارڈن اسکول بچوں کے لئے اسپتال یہ سب ہر ایک جگہ کی معمول خصوصیتیں ہونی چاہیں جس سے ہماری ضرورتوں کی عام طور سے تکمیل ہو سکے۔ مزدور طبقہ کی ماؤں کا کی خاندانی زندگی باقاعدہ شکل میں چلانے کے لئے خاندانی بھتہ بھی ملنا چاہئے جس میں وہ ضرورت پڑنے پر اپنی نوکری چھوڑ سکیں۔ بڑھتی ہوئی صنعتی حالت کیساتھ ساتھ خاندانی بھتہ کی اہمیت بھی بڑھ رہی ہے۔ اس کے نہ ہونے سے ان عورتوں کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا جو الگ الگ خاندانوں میں رہتی ہیں اور جن کو اپنے کندھوں پر اپنے خاندان اور بچوں کے تفکرات کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔

جو عورتیں کافی تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ جنکو اپنے کاموں کی تعلیم نہیں حاصل، یا جو جسمانی محنت کے لئے نا قابل ہیں۔ اُن کو گھریلو صنعتوں اور ٹریننگ۔ مناسب تعلیم اور آسانی حاصل ہونی چاہیئں جس سے وہ اپنی مالی مشکلات دور کر سکیں۔ ایسے کاموں کی باقاعدہ اسکیم بنانا چاہیے۔

مکانوں کے مسائل کا حل کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ مکانوں کی موجودہ حالت کی وجہ سے ہماری خاندانی زندگی کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ گھروں میں ہمیشہ ایک مجمع سا لگا رہتا ہے۔ یہاں کا ماحول غیر صحت بخش

۔ گا بدرہتا ہے یہاں سکون قطعی نہیں ہے۔

سبھی طبقوں کی عورتوں میں باقاعدہ طریقے سے کام ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ انہیں کام کرنے والیوں پر منحصر ہے جو اپنا پورا وقت اس کام میں دے سکیں۔ اس کے لئے سب سے ضروری ہے کہ وہ اقتصادی پریشانیوں سے محفوظ ہوں۔

کوئی بھی جماعت عورتوں کے لئے اسیوقت مفید ثابت ہو سکتی ہے جبکہ عوام عورتوں کی روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل پر غور کریں اور اسکے حل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارے ملک کی عورتوں کا ایک بہت بڑا حصہ آج انسانی زندگی کی دو بہت بڑی ضروری چیزوں کی تعلیم اور اقتصادی خوشحالی کے نہایت معمولی اور ابتدائی اختیارات سے بھی محروم ہے۔ اگر کسی نسوانی انجمن کو ملک کے آیندہ زمانے میں اپنے لئے کوئی جگہ بنانی ہے تو اسکو اپنا پروگرام متذکرہ بالا مسائل کے پیش نظر بنانا چاہیئے۔

پھونکی دنیا۔

سیانی چوہیا

[از کماری رانی بالا]

ایک بڑھیا تھی۔ اس کے کوئی نہ تھا۔ بیچاری ادھر اُدھر سے مانگ کر کچھ لاتی تھی اور جیسے بنتا تھا اپنی روٹی چلاتی تھی۔ جب کبھی اسکے پاس لکڑی نہ ہوتی تھی تو وہ اپنے سر کے بال نوچکر چولہے میں جلاتی تھی۔ پاس ہی ایک سوراخ تھا جس میں ایک چوہیا رہتی تھی۔ اس نے بڑھیا کو روتے اور جھینکتے اور اپنے بال نوچکر چولہے میں جلاتے دیکھا تو وہ اپنے سوراخ میں سے ایک لکڑی نکال لائی اور اسکو اس کو اس بڑھیا کو دیدیا۔ بڑھیا لکڑی پاکر بہت خوش ہوئی اور اس نے خوشی خوشی روٹی پکائی۔ اب چوہیا کبھی اس روٹی پر کودے کبھی اس روٹی پر کودے۔

بڑھیا نے پوچھا۔ چوکھو چکھو یہ کیا کر رہی ہو؟

چوہیا بولی :-

" میں نے اپنے بل سے لکڑی لے کر تجھے دی تو کیا اے بڑھیا۔ مجھے ایک روٹی نہ دوگی ؟ "

یہ سنکر بڑھیا نے اسے ایک روٹی دے دی روٹی لے کر وہ آگے چلی۔ ایک کمہار کا لڑکا بیٹھا ہوا بیٹھکے رو رہا تھا۔ چوہیا نے کمہار سے پوچھا۔ کمہار دادا۔ اس لڑکے کو کیوں رولا رہے ہو! کمہار نے کہا۔ " کیا کریں لڑکا بھوکا ہے۔ اور گھر میں ابھی روٹی پکی نہیں۔ چوہیا نے کہا۔ تو روٹی میں دیتی ہوں۔ اور اس نے روٹی لڑکے کو دیدی۔ لڑکا چپ ہو گیا اور روٹی کھانے لگ گیا وہاں بہت سی مٹکیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اب چوہیا کبھی اس مٹکی پر کودنے لگی کبھی اس مٹکی پر کمہار نے پوچھا۔ چوکھو چکھو یہ کیا کر رہی ہو؟

چوہیا بولی۔

اپنے بل سے میں لکڑی لاکر بڑھیا کو دے آئی بڑھیا نے ایک روٹی دی اور اسکو تیرے لڑکے نے کھائی۔ تم کیا اسے کمہار دادا مجھکو ایک مٹکی نہ دوگے؟" یہ سنکر کمہار نے ایک مٹکی دیدی مٹکی لیکر چوہیا آگے چلی تو ایک اہیر راستے میں ماتھے پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھا تھا۔ چوہے پوچھا۔ اہیر ایسے رنجیدہ کیوں ہو؟۔ اہیر نے کہا کیا کروں مٹکے کی مٹکی پھوٹ گئی۔ چوہیا نے وہ مٹکی اس اہیر کو دیدی۔ اہیر کے یہاں بہت سی بھینسیں تھیں۔ چوہیا کبھی اس بھینس پر کودنے لگی کبھی اس بھینس پر۔ اہیر نے پوچھا۔ چوکھو چوکھو یہ کیا کر رہی ہو؟"

چوہیا بولی:۔

"بل سے میں لکڑی لاکر بڑھیا کو دے آئی بڑھیا نے مجھکو ایک روٹی دی۔ روٹی کمہار کو دے آئی۔ کمہار سے ایک مٹکی ملی۔ مٹکی میں نے تم کو دیدی۔ کیا تم مجھکو اہیر دادا ایک بھینس نہ دوگے؟"

اہیر نے ایک بھینس دیدی۔ بھینس لیکر چوہیا آگے چلی۔ راجہ کے کنور دودھ کے لئے مچل رہے تھے اور رانی انکو منا رہی تھیں چوہیا نے پوچھا۔ "راجہ راجہ کنور کیوں رو رہے ہیں؟"

راجہ نے کہا۔ کیا بتائیں۔ چوکھو کنور دودھ کے لئے مچل رہے ہیں اور رانی اب دودھ پلاتی نہیں ہیں" چوہیا نے کہا۔ تو ہماری بھینس لو کنور کے واسطے دودھ ہی دودھ ہو جائیگا"

راجہ نے بھینس لے لی۔ راجہ کے بہت سی رانیاں تھیں۔ چوہیا کبھی اس رانی پر کودنے لگی کبھی اس رانی پر۔ راجہ نے پوچھا۔ چوکھو چوکھو یہ کیا کر رہی ہو؟"

چوہیا نے کہا:۔

بل سے میں لکڑی لاکر بڑھیا کو دے آئی۔ بڑھیا نے ایک روٹی دی۔ اسے کمہار کو دے آئی کمہار سے ایک مٹکا ملا۔ مٹکا اہیر کو دے آئی اہیر نے ایک بھینس دی۔ بھینس میں نے تم کو دی۔ اے راجہ کیا تم مجھکو ایک رانی نہ دوگے؟"

راجہ نے اسے ایک رانی دے دی۔ رانی لیکر چوہیا آگے بڑھی۔ ایک کھٹک بیٹھا ہوا تھا اور روٹی پکا رہا تھا۔ چوہیا نے پوچھا ۔ کھٹک دادا کھٹکن کہاں گئی جو تم روٹی پکا رہے ہو کھٹک نے کہا۔ کیا بتائیں چوکھو کھٹکن مر گئیں۔ اب اپنی روٹی میں ہی پکا رہا ہوں۔

چوہیا نے کہا۔ بلا ہوا۔ میرے پاس یہ راجہ کی رانی ہیں انہیں تم لے لو۔ چوہیا نے رانی کھٹک کو دیدی۔ کھٹک کے یہاں بہت سی منڈھی منڈھائی ڈھولکیں رکھی ہوئی تھیں چوہیا کبھی اس ڈھولک پر کودتی کبھی اس ڈھولک پر۔ کھٹک نے پوچھا۔ چوکھو چوکھو یہ کیا کر رہی ہو؟

چوہیا نے کہا۔

بل سے لکڑی لاکر اسے بڑھیا کو دیا بڑھیا نے روٹی دی۔ روٹی کمہار کو دی۔ کمہار نے مٹکا دیا۔ مٹکا اہیر کو دیا۔ اہیر نے بھینس دی۔ بھینس راجہ کو دی۔ راجہ نے رانی دی۔ رانی تمکو دی۔ تم کیا مجھکو ایک ڈھولک نہ دوگے

ڈھولک لے کر وہاں سے چلی
اور چل کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر ڈھولک
لے کر جا بیٹھی اور اسے بجا بجا کر
گانے لگی —
"اے میری ڈھولک۔ بج کیونکہ
تو رانی کے بدلے بن آئی ہے۔"

گیہوں کی کھیتی

[از جناب بی۔ این۔ سنگھ ایگریکلچرل افسر آئی۔ اے سی۔ آر۔ ٹی۔ سی لکھنؤ]

کھانے والی فصلوں میں گیہوں سب سے اچھی فصل ہے۔ گیہوں کی کھیتی دنیا میں سب سے پہلے سے چلی آئی ہے۔ ہندوستان کے سارے ہی حصوں میں گیہوں پیدا ہوتا ہے مگر سب سے زیادہ گیہوں پنجاب اور گنگا جمنا کے بیچ کے علاقہ دوآب میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن گیہوں کی پیداوار اتنی نہیں ہوتی کہ جس سے ہم لوگوں کی ضرورت پوری ہو جائیں۔ باہر کے دوسرے ملکوں کا گیہوں اس ہمارے ملک کے گیہوں سے سستا بکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ پرانی لکیر کو پیٹتے چلے آرہے ہیں جس کی وجہ سے اس ملکوں کے مقابلہ میں جو کھیتی کے طریقوں میں ہم لوگوں نے ترقی یافتہ ذرائع اختیار کرتے ہمارا پرانے طریقے اور پرانے اوزار ناکافی ہیں۔ اگر ہم لوگ بھی ترقی شدہ طریقوں سے کھیتی کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنی پیداوار کو بڑھا نہ سکیں۔

گیہوں کی کھیتی کی تیاری جیٹھ بیساکھ سے کرنا چاہیئے۔ جن کھیتوں میں گیہوں بونا ہو ان میں پلٹوا کر کے مٹی الٹنے والے ہلوں سے دو بار جتائی کر دینا چاہیئے تاکہ فصل کو نقصان پہونچانے والے کیڑے مکوڑے اور انکے انڈے بچے مٹی کے نیچے دب کر مر جائیں اور اگر اوپر رہ جائیں تو دھوپ سے سوکھ کر مر جائیں اور انہیں چڑیاں کھالیں۔ گھاس پوس جو کھیتوں میں اُگ آتی ہے اس طرح سے وہ سوکھ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ گرمیوں کے دنوں میں جب تدروں کی لو چلتی ہے تو وہ اپنے ساتھ بہت سا کوڑا کرکٹ اکھاڑ لاتی ہے۔ جتے ہوئے کھیتوں میں وہ بھی کافی جمع ہو جاتا ہے اور کھاد کے کام میں آتا ہے۔ علاوہ اس کے دھوپ اور ہوا سے زمین کو وہی فائدہ پہونچتا ہے جو ہم سب لوگوں کی زندگی کو — ہاں ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ جو کھیت گرمیوں میں جوت کر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ ان میں برسات کا پانی خوب جذب ہو جاتا ہے اور آنے والی فصل کے لئے جمع رہتا ہے۔ اب برسات کے شروع ہونے پر قریب ۱۵ جون کے کھاد کے واسطے سنئی بو دینا چاہیئے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آرگینک

[نباتاتی حصہ] سے بلوی زمین میں پانی روک سکنے
کی طاقت پیدا ہو جائے گی اور چکنی مٹی میں پانی
اور ہوا کیلئے راستہ ہو جائیگا۔ علاوہ اس کے
کھاد کی کمی پوری ہو جائے گی۔ جولائی کے آخری
یا اگست کے پہلے ہفتہ میں پاٹا دے کر اسکو
گرا کر الٹنے والے ہل سے اس طرح جوت کر دبا دینا
چاہیئے کہ سنئی مٹی سے دب جائے اور سڑ کر عمدہ
کھاد بن جائے۔ سنئی اگر دیر میں جوتی جائے گی
اور برسات ختم ہو جائے گی تو وہ اچھی طرح سڑ نہ سکیگی
اور نتیجہ یہ ہوگا کہ دیمک اکٹھا ہو جائینگے اور آئندہ والی
گیہوں کی فصل کو نقصان پہونچائینگے۔ لہذا یہ ضروری
ہے کہ سنئی میں پھول آنے لگیں یا اگر چھوٹی بھی ہو تو
اگست کے پہلے ہفتہ میں اسکو ضرور جوت کر دوٹ
دینا چاہیے۔ سنئی کی کھاد آئے ہوئے کھیت میں
گیہوں کے لئے اور دوسری کھاد کی ضرورت نہیں
ہوتی۔ سنئی جوتنے کے قریب ایک مہینے کے بعد
کھیت کو اسی طرح پڑا رہنے دینا چاہیئے۔ ستمبر تک
جبتک کہ نمی اڑنے کا ڈر نہ ہو مٹی الٹنے والے
ہل سے جتائی کرنا چاہیئے۔ مگر برسات کے بند ہونے
پر مٹی الٹنے والے ہلوں کا استعمال بند کر دینا چاہیئے
اور کھیت کی تیاری دیسی ہل سے کرنا چاہیئے۔ اکتوبر
کے مہینے میں جتائی رات میں یا تڑکے (سویرے) کرنا
چاہیئے تاکہ کڑی دھوپ سے کھیت کی نمی نہ اڑ سکے۔
ہر جتائی کے بعد پاٹا دینا بہت ضروری ہے۔ گیہوں کا
کھیت جتنا زیادہ جوتا جائیگا اتنا ہی اچھا ہے۔ لہذا
۸ - ۱۰ جتائی سے کم کسی حالت میں نہ ہونی چاہیئے
کہا جاتا ہے کہ گیہوں کا کھیت اسوقت تیار سمجھنا چاہیئے
جب کہ پانی بھر کر کھیت میں چھوڑا جائے اور وہ
نہ ٹھہرے۔ مطلب یہ ہے کہ کھیت کی مٹی خوب باریک
اور نرم ہو جائے۔

یہ تیاری تو ان کھیتوں کے سلسلہ میں ہوئی
جن سے کہ خریف کی کوئی فصل نہیں لی گئی تھی خالی
پڑے رہتے۔ دوسرے ایسے کھیت بھی ہوتے ہیں جن سے
خریف کی فصل بھی حاصل کی گئی ہے اور ربیع میں
گیہوں بھی لیا جاتا ہے۔

ایسے کھیت ستمبر کے آخر تک کٹ جانے پر
مٹی الٹنے والے ہلوں سے جوت کر پچھلی فصل
جڑیں اور گھاس پھوس [illegible] یا ہاتھ سے
چن لینا چاہیئے۔ ایسے کھیتوں کے لئے کافی مقدار
کی ضرورت ہوتی ہے۔ کم از کم ۱۵۰ من اچھی
سڑی ہوئی گوبر کی کھاد ایک ایکڑ میں دینا چاہیئے
اگر گوبر کی کھاد کی کمی ہے تو ۷۵ من گوبر کی کھاد
اور ۷ من رینڈی کی کھلی ملا کر ڈالنا چاہیئے۔ اگر گوبر کی
کھاد نہ مل سکے تو ۱۵ من رینڈی کی کھلی ایک ایکڑ میں
دینا چاہیئے۔ مگر یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کھلی کی کھاد
گیہوں بونے کے کم سے کم ۱۵ دن پہلے ڈالی جائے
تاکہ وہ زمین میں خوب مل سکے۔ اسکے بعد جتنی جتائی
ہو سکے کم سے کم ۵ - ۶ دیسی ہلوں سے کرنے پر
جتائی کے بعد پاٹا دینا چاہیئے۔

۲۰ — ۳۰ اکتوبر کے درمیان میں گیہوں
بونا چاہیئے یا [illegible] کے شروع میں اور سوائی کے
اخیر میں۔ گیہوں کی بوائی نومبر کے پہلے ہفتہ میں ضرور
ختم ہو جانی چاہیئے۔

بونے کے لئے بیج کی تعداد کھیت کی طاقت
اور نوعیت پر منحصر ہے۔ گنگا کے علاقہ میں جہاں زمین
بہت زرخیز ہوتی ہے اور نمی کافی ہوتی ہے
وہاں پر ۳۵ - ۴۰ سیر بیج ایک ایکڑ کے لئے کافی
ہوتا ہے۔ مگر کمزور خشک کھیتوں میں کھاد اور

نمی نہ ہونے سے ۶۰ – ۷۵ سیر بیج بھی کم ہو جاتا ہے۔ اوسطاً ۵۰ – ۶۰ سیر فی ایکڑ کسانی ہوتا ہے

بوائی کے ۲۵ – ۳۰ دن بعد پہلی سینچائی کر دینا چاہیئے۔ سینچائی نہ ہو جلد ہونی چاہیئے اور نہ دیر میں۔ اگر سینچائی جلد ہو گی تو جڑیں مضبوط نہ ہونگی اور پانی سے انہیں بجائے فائدے کے نقصان پہونچے گا اور اگر دیر میں ہو گی تو بھی انہیں نقصان ہو گا۔ اس لئے پہلی سینچائی نومبر کے اخیر میں یا دسمبر کے شروع میں کر دینا چاہیئے۔ مہاوٹ کے ہو جانے سے زیادہ تر دوسری اور تیسری سینچائی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن جس سال جاڑے دن میں تو پانی نہ گرے اس سال گیہوں میں دو تین پانی دینا ضروری ہے اگر کھیت سوکھ جائے تو پانی آنے پر ایک پانی اور دینا چاہیئے۔ گیہوں کی فصل کاٹنے کے لئے مارچ کے تیسرے چوتھے ہفتہ میں تیار ہو جاتی ہے

ہر سال ایک ہی کھیت میں گیہوں نہ بونا چاہیئے بلکہ گیہوں کے بعد کپاس۔ مونگ پھلی ارہر اور گنا وغیرہ بونا چاہیئے۔

والیان ریاست اور خوراک۔ صورت حال

[illegible] اپریل [illegible] کو ایوان والیان ریاست [illegible] کی قائمہ نے اپنے اجلاس [illegible] صورت حال کا بالعموم اور دیسی ریاستوں کا بالخصوص جائزہ لیا معلوم ہوا [illegible] سکریٹری خوراک [illegible] میں خوراک کی تازہ ترین صورت حال [illegible] ایک بیان دیا اور بتایا [illegible] نازک صورت حال پر قابو پانے کے لئے ریاستیں کس طرح تیار [illegible] ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ فراہمی کے عمدہ نظام اور [illegible] ریاستوں کے موجودہ [illegible] اس [illegible] غلہ تقسیم پر زیادہ زور دیا گیا۔ فروری کے مہینہ میں اناج مہیا کرنے کیلئے کئی ریاستوں سے شدید تقاضے موصول ہوئے تھے جن سب کو مرکزی حکومت نے پورا کر دیا تھا۔ تاہم خوراک کی [illegible] حالت کے باعث یہ محسوس کیا گیا کہ آئندہ اس قسم کے تقاضوں کو پورا [illegible] میں۔ اب ہر علاقہ کیلئے خواہ [illegible] کمی والا علاقہ ہو یا فالتو پیدا وار والا یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے وسائل کو زیادہ سے زیادہ کام میں لائے۔

خیال ہے کہ غالباً مندرجہ ذیل طریق پر [illegible] کیجائے گی (۱) دیسی ریاستوں میں فوراً امکانی بحث کی تشخیص کیجائے۔ (۲) مناسب [illegible] پر مرکزی [illegible] کے سامنے مطالبات [illegible] جائیں تاکہ [illegible] کمی کے مطالبوں کو رد کیا جائے (۳) فراہمی کے انتظامات سخت کئے جائیں جن میں اجناس کے کنٹرول آرڈر کا موثر نفاذ بھی شامل ہے۔ (۴) جہاں ابھی راشن بندی نہیں وہاں راشن بندی کیجا[illegible] اور [illegible] کی کل ہند پالیسی کے مطابق راشن [illegible] مقدار میں کمی کیجائے۔

دنیا کے اہم واقعات

[از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصر]

گذشتہ سے آگے

جاپان کی شکست کے بعد اب تک چل رہی ہے۔ ڈچ لوگ وہاں اپنا قبضہ پھر سے جمانا چاہتے ہیں اور اس مسئلہ میں برطانیہ بھی تھوڑی بہت ڈچوں کی مدد کر رہا ہے۔ لیکن اس وجہ سے اپنی دنیا میں بدنامی ہوتے دیکھ کر برطانیہ اب غیر جانبدار ہو گیا ہے۔ اب ڈچوں سے انڈونیشیا حکومت صلح کی باتیں کر رہی ہے۔ لیکن ابھی تک معاملہ طے نہیں ہو سکا۔

ان دنوں لندن میں ۵۱ طاقتوں کی یونائیٹڈ نیشن۔ آرگنائزیشن کا جلسہ ہو رہا تھا جس میں بحث مباحثہ تو بہت ہوا۔ خاص کر روس اور برطانیہ میں مگر دونوں میں سب معاملہ طے ہو گیا۔ ایران میں روس اور برطانیہ کی کچھ فوجیں اب تک ہیں جن کو ۲- مارچ تک ایران خالی کر دینا چاہیئے۔ وہ ایسا کرنے کا وعدہ بھی کرتی ہیں مگر انہیں دنوں روس کی مدد سے یا [illegible] ہی آذری

[illegible] کے ممران ڈچ [illegible] لوں کا استعمال کر رہے ہیں۔

ہل
صوبہ آذربائیجان اپنی مرکزی
حکومت سے آزاد ہو گیا ہے
ایران اسکو اپنے قبضہ میں
رکھنا چاہتا ہے لیکن روس
اسکی آزادی کا خواہاں ہے۔
۵ طاقتوں کے اجلاس
میں یہ معاملہ ان دنوں لندن
میں پیش کیا گیا۔ لیکن وہاں
روس کی وجہ سے کوئی فیصلہ
نہیں ہو سکا اب ایران اور
روس اس کے سلسلہ میں
باہمی طور پر گفتگو کر رہے ہیں
ایران کے پرانے وزیر اعظم
سے روس اس معاملہ میں باتیں
نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن
موجودہ وزیر اعظم سے
باتیں کرنے کو تیار ہے
کچھ وزراء کے ساتھ ان
دنوں وہ ماسکو گئے ہیں۔
روس کی طرف سے شاید
کہا جاتا ہے کہ آذربائیجان
ایک آزاد ملک ہے لہذا
اس کے متعلق معاملہ ایران
کو اس سے ہی طے کرنا چاہیے
اور روس محض اپنے معاملے
پر گفتگو کرے گا روس آذربائیجان
... کے پٹرول پر اپنا
انتظام چاہتا ہے۔ اس
سلسلہ میں اور دوسرے معاملات

بحری بیڑے کا نیا ہوائی جہاز

... آذربائیجان کے اتحادی کمانڈر کے ساتھ ...

مین ایران کا معاملہ روس سے طے ہونے جا رہا ہے - ادہر
دیکھئے ایران مین برطانیہ اور امریکہ کے بھی کچھ مسئلے ہین علاوہ
ایران کے یونان انڈونیشیا اور لیوانت کے بھی سوالات بھی
متحدہ ریاستوں کے جلسہ مین پیش ہونگے جن کے
فیصلے حملہ آوروں کی حیثیت سے بھی ہونگے - ایسا
کچھ لوگوں کا خیال ہے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ دنیا
کی طاقتوں کا یہ جلسہ اگر کمزور ملکوں کے ساتھ
ایسا ہی برتاؤ آئندہ بھی کریگی تو مستقبل کیلئے اسکا
ہونا اور نہ ہونا یکساں رہیگا کم از کم ملکوں کو
یہ فیصلہ پسند نہ آئے ہونگے ایسا خیال کیا جاتا
ہے کہ رومانیہ کی آزادی برطانیہ اور امریکہ نے
تسلیم کر لی لیکن بلگیریا کا مسئلہ ابھی طے نہین ہوا
فلسطین مین عربوں اور یہودیوں سے
اب بھی جھگڑا چل رہا ہے جسکا فیصلہ برطانیہ اور امریکہ
کرنے جا رہے ہین روس کا خیال ہے یہودیوں کے
خلاف ہے عرب حکومتوں کا ایک فیڈریشن برطانیہ
کی مرضی سے بنا تھا اسکا اثر ہندوستان کے معاملہ
مین برطانوی حق ہونے کی وجہ سے شاید پسند تھا مگر اب
یہ بھی برطانوی اغراض کے کچھ کچھ خلاف ہو رہا ہے
مصر بھی برطانیہ سے اپنی ۱۹۳۶ء والے معاہدے
پر دوبارہ غور کرنا چاہتا ہے - روس اپنا اثر میڈیٹرین
تک پھیلانا چاہتا ہے اور اتری امریکہ کی ایک
آئندہ ریاستین بھی لے لینا چاہتا ہے - یہ
بات برطانیہ اور امریکہ کو پسند نہین ہے - امریکہ نے
یہ تجویز کی ہے کہ اٹلیین نوآبادی چار دن اتحادی
ملکوں کے مشترکہ حساب مین زیادہ سے زیادہ
پانچ سال تک مرتب جا کر آزاد ہو - یہ تجویز
روس کو پسند نہین ترکی بھی ان دونوں عرب تک
سے دوستی قبضہ پا رہا ہے - اٹلی سے معاہدہ کس طرح
کا ہو اسپر بھی غور کیا جا رہا ہے - جرمنی پر امریکہ روس برطانیہ اور فرانس کا
فیصلہ ہے لیکن ان دونوں جرمن نے برطانیہ سے ملکر ایک طاقت بننے
کی بھی تجویز کی ہے -

ڈولونیٹر کا پل جسے برطانوی سیپروں نے تیار کیا ہے

آٹھوین پنجاب رجمنٹل سینٹر مین فیلڈ مارشل لارڈ ویول مرکب صابن سازی دیکھ رہے ہین

آمد و رفت میں کام آنے والا ایک ہوائی جہاز

سمندر کے نیچے تیل کی پائپ لائن

ہل

ایٹم بم کا راز امریکہ نے ابھی تک برطانیہ کو نہیں بتلایا۔ ایسے روس دوسری طاقتوں سے کیسے ہوا ہے ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ پوشیدہ کوششوں سے روس نے کناڈا کے بعض لوگوں سے یہ راز معلوم کر لیا ہے۔ کناڈا کے کچھ افسروں نے سرکار کو دھوکہ دیکر روس کو یہ راز بتایا ہے۔ ان لوگوں کے خلاف سخت جانچ ہو رہی ہے کناڈا میں اس بات کا بڑا چرچا ہے۔

ہندوستان میں ان دنوں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کا انتخاب ہو رہا ہے مرکزی مجلس میں ۵۱ کانگریسی ممبر ہیں اور ۳۰ لیگی باقی مختلف جماعتوں کے ہیں جن میں سے کچھ کانگریس کے حامی ہیں۔ صوبائی الکشن ہو رہے ہیں۔ آسام اور صوبہ سرحد میں کانگریس کو کامیابی حاصل ہو چکی ہے، اور سندھ میں برابر کی حالت ہے۔ پنجاب میں الکشن ۱۹ فروری کو ختم ہو چکا ہے لیکن اس کا نتیجہ ۲۳ فروری تک معلوم ہوگا یہاں بھی لیگ کو شکست ہو گئی ایسا خیال کیا جاتا ہے صرف بنگال اور رہ گیا ہے جہاں پاکستان ہونے کا سوال ہے۔ مارچ کے آخر تک سارے الکشن ختم ہو جائینگے۔ ۲۰ فروری کو برطانوی حکومت ہندوستان کے مسئلہ پر اپنا ایک اعلان شائع کرنے والی ہے خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں ہندوستان کے صوبوں کی سرحدیں بھی مختلف اثرات نقطہ نظر کے مطابق تبدیل کیجائینگی جس کے لئے ایک کمیشن مقرر ہونے والا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلم صوبہ یعنی پنجاب اور پوربی بنگال جیسے صوبوں کو الگ کرنے جا رہے ہیں اور آسام کی طرف بھی نظر ہے ایک اور سرحدی فوجی صوبہ بنایا جانیکا خیال ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستان کا مسئلہ بھی بہت حد تک حل ہونے والا ہے۔ اگرچہ مرکزی سرکار سے ان پاکستانی صوبوں کی آزادی شاید کوئی منظور کرے ریل، تار، ڈاک، تجارت وغیرہ کے سوالات کافی اہم ہیں جن کا آخری تصفیہ دقت کرتا ہوگا اندرونی انتظامات میں شاید انہیں آزادی حاصل ہو جائے۔

زراعتی تجربہ گاہوں کی توسیع

حکومت ہندوستان کے زرعی ممبر آنریبل سر جوگیندر سنگھ نے زرعی اور مویشیوں کے پالنے والے بورڈ کی فصل اور زمین شاخ کے ایک جلسہ کا جو دہلی میں ہوا، افتتاح کرتے ہوئے ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو مندرجہ ذیل تقریر کی۔

ہم بہت جلد چاول، آلو سبزی کھاد کے میدان اور مچھلی کے متعلق تجربہ گاہیں قائم کریں گے۔ گایوں کا پالنا اور ڈیری فارم، جانوروں کے اسپتال، زرعی تجربہ گاہیں اور جنگلات کی تجربہ گاہوں کو بھی وسعت دی جائیگی ان نئی تجربہ گاہوں کا قیام اور پرانی تجربہ گاہوں کی توسیع کے لئے اقتصادی منظوری اصولی طور پر حاصل کیجا چکی ہے۔ علاوہ اسکے ایک زرعی کالج اور ایک مویشی پالنے کی تعلیم دینے والا کالج کا قیام کیا جائیگا۔ جن سے چھوٹے صوبوں اور ریاستوں کی ضروریات پوری ہو سکیں گی۔ اور ان معاملات میں اعلٰے تعلیم کا انتظام کیا جا سکیگا

آپ کے اس بورڈ کا قیام سنہ ۱۹۰۵ء میں ہوا تھا۔ اور اس طرح یہ اپنی مفید زندگی کے ۴۰ سال ختم کر چکا ہے۔ بورڈ نے اپنے آپ کو فصل زمین اور مویشیوں کے پالنے سے متعلق دو شاخوں میں تقسیم کر لیا ہے تاکہ انکے جلسے باری باری سے ہر دوسرے سال ہو سکیں۔ اس سال فصل اور زمین شاخ کے جلسہ کی باری ہے۔

اس شاخ کو ہندوستان کی عام پبلک کی خدمت کا بے مثل موقع میسر ہے۔ وہ سجھاؤ پیش کر سکتی ہے کہ کام کس طرح ہونا چاہیئے اور کس طرح پیداوار میں اضافہ کرنے اور زمین کی پیداوار سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کیلئے عوام الناس کی معلومات کو بڑھایا جا سکتا ہے"۔

یہ جنگ جو ابھی ختم ہوئی ہے۔ ملک کی خوراک کی خوراک کی پیداوار ... کی طرف ہماری توجہ منعطف کی ہے اور اس ضرورت پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ ہماری آبادی کو کوئی مقوی عناصر سے متعلق ضروریات کو پوری کرنے کے لئے ہر طرح کی خوراک درکار ہے۔ ڈاکٹر اکرایٹ کے ذریعہ مقررہ اوسط کو خیال میں رکھتے ہوئے ہندوستان کی مختلف اشیاء خورد کی کمی مندرجہ ذیل ہے:-

دالیں	..... ۲۵ ٹن
ہری ترکاریاں اور دوسری	..... ۳۴ ٹن
پھل	..... ۴ ٹن
چینی	..... ۱ ٹن
چکنائی یا تیل	..... ۴ ٹن

دودھ .... ۱۸۵ ٹن
گوشت مچھلی اور انڈے .... ۵۵ ٹن

اب ہمارا مقصد اوسط ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پیداوار کے مقاصد متعین کرنا ہے۔

مگر اصلاح کے لئے وسیع میدان پڑا ہوا ہے۔ سائنسی تجربات سے ہمارے ہاتھ میں خوراک کی پیداوار کے لئے ایسے ذرائع آ رہے ہیں جنکا اگر ٹھیک سکیم کے مطابق استعمال کیا جائے اور ذرائع سے کام چلایا جائے تو ہم آہستہ آہستہ پیداوار کی ایسی مقدار کی طرف بڑھنے لگیں گے جو ابتک غیر ممکن تصور کی جا رہی ہے بہت بڑی مقدار میں پیدا ہونیوالی اکیہ۔ گیہوں کپاس اور چاول کی قسموں کی پیداوار اس بات کا ثبوت ہے کہ سائنس نے ہماری فصلوں میں اصلاح کے لئے کیا کیا کیا ہے۔ ابضرورت اس بات کی ہے کہ بیج کی پیداوار کا انتظام کافی بڑے کھیتوں میں ہو سکے اور ان بیجوں کی ترقی کا کام منتخب شدہ کسانوں اور دیہات کی امداد باہمی کے سپرد کیا جا سکے۔

اس کے علاوہ سارے ہی صوبوں اور ریاستوں کو زراعت کے مطابق ساری زمین میں کھیتی کرنا چاہیئے۔ بیکار جانے والے برسات کے پانی کو جو خوبی جمع کرنا چاہیئے اور خشک زمین میں سینچائی کے لئے اور کارخانوں کو طاقت پہونچانے کے لئے ندیوں کا انتظام کرنا چاہیئے علی دین کے دور کے لئے صرف ایک ہی دیو تھا۔ مگر اپنی ندیوں میں ہم کو لاکھوں دیو مل سکتے ہیں۔ خدمت کرنے اور انسانی محنت کو ہلکا کرنے کے لئے نگرانی میں آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

مفید مشینوں کے ساتھ سستی طاقت کھیتوں میں مختلف کام کر سکتی ہے

ہندوستانیوں کی خوراک میں مقوی عناصر کی خاص شکل میں کمی ہے ہماری فوری ضرورت دودھ کی پیداوار میں ترقی کرنے کی ہے اور یہ ترقی دودھار اور دوسرے جانوروں کی نسل میں اصلاح کرنے اور انہیں انکو مفید چارہ پہونچانے پر منحصر ہے۔

پھل اور ترکاریاں اتنی مقدار میں حاصل ہونی ہوتیں کہ امیر اور غریب ان سے یکساں فائدہ اٹھا سکیں۔ ہندوستان ایسا ملک ہے جس کے مختلف حصوں میں مختلف طرح کی آب و ہوا ہمیں ملتی ہے۔ سرد سے سرد اور گرم سے گرم۔ ان میں ہم اکثر ہر ایک طرح کے پھل اور ترکاریاں پیدا کر سکتے ہیں۔ اب تک ہماری دلچسپی محض تفریح کے لئے باغیچے لگانے کی رہی ہے۔ لیکن زیادہ خوراک پیدا کرنے کے لئے ہم کو ان باغیچوں کو لگانا ہوگا۔ پھلوں اور سبزیوں کے عرق تیار کرنا۔

فاضل پھلوں کو ڈبوں میں بند کرنا اور مربے اور پھلوں کی دوسری چیزیں تیار کرنے کی بڑی گنجائش ہے۔ پنجاب اور بعض دیگر صوبہ جات اس سمت میں کام ہی شروع کر چکے ہیں۔

ہندوستان حال ہی میں اتحادیوں کے ذریعہ قائم زراعت اور خوراک کے ایک نظام میں شامل ہوا ہے۔ اس انجمن کا ایک کام سائنس تحقیق اور طریقہ کار کا نظام اور اس سے متعلق باتوں کو جمع کرنا۔ تجربہ اور باہم امداد کی تحریک سے انجمن کے سائنسی تحقیق کے جو نتائج ہونگے۔ مجموعی شکل میں وہ سب ممبران کو حاصل ہوسکیں گے

خوراک اور زراعت سے متعلق ماہرین کی ایک جماعت کے رکھنے کا انتظام کر لیگا اور جو ملک چاہیں گے ان کے یہاں خصوصی وفود بھی روانہ کیئے جائینگے۔ انجمن کا ایک مقصد پیدا کرنے والے کو اسکی چیز کی مناسب قیمت ملنے کا

انتظام کرنا خاص طور سے ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے
کیلئے۔ دنیا کے سارے ممالک کے زراعتی اشیاء کی پیداوار
استعمال اور انکے بین الاقوامی تجارت کے متعلق پوری
جانچ پڑتال کرانے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ اس سے
یہ پتہ چل سکیگا کہ مفید کھاد کے متعلق اصلاح شدہ نئے
معیار کے مطابق انجمن کے مختلف ممبر ممالک کی ضرورتیں
کہاں تک پوری ہو سکیں۔

سرکاری کارروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے سر جو
گیندر سنگھ نے بتلایا کہ ہمارے پاس خاص افسران کی ایک
جماعت ہے۔ جس میں ایسے ماہرین ہیں جو زراعت
کی پیداوار کھاد، بیج، سبزی، پھل، جانور، دودھ کی چیزیں،
مچھلی، پودوں کی حفاظت اور جنگلات وغیرہ باتوں پر مشورہ
دیتے ہیں۔

زمین کی حفاظت کے متعلق مشورہ دینے کے لئے ایک
ایک ایڈوائزر مقرر کرنے کا سوال زیر غور ہے۔

امپیریل کیمیکلس نے مسٹر میک ٹائر کی خدمات
بلا کسی معاوضہ کے ہمکو ادھار دی ہیں۔ اور ڈاکٹر سی۔
این اچاریہ انکے ماتحت چیف وائیوکیمسٹ کا کام کر رہے
ہیں۔ ۲۱۳ قصاب کے پاخانہ پنجاب سے ہم تقریباً ۲۷
ٹن ملی ہوئی کھاد تیار کر چکے ہیں۔ ہم اس طرح کی کھاد تیار
کرنے کے لئے ....۵ مرکز قائم کرنے کی اسکیم بنا رہے ہیں
جن میں ۵ ہزار یا اسکے زیادہ آبادی کا ہر ایک قصبہ آجائیگا
اور ہماری اسکیم پوری ہونے پر ہمکو تقریباً ......۲ ٹن
سالانہ کھاد حاصل ہوگی۔ میں اسبات کی بھی کوشش کر رہا
ہوں کہ سارے تلہن کی پیداوار اسی ملک میں ہو تاکہ انکی ساری
کھلی کا استعمال جانوروں کی خوراک اور کھاد کی شکل میں
کیا جاسکے۔

ایک اسکیم یہ بھی ہے کہ ساری گھاس پھوس
اور نباتات کا استعمال کھاد بنانے کے کام میں کیا
جائے معلوم ہوا ہے کہ پانی کی گھاس سے بنگال کی
ندیاں اور دھان کے کھیتوں میں جو کثرت سے پیدا
ہوتی ہے۔ آسانی کے ساتھ تیار کی جاسکتی ہے۔ مجھے
امید ہے کہ جلد ہی یہ معلوم کرنے کے لئے تجربہ شروع
کر اس گھاس سے کھاد تیار کرنے میں کیا خرچ بیٹھیگا اور
تیار کھاد کس درجہ کی ہوگی۔ علاوہ اسکے اور ہم ہڈیوں اور
کارخانوں اور قصائی خانوں میں بیکار جانے والی چیزوں
کا بھی استعمال کھاد تیار کرنے کے لئے کر سکیں تو ان علاقوں
کے لئے جن میں سینچائی کا انتظام ہے۔ ہمکو کافی کھاد مل
سکتی ہے۔ اور زراعت کی پیداوار میں ۵۰ فیصدی کا
اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ تلہن کمیٹی قائم کرنے کے لئے ایک
بل مرکز کے سامنے ہے۔

ہم جلد ہی چاول، آلو، ترکاری، پھل، گھاس کے
میدان اور مچھلیوں کے سلسلہ میں تجربہ گاہیں قائم کرینگے،
ان نئی انجمنوں کے لئے اور پرانی انجمنوں کی توسیع کے لئے
اقتصادی ضروریات کی منظوری حاصل کر لی گئی ہے۔

علاوہ اسکے چھوٹے چھوٹے صوبہ جات اور دیسی
ریاستوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ایک زرعی
کالج اور ایک مویشیوں کے پالنے کے لئے کالج قائم کرنے
اور تعلیم دینے کا بھی ارادہ ہے۔

اس دوران شاہی زرعی تحقیق گاہ میں داخل ہونے
والے طلباء کی تعداد سالانہ ۱۵ سے بڑھا کر ۵۰ کر دی گئی
ہے اور وقت پر بڑھا کر ۱۰۰ کر دی جائیگی بہت زیری انسٹیٹیوٹ
میں داخل ہونے والے طلباء کی تعداد دوگنی اور فارسیٹ
زیر ہر کالج میں داخل ہونے والے طلباء کی تعداد دوگنی کر دی
گئی ہے۔

جو جماعتیں ہم قائم کر رہے ہیں۔ انمیں اونچے درجہ
کا ریسرچ ہوگا۔ اور خاص موضوع کی تعلیم کا بھی انتظام
رہیگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد ہم اس سے بھی آگے

مل بڑھکر دوسرے مفید حلقوں میں سائنس اصلاح کرنے اور مل جل کر کھیتی اور ایسی ہی اسکیموں کو عملی جامہ پہنائیں۔ اور الات کے ذریعہ کی جانے والی کھیتی کے افادی پہلو اور اسکی وسعت کا بھی معائنہ کریں۔

سینچائی کی آسانیاں

ہم سینچائی کی آسانیوں، زمین کی صفائی اور اصلاح شدہ کھاد بنانے اور اصلی کھاد کو تقسیم کرنے۔ کھیتی کے بیجوں میں اضافہ کرے اور انکو تقسیم کرے۔ چھوٹے ایسے کی کپاس کی جگہ اناج کی کھیتی کرنے کے لئے کسانوں کو توجہ دلانے کے لئے انہیں بونس دینے، مچھلی پیدا کرنے اور دوسرے کاموں کے لئے قرض کی شکل میں ۱۹۴ لاکھ اور گرانٹوں میں شکل میں ۱۴۷ لاکھ روپیہ دیا ہے۔

ہم نے ۱۱۲۰۰ کوئیں کھودنے اور ۲۲۱۵ ٹیوب ویل لگانے کا انتظام کر دیا ہے۔ اور ان سب باتوں سے یہ امید ہے کہ اب پیداوار میں کافی اضافہ ہو سکتا۔

حضرات۔ آپکی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن یہ دنیا کے نظام کی رہنما ہے۔ دراصل مجھکو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ جہاں تک زراعت کی ترقی کا سوال ہے ہم ترقی کے قومی کام سے آگے بڑھ گئے ہیں۔

ملی جلی کھیتی

انتظامیہ کمیٹی نے اس سلسلہ میں اپنا سجھاؤ پیش کیا ہے کہ ملی جلی کھیتی اور چکبندی وغیرہ کے متعلق یہ پتہ لگانے کے لئے تجربہ کیا جائے کہ کسی خاص ملک کے لئے کھیتی سب سے مفید طریقہ کار کونسا ہے۔ دیگر جن معاملات کے سلسلہ میں جو سجھاؤ پیش کئے گئے۔ انمیں زمین اور پانی سے متعلق ذرائع کام میں لانے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل سجھاؤ تھے (۱) مٹی کا تجزیہ، زمین میں نمی قائم رکھنے کی طاقت اور مختلف ممالک کے آب و ہوا کا مطالعہ (۲) مٹی کی کاٹ چھانٹ کی روک تھام۔ پانی سے بھری بیکار گھاس والی زمینوں کو کام کے لائق بنانا اور (۳) سینچائی اور پانی کے نکالنے کے سلسلہ میں اصلاح۔ صوبہ جاتی اور ریاستی حکومتوں کی توجہ ان سجھاؤں کی طرف کھینچی گئی۔ اور ان سے درخواست کی گئی کہ اناج کے علاوہ نجا سکران معاملوں سے متعلق تجربات کی اسکیمیں مجلس کے سامنے پیش کریں۔ مجلس کے افسران اس طرح کی اسکیمیں تیار کرنے میں مدد دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہینگے۔

گھی کی تلچھٹ کا استعمال

مکھن سے گھی نکال لئے جانے بعد جو تلچھٹ بچا رہتا ہے۔ اس کے مفید استعمال کا ایک طریقہ معلوم ہوا ہے اسوقت اس چیز کا زیادہ تر حصہ برباد کر دیا جاتا ہے۔ اگر ہندوستان میں اس چیز کا کافی طور سے استعمال ہونے لگے تو صرف بیکار پھینکی جانے والی ایک چیز کا مفید استعمال ہی نہ ہوگا بلکہ اس ملک کی اشیاء خوردمیں بھی اضافہ ہوگا۔

عام طور پر یہ تلچھٹ گھی کا اکثر ۷۔ سے ۱۰ فیصدی تک ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ کچھ گھی بھی ملا ہوا ہوتا ہے۔ لہذا اسکے پھینک دیئے جانے سے وہ گھی بھی بیکار جاتا ہے اس طرح تقریباً ۲۳ لاکھ من گھی پھینک دیا جاتا ہے یہ بچی ہوئی چیز کے بہت ہی کم حصہ کا صابون اور چاکلیٹ بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ موٹے طور پر ایک پاؤنڈ تلچھٹ پونے دو پاؤنڈ دودھ کے برابر ہوتا ہے۔

امرود۔ غریبوں کا سیب

از جناب شیو مورتی شیو

ہندوستان میں دو پھل ایسے ہیں جس پر غریب سب کا یکساں حق ہے۔ دونوں پھل سستے اور ہر دلعزیز ہیں سال میں ایکبار سارے ہی ہندوستانی ان پھلوں کا ذائقہ حاصل کرتے ہیں۔ ہاں بد قسمتوں کی بات اور ہے۔ پہلا پھل جس کا ہر ایک ہندوستانی فخر کیسا تھ نام لے سکتا ہے آم ہے، اور دوسرا امرود۔

ہندوستان کے عوام پھلوں کی اہمیت سے بہت کم واقف ہیں۔ وہ کشمیر سے آئے ہوئے انگور سیب وغیرہ پھلوں کو ہی 'پھل' لفظ سے موسوم کرتے ہیں۔ انکی نظر میں انکے مکان کی بغل میں کھڑا امرود کا درخت بیکار پھل کا درخت سمجھا جاتا ہے۔ اگر دو سال میں کچھ پھل دیدے تو اسکو گھر کے بال بچے کھائینگے لیکن گر بہت کی نظر میں اس سے زیادہ اسکی کوئی قیمت نہیں۔ سبزیوں کی تعریف میں کتنا ہی کیوں نہ کہا جائے لیکن سبزیوں پر گزر کرنے والا ہندوستان اس زمانہ میں سبزیوں کی قیمت بھول چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زرعی ملک سے جہاں کی آب وہوا ہر طرح پھلوں اور سبزیوں کے لئے مناسب ہے۔ اور جسکی مٹی میں زندگی بخش قوت ہے۔ دوسرے ملکوں کو تھوڑے سے پھل بھی تجارت کی شکل میں نہیں جاتے۔ بلکہ دوسرے ملکوں سے ہر سال دو کروڑ کے قریب پھل ہندوستان میں آجاتا ہے۔ اس طرح ملک کی چھاتی پر ایک دوسرا بازار زندہ رہتا ہے۔

انسان کے جسم کے لئے پھلوں کی بہت ضرورت ہے۔ تازہ پھل اور سبزی جسقدر وٹامن اور نمک اپنے اندر رکھتے ہیں اناج اتنا نہیں رکھتے۔ اناجوں میں وٹامن کی پوری طاقت نہیں یہ سمجھا غلط ہے کہ وٹامن کے سارے اوصاف ہمکو کامل کے ہی پھلوں میں مل سکتے ہیں۔ بلکہ انکو ہم اپنے گھر کے پھلوں میں کہیں زیادہ پاتے ہیں سردیوں کے پھلوں میں سنترہ اور امرود مشہور پھل ہیں۔ اگر ہم سنترہ ہر جگہ نہیں پا سکتے تو کیا امرود بھی نہ پا سکتے تو کیا امرود بھی نہ پا سکینگے؟ گاجر، مولی اور سویا پالک کی سبزی سردیوں کے موسم میں جسم کے لئے میووں سے کم طاقت نہیں رکھتے۔

امرود میدانوں کا پھل ہے، اور ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ پہاڑوں پر یا پہاڑی علاقے میں یہ نہیں پھل سکتا۔ کیونکہ اسکی جڑیں ملا کر مٹی اور گوبر اور ہڈی کی کھاد کی تلاش کرتی ہیں۔ پھل دیکھنے میں کئی طرح کے پائے جاتے ہیں کوئی سطے ہوتے ہیں اور کوئی گول۔ کسی کسی امرود کا چھلکا پتلا بھی پایا جاتا ہے۔ اور لال چھلکے امرود بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ بیجے اور بڑی نسل کے امرود ول کو قلمی کرکے لگایا جاتا ہے۔ دیسی امرود چھوٹے گول اور بہت زیادہ بیج والے ہوتے ہیں۔

بعض امرود و میوسے بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ لال گودا والے امرود خوش ذائقہ اور قوت بخش تو ہوتے ہی ہیں۔ انکو طرح طرح کے مصالوں کے ساتھ کھایا بھی جاتا ہے۔ بازاروں میں چٹپٹی چیزوں کے ساتھ امرود بیچنے والے کئی طرح کا ذائقہ پیدا کرکے لوگوں کو کھلاتے ہیں لیکن امرود جو اس طرح کاٹ کر مصالوں کیساتھ بیچے جاتے ہیں۔ ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے زبان کو تو خواہ ذائقہ مل جائے مگر آنتوں کو زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ بازار کی چیزوں سے تو ہمیشہ بچنا اپنے پیٹ کی وکالت کرنے کی برابر ہے۔ اسلئے زبان کی ایک بھی نہ سنیئے۔

امرود ڈال سے گھنٹے دو گھنٹے پہلے ٹوٹا ہوا ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ اسکو نمک کیساتھ کھایا جا سکتا ہے۔ دلیسی امرود کے بیج پھینک دینا چاہیئے۔ کیونکہ انکو معدہ ہضم نہیں کرتا اور زبردستی اسکو بچوں کے ساتھ کثرت کرنی پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ بیج والے امرود کھا جانے کے بعد کبھی کبھی پیٹ خراب ہو جاتا ہے۔ اور ہم لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ امرود ہضم نہ ہونے والا ردّی پھل ہے۔

امرود جسم میں خون بڑھاتا ہے۔ سیب کا بھی کام کچھ ایسا ہی ہے۔ لیکن وہ خون کو صاف کرنے کا کام اچھی طرح کرلیتا ہے۔ امرود کھانے والے کو زکام کم ہوا کرتا ہے۔ بشرطیکہ امرود چھیل کر کھانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ خالی پیٹ امرود کھانا مفید نہیں ہے۔ بلکہ امرود کھانا کھانے کے بعد دو چار کھائے جا سکتے ہیں۔

دوپہر کا کھانا کھا لینے کے بعد گھنٹے دو گھنٹے کے وقفہ کے بعد امرود کھانا مفید ہے۔ شام کے وقت امرود ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ اور امرود کھا کر پانی تو بھول کر بھی نہ پینا چاہیئے۔ کیونکہ اوپر سے پہونچنے والا پانی امرود کے عرق سے ملکر پیٹ کو خراب کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں سردی لگنے اور دستے ہو جانے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

میٹھا امرود بچوں کے لئے خاص طور سے مفید ہے۔ کیونکہ اسکی فطری چینی سے بازار مٹھائی کھانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ امرود کی چٹنی بھی بنائی جا سکتی ہے۔ چینی ملا کر امرود کے گودے کی برفی اور جیلی بنانے کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن امرود کے کھانے کا یہ طریقہ محض ایزدوں کے لئے ہے۔ کچے امرود قبض کا باعث ہوتے ہیں۔ پھر بھی کئی دوسرے صفات کیساتھ رہتے ہیں۔ پکے ذرا دستاور ہوتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا ایسا خیال ہے کہ امرود کی صفت سرد ہوتی ہے لہذا اسکو سردیوں میں نہ کھانا چاہیئے مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ سردی کے دنوں میں فطرت نے آخر ہمکو دیا ہی کیوں؟ امرود سردیوں میں ہوتا ہی نہ کہ گرمیوں۔ گرمی سردی کا جھگڑا لگا کر اس مفید پھل کی جو سیب سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ درگذر ہرگز نہ کرنا چاہیئے

بیجو امرود اتنا اچھا نہیں ہوتا جتنا قلمی۔ قلمی پودا تیار کرنے کے لئے برسات کا زمانہ مناسب ہے دبھپٹ قلم، سو سری میں تیار کرکے۔ گملوں میں کھڑے کر دینا چاہیئے۔ یہ گملوں میں تیار کرکے باہر بھی بھیجے جاتے ہیں۔ ٹوکریوں میں انکا چالان جاتا ہے۔ پودا شروع برسات میں لگا دینا چاہیئے۔ دو سال کی عمر والے پودے ٹھک جاتے ہیں بشرطیکہ انکی ٹہنیاں نکل آتی ہوں۔

امرود کے لئے بلوی دو فٹ زمین سب سے بہتر تسلیم کی گئی ہے۔ ویسے یہ ہر طرح کی زمین میں

پھیلتے ہو لتے ہین۔ درخت سخت ہوتا ہے اور دو برداشت کرنے کے لئے مشہور ہے۔ پالن ہوا کے جھکوروں سے بانس کے لٹھوں کے ذریعہ اس کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ سات سات گز کے فاصلہ پر درخت لگائے جائین تو زیادہ بہتر ہے۔ گوبر کی پرانی کھاد اور ہڈی کا چورا ہے۔ پودون کے سنبھالنے کے لئے فوراً ہی دینا چاہیئے۔ نیم کی کھاد اتنی مفید ہین۔ پودون کی کاٹ چھانٹ ضرورت کے مطابق کرتے رہنا چاہیئے۔

بیجو پودے اور قلمی پودے چار پانچ سال مین پھل دینے لگتے ہین۔ امرود کے پانچ سے ۱۰۔ پندرہ سال تک اچھی آمدنی ہوتی ہے۔ ہر ایک درخت سے دس روپیہ سالانہ پھل مل سکتے ہین بشرطیکہ اس مین پھل آئے ہون۔ امرود کا چالان دور تک نہین جاتا کیونکہ یہ سستے بکتے ہین۔ اور زیادہ دنون تک نہین ٹھہر پاتے ہین۔

آمد انقلاب

(از حضرت ماہر القادری)

ہوشیار! اے اہل دولت آرہا ہے انقلاب
جس کے آگے عظمت اہرام ہر موج سراب

اطلس و دیبا کے چاک ہو جانے کو ہین
کرسیاں۔ گلدان۔ صوفے خاک ہو جانے کو ہین

کھل گئے دنیا پہ اسرار طلسم سامری
کام دیسکتی نہین الفاظ کی جادوگری

شاہد و مے۔ رقص، نغمے، بوئے گل۔ طرف چمن
جگمگاتے ہوٹلون مین اختلاط مرد و زن

عیش و راحت کے یہ سامان خواہشون کے اہتمام
کر رہے ہین آخری۔ دنیا کو جھک جھک کر سلام

اہل دولت کی نہ اب مزدور لاتین کھائینگے
خون دہقان سے نہ تختے گل کے سینچے جائینگے

ساری دنیا ظلم سے آزاد ہو جانے کو ہے
جنت شداد اب برباد ہو جانے کو ہے

اب کسی کے سامنے مزدور جھک سکتا نہین
آنیوالا انقلاب آئیگا رک سکتا نہین

سیڈ ڈرل سے بیج بونے کے فائدے

از جناب اکرام اللہ خان بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) اسسٹنٹ پبلسٹی افسر محکمہ زراعت یو۔ پی۔ لکھنؤ

ہمارے صوبہ کے کسان عام طور سے ربیع اور خریف کی فصلوں کی بوائی زیادہ تر دیسی ہل کے پیچھے کرتے ہیں۔ اور چارے کی فصلیں عام طور پر چھٹکواں بوتے ہیں۔ چارے کی فصل کو چھٹکواں بونے سے کسان کو فائدہ رہتا ہے لیکن جن فصلوں کو دانا حاصل کرنے کے لئے بویا جاتا ہے۔ انکو ضرور سیڈ ڈرل سے بونا چاہیئے۔ نہیں تو مندرجہ ذیل نقصانات ہوں گے۔

۱- دیسی ہل کے پیچھے بوائی کرنے سے بیج فی ایکڑ زیادہ خرچ ہوگا۔
۲- بونے کے لئے بلوارے کے علاوہ ایک اور آدمی کی ضرورت پڑے گی۔
۳- بیج مناسب گہرائی پر نہیں پڑے گا۔
۴- کوڑے کے اندر بیج کھلا رہ جائیگا۔
۵- بیج کہیں کم پڑیگا اور کہیں زیادہ
۶- زیادہ گہنی بوائی ہونے کی وجہ سے پودے جلد کمہلنے لگیں گے، اسلئے سینچائی کی زیادہ ضرورت پڑیگی
۷- بیج کی بوائی میں وقت زیادہ لگے گا۔

لہذا ہمارے کسان بھائیوں کو چاہیئے کہ کھیتی کے اخراجات کو کم کریں۔ اور ہمیشہ اس فکر میں رہیں کہ ایسی مشینوں کی مدد لی جائے۔ جن سے مزدوروں کی بچت ہو۔ اور زیادہ کام کم وقت میں ہو جائے۔ اس کے لئے اسباب کی ضرورت ہے کہ محکمہ زراعت کے ملازمین سے گاہے گاہے مشورہ لے لیا کریں۔ سمجھ لیجئے کہ آپ کو ربیع کی فصل کی بوائی کے لئے مزدور نہیں مل رہے ہیں۔ جتنے مزدور آپ چاہیئے اسکی نصف تعداد ہی مل سکتی ہے۔ اگر آپ اس مشکل کو آسان کرنے کے لئے محکمہ زراعت کے کسی ملازم سے مشورہ کرینگے تو وہ آپ کو بتلا دیگا کہ بیج بونے کے لئے امریکہ کا بنا ہوا "میکارمک سیڈ ڈرل" بہت مفید ہے۔ اس کے ذریعہ ایک جوڑی بیل سے ایکدن میں ۳-۴ ایکڑ کی بوائی ہو سکتی ہے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ بیج بھی ڈھک جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے پاٹا دینے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر ضلع میں محکمہ زراعت کے مرکزی گودام پر یہ سیڈ ڈرل ڈیمانسٹریشن کے لئے دی جاتی ہے اگر یہ سیڈ ڈرل نہ مل سکے تو ہندوستان ایگریکلچرل اسٹور اینڈ کھاریاں ضلع گجرات پنجاب کا بنایا ہوا "دکری سیڈل" بیج بونے کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس کے استعمال سے کسان مندرجہ ذیل فائدے حاصل کر سکتا ہے۔

۱- بوائی میں ۱ آدمی کی بچت ہو جائیگی۔

۲- فی ایکڑ بیج کم پڑے گا۔
۳- بیج سارے کھیت میں برابر پڑیگا۔
۴- بیج کھلا نہ رہے گا۔

اس سیڈ ڈرل کی قیمت صرف ۱۶ روپیہ ہے۔ اس کو دیسی ہل کے پیچھے فٹ کر دیا جاتا ہے۔ معمولی بڑھئی اس کام کو یہ آسان کر دے گا۔ اس مشین میں سادگی کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور معمولی بڑھئی اسکی مرمت کر سکتے ہیں۔ اس کے استعمال کی ہدایتیں کمپنی کی طرف سے مل سکتی ہیں۔ میں نے اس سیڈ ڈرل کے ذریعہ لالہ شیام بہاری لال صاحب کے فارم پر جو کہ بیلو اگاؤں تحصیل بریلی میں ہے۔ گیہوں کی بوائی بہت کامیابی کے ساتھ کرائی۔ لہذا کسانوں کو چاہیئے کہ اس قسم کے بیج بونے کی مشین کو خریف اور ربیع کی بوائی میں استعمال کریں۔

موجودہ زمانے میں مزدوروں کی کمی ہونے کیوجہ سے اس قسم کی مشینوں کا استعمال بہت ضروری ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں شائد یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بڑے زمینداروں اور کو آپریٹیو ڈیپارٹمنٹ کی انجمنوں کو اس قسم کی بیج بونے کی مشین خرید کر کسانوں کو دینا چاہیئے تاکہ وہ انہیں استعمال کرکے اپنی کھیتی کے خرچ میں کمی کر سکیں۔

علاوہ اس کے دیہات میں زراعت کو آپریٹیو اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے محکموں کے افسران کو بھی اس طرف توجہ دینا چاہیئے کہ کسانوں کو انعامات تقسیم کرتے وقت اس قسم کی مشینیں انعام میں دی جائیں۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر ان مشینوں کو اپنے استعمال میں لا کر انکے فائدے معلوم کریں اور اس طرح دیہات میں انکا پرچار ہو جائے۔

اپنے خیالات

ہل نمبر ۴۵ سنہ ۱۹۶۱ء آخری نمبر ہے۔ اس نمبر سے ہل کا آخری سال ختم ہو جاتا ہے۔

گذشتہ سات سالوں سے ہل گاؤں کی پبلک کے پاس تک اپنا پیغام برابر پہونچا رہا ہے۔ گاؤں کی پبلک کی طرح سے ترقی کرنا۔ اسکی زندگی کو اور زیادہ آرام دہ اور اچھی بنانا ہی اسکا مقصد ہے۔ اس سال کی اشاعت کا نیا انتظام ہونے کی وجہ سے ہم کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہل ٹھیک وقت پر شائع نہ ہو سکا۔ مختلف طرح کی مشکلات سامنے آئیں لہذا ہم کو افسوس ہے کہ ہم ناظرین ہل کی خدمت میں ہل کو ٹھیک وقت پر پہونچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس تاخیر سے ناظرین کو جو تکلیف ہوئی اس کے لئے ہم انسے معافی کے خواستگار ہیں۔ اور آیندہ ہم ٹھیک وقت پر ہل اسکی خدمت میں پہونچا سکیں اس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں۔

احسانمندی ہم اپنے خریداران اور مضمون نگار حضرات کے احسانمند ہیں کہ جنہوں نے برابر ہم کو اپنی مدد پہونچائی ہے ہل کو انہوں نے پسند کیا ہے اور وقت وقت پر ہم کو اسکے لئے جوش بھی دلاتے رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہل کو زیادہ سے زیادہ مفید اور خوبصورت بنا کر اپنے ناظرین کی خدمت انجام دیں۔

ہم اپنے ان مضمون نگاروں اور شاعروں کے بھی احسانمند ہیں کہ جنہوں نے ہم کو اپنی بیش قیمت چیزیں بھیج کر ہماری مدد کی ہے۔ انکی مدد اور سہارے کے بغیر ہم ہل کو اس قدر مفید اور خوبصورت ہرگز نہ بنا سکتے۔ ہم کو امید ہے کہ ہمارے ناظرین مصنف اور شاعر اس طرح آیندہ بھی ہماری مدد کرتے رہینگے

خریداران سے اس نمبر سے بہت سے خریداران کا چندہ ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا انسے ہماری درخواست ہے کہ وہ بہت جلد اپنا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں کیونکہ ہل۔ وی۔ پی۔ کے ذریعہ نہیں بھیجا جاتا۔ اس سے ہم کو بھی سہولیت ہوگی اور انکو بھی "ہل" وقت پر مل جائیگا۔ اکثر ہمارے پاس وی۔ پی کے ذریعہ ہل بھیجنے کے لئے خطوط آتے ہیں۔ یا نمونے کی کاپی کا مطالبہ آتا ہے۔ مگر ہم یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ 'ہل' کی نمونہ کی کاپی کے لئے آٹھ آنے آفس کو آنا ضروری ہیں۔ اگر آپ 'ہل' کے خریدار ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم سالانہ چندہ یا بجر دیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر پہلے ہی روانہ کر دیجئے۔
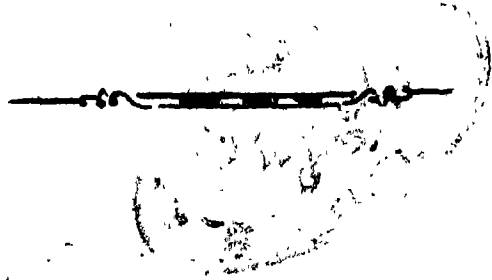
درونِ میخانہ

(از حضرتِ نازش پرتاب گڑھی)

یہ نہیں جرم کہ شیشہ لڑے پیمانے سے
رازِ میخانہ کا باہر نہ ہو میخانے سے

کھیلتے تھے یہی کل جام سے پیمانے سے
آج جو لوگ نکالے گئے میخانے سے

دیکھ اے پیرِ مغاں دیکھ خدا خیر کرے
وہ دھواں شیشہ سے، شعلہ اٹھا پیمانے سے

ساقیا تجھے یہ میخوار جو برہم ہوں گے
پھر کسی طرح بھی سمجھیں گے نہ سمجھانے سے

انقلاب آئیگا اور آکے رہے گا لیکن
ہم تو پیاسے ہی چلے جائینگے میخانے سے

راہِ آزادی کی منزل تجھے طے کرنی ہے
سوزِ دل شمع سے، پر چھین لے پروانے سے

ہائے یہ رسمِ غلط بخشی یہ رندوں پہ ستم
مے چھلک جائے نہ بھر کر کہیں پیمانے سے

پھونک ڈالے جو تڑپتی ہوئی ہر بجلی کو
اک وہ شعلہ بھی اُٹھے گا مرے کاشانے سے

ہائے یہ حضرتِ اقبالؔ کا مصرع نازشؔ
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

اس طریقہ سے دھونیسے پٹکے جانے کے

نقصان سے بچاؤ ہوتا ہے

ڑوں میں چھید۔ اُن کا پھٹنا یا اُدھیڑ جانا دھرہ
ب طرح کا غیر ضروری اور مہنگا نقصان
ہیں۔ کپڑوں کو سہنا رہے گا جب کہ ان کو
دھونے اور صاف کرنے کے لئے پٹکنے کا
بڑا اور دقیانوسی طریقہ اختیار کیا جائے گا

1

ان نمبر شدہ تصویروں کو دیکھئے یہ آپکو کپڑوں کو بغیر کسی نقصان کے دھونیکا طریقہ بتاتی ہیں۔ (۱) کپڑوں کو
دھونیکے لئے پانی میں اچھی طرح بھگو لیجئے اُس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چاہے آپ نل کے نیچے ۔ ٹب
تالاب یا ندی میں ایسا کریں (۲) جبکہ آپنے کپڑے کو پانی میں اچھی طرح بھگو دیا تب کپڑے کے ہر حصہ
سنلائٹ صابن لگا دیجئے خاص طور پر میلی جگہ پر سنلائٹ اچھی طرح رگڑ دیجئے (۳) صابن لگائے
ہوئے کپڑے کو نرمی سے مگر اچھی طرح ملئے اُسے پچھاڑیئے مت اور اُسی طرح ملئے جیسا کہ روٹی
کا آٹا گوندھا جاتا ہے صابن والے جھاگ میں اچھی طرح ملئے تاکہ کپڑے کے ہر ذرہ سے صابن آر پار
ہو جائے پھر کپڑے کو سختی سے ملنے یا بے رحمی سے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں رہتی سنلائٹ
کا خود بخود صاف کرنیوالا جھاگ اسکے میل کو بالکل نکال دیگا اگر آپ یہ احتیاط کریں کہ سنلائٹ
کا جھاگ میل کی بنیاد تک پہنچ گیا ہے صابن کا جو کتنا حصہ جو اس جھاگ میں ہوتا ہے ہر قسم کی غلاظت اور میل کو
اچھوتے ہی نکال دیتا ہے میل کے ہر اجزا کو کپڑے سے باہر نکال کر جھاگ میں اُس کو جذب کرلیتا
ہے تاکہ جس وقت آپ کپڑے کو جھاگ سے صاف کریں تو میل بھی خود بخود علیحدہ ہو
جائے (۴) کپڑے کو پانی میں اچھال کر جھاگ کو جو میل سے بھرپور ہے دور کر دیجئے۔ سنلائٹ
کے اس آسان طریقہ پر دھوئے ہوئے کپڑے عرصۂ دراز تک چلتے ہیں۔

2

3

4

سنلائٹ صابن
کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے

اور اُس نے
لائف بوائے کی
عادت بھی سیکھی ہے!
وہ سُوئی کے ہر ایک ٹانکے کے ذریعہ ایک ہُنر مند چھوٹی لڑکی بننا سیکھ رہی ہے
اُس کی ماں جانتی ہے کہ وہ ایک تندرست لڑکی بھی ہوگی کیونکہ اُس نے لائف بوائے صابُن
کے روزانہ استعمال کی عادت سیکھی ہے۔ یہ عادت اس کو میل کے
اس خطرہ سے جو صحت اور طاقت کا خفیہ دشمن ہے محفوظ رکھتی ہے۔
لائف بوائے ایک اچھا صابُن ہی نہیں
بلکہ ایک اچھی عادت ہے۔
LIFEBUOY
SOAP
L. 81-23 UD
LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

Regd. No. A.—294.

Printed by H. R. Wilson at the Lucknow Publishing House, Lucknow.